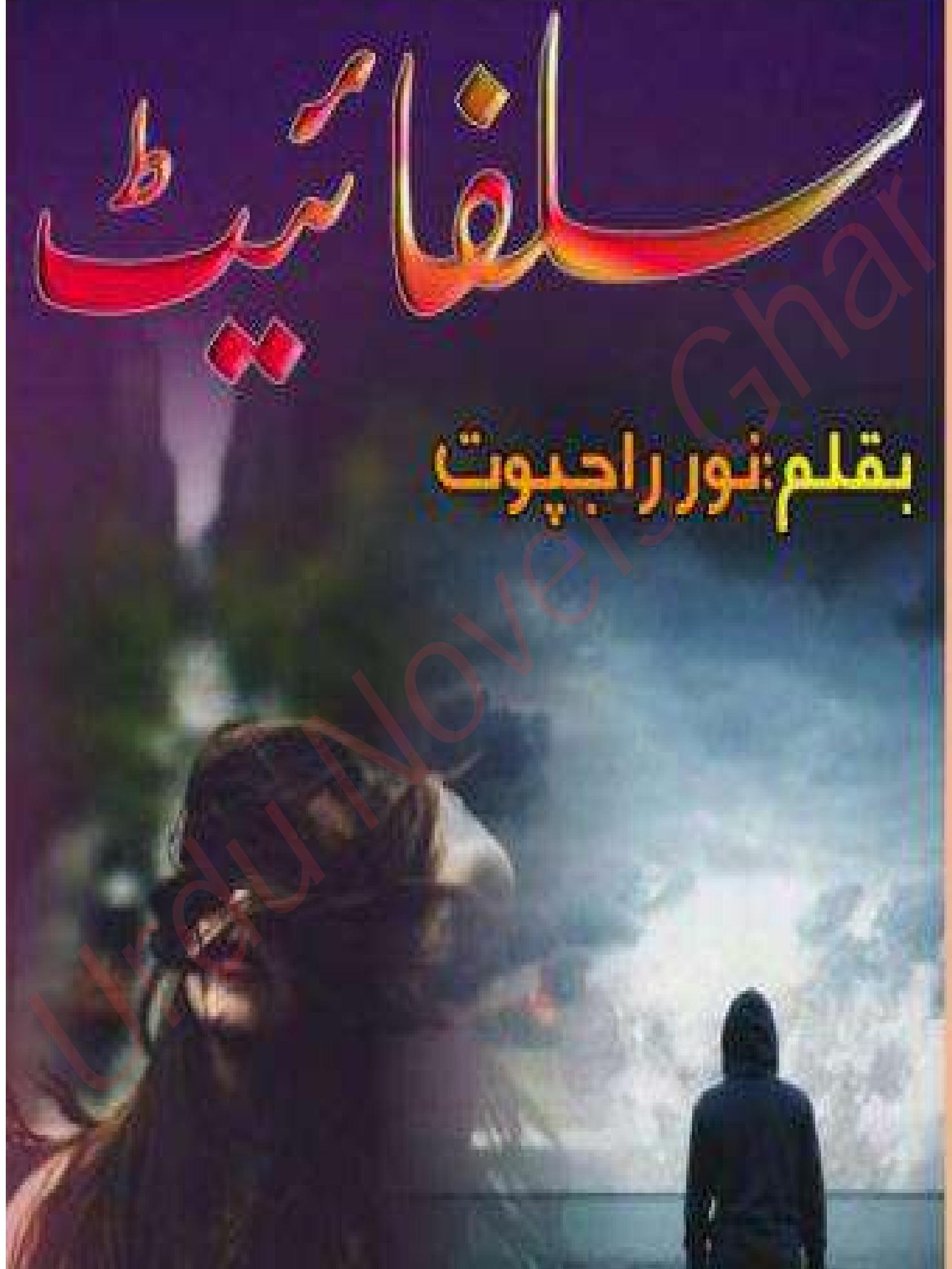


بِقَلْمَنْ نُور راجپُوت



سلفائیٹ

از قلم نور راجپوت

برستی بارش میں بھیگ جانے دو
 بارش کی نیلی فام پریوں میں مست ہو جانے دو
 بارش میں اس کو یوں محسوس کر لینے دو
 برستی بارش میں اس کے ساتھ چل لینے دو
 برستی بارش میں برسٹے دل کا حال سنا لینے دو
 برستی بارش میں یوں خوش رہنے دو
 برستی بارش میں بھیگ جانے دو
 برستی بارش میں بس اسے میرے ساتھ چلنے دو
 برستی بارش میں بھیگ جانے دو

برستی برش میں اسے ساتھ چل لینے دو
برستی بارش میں محسوس کر لینے دو
برستی بارش میں بس بھیگ جانے دو

"ہلکی پھلکی بوندا باندی نے جب موسلا دھار بارش کا روپ دھارا تو ایلا نے چونک کر اس پاگل
لڑکی کی طرف دیکھا جو آنکھیں موندے دونوں بازو پھیلائے محبتوں کے شہر میں طسم خیز جگہ پر
بے فکر گھوم رہی تھی ہواں میں جھوم رہی تھی!
"ماہی"

"ایلا نے جو ایک شان و شوکت پر اسرار انداز میں کھڑے ایفل ٹاور جسے دنیا کو خوبصورت ترین
ٹاور ہونے کا اعزاز حاصل ہے اس کی تصاویر کو کیمروں کی آنکھ میں مقید کرنے میں محو تھی،
آخری سی کوشش کرتے ہوئے اسے پکارا"
ماہی بس کر جاو!

اب اور کتنا انتظار کرو گی؟

دیکھو بارش اب تیز ہو رہی ہے ہمیں چل دینا چاہیے کسی بھی خطرے کے پیش نظر پہلے اسے
وارن کر رہی تھی۔

"ایلا نے بارش میں بے خبر بھیگتی ماہی کو پکارا"

مگر وہ سب چیزوں سے بیگانہ اپنی دھن میں سرد ہنتی بارش سے لطف انداز ہو رہی تھی! ایلا نے پیچھے سے جا کر چھاتہ اس کے اوپر کیا جو کے بے فکری سے بھیگ رہی تھی۔ کچھ لمحات یوں ہی گزر گئے!

بارش کی بوندیں ناپاکر ماہی نے اوپر کی جانب سر کو جنبش دی اور چھاتے کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا،

جو کہ ایلا بھی دیکھ چکی تھی۔

"بس کر جاو ماہی پاگل پن کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے تمہیں پتا ہے ایلا آج مورخہ 2 نومبر ہے۔

"جو کہ یہ دن میرے لیے بہت خوبصورت دن ہے"

"یہ وہ دن ہے جب مجھے وہ شخص آج پہلی بار یہاں عین اسی جگہ مجھ سے ملا تھا۔

"ماہی نے اک جذب سے کہا"

اور تم پیچھے نین سالوں سے لگاتار یہاں تشریف لاتی ہو کیا ایک بار بھی پھر سے ملا کیا؟؟

"ایلا نے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اب باقاعدہ چلنا شروع کر دیا تھا۔

"روکو ایلا---"

ابھی صرف شام کے چار ہی تو بنجے ہیں۔

میں مزید اس دشمن جاں کا انتظار کرنا چاہتی ہوں---

کچھ لمحات اس کی یاد کے نام کرنا چاہتی ہوں---!

"اس نے ایک بار مجھے کہا تھا میم اسی جگہ تم سے ملوں گا" دوبارہ"-----

"نچھڑ کے مجھ سے حبیب میرے---"

"نہ کاٹ سکو تو لوٹ آنا---"

"پاگل مت بنو ماہی-----اب میں مزید تمہاری بکواس برداشت نہیں کرنا چاہتی"

"ایلا نے غصیلے لمحے میں جواب دیا""

سردیوں کی بارشوں میں بھیگنے کی وجہ سے ماہی کے خوبصورت گلابی لب اب سردی کی شدت

سے نیلے پر

ڑنے کے تھے"

ایلا اس کی کپکپاہٹ واضح طور پر محسوس کر چکی تھی۔

"لیکن""-----

ایک دم چپ تمہاری آواز نا آئے!!!!!!

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ایلا اسے سختی سے خاموش رہنے کا عنیدہ دے چکی تھی۔۔۔۔۔
 جو اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے گاڑی کی جانب رواں تھی۔
 "ماہی نے ایک الوداعی پر شکوہ نظر ٹاور پر ڈالی اور جیسے
 کہہ رہی ہو"
 "آج پھر وہ نہیں آیا"۔۔۔۔۔

جیسے جیسے وہ اس جگہ سے دور جا رہی تھی اسے محسوس ہو رہا تھا وہ بہت کچھ پیچھے چھوڑ چکی
 ہے۔

اک شدت سے وہ گزری منزل کی جانب نظریں واہ کیے ہوئے تھی شاید وہ کہیں سے ایک بار
 اسے نظر آجائے۔۔۔۔۔

"لیکن اس کی خواہش کی تکمیل نا ہوئی!

""جیسے مری نگاہ نے دیکھانہ ہو کبھی
 محسوس یہ ہوا تجھے ہر بار دیکھ کر""

اس کا دل ہمیشہ کی طرف افسرده تھا،

اور ڈوب رہا تھا ॥

: وہ لمبے کڑے انتظار کے بعد بھی نظر نا آسکا تھا ॥

"گاڑی کے پاس پہنچتے ہی ایلا نے اس کی طرف کا دروازہ کھولا اور اندر بھایا۔۔۔

"تو یہ طے ہے اس کا مجھے اک بہت لمبا انتظار کرنا ہے"

"اب وہ دیدار میسر ہے نہ قربت نہ سخن"

"اک جدائی ہے جو تقدیر ہوئی جاتی ہے"

"ماہی نے اک بار پھر سے اپنی آب و تاب سے بارش میں نہاتے ٹاور کو دیکھتے ہوئے، دل کی گمراہیوں سے سوچا"

"اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی یا اس کی خوشی پر اداسی غالب آتی ایلا زن سے گاڑی آگے کی جانب بڑھا چکی تھی"

رات کا ناجانے کو نسا پھر تھا۔

ہوا میں خنکی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ آرام دہ بستر پر پرسکون نیند کے زیر اثر نظر آنے والا وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔

"کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں"

"اکہ انسان بچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا"

لیمپ کی مدد روشنی میں چہرے پر پسینے کی نہنجی نہنجی بوندیں واضح تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اذیت کی ایک لراس شخص کے چہرے پر پھیل گئی۔

حوالہ بحال ہونے پر اس نے غصے سے سائی یڈ ٹیبل پر کھالیمپ ہاتھ بڑھا کر نیچے پھینک دیا۔ سسکیوں کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی۔ اور یہ آواز اسکی روح کو کسی تلوار کی طرح زخمی کر رہی تھی۔ بالآخر اسکی برداشت جواب دے گئی۔

"Shut up.. just shut up"

وہ چیخا۔

وہ دونوں ہاتھ کاں پر کھ کر اس آواز سے بچنا جا رہا تھا۔۔ لیکن شاید کسی نے رونے کی قسم اٹھائی ہوئی تھی۔

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔۔۔ پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس آواز نے اُسکا پچھانا کیا ہو۔ ایک بھی رات وہ سکون سے نہیں سوپایا تھا۔

اور پھر ایک جھٹکے سے وہ اٹھا۔۔۔ اب اسکا رخ اس شفیق ہستی کے کمرے کی طرف تھا جسکی آغوش اسے سکون پہنچاتی تھی۔

اپنے مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ جانتا تھا اندر وہ شفیق ہستی جاگ رہی ہونگی۔

"آجاؤ"

دستک پر اندر سے آواز ابھری تھی۔

وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

سامنے وہ ہستی اپنے بستر پر بیٹھیں سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔

"بی بی جان"

وہ تریپ کر انکلی طرف بڑھا۔

بی بی جان نے یسین کو عقیدت سے چوم کر سائی پڈ ٹیبل پر رکھے اونچے طاق پر رکھا۔

"شہ بیٹا تم -- سب خیریت تو ہے نا--؟"

بی جان کے چہرے پر پیشانی ابھری۔

"وہ بی بی جان -- وہ میں--"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں کا ایک گولا سا اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بی بی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔

"آج پھر کوئی می برا خواب دیکھا کیا--؟"

بی بی جان پیار بھرے لمحے میں پوچھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اسکے بالوں میں انگلیاں بھی پھیر رہی تھیں۔

جانے دو آنسو کیسے اسکی آنکھوں سے پھسل کر بی بی جان کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔

"کوئی می اتنا کیسے رو سکتا ہے بی جان--- کیسے--؟"

وہ اذیت سے دوچار لمحے میں پوچھ رہا تھا۔

بی بی جان نے اسکی بات پر ایک گھرہ سانس لیا۔

"کوئی می تین سالوں سے لگاتار رو رہا ہے بی بی جان-- ایک بھی رات وہ چپ نہیں ہوا---
کوئی می اتنا کیسے رو سکتا ہے--؟

"چشمِ یعقوب کی مانند ہیں برستی آنکھیں !!

میرے یوسف میری نظروں کو بینائی دے جا !!

بی بی جان کا کلیجہ جیسے اپنے بیٹے کی بات پر چھلنی سا ہو گیا تھا۔

"کیا وہ شخص تمکتا نہیں بی بی جان--- کہاں سے آتے ہیں اسکے پاس اتنے آنسو--؟ وہ چپ
کیوں نہیں ہوتا بی بی جان---"

کوئی می اتنا کیسے رو سکتا ہے--؟"

وہ بار بار ایک ہی بات دھرا رہا تھا۔

"زخم گھرا دیا ہے تم نے بیٹا۔۔ اتنا گھرا زخم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"
بی جان نے کہنے کے بعد اسکے سر پر پھونک ماری جیسے ساری بلائیں ٹالنا چاہتی ہوں۔

"اُسے کہہ دیں کہ وہ چپ کر جائے بی بی جان-- چپ کر جائے خدا کا واسطہ ہے--
وہ کہہ رہا تھا۔۔ اور بی بی جان سن رہی تھیں--

کتنی ہی دیر وہ یہی الفاظ دہراتا رہا اور پھر تھک ہار کر یا شاید اس سکون کے باعث جو اسے بی بی جان کی گود میں ملا تھا وہ ایک بار نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔

() نے دنیا کے انسانوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا "Gelett Burgess" گلیٹ برس () ہے۔

Bromide () ایک برومائیڈ () Sulphites () اور دوسرے سلفائیٹس () برومائیڈ عام لوگ ہوتے ہیں جنکی سوچ ایک سی ہوتی ہے جبکہ سلفائیٹس خاص لوگ ہوتے ہیں جو کہ نایاب ہوتے ہیں۔ ”

کلاس روم میں ٹھپر کی آواز گونج رہی تھی۔ یہ بی ایس سی کی کلاس تھی اور اس وقت انکا انگلش کا پیئڈ تھا۔

وہ دونوں دوسری قطار میں بیٹھی تھیں۔ ایک طرف لڑکوں کی قطار تھی تو دوسری طرف لڑکیوں کی۔

"اوہو امی نے کل کہا تھا کہ چھت پر سیمنٹ لگا دینا۔۔ میں پھر بھول گئی۔۔"

آسمان پر چھاتے گھرے بادلوں کو دیکھ کر اس نے سوچا۔

پچھلے کچھ دنوں سے ہوتی لگاتار بارش نے انکے ایک کمرے کی چھت کو ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کاش میں سیمنٹ لگا ہی دیتی۔۔ اب امی کو محنت کرنی پڑے گی اور اگر انہیں بھی یاد نہ رہا تو

آج رات پھر۔۔۔

"مس اُم حانم"

وہ مزید سوچ نہیں پائی تھی کہ کلاس ٹیچر کی سخت سی آواز اسے خیالوں کی دنیا سے نکال کر حقیقت میں لے آئی تھی۔

"یہ۔۔۔ لیں۔۔۔ میم۔۔۔"

وہ ہڑبرڑا کر کھڑی ہو گئی۔

"دھیان کدھر ہے آپکا؟"

میم نے غصے سے پوچھا۔

حج-- جی-- وہ--

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن الفاظ دم توڑ گئے۔

"اگر آپ جیسے سٹوڈنٹ کلاس میں ایسا رویہ پنائیں گے تو باقیوں کا کیا ہو گا؟"

غالباً میم کافی غصے میں تھیں۔

لڑکوں کی دبی دبی سی ہنسی کی آواز وہ صاف سن سکتی تھی۔

وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ واقعی اسکا دھیان کلاس میں نہیں تھا۔

"بیٹھ جائیں اور آئی ندہ ایسی حرکت مت کیجیے گا"

میم کو شاید اس پر رحم آگیا تھا۔

وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اس نے سنا ہی نہیں تھا کہ سلفائی لس کیا ہوتے ہیں؟

اسکا ذہن تو بس چھت سے ٹپکتے پانی میں الجھا تھا جو برتن میں گرتا اور ایک عجیب سی آواز پیدا کرتا تھا جو کہ اسے انتہائی بڑی لگتی تھی۔

تنقید کی بھرپور دعوت دی جاتی ہے لیکن بے پکی ہانکنے سے گریز کیا جائے اختلاف رائے کا

آپ کا حق ہے -----

ز پر رکھا ہوا کافی کا کپ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اُسکی نظریں گلاس ڈور سے باہر تیزی سے گزتی گاڑیوں پر جمی تھیں۔

جانے کس احساس کے تحت اس نے نگاہیں اپنے کپ کی طرف مرکوز کیں۔ کپ اٹھایا تو کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک گھرہ سانس لینے کے بعد اس نے وہ کڑوا اور ٹھنڈا مشروب اپنے اندر انڈیلا تھا۔۔۔

میز پر رکھے موبائل سے ٹائیم دیکھا۔

"اوہ صرف دس منٹ رہ گئے ہیں"

وہ بڑھاتے ہوئے ایک دم کھڑی ہوئی۔ کافی کے پیسے اس نے میز پر رکھے اور دروازے کی طرف قدم بڑھادیئے۔ یہ اسکی تقریباً روزانہ کی روٹیں تھیں۔

"گھڑی پہننے کے باوجود موبائل پر وقت دیکھنے کی عادت آج بھی نہیں بدی تھاری--!!"

اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے شخص کی نظریں دروازے سے باہر نکلتی لمکی پر جمی تھیں۔

وہ ہلکا سا مسکرا�ا تھا۔

"جب سے ڈوبا ہوں تیری آنکھوں کے دریا میں"

"تڑپ رہا ہوں چشم یعقوب کی مانند"

اس شخص کا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اٹھا اور اسکے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد ایک لڑکا تیزی سے ریسٹورینٹ کے اندر داخل ہوا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔

"ہے البرڈ انخل آئی تمھی کیا؟"

میڈی نے کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے پوچھا۔

"ہاں ہمیشہ کی طرح---"

البرڈ نے کافی کپ میں ڈالنے ہوئے جواب دیا۔

"اور موں--"

"ہاں وہ بھی آیا تھا اور اسکے پیچھے چلا گیا ہمیشہ کی طرح--"

"یہ موں مر جائے گا میرے ہاتھوں--"

میڈی کو ناجانے کس بات کا غصہ آیا تھا۔

"ریلیکس میڈی وہ اسے نقصان نہیں پہنچانے والا"

البرڈ ٹرے اٹھا کر ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔

"لیکن مجھے اس پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے"

میدی اسکے پیچھے لپکا۔

"اگر بھروسہ نہیں ہے تو جاؤ نا اسکے پیچھے۔۔ ویلے بھی تمہاری ان فضول باتوں میں ٹرین گزر چکی ہوگی۔۔"

"اووو شٹ"

البرڈ کی بات سن کر میدی چلا کر اور باہر کی طرف بھاگا لیکن شاید قسمت نے اسکا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ٹرین گزر چکی تھی اب اسے پندرہ منٹ انتظار کرنا تھا جب تک دوسری ٹرین نہیں آجائی۔ میدی کا مودبری طرح خراب ہو چک تھا۔

جب وہ گھر پہنچی تو نقپیاً پوری بھیگ چکی تھی۔ اکیدمی میں اسے رکشے پر آنا جانا پڑتا تھا۔ جو کہ اسے میں روڈ پر اتلاد دیتا تھا۔ میں روڈ سے گھر تک کا سفر پانچ منٹ کا تھا۔ اور ان پانچ منٹوں میں وہ بارش تیز ہونے کی وجہ سے بھیگ گئی تھی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ رکشے والے سے کہ کر گھر تک رکشے لے آیا کرو۔ اپنے گھر کے سامنے اتلارا کرو"

آسیہ بیگم نے اپنی بیٹی سے کہا جو ہمیشہ انکی بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی تھی۔

"اماں رکشے والا پیسے زیادہ مانگتا ہے۔ پانچ منٹ کے سفر کیلیے میں اسے زیادہ پیسے ہرگز نہیں دے سکتی۔"

وہ تو پیلے سے بال صاف کرتے ہوئے بڑھائی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی حالات کو بھی دیکھ لینا چاہیے نا۔ آج موسم خراب تھا اور اتنی تیز بارش تھی آج تو آجائی نا۔"

"کیا مجھے کھانا لے گا"

وہ اپنی ماں کی بات مکمل نظر انداز کر گئی تھی۔

آسیہ بیگم سے اسکی بات سن کر سر جھکا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ انکی بیٹی اپنی من مانی کرتی ہے ہمیشہ۔

"اگپڑے بدل لو۔ میں گرم کر کے لاتی ہوں کھانا۔"

آسیہ بیگم برآمدے ملحقہ چھوٹے سے کچن میں چلی گئی تھیں۔ جبکہ وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ماہم اور جواد کہاں ہیں؟ نظر نہیں آ رہے؟"

گھر میں چھائی خاموشی کو محسوس کر کے اسے اپنے دونوں چھوٹے بہن بھائی کی یاد آگئے تھے۔

"چھت پر ہیں۔ کچن کی چھت ٹیک رہی تھی تو سیمنٹ لگا رہے ہیں دونوں--"

بھائی صاحب پیسے دے دیتے تو مرمت ہی کروالیتی مکانوں کی لیکن جو اللہ کو منظور۔"

آسیہ بیگم نے ایک گھری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ اور کھانا برآمدے میں بھجھی چارپائی کی پر رکھ دیا۔

"مجھے نہیں لگتا امی کہ وہ ہمیں پیسے دے نگے۔ لوگ یتیموں اور غربوں کا حق بہت آسانی اور بنا خوف کے مار لیتے ہیں"

اور اسے قرآن کی آیت مبارکہ اور احادیث مبارکہ یاد آئی جس میں یتیموں کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں اور سوچا کیوں لوگ صرف قران کو صرف پڑھتے ہیں سمجھتے کیوں نہیں۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأُتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَنْتَبِذُوا اِلْخَيْثَ بِالْطَّيْبِ وَلَا تَنْكُلُوا اَمْوَالَهُمْ إِلَّا آمْوَالَكُمْ ۝ إِنَّهُ كَانَ حُوْبًا كَبِيرًا ۝

ترجمہ ---

اور یتیم کو ان کے مال دے دو، اور ناپاک کو پاک سے نہ بدلو، اور نہ کھاؤ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر، بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

سورۃ النساء: 2

یتیم کی سرپرستی اور خیرخواہی :-

معاشتی قباحتوں میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی۔
یتیم کی پروش کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ چنانچہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

میں اور یتیم کا سرپرست جنت میں اس طرح ہوں گے۔ پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیانی انگلی ذرا کھول کر اشارہ کیا۔

(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب فضل من يعول یتیما)

لیکن عرب میں یتیموں کے حقوق کئی طرح سے پامال ہو رہے تھے۔ انہی حقوق کی پامالی کا بالترتیب یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ مثلاً جو چیزیں بطور امانت سرپرست کے پاس ہوتیں انہیں واپس کرتے وقت وہ یہ کوشش کرتا کہ اچھی چیز کے بد لے کوئی پرانی اور گھٹیا چیز دے کر خانہ پری کر دے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ کھانے پینے کی اشیاء کو ملا جلا لیا جس میں یتیم کو کسر لگانے اور اپنا فائدہ ملحوظ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔-----

لیکن یہ تو بس اس کی سوچ تھی ناکہ دنیا ویسا سوچ سکتی بس یہ سوچ کر ہی خاموش ہو گئی وہ پیسوں کے ذکر پر سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

"اچھا تم کھانا کھا لو میں ذرا ان دونوں کو دیکھ لوں بھیگ رہے ہوں گے اوپر"

"آپ رہنے دیں امی میں دیکھ لو نگی کھانے کے بعد۔۔ آپ بس آواز دے کر دونوں کو نیچے بلا لیں"

وہ کہہ کر کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ البتہ ذہن بڑی طرح انتشار کا شکار تھا۔

شور کی آواز پر وہ چونکی۔ اسکے بالکل سامنے ایک لڑکے کا بیگ نیچے گر گیا تھا۔ ٹرین کی رفتار آہستہ ہوئی۔

#Marne_la_Vallee_station

وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔ اسکا اسٹیشن آگیا تھا ہر وہ ایلے ہی خیالوں میں کھوئی ہی رہتی تو شاید اسٹیشن گزر جاتا۔

اس نے مسکرا کر اپنے سامنے بیٹھے ٹین انج لڑکے کو دیکھا جیسے شکریہ ادا کیا ہو۔ اور پھر ٹرین رکھ پر وہ ٹرین باہر نکل گئی۔

(جس سے ایک منٹ کے Disney village اسکے بالکل سامنے وہ گاؤں تھا۔۔۔ ہاں) Disney land فاصلے پر تھا۔۔۔

شہزادیوں اور پریوں کا دیس۔۔۔ اسکے لیے آج بھی ویسا ہی تھا۔

بہت سے لوگ ٹرین سے اترے تھے اور اب انکار خذنی لینڈ کی طرف تھا۔

"تحیینکس بدھی۔۔"

ٹرین سے باہر نکلتے ہوئے اس آدھے چھپے ہوئے چہرے والے شخص نے سیٹ پر بیٹھے اس لڑکے سے کہا جس نے جان بوجھ کر اسکے اشارے پر اپنا بیگ نیچے گرایا تھا۔

اب اسکی نگاہیں انجل کو ڈھونڈ رہی تھیں۔۔ اتنے سارے لوگوں کے ہجوم میں وہ کہیں کھو گئی تھی۔ وہ تھوڑا سا بے چین ہوا۔۔
پھر اسے ایک طرف وہ نظر آگئی تھی۔۔ ہاں وہی۔۔ انجل۔۔
انجل کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا اور اب تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر وہ اسکے پیچھے پیچھے چل پڑا تھا۔

"سن رہا ہے نا تو"

رو رہا ہوں میں۔۔

سن رہا ہے نا تو۔۔"

"ماہم نی وی کی آواز کم کرلو۔۔ کب سے کہہ رہی ہوں۔۔"
وہ اپنی کتابیں پھیلائے بیٹھی تھی۔ مسلسل آنے والی گانے کی آواز اسکی توجہ اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

کا شو ہے۔۔ قسم سے کمال لگ رہا ہے۔۔"RJ" ارے ہانی ذرا اکر دیکھو آج
ماہم نے آواز کیا کم کرنی تھی اوپر سے چلا کر کہا۔

"RJ" ہاں ہانی آپی -- بہت اچھا لگتا ہے مجھے بھی
جواد نے بھی ماہم کی پیروی کی۔

"عاشقی لو والا آر جے -- ؟ افف توبہ ذرا نہیں پسند مجھے نا یہ فلم -- نا اسکے گانے اور نا ہیرو --
اور اگر اب تم لوگوں نے آواز کم نا کی تو میں امی سے کہہ دوں گی --"
وہ جانے کیوں غصے کرنے لگ گئی ہی تھی -- شاید حالات نے اسے چڑھڑا بنا دیا تھا۔

"نہیں یہ وہ آر جے نہیں ہے یہ تو پاکستان کا مشہور ---"

"بلاؤں امی کو -- ؟"

ہانی نے ماہم کی بات کاٹ کر دھمکی دی تو وہ منہ بنانا کر آواز کم کرنے لگ گئی ہی۔

"ہانتے کتنا اچھا گاتا ہے نا یہ --- کاش میں بڑا ہو کر ایسا بن جاؤں --"
جواد کے لجے میں حسرت تھی -- وہ چھوٹا سا بچہ جانے کب سکریں پر گٹار پکڑے گاتے ہوئے
لڑکا فین بن چکا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

"کل رات مولانا صاحب کی #روح پرواز کر گئی می"

ہانی کی نظر سامنے رکھے اخبار پر پڑی تھی۔

اسکے دماغ نے لفظ روح کو بہت بڑی طرح سے
کیا تھا۔ Capture

روح---روح--

وہ بڑی بڑی می۔

"روح کیا ہے--؟؟"

ایک سادہ سے سوال نے اسکے دماغ میں جنم لیا۔

اسکا ذہن انکا تھا۔ وہ سوچتی رہی لیکن کوئی می سرانا پکڑ پائی می۔

تمہک ہار کر اس نے کتابیں اٹھا کر ایک طرف رکھیں اور لیٹ گئی۔ اسکا ذہن آج کل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا۔

عجیب و غریب سوچوں نے اسکے دماغ کو گھیرا ہوا تھا۔

"کبھی تم لوگ پڑھ بھی لیا کرو۔ ہر وقت نئی وی میں گھسے رہتے ہو۔"

ہانی نے اپنے دونوں ہمن بھائیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو اس سے کچھ فاصلے پر نظریں نئی وی میں گاڑے بیٹھے تھے۔

"ہمیں کتابی کیرا نہیں بننا--- کیوں جواد--؟"

ماہم نے جواد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ بھی مسکرا دیا تھا جبکہ ہانی نے افسوس سے سر ہلا�ا۔

یہ تھی اُمِ حانم عرف ہانی۔ جو بی ایس سی سال دوئی م کی طالبہ تھی جسکی کل کائی نات اسکی ماں اور دو بھائی تھے۔

ماہم، ہانی سے دو سال چھوٹی تھی جو سینئر میں تھی اور جواد ماہم سے چار سال چھوٹا تھا۔

ابصار صاحب جو کہ ہانی کے والد سات سال پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ وقت اور حالات نے اسے عمر سے بڑا بنا دیا تھا۔ البتہ ماہم میں ابھی نچپنا تھا۔

"روح کیا ہے؟"

ایک بار پھر اسکا ذہن الجھا۔ بالآخر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"تیرے سنگ گز جائے یہ عمر جو باقی ہے۔"

ہنس دو ناذرا کھل کر۔ کاہے کی ادا سی ہے۔"

دروازے سے باہر نکلتے وقت اسکی سماعت سے گانے کی آواز ٹکرائی۔

آواز اچھی تھی۔ چاہنے کے باوجود وہ واپس پلٹ کر لی وی پر نظر آتے اس آر جے کو نہیں دیکھ

پائی تھی۔ اور خاموشی سے وہ صحن کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں ٹھنڈی ہوانے اسکا استقبال کیا تھا۔ اسے روزانہ رات کو صحن میں ٹھلنے کی عادت تھی۔ اور آج تو پھر ٹھنڈی ہوائیں اسے سکون بخش رہی تھیں۔

آنکھ میں آنسو نہیں پر رلاتا ہے بہت
وہ دسمبر، ہر دسمبر، یاد آتا ہے بہت
ساتھ میرے بھیگتا ہے بارشوں میں بیٹھ کر
یاد کے سارے درپیچے کھول جاتا ہے بہت
روزتا ہے یہ جہاں کی ساری دیواں کھڑی
دو قدم پر لا کر اسکو آزماتا ہے بہت
مسکراہٹ "گنگناہٹ، قہقہے، باتیں تیری
خواب بن کر رات بھر مجھ کو جگاتا ہے بہت۔۔۔

مجھ کو دے جاتا ہے چھپ کر اسکی خوشبو کا پتہ
ایک دیوانے کو یہ پاگل بناتا ہے بہت--!!

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ سو شل میڈیا پر مختلف اکاؤنٹس کو چیک کر رہی تھی لیکن وہ شخص
اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔

بیٹھے بیٹھے اسکی نازک کمر اکڑ گئی تھی مگر اسکے تجسس میں ذرا برابر بھی کمی نہیں آئی تھی۔

"بس کرو ماہی اور کتنا ڈھونڈو گی اسے--؟"
ایلا نے اکتا کر ماہی سے پوچھا جسکے خوبصورت چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔

جب وہ مل نہیں جاتا ماہی اسے ڈھونڈتی رہے گی--!!

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ پانچ منٹ کی ملاقات میں وہ شخص تم پر کیا جادو کر گیا ہے کہ جو تم
لیوں خوار ہو رہی ہو--؟؟"

"یہی بات تو میں جانا چاہتی ہوں-- اس سے مل کر پوچھنا چاہتی ہوں کہ ماہی پر کیسا جادو کیا
ہے اس نے--؟؟"
ماہی شوق سے مسکرئی تھی۔

"وہ تمہیں ناہی لے تو بہتر ہے جب بنالے یہ حال ہے یہ تو جانے مل کر کیا ہوگا--؟"

ایلا نے لیپ ٹاپ اسکے سامنے سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے منہ میں خاک-- میرا لیپ ٹاپ واپس کرو--!"

ماہی سخت بد مرد ہوئی۔

"پہلے ڈنر--۔ تمہیں یاد ہے نا کہ ہم نے پلان بنایا تھا آج ڈنر باہر کرنے-- مجھے بھوک لگی ہے جلدی اٹھو--۔ بعد میں ڈھونڈتی رہنا اپنے عشق گمشدہ کو--"

ایلا نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

"ڈھونڈنے دو نا ایلا۔ شاید مل ہی جائے--"

"اے عشق مجھے مل زرا مجھے قرار لے"

ماہی کے لمحے میں حسرت تھی۔

"ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے ماہی-- اور وہ چیز اپنے وقت پر ملتی ہے--۔ اگر اسے ملنا ہوا نا--۔ تو خود ہی مل جائے گا"

"اے وہ ایلا۔۔ بڑی سمجھدار ہو گئی ہو۔۔"

ماہی نے ایلا کا گال کھینچا۔

"تعریف بعد میں کرنا جاؤ تیار ہو جاؤ میں دعا کروں گی وہ شخص ایک بار تمہیں ضرور لے"

"آمین۔۔ آمین۔۔ آمین۔۔"

ماہی کی خوشی دیکھنے لائی ق تھی۔

"میں بس ابھی آئی تیار ہو کر۔۔ بس پانچ منٹ میری پیاری دوست۔۔"

ماہی اسکے گال کو پیار سے تھپتاتی کمرے کی سمت بھاگی تھی جبکہ ایلا اسکے پاگل پن پر دھیرے سے مسکرا دی تھی۔

"ہشام"

وہ بہت محیت سے کتاب پڑھنے میں مشغول تھا جب آواز پر چونکا۔

"جی چھوٹے بابا سائیں۔۔"

وہ ایک دم پیٹا۔

"اے آپ یہاں -- مجھے بلا لیا ہوتا میں آ جاتا"

ہشام نے سید جبیل کو اسٹڈی روم کے دروازے میں کھڑا دیکھا تو کہا۔

"کوئی می بات نہیں -- یہ بتاؤ تمہارا لاڈلا آرہا ہے یا نہیں --؟"

"بابا سائی میں آپ اندر تو آئی میں -- پھر بتاتا ہوں"

ہشام نے کتاب (خانہ بدوش) کو ایک طرف کھٹتے ہوئے کما اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"نہیں بیٹا مجھے ذرا ضروری کام ہے یہ بتاؤ وہ آرہا ہے یا نہیں --؟"

"جی بابا سائی میں -- میری بات ہوئی می تھی اس سے وہ آرہا ہے --"

ہشام نے مسکرا کر جواب دیا۔

اس نے وعدہ کیا ہے آنے کا

رنگ دیکھو غریب خانے کا

"جو شمع آبادی"

ایک شفیق سی مسکراہٹ جو اسکی شخصیت کا حصہ تھی۔

"چلو شکر--- اس پر مجھی کچھ پڑھ کر پھونک دو جس سے وہ سدھر جائے ناک میں دم کر دیا ہے اس لڑکے نے۔"

سید جبیل شاید بہت ہی تنگ تھے اس انسان سے جس کا وہ ذکر کر رہے تھے۔

"آپ فکر نا کریں بابا سائی میں میں اسے سمجھاؤں گا اب وہ کچھ الٹا سیدھا نہیں کرے گا" ہشام نے اعتماد سے کہا تھا لیکن یہ بات وہ مجھی اچھے طریقے سے جانتا تھا کہ ساری دنیا بدل سکتی تھی۔ قیامت آسکتی تھی لیکن "وہ" کبھی سدھر نہیں سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔"

سید جبیل چلے گئے۔ جبکہ ہشام صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ اور موبائل اٹھا کر اسکا نمبر ملانا شروع کیا جسکی ابھی ابھی تعریف ہوئی تھی۔

Cause I wanna touch you, baby

And I wanna feel you, too

I wanna see the sunrise and your sins

Just me and you

Light it up, on the run

Let's make love, tonight

Make it up, fall in loVe

گاڑی میں میوزک کی آواز کاںوں کے پرے پھاڑ دینے کے برابر تھی لیکن وہ آرام سے ڈرائیونگ کرنے کے ساتھ ساتھ گنگنا بھی رہا تھا۔

"ہے ملکی--"

اس نے آواز کم کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر دراز ملکی کو پکارہ۔

"یس--بدی--"

ملکی نے جواب دیا۔

"گھر جا رہا ہوں میں کل-- تم نے جانا ہے؟"

دبلائپنلا سا وہ لڑکا اپنے دوست سے پوچھ رہا تھا۔

"میرا گھر جا کر بور ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے سنو تم بھی جلدی آجانا"
 ملکی جواب دے کر دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ جبکہ میوزک کی آواز ایک بار دماغ میں
 پہنچنے لگی تھی۔

But you'll never be alone

I'll be with you from dusk till dawn

I'll be with you from dusk till dawn

Baby, I'm right here

I'll hold you when things go wrong

I'll be with you from dusk till dawn

I'll be with you from dusk till dawn

Baby, I'm right here

I'll be with you from dusk till dawn

Baby, I'm right here

We were shut like a jacket

So do your zip

We will roll down the rapids
 To find a wave that fits
 Can you...

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کی اور سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی۔
 دو گھنٹے کی پرفارمنس کے بعد وہ تمھوڑا سا تمہک گیا تھا۔

جانے اسکا دماغ کہاں پہنچا ہوا تھا جب اچانک گاڑی کے شیشے پر کسی نے دستک دی۔
 اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول لیں۔ اسکی سماught دوسروں کی نسبت کافی تیز تھی۔

اس نے آکتا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر جہاں اسکی آنکھوں کی
 چمک بڑی اسی پل چھرے پر ناگواری ابھری۔

سامنے ایک سمجھی سوری لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس علاقے میں اس وقت
 کوئی عورت مل سکتی تھی۔

”اگلی میں اندر بیٹھ سکتی ہوں--“

لڑکی نے ایک ادا سے پوچھا۔

"جی جی بالکل۔۔ آئی یے۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ملکی اس لڑکی کی دعوت قبول کر چکا تھا اور وہ لڑکی بھی گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

"یار گاڑی چلاو۔۔"

ملکی نے لڑکی کو اندر بٹھانے کے بعد خباثت سے مسکرا کر کہا۔
وہ بنا کچھ کئے گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔ اس نے ایک بار بھی پیچھے نہیں دیکھا تھا اور وہ جانتا تھا بھی تھا ملکی کیا کر رہا ہوگا۔

"کب سے کر رہی ہوں یہ کام۔۔؟؟"

جانے کیوں اس نے پہلی بار کسی سے سوال کیا تھا۔

"پچھلے پانچ سال سے"

لڑکی نے سنبھل کر جواب دیا۔

" وجہ۔۔؟"

"شوہر نے طلاق دے دی تھی چھوٹے چھوٹے نپے ہیں ان پڑھ ہوں کوئی می کام ملا نہیں۔ خاندان میں دوبارہ کسی نے شادی نہیں کی مجھ سے۔ آخر مجھے اس طرف آنا پڑا۔" لمرکی حیران تھی کہ کوئی می پہلی بار اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

"کیا یار۔۔۔ ایسے سوال کر کے کیوں دل خراب کر رہے ہو۔۔۔؟" ملکی کو اسکی مداخلت پسند نہیں آئی می تھی۔

اس نے ساتھ والی سیٹ پر رکے بیگ سے ہاتھ بڑھا کر پیسے نکالے اور پیچھے لمرکی کی طرف پھینکے۔۔۔

"جاؤ اب یہاں سے۔۔۔" گاڑی روکنے کے بعد حکم دیا گیا۔ وہ لمرکی اور ملکی دونوں حیران تھے۔

"کیا چج میں صاحب۔۔۔؟" لمرکی کو یقین نا ہوا۔

"دفع ہو جاؤ اب--"

وہ دھارا۔

اور لڑکی ایک پل بھی ضائع کیے بنا گاڑی سے باہر نکل گئی تھی۔
اور اس نے دوبارہ گاڑی جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔

"پچھے بیٹھے مکی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ تو اپنے حساب برابر کرنے والا شخص تھا پھر آج کیسے--؟؟

مکی سوچ رہا تھا لیکن کچھ پوچھا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ آگے بیٹھے شخص کا دماغ کسی بھی وقت الٹ سکتا تھا۔

البتہ اسکا مودہ بڑی طرح خراب ہو گیا تھا۔

”ہمارے ہندو دھرم میں طلاق نہیں ہے۔ تم مسلم لوگ طلاق کیوں دیتے ہو۔؟ اگر طلاق کے بعد اس عورت سے کوئی ی شادی نا کرے اور مجبوًا وہ جسم فروشی پر آجائے تو اسکا ذمہ دار کون ہوتا ہے۔؟ تم لوگوں سے اچھا تو ہمارا دھرم ہے جس میں طلاق ہے ہی نہیں اور عورت ہمیشہ اپنے پتی کے ساتھ رہتی ہے۔“

اسکے ذہن میں آج صح اسکی پوسٹ پر ایک انڈین لڑکی نے جو کمینٹ کیا تھا وہ گونج گیا تھا۔

وہ لڑکی وقتاً فوقتاً اس سے عجیب و غریب سوال پوچھتی رہتی تھی۔ خود وہ اسکی مذاہ بتاتی تھی۔ لیکن اسکے سوال ہمیشہ اپچھے ہوتے تھے۔

لیکن آج شالنی نے جو سوال کیا تھا اس سے اسکا دماغ بربی طرح گھوم گیا تھا۔

"I am not a Muslim"

اس نے بس یہ جواب دیا تھا۔

"O Really"??--

شالنی کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔ اسکے بعد وہ ہزار کمینٹ کر چکی تھی۔ سیچ کر چکی تھی لیکن اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

اور اب اس وقت اس لڑکی کو دیکھ کر اسے وہ سوال یاد آگیا تھا۔ اس لیے اسکا دماغ بربی طرح سے گھوم گیا تھا۔

میوزک کی آواز وہ اور زیادہ بلند کر چکا تھا۔ جبکہ ملکی نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"کیا ہوا ہے ہانی آج کل تمara دھیان پڑھائی میں بالکل بھی نہیں ہے۔ کوئی می پریشانی ہے کیا؟"

وہ دونوں کلاس لے کر باہر نکلی تھیں جب مہرو نے اپنی بہترین دوست ہانی سے پوچھا جو واقعی کافی دنوں سے الجھی الجھی نظر آتی تھی۔

"نمیں تو ایسی کوئی می بات نہیں ہے--!"

حانم نے ٹالنا چاہا۔

"مس ام حانم-- عرف ہانی-- تم نے مجھے اتنا بے وقوف سمجھا ہے کیا جو میں تمہاری خاموشی محسوس نہیں کر پاؤ نگی؟"

"میں سوچ رہی ہوں کہ کوئی می جاب کرلوں-- لیکن سمجھ نہیں آتا کہ جاب دے گا کون مجھے--؟"

"میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مزاق"""""

"تیری امیری نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں""""

حانم پریشان تھی۔

"اوہ-- پیسوں کا مسٹی لہ ہے؟"

مہرو نے اکیدیمی کے اس چھوٹے سے لان میں بیٹھتے ہوئے پوچھا جہاں شام کی مدھم مدھم دھوپ چمک رہی تھی۔

"ہاں-- مسٹی لے ہی مسٹی لے ہیں-- داخلہ فیس جمع کرانی ہے۔ دکانوں سے جو پیسے آتے ہیں وہ میری، ماہم اور جواد کی فیس میں پڑھ جاتے ہیں جبکہ باقی گھر کے خرچے میں-- اب داخلہ فیس کماں سے لاوں-- اماں سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے-- وہ پریشان ہو جائے گی"

دھوپ نے اسکے معصوم چہرے کی چمک کو مزید بڑھا دیا البتہ آنکھیں اداں تھیں۔

"بس اتنی سی بات-- بتاؤ مجھے کتنا پیسے چاہیئے میں لادونگی صح۔"

مہرو نے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے کہا۔

"نمیں مہرو-- میں خود کچھ کرنا چاہتی ہوں--"

"اچھا چلو تم پریشان مت ہو اللہ بہتر کرے گا--"

مہرو نے اسکا ہاتھ ہلکہ سا دبایا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی حanim کے بیگ سے وائی بریشن کی آواز ابھری۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل بیگ سے نکالا۔ یہ ایک چھوٹا کمپیڈ موبائل تھا۔ شاید کسی کا میسج آیا تھا۔

"تم سے بہت کچھ کہنا ہے مگر کبھی تم نہیں ملتے، کبھی الفاظ نہیں ملتے--"

نمبر دیکھ کر اسکے رگ و جان میں ایک زہر سے پھیل گیا تھا۔ اس نے میسج فوراً ڈیلیٹ کیا اور موبائل غصے میں بیگ میں پٹھا۔

"آرام سے ہانی کیا ہوا۔ کس کا میسج تھا؟"

مرد نے پوچھا۔

"پتا نہیں کوئی می رونگ نمبر تھا اور فکر مت کرو یہ کوئی می سمارٹ فون نہیں ہے جو لوٹے گایا خراب ہوگا۔۔ پچھلے ایک سال سے استعمال کر رہی ہوں ابھی تک کچھ نہیں بگڑا اسکا۔"

جانے وہ کیوں اتنی تلنخ ہو گئی تھی۔

یا پھر حالات نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔

"اچھا یہ سب چھوڑو۔۔ بتاؤ چاٹے پیو گی؟"

مہرو نے سوالیہ نظرؤں سے اسے دیکھا۔

"جی۔۔"

حانم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا تم بیٹھو میں لے کر آتی ہوں۔"

مہرو یہ کہ کینٹین کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔

جانے تقدیر اسکے ساتھ کیا کرنا چاہتی تھی



"ان کی آمد سے ملتا ہے بھاروں کا پتا"

"وہ تو موسم کو بدلتے کا ہنر رکھتے ہیں"

وہ آج شام ہی ملتان پہنچا تھا۔ سیلیوں کی حولی میں جیسے خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ البتہ حولی کے سارے ملازمین دعائیں مانگ رہے تھے کہ انکا سامنا سید حولی کے عجیب و غریب سپوت سے نا ہو۔

بی جان نے آتے ہی اسکا صدقہ دیا تھا۔ اور وہ بیزار بیزار سا سب برداشت کر رہا تھا۔
اسے سید حولی میں بس ایک ہی شخص تھوڑا بہت پسند تھا اور وہ تھا ہشام بن جبیل۔۔
جسکی محبت اس بیزار شخص کیلیے ہمیشہ سے خالص تھی۔
اس وقت بھی وہ ہشام کے سامنے بیٹھا سکریٹ پی رہا تھا۔

"تم نے سموکنگ کب شروع کی۔۔؟"

ہشام نے گھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پانچ سال پہلے ہی کردمی تھی۔۔"

نپے تلے انداز میں جواب دیا گیا۔

"تم جانتے ہونا بی جان کو پتا چلا تو وہ ناراض ہونگی۔۔"

"ہمیشہ ہی ناراض ہوتی ہیں وہ۔۔ لیکن تمہیں پتا ہے شامو مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔"

ہشام کا نام بگاڑ کر وہ ڈھٹائی می سے ہنسا تھا۔

"تمھوڑی سی تو شرم کرو تم سے چھ سال بڑا ہوں۔۔"

ہشام کی بات پر اسکا چھت پھر قہقہ گونجا تھا۔

"سن کر اچھا لگا شامو--"

وہ بہت ڈھیٹ تھا۔

"واپس کب جانا ہے--؟؟"

ہشام نے دوبارہ پوچھا۔

"ایک دو دن میں چلا جاؤں گا ویلے بھی جب سے آیا ہوں بورہی ہو رہا ہوں--"

تمہیں پتا ہے آج ایک عورت آئی می ساتھ میں ایک ماہ بچہ لائی می تھی لپنا۔ بی جان کو کہتی

اسے پیار دیں سیدانی جی یہ بڑا ہو کر آپکے بیٹوں جیسا بنے--

طنریہ ہنسی کے ساتھ

بات کے آخر پر وہ خود ہی ہنسا تھا۔

"تم خود بتاؤ اگر وہ میرے جیسا بن گیا تو---؟؟"

اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"میں نے فوراً کہا تھا کہ لائی میں پیار دیتا ہوں لیکن بی جان نے مجھے منع کر دیا ورنہ--"

"کیونکہ وہ تمہارے کرتوت اچھے سے جانتی ہیں مسٹر آر جے-- اسی لیے منع کیا" ہشام نے اسکی بات کاٹی۔ اسکی بات پر آر جے نے ایک اور قہقہہ لگایا تھا۔ عجیب بات تھی وہ تب ہی ہنستا تھا جب ہشام کے ساتھ ہوتا تھا۔

"اچھا تم بتاؤ تمہاری پی اچھے ڈی کھاں تک پہنچی شامو بابا---؟"

"ابھی تو ایک سال ہی ہوا ہے--"

"کب جا رہے ہو واپس پھر سے--؟"

"لگلے ہفتے تک--"

جواب دینے کے بعد ہشام اٹھا۔ پورا کمرہ سکریٹ کے دھوئی یہی سے بھر گیا تھا اور اسکے لیے وہاں مزید بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔

"کھاں جا رہے ہو--؟؟" اس نے ہشام کو اٹھتے دیکھا تو پوچھا۔

"عشاء کی نماز ادا کرنے--"

"کیوں-- نماز مجھ سے زیادہ ضروری ہے کیا--؟؟"

"ہاں--"

"لیکن کیوں-- اگر نہیں پڑھو گے تو کیا ہوگا--؟؟"

"اگناہ لے گا-- حساب دینا پڑے گا--!!!"

"اچھا تو تم اس لیے پڑھتے ہو کہ حساب دینا پڑے گا--؟؟"

"نہیں اللہ بھی ناراض ہو گانا اس لیئے--!!!"

اور پھر ہشام کے جواب پر اسکا ایک اور قمقة ابھرا تھا۔

"کتنا جبر ہے نا تمہارے دین میں-- ایسا بھی ہوتا ہے کیا--؟؟"

"دین میں جبر نہیں یہ جبر تو ان کو نظر آتی ہے جن کی آنکھوں پر رب کریم و عظیم نے پردے ڈال رکھے ہیں"

"دیکھو مجھے تم سے بحث نہیں کرنی میں جا رہا ہوں--"

ہشام نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا سنو ہشام بن جیبل-- بس ایک سوال کا جواب دے جاؤ--"

اس نے ہشام کو پکارہ۔ ہشام پلٹا۔ اس نے دیکھا تھا کہ آرجے کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک

تمھی۔ ہشام اچھی طرح جانتا تھا کہ اسکے سوالات کے جواب دینا اسکے بس میں نہیں تھا لیکن وہ سننا چاہتا تھا کہ اس وقت آرجے کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"تم کہتے ہو کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اسے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔ اسکے پاس انسانوں جیسے جذبات اور احساسات نہیں۔"

پھر تمہارے نماز ناپڑھنے پر وہ غصہ کیوں ہوگا۔؟؟

سرزا کیوں دے گا۔؟ اسکی بات نامانع پر وہ انسانوں کی طرح ری ایکٹ کیوں کرتا ہے۔؟؟
ہے۔ بہت بڑا ہے۔ اسے تو انسانوں کی خوشی Creator اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہ میں خوش ہونا چاہیئے نا۔ پھر اگر تم نماز ناپڑھ کر خوش ہو تو اسے غصہ کیوں آتا ہے؟ وہ تو بے نیاز ہے نا۔ پھر بات نامانع پر ماں باپ کی طرح کیوں غصہ کرتا ہے؟؟ انسانوں جیسے جذبات کیوں؟؟"

وہ بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔ اسکے چھرے پر سنجیدگی چھائی می تھی البتہ آنکھوں کی چمک برقرار تھی۔ ایک ایسی چمک جو دیکھنے والے کو فنا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

ہشام لا جواب ہو چکا تھا۔ کیا کہتا وہ؟
اسکا سوال ہی ایسا تھا۔ وہ عالم نہیں تھا۔

"تمہاری فضول باتوں کیلئے میرے پاس وقت نہیں-- نماز سے دیر ہو رہی ہے ورنہ اچھے سے بتاتا تمہیں--"

ہشام کہہ کر رکا نہیں تھا وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ پیچھے وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔

bloody Muslims(مسلمز--)
طنزیہ ہنسی ...

وہ پاگل تھا۔ کیا وہ سچ میں پاگل تھا؟؟
کیا ایسے سوالات کرنے والا شخص پاگل ہوتا ہے؟؟
"نہیں ہرگز نہیں ایسے لوگ قابل رحم ہوتے ہیں ہم ایسے لوگوں کو خود اسلام سے دور کر دیتے ہیں اسلام میں سوال جواب کرنا گناہ نہیں جب کہ ہم کسی بھی ایسے سوال کو بنا سنے بناسوچے منطقی عالم و مفتی بن کر کسی کو بھی دائرة اسلام سے نکال دینے کا فتوی صادر کرتے ہیں جو کہ آر جے جیسے بھٹکے ہوئے شخص کو راہ راست پہلانے کے بجائے مزید باغی بنا دیتا ہے انہیں اسلام سے دلی بعض ہو جاتا ہے اور وہ عجیب و غریب کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں جو کہ ہمارا ذاتی قصور ہوتا ہے---"

وہ ڈنی لینڈ عمارت کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ تقریباً ہر ہفتے یہاں آتی تھی لیکن اندر جو سلپینگ (شہزادی تھی اسے دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ sleeping beauty۔ بیوی)

عمارت کے باہر بیٹھی رہتی اور پھر والپس پلٹ جاتی تھی۔ سینکڑوں لوگوں کے ہجوم میں وہ گم ہو جانا چاہتی تھی لیکن ہوتی نہیں تھی۔

کچھ یادیں تھیں کچھ باتیں تھیں جو اسکا پچھا نہیں چھوڑتی تھیں۔

سردی کی شدت نے جیسے اس پر اثر کرنا چھوڑ دیا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں ہڈیوں میں چب رہیں تھیں۔ لیکن وہ ساکن بیٹھی تھی۔ کندھوں پر بکھرے بال ہوا چلنے کے باعث چہرے کو چھورہے تھے۔

سر پر اوڑھا سکارف بھی اڑ نے لگتا تھا۔ لیکن شاید اسے کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا۔

"ہیلو انجل۔"

اچانک اسے عقب سے آواز سنائی دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو میدی اپنی پوری بتیسی نکالے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"میدی تم یہاں--؟؟"

وہ حیران ہوئی۔

"ہاں-- وہ-- میں ادھر سے گزر رہا تھا تو سوچا تم سے مل لوں---"
وہ گھبراہٹ میں الٹا ہی بول گیا تھا۔

"کیا وقوعی--؟؟ لیکن تم یہاں سے گزر کر کہاں جا رہے تھے؟ اور کیا میرا گھر یہاں پر ہے جو
تم ملنے آتے ہو--؟؟"

"نمیں-- وہ-- میں--"

میڈی برا پھنسا تھا۔

"بولو اب--؟؟"
انجل نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔
میڈی اسکا کلاس فیلو تھا۔ لیکن تھوڑا پاگل تھا اکثر اس انجل کے چہرے پر مسکراہٹ کا
باعث بنتا تھا۔

"اچھا-- سنو-- یہ سب چھوڑو بتاؤ چالئے پیو گی؟"
میڈی نے بات بدی۔

"پی چکلی ہوں--"

"اچھا چلو میں آئی س کریم لے کر آتا ہوں یہاں سے ہلنا مت--"
میدی نے اسے ہدایت کی اور خود آئی س کریم بار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جبکہ انجل ایک گھری سانس لے کر رہ گئی تھی۔ اس نے رخ پلٹا تو ڈوبتے سورج کی
کرنیں اسکے پھرے پر پڑیں۔

چھرے کے خاص حصے پر کوئی چیز چمکی تھی۔ جیسے کوئی موتی--
لیکن اسے احساس نہیں تھا کہ کسی شخص کی نگاہیں اس پر جھی تھیں۔ جو اس روشنی کو دیکھ
کر جم سا گیا تھا۔

کیا اس نے اپنی چن (تحوڑی) پر کوئی موتی لگا رکھا تھا۔؟؟

اچانک عجیب سی بے چینی اس کے اندر پھیل گئی تھی۔ نظروں کی تیش اسے محسوس
ہونے لگی تھی۔

تب اسکی نظر میدی کے پاس کھڑے اس شخص پر پڑی تھی جسکا آدھا چہرہ چھپا ہی رہتا تھا۔ اور
وہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔

"یہ یہاں بھی---؟"
وہ کوفت میں مبتلا ہو گئی تھی۔

وہ جہاں بھی جاتی تھی وہ شخص اس سے پہلے وہاں موجود ہوتا تھا۔
اسکی آنکھوں میں ایک عجوب ساتاثر ہوتا تھا جو اسے اندر تک جھنگھوڑ دیتا تھا۔

وہ تو کبھی کبھی میڈی کی حرکتوں سے اکتا جاتی تھی اور اوپر سے یہ شخص--
اسکا موڈ ایک دم خراب ہوا۔ وہ اٹھی اور قدم اسٹیشن کی طرف بڑھا دیے۔

میڈی کی نظر ابھی اس پر نہیں پڑی تھی لیکن وہ شخص اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔
آئی س کریم لینے کے بعد جب میڈی پلٹا اور انخل کو وہاں سے غائب دیکھا تو وہ اسٹیشن کی
طرف بھاگا۔

جبکہ پچھے اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ اسے میڈی کے ساتھ
آئی س کریم ہرگز نہیں کھانے دے سکتا تھا۔

جیتنا اسکی فطرت تھا وہ ہمیشہ سے جیتا آیا تھا۔ بنا کچھ کئے۔۔۔ بنا کچھ کرے۔۔۔

رکھے والے نے اسے گلی کے سامنے اٹلا رکھا۔ وہ کرایا دینے کے بعد چادر سے خود کو اچھی طرح
ڈھانپتی گلی میں داخل ہوئی۔

یہ ایک تنگ سی گلی تھی جو آگے جا کر ایک پورا ہے میں بدل جاتی تھی۔

یہاں چاروں طرف گھر تھے۔ ایک مسجد تھی۔

پچھے گلیوں میں کھیل رہے تھے۔

اسکا رخ اپنے گھر کی طرف تھا۔ سبزی کی دکان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔

گلی کے دونوں اطراف اونچے اونچے گھر تھے۔ البتہ گلیاں پکی تھیں۔

وہ گھر سے ابھی کچھ فاصلے پر تھی جب اسکی نظر سامنے سے آتے فقیر پر پڑی۔

وہ ہر جمعرات کو اکے محلے میں مانگنے آتا تھا۔

پھٹے پرانے سے کپڑے پہنے۔۔ منکوں سے لدا وہ شخص بہت ہی عجیب لگتا تھا۔

"اللہ سے عشق نہیں کر سکتا تو۔۔ ہرگز نہیں کر سکتا۔۔ بس اسے عاشق بنالے۔۔ ہاں اللہ کو عاشق بنالے۔۔"

وہ اونچی آواز میں ہمیشہ یہی بڑھاتا تھا۔

سبزی کی دکان پر کھڑے لوگوں نے اسکی بات سنی تھی۔ اور پھر سبزی والے نے آلو کی تحصیلی سے ایک آلو نکال کر اس فقیر کو دے مارا تھا۔

"بکواس کرتا ہے پاگل جاہل۔۔۔ اللہ کو عاشق بناتا ہے نکل یہاں سے۔۔!!"

"یہ تو اک عام شخص نے اسے دھنکارا تھا اگر ہم منصور حلاج کا واقع دھرائیں اس وقت کے

سوئے ہوئے علماء نے اسے گمراہ ہونے فتوے صادر کر دیے تھے اس واقع کو یوں بیان کیا جاتا ہے ----

"عشق حاضر ہے سولی پہ لٹک جانے کو..."

موت سے بڑھ کر کیا سزا دو گے دیوانے کو"

حسین بن منصور حلاج نے اپنی ذات کی نفی کی اور اللہ کے عشق میں معرفت کے بلند ترین مقام پر پہنچ کر "انا الحق" کا نعرہ لگا کر خودی کے راز کو فاش کر دیا...
علماء ظاہر کا دل بیدار نہ تھا اس لیے وہ علم و عرفان کے فرق کو پر کھنے سے معدوز رہے اور حلاج کو گمراہ کہہ کر سولی پر لٹکا دیا...
حلاج نے سولی قبول کر لی کیونکہ وہ خدا سے ملاقات کا ذیعہ تھی...

ڈاکٹر نکلس لکھتے ہیں کہ "جب منصور کو پھانسی دینے کے لیے لایا گیا تو وہ تنخۂ دار کو دیکھ کر اس زور سے ہنسا کہ آنکھوں سے پانی بھنے لگا اس کے بعد لوگوں کی طرف دیکھ کر اپنے دوست ابوبکر شبیلی کو کہا آپ کے پاس مصلی ہے انہوں نے کہا ہاں پھر منصور نے مصلی پچھا کر دو رکعت نماز ادا کی پھر اسے مصلوب کر دیا گیا..

"عشق حاضر ہے سولی پہ لٹک جانے کو..."

موت سے بڑھ کر کیا سزا دو گے دیوانے کو"

بقول علامہ اقبال

منصور کو ہوا لب گویا پیام موت ...

اب کیا کسی کے عشق کا دعوه کرے کوئی ...

حسین بن منصور حلاجؒ قید و بند میں تھے تو ابن عطاءؑ آئے اور کہا کہ "آپ نے جو کچھ کہا ہے اس سے معذرت کر لیں"۔ حسین بن منصور حلاجؒ نے کہا کہ "جس نے یہ بات (انا الحق) کہی ہو اس سے کہو کہ معذرت کر لے۔ اس پر ابن عطاءؑ رونے گے۔

مولانا رومی "شنوی معنوی" میں لکھتے ہیں کہ:

جس طرح حضور اقدس ﷺ کا مشت خاک پھینکنا جنگ بدر میں خدا تعالیٰ کا پھینکنا تھا، اسی طرح منصور حلاجؒ کا انا الحق کہنا دراصل منصورؐ کی آواز نہ تھی بلکہ وہ خدائے حقیقی کی ذات کی آواز تھی، جس میں منصورؐ فنا ہو چکے تھے۔

صوفیاء کا بیان ہے کہ حضرت حلاجؓ کو اس لئے شہید نہیں کیا گیا تھا کہ وہ حلولی تھے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے حق تعالیٰ کا راز فاش کر دیا۔"

حانم کی آنکھوں میں یہ سنا ہوا واقع ایک خواب کی مانند گھونٹے لگا سب اسے پھر سے ہوتا ہوا
محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

حانم نے اپنی چیخ رونے کیلیے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اسے برا لگا تھا کہ ایک سبزی فروش نے فقیر
کو مارا۔

فقیر نے ایک نظر کر کر اسے دیکھا تھا۔

"گھورتا کیا ہے نکل یہاں سے اور دوبارہ یہاں مت آنا۔۔۔"
دکان پر کھڑے لڑکے نے کہا۔

فقیر پھر رکا نہیں۔۔

اللہ کو عاشق بنا لو کی صدالگاتا وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ جب اسکی نظر گلی میں کھڑی حانم پر
پڑی۔

فقیر نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ اسکے چہرے پر چمکتی خاص چیز فقیر کو ٹھھکا گئی تھی۔

"اس چمک کو چھپا لے۔۔ یہ بہت سوں کو برباد کرے گی اور بہت سوں کو آباد۔۔۔"
وہ اسکے سامنے کھڑا ہوتا چلایا تھا۔

حanim ڈر کر پیچھے ہوئی۔ اور پھر وہ فقیر آگے بڑھ گیا۔
جبکہ وہ ڈھڑکتے دل کے ساتھ کچھ بھی سمجھے بنا گھر کی طرف بھاگی تھی۔

میوزک کی بے ہنگم آواز نے بی جان کو کوفت میں مبتلا کیا تھا۔ تھک ہار کر انہوں نے آر جے کے کمرے کا رخ کیا۔

دروازے پر بار بار دستک دینے پر بھی جب کوئی بھی جواب نا آیا تو وہ اندر داخل ہوئیں۔۔۔
لبے اختیار ہی انہوں نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے۔

اوپھی آواز میں میوزک لگائے سامنے لگی سکرین پر کوئی بھی موسوی دیکھنے میں ممکن تھا۔
بی جان کو حیرت ہوئی کہ اسے میوزک کی کان پھاڑ دینے والی آواز میں موسوی کی کیا سمجھ
آرہی تھی۔

”اے بی جان آپ---؟“

اچانک اس نے ریوٹ اٹھا کر میوزک بند کیا نظریں ابھی بھی سکرین پر جھی تھیں۔
بی جان کو حیرت ہوئی تھی کہ اسے کیسے آنے کی خبر ہوئی۔
وہ ہمیشہ ہی ایلے حیران کرتا تھا۔

"یہ کیا تماشہ لگایا ہوا ہے تم نے--؟؟"

سیدوں کے گھر میں اتنی بے حیائی ہی-- شرم نہیں آتی تمہیں--؟؟"
بی جان نے اسے ڈانٹا۔

"اوہو-- بی جان کونسی بے حیائی ہی--؟؟"

وہ پرسکون سا پوچھ رہا تھا۔

جبکہ بی جان کی نظر بے ساختہ ہی اسکے کمرے کی دیواروں کی طرف اٹھی۔ جن پر لگی قابل اعتراض تصاویر بے حیائی ہی کا منہ بولتا شوت تھیں۔

لاحوال ولا قوت--

بی جان بڑبرائی میں--

ایک دوبار بی جان نے اسکے جانے کے بعد یہ تصویریں ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر ملازموں کی ایسی شامت آئی ہی کہ اب سب اسکے کمرے کے آس پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے۔

"ملازم کیا سوچیں گے کہ جس خاندان کے افراد نے کبھی نی ہی تک نہیں دیکھا اس خاندان کا وارث ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟"
بی جان کو اس پر افسوس ہوتا ہے۔

"میں تو ایسا ہی ہوں بی جان-- اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں--"
اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور نا بی جان کو بیٹھنے کا کہا تھا۔

"اللہ تمہیں ہدایت دے--- آئین"
بی جان کی بات پر اس نے چھٹ پھاڑ قمقہ لگایا تھا۔

جبکہ بی جان اپنا خون جلاتی واپس چلی گئی یہ تمہیں۔
جبکہ پورا کمرہ ایک بار پھر میوزک سے گونج اٹھا تھا۔

صح کے تین بچ رہے تھے اور اتنی ٹھنڈی میں وہ سوئی منگ کر رہا تھا۔
ہشام نے اپنی کھڑکی سے اسے دیکھا تھا اور پھر سر جھٹک کر کھڑکی بند کر دی تھی۔
وہ ایسا ہی تھا۔ اسے ساری رات نیند نہیں آتی تھی۔

البتہ جماں ہی صح کے پانچ بچتے تھے اسکی آنکھیں بند ہونا شروع ہو جاتیں تھیں۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے سوتا تھا۔

وہ مجھلی کی طرح ٹھنڈے پانی میں تیر رہا تھا۔ اس عام انسانوں کی نسبت ٹھنڈہ کم لگتی تھی۔

چار نجے وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا تھا۔
شالنی کے بہت سے سیجز آئے ہوئے تھے۔ اور وہ کونسا لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا۔ فوراً اسے جواب دیا تھا۔

"تمہاری آواز اتنی اچھی ہے تم پروفیشنل سنگر کیوں نہیں بن جاتے--؟؟"

شالنی نے پوچھا تھا۔

"Call Me Aap"
اسکے تم کہنے پر آر جے نے ایک طرح حکم دیا تھا کہ مجھے آپ بلاؤ۔
شالنی کی مسکراہٹ پھیلکی پڑی۔

"اوکے -- او کے مسٹر آر جے --"
وہ زبردستی مسکرائی می۔
پھر وہ کافی دیر تک اس سے مختلف سوال و جواب کرتی رہی تھی۔
اور وہ ہر بار پہلے سے زیادہ اسے اٹھا دیتا تھا۔

"ویسا اچھا ہوا آپ مسلم نہیں ہیں۔۔ مجھے مسلمان نہیں پسند۔۔ لیکن آپ ہر طرح سے پسند ہیں اب۔۔"

شالنی نے خوبصورت سی مسکراہٹ اچھائی تھی۔

"لیکن مجھے تم ذرا نہیں پسند۔۔" وہ صاف گوئی می سے جواب دے چکا تھا۔

"کیوں۔۔؟؟"

وہ حیران ہوئی می۔

"تمارے چہرے پر معصومیت نہیں ہے۔۔ تمارے ہونٹ پر کشش نہیں ہیں۔۔ ناک تھوڑی پھیلی ہوئی ہے۔۔ آنکھوں کو تم نے لائی نر لگا کر بڑا کیا ہوا ہے۔۔ اور رنگ کو فلٹر سے گورا کیا ہے۔۔"

تمارے جسم میں فنس نہیں ہے۔۔!!!"

وہ کمال مہارت سے جواب دے کر اسے سر سے پاؤں تک آگ لگا چکا تھا۔۔ کتنی ہی دیر شالنی کو یقین نہیں آیا کہ کسی لڑکے نے اسکے متعلق ایسی بات کی تھی وہ جو اپنی خوبصورتی اور ذہانت دونوں میں مشہور تھی۔۔ اب گنگ بیٹھی تھی۔

"How dare you"!!...

ہوش میں آنے کے بعد وہ چلائی تھی۔ جبکہ آرجے نیند کی وادی میں اتر چکا تھا۔ کیونکہ گھڑی نے پانچ کا گھنٹا بجا دیا تھا۔

یہ رحمن پروڈکشن کا اسٹوڈیو تھا۔ شاندار کیپن کے اندر مسٹر رحمن اپنی کرسی پر براجمان تھا۔ سامنے نئی وی پر کسی گلوکار کی پرفارمنس دیکھ رہا تھا۔

"سر آرچے نوجوانوں میں بہت مشہور ہو چکا ہے۔۔۔ اسکی فین فالوئی نگ لاکھوں میں پہنچ چکی ہے۔۔۔"

سیکرٹری نے اپنے سامنے بیٹھے مسٹر رحمن سے کہا جو بہت غور سے گانا گاتے لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

جانتا ہوں۔۔۔!!

مسٹر رحمن نے دو لفظی جواب دیا۔

"پھر کیا سوچ رہے ہیں آپ سر--؟ ہم اپنی نئی الہم مرجان کیلیے اسے کاست کر سکتے ہیں--!!!"

"آواز اچھی ہے-- دم بھی ہے-- لیکن--
لڑکے کے پاس جذبات نہیں ہیں اور تم جانتے ہو مجھے ایسے گلوکار پسند ہیں جنکی آواز دل سے نکلتی ہو-- !!"

جی سر-- پھر اب--؟؟؟

"پھر یہ کہ میں ابھی اسے نہیں کاست کر سکتا۔ میں انتظار کروں گا تب تک کا جب تک اسکے اندر جذبات نا جاگ جائیں۔ اسکے دل سے نکلی آواز جب میرے دل پر گئی میں خود جاؤں گا اسکے پاس--- اور تب تک مجھے انتظار کرنا ہو گا-- !!!
"یہ تو طے ہے جب تک ہماری آواز دل سے نانکے تاثیر نہیں رکھتی جذبات کی آواز میں ایک الگ جادو ہوتا ہے"

مسٹر رحمن نے اپنا فیصلہ سنایا تو سیکرٹری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسے آر جے بہت پسند تھا وہ چاہتا تھا انکی الہم میں وہ کام کرے۔

لیکن شاید وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ آرچے کے پاس جذبات نام کی چیز نہیں تھی۔ اگر تھی بھی تو وہ اسے کنٹرول کرنا اپھے سے جانتا تھا۔

"اپھے رہتے ہیں وہ لوگ جو اپنے جذبات کو کسی کے سامنے عیاں نہیں ہونے دیتے ورنہ یہ دنیا والے جینے نہیں دیتے"

"اپنے لادلے کو اپھے سے سمجھا دیں لی جان کہ جب تک وہ ملتان میں ہے کوئی می ڈرامہ نا کرے الیکشن کے دن سر پر ہیں۔ اور مجھے اس پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے--!! سید جبیل نے اپنے سامنے بیٹھی لی جان سے کہا۔

"نہیں کرے گا اب وہ ایسا کچھ۔ بچھے نہیں رہا اب بڑا ہو چکا ہے--!! لی جان نے تسلی دی۔

"جتنا وہ بڑا ہوتا جا رہا ہے اسکے کارنا مے اس سے بھی بڑھ رہے ہیں--
اللہ جانے یہ لڑکا سید خاندان کے ساتھ کیا کرے گا--؟؟"
سید جبیل غالباً اپنے بیٹے سے بہت تنگ تھے۔

"میں ہشام سے کرتی ہوں بات-- ویسے بھی کل وہ واپس چلا جائے گا پریشان ہونے والی کیا بات ہے--"

"کیا پتا وہ جاتے جاتے کچھ کر جائے-- کوئی می اسکی پیش گوئی می بھی تو نہیں کرسکتا--" سید جیبل نے اٹھتے ہوئے اپنی چادر درست کی۔ اور باہر کی طرف چلے گئے۔

"سیر ہمیوں پر کھڑے آرجے نے اپنے باپ کی آواز صاف سنی تھی اور پھر اسکے چھرے پر پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی می-- یعنی پکا وہ کچھ کرنے والا تھا--!!"

"میرے بس میں ہو تو کبھی کہیں
کوئی شہر ایسا بساوں میں
جہاں برف برف محبتوں پہ
غم جہاں کا اثر نہ ہو
راہ و رسم دنیا کی بندشیں ،
غم ذات کے سمجھی ذاتے

سم کائنات کی تلخیاں،
کسی آنکھ کو بھی نہ چھو سکیں..!"!"!"

وہ ایک خوبصورت دنیا تھی۔۔ جہاں تک نظر جاتی تھی سفید برف نے ہر چیز کو سفید بنادیا تھا۔۔
اور اس سفید برف کی چادر کے درمیان کھڑی وہ عمارت۔۔
ہاں وہ شہزادیوں کے دیس میں آگئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہوا تھا کہ وہ واقعی وہاں موجود
تھی۔۔

آس پاس سے گزرتے لوگ جو اپنے سے زیادہ وزن کے اوپنی کوٹ میں ملبوس اسے عجیب سی
تمانت بخش رہے تھے۔۔

اس نے قدم بڑھائے اور عمارت کی طرف چلنا شروع کیا۔۔
ابھی وہ کچھ فاصلے پر تھی کہ--

"ہانی۔۔ ہانی آپی۔۔ اٹھ جاؤ جلدی۔۔"
اسکے نام کی پکار کانوں سے ٹکرائی۔۔
کوئی می اسے بلا رہا تھا۔۔

"ہانو آپی--"

جواد اسکا نام بگاڑنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا تھا۔

"کیا ہے---؟؟"

وہ سخت بد مرد ہوئی۔

"اٹھ جاؤ مرو آپی کی کال آئی ہے بلاری ہے آپکو۔" وہ اسکی رضائی کھینچتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"آرہی ہوں جاؤ تم۔!!!"

بس تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا یہ لوگ کبھی مجھے میرے خوابوں میں بھی سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

وہ بڑھا رہی تھی۔ اسے خواب ٹوٹ جانے کا دکھ ہوا تھا۔ ایسا تو ہمیشہ ہوتا آیا تھا۔ لیکن جانے کیوں پرپلوں کے دلیں جانے کے خواب اسکا پچھا نہیں چھوڑتے تھے۔

وہ لاکھ سو بڑھدار سی لاکھ بڑی سی جو وہ بن گئی تھی۔ اسکا اندر اب بھی ویسا ہی تھا۔ معصوم پرپلوں کے خواب دیکھنے والا۔!!

"آر جے آپکا آئی می کیو لیوں کتنا ہے؟ آپ کو سب کچھ یاد رہتا ہے کیا آپ بتائیں گے پلیز اپنا آئی می کیو لیوں--؟؟"

اسکی نئی می نئی می پرفارنس کے نیچے کسی نے کمٹ کیا تھا۔
یہ سچ تھا اسے نچپن سے لے کر آج تک کا ہر واقعہ یاد تھا۔ اسے ہر شخص یاد رہتا تھا جس کا اس سے سامنا ہوتا تھا۔ اسے کچھ نہیں بھولتا تھا۔

لڑکے کی بات سن کر اسکے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ پھیلی--- اور زندگی کے کچھ اور اسکے دماغ نے پیچھے کی جانب پلٹئے۔

اسکے سامنے کھلے لیپ ٹاپ پر ایک نئی می فلم چلنے لگی تھی--

"مسٹر جبیل آپ نے تو کہا تھا کہ آپکا بچہ ایک غیر معمولی بچہ ہے-- جو عام انسانوں سے بہت مختلف ہے-- جس کا دماغ بہت شارپ ہے--"

"جی جی بالکل---!!

سید جبیل نے اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھ کر سامنے بیٹھے شخص کو جواب دیا۔

"غلط-- بالکل غلط-- آپکا بیٹا باقی بچوں کی نسبت بہت ہی نالائیق ہے--- اس نے آئی می کیو لیول کا جو ٹیسٹ دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکا آئی کیو لیول زیرو ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو پیپر دیکھ لیں--"

اس شخص کی بات سن کر وہ دونوں حیران رہ گئے تھے۔ سکول کے پرنسپل نے انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ آرجے کا آئی کیو لیول ٹیسٹ کروائیں اور اسکے بعد اگر چاہیں تو اسے کسی اور سکول میں مستقل کروا سکتے ہیں۔

لیکن یہاں تو الٹ ہی ہو گیا تھا۔ ٹیسٹ دیکھنے کے بعد سید جبیل کو یقین نہیں آہا تھا۔ جبکہ آرجے پر سکون سا بیٹھا تھا۔ جانے اسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

دراصل سکول کا پرنسپل اور ہر ٹھیکر جو آرجے کی کلاس میں آتا تھا وہ اس سے تنگ تھا۔ بلاشبہ وہ غیر معمولی بچہ تھا لیکن اسکے سوالوں نے ٹھیکر کا دماغ ہلا دیا تھا۔ پرنسپل اس بچے کو سکول سے تو نہیں نکال سکتا تھا اس لیے اس نے آرجے کے والدین کو نیامشوہ دیا تھا۔ جو بری طرح ناکام رہا تھا۔

"میں آہا ہوں پرنسپل سر--- آرجے آہا ہے--!!
وہ دل ہی دل میں بڑھایا تھا۔

"چلیں بیٹا۔۔؟"

مسز جبیل نے اٹھتے اپنے بیٹے سے کہا۔

"یس مام۔۔!!"

وہ آرام سے کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ لوگ آفس سے باہر نکل آئے تھے جب وہ ایک دم رکا۔

"مام شامو کا فون تو اندر ہی رہ گیا۔۔ میں ابھی لے کر آتا ہوں۔۔!!"

کس کمال سے وہ بناتا ہے ہشام کا فون اٹھا لایا تھا۔

اس سے پہلے کہ مسز جبیل کو کچھ کہتیں وہ اپنا نخا سا ہاتھ چھڑا کر آفس کی طرف بھاگا۔

"آرجے اور کوئی می چیز بھول جائے۔۔ کمال ہے!!

وہ حیران ہوئی ہیں۔

"ہیلو انکل۔۔"

وہ اس شخص کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ نے ابھی جو اندر مس سے باتیں کی نا وہ سب اس میں ریکارڈ ہو چکی ہیں--"

اگر آپ نے دوبارہ سید جبیل سے کہانا کہ میں نالائیق ہوں تو میں یہ سب کو سناؤں گا۔

آرجے نے اپنی جیکٹ سے فون نکالنے ہوئے کما جو اس نے مشکل سے چھپایا تھا۔

جبکہ سامنے بیٹھے شخص کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

"میں نے کہانا مس جیا پیسے آپکے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائی یہیں گے-- میری واٹ ف کو پتا
نمہیں چلنا چاہیتے--!!

اس نے بٹن دبا کر ریکارڈنگ آن کی جسے سن کر اس شخص کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"بیسٹ آف لک انکل---"

وہ مسکراتا ہو باہر کی جانب آیا تھا۔

وہ آرجے تھا وہ اتنی آسانی سے کسی کو خود کو جاننے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔

اسکا دماغ شیطان سے زیارہ تیزی سے کام کرتا تھا۔ شیطان بھی جیسے آرجے کا کلاس فیلور ہا تھا

وہ ہونٹوں کے ہلنے سے جان لیتا تھا کہ دور انسان کیا بات کر رہا ہے۔

" بتائیں نا آر جے آپکا آئی می کیو لیوں کتنا ہے --- میں آپکا انڑو یو اپنے میگزین میں چھلپنا چاہتا ہوں -- !!

" زیرو --- "

ایک لفظی جواب دے کر وہ لیپ ٹاپ بند کر چکا تھا۔ اسے فکر نہیں تھی سامنے والے بندے کو کتنی حیرت ہوئی می تھی۔

بس وہ ایسا تھا۔ پچپن کے واقعے نے اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی۔

" ہر کوئی اُداس آنکھیں لئے پھرتا ہے "" "

" ہر کوئی محبت کا سزاوار ہو جیسے "" "" "

" تم سوچ نہیں سکتی ایلا آج میں بہت خوش ہوں --- "

ماہی کے ہاتھ شدت جذبات سے کانپ رہے تھے۔

بٹاؤ میں اب کیا کروں؟ کیسے اس شخص سے بات کروں--؟؟--؟؟

ماہی کی آواز بھرا گئی می تھی۔

سامنے لیپ ٹاپ پر اس شخص کی تصویر چمک رہی تھی۔

کتنی مشکلوں سے ڈھونڈا تھا اسے ماہی نے۔۔

"کرنا کیا پا گل۔۔ سب سے پہلے ایڈ کرو انہیں پھر بات کر لینا۔۔!!

ایلا نے مشورہ دیا۔

"وہ مجھ سے بات تو کرنے کے نا؟؟"

ماہی کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ اسی شخص کا اکاؤنٹ تھا۔

"سید ہشام بن جبیل۔۔!!!"

ہاں یہی نام تھا اس شخص کا جو سفید کلف گے کپڑے پہنے۔۔ بھورے رنگ کی چادر کو کندھوں پر پھیلائے اپنی تمام تر وجہت کے ساتھ بیٹھا تھا۔
وہ بنالپکیں جھپکائے اسکی پروفائل پکھر کو دیکھ رہی تھی۔

"ہوش میں آؤ ماہی۔۔ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے بات کرلو۔۔!!

ایلا کہتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ ماہی کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

اسکی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔ وہ شخص کس حد تک اسے عزیز ہو چکا تھا وہ خود نہیں جانتی تھی۔

"ہانی تمہیں وہ اسمارہ آپی یاد ہے جو سکول میں ہماری سینئر تھی۔؟"
مرو نے سامنے بیٹھی حانم سے پوچھا جو تیزی سے رجسٹر پر قلم چلا رہی تھی۔

"نمیں کچھ خاص نہیں---"

"وہی جس سے میری اچھی خاصی دوستی تھی۔ جس نے ٹاپ بھی کیا تھا۔"
مرو نے یاد کرونا چاہا۔

"کیا ہوا اسے--؟؟"

حانم نے پوچھا۔

"اسکی مما کا پرائیویٹ کالج ہے اچھا خاصا ہے۔ انہیں دو ماہ کیلیے ایک ٹیچر کی ضرورت ہے
کل اسمارہ آپی کی کال آئی ہوئی تھی وہ پوچھ رہی تھی کہ اگر کوئی ٹیچر ہو--
ایف ایس سی کے سوڈنٹس کو پڑھانا بس دو ماہ--"

حانم نے اب کی بار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا وہ مجھے کھ لیں گے--؟؟"
اسکا ذہن مہرو کی بات کو سمجھ گیا تھا۔

"ہاں میں نے بات کی تھی۔ وہ کہ رہے تھے اگر ڈیمو اچھا دیا تو--
"میں کوشش کروں گی-- دو ماہ ہی کافی ہیں میرے لیے-- !!
اب حانم کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"ویلے وہاں سارے ٹپڑز بہت ہائی کوالیفائی یڈ ہیں لیکن اب انکی بھی مجبوری ہے اور اسمارہ آپی میری بات بھی مان لیتی ہے وہ اپنی مماکو منالے گی-- لیکن تم سوچ سمجھ لو دو کام ایک ساتھ کرلو گی؟؟؟"

"ٹائمنگ کیا ہے کالج کی؟؟"
حانم نے پوچھا۔

"صحیح آٹھ سے ایک بنج تک--"

"بس ٹھیک اکیڈمی کا ٹائم دو بنج سے شروع ہوتا ہے-- بس دو ماہ کی تو بات ہے میں کرلوں گی
کچھ نا کچھ--"

حانم کے دماغ سے جیسے بہت سا بوجھ اتر گیا تھا البتہ اب اسے ایک نئی می فکر تھی پتا نہیں
اسے یہ جا ب ملتی یا نہیں--??-

ہشام آرچے کو بلانے اسکے کمرے میں آیا تھا لیکن وہ اسے وہاں نظر نہیں آیا۔ واشروم کا دروازہ
بند تھا اور شاور کی آواز سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اندر تھا۔

ابھی وہ کچھ کہنے والے تھا جب اسکی نظر آرچے کے موبائل پر پڑی جو بلنک کر رہا تھا۔
وہ واحد شخص تھا جو اسکے فون کو باٹھ لگا سکتا تھا۔

ہشام نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا اور دوسرے ہی پل اسے جھٹکا لگا تھا۔ جیسے کوئی کرنٹ--
ہاں موبائل فون سے--

"Don't Touch My phone You Bromides"

موبائل کی سکرین سے آواز ابھری تھی اور اس پر لکھا بھی چمک رہا تھا۔

ایک بڑا سا ٹائیگر منہ کھولے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا جسکے منہ میں یہ الفاظ
چمک رہے تھے۔

"کیا ہوا شامو کا کاڈر گئے---"

اندر سے اسکی آواز ابھری تھی۔ جانے اسے کیسے پتا چل جاتا تھا۔

"ڈوب کے مرجاؤ تم-- انتہائی کوئی می ذلیل انسان ہو ویلے--!!!"

ہشام کو غصہ آگیا تھا۔

جبکہ آرجے کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"برومائی ڈ صاحب کیا لینے آئے ہو میرے کمرے--؟؟"

اسکے برومائی ڈ کہنے پر ہشام مزید تپا۔

"تمہیں پتا بھی ہے برومائی ڈ کا مطلب کیا ہے؟؟"

"یہ تو تمہیں پتا ہوگا شامو کا انگلش لٹریچر تو تم پڑھ رہے ہو--"

"برومائی ڈ کا مطلب پرانے خیالات--- کیا تمہیں میں پرانے خیالات کا لگتا ہوں--؟؟"

ہشام کو اسکا برومائی ڈ کہنا برا لگا تھا۔

انسان ہیں-- اس بات کا اندازہ آپ "جی بالکل-- شامو کا کا آپ Old Fashioned

اپنے کپڑوں سے لگا لیں--"

وہ تکی بہ تکی جواب دے چکا تھا۔

جبکہ ہشام دانت بھینچ کر رہ گیا تھا۔

"نہا کر جلدی نیچے مرو۔۔ مدتحہ آئی ہے تمہیں بلا رہی ہے۔۔!!!"

(مدتحہ ہشام کی چھوٹی بہن تھی جو ڈاکٹر بن رہی تھی)

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا بلکہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ کیونکہ آرجے سے بحث کرنا فضول تھا۔

رہنے دو ہانی ایک وقت میں تم سے دو کام نہیں ہونگے پھر تم کھو گی کہ پڑھائی ہی پر دھیان نہیں دے پار ہی۔۔!!

آسیہ بیگم نے اپنی بیٹی کو سمجھانا چاہا تھا۔

"وہ تو ویلے بھی نہیں دے پار ہی اما۔۔ فائی دہ ہی ہو گانا مجھے۔۔ لب دو مہینے کی تو بات ہے۔"

ہانی نے جواب دیا۔

"اچھا ہے جانے دیں امی۔۔۔ گھر میں رہ کر بھی تو اس نے کتابیں چاٹنی ہیں باہر نکلے گی باہر کی دنیا سے لے گی اسکا غصہ بھی کم ہو گا۔۔۔"

ماہم نے ٹانگ اٹکائی۔ حanim نے اسے کھاجانے والی نظروں سے گھورا۔

"اسے چھوڑو تم کھانا کھاؤ۔۔۔ اسکی تو عادت ہے بولئے کی۔!!

آسیہ بیگم نے اپنی حanim سے کہا جسے بہت جلدی غصہ آتا تھا۔ البتہ وہ غصہ دوسروں پر کم اترتا تھا۔ اندر ہی اندر پینے کی وجہ سے وہ بہت تلخ ہو گئی تھی۔

"بس اماں دو ماہ۔۔۔ دس ہزار دنگے وہ لوگ۔۔۔

ایک بار داخلہ چلا جائے گا اور دوسری دفعہ کی تختواہ میں کوئی موبائل لونگی۔ انٹرنیٹ کی بہت ضرورت پڑتی ہے مجھے۔!!

آج دوپوری محنت کر کے گئی تھی کلاس اور پرنسپل کو اسکا ڈیمو پسند آگیا تھا۔

کل سے وہ باقاعدہ اپنی ٹھنگ کا آغاز کرنے والی تھی۔

"یہ بھی شکر ہے کہ انہوں نے مجھے رکھ لیا۔ اگر انکار کر دیتے تو کیا ہوتا۔۔۔؟؟"

"کھتے کیوں نہیں بھئی۔ تیس ہزار جس ٹپھر کو دینے تھے انہوں نے اب اسکے بد لے انہیں دس ہزار میں ٹپھر مل گئی ہے۔ کیسے ناکھتے۔۔؟؟" مامہم باز نہیں آتی تھی۔

"تم چپ کر کے بستر لگا دو۔۔ مجھے نیند آئی ہے بہت۔۔!!

"وہی کر رہی ہوں۔۔ دیکھ تو لو پہلے۔۔!!

حانم کی بات پر بستر لگاتی مامہم نے جواب دیا تھا۔

جبکہ حانم کا دماغ ٹپنگ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اسے ٹپنگ کرنا نہیں پسند تھا۔ لیکن وقت انسان سے کیا کچھ کروالیتا ہے۔ وہ بس گھری سانس لے کر رہ گئی تھی۔

وہ فٹبال لے کر سیدوں کی حولی سے باہر نکل آیا تھا۔ اب اسکا رخ گراؤنڈ کی طرف تھا جماں علاقے کے لڑکے فٹبال کھیلتے تھے۔

"ارے آر جے آؤ آؤ۔۔!!

لڑکوں نے اسے دیکھ کر آواز دی۔۔

اور وہ مسکراتا انکی طرف بڑھ گیا تھا۔
اسکی نظریں ایک انسان کوتلاش کر رہی تھیں۔ جسکا کل متھے نے اسے بتایا تھا کہ جب وہ گھر آ رہی تھی ڈائیور کے ساتھ تو ایک لڑکے نے بائیک پر انکا پیچھا کیا تھا اور کچھ نازیبا کلمات بھی اچھا لے تھے یہ جاننے کے باوجود کہ وہ سید خاندان کی لڑکی تھی۔

جلد ہی اسکے کمپیوٹر سے تیز چلتے دماغ نے اس لڑکے کو سیکن کیا اور پھر وہ فٹبال کے ساتھ میدان کو د پڑا۔

کچھ دیر نارمل کھیلنے کے بعد اس نے لڑکے کا نشانہ رکھ کر فٹبال کو سک لگائی اور منہ پہ دے مارا تھا۔ اور پھر وہ پا گل ہو گیا تھا۔

۹۶

سارے لڑکے اسکے پا گل پن کو دیکھ کر بھاگ گئے تھے جبکہ وہ بری طرح اب اس لڑکے کو ہاتھوں اور لاؤں سے پیٹ رہا تھا۔



آر جے لڑکے کو بڑی طرح پیٹ رہا تھا اسکے اختیار میں ہوتا تو وہ اس لڑکے کو جان سے مار دیتا۔
دیکھنے میں وہ دبلا پتلا سا تھا ابھی لیکن اپنی جسامت کے لحاظ سے وہ کافی طاقتور تھا۔

"بڑے سائی میں جلدی چلیں وہ باہر میدان میں چھوٹے سائی میں۔"
حوالی کا ملازم بھاگا بھاگا حشام کے پاس آیا تھا۔

"کیا ہوا آر جے کو--؟"
چھوٹے سائی میں کے نام پر حشام کے کان کھڑے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"وہ جی باہر سائی میں ایک لڑکے کو مار رہے ہیں--!!
ملازم پھولی سانسوں ساتھ مشکل سے بولا تھا۔
اور حشام اسکی بات پوری ہونے سے پہلے باہر کی طرف بھاگا تھا۔

کچھ ہی پل میں وہ میدان میں پہنچ گیا تھا۔
وہ لڑکا نیچے پڑا تھا جبکہ آر جے اسکے منہ پر گھونٹے مار رہا تھا۔

"آر جے پاگل ہو گئیے ہو۔ چھوڑو اسے--!!
حشام نے اسے پکڑ کر لڑکے سے دور کیا جسکے منہ سے اب خون نکل رہا تھا۔

آرجے کی گرفت سے نکلنے کے بعد لڑکا درد سے کراہ رہا تھا ملازم اسے اٹھانے کے بعد وہاں سے نکل گیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم پاگل ہو گئی سے ہو جاہل انسان--!!" لڑکے کی حالت دیکھ کر حشام کا دماغ گھوما اور اس نے آرجے کو زور سے دھکا دیا تھا۔ جو خونخوار نظروں سے اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں ملازم اس لڑکے کو لے کر گیا تھا۔

"کیوں مارا اسے--؟؟"

Hasham نے سوال کیا۔ جبکہ آرجے نے اب خوبی کا رخ کر لیا تھا۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں جواب دو--"

اسکے جواب نادینے پر Hasham چلا یا۔

"ریلیکس شامو کا کا بلا وجہ کیوں چیخ رہے ہو--؟؟"

وہ اتنے پرسکون انداز میں بولا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

جبکہ Hasham دنگ رہ گیا تھا۔

"مجھے واپس جانا ہے۔ دیر ہو رہی ہے پیکنگ بھی کرنی ہے آجائو چائے پیتے ہیں۔ پھر میں چلا جاؤ نگا اور تمہیں موقع نہیں لے گا"

اسکا اپنا ہاتھ بھی زخمی ہوا تھا۔

وہ حشام کو سلگاتا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ حشام سرپیٹ کر رہ گیا تھا۔

حانم صح صح کاج کے سٹاف روم میں بیٹھی تھی۔ آج اسکا پہلا دن تھا۔ وہ بری طرح سے گھبرا رہی تھی۔

دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ اسکا پہلا تجربہ کامیاب رہے۔

"مس حانم آجائیں آپکو آپکی کلاس دکھاؤں--!!
کاج کی کوارڈینیٹ نے اسے پکارا وہ سنبلتی اسکے پیچھے لپکی۔

"یہ ایف ایس سی پارٹ ٹو کی کلاس ہے۔ آج سے آپ انہیں کمیسری پڑھائیں گی--"

وہ دونوں کلاس میں داخل ہوئیں۔ کلاس میں ایک طرف لڑکیاں جبکہ دوسری جانب لمٹ کے بیٹھے تھے۔

وہ خود ابھی چھوٹی تھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ لڑکوں کو کیسے کنٹرول کرے گی۔

"سُڈِینٹس یہ آپ کی کمیسری کی نئی میم ہیں۔۔ اچھے سے خوش آمدید کرو انہیں !!
کو آرڈینیر سمعیہ نے اسکا کلاس سے تعارف کروایا۔

انہیں نے کمیسری میں ماسٹر کیا ہوا ہے !!

کو آرڈینیر کی اس بات پر وہ بڑی طرح چونکی۔

اس نے جھوٹ بولا تھا وہ خود ابھی طالب علم تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی کہ اسکا غلط تعارف کیوں
کروایا گیا لیکن اسے موقع ہی نہیں ملا اس سے پہلے وہ پوچھتی سمعیہ کلاس سے جا چکی تھی۔

کلاس میں موجود طلبہ و طالبات اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔

وہ اتنی خود اعتماد نہیں تھی۔ اور پھر یہ موقع بھی پہلا تھا۔ وہ کافی گبھرا رہی تھی۔

"میم آپکا نام کیا ہے ؟؟"

ایک لڑکی نے پوچھا تھا۔

"اُم حَنَم--!!"

وہ اپنے آپ کو پر اعتماد بناتے ہوئے بولی تھی۔

"نائیں نہیں مسمیں--!!

لڑکوں کی طرف سے پہلا کمینٹ آیا تھا۔

اللہ کا نام لے کر اب وہ کلاس کا تعارف شروع کر دیا تھا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لڑکا کوئی ناکوئی گل کھلانے گا۔ یہ اس لائق نہیں ہے کہ اسے یہاں بلایا جائے--!!

سید جبیل کافی غصے میں تھے وہ بے چینی سے ڈرائی نگ روم میں ٹھیل رہے تھے سامنے بی جان لکڑی کی بڑی سے کرسی پر براجمن تھیں۔

"اگر وہ لڑکا مر جاتا تو--؟ کیا جواب دیتا میں گاؤں والوں کو؟؟؟

یہ سب آپ لوگوں کے لاڈپیار کا نتیجہ ہے--!!

لبی جان خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھیں۔

"کوئی می تو وجہ ہوگی ناجواس نے ایسا کیا--!!

بالآخر بی جان نے پہلی بار کچھ کہا۔

"وچہ جو بھی اسے کس نے یہ حق دیا کہ وہ لوگوں کے سر پھاڑتا پھرے--
اب کیا جواب دوں میں اسکے ماں باپ کو جو پنجائیت بلانے کا کہہ رہے ہیں--!!

"بaba سائی میں آپ پریشان نا ہوں میں کرتا ہوں بات ویلے بھی اس لڑکے نے غلط حرکت کی
پہلے--!!

حشام نے آگے بڑھ کر انہیں حوصلہ دیا۔

"بیشک اسکی حرکت غلط تھی میں خود نمٹ لیتا یہ کون ہوتا ہے مارنے والا۔؟؟
اس سارے واقعے میں مذکور خاموش بیٹھی تھی۔

"جاو اسے بلاو معافی مانگے گا وہ اس لڑکے کے ماں باپ سے--!!
بی جان نے مذکور سے آرجے کو بلانے کا کہا۔

"لیکن بی جان وہ تو چلا گیا۔!!
مذکور نے جواب دیا۔

"دیکھ لیا آپ نے ہمیں لوگوں کے سامنے شرمندہ کر کے خود بھاگ گیا۔ !!

"اچھا ہوا بابا سائی میں چلا گیا یہاں رہتا تو پھر کچھ غلط کرتا۔۔ آپ آرام کریں میں کرتا ہوں بات ان لوگوں سے--"

اگر وہ پنچائیت کا کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے سیدوں کی لڑکی پر جملے کسنسے کی پاداش میں انکے خاندان کو بھی سزا لے گی---!!
وہ سرد سے لمحے میں کہتا ہوی سے نکل کر درباری حصے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"مسئی لہ یہ ہے کہ قاضی بھی میں ہی ہوں۔ اور اسے کسی شاعر کی بات یاد آئی

حیران سمجھی کو کر گیا منصف کا فیصلہ....!!!

رند کو سزانہ مل سکی قاضی نشے میں تھا۔!!

۔۔۔ اگر آپکے لاڈلے کو معافی مانگنی پڑ گئی می نا تو کبھی بھی نہیں مانگے گا اور اللہ مجھے ہی شرمذہ کروائے گا۔!!

سید جبیل بی جان سے کہہ رہے تھے اور بی جان کو سمجھے نہیں آرہا تھا کہ وہ آرجے کو کس طرح سدھاریں۔

وہ خوشی خوشی کلاس سے باہر نکلی تھی۔ کلاس کے طالب علم اچھے تھے۔ کچھ ہی دیر میں اسکا اعتناد بحال ہوا تھا اور اب وہ شکر رہی تھی کہ اسکا پہلا دن اچھا گزرا گیا تھا۔

کانج سے سیدھا وہ اپنی آکیڈمی آئی تھی جہاں وہ اب مہرو کے ساتھ کینٹین پر بیٹھی سمو سے کھارہی تھی۔

”کیسا گزرا پہلا دن؟؟؟“

مہرو نے وہ پوچھا۔

”اچھا تھا۔۔!!“

”کسی نے تنگ تو نہیں کیا؟؟؟“

”نہیں ابھی تک تو نہیں۔۔ لیکن میں خود تھک گئی ہوں اور اب نیند آ رہی ہے۔۔!!“
حامن کی بات سن کر مہرو کو اس پر ترس آیا تھا۔

”کہا تو تھا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔۔!!“

مہرو کو دکھ ہوا وہ واقعی تھکلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا مہرہ بس دو مہینوں کی بات ہے تم دعا کرو کہ اللہ پاک مجھے ہمت دے کر رکھے۔۔ جانے وہ لوگ کیسے ہوتے ہیں جو دن رات کام بھی کرتے ہیں اور پڑھائی میں ٹاپ بھی کر جاتے ہیں۔!!
hanum کو احساس ہوا تھا کہ دو کام ایک ساتھ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

"تمہارے جیسے ہوتے ہیں ہانی۔۔ اور تم دیکھنا ایک دن اللہ پاک تمہیں بہت ساری کامیابیوں سے نوازے گا۔!!

"آمین۔۔ آمین!!
hanum اسکی بات پر مسکرائی۔

"اچھا جلدی کرو اب کلاس شروع ہونے والی ہے ہماری۔۔!!

"بس یہ چائے پی لوں پھر چلتے ہیں کلاس میں۔"
hanum نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔
جبکہ مہرہ اسے پیار سے دیکھ رہی تھی۔

مہروالنساء کیلیے ام hanum بہت اہم تھی۔ وہ بچپن سے اسکی دوست تھی۔

مہرہ کا تعلق اپنے خاندان سے تھا۔ پیسے کی بھی کمی نہیں تھی۔ وہ چاہتی تو کسی اپنے کاچ یا

یونیورسٹی میں داخلہ لے سکتی تھی ایف ایس سی کے بعد لیکن اس نے حانم کے ساتھ ایک آکیڈمی میں پڑھنا پسند کیا تھا۔ وہ اسکی سچی اور مخلص دوست تھی۔

"یہ شخص میرے سیحجز کا جواب کیوں نہیں دے رہا؟؟"

ماہی لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھی تھی۔

اس نے تین دن پہلے حشام کو سیح کیا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
اسکی سانسیں اٹکی تھیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ماہین حمدان کسی کو سیح کرے وہ شخص اگنور کر دے جواب نا دے؟؟"

اسکو دکھ ہو رہا تھا۔

باہر گرتی برف اسے مزید اداں کر رہی تھی۔

"ماہی تم پریشان نا ہو۔۔ شاید اس نے تمہارا سیح نا دیکھا ہو۔۔ شاید وہ مصروف ہو۔۔!"
ایلا نے اسے دن میں حوصلہ دیا تھا۔ لیکن اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

نہیں کی۔۔۔ Accept!!" ابھی تک فرینڈ ریکویسٹ بھی
وہ مایوس ہو گئی تھی شاید۔

"ہو سکتا ہے انہوں نے دیکھانا ہو۔۔۔!!
وہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

"مسٹر حشام جبیل بس ایک بار بات کر لیں۔۔۔!!
ایک اور سیچ کرنے کے بعد وہ لیپ ٹاپ بند کر چکی تھی۔ ان دیکھی سی اداسی نے اسے اپنی^{لپیٹ} میں لے لیا تھا۔

آج اسکا کاچ میں تیسرا دن تھا جب اسے کلاس میں دونوں ائمے پر نظر آئے تھے۔ ایک لڑکا
اور ایک لڑکا۔

لڑکے کو پچھے تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ آخری بنچ پر بیٹھا تھا۔

حanim کو وہ تھوڑا عجیب لگا تھا۔ گھرے گھنے بال جنہیں جیل لگا کر پچھے کی طرف چپکایا گیا تھا
جو گردن کو چھوڑ رہے تھے۔

اس نے باقی سٹوڈنٹس کی طرح یونیفارم بھی نہیں پہنا تھا۔

لڑکیاں بار بار پچھے مڑ کر اسے دیکھ رہی تھیں۔

جبکہ اسکی نظر کھڑکی سے باہر کھلے آسمان پر جمی تھی۔

حanim کے کلاس میں داخل ہونے پر سب نے سلام کیا تھا۔ جبکہ اس نے ایک نظر حanim کو دیکھنے کے بعد جس میں تھوڑی حیرانی تھی۔ چہرہ دوبارہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا۔

"یہ نئی یہ میم کب آئی یہ ہیں؟؟
لڑکیوں کی جانب والی قطار میں سب سے آخر میں بیٹھی لڑکی نے اپنے ساتھ والی لڑکی سے پوچھا۔

"ہاں دو دن پہلے-- جب تم اور تمہارا دوست دونوں غیر حاضر تھے-- ویلے تمہاری ماں تو پرنسپل ہیں کیا انہیں نے ذکر نہیں کیا؟؟

"نہیں-- مجھے تو کسی نے نہیں بتایا۔-- ویلے بھی مجھے ان باتوں میں کوئی یہ دلچسپی نہیں ہے-- ہم یہاں کچھ ماہ کیلیے آئے ہیں ان باتوں سے ہمیں کیا لینا دینا--!!
روشنہ نے ایک ادا سے بالوں کو پچھے کی جانب جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"آج کلاس میں دونئیے چھرے نظر آہے ہیں کیا آپ لوگ اپنا تعارف کروائیں گے؟؟
خانم نے کلاس میں موجود ان دو سٹوڈنٹس سے کہا۔

"میں رشنا ہوں-- اس کالج کی اونر (مالک) کی بیٹی--!!
وہ بس اتنا ہی بولی تھی اور پھر چھرہ لڑکے کے طرف کیا۔

"اور آپ؟؟

خانم نے لڑکے سے پوچھا۔ جو جانے باہر آسمان میں کیا ڈھونڈ رہا تھا۔

"آپ سے بات کر رہی ہوں-- کیا آپ کو سنائی نہیں دیا--!!
اس نے مصنوعی غصے سے کہا۔

لڑکے نے اسکے لمحے میں چھپے غصے کو محسوس کرتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔
مرہون ٹخنوں سے ذرا اوپر تک آتی فراک پہنے جس پر سیاہ رنگ کا سویٹر پہن رکھا تھا۔ مرہون ڈوپٹہ
لیا وہ لڑکی اسے کہیں سے بھی ٹھیر نہیں لگتی تھی۔

اسکی آنکھوں نے ایک سینکڑ میں سیم کو سکین کر لیا تھا۔ جبکہ خانم اسکے اس طرح دیکھنے پر
گریٹر گئی تھی۔

وہ جانے کیوں ایک دم کھڑا ہوا تھا۔ پوری کلاس میں سرگوشیاں پھیل گئی تھیں۔

حائف نے محسوس کیا تھا کہ وہ کلاس میں سب سے لمبا تھا۔
سردی میں ٹی شرٹ پہننے وہ خاصا پرسکون سالگ رہا تھا۔

"کیا اسے سردی نہیں لگتی؟؟"
حائف نے دل میں سوچا۔

"نام کیا ہے آپکا؟؟"
وہ پوچھ رہی تھی۔

جبکہ لڑکا گھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
آنکھیں دو ہیں _____ مگر "ایک" آتا ہے نظر۔"

"آنکھوں ہی سے سیکھ لجیے، یہ توحید دلبرانہ.."

"روحان جبیل-- سید روحان جبیل!!!
وہ حائف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اسکی آواز کافی رعب دار تھی۔

"روحان جبیل-- سید روحان جبیل"

وہ حانم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اسکی آواز کافی رعب دار تھی۔

"سمیم یہ آرج--"

کلاس میں ایک لڑکی نے کچھ کہنا چاہا تھا جب روحان نے گھور کر اسے دیکھا اسکی زبان کو وہیں بپیک لگی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ بیٹھ جائی میں آج کا لیکچر شروع کرتے ہیں--!"

حانم نے سرسری سے انداز میں کھنے بے بعد کتاب اٹھائی۔

جبکہ روحان کی سرد نگاہیں اب بھی اسی پر جمی تھیں۔ یہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اسے کسی نے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔

وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔

جب حانم نے اسے ایلے ہی کھڑے دیکھا تو اسکے چہرے پر الجھن ابھری۔

"اور آپکا تعارف مس--؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"اُم حانم نام ہے میرا-- اور میرا تعارف اتنا ہم نہیں ہے آپ بیٹھ جائیں--!
وہ مسکرائی می تھی۔

روحان کو تھوڑا سا تعجب ہوا تھا یا وہ اسے واقعی ہی نہیں جانتی تھی یا پھر جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی۔

"پتا ہے مرو آج کلاس میں ایک نیا لڑکا آیا ہے-- مطلب ہے تو پرانا ہی لیکن پچھلے دونوں وہ غیر حاضر رہا تمہا اس لیے آج ہی ملا--!
پھر---؟

مرو نے سوالیہ نظرؤں سے اسے دیکھا۔

"محبیب انسان ہے ایک تو اتنا بڑا ہو کر ایف ایس سی میں ہی ہے ابھی اور اوپر سے پورے لیکچر وہ باہر دیکھتا رہا--!

"لڑکے جلدی بڑے ہو جاتے ہیں ہانی-- اور شاید اسکے ساتھ کوئی مسئی لہ ہو--!
مرو کی بات پر حانم نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

انسانی جسم کو پکھلا دینے والی گرمی پڑ رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے آگ برس رہی ہو۔۔۔ پیاس سے اسکا گلا خشک ہو چکا تھا۔

دور اسے ایک دریا نظر آیا تھا وہ جلتی تپتی زمین پر نگے پاؤں چلتی اس دریا کی طرف بڑھ رہی تھی۔

پاؤں میں آبلے پڑ گئیے تھے لیکن پیاس کی شدت اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ جیسے ہی وہ دریا کے پاس پہنچی تھی۔ ہوا میں گرمی کی شدت مزید بڑھ گئی تھی۔ دریا پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔ دریا میں پانی کی جگہ لاوہ بہہ رہا تھا۔

وہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئی می تھی جب کسی نے اسے پیچھے سے دھکا دیا تھا اور وہ آگ ابلتے دریا میں جا گری تھی !!!

آگ نے جسم کو جلا دیا تو وہ چخ مار کر اٹھ بیٹھی تھی۔ چہرہ پسینے سے تریت تھا۔ موٹی رضائی می میں اسکا دم گھٹ رہا تھا۔

”کیا ہوا ہانی تم ٹھیک ہو۔۔؟؟“

چخ کی آواز سن کر آسیہ بیگم اٹھ گئی تھی۔

”اماں وو۔۔وہ۔۔

الفاظ اسکے لگے میں دم توڑ گئیے تھے۔

کمرے میں پھسلی زیر بلب کی روشنی میں اسکے چہرے پر پھسلا خوف اسکی ماں آسانی سے دیکھ سکتی تھی۔

”کیا ہوا کوئی می برا خواب دیکھا کیا؟؟؟“
آسیہ بیگم نے پوچھا۔

”پپ۔۔ پانی۔۔“

خشک ہوتے حلوق کے ساتھ وہ مشکل بول پائی تھی۔

کچھ سینکنڈز بعد ہی پانی کا گلاس آسیہ بیگم نے اسے پکڑایا تھا جو وہ ایک ہی سانس میں پی گئی تھی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ عشاہ کی نماز پڑھ کر سویا کرو۔ کام اور مصروفیت اپنی جگہ لیکن نماز چھوڑنا کہاں کی دانشمندی ہے؟؟"

آسیہ بیگم نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونکنے کے بعد کہا۔

وہ آج کافی تھک گئی تھی۔ کاج آکیدیمی اور پھر اپنی اسائی منٹ بنانے کے بعد اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر عشاہ کی نماز پڑھے۔

شیطان نے غلبہ پایا تو وہ بنا نماز پڑھے ہی سوگئی تھی۔ اب اور اب ڈر کر اٹھی تھی۔

کتنی ہی دیر لگی اسکی تیز چلتی دھڑکن کو نارمل ہونے میں۔

"اللہ مجھے معاف کر دیں آئی ندہ نہیں چھوڑوں گی نماز--!!

اسکی آنکھ سے آنسو نکل آیا تھا۔ خواب نے بڑی طرح اسے ڈرا دیا تھا۔

"شیطان نے بہ کادیا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ سوچو مت اور سوجاؤ--!!

اماں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

وہ جاگتی رہی تھی۔ سردیوں کی راتیں ویلے بھی لمبی ہوتی ہیں پورے ایک گھنٹے بعد اسکی آنکھ لگی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس خواب کا اسکی زندگی پر کیا اثر پڑنے والا تھا۔

پچھلے کئی می دنوں سے وہ لڑکی اسے لگاتا میسحہز کر رہی تھی۔
حشام اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسکی منتیں کرنے کی وجہ سے آج وہ اسے جواب
دے رہا تھا۔

"جبی بولیں۔۔ میں آپکی کیا مدد کرسکتا ہوں؟؟"
ٹھہرے ہوئے لمحے میں پوچھا گیا تھا۔
جبکہ ماہی تو خوشی کے مارے بے ہوش ہونے والی ہو گئی تھی۔
کتنی ہی دیر وہ سکرین پر اسکے بھیجے گئیے پیغام کو بے یقینی سے دیکھتی رہی تھی۔
جبکہ دوسری جانب وہ بے زار سے جواب سا جواب کا منتظر تھا کیونکہ ماہین ہمدان میسح سین
کرنے کے بعد گنگ بیٹھی تھی۔

"میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔۔!"
کتنی ہی دیر بعد کانپتی انگلیوں سے اس نے ٹائی پ کیا تھا۔

"اکوئی چاہست، کوئی مسرت نہیں درکار مجھے
تیرے بعد کوئی محبت نہیں درکار مجھے

اے نئے شخص میں بھلاتیرے کس کام آؤں گا

اداسی کر چکی ہے اب تو مکمل برباد مجھے

ہوا کرتا تھا کبھی میں بھی کسی آنکھ کا تارا

اب تو اس شخص کا چہرا بھی نہیں یاد مجھے

اس کے ہاتھ میں ہی تھا مجھے اچھا کرنا

کہاں کر سکتی ہیں یہ بھاریں اب آباد مجھے

زیب حوصلہ دینے والے یہ کہاں جانتے ہیں

کتنا دکھ دیتا ہے یہ میرا دل ناشاد مجھے ""

"معذرت محترمہ میں عورتوں سے دوستی نہیں کرتا--!!"

ماہی کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔

"لیکن کیوں؟؟؟

وہ پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ مجھے یہ زیب نہیں دیتا--!!"

ماہی نے دیکھا تھا اسکی فرپنڈ لست میں کوئی بھی لڑکی ایڈ نہیں تھی۔

"لیکن میں آپکو جانتی ہوں آپکو یاد ہوگا ہم لے تھے پھر میں ایفل ٹاور کے پاس--!!
وہ اسے کچھ یاد دلانا چاہتی تھی۔

"نہیں مجھے کچھ یاد نہیں اور اب آپ مجھے ڈسٹر ب مت کیجئے گا۔ خدا حافظ--!!
وہ اپنی بات کر کے اسکی سنبھال آف لائی ن جا چکا تھا۔
جبکہ ماہی ایک گمراہنس لے کر رہ چکی تھی۔

وہ بات بھی سننا گوارہ نہیں کر رہا تھا جسکے لیے وہ ماری ماری پھر رہی تھی۔

اس دن روحان کلاس میں دیر سے آیا تھا۔

سیاہ رنگ کا آپر پمنے جسکے ہڈ نے اسکا آدھا چہرہ چھپا دیا تھا وہ بنا اجازت لیے اندر آیا اور اپنی جگہ
پر بیٹھ گیا تھا۔

بیٹھتے ہی اس نے چہرے کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا روزانہ کی طرح۔ وہ لیچکر پر دھیان بالکل

بھی نہیں دیتا تھا۔

حانم کو وہ پہلے دن سے ہی کسی امیر باپ کا بگڑا ہوا لادلہ لگا تھا۔

"آپ لیکچر پر توجہ کیوں نہیں دیتے روحان--؟؟

تنگ آکر وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

روحان نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔ اسکی نظروں میں ہمیشہ کی طرح سرد مری تھی۔

"کیونکہ آپ نے فارمولہ غلط لکھا ہے مس--!!

وہ طنزیہ مسکراہست اسکی طرف اچھال کر بولا تھا۔

حانم نے گربرا کر بورڈ کو دیکھا تھا واقعی اسکا فارمولہ غلط تھا۔

پوری کلاس اسے توجہ سے سن رہی تھی لیکن کسی کو پتا نہیں چلا اور وہ جس نے ایک نظر بھی نہیں دیکھا تھا وہ کیسے جان گیا تھا؟؟

"معذرت--"

حانم نے فارمولہ دوبارہ لکھا تھا۔

"ویلے مس آپکی عمر کیا ہے؟؟
روحان کی طرف سے پہلا سوال آیا تھا۔

"انیس سال اور کچھ مہ--!!
وہ سچ بول گئی تھی۔

"میڑک کب کیا تھا آپ نے؟؟
دوسرा سوال--

"تقریباً چار سال پہلے--!!
وہ ناسمجھی سے جواب دے رہی تھی۔ حانم نے محسوس کیا تھا اسکی آنکھوں میں مقناطیسی
کشش تھی جو اسے جواب دینے پر مجبور کر رہی تھی۔

"تو پھر آپ نے ماسٹر کیسے کر لیا مس--!
اسکے سوال پر حانم گرڈبرڈا گئی تھی۔

میم سمیعہ کا بولا گیا جھوٹ اسے بری طرح پھنسا گیا تھا۔
پوری کلاس میں سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"اب وہ لوگ جنہیں خود کچھ نہیں آتا وہ ہمیں پڑھائیں گے--؟؟؟"

ہتک آمیز لمحہ تھا۔

حanim کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔ اسے اس وقت بہت برا محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن الزام اس پر آیا تھا۔

وہ پوری محنت سے لیکچر تیار کر کے آتی تھی۔ آج جانے کیسے فارمولہ غلط ہو گیا تھا۔

اور آج ہی روحان جبیل عرف آر جے اسے پکڑ چکا تھا۔

"یہاں سے کل شروع کرنے گے--!"

وہ بیگ اٹھا کر کلاس سے باہر نکل آئی تھی۔

کلاس کا وقت ویلے بھی ختم ہو چکا تھا ایک دوست باقی تھی۔

اسے محسوس نہیں ہوا تھا کب اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وقت نے اسے بہت حساس بنا

دیا تھا اور آر جے کی بات اسکے دل پر لگی تھی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

ایک آنسو اسکی آنکھ سے گال پر پھسلا تھا جسے اس نے ہستھی سے رکڑ کر جلدی سے صاف کیا تھا کہ کوئی می دیکھ نا لے۔

یہ روحان جبیل کی وجہ سے ام حanim کی آنکھ میں پہلا آنسو آیا تھا۔ جانے قدرت نے آگے کیا

لکھا تھا۔۔!!

"وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"ارے بی جان آپ اندر آئیں وہاں کیوں کھڑی ہیں۔۔!!
حشام نے بی جان کو دروازے میں کھڑا دیکھا تو وہ احترام کے باعث انکی طرف بڑھا۔
ہاتھ پکڑ بیٹھ پر لا کر بھٹایا۔

"ہوگئی می تیاری؟؟؟

بی جان نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی بی جان۔۔ بس مکمل ہوگئی می ہے۔۔!!
وہ مسکراایا تھا۔

"تم بھی پلے جاؤ گے گھر ایک بار پھر خالی ہو جائے گا۔ مذکور بھی دو تین ماہ بعد چکر لگاتی ہے
اور روحان تو آتا ہی اپنی مرضی سے ہے۔۔ میں ترس جاتی ہوں تم لوگوں کا چہرہ دیکھنے

کیلیتے--!!
لبی جان افسرده تھیں۔

"اڑے آپ اداس نا ہوں میری پیاری ماں جان--- میں روزانہ آپکو فون کیا کروں گا اور آرجے سے بھی کہوں گا کہ جلدی جلدی چکر لگایا کرے--!!
وہ محبت سے بی جان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جب اسے زیارت پیار آتا تھا وہ انہیں ماں جان کہتا تھا۔

"مجھے سب سے زیادہ روحان کی فکر کھاتی ہے میرے بچے-- تم تو بہت سمجھدار ہو لیکن اسکے ساتھ جانے کیا مسٹی لہ ہے--؟"

"آپ پریشان نا ہوں وہ ابھی بچہ ہے بیس سال زیادہ عمر نہیں ہوتی اور آپ جانتی بھی ہیں کہ وہ سب جیسا نہیں ہے-- اسے وقت کے گاہر چیز کو سمجھنے کیلیتے--!!
حشام نے تسلی دی۔

"تم تو ایسے نہیں تھے حشام-- جب تم بیس سال کے تھے تب بھی بہت سمجھدار تھے--!!

"وہ اس لیئے کہ میں آپکا بیٹا ہوں--!!

وہ مسکرا دیا۔

"روحان مجھے تم سے زیارہ پیارا ہے حشام-- میں نے ماں سے زیادہ پیار دیا ہے اسے-- میں نہیں جانتی کل کو میری تربیت پر انگلی اٹھے--!!
بی جان پریشان تھیں۔

"اچھا اب آپ پریشان نا ہوں-- جلدی سے کھانا لگوادیں مجھے بھوک لگی ہے۔ یہاں سے لاہور جاؤں گا۔ آپکے لڈلے سے ملنے کے بعد ہی پیرس کی فلاٹ لوں گا--!!
وہ ہشاش بشاش سا کہہ رہا تھا۔

"ابھی لگواتی ہوں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ بھوک لگی ہے--!!
بی جان اسے گھورتی ہوئی می اٹھیں تو وہ مسکرا دیا۔

حائف اسکے رویے سے تنگ آگئی تھی۔ وہ ایک دن کلاس میں ہوتا تو دو دن غائب رہتا تھا۔ ٹیسٹ وہ نہیں دیتا تھا۔

دھیان کھڑکی سے باہر ہوتا تھا۔ حanim جتنا مرضی اچھا پڑھا لے وہ کوئی می نا غلطی نکالتا تھا اور ایسے سوال پوچھتا تھا کہ وہ چاہ کر بھی جواب نہیں دے پاتی تھی۔

"آج بھی وہ کلاس میں دیر سے آیا تھا اور پھر موبائل پر بجتی بیل کو دیکھنے کے بعد اب وہ فون سن رہا تھا۔

حanim کو اس وقت اس پر انتہائی غصہ آیا تھا۔ ایک تو وہ لبٹ آیا تھا۔ اوپر سے کلاس میں فون استعمال کر رہا تھا جسکی اجازت نہیں تھی۔

"اوکے میں آرہا ہوں شامو کا۔--!"
وہ فون بند کرتے ہوئے اٹھا اور بنا پوچھے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟؟"

حanim نے غصے سے پوچھا۔

"اووو شٹ اپ-- تم کون ہوتی ہو رونکے والی--؟؟--؟؟"
وہ بنا اسکی طرف دیکھے آگ لگانے والے انداز میں پوچھا رہا تھا۔
اور حanim کی برداشت ختم ہوئی۔ پوری کلاس کے سامنے وہ اسکی بے عزتی کر رہا تھا۔
جبکہ پوری کلاس گنگ بیٹھی تھی۔

"اپنے والد صاحب کا نمبر تو دیں ذرا--!!
وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا بول رہی تھی۔

"O really"؟؟
وہ جیرانگی سے مرڑا۔
"جی آپکے کارنامے انہیں بتانے ہیں---!!
وہ اسے گھورتے ہوتے کہہ رہی تھی۔

"لکھ لیں---!!!
وہ اسے نمبر لکھواتا کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔
کلاس ختم ہونے کے بعد حanim نے سب سے پہلے رجسٹر میں اسکا ریکارڈ چیک کیا تھا جس میں
وہی نمبر لکھا تھا۔
اس نے خود کے غصے پر قابو پاتے وہ نمبر ملایا تھا۔

حشام، آرجے کے ساتھ بیٹھا تھا جب اسکے موبائل پر انجانے نمبر سے فون آیا تھا۔
اس نے کال پک کرنے کے بعد فون کان سے لگایا۔

"آپ روحان جبیل کے گھر سے بات کر رہے ہیں--؟؟
کوئی می لمکن بول رہی تھی جسکا لجہ سخت تھا۔

"جی-- لیکن آپ--!!
وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

"میں اسکے کالج سے مس ام حانم بات کر رہی ہوں مجھے آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات کرنی ہے آپ سے آپ براۓ مریانی کل کالج تشریف لے آئیں--!!
ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی وہ حشام جبیل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا گئی تھی۔

میں اسکے کالج سے مس ام حانم بات کر رہی ہوں مجھے آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات"
اکرنی ہے آپ سے آپ براۓ مریانی کل کالج تشریف لے آئیں--
ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی وہ حشام جبیل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا گئی تھی۔

"اچھا آپ--
لوں-- لوں--

اس سے پہلے وہ کچھ جواب دیتا فون ڈسکنیکٹ
ہوچکا تھا۔

حشام نے سرد نظروں سے روحان کی طرف دیکھا۔

”کیا ہے؟؟“
خود کی طرف گھوڑتا پا کر روحان نے پوچھا۔

”کیا کیا ہے تم نے کاج میں مسٹر آر جے؟؟“
حشام نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

”کیا؟؟“

وہ معصوم بنا۔

حشام حیران ہوا تھا۔ کافی عرصے بعد اسکے کسی تعلیمی ادارے کی طرف سے اسکی شکایت آئی تھی۔

شروع شروع میں سکول کی طرف سے ٹپھر ز کے فون آتے تھے۔ پھر جیسے ہی سب کو پتا چلا
دوبارہ کسی نے فون نہیں کیا تھا۔
اب یہ کافی سالوں بعد ایسا ہوا تھا۔

"تمہاری کسی ٹپھر کی کال تمھی کہہ رہی تھی آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات کرنی ہے--!!
ناچاہتے ہوئے مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھو گئی تھی۔

"اوہ یقین نہیں ہوتا وہ اتنی بے وقوف ہے--!!
روحان نے مصنوعی حیرانگی سے کہا۔

"بتابو تم نے کیا گل کھلایا ہے؟؟؟

"یہ تم اس سے جا کر پوچھونا جس نے فون کیا ہے۔ میں تو اسے دیکھ ہی لوں گا--!!
آخری جملہ اس نے آہستہ آواز سے کہا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر کل بات ہوگی اس موضوع پر-- پھر جانے سے پہلے میں تمہاری اس ٹپھر
سے ملنا پسند کروں گا جس نے آرجے کی شکلیت لگانے کی ہمت کی ہے--!!!
جبکہ اسکی بات پر روحان کے چہرے کے تاثرات تن سے گئیے تھے۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مس ام حانم--!!

وہ تصور میں اس سے مخاطب تھا جبکہ حشام کی گھری نظریں یہ جاننے دے قاصر تھیں کہ اسکے
دماغ میں اس وقت کیا چل رہا تھا۔

"اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا ایلا۔۔ وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔۔!
ماہی کی آواز بھرائی می ہوئی می تھی۔۔

کچن میں کام کرتی ایلا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو ماہی؟؟ کس نے انکار کیا ہے؟؟"
وہ پوچھ رہی تھی۔۔

"حشام نے--!!
ماہی کے لب پھر پھرائی سے۔۔

"اوووہ-- تو اس میں رونے والی کیا بات ہے پاگل--؟؟"
ایلا نے اسکی نم آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جس شخص کیلیے میں اتنا خوار ہوئی می وہ میری بات سننے تک کیلیے تیار نہیں ہے-- میں
اسے اپنی بد نصیبی سمجھوں--"

"یہ اسکی بد نصیبی ہے ماہی جو اس نے تمہیں نہیں سمجھا۔۔۔!!
ایلا نے اسکی بات کاٹی۔

"چلو میرے ساتھ اور ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔!!
ایلا اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے ڈرائی نگ روم میں لائی می اور اسے صوفے پر بھٹایا تھا۔
ماہی نے آنکھوں میں آئی می نمی کو زبردستی مسکراتے ہوئے صاف کیا تھا۔

"تم تو کہتی ہونا کہ وہ سید خاندان سے ہے ایک اعلیٰ خاندان سے۔۔ جس کا وقار بہت زیادہ
ہے۔۔

تو سوچو اگر وہ فوراً ہی تمہاری بات مان لیتا اور تم سے فلرٹ شروع کر دیتا تو تمہیں کیسا لگتا۔۔۔!!
وہ ماہی کے گھٹنؤں کے پاس بیٹھی پوچھ رہی تھی۔ ماہی نے چونک کرا سے دیکھا۔

"بولو۔۔ کیا اچھا لگتا تمہیں؟؟"

ایلا نے دوبارہ پوچھا۔

"نہیں۔۔"

ماہی نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو مس ماہی خوش ہو جائیں آپ کہ آپکا دل کسی سطحی مرد پر نہیں آیا جو عورت دیکھ کر ہی
مرجاتا ہے۔۔ بلکہ شکر کرو کہ تمہاری پسند عام نہیں ہے۔۔!!
ایلا نے اسکا گال تھپٹھپاتے ہوئے کہا تو ماہی ایک دم مسکرا دی۔
ایلا کی باتوں نے اسے پھر سے زندہ دل کر دیا تھا۔
ایک نئی می امید کی سحر اسکے اندر جاگ گئی تھی۔ واقعی اس نے اس پھلو پر نہیں سوچا
تھا۔

"اب میں کافی بنالوں؟؟؟"
ایلا نے سوال کیا۔

"میرے لیے بھی۔۔!!
ماہی مسکرا دی۔

اور ایلا نے دیکھا تمہا اسکے مسکرانے پر جیسے سارے رنگ فضا میں بھکر گئے تھے۔
ایک شبت امید انسان کو ایسے ہی تازہ دم کر دیتی ہے۔

وہ سٹاف روم میں بیٹھی ٹیسٹ چیک کر رہی تھی۔ جب اسکے موبائل پر بیل ہوئی می تھی۔
حانم نے مصروف سے انداز میں کال پک تھی۔

"ہیلو--؟؟"

مس ام حانم--؟؟

اسکے ہیلو کے جواب میں پوچھا گیا تھا۔

"جی بول رہی ہوں آپ کون؟؟؟"

"میں حشام جبیل بات کر رہا ہوں کل آپ نے روحان جبیل کے سلسلے میں کال کی تھی اور
ملنے کا کہا تھا۔ میں اس وقت کا ج کے باہر کھڑا ہوں کیا آپ اس وقت مل سکتی ہیں؟؟؟"
بھاری مردانہ آواز میں پوچھا گیا تھا البتہ لمحہ میں شائی ستگی تھی۔

روم میں، میں آپکو مل لوں گی--!!PTM!!" جی۔ جی۔ آپ اندر آجائیں
وہ ٹیسٹ اٹھاتے ہوئے پی ٹی ایم روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔
جبکہ دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"لیں---"

وہ بنا دروازے کی طرف دیکھے بولی تھی۔

وہ آج ہی سارے ٹیسٹ چیک کرنا چاہتی تھی۔

"Excuse me" ..

مردانہ آواز پر حanim نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"آلسلامُ علیکمُ ---!!"

میں یہاں مس ام حanim سے ملنے آیا ہوں کیا آپ انہیں بلا سکتی ہیں؟؟؟

وہ سوالیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

سامنے بیٹھی لمکی اسے کوئی می سٹوڈنٹ ہی لگی تھی۔

"جی میں ہی ہوں ام حanim-- آپ بیٹھ جائیں پلیز--!!"

حanim نے اسے میز کی دوسری جانب رکھی کرسی کی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اتنی چھوٹی سی ٹپچر۔ وہ حیران ہوا۔

"کیا واقعی آپ یہاں ٹیچر ہیں؟؟؟"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ چکا تھا۔

"جی وہ ہلکہ سا مسکرائی تو حشام اپنی جیرانگی پر قابو پاتے ہوئے سامنے رکھی کرسی پر براجمان ہوچکا تھا۔

"آپ روحان جبیل کے کیا لگتے ہیں؟؟؟"

حانم نے ٹیکٹ ایک طرف کھتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ سامنے بیٹھا انسان باپ تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔

"میں حشام بن جبیل ہوں روحان کا بڑا بھائی یہی--!!"

اس نے کزن کہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"اب آپ بتائیں کس سلسلے میں مجھے یہاں بلایا گیا ہے؟؟ اور کیا کیا ہے روحان نے؟؟"

دیوار میں بنی گلاس وندو سے دھوپ کی شعائی میں چھن کر اندر آرہی تھیں اور ان دونوں کے درمیان رکھے میز پر چمک رہی تھیں۔

"درال صل مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ روحان جبیل تھوڑا عجیب ہے۔ کیا اسکے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے؟

میرا مطلب--

"ہاں وہ تھوڑا نہیں بہت عجیب ہے--!!
حشام نے اسکی بات کی تصدیق کی۔

"ہے نا؟ مجھے پہلے دن ہی شک ہو گیا تھا۔ وہ کلاس میں دیر سے آتا ہے۔ زیادہ غیر حاضر رہتا ہے۔ اور بہت ہی زیادہ۔

"بد تمیزی کرتا ہے۔!!!
حشام نے اسکی بات کاٹی۔

"جی بالکل--"

حانم کے منہ کے زاویہ بگڑا۔

"ایک بھی ٹیکٹ نہیں دیتا وہ۔ اور--

"اور اگے سیدھے سوال کرتا ہے-- ہے نا؟؟
وہ ایک بار اسکی بات پوری کرچکا تھا۔

"حانم کی آنکھوں میں حیرانی ابھری۔
آپکو تو سب بتا ہے--!!

"ظاہر سی بات ہے مس ام حانم وہ میرا بھائی ہی ہے بیس سال ساتھ رہا ہے کیا مجھے نہیں
پتا ہوگا--؟؟"

وہ ناجانے کیوں اتنا بول رہا تھا۔

"بیس سال-- آج کل نچے سترہ سال کی عمر میں انٹر کر رہے ہیں اور وہ بیس سال کا ہو کر
بھی انٹر میں ہی گھوم رہا تھا--!!

حانم نے اپنی طرف سے بڑی بات کی تھی۔

اور حشام جبیل نے مشکل سے اپنا قمقہ ضبط کیا تھا۔

"لگتا ہے آپکو کسی نے بھی کچھ نہیں بتایا اور آپ روحان جبیل کے بارے میں کچھ نہیں
جانتی؟؟"

"جی-- میں سمجھی نہیں !!
حانم کو واقعی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

) کر رہا ہے -- آخری سمیسٹر فریز BBA " وہ انٹر کا سٹوڈنٹ نہیں ہے بلکہ بی بی اے)
کر کے وہ دماغ کے الٹ جانے پر ایف ایس سی کرنے آیا ہے -- !!

"کیا-- ??
حیرت سے اسکی آنکھیں پھیلی۔
حشام کو ان بڑی بڑی گرے رنگ کی آنکھوں میں پھیلی حیرانگی اچھی لگی تھی۔

"جی--
پہلے اس نے کمیسٹری نہیں پڑھی تھی ویلے تو اسے ضرورت نہیں ہے وہ خود بھی کتاب پڑھتا
تو سمجھ جاتا۔ لیکن ناجانے کیوں وہ یہاں آگیا۔
وہ جو کرتا ہے ہمیں اسکی سمجھ نہیں آتی-- !!

"لیکن وہ ایسا کیوں کرتا ہے ?? "
وہ پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ وہ ایک سلفائی بیٹ ہے--!!
کیا آپ جانتی ہیں کہ سلفائی بیٹ کسے کہتے ہیں؟؟"
وہ میز پر تھوڑا جھک کر رازدانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

شاہ جبیل خاندان پچھلے کئی سالوں سے ملتان میں آباد تھا۔ سید خاندان ہونے کے ناطے پورے علاقے میں انہیں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

جبیل خاندان کے ابو اجداد نے لوگوں کے مسائل کو روحانی طریقے سے سلحوایا تھا۔
دور دور سے لوگ دعاؤں کیلئے وہاں تشریف لاتے تھے۔
اور اسی طرح انکا سیاست میں بھی بڑا نام تھا۔
لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔

سید جبیل کے دو بیٹے تھے۔ بڑا ضیاء، جبیل اور اس سے چھوٹا حیدر جبیل۔
دونوں بھائیوں کی شادی کم عمری میں ہی ایک ساتھ کر دی گئی تھی۔

ضیاء، جبیل کے دو بیٹے تھے ایک بیٹا حشام بن جبیل جبکہ بیٹی مذکوہ جبیل تھی۔ اور اسکی بیوی خدجہ جبیل نہلیت شریف اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ جواب بی جان کے رتبے پر فائز

تھیں۔

جبکہ حیدر جبیل کے گھر شادی کے آٹھ سال بعد بڑی میتوں، مرادوں، وظیفوں اور دعاؤں کی قبولیت کے بعد وہ پیدا ہوا تھا۔۔

جسکا نام عائی شہ جبیل، حیدر جبیل کی بیوی، نے روحان جبیل رکھا تھا۔
عائی شہ جبیل کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی۔ صرف اسے ہی نہیں بلکہ پوری سیدھی میں موجود لوگوں کو جن میں ملازمین بھی شامل تھے روحان جبیل بہت عزیز تھا۔

لیکن جب وہ پیدا ہوا تو رویا نہیں تھا۔ چار سال تک وہ بول نہیں پایا تھا۔

جبیل خاندان نے بہت علاج کروایا تھا اسکا۔ لیکن ڈاکٹروں نے کہا تھا وہ پیدائی شی نقص لے کر پیدا ہوا ہے کبھی بول نہیں پائے گا۔

وہ ہر چیز کا بہت گھری نظرلوں سے مشاہدہ کرتا تھا۔ اسے غصہ بہت آتا تھا شدت جذبات سے اسکی آنکھیں سرخ انگارہ ہو جاتی تھیں۔

صرف ایک شخص جو اسے سب سے عزیز تھا وہ تھا حشام بن جبیل۔۔

پورے چار سال بعد معجزہ ہوا تھا۔ وہ پہلی بار کچھ بولا تھا۔ پہلی بار اس نے کسی کو پکارہ تھا۔
نا اس نے ماں کہا تھا اور نا باپ۔۔

اس نے پہلا لفظ جو اپنی زبان سے ادا کیا تھا وہ تھا "حشام"

وہ بہت صاف بول رہا تھا کوئی می لکناہٹ نہیں تھی اسکی زبان میں۔

سید حویلی میں خوشی کی اہر دوڑگئی تھی۔

صدقے کے بکرے اسکے سر پر سے وارے گئے تھے۔

بس یہ اسکی آخری خوشی تھی جو سید حویلی میں منائی گئی تھی۔ اسکے بعد روحان کی حرکتوں نے سب کو مصیبت میں ڈال دیا تھا۔

"سلفائی بیٹ۔۔۔"

وہ زیر لب بربڑائی تھی۔

"جی سلفائی بیٹ۔۔۔ پڑھا ہو گا آپ نے؟؟"

حشام نے پوچھا۔

"نج۔۔۔ جی۔۔۔"

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے۔

"جی تو بس اب آپکو اچھے طریقے سے سب سمجھ جانا چاہیے اور اسکے رویے کی وجہ سے میں آپ سے معذرت کرتا ہوں--!!

ناجانے کیوں حشام کو ایک اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے بہت شاہستہ انداز میں اس سے بات کر رہا تھا۔

جیسا روحان نے کہا تھا کہ وہ بہت نک چڑی، مغرور اور بے قوف لڑکی ہے حشام کو وہ ولیسی نہیں لگی تھی بلکہ وہ اسے بہت سمجھدار اور معصوم لگ رہی تھی۔

دھوپ کی شعاؤں کا رخ میز سے ام حانم کی طرف پلٹتا تھا۔

وہ کچھ کہنے لگا تھا جب ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔

حانم نے کچھ دیکھنے کیلئے چرے کا رخ کھڑکی کی طرف کیا تھا اور شعاؤں نے اسکے چرے کو چھووا تھا۔

اسکی تھوڑی سے عجیب سی روشنی پھوٹی تھی۔

جیسے کوئی می ہیرا چمکتا ہو۔

حشام کی آنکھیں ایک دم چندھیا سی گئی می تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ یہ کیا تھا۔ وہ روشنی کہاں سے آئی می تھی۔

"آپکو معذرت کرنے کی ضرورت نہیں مسٹر جبیل۔۔ میں کوشش کروں گی کہ آج کے بعد اسے نظر انداز کر سکوں۔۔"

وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ جبکہ حشام بن جبیل تو جیسے گنگ ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے اب میری کلاس کا وقت ہے بہت بہت شکریہ آپ میرے بلانے پر آئے اور میرے نکتہ نظر کو سمجھا۔۔!!
وہ جیسے ہوش میں آیا تھا۔

"جی۔۔ ٹھیک ہے آئی نہ کوئی مسئی لہ ہو تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔۔ میری بھی فلاٹ ہے رات کو مجھے بھی جلدی جانا ہے۔۔!!
وہ ایک دم کھڑا ہوا تھا۔
جبکہ حانم نے صرف سر ہلایا تھا۔

"خدا حافظ۔۔!!

وہ زبردستی مسکرایا تھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
دروازے پر پہنچ کر وہ رکا تھا۔ جانے کیوں پٹ کر اسے دیکھا تھا جو سفید ڈوپٹہ یلے روشنی میں بیٹھی اسے حیران کر رہی تھی۔

کوئی می چیز پھر چمکی تھی اسکے چہرے پر--

وہ عجب کشمکش کا شکار ہوا تھا۔

حامن نے جیسے ہی اسکی طرف دیکھا تھا وہ فوراً پلت گیا تھا۔

"یہ چمک بہت سوں کو آباد کرے گی اور بہت سوں کو برباد---!!!"

دور کمیں فقیر کے کے گئیے الفاظ گونجے تھے۔

ماہی روزانہ اسکی پروفائل چیک کرتی تھی۔

"Hasham Jabail travelling from Pakistan to Paris"

وہ اسکا اسٹیلیٹس دیکھ کر اپنی چیخ نہیں روک پائی می تھی۔

"کیا ہوا ماہی تم ٹھیک ہو؟؟؟"

ایلا کی آواز آئی می تھی۔

"ہاں-- میں ٹھیک ہوں--"

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ پھر اس آرہا تھا۔

ماہی کا دل کر رہا تھا کہ وہ خوشی سے ڈانس کرے۔

وہ آرہا تھا۔ فاصلہ کم ہو رہا تھا اور اسکے دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔

"ایلا۔۔۔ ایلا۔۔۔ وہ آرہا ہے۔۔۔ وہ واپس آرہا ہے۔۔۔!!

وہ چلاتی ہوئی می کمرے سے باہر بھاگی تھی۔ لیکن پتا نہیں تقدیر نے ملن لکھا تھا مجھی یا
نہیں۔۔۔!!

اور وہ کہیں سے پڑھی یہ لاینیں دہرانے لگی

سنُوقِصَّه سناتا ہوں

تمہیں اک سچ بتاتا ہوں

محبت کب ہوئی مجھ کو

تمہیں آغازِ چاہست میں

میری غلطی بتاتا ہوں

میں لوٹا دل لیے اک دن

حدیں سب بھول کے اک دن

اچانک اک اجنی چہرہ

نظر کے سامنے گزرا
 میری آنکھوں کے رستے وہ
 میرے اندر کمیں اُترا
 میں کیسے جان لیتا کہ
 وہ میری جان لے لے گا
 مجھے اس راہ پر چلنے پہ
 پھر مجبور کر دے گا
 وہ رستہ میرے وجود کو غموم سے
 مالا مال کر دے گا
 میں اس میں گم ہو کر پھر
 سمجھی کو بھول بیٹھا تھا
 سکے سب اپنے رشتؤں کو
 میں بیکار سمجھتا تھا
 کمیں پر چھوڑ آیا تھا
 میں اپنا آپ سمجھی اپنے

پھر کچھ اس طرح پلٹا وہ
 مجھے وہ پل نہ بھولے گا
 جہاں پر جان نکلی تھی
 محبت ٹوٹ کے بکھری تھی
 وہ رستے کھو گئے جیسے
 دن خوشیوں کے سارے
 سبھی سب سو گئے جیسے
 بتلا یازندگی کیا ہے
 میری تکمیل کی اس نے
 محبت سکھا کے وہ
 سمجھانے لگی مجھ کو
 یہ غلطی مت کبھی کرنا
 محبت درد ہے دل کا
 ٹوپکے تم نہیں کرنا...
 کاش اس کو بتلا آئے کوئی.....

محبّت کے سمجھی چہرے
 خوشی کے غم کے سب ملے
 اسی کے نام پہ کر کے
 یہ غلطی کرچکا ہوں میں
 نکلا اب نہیں ممکن
 محبّت کرچکا ہوں میں
 کب کا مرچکا ہوں میں

وہ کلاس لینے کے بعد گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی آج اسکا اکیدیٰ میں ٹیکٹ تھا۔
 وہ جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتی تھی جب اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔

"مس ام حانم--!
 وہ کی تھی۔"

"جی--"

وہ پلٹی۔

سامنے پرنسپل کے آفس کے باہر بیٹھنے والا چڑپا سی تھا۔

"آپکو میدم نے اپنے آفس میں بلایا ہے--!!!"

وہ اسے پیغام دے کر جا چکا تھا۔

جبکہ حانم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

ان بیس دنوں میں یہ پہلا موقع تھا جب اسے آفس میں بلوایا گیا تھا۔

"اللہ خیر کرے--!!!"

وہ مرے مرے قدموں سے آفس کی طرف بڑھی تھی۔

"آپ نے کس سے پوچھ کر مسٹر جبیل کو بیہاں بلایا تھا وہ بھی کمپلین کرنے کیلیے--!!!"

پرنسپل صاحبہ کے لجے میں سختی تھی۔ وہ تو دھک سے رہ گئی تھی۔

"نج-- جی وہ کلاس میں مسٹر روحان--"

"تو آپ مجھے بتاتیں مس ام حنم۔۔ کیا آپکو اتنا نہیں پتا کہ گھر کال کرنے سے پہلے مسئی لے کو ادارے کے سربراہ سے ڈسکس کیا جاتا ہے۔۔!! میدم نے اسکی بات کاٹی۔

"شاید آپ انہیں جانتی نہیں ہیں کہ آپ نے سید جبیل کو یہاں بلوایا تھا۔ آپکو انکے خاندان کا اندازہ نہیں ہے شاید۔۔!!

وہ بے لبی سے انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ ہلوٹ میں جیسے آنسوؤں کا گولا انک گیا تھا۔

اسے واقعی آرجے کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔ کالج میں میل سٹاف ہونے کی وجہ سے وہ اپنا فارغ وقت لیڈیز روم میں گزارتی تھی۔ اسکی کسی ٹچر کے ساتھ بھی اتنی دوستی نہیں تھی کہ وہ اپنے مسئی لے کو کسی سے ڈسکس کرتی۔ وہ سٹاف روم میں کم جاتی تھی۔ اگر وہ جاتی تو شاید اسے آرجے کا بھی پتا ہوتا۔

آئی نہ یہ غلطی نا ہو مس ام حنم۔۔ مسٹر جبیل کے کہنے پر میں آپکو معاف کر رہی ہوں۔۔ اب جائیں اور اپنا کام بہتر بنائیں۔۔!! وہ خاموشی سے اٹھ آئی می تھی۔

اسے اب سمجھ آ رہا تھا کہ اسے پہلے میدم سے بات کرنی چاہیے تھی۔

لیکن ایک عورت اپنی عزت نفس پر سمجھوتا نہیں کرتی۔۔

روحان نے پوری کلاس کے سامنے دوبار اسے بے عزت کیا تھا۔ جب اسے کچھ سمجھ نا آیا تو اس نے اسکے گھر فون کر دیا تھا۔

وہ شخص اسکے آنسوؤں کا سبب بنتا جا رہا تھا۔

وہ مرے مرے قدموں سے گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ پرائیویٹ اداروں میں ملازمت کرنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ وہاں جانے سے پہلے انسان کو اپنی عزت نفس خود ختم کر دینی چاہیتے۔۔!!

آرجے آج پھر نہیں آیا تھا اور اسے یقین تھا اتنی آسانی سے وہ اسے معاف نہیں کرنے والا تھا۔

"رقص الفاظ کر رہے ہیں یا میرے آنسو"

"مداریاں میں ہوں یا # مقامِ عشق میں #"

وہ شخص اسکے آنسوؤں کا سبب بنتا جا رہا تھا۔

وہ مرے مرے قدموں سے گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ پرائیویٹ اداروں میں ملازمت کرنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ وہاں
جانے سے پہلے انسان کو اپنی عزت نفس خودی ختم کر دینی چاہیئے--!!
آرجے آج پھر نہیں آیا تھا اور اسے یقین تھا اتنی آسانی سے وہ اسے معاف نہیں کرنے والا
تھا۔

جانے کیوں اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ یہ ملازمت کر
کے یا پھر روحان جبیل کے سلسلے میں حشام جبیل سے مل کر--

جو پرسپل نے اس سے کہا وہ غلط نہیں تھا وہ واقعی اسکی غلطی تھی۔ لیکن وہ کیا کرتی--
وہ روحان جبیل اسکے لگے کی ہڈی بن گیا تھا۔

کلاس میں نہیں آتا تو سکون ہوتا تھا۔ اور جب آجاتا تھا تو دماغ خراب کر دیتا تھا۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکا اور پھر چادر کو اچھے طریقے سے لپیٹتے ہوئے وہ اندر
بیٹھ گئی تھی۔

اسے مضبوط بننا تھا۔ لیکن کیا سچ میں روحان جبیل کے ہوتے ہوئے وہ وہاں رہ سکتی تھی؟؟
یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"دیکھو تم آج کے بعد مس ام حانم کو تنگ نہیں کرو گے--!!"
ایئی رپورٹ کے باہر کھڑے حشام نے روحان سے کہا۔

"اگر کیا تو--؟؟"
وہ گاڑی کی چابی کو انگلی پر گھماتے ہوئے بولا تھا۔ چیونگم چباتے وہ ہمیشہ کی طرح بے نیاز نظر آرہا تھا۔

"دیکھو آر جے یہ اچھی بات نہیں ہے--"
"دیکھو شامو کا کا تم جاتے وقت اپنا موڈ خراب مت کرو-- یہ میری زندگی ہے اور اس حانم کو میں خود دیکھ لونگا--!!"

وہ حشام کی بات کاٹ چکا تھا۔ چھرے پر بیزاری سی پھسلی تھی۔
"شرم کرو یار وہ ٹھپر ہے تمہاری--!!
اور حشام کی بات پر اسکا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ویلے نا بڑا دلچسپ معاملہ ہے-- ایک تو وہ ہے مجھ سے چھوٹی-- اور اوپر سے اسے آتا کچھ
نہیں اسے ذلیل کرنے کا مزہ الگ ہے--!!
وہ اپنی تمام تر خباثت کے ساتھ ایک آنکھ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
ایئی روپوٹ پے لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔
حشام کا جانے کو دل نہیں کر رہا تھا اس بار۔--

جانے کیا چیز اسے روک رہی تھی۔ وہ کچھ بھی کر لیتا مگر آر جے کو کبھی نہیں سمجھا سکتا تھا۔

"کیا تم ہمیشہ ایلے ہی رہو گے؟؟"
عجیب سے لمحے میں سوال کیا گیا تھا۔

"کیسا شامو کا کا--؟؟"
روحان ہنسا۔

"اتنے بیزار-- اتنے گمراہ-- اتنے--"

"آر جے کبھی نہیں بدلتے والا۔۔ مجھے برومائی ڈز بن کر جینے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔
یہ دنیا ختم بھی ہو جائے نا آر جے کو تم ایسا ہی پاؤ گے۔۔!!!
وہ پر اعتماد لجے میں کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"اوکے اپنا خیال رکھنا۔۔!!"

حشام نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"اوکے شامو کا کا اب اتنے جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ مجھے سب پتا ہے وہاں جا کر
تمہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔۔!!"
وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔!!"

حشام نے اسے ڈپٹا۔

اور پھر وہ ہزاروں دعائیں آر جے کے نام کر کے جا چکا تھا۔
وہ جانتا تھا آر جے کبھی محسوس نہیں ہونے دے گا کہ وہ بھی اسے یاد کرتا ہے اس لیے اس
نے پوچھنا کہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔!!

نیند نا آنے کی وجہ سے وہ بیزار بیزار سا انٹرنسیٹ پر ٹائم گزارنے کی کوشش کر رہا تھا جب اچانک وہ چونکا۔

اسکی شخصیت سے متعلق خصوصیات۔۔ اسکی پسند کی چیزیں اسکے سامنے آ رہی تھیں۔ حالانکہ اس نے ایک بار بھی اپنی شخصیت سے متعلق کوئی می چیز سرچ نہیں کی تھی۔ لیپ ٹاپ پر حرکت کرتی انگلیاں کی تھیں۔ پل کے ہزاروں حصے میں چیزوں کو سکین کرنے والی آنکھوں کی پتلیاں سکریں۔ ہونٹوں کو بھینچ کر اس نے ایک بار پھر اپنے سامنے سکریں کو اوپر نیچے کیا۔ اسکی پسند کی ہر چیز اسکے سامنے کی۔

"ڈیم اٹ۔۔"

اس نے لیپ ٹاپ کو پہنچنے والے انداز میں بند کیا تھا۔ اس پر نظر رکھی جا رہی تھی۔ لیکن ایسا کون کر سکتا تھا۔؟؟

آج پھر وہ اس لاوس بہتے دریا کے کنارے کھڑی تھی۔ پیاس سے اسکا برا حال تھا۔ اسکا پور پور جیسے جل رہا تھا۔ اور پھر کسی نے اسے دھکا دیا تھا۔ لیکن آگ سے جلتے دریا میں گرنے سے پہلے اسے دھکا دینے والا شخص نظر آیا تھا۔ سیاہ رنگ کی ہڈی میں اسکا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اسکی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ آگ کا دریا اسے نگلتا اسکی آنکھ کھل گئی تھی۔ جانے کتنی مشکل سے اس نے اپنی چیخ روکی تھی۔ ڈر اور خوف کی وجہ سے اسکی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔ سردی میں بھی پسینہ اسکے چہرے پر چمک رہا تھا۔ آج تو وہ نماز پڑھ کر بھی سوئی تھی۔ ناجانے کیوں پھر وہ آگ اسے جلا رہی تھی۔ اور وہ کون تھا جو اسے دھکے دیتا ہے۔۔۔؟ وہ بستر سے نیچے اترنے کے بعد دروازے کی طرف بڑھی۔

"ہانی--!!"

دروازے کھلنے کی آواز سے اماں کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"جی امی--"

وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

"سوئی می نہیں تم ابھی تک؟؟"

"سوگئی خ تھی اماں بس ابھی اٹھی ہوں پانی پینے کیلیے۔۔ گلہ خشک ہو رہا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔!!

وہ پھر سے کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھیں جبکہ حانم باہر نکل آئی تھی۔

ساتھ والے کمرے میں ماہم اور جواد سوئے ہوئے تھے۔ آدھی رات تک نی وی دیکھنے کے بعد وہ اپنی مرضی سے سوتے تھے۔

"صحن میں بلا کی دھند اور ٹھنڈہ میں بھی اسے اپنا جسم سلگتا محسوس ہو رہا تھا۔

کتنی مشکل سے اس نے پہلا خواب ذہن سے نکالا تھا اور آج پھر وہی۔۔

وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"اللہ پاک خیر کریں۔!!"

وہ دعا مانگنے کے بعد برآمدے ملہقہ کچن میں چلی گئی تھی پیاس کی وجہ سے اسکا گلہ خشک ہوا پڑا تھا۔

دعا مانگنے کا حق ہر انسان کے پاس ہے لیکن وہ نہیں جانتی تمھی کہ ہونی کو کون ٹال سکتا
ہے۔!!

کہ وہ لڑکا کام کرے گا۔؟؟" SK " تمیں کیا لگتا ہے
کمرے میں اندر ہیرہ پھیلا تھا۔ دیوار پر سیاہ رنگ کے پینٹ نے کمرے کو ایک پراسرار ماحول کا
حصہ بنادیا تھا۔

کمرے کے چاروں کونوں میں عجیب طرز کے کمپیوٹر سسٹم رکے نظر آ رہے تھے۔
تکونی میز کے گرد رکھی تین کرسیوں پر تین لوگ بیٹھے تھے۔

"سو فیصد کام کرے گا باس--"

ایک نسوانی آواز ابھری۔ اسکے چہرے پر بھی ماسک تھا۔ اور سیاہ رنگ کے یونیفارم میں اسکا سارا
جسم چھپا ہوا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ لوگ ایک دوسرے سے ہی اپنا چہرہ چھپا رہے ہوں۔

"مجھے نہیں لگتا بس کہ وہ لڑکا ہمارے لیے بہتر ثابت ہوگا۔ کیونکہ کسی بھی مسلمان پر جھرو سہ کرنا ہمارے لیے ہی مشکل کا باعث ہوگا--!!
دوسرے لڑکے نے اپنا نکتہ نظر بیان کیا۔

"میں نے اسکے متعلق ساری معلومات حاصل کر لی ہے بس-- ہم اسے ایک اچھے ہستھیار کے طور پر بہتر طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں--!!
لڑکی اپنی بات پر قائم تھی۔

"کچھ دن اور مشاہدہ کرو-- جیسے ہی یقین ہو کہ وہ ایک اچھا ہتھار بن سکتا ہے پھر بتانا--!!"
وہ آدمی شاید انکا بس تھا۔ جو اپنی بات مکمل ہونے کے بعد اٹھا اور ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا۔

دیوار کے سامنے پہنچنے پر ایک دروازہ کھلا اور وہ کہیں اندر غائی ب ہو گیا تھا۔

آج وہ پکا ارادہ کر کے آئی تھی کہ کچھ بھی ہواس نے روحان جبیل کو مکمل نظر انداز کرنا ہے اور جتنا ہو سکے اس سے احتیاط کرنی ہے۔

نو بجے وہ کاج پہنچ جاتی تھی۔ اسے صرف دو لیکچر لینے ہوتے تھے دونوں ایک ہی کلاس کے ایک کمیسری تصیوری کا اور ایک پریکٹسکل کا باقی وقت اسے بیٹھ بیٹھ کر گزارنا پڑتا تھا۔ نا وہ دیر سے آسکتی تھی اور نا پہلے جا سکتی تھی۔ یہ کاج کے قوانین کے خلاف تھا۔

پہلا لیکچر دس بجے شروع ہوتا تھا اور دوسرا سارا ہے بارہ بجے۔

لیکچر اچھی طرح تیار کرنے پر وہ کلاس میں داخل ہوئی تھی۔

رشنا، پرنسپل کی بیٹی اور آر جے کی فریند،

ایک دن آنے کے بعد دوبارہ نظر نہیں آئی تھی البتہ روحان جبیل وقتاً فوقتاً اپنی شکل دکھاتا رہتا تھا۔

وہ کلاس میں نہیں تھا۔

حanim نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ اس نے پر اعتماد طریقے سے لیکچر دیا تھا اور سٹوڈنٹس کے سوالات کے جواب بھی دے چکی تھی۔

"میم کیا ہم دوسرے لیکچر میں پڑھائی ہی کے علاوہ کسی موضوع پر بات کر سکتے ہیں؟؟" یہ حفصہ تھی جو بہت ہی اچھی اور با ادب بچی تھی۔

"جی کیوں نہیں۔۔ مجھے اچھا لگتا ہے ہر طرح کے موضوع پر بات کرنا۔۔"
حانم خوشلی سے مسکرائی تھی۔
لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ وہ طوفان دوسرے لیکچر میں موجود ہو گا۔

"کیسے ہو حشام بیٹا خیریت سے پہنچ گئیے تھے نا تم؟؟"
بی جان نے اسے فون کیا تھا۔

"جی بی جان۔۔ اللہ کا شکر خیریت سے پہنچ گیا تھا۔
آپ سنائیں کیسی ہیں اور حولی میں سب خیریت ہے نا؟؟"
"سب خیریت سے ہے۔۔ روحان کیسا تھا؟؟"
بی جان کو اسکی فکر زیادہ تھی۔ وہ پیرس فون کر کے حشام یہ پوچھ رہیں تھیں وہ کیسا ہے؟
کیونکہ اسکا زیادہ علم حشام کو ہوتا تھا۔

"جی بی جان وہ ٹھیک ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا ہونا چاہیئے۔۔!!
حشام نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو تم؟ کھانا کھالیا تم نے؟؟"

"جی بی جان کچھ دیر پہلے یونیورسٹی سے آیا تھا پھر کھانا کھایا گھر میں ہی عصر کی نماز پڑھی ہے ابھی۔۔۔ آپکو فون کرنے والا تھا لیکن پہلے آپکا آگیا۔۔۔!!

"ماشاء اللہ میرا بچہ اللہ تمہیں سلامت رکے اور سیدوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔۔۔ آمین۔۔۔!!

بی جان نے بیٹھے بیٹھے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالی تھیں۔

کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد بی جان نے فون بند کیا تھا۔

وہ مسکراتا ہوا بستر پر لیٹا تھا۔ باہر طرف باری نے پورے پیرس کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کی تھیں جب اسکے کانوں سے آواز ٹکرائی۔

"وہ لیکھر پر بالکل نہیں دھیان دیتا۔۔۔!!"

ایک تیز روشنی کی چمک اسکی ٹھوڑی سے ابھری اور پل میں مدھم ہو گئی تھی۔۔۔"

حشام نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔

ام حانم کا چہرہ اسکی نگاہوں میں گھوم گیا تھا۔

وہ الجھا ہوا تھا۔ شاید اسے پوچھنا چاہیے تھا کہ اسکی چن پر وہ موتی جیسا کیا ہے جو ایک چمکتا ہے اور پھر مدھم ہو جاتا ہے۔

"اف حشام بن جبیل کس بات کو لے کر سوچ میں پڑ گئی سے ہو تم-- سو جاؤ سکون سے--!!

اس نے خود کو ڈپٹا تھا اور پھر آنکھیں موند لی تھیں۔

لیکھر لینے کے بعد وہ کمپیوٹر لیب میں آگئی تھی۔ اسے کچھ سوال پیشان کر رہے تھے۔ خاص طور پر اپنے خواب-- وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتی تھی کہ اسے خواب میں آگ جلا دیتی ہے۔ کوئی می اسے آگ میں پھینک دیتا ہے۔

لیکن وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ خواب کیوں آتے ہیں--؟؟ اسکے پاس انٹرنیٹ کی سولت موجود نہیں تھی۔ لحاظہ کاچ کی یہ لیب اسکے لیے فائدہ مند ثابت ہو رہی تھی۔

کمپیوٹر لیب میں کلاس ہو رہی تھی۔

"ہمدر مارنگ میم"

ایک سٹوڈنٹ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اتنے دنوں میں کافی سٹوڈنٹس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ وہاں ٹیچر ہے لحاظہ اب وہ اسے سلام کر دیتے تھے۔

"سر آپکو کوئی مسئی لہ تو نہیں ہو گا اگر میں کمپیوٹر استعمال کرلوں--؟؟"

حanim نے کلاس لیتے سر سے پوچھا تھا۔

"نہیں کوئی مسئی لہ نہیں آپ کام کر سکتی ہیں--!!

"شکریہ--"

وہ مسکرا کر کہتے ہوئے ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی۔

"هم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟؟"

کمپیوٹر آن کرنے کے بعد اس نے گوگل پر سرچ کیا تھا۔

نیچے بہت سے آرٹیکل تحریریں اور کوڈیشنر نکل آئی تھیں۔

وہ اپنی متعلقہ تحریر ڈھونڈ رہی تھی۔ اور پھر اسکی نظر ایک آرٹیکل پر پڑی تھی اور پھر اس پر کلک کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔

"#روز_کا_پاگل_پن--!!!"

کل میں جس کیفیت کا شکار ہو گیا تھا اس کو صریح پاگل پن ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ اس پر شک کا اظہار کریں تو میں اس کی پانچ وجوہات پیش کروں گا۔

محبھے وہ چیزیں نظر آ رہی تھیں جو موجود ہی نہیں تھیں، وہ سنائی دے رہا تھا، جو کوئی کہہ ہی نہیں رہا تھا۔

میں ان چیزوں کو چ سمجھ رہا تھا جن کا ہونا ممکن ہی نہیں۔

محبھے وقت، جگہ اور اشخاص کے بارے میں کنفیوژن تھی۔

میری جذباتی کیفیت میں تیزی سے تبدیلیاں آ رہی تھیں۔

محبھے پر بیتے تجربات میری یادداشت سے محو ہو گئے ہیں۔ (اور شکر ہے کہ ایسا ہوا)۔

Hallucination, Delusion, Disorientation, Affectively

Labile, Amnesia

یہ پانچوں کیفیات مجھ پر طاری تھیں۔ اور آج یہ پھر میرے ساتھ ہو گا اور آپکے ساتھ بھی۔ میں خواب دیکھ رہا تھا۔

اس بارے میں ہمیں اب ہی کچھ معلوم ہونا شروع ہوا ہے لیکن دماغ کی یہ حالت جو ریم نیند کھلاتی ہے اور اس کے ساتھ ہونے والے یہ ذہنی تجربات جس کو خواب کہا جاتا ہے، نہ صرف نارمل بائیولوجیکل اور نفسیاتی حالتیں ہیں بلکہ انتہائی ضروری بھی۔

پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں کھوپڑی پر الیکٹرود رکھ کر کی جانے والی ریکارڈنگ سے سائنسدانوں کو پہلی بار دماغ میں حالتِ خواب جاری ایکٹیویٹی کا اندازہ ہونا شروع ہوا۔ لیکن اس دورانِ دماغ کی تحری ڈائلائنل تصویر بنانے کیلئے ہمیں اکیسویں صدی میں دماغ کے ایج والی مشینوں کا انتظار کرنا پڑا۔ اور یہ شاندار مناظر اس قابل تھے کہ ان کے لئے اتنا طویل انتظار کیا جائے۔

اس سے ہونے والے بیک تھروز سے سکمنڈ فرائیڈ کے خیالات غلط ثابت ہو گئے جن کا تعلق ناکمل خواہشات سے تھا۔ ایک صدی تک یہ سائیکولوجی اور سائیکلیٹری پر چھائے رہے تھے۔

فرائیڈ کی تھیوری میں کچھ اچھی باتیں تھیں، لیکن ان میں گہری کمزوریاں تھیں۔ ریم نیند کی نیوروسائٹسی نگاہ سے ہم سائنسی لحاظ سے ٹیسٹ ابیل تھیوریز دینے کے قابل ہو گئے ہیں کہ ہم خواب کیسے دیکھتے ہیں۔ کس چیز کے بارے میں دیکھتے ہیں اور سب سے اہم یہ کہ کیوں دیکھتے ہیں۔

جب ہم الیکٹرود کے ذریعے دماغ کی ایکٹیویٹی کو دیکھتے ہیں تو یہ ایک شور سنائی دیتا ہے، جیسا کہ کسی سٹیڈیم میں تماشائی اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہوں اور یہ نہیں پتا لگتا کہ کونسی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ کوئی حصرہ خاموش ہے اور کس سٹینڈ سے اوپر نظرے لگ رہے ہیں۔ لیکن ایم آر آئی سکنیر اس سٹیڈیم کو ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے جن میں ایکٹیویٹی کی پیمائش الگ الگ کی جا سکتی ہے اور اس سب ایکٹیویٹی کی تحری ڈی تصویر بن سکتی ہے یعنی دماغ کے درمیان میں کیا ہوا ہے۔ اوپر، نیچے کیا چلا رہا ہے۔ پہلی بار ان گھرے سڑکوں تک پہنچنا ممکن ہوا جو پہلے چھپے ہوئے تھے۔

جب خواب شروع ہوتا ہے تو ایم آر آئی سکین دکھاتا ہے کہ کئی جگہ روشنیاں جل اٹھیں۔ چار ایلے حصے ہیں جماں پر زیادہ ایکٹیویٹی ہے۔ دماغ کے پیچھے بصری حصوں میں، جن سے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ موڑ کورٹیکس میں، جو حرکات کرنے والا حصہ ہے۔ یپو کمپیوٹر اور آس پاس کے علاقے میں جو شخصی یادداشت سے متعلق ہے۔ اور دماغ کے گہرے جذباتی مرکز اگدلا اور سنگولیٹ کورٹیکس، جو جذبات کو پیدا اور پر اس کرتے ہیں۔ خواب کی حالت میں جذباتی حصوں میں ہونے والی ایکٹیویٹی جائے والی حالت کے مقابلے میں تیس فیصد زیادہ ہوتی ہے!

ایک اور حیران کرنے چیز یہ تھی کہ دماغ کے کچھ حصے تو جیسے بند پڑے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر دائیں اور بائیں اطراف کے پری فرنٹل کارٹیکس۔ یہ وہ حصہ ہے جو دماغ کے چیف ایگزیکٹو کام کرتا ہے۔ سوچ کو ترتیب دیتا ہے اور منطقی رکھتا ہے۔

خواب کو ہم ایسی حالت کہہ سکتے ہیں جماں حرکت، جذبات، بصارت اور یادداشت تو ایکشن میں ہیں لیکن منطق کا خاص دخل نہیں۔ اب ہم خواب کی دنیا کو قریب سے جانچنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ خواب میں جذبات کی شدت ہے یا دوڑ بھاگ زیادہ ہے۔ لیکن کیا ہم خواب کی نیچر سے بڑھ کر یہ بتا سکتے ہیں کہ خواب کس بارے میں ہے؟ (کوئی خاتون ہیں یا گاڑی ہے یا پھر کھانے کی چیزیں نظر آ رہی ہیں)۔

(جوں جوں وہ تحریر پڑھ رہی تھی اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔
اسکے ارد گرد کیا ہو رہا تھا وہ سب بھول گئی تھی۔)

=> جاپان میں 2013 میں ڈاکٹر یوکی یاسو کامی ٹانی کی تحقیقاتی ٹیم نے اس کوڈ کو پہلی بار کھولا اور ہمیں ایک مشکل ایتھنیکل مقام پر لے گئے ہیں۔ یہ صرف تین افراد پر کیا گیا اور نتائج ابتدائی شکل میں ہیں۔ اس میں ان افراد کے کئی روز تک ایم آر آئی سکین کئے گئے۔ جب یہ سو جاتے تھے تو خواب کے بعد ان کو جگا کر پوچھا جاتا تھا کہ انہوں نے کیا دیکھا۔ خواب کی یہ رپورٹ لی جاتی تھی۔ ”میں نے ایک بڑا کانسی کا مجسمہ دیکھا، میں ایک چھوٹی پہاڑی پر تھا اور نیچے گھر، سر کیس اور درخت تھے۔“

اس طرح کی رپورٹ اکٹھی کر کے اس کی بیس کیٹا گیاں بنائی گئیں جس کے خواب عام طور پر آتے تھے۔ گاڑیاں، کتابیں، فرنچر، کمپیوٹر، مرد، خواتین، کھانا۔ ان رپورٹ سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ایک شخص کی ان موضوعات پر بہن ایکٹھیویٰ کیسی رہتی ہے۔ اس کو ٹیکسٹ کرنے کیلئے جاگتی حالت میں ایسی تصاویر دکھائی گئیں اور پھر یہ ایکٹھیویٰ دیکھی گئی کہ کیا یہ ویسے ہی ہے۔ یہ کام کسی جرم والے منظر میں ڈی این اے کی ٹیسٹنگ جیسا تھا۔

اس سب کو دیکھ کر سائنسدان اس قابل ہو گئے کہ ایم آر آئی کی تصویر دیکھ کر یہ بتا دیتے تھے کہ سونے والا خواب میں کسی مرد، کسی خاتون، کنٹ، بستر، پھول یا چاقو کے بارے میں دیکھ رہا ہے۔ وہ اس شخص کا ذہن پڑھ رہے تھے۔

یہ پرفیکٹ تو نہیں لیکن کامیابی کا تناسب اچھا رہا۔ اور اس سے یہ نہیں پتہ لگ سکتا تھا کہ کونسی والی خاتون خواب میں ہیں۔ لیکن یہ پتا لگ سکتا تھا کہ خواب میں کمپیوٹر گیم نہیں کھلی جا رہی۔ اسے خواب ڈی کوڈ کرنے کا پہلا قدم کہا جا سکتا ہے۔ اس ناج سے کئی دماغی امراض میں مدد مل سکتی ہے۔ خاص طور پر ٹrama کی صورت میں آنے والے ڈراؤنے خوابوں میں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک تنگ کرنے والا علاقہ ہے۔ اپنے خواب ایک بڑی ہی پرائیویٹ چیز رہی ہے۔ ہمارا اپنا انتخاب رہا ہے کہ ہم کس خواب کو شیئر کریں اور کس کو نہیں۔ اس تجربے میں لوگوں نے اپنی رضامندی دی تھی۔ لیکن کیا یہ کبھی سائنس سے بڑھ کر فلسفہ اور اسٹکس کے علاقے میں پہنچ جائے گا؟ کیا ہم مستقبل قریب میں خواب کو اچھی طرح ڈی کوڈ کر سکیں گے؟ ایسے عمل کو جس پر، مساوائے ایک بہت چھوٹی اقلیت کے،

ہمیں خود کوئی اختیار نہیں؟ اور جب یہ ہو جائے گا تو کیا خواب دیکھنے والے کو اس کے خواب کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ کیا اس طریقے سے اس کی شخصیت کے بارے میں قیاس آرائی کرنا لگانا ٹھہیک ہو گا؟ کیونکہ یہ تو ایک ایسا عمل ہے جس کا شعوری طور پر آرکیٹک وہ خود نہیں؟ اور اگر وہ نہیں، تو پھر کون؟ یہ کچھ مشکل سوالات ہیں جن کا سامنا ہمیں کرنا پڑ سکتا ہے۔

#Wahara_Umbakar

پندرہ منٹ بعد ہر لفظ سمجھ کر پڑھنے پر اسے کچھ لکلیئی رہوا تھا لیکن بہت سے سوالات ابھی بھی ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

آج وہ کلاس میں موجود تھا۔

حanim اسے دیکھ کر ایک پل کیلیے ڈگئی تھی۔ وہ سیاہ رنگ کی ہڈی پہننے ہوا تھا جو اسکے آدھے چہرے کو چھپا کر رکھتی تھی۔

جس شخص نے خواب میں اسے دھکا دیا تھا وہ بھی ایسے ہی ڈریس میں ملبوس تھا۔

حanim نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔ اور اسے حیرت ہو رہی تھی

کہ مقررہ وقت پر وہ کیسے آگیا؟
لیکن اسکی نظریں ابھی بھی کھڑکی سے باہر تھیں۔
حامن نے شکر ادا کیا تھا۔
وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔

"میم کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟؟"
ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"جی بالکل۔"
وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی کچھ دلچسپ موضوعات پر ان سے بات کر لیتی تھی۔

"میم مجھے خواب کیوں آتے ہیں؟؟"
اسکے سوال پر حامن چونکی تھی۔ وہ خود بھی اسی سوال کا جواب ڈھونڈ رہی تھی۔

"کیونکہ ہم سوتے ہیں بدھو۔!!
کسی نے اسکا مذاق اڑایا تھا اور پوری کلاس میں دبی سی ہنسی گونج گئی تھی۔

"بہت اچھا سوال ہے آپکا۔۔ خوابوں کا ذکر اسلام میں بھی ہے۔"

حضرت مُحَمَّد ﷺ نے فرمایا تھا کہ "ہمیں اپنے خوابوں پر دھیان دینا چاہیے وہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے پیغام ہوتے ہیں"

لیکن کبھی کبھی شیطان ہمیں بہکا دیتا ہے۔

ہر خواب اللہ کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ ایسے خواب جن کا ہماری زندگی سے گمرا تعلق ہوتا ہے وہی سچے ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ہمیں خبردار کر دیا جاتا ہے آنے والے خطرات سے۔۔ بعض اوقات ہم سارا دن جو سوچتے ہیں جو چیز ہمیں پریشان کرتی وہ اکثر خواب کا روپ دھار لیتی ہے۔

"میں کیا ہر انسان کا خواب سچا ہوتا ہے؟؟"

"نہیں۔۔ ضروری نہیں۔۔ اصحابِ کشف لوگ نیک ہوتے ہیں۔۔ اور۔۔

"میرے بارے میں کیا خیال ہے مس۔۔ میں اپنے خوابوں کو کنٹرول کر سکتا ہوں۔۔ میں ہوں۔۔ اور میرا ہر خواب سچا ہوتا ہے جبکہ میں کسی بنانے ایک Lucid dreamer والے کو نہیں مانتا۔۔۔؟؟"

سب سے پیچھے بیٹھے آر جے کی آواز کلاس روم میں گونجی تھی۔ حانم تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

میرے بارے میں کیا خیال ہے مس۔۔ میں اپنے خوابوں کو کنٹرول کر سکتا ہوں۔۔ میں ایک "Lucid dreamer" ہوں۔۔ اور میرا ہر خواب سچا ہوتا ہے جبکہ میں کسی بنانے والے کو "نمیں مانتا۔۔؟"

سب سے پیچھے بیٹھے آر جے کی آواز کلاس روم میں گونجی تھی۔ حانم تو اسکی بات سن کر دنگ رہی تھی۔

اسکی آنکھیں ہڈی میں چھپی ہوئی تھیں جبکہ صرف ہونٹ نظر آرہے تھے۔ البتہ اسکا چہرہ حانم کی طرف تھا۔ اس وقت حانم کو اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔ عجیب مخلوق تھا وہ۔۔ پراسرار۔۔ خطرناک اور پتا نہیں کیا کیا۔۔

آج اسے دیکھ کر بار بار حانم کو اپنا خواب یاد آرہا تھا۔

کیا وہ روحان جبیل ہی تھا جس نے مجھے دھکا دیا تھا؟؟
حانم نے ایک بار سوچا اور پھر جھر جھری لے کر رہ گئی تھی۔

"بولیے ناٹھر جی-- کیا خیال ہے آپکا میرے بارے میں--!!"
وہ طنز کر رہا تھا۔

"آپکے ماننے یا ناماننے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی مسٹر روحان جبیل--- اگر آپ کسی
بنانے یا پیدا کرنے والے کو نہیں مانتے تو اسکی بنائی کوئی چیز بدل کر دکھادیں۔ کیا آپ
کر سکیں گے؟؟"

حanim کا لجھ بھی تلخی یہ ہوا تھا۔

وہ ہنسا تھا۔ اور پھر ہستا چلا گیا۔

حanim کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔

اس سے پہلے کوئی می کچھ کہتا وہ اٹھا اور کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ حanim ایک گھر
سانس لے کر رہ گئی می تھی۔

"میم کیا جانور بھی خواب دیکھتے ہیں--؟؟"

کلاس کے ماحول کو بہتر بنانے کیلیے ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"جی میں زیارہ نہیں جانتی لیکن سائینس کچھ کہتی ہے اسکے متعلق-- وہ میں آپ لوگوں کو بتا دیتی ہوں--!!
کچھ پل ٹھہر نے کے بعد وہ بولنا شروع ہوئی تھی۔

خواب - جانوروں کے، انسانوں کے

ایک روز میں ہمارا دماغ تمین بہت مختلف شعوری حالتوں میں سے گزنتا ہے۔ ایک وہ والی جس میں آپ اس وقت ہیں۔ اگر آپ کے سر پر الیکٹرود لگا کر برین ویو دیکھی جائیں تو ہر سینکڑ میں تمیں سے چالیس بار اوپر اور نیچے ہو رہی ہوں گی جیسے تیز ڈھول نج رہا ہو۔ اس کو فاست فریکونسی برین ایکٹیویٹی کہا جاتا ہے۔ یہ پیڑن بے ہنگم ہو گا۔ یعنی اگر اس کو آواز میں تبدیل کیا جائے (جو کیا جا سکتا ہے) تو اس پر رقص نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی ردھم نہیں ہے۔ جب بستر پر کروٹیں بدلتے آپ نیند میں پلے گئے تو یہ شعوری حالت میں ہونے والی ایک تبدیلی ہے، اس وقت برین ویوز ایک بڑے ترتیب والے لیکن سست پیڑن میں چلی جائیں گی۔ یہ نان نیند ہے۔ اس میں آپ کا شعور آف ہو گیا۔ تیسرا حالت وہ ہے جب آپ NREM (خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت آنکھ تیزی سے ہلتی رہتی ہے۔ اس کو ویڈ آئی مومونٹ یاریم) نیند کہا جاتا ہے۔ اس میں دماغ کی ایکٹیویٹی جانے والی حالت کے قریب قریب REM ()

ہوتی ہے۔ نیند پر ریسرچ کرنے والے بہت ہی آسانی سے بتا سکتے ہیں کہ کب خواب شروع ہوا اور کب ختم۔ ایک رات میں سوتے وقت نوے منٹ کے سائیکل میں ریم اور نان ریم سلیپ کا سائیکل چلتا ہے۔

دوسرے جانداروں میں بھی ایسا ہی ہے؟ جتنے بھی جانداروں میں ہم پیمائش کر سکتے ہیں، ان میں سے تمام نان ریم کی نیند کی حالت کا تجربہ کرتے ہیں۔ البتہ کیرے، جل تھلیے، مچھلیاں اور اکثر رینگنے والے جانور ریم کی واضح حالت میں داخل نہیں ہوتے۔ پندے اور ممالیہ مکمل طور پر ریم کی حالت میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی یہ خواب دیکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ارتقا کی تاریخ میں خواب کی انٹری کچھ دیر سے ہوئی۔

”میم جو جانور سمندر میں رہتے ہیں اور تیرتے ہیں؟؟ کیا وہ مکمل نیند میں داخل ہوتے ہیں؟“

”نهیں--“

حامن نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

اس میں استثنایاً سمندری جانور وہیں اور ڈولفن ہیں۔ اس کی ایک اچھی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ ریم نیند کے دوران ہمارا جسم مکمل طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے تا

کہ ہم خواب میں مناظر پر ایکشن اپنے بازو اور ٹانگوں سے نہ لیں۔ پانی کے جانوروں کے لئے تیرنا ضروری ہے۔ انہیں سطح پر آکر سانس بھی لینا پڑتا ہے۔ اگر یہ مکمل طور پر مفلوج ہو جائیں تو ڈوب جائیں گے۔

جب ہم ایک اور طرح کا گروپ دیکھتے ہیں جن میں فرسیل جیسے ممالیہ جانور ہیں جو کچھ وقت سمندر میں ہوتے ہیں اور کچھ وقت پانی میں۔ جب یہ زمین پر ہوتے ہیں تو ان کی نیند میں ریم اور نان ریم دونوں ہوتے ہیں، جب یہ سمندر میں سوتے ہیں تو نان ریم یا بالکل ختم ہو جاتی ہے یا پہلے سے دسویں حصے سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ جب خشکی پر آتے ہیں تو پھر ریم نیند شروع۔

ایک وقت میں خیال تھا کہ انڈے دینے والے ممالیہ جیسا کہ پلاٹیپس ریم نیند نہیں رکھتے۔ لیکن پھر پتہ لگا کہ یہ بھی رکھتے ہیں، البتہ اس کا ایک مختلف ورثن ہے۔ ان کا کورٹیکس (دماغ کا بیرونی سطح والا حصہ) اس نیند کی لمبیں نہیں رکھتا لیکن جب اس کو گہرا کر کے دیکھا تو دماغ کی بیس پر خواب والی اس نیند کی خوبصورت برقی ایکٹیویٹی نظر آئی اور یہ کسی بھی دوسرے ممالیہ سے زیادہ تھی۔

خواب والی نیند کی یہ ایک شکل حال میں ایک آسٹریلین چھپکلی میں نظر آئی ہے۔

"نان ریم نیند کی ارتقائی تاریخ زیادہ پرانی ہے لیکن کیا یہ والی نیند خواب والی نیند سے زیادہ اہم ہے؟"

ایک اور سوال ابھرا تھا۔

نمیں-- اس کا جواب نفی میں ہے۔ ہم تیزی سے دریافت کر رہے ہیں کہ اس کی اہمیت گرم خون والے جانوروں کے جسم کے بہت سے فناشتر میں ہے۔ جذبات کی ریگولیشن، یادداشت کی ایسوی ایشن، تخلیقی صلاحیت، جسم کے درجہ حرارت کی ریگولیشن اور دل کی صحت کا اس پر اثر ہوتا ہے۔

نیند ایک ایسی چیز ہے جس میں انسان تمام ایپس سے بہت مختلف ہے۔ نیو ولڈ اور اولد ولڈ منکی میں تمام کی نیند دس سے پندرہ گھنٹے کے درمیان ہے اور تمام پرائمیٹ میں خواب والی نیند کا دورانیہ نو فیصد ہے۔ انسان کی نیند آٹھ گھنٹے ہے اور خواب والی نیند کا دورانیہ بیس سے پچس فیصد ہے۔ تقریباً تمام پرائمیٹ درختوں کی شاخوں پر یا گھونسلا بنا کر سوتے ہیں۔ گمیٹ لیپ پہنچا گھونسلا ہر روز بناتے ہیں۔ جبکہ انسان زمین پر سوتے ہیں (یا اس سے تھوڑا سا اوپر بستر پر)۔

زمین پر سونے کا مطلب یہ تھا کہ خطرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے نیند کا دورانیہ کم ہو گیا۔ فطرت کا خوبصورت حل نیند کا زیادہ گمرا ہونا تھا۔ اس کیلئے خواب والا حصہ بڑھ سکتا تھا۔ گرنے کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے خواب والے حصے کی نیند کا دورانیہ زیادہ ہو سکتا تھا۔ خواب والا حصہ بڑھنے کا مشتبہ تعلق تخلیقی صلاحیت اور جذبات سے ہے۔ انسان کی ایک بڑی خاصیت اس کا سو شل ہونا ہے۔ خواب والی نیند جذبات اور چہروں کو پہچان کے لئے ضروری ہے۔ یہ اس خواب والے حصے کی نیند کی وجہ سے ممکن ہوا۔ کم مگر گمرا نیند سے ضرورت پوری کرنے کا مطلب یہ رہا کہ جائے کے دورانے میں اضافے سے جائے والی شعوری حالت کے لئے اضافی وقت مل گیا۔ تخلیقی صلاحیت میں بہتری، بہتر معاشرتی تعلقات اور دستیاب ہونے والا اضافی وقت۔۔۔۔۔

خواب تو بہت سے جانور دیکھتے ہیں لیکن انسان جیسے نہیں۔ تو اگر چمپینزی یا گربٹ لیپ یا کوئی بھی دوسری نوع چاند پر نہیں پہنچ سکی، کمپیوٹر نہیں بن سکی، ویکسین ایجاد نہیں کر سکی تو اس میں ایک وجہ ہمارے خواب ہیں۔ اور یہ محاورے والے نہیں، سوتے میں دیکھے جانے والے خواب ہیں۔

حائف خاموش ہوئی تھی۔ پوری کلاس میں گھری خاموش چھائی تھی اور پھر کلاس تالیوں سے گونج اٹھی تھی۔

”میم آپکو یہ سب کیسے بتا ہے؟“
حفصہ نے سوال کیا تھا۔

”آپ جس چیز میں دلچسپی لیں گے اسی کے متعلق جانیں گے۔ اور میرا خیال ہے کہ آپکی پسند کی چیزیں جنہیں جاننے کا تجسس آپکے اندر ہو۔۔ وہ خود بخود آپ تک پہنچادی جاتی ہیں۔۔!!“
کلاس کو اسکی بات سمجھ آئی تھی یا نہیں لیکن وہ اندرونی طور پر پرسکون تھی۔

سفید روئی کے گالوں جیسی بrstی برف میں وہ ایفل ٹاور کے پاس بیٹھی تھی۔
سر سے پاؤں تک اونی کوٹ میں چھپی ہوئی تھی۔

سفید برف جو مسلسل اس پر پڑ رہی تھی اس میں چھپی وہ برف کی شہزادی لگ رہی تھی۔
نظریں بار بار چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ شاید آج پھر اسے کسی کا انتظار تھا۔

اس نے سر اٹھا کر شان و شوکت سے کھڑے ٹاور کو دیکھا جسکا آخری سراتیز پڑتی برف میں
چھپ سا گیا تھا۔

لوگ اس موسم کا بھرپور فائی دہ اٹھار ہے تھے۔
کیمرے کی آنکھوں میں وقت کو قید کیا جا رہا تھا۔ جبکہ وہ انتظار کی سولی پر لٹک رہی تھی۔

"تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ آئے گا ماہی؟؟"

ایلا نے اسکے قریب آتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ خود بھی اونی کوٹ میں چھپی ایک بھالو لگ رہی تھی۔

"میرا دل کہہ رہا ہے وہ ضرور آئے گا ایلا۔!!"

ماہی نے نیلے پڑتے ہونٹوں سے مسکرا کر کہا تھا۔
انتظار میں بھی ایک عجیب سالطف تھا۔

"ٹھیک ہے ہم کچھ دیر اور انتظار کر لیتے ہیں۔!!"

ایلا اتنا ہی کہہ پائی می تھی۔

"دیدار یا ر نہیں ہوتا تو یہ لب بھی نہیں مسکراتے"
 "آ بھی جاو کہ مسکراہٹ _____ تیرے انتظار میں ہے"

جب سے وہ پرس آیا تھا اسکے ساتھ عجیب سا معاملہ ہو رہا تھا۔

جہاں بھی اسے روشنی نظر آتی ناجانے کماں سے ام حنم کا چہرہ اسے یاد آ جاتا تھا۔

اس نے گاڑی اپنی مطلوبہ جگہ پر روکی تھی۔ اور پھر گلے میں پڑے مفلر کو ٹھیک کرتے وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔

تیز برف باری نے ٹریفک کو مشکل بنادیا تھا۔ جانے وہ کتنی مشکل سے یہاں پہنچا تھا۔

پارکنگ ایریا سے ٹاور تک پہنچنے میں برف کے گالوں نے اسکے بھورے بالوں کو سفید کر دیا تھا۔ گھٹنؤں تک آتا کوٹ پہننے وہ حولی میں موجود حشام سے بالکل مختلف لگ رہا تھا۔

ٹاور کے پاس پہنچ کر وہ رک گیا تھا۔

"میں اب تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں حشام بیٹا۔۔!!"

بی جان کے الفاظ اسکے کانوں سے ٹکرائے تھے۔

"بھائی می کیلیے کوئی می بہت پروقار لڑکی ہونی چاہیے جو انکی مضبوط شخصیت کا مقابلہ کر سکے۔۔"

دور کہیں مذکور کے لفظوں نے اپنا آپ منوایا تھا۔

" بتائیں نا بھائی می آپکو کسی لڑکی چاہیے۔۔؟؟"

"بی جان مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔ ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔۔!!
اسکے کیلیے بہت مشکل تھا ان دونوں عورتوں کو سمجھانا۔

"منگنی تو کی جا سکتی ہے نا۔۔!!"

مذکور بضد تھی۔

" بتادیں بھائی می آپکو کسی لڑکی پسند ہے؟؟ کوئی می پسند کی ہوئی می ہے تو وہ بھی بتادیں۔۔!!"

"ایسا کچھ نہیں ہے مذکہ---"

وہ اکتا گیا تھا باتیں سن سن کر--

"پھر بھی--- کوئی ہی تو خاص بات بتائیں تاکہ لڑکی ڈھونڈنے میں ہمیں آسانی ہو۔۔۔؟؟"
مذکہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بی جان جیسی شخصیت ہوا سکی۔۔۔ بار عرب۔۔۔ باوقار۔۔۔ جو اس عالیشان حولی میں آئے تو
اس حولی کا وقار کہیں دبتا محسوس ہو۔!!"
وہ اپنی پسند بتا چکا تھا۔

"اسکا مطلب آپ ساری عمر کنوارے رہنا چاہتے ہیں---؟"
مذکہ نے اسکی پسند کا سن کر برا سا منہ بنایا تھا۔

"میں اس حولی کیلیے ایسی ہی دلمن لاؤں گی۔۔۔!!
بی جان مسکرا دیں تھیں۔-

"نمیں لے گی بی جان۔۔ میری بات لکھ لیں۔ آج کل ک نازک لڑکیاں حشام بن جبیل کے معیار پر پورا نمیں اتر سکتیں۔۔!!
وہ بید سے اتری جوتے پہنچتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"کوئی می پسند ہے تو بتا دو۔۔!!"

اسکے جانے کے بعد بی جان نے پوچھا تھا۔

"بی جان ایسا کچھ نمیں ہے۔۔ میں بتا چکا ہوں مجھے ابھی شادی نمیں کرنی اور جہاں آپکی مرضی ہوگی میں وہیں کرلوں گا لیکن کروزگا اپنے وقت پر۔۔ آپ بیشک لڑکی ڈھونڈ لیں مگر جب تک میں ناکھوں شادی نمیں ہوگی۔۔!!"
وہ اپنا حصتی فیصلہ سنا چکا تھا۔

اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تھی۔ سارا آسمان جیسے سفید ہو گیا تھا۔
اچانک اسکے تصور پر سفید ڈوپٹہ اوڑھے روشنی میں بیٹھ ام حنم کا چہرہ ابھرا تھا۔
وہ ایک دم پتوzn کا تھا۔

اپنے جیون ساتھی کے بارے میں اسکی بڑی بڑی ڈیانڈز نمیں تھیں۔
اسے باوقار لڑکیاں اچھی لگتی تھیں۔

وہ بی جان کو کہ آیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے ڈھونڈ لیں۔۔ لیکن ناجانے کیوں بار بار وہ لڑکی اسکے تصور میں ابھرتی تھی۔

"یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔؟"

اس نے اپنا سر جھٹکا تھا جیسے اس طرح کرنے سے وہ دوبارہ اسکے ذہن میں نہیں آتے گی۔

"ایسکیوں می۔۔"

آواز پر وہ پلٹا تھا۔

اسکے سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی۔ اونی کوٹ پہنے برف نے اسے سفید بنادیا تھا۔
چہرے کے اطراف میں بکھرے بالوں پر سفید برف اسے دلکش بنارہی تھی۔

"جی۔۔"

وہ الجھا تھا۔

"آپ حشام بن جبیل ہیں نا؟؟"

وہ کتنی چاہت سے پوچھ رہی تھی جیسے یقین نا ہو سامنے کھڑا حشام جبیل ہی تھا۔

"جی--"

وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

"میں ماہین حمدان-- میں نے آپکو مسیح بھی کیا تھا--!!

ماہین نے ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکیں تھیں۔ اسے لگ رہا تھا اگر ایسا ہوا تو سامنے کھڑا شخص پھر غائیب ہو جاتے گا۔

ماہی کو لگ رہا تھا جیسے سب کچھ تمہم گیا ہو۔

لوگوں کے چلانے کا شور-- سب کچھ جیسے پچھے چلا گیا تھا۔

اسے یاد تھا تو بس اتنا کہ اس شخص کو اس نے بہت چاہا ہے۔ ایک بار دیکھنے کی بہت سی دعائیں مانگی ہیں۔

"مسیح--"

حشام بڑھا یا تھا اور پھر کچھ یاد آنے پر وہ چونکا تھا۔

"اور میں نے آپکو جواب دے دیا تھا مس ماہین حمدان کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے--!!
اسکا لمحہ سخت ہوا تھا۔ اس نے گاڑی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔
ماہین کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

اگر وہ اسکی آنکھوں میں جلتے چراغ جو ایک دم بجھ سے گئیے تھے دیکھ لیتا تو شاید الجھ سخت ناکرتا۔

"لیکن آپ میری بات تو سنئیں۔۔ آپکو یاد ہے ہم یہاں لے تھے۔ اسی جگہ پر۔۔ شاید آپ بھول رہے ہیں!!" وہ اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"رنگ اترے لال گلابی سا کوئی کرتا ہے تیری بات پیا مجھے نیند کی نہ اب چاہ رہی میں یادکروں تجھے ساری رات پیا

تو چاند ہے میرے آنگن کا تیری چمک سے اجلًا گھر بارپیا

تیرے پیار کی دھنک مجھ پہ یوں چڑھی مجھے آئے نہ کوئی رنگ راس پیا

تیرے ساتھ رہوں کھلیں پھول سمجھی

تیرے بعد نہ رہے میری راکھ پیا

میں دھوں بھی نہیں تیری نگری کی

تو ہے میرے سر کا تاج پیا

میری منت ہے تو جو ازوں سے

میں مانگوں تجھے ہر بار پیا

ہے چاہ میری جب مر نے لگوں

تیرے ہاتھ میں ہو میرا ہاتھ پیا ""

"دیکھیں مس مجھے بہت برا لگ رہا ہے کہ میں آپکو بار بار انکار کروں۔۔ آپ خود سمجھ جائیں تو

بہتر ہے مجھے نہیں کرنی دوستی۔۔!!

وہ رکا تھا۔ اب کی بار اسکا لجھ پہلے سے بھی سخت تھا۔

جبکہ ماہی کچھ بول نہیں پائی تھی۔

مرد کی فطرت ہے جو عورت خود اسکے پاس چل کر آئے وہ اسے کبھی پسند نہیں آتی۔
ماہی شاید یہ نہیں جانتی تھی۔

وہ چلا گیا تھا۔ جبکہ برف کی شہزادی برف پر کھڑی رہ گئی تھی۔
اسکی آنکھوں میں آئی می نمی نے ہر چیز کو دھنڈا کر دیا تھا۔

حanim پرنسپل کے آفس میں موجود تھی۔ آج پھر اسکا بلاوہ آیا تھا۔
اسکا نخا سادل پھر کانپ رہا تھا۔
اس نے پریشان نظروں سے اپنے سامنے براجمان پرنسپل کو دیکھا جنکے ہاتھوں میں کچھ ٹیکٹ
تھے۔

جبکہ دوسری جانب دیوار کے ساتھ رکھے صوفے پر اس نے روحان جبیل کو دیکھا تھا جو ٹانگ پر
ٹانگ جمائے ببل چجانے میں مصروف تھا۔
اسکی چھرے پر سنجیدگی جبکہ آنکھوں میں گرمی شرارت تھی۔
وہ سمجھ گئی تھی کہ آج پھر کچھ غلط ہونے والا تھا اسکے ساتھ۔ کیونکہ جہاں آر جے ہو
وہاں کبھی کچھ تمہیک نہیں ہو سکتا تھا۔

"مس ام حانم---"

پرنسپل نے موئے شیشیوں والی عینک کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

"لیں مسیم---"

حانم نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ پوری توجہ سے ناتولیکچر لیتی ہیں بلکہ ٹیسٹ بھی دھیان سے چیک نہیں کرتیں--"

"جی---؟"

اس الزام پر وہ بوکھلا گئی تھی۔

"جی-- مجھے آپکی کلاس کے کچھ سٹوڈنٹس نے بتایا ہے---!!
پرنسپل کی بات پر اس نے چونک کر آرچے کی طرف دیکھا تھا جسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔

"یہ دیکھیں مس ام حانم-- یہ چیک کیے ہوئے ٹیسٹ آپکی لاپرواہی ثابت کر رہے ہیں"
پرنسپل نے کہتے ہوئے ٹیسٹ کا بندل اسکی طرف پھینکا۔

حائزہ نے کانپتے ہاتھوں سے ٹیسٹ اٹھا کر دیکھنے شروع کیے ری چیلینگ کی گئی تھی۔ اس دن دوسری بار خواب دیکھنے کے بعد اسے نیند نہیں آ رہی تھی تو اس نے غائی ب دما غنی سے ٹیسٹ چیک کرنا شروع کر دیے تھے۔

صرف ایک ٹیسٹ ایسا تھا جس پر وہ ٹھیک سے توجہ نہیں دے پائی تھی۔

"سوری میم دراصل ابھی میں نے ری چیلینگ نہیں کی تھی۔ تو۔۔

"تو۔۔ کیا اگر آپ نے ری چیلینگ کرنی تھی تو پھر بناری چیلینگ کے مجھے کیوں بخواہئے گئے یہ ٹیسٹ؟؟" پرنسپل سختی سے پوچھ رہی تھیں۔

"میم۔۔ یہ ٹیسٹ مجھے سٹاف روم کے باہر نیچے پڑے ہوئے لے تھے۔ چیک کیے ہوئے تھے مجھے لگا میم حائزہ نے آپکو ہی دینے ہو گئے اس لیے میں خود دینے آگیا۔۔!!" روحان جبیل معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میم حائزہ نے ابھی ری چیک نہیں کیے۔!!" اور حائزہ کا دل کر رہا تھا کہ کوئی می چیز اٹھا کر وہ آرچے کے سر میں دے مارے۔

"آئی نہ خیال کھیے گامس حانم۔۔ اب آپ جا سکتی ہیں" پرنسل کے حکم پر وہ خاموشی سے باہر نکل آئی تھی۔ دل تو بہت تھا کہ اپنی صفائی میں کچھ کے لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اندر وہ طوفان موجود تھا۔

"ہانی۔۔"

وہ کلاس کی طرف بڑھ رہی تھی جب اسے آواز سنائی دی کسی نے اسے پکارہ تھا۔ اس نے دھنڈلاتی آنکھوں کو صاف کیا اور پیچھے مرڑ کر دیکھا۔ سامنے پرنسل کی بڑی بیٹی اور انکی سینیئر اسماڑہ کھڑی تھی۔

"کیسی ہو؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں" وہ زبردستی مسکرائی۔

"سیلری مل گئی می تھی آپکو؟؟"

اسمارہ نے پوچھا۔ اسی کی وجہ سے وہ یہاں تھی۔

"جی دو دن پہلے مل گئی می تھی---"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی می تھی۔

"اگذ-- اور کوئی می پر ابلم--؟؟"

حانم کا دل کیا کہ وہ کہہ دے سب سے بڑا مسٹی لے تو وہ روحان جبیل ہے لیکن وہ کہہ نا پائی می اور واپس کلاس میں آگئی می تھی--!!

شام کے وقت کاچ کی کینٹین سٹوڈنٹس سے بھری پڑی تھی۔

وجہ سٹوڈنٹس کے ہجوم میں بیٹھا آرہے تھا جو پہلی بار کاچ میں سنگنگ کر رہا تھا۔

وجہ بھی خاص تھی۔ حانم سے جو ٹیکٹ گرے تھے وہ اسے نہیں کسی اور لڑکے کو لے تھے۔

لڑکے نے اس شرط پر ٹیکٹ اسے دیے تھے کہ وہ سنگنگ کرے گا۔

پورے کاچ کو پتا چل گیا تھا کہ وہ آرہے ہے جن کو پہلے نہیں پتا تھا۔

لیکن اگر نا معلوم ہو سکا تو بس ام حانم کو جو کب کی جا چکی تھی۔
اسکا مقصد حانم کو شرمندہ کرنا تھا کہ اس سے ٹیسٹ بھی نہیں سنہالے جاتے۔۔ لیکن پھر
پرنسپل نے اسے بلا لیا اور وہ چلا گیا جہاں انہوں نے ٹیسٹ دیکھ لیے یوں بنا کچھ کرے بھی
وہ بہت کچھ کر گیا تھا۔

Been sitting eyes wide open behind these four walls,
hoping you'd call
It's just a cruel existence like there's no point hoping at
all

Baby, baby, I feel crazy, up all night, all night and every
day

Give me something, oh, but you say nothing
What is happening to me?

I don't wanna live forever, 'cause I know I'll be living in
vain

And I don't wanna fit wherever
 I just wanna keep calling your name until you come
 back home

I just wanna keep calling your name until you come
 back home

I just wanna keep calling your name until you come
 back home

اسکی دلکش آواز نے پورے کالج پر سحر طاری کر دیا تھا۔
 گٹھار بجاتے لبوں سے لفظوں کو آزاد کرتے وہ وہاں موجود لڑکیوں کی دھڑکنوں کو تیز کر گیا تھا۔۔۔
 اس نے آنکھ اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا البتہ سب کی نظریں اس پر جنمی تھیں۔

اسکی دل سوز آواز نے پورے کالج پر سحر طاری کر دیا تھا۔

گٹار بجاتے ہوئے لوں سے لفظوں کو آزاد کرتے وہ وہاں موجود لڑکیوں کی دھڑکنوں کو تیز کر گیا تھا۔۔۔ اس نے آنکھ اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا البتہ سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

دس منٹ بعد وہ کرسی سے اٹھا تھا۔ گٹار کو کندھے پر لٹکانے کے بعد اس نے اپر کے ہڈ کو سر پر گرایا تھا جس سے اسکا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔

اسکے اٹھنے پر وہاں موجود ہر ایک شخص نے تالیاں بجائی می تھیں۔

آر جے نے قدم کینٹیں سے باہر کی طرف بڑھائے تھے۔

اسکے چاروں طرف لڑکوں اور لڑکیوں کا ہجوم تھا۔ اسے آتا دیکھ کر سب نے اسے راستہ دیا تھا۔

اور وہ آپ کی جیبوں میں ہاتھوں کو ٹھونٹے، چہرہ جھکاتے، سیٹی پر دھن گنگناتا وہاں موجود لوگوں کے ہجوم سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔۔ بنا جانے کہ لوگ کتنا حسرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

اتوار کا دن تھا۔ ماہم، حانم اور جواد تینوں بہن بھائی می گھر میں ہی موجود تھے۔

باہر چلتی ٹھنڈی ہواؤں نے دھند کو چھٹنے پر مجبور کیا تھا لیکن ہوا کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں میں دبکے پڑے تھے۔

وہ کچھ میں کھڑی ناشستہ بنارہی تھی۔

کل ہونے والے واقعے نے اسے روحان جبیل سے مزید دور کر دیا تھا۔

جب پرنسلپ اسے ڈانٹ رہی تھی اس وقت جس طرح سے وہ محفوظ ہورہا تھا حanim کو یاد تھا۔

وہ چیز اسے اندر سے جلا رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا ہو گیا ہانی سارا آملیٹ جل گیا۔ دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔؟؟"

اسے یوں گم سم کھڑے دیکھ کر آسیہ بیگم نے چولما بند کیا۔

وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی تھی۔

"اس لیے کہتی ہوں یہ اوٹ پٹانگ کتابیں کم پڑھا کرو انسان پاگل ہو جاتا ہے۔۔!!"

اماں کی بات سن کر اسے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"آپ گھوم پھر میری کتابوں پر آجاتی ہیں اماں۔۔!!"

وہ ناراض ہوئی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ وہ حمدان بھی اتنی کتابیں پڑھتا تھا اور پھر یوں گم سم کھڑا رہتا تھا۔۔!!"

حمدان کے نام پر حanim نے چونک انہیں دیکھا۔

وہ کبھی کبھی حمدان کا ذکر کرتی تھیں جو انکا کزن تھا۔ لیکن کبھی نا وہ ان سے ملنے گئیں نا اور حانم نے حمدان انکل کو دیکھا تھا۔

"ہمارے خاندان کا سب سے زیادہ پڑھا لکھا لڑکا تھا وہ باہر سے پڑھ کر آیا تھا--۔ جب میری شادی ہوئی تب وہ پڑھائی میں مکمل کر کے لوٹا تھا۔۔۔ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ خاموش خاموش سارہنے لگا تھا۔

زیادہ بات چیت بھی نہیں کرتا تھا ناجانے کیا سوچتا رہتا تھا۔
تمہاری نانی اماں کستی تھیں کہ نپے کو سایہ ہو گیا ہے--!!!"

آسیہ بیگم کو بائی یہ سال پرانی باتیں خوب یاد تھیں۔

"وہ کبھی ملنے نہیں آئیے آپ سے اماں؟؟؟"
حانم نے پوچھا تھا۔

"جس دن میری شادی ہوئی تھی اس سے لگے دن وہ واپس چلا گیا تھا پھر پتا نہیں واپس نہیں آیا۔۔۔!!"

آسیہ بیگم نے گھری سانس لی تھی۔

حانم نے کچھ کے بنانشے کی پلیٹ اٹھا کر کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

کمرے میں میوزک کی بے ہنگم آواز گونج رہی تھی۔
ماہم اور جواد دونوں اپنی سریلی آواز میں سنگر کے ساتھ ہی گا رہے تھے۔

"پاگل ہو گئیے ہو تم دونوں--!!"
حانم نے کانوں پر ہاتھ کھنے کے بعد چلا کر کہا تھا۔
"ہانو آپی آر جے کا شو لگا ہوا ہے مزہ آرہا بہت--!!"
جواد کافی پروش تھا۔

"آواز کم کرو--!!"
حانم کو سخت غصہ آیا تھا۔

"تم سریل اس کمرے میں ہی نا آیا کرو--!!"
ماہم نے آنکھیں سکیرتے ہوئے کہا تھا۔
حانم بنا کچھ کے پلیٹ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اسکا کچھ نہیں بن سکتا۔ سریل--!!"
اسکے جانے کے بعد ماہم بڑبرائی تھی۔ نی وی کی آواز پھر سے پورے کمرے میں گونج گئی تھی۔

کچھ یاد آنے پر حانم واپس اسی کمرے میں آئی تھی
”میرا میگزین لائے ہو؟؟“

اس نے تقریباً چیخنے والے انداز میں جواد سے پوچھا تھا کیونکہ جتنی گانے کی آواز تھی نارمل آواز سے تو انہیں سنائی نا دیتا۔

”آہستہ چیخو ہانو گلا خراب ہو جائے گا“
ماہم نے شرارت سے کھا تھا۔

”امی کے پاس ہے میں لے آیا تھا۔۔۔!!“
جواد نے والیوم کو میوٹ کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جب بھی آرجے کا شو لگتا تھا وہ ربوٹ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔

”کاچ میں وہ روحان جبیل نہیں جی بنے دیتا اور گھر میں یہ دو لوگ۔۔۔!!“
وہ بڑھ رہی تھی اور اور ساتھ اپنا مطلوبہ میگزین تلاش کر رہی تھی۔
کافی دن پہلے اس نے میگزین کے ادارے کو سوال بھیجا تھا۔ وہی دیکھنا چاہ رہی تھی کہ جواب ملا ہے یا نہیں۔

"شکر ہے مل گیا۔۔!!"

کتابوں کے اوپر پڑے میگزین کو دیکھ کر اس نے شکر کیا تھا اور "جستجو" کا صفحہ کھولنے پر اسکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"شعور کیا ہے اور لاشور کے کہتے ہیں۔۔؟؟"

اسکا سوال جواب سمسیت موجود تھا۔

اس نے میگزین ایک طرف رکھا اور فٹافٹ ناشتا کرنے لگی۔ وہ مکمل طور پر پرسکون ہونے کے بعد جواب پڑھنے والی تھی۔

بھانپ اڑاتے کافی کے کپ کو اس نے اٹھا کر جیسے ہی لبوں سے لگایا اسکی نظر ایک کونے میں بیٹھے شخص پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا نظریں ملنے پر وہ گریٹر کر چھے کارخ موڑ گیا تھا۔

انجل کی تیوری چڑی تھی۔ اس نے کپ کو میز پر پٹھا اور اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد قدم اس شخص کی طرف بڑھا دیے تھے جسکا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔
یہ شخص ناجانے کیوں اسکا پچھا کرتا تھا۔

انجل کو اس سے حدر جے کی کوفت ہوتی تھی۔ آج تو اس نے صاف صاف بات کرنے کا
فیصلہ کیا تھا۔

انجل کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبل کر بیٹھا تھا اور اس طرح ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اسے
جانتا ہی نا ہو۔

"ایکسکیوز می--"

پاس جانے پر انجل نے سخت سے لجے میں اسے پکارہ۔
وہ چاٹے پینے میں ایلے مگن تھا جیسے سنا ہی نا ہو۔

"مسٹر مون آپ گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بھرے بھی ہیں کیا؟؟"
اسکی اس بات پر مون نے چونک کر اپنے سامنے کھڑی انجل کو دیکھا تھا جو اس وقت انجل کم
اور ڈائین زیادہ لگ رہی تھی۔

مون نے اسکے بھرہ کئے پر برا سامنہ بنایا تھا۔

"یہ--"

آنکھوں سے اشارہ کیا گیا تھا کہ بویلے۔

"آپ میرا پچھا کیوں کرتے ہیں---؟ میں جہاں جاؤں آپ وہاں کیوں موجود ہوتے ہیں؟"

وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔

"نو---"

مون نے نفی میں سر ہلاایا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

"اوہ تو آپ جھوٹ بھی بوئے ہیں---؟"

انجل نے دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اوپر اٹھا کر خالص برٹش لمحے میں کھا تھا۔

"نو---"

مون نے پھر سر نفی میں ہلایا تھا اور ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کیا تھا۔

"لسن مسٹر مون۔۔ اگر آپ آئی ندہ مجھے اپنے آس پاس نظر آئے نا تو یہ گرم گرم چائے کا کپ منہ پر گمرا کر جو آدھا چہرہ بچا ہوا ہے نا وہ بھی جلا دوں گی۔۔ یا پھر۔۔

وہ جو سامنے گلدان نظر آرہا نا وہ اٹھا کر سر میں ماروں گی۔۔ سمجھ آئی می۔۔!"

اسکلی دھمکی سن کر مون کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

یہی اصل حقیقت ہے
کہ میری بے رخی چاہت
ہوئی مثلِ قفسِ مجھ کو

"مجھے تم سے محبت ہے"
بس اتنی بات کہنے میں
گے کئی برسِ مجھ کو

وہ اتنی خطرناک کب سے ہو گئی ہی تھی۔۔ مون کو حیرت ہوئی ہی۔

"سمجھ آگئی می نا۔۔ ۶۶۔۔"

اس کے خاموش رہنے پر اینجل نے دوبارہ پوچھا۔

"نو۔۔"

وہ ایک بار پھر سر نفی میں ہلا چکا تھا جبکہ اینجل غصے سے مسٹیاں بھینختی وہاں سے چلی گئی

تمھی۔

اسکے لمبے اور کوٹ کے پیچھے انگلش میں بروکن اینجل لکھا تھا۔

I am so lonely broken angel..

One and only broken angel..

جیسی کے ساتھ گائیے گئیے گانے کے الفاظ اسکے ذہن میں گونج گئیے تھے۔ اور پھر اسکی دھمکی کو یاد کر کے وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

تیری داستان بے وفائی

میرے چھرے پہ رقم ہے

زندگی میں صرف سوزش غم ہے

تیری بے وفائی کا غم،

تیری بے اعتنائی کا غم،

تیرے مغرور لمحے میں

چھلکتی ہتک کا غم،

دل بے تاب کی نارسانی کا غم،

پاکیزہ جذبات کی رسوانی کا غم،

غم ہے مجھے تیری بے رخی کا،
 تیرے انداز و اطوار کی بے زاری کا،
 غم ہے مجھے دھڑکن تمہم جانے کا،
 سانس رک جانے کا، خون جنم جانے کا،
 اور غم ہے مجھے یوں جیتے جی اپنے مر جانے کا۔

وہ بارہ سال کا جب پہلی بار پولیس نے اسے گرفتار کیا تھا۔
 وجہ یہ تھی کہ وہ قبرستان میں موجود تھا اور مرحومہ سیدہ عائی شہ جبیل کی قبر کو کھو دتے
 ہوئی سے پکڑا گیا تھا۔
 بہت بار پوچھنے پر بھی اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔
 "سر نچھے ہے وہ قبر اسکی ماں کی ہے شاید ماں کی محبت میں اسے دیکھنے کیلیے اس نے ایسا کیا
 ہو۔!!"
 ایک سپاہی کے کہنے پر پولیس انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور پھر اپنی گاڑی میں بٹھا کر
 وہ اسے سید حویلی چھوڑنے گئیے تھے۔
 اور آج پھر وہ اسی پولیس اسٹیشن میں موجود تھا پورے دوسال بعد۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ رات کے اس پھر تم قبرستان میں کیا کر رہے تھے؟"
پولیس انسپکٹر نے اپنے سامنے بیٹھے چودہ سالا لڑکے سے پوچھا۔ جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"جواب دو"

اسکے کچھ نا بولنے پر انسپکٹر نے دوبارہ پوچھا۔

اس نے سر اٹھا کر ایک نظر انسپکٹر کو دیکھا اور پھر کچھ گنگانا شروع کر دیا تھا۔
انسپکٹر کو لڑکے پر بے تحاشہ غصہ آیا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں-- جواب دو نہیں تو--"

"کیا نہیں تو--؟"

لڑکے کے چہرے پر ایک دم ناگواری ابھری۔

"جو پوچھا ہے اسکا جواب دو-- کیوں کیا تم نے ایسا--؟
کیا ہے ایسا اس قبرستان میں جو روز تم وہاں جاتے ہو--؟"

"کیا مجھے قبرستان جانے کا حق نہیں ہے کیا؟"

الٹا سوال آیا۔

"لیکن قبر کھونے کا حق کس نے دیا تمیں--؟؟"

انسپکٹر نے دانت بھینختے ہوئے پوچھا۔

"میں بس ایک تجربہ کرنا چاہتا تھا۔"

لڑکا اب پرسکون ہو چکا تھا۔

"کیسا تجربہ--؟؟"

انسپکٹر حیران ہوا۔

"یہی کہ مرنے کے بعد قبر میں انسانی جسم کے ساتھ کیا کیا ہوتا ہے۔ کون کوئے کیڑے جسم--

"کیا بکواس ہے یہ--؟؟"

انسپکٹر نے لڑکے کی بات کائی۔ اسکی باتیں وہاں موجود سبھی لوگوں کے رو نگھٹے کھڑے کر رہی تھیں۔ جبکہ وہ پرسکون بیٹھا تھا۔ ہونٹ سیلیٰ بجانے کے انداز میں سکڑے ہوئے تھے۔

انسپکٹر کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔ کیا وہ واقعی پاگل تھا۔ کیا اسکے ساتھ کوئی مفسداتی مسئیٰ لہ تھا۔ انسپکٹر سمجھنے سے قاصر تھا۔

مسٹر جیبل کو فون کیا جائیے آج انہیں میں بتاؤں گا کہ انکا بیٹا کیا کر رہا ہے۔
انسپکٹر نے اپنے دائیں طرف کھڑے ایک سپاہی سے کہا تھا جو بے یقینی سے انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔

"سننا نہیں تم نے فون ملا تو۔--"

انسپکٹر نے غصے سے حکم دیا۔

"لیکن سر وہ علاقے کی معزز شخصیت میں انہیں یہاں بلانا۔--"

انسپکٹر کے گھورنے پر باقی الفاظ اسکے منہ میں ہی دم توڑ گئی۔ تھے اور وہ فوراً فون کی طرف لپکا۔ جبکہ لڑکا پر سکون انداز میں بیٹھا کچھ گنگنا رہا تھا۔

"شعور کیا ہے؟"

سوال کے پہلے حصے کا جواب اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔

=> کچھ سوال سوچ لیتے ہیں۔ کیا خود کار روبوٹ جو اپنا راستہ خود تلاش کر سکتا ہو، باشعور ہے؟
کیا پاتو کتنا جو جذبات کا اظہار کر سکتا ہے اور خود سے فیصلے بھی لے سکتا ہے، کیا شعور رکھتا

ہے؟ ایک نوزائیدہ بچہ جو دودھ پی کر لڑک کر سوگیا ہے، اسے باشور کہیں گے؟ یا ایک سوتے ہوئے شخص کا شور جانے شخص سے فرق ہے؟

اس بارے میں سچ یہ ہے کہ ہمیں ابھی ہمارے پاس شور کی معروضی تعریف یا اس کی پیمائش کا طریقہ یا فریم ورک نہیں۔ مادے یا توانائی کے بارے میں تفصیلی اور کامیاب فریم ورک موجود ہیں مگر ذہن کے بارے میں ان کا متوازی نہیں۔ مگر یہ صورتحال اب بدل رہی ہے۔

اس دور کی مشترکہ زبان معلومات ہے۔ کتابیں، تصاویر اور فلمیں ہوں یا ہماری جینیاتی سٹرکچر، ان سب کو معلومات کے سٹرکچر میں ڈھالا جا سکتا ہے جسے صفر اور ایک کی صورت میں بھی ڈھالا جا سکتا ہے۔ یہ معلومات خود کسی میڈیم کی محتاج نہیں۔ چاہے یہ کمپیوٹر کی یادداشت میں برقی چارج کے طور پر رہے یا کسی صفحہ پر لکھی گئی لکیروں میں۔ ویلے ہی معلومات اعصابی خلیوں کے جوڑوں میں بھی حالت کے طور پر رہ سکتی ہے۔

کمپیوٹر کے ابتدائی دنوں سے ایک بحث رہی کہ ذہن کو معلومات کی حالتوں سے سمجھا جا سکتا ہے مگر اس خیال کو کسی بھی نظریے میں بدلتے کے ذرائع کی کمی رہی۔ پہلی بار گیولیو ٹونی

نے ایک مربوط نظریہ پیش کیا جس کو انگریز میڈ انفورمیشن تھیوری (مربوط معلومات کا نظریہ) کہا جاتا ہے۔

یہ نظریہ دو بنیادوں پر کھڑا ہے۔ ایک یہ کہ شعور کی حالتیں ممتاز ہیں اور معلومات سے بھروسہ ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ معلومات مربوط ہے۔ کوشش بھی کی جائے تو ایک حالت کے لئے نہیں کئے جا سکتے۔ یعنی اگر آپ اپنے دوست کو روتے دیکھیں تو یہ نہیں کر سکتے کہ چہرہ دیکھ لیں اور رونے کو نوٹس نہ کریں، یا کسی منظر کا ایک حصہ دیکھ کر یاد رکھ لیں اور دوسرا چھوڑ جائیں، تو جو بھی معلومات ہے وہ مکمل اور ناقابل تقسیم ہے۔

جیسے جیسے وہ پڑھ رہی تھی سوچ کی لکیریں اسکے چہرے پر واضح ہو رہی تھیں۔ اتنا پڑھنے کے بعد اس نے صفحہ پلٹا تھا۔

اس مربوط معلومات اور شعور کی اکانی کے پیچھے اعصابی نظام کے بہت سے حصے مل کر کام کرتے ہیں۔ جب یہ تعلق منقطع ہونا شروع ہو جائے، جیسا کہ نیند یا بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے، تو شعور مدام ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اگر منقسم دماغ والے مریضوں کو دیکھیں جن کے دماغ کے دو حصوں کا رابطہ مرگی کے دوروں کے علاج کے لئے منقطع کیا جاتا ہے تو یہ نظر آ جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے شعور بھی دو

حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ شعور کے لئے اکاؤنی کی صورت میں ممتاز حالتوں کا ربط درکار ہے۔ ایک کمپیوٹر ہارڈ ڈسک میں کیپیسیٹیٰ ذہن سے زیادہ ہو گی مگر یہ اکاؤنی کی صورت میں جڑی نہیں۔ اس ہارڈ ڈسک میں معلومات صفر اور ایک کی صورت میں ہے اور اس میں محفوظ تصاویر سے کمپیوٹر یہ اندازہ آسانی سے نہیں کر سکتا کہ اس میں محفوظ تصاویر ایک لڑکی کی ہیں جو پچپن سے بڑی ہوتی ہوئی اب ٹین اتھر بن چکی ہے۔ باسیلو جیکل ذہن کم انفارمیشن رکھنے کے باوجود ان کو بہت آسانی سے یکجا کر سکتا ہے۔ ایسا نیورونز کے کراس لنک ہونے کی وجہ سے ہے، جتنے لنکس بڑھتے جاتے ہیں، وہی معلومات اتنی معنی خیز ہوتی جاتی ہے۔ ان سے ٹونی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ انٹیگریٹڈ انفارمیشن کی پیمائش ہی شعور کی پیمائش ہے۔

ان خیالات کو ریاضی کی زبان میں انفارمیشن تمثیلی کے تصورات کے طور پر بتایا جا سکتا ہے اور اصولی طور پر ان کی پیمائش کسی بھی چیز کے لئے کی جا سکتی ہے۔ باسیلو جی کیسی ایک دماغ کے نیورون، ایکرون، ڈندرائٹ اور سائپیپرز کو دیکھتے ہوئے اس انٹیگریشن کی پیمائش کرنا ممکن ہو سکے گا۔ اس سے جو نمبر نکلے گا جو اس نیٹ ورک کی حالت کی پیمائش کر دے گا۔ اسے یوں کہہ لیں کہ ان کے اتحاد کا نمبر ہو گا۔ جتنا انٹیگریٹڈ سسٹم ہو گا، اتنا یہ اتحاد زیادہ ہو گا اور اتنا ہی یہ نمبر۔ اور یہ نمبر شعور کی حالت بتائے گا۔

اس نظریے سے ہمیں کئی مشکل سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔ سیریبلم، جو کہ دماغ کے پچھلے حصے میں ہے، اس میں نیورونز کی تعداد سیریبل کورٹکس سے زیادہ ہے۔ اگر سیریبلم کام کرنا چھوڑ دے تو کئی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں مگر مجموعی طور پر شعور پر اثر نہیں پڑتا جب کہ کورٹکس یا تھیلیمس شعور کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ مربوط معلومات کا نظریہ اس کا جواب اس حصے کی سرکٹ کی پچیگی کے فرق سے دیتا ہے۔

اسی طرح گھری نیند میں اور جاگتی حالت میں انفرادی خلیے کی ایکٹیویٹی میں فرق نہیں آتا مگر ان حالتوں میں شعوری کیفیت کے فرق کا جواب اس نظریے سے مل جاتا ہے۔

اس نظریے سے یہ بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ شعور کے لیے نہ کوئی حس چاہیے اور نہ ہی کوئی آٹ پٹ۔ یہ خود اپنے اندر ایک ڈائیاک انسٹیٹی ہے اور اسی میں کینسر کے مریض کی تکلیف، بچپن کی یادیں اور مراقبہ کرتے شخص کا سکون پایا جاتا ہے۔ آسکر والٹ کی تشریح کی جائے تو گلب کی مہک، سبب کی سرخی اور کوئل کی آواز انہیں اسبابی تعاملات میں ہی موجود ہیں۔

ڈس کلیمر: آئی آئی نی ابھی شعور کی مکمل وضاحت نہیں کرتا لیکن اس بارے میں اب تک کی بہترین سائنسی تھیوری انٹیگریٹڈ انفارمیشن تھیوری ہے۔ یہ 2004 میں پہلی بار پیش کیا گیا

اور اسے بہتر کرنے پر کام ہو رہا ہے۔ اس کی تیسرا ریویشن 2014 کی ہے۔ شعور کے بارے میں ہونے والا بہتر کام ابھی تک یہی ہے۔ اسے سمجھ کر آپ اس موضوع پر ہونے والے کام اور سمت سے متعارف ہو سکتے ہیں۔

#Wahara_Umbakar

انسانی دماغ میں 100 ارب کے قریب نیورو نر ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر نیورو نر دماغ کے ان حصوں میں ہیں جن کا شعور کی پراسینگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر انسان میں ہیں جو ہماری حرکات کی cerebellum کے دماغ میں سب سے زیادہ نیورو نر coordination کا کام کرتا ہے۔ لیکن اس حصے کا شعور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بہت سی ایسی حرکات کرتے ہیں جن کے بارے میں نہ تو ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ یہ حرکات کیسے طے پارہی ہیں اور اکثر صورتوں میں ہمیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ کوئی بھی حرکت ہو رہی ہے۔ نیورو سائنس کی انجام سے پہلے ان حصوں میں ہونے والی پراسینگ کو لا شعور کا نام دیا جاتا تھا۔

پڑھنے کے بعد حانم نے ایک گھرہ سانس لیا تھا۔ جتنا وہ چیزوں کو جاننا چاہ رہی تھی وہ اتنی ہی پیچیدہ ہوتی جا رہی تھیں۔

”سلام سید صاحب---“

وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا جب گارڈ نے اسے دیکھ کر سلام کیا تھا۔ گارڈ سیندوں کا بہت احترام کرتا تھا جبکہ وہ بد قسمتی سے سید خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

وہ بنا کچھ جواب دیئیے آگے بڑھ گیا تھا۔

کلاس کی طرف جاتے ہوئے اسکی نظر لان میں ٹھلٹی حانم پر پڑی تھی۔
وہ رک گیا تھا۔

وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ آرجے کی نظر فون پر بات کرتی حانم پر جمی تھی۔
وہ اسکے ہونٹوں کی حرکت کو دیکھنے کے بعد اچھے طریقے سے سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا بات کر رہی تھی۔

اچانک اسکے چہرے پر ناگواری ابھری تھی۔

وہ اپنے غصے کو ضبط کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ جان گیا تھا کہ حانم نے فون پر کیا کہا تھا۔

”کون روحان جبیل---؟ دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہوگی وہ جسکی زندگی میں روحان جبیل داخل ہوگا۔!!“

فون پر حanim نے مہرو سے کہا تھا۔

آرچے کی آنکھیں غصے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔

کاریڈور میں داخل ہونے پر اس نے پدر کو زوردار ٹھوکر ماری تھی۔

شاید حanim جانتی نہیں تھی کہ وہ انجانے میں جو کہ گئی تھی اسکے بدلتے میں آرچے اسے کبھی معاف نہیں کرنے والا تھا۔!!

کون روحان جبیل---؟ دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہو گی وہ جسکی زندگی میں روحان جبیل داخل "!! ہو گا۔"

فون پر حanim نے مہرو سے کہا تھا۔

آرچے کی آنکھیں غصے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔

کاریڈور میں داخل ہونے پر اس نے پدر کو زوردار ٹھوکر ماری تھی۔

شاید حanim جانتی نہیں تھی کہ وہ انجانے میں جو کہ گئی تھی اسکے بدلتے میں آرچے اسے کبھی ! معاف نہیں کرنے والا تھا۔

ایک پل لگا تھا اسے خود کو نارمل کرنے میں اور پھر وہ گھری سانس لیتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔
پانچ منٹ بعد وہ پرسکون سا کلاس میں بیٹھا مس ام حانم کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا پتا ہانی وہ دنیا کی سب سے خوش قسمت ترین لڑکی ہو جو روحان جبیل کی زندگی میں داخل ہو۔!!

اگر خدا کو نامان کر اپنے آپکو عظیم سمجھے Rationalist "نمیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ ایک تو وہ بے قوف ہوانا۔۔۔"

اسکے پاس عقل ہوتی تو وہ خدا کی نشانیوں کو پہچان لیتا نا۔۔۔!!

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم آج جلدی اکیدی آجانا کچھ کام ہے۔۔ اور کوئی یہ انسان یہ نہیں جانتا کہ دوسرا انسان اللہ پاک سے کتنا قریب تر ہے۔!!

"کیسا کام؟؟"

حانم نے پوچھا۔ وہ اسکی دوسری بات کو نظر انداز کر گئی تھی۔

"تم آؤ تو سی پھر بتاتی ہوں۔۔!!

"اوکے کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے وہ لے لوں پھر آتی ہوں !!
hanum نے پرسکون سے انداز میں کہتے ہوئے فون بند کیا تھا۔

جیسے ہی وہ کلاس میں داخل ہوئی آرچے کو کلاس میں دیکھ کر وہ تھوڑا حیران ہوئی تھی۔
وہ آج وقت سے پہلے موجود تھا۔

اور کمال یہ کہ وہ کھڑکی سے باہر آسمان کو نہیں تک رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ مس ام hanum ؟؟"
وہ تمیز سے پوچھ رہا تھا۔ hanum کا تو حیرت سے منہ کھل گیا تھا۔

"کیا ہو مس hanum -- آپ ٹھیک ہیں ؟؟"

وہ ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی جب آرچے نے دوبارہ پوچھا۔ وہ سخیدہ دکھائی دی دے رہا تھا۔

"اللہ توبہ کتنے روپ ہیں اس شخص کے -- اللہ اس بلا سے بچانا مجھے"
hanum نے دل ہی دل میں دعا کی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں اللہ کا شکر ہے !!"

وہ سنبل کر بولی تھی البتہ آرچے کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی وہ جیسے اسکی سوچ پڑھ

گیا تھا۔

کچھ دن رہ گئیے تھے حanim کے اس کالج میں۔ دو مہینے پورے ہونے والے تھے وہ یہ کچھ دن بنا کسی ہنگامے کے گزارنا چاہتی تھی لیکن آرچے ایسا ہونے نہیں دینے والا تھا۔

آسیہ بیگم ماہم کے ساتھ بازار آئی تھیں گھر کا کچھ سامان لینے کی غرض سے۔ شام ہو گئی تھی انہیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔

سردیوں کے موسم میں شامیں ویلے بھی جلدی دن کو ختم کر دیتی ہیں۔

"جلدی چلو ماہم ہانی بس آنے والی ہوگی اور کھانا بھی بنانا ہے--!!

آسیہ بیگم نے بے دھیانی میں سڑک پار کرتے ہوئے کہا تھا جب سامنے سے آتی گاڑی ان سے نکلا گئی تھی۔

"امی---!!

ماہم جو تمہوڑا پچھے تھی اسکی خوفناک آواز گونج کر رہ گئی تھی۔

وہ گیٹ سے باہر نکلی تھی بے دھیانی میں راستے میں پڑے ہوئے پستھر سے اسکا پاؤں ٹکرا گیا تھا۔

"حسی اللہ--"

حanim بڑبرائی تھی۔ جانے کیوں اسکا دل گھبرا گیا ایک دم۔ اسے سخت غصہ آیا ہوا تھا۔ مہرو نے اسے جلدی آنے کا کہا تھا اور وہ خود وہ آئی می بھی نہیں تھی۔

اندھیرا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ٹھنڈ کی شدت میں بھی اضافہ ہوا تھا وہ جلد از جلد اب گھر پہنچنا چاہتی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں لیٹا تھا۔ باہر سے اسے شور کی آوازیں آرہی تھی۔ مکی کھانا بنارہا اور آرجبے اچھا سے جانتا تھا کہ آج کچن کی خیر نہیں تھی۔ وہ ابھی بیڈ سے نیچے اترا ہی تھا جب چنگھاڑتے موبائل نے اسکی توجہ اپنی جانب مبزوں کروائی۔

موبائل کی سکرین پر نمبر دیکھ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"کیسے ہو شامو کا کا۔۔؟؟"

فون کو کان سے لگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"سلام کرتے ہیں پہلے آر جے۔۔!؟"

حشام نے جواب دیا۔

"افف پھر سے لیکھر۔۔ مولوی صاحب آپ مجھے اس لیتے فون کرتے ہیں کہ اخلاقیات کی
باتیں بنا سکیں۔۔؟؟"

آر جے نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"نمیں۔۔ تم خود ہی سیکھ جاؤ گے۔۔!؟"

حشام کو یقین تھا۔

اور اسکی بات پر آر جے کا فالک شگاف قہقهہ ابھرا تھا۔

وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلا تھا اب اسکارخ کچن کی طرف تھا۔

جہاں لکی نے ہر چیز کو تمس نہیں کیا ہوا۔ پورے کچن میں اس نے سبزیوں کو پھیلایا ہوا تھا۔

آر جے کے کچن کو دیکھ کر ہوش اڑ گئی ہے تھے۔ وہ کافی صفائی پسند تھا اور یہ شاید اس میں
واحد ایک اچھی عادت تھی۔

"مکی-- یہ کیا کیا تم نے؟؟"

وہ تقریباً چلایا تھا۔

"فرائی پڈ رائی س بنانے کی کوشش کر رہا تھا--!!"

اپن پہنے مکی نے پٹ کر کہا تھا جسکی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

"لیکن تم رو کیوں رہے ہو؟؟"

آرجے حیران ہوا۔

"رو نہیں رہا یار پیاز کاٹ رہا ہوں--!!"

مکی نے سوں سوں کرتے ہوئے جواب دیا تھا جس پر ایک بار پھر آرجے کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"ہنسو مت آرجے تمہیں اسکی ہسپ کرنی چاہیے۔!!

حشام جو انکی باتیں سن رہا تھا اسکے ہنسنے پر کہا تھا۔

"اس نے ملازم کو چھٹی دی تھی۔ اب بھگتے--!!

وہ بے رحم ہوا۔

"نمیں حشام بھائی می۔۔ ملازم کی وائی ف کی طبیعت خراب تھی وہ چھٹی مانگ رہا تھا میں نے دے دی۔۔ اب یہ کہہ رہا کہ کھانا تم بناؤ۔۔!!
مکی نے روتے ہوئے اسکی شکایت لگائی می تھی۔۔

"یار تم لوگ آرڈر کرلو۔۔ کیوں اپنے آپ کو عذاب میں ڈال رہے ہو۔۔

"نمیں کھانا تو یہی بنائی سے گا۔۔"

اس نے حشام کی بات کاٹی۔۔

"گے رہو منا بھائی می۔۔!!"

وہ ایک آنکھ دباتا شرات سے کہتا کچن سے باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ مکی نے موبائل میں رسپی پر نظر دوڑائی اور پھر جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگ گیا۔۔

"سنو بی جان چاہتی ہیں کہ میں شادی کرلوں۔۔!!

حشام اسے اب اپنی مشکل بتانے والا تھا۔۔

"یعنی کہ خود کشی کرلو۔۔!!

آرجے نے مذاق اڑایا۔۔

"شادی خود کشی نہیں ہوتی آر جے--!!"

حشام کو اسکی بات بربی لگی تھی۔

"اچھا۔ تو کرلو نا پھر--!!

"مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم شادی کر کے بی جان کی یہ خواہش پوری کر دو--!!

حشام نے صاف بات کی۔

"وات---

آر جے کو جھٹکا لگا۔ وہ حشام کی بات پر ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ شامو کا کام میں اتنا بے وقوف ہوں۔ جو دوسروں کی خواہشات پوری کرنے کیلیے شادی کرلوں گا۔؟؟ ویری انٹر سینگ!!"

وہ طنزیہ بول رہا تھا۔

"تم تو کچھ بھی کر سکتے ہو نا۔؟؟"

حشام نے اسے اسکی بات یاد دلائی۔

"لیکن وہ کام جو میں کرنا چاہوں-- اور ویلے بھی آج کل کے دور میں شادی کی کیا ضرورت ہے-- تین چار نام کی بیویاں تو میں ویلے بھی ایک وقت میں رکھ سکتا ہوں---! وہ محفوظ ہوتے ہوئے سے بولا تھا۔

"اب تم شادی کا بھی مذاق اڑاؤ گے؟؟"
حشام ناراض ہوا۔

"لیکن کوئی می شادی کے لائیق ہوتا نہ-- اور ایک ہی عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچنے سے ہی میرا دم گھٹتا ہے--
شادی میں ضرور کروزگا۔ اپنی پسند سے اور تین چار لمڑکیوں سے کروزگا گانا۔!!
وہ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہا تھا۔

"ویلے آر جے تم نا کوئی می بہت ہی--

"گھٹیا اور ذلیل انسان ہوں--!!
آر جے نے اسکی بات اچکی تھی اور پھر خود ہی اپنی بات پر قہقهہ لگایا تھا۔

"تم سے بات کرنا فضول ہے--!!"

حشام کو افسوس ہوا تھا۔

"یعنی تم تین چار لڑکیوں کی زندگی برپا کرو گے !!"

"کون روحان جبیل--؟؟ دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہوگی وہ جسکی زندگی میں روحان جبیل داخل ہوگا--!!"

ام حانم کے الفاظ اسکی سماught میں گونج گئیے تھے۔

اسکی ہونٹوں پر پھیلی ہنسی ایک دم سمیٰ تھی۔

"لیکن تم سے بات کر کے میں اچھا خاصا فریش ہو جاتا ہوں کیونکہ تم باتیں ہی ایسی کرتے ہو--!!"

روحان جبیل واقعی حشام جبیل کی باتوں پر سب سے زیادہ ہنستا تھا۔

"اور جہاں تک بات ہے لڑکیوں کی زندگی خراب کرنے کی لڑکیاں تو اب بھی خود میرے پاس برپا ہونے آتی ہیں۔۔ البتہ شادی کا بھی میں نے سوچا نہیں--!!
وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اور سناؤ حولی کب جا رہے ہو۔۔ بی جان یاد کر رہی تمہیں تمہیں۔۔!!
جبکہ حشام نے بات پلٹ دی تھی۔

گاڑی چلاتے ہوئے اسکے موبائل پر زنگ ہوئی تھی جس سے اسکا دھیان بھٹکا اور گاڑی سامنے سرک پار کرتے ہوئے کسی سے ٹکرا گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں۔۔!!"

وہ گھبرا کر گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ اور پھر سامنے موجود شخصیت کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔
آسی۔۔!!

وہ بڑھا یا تھا۔

ماہم ہاتھ میں پکڑے شاپر ایک طرف رکھتے ہوئے آسیہ بیگم کی طرف بڑھی تھی۔
گاڑی نے بس ہلکا سا چھوا تھا۔
سعیٹھ حمدان نے بروقت بریک لگالی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں امی--"
 ماہم ایک دم ڈرگئی تھی۔
 لوگوں کا ہجوم انکے ارد گرد جمع ہو گیا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں--!!"
 آسیہ بیگم نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹانگ میں ایک ٹھیس سی اٹھی تھی۔
 "آپکو نظر نہیں آتا۔۔۔ جب ڈرائیونگ نہیں آتی تو روڈ پر کیوں نکلتے ہیں آپ لوگ؟؟"
 ماہم اس شخص کو دیکھتے ہوئے ایک دم چیخنی تھی۔

"آسی تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟"
 سیلھٹھ حمدان جیسے ٹرانس سے باہر آیا اور آسیہ بیگم کی طرف بڑھا تھا۔
 وہ اسے پہچان گیا تھا۔ اتنے سالوں بعد بھی وہ اسے ایک پل میں پہچان گیا تھا۔
 اور یہی حال آسیہ بیگم کا ہوا تھا جب انہوں نے اپنے سب سے اچھے کرزن کو اتنے سالوں بعد
 دیکھا تھا۔

"زیادہ لگی تو نہیں--!!"

وہ پاس بیٹھتے ہوئی سے پوچھ رہا تھا۔

جبکہ ماہم ہونک بنی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں--!!"

آسیہ بیگم نے ماہم کا سمارا لے کر اٹھتے ہوئی سے جواب دیا۔

سیدھ حمدان نے آسیہ بیگم کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ لیے تھے۔

آسیہ بیگم کو سلامت دیکھ کر لوگوں کو ہجوم چھٹ گیا تھا۔

"آجاؤ ہا سپیل چلتے ہیں۔ شاید تمہیں زیادہ لگی ہے--!!"

"میں میں ٹھیک ہوں--!!"

"میں نے کہانا چلو۔!!"

حمدان صاحب نے غصے سے انکی بات کائی تھی۔

اور آسیہ بیگم کو لگا تھا وقت کہیں نہیں گیا۔ اسکے سامنے کھڑا ہوا شخص آج بھی ویسے کاویسا تھا۔

جیسے کہیں کوئی می تبدیلی نہیں آئی می تھی۔

اور اسے سیطھ حمدان کو دیکھتے ہی اسے اپنی ڈائری میں لکھی غزل یاد آگئی۔۔۔

تمہیں آسمان بنایا ہے اپنا

تو آسمان سے گرا بھی سکتی ہوں

ستاؤ گے مجھ کو یونہی

تو چھوڑ کر جا بھی سکتی ہوں

بے رحموں کی کمی کب ہے؟!

میں اپنے زخموں پر

مسکرا بھی سکتی ہوں

روتی ہی رہوں گی کیا ہمیشہ؟؟؟

ظامم ہوں!

تمہیں رلا بھی سکتی ہوں

تمہارے کہنے سے
بیوفا ہو جاؤں گی کیا؟!

یہ المزام میں ٹھم پر بھی
تو لگا سکتی ہوں---!

جائے تھے جو جذبات محبت کہ
آنہمیں میں گھری نیند
سلا بھی سکتی ہوں---

سم لیا بہت تیرے
چھوڑ جانے کے ڈر سے
اب اس خوف سے
ٹھجھے ڈرا بھی سکتی ہوں---

چینو مت--- چینو مت میری جان!
تمہاری آنکھوں پر ترس آتا ہے

ورنہ

یہ تماشہ میں بھی لگا سکتی ہوں

جیسے ہی وہ گلی میں داخل ہوئی تھی ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی گاڑی گلی سے میں روڈ پر
داخل ہوئی۔

حانم چونکی تھی۔ انکے محلے میں اس طرح کی گاڑی کسی کی نہیں تھی۔ وہ آس پاس کے
گھروں کو جانتی تھی۔

"شاید کسی نے نئی می لی ہو۔!"

وہ بڑھاتی ہوئی گھر کی جانب بڑھی۔

خلاف معمول پہلی دستک پر ہی دروازہ کھل گیا تھا جو ماہم نے کھولا تھا۔

"امی کدھر ہیں۔۔؟؟"

حانم کو حیرت ہوئی۔

"اندر ہیں۔۔!!"

ماہم تھوڑی سنجیدہ تھی۔ حانم نے قدم تیزی سے کمرے کی طرف بڑھائی۔

"اماں کیا ہوا آپکو۔۔ طبیعت ٹھیک ہے نا؟؟"

آسیہ بیگم کو بستر میں لیئے دیکھ کر حانم ایک دم پیشان ہو گئی تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں--!!

آسیہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"بازار سے واپسی پر چھوٹا سا ایک سیڈیٹنٹ ہو گیا تھا امی کا--!!

ماہم نے جیسے دھماکہ کیا تھا۔ حانم تو جیسے سن ہو گئی تھی۔

"اڑے نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کچھ نہیں ہوا مجھے۔۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔۔!!

آسیہ بیگم نے حانم کے ہیلے پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور کمال یہ کہ وہ گاڑی والا امی کا کزن نکلا۔۔ جو ابھی ابھی گیا ہے۔۔!!

ماہم کی بات پر حانم کو وہ گاڑی یاد آگئی۔

"انہیں نظر نہیں آیا کیا۔۔ ایلے کیسے انہوں نے۔۔

حانم کے آنسو جیسے گلے میں اٹک گئیے تھے۔

"غلطی اسکی کی نہیں ہے میرا ہی دھیان نہیں تھا۔ اور خوشی ہے مجھے اس بات کی اگر میں اسکی گاڑی سے ناٹکراتی تو ہم دوبارہ کبھی نا ملتے۔۔ چلو اس بھانے لئے تو سی۔۔!! آسیہ بیگم کے لجے میں واقعی خوشی تھی۔ جبکہ حanim پریشان ہو گئی تھی۔

"اگرامی کو کچھ ہو جاتا۔۔ وہ اس خیال سے ہی گھبرا گئی تھی۔ انکا واحد سہارا اس دنیا میں انکی ماں ہی تھی۔ وہ شکر ادا کر رہی تھی اللہ کا جس نے ان پر اپنا رحم کر دیا تھا۔

"آسی نے اتنے سال بیوگی اور غربت میں اس چھوٹے سے گھر میں گزار دیے۔۔ میں کیسا انسان ہوں کبھی پلٹ کر خبر تک نالی۔۔!! سعیٹھ حمدان گاڑی ڈائیو کرتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"اتنے پیارے پچھے ہیں اگر آج میری وجہ سے آسی کو کچھ ہو جاتا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کرپاٹا۔۔!!

آسیہ بیگم کی اجری حالت دیکھ کر کمیں دور۔۔ بہت پرانے سوئیے جذبات ایک دم جاگے تھے۔

وہ جتنی اہم اسکے لیے کل تھی آج بھی اتنی ہی تھی۔ وہ کبھی اسے نہیں بھولا تھا۔ آج بھی نہیں !!

حanim کا آج کا ج میں آخری دن تھا۔

اسکے دو ماہ پورے ہو گئے تھے۔ کا ج کا مستقل ٹپھر واپس آگیا تھا۔

ویلے بھی اسکے اپنے پیپر ہونے والے تھے وہ مزید جاب نہیں کر سکتی تھی۔

پہلے لیکھر میں آرہے نہیں تھا حanim نے شکر ادا کیا تھا۔

بچوں نے آج کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ حanim نے ان سے اپنی کچھ باتیں شیئر کی تھیں اور انہیں بہت سی اچھی باتیں بتائی تھیں۔

اس وقت وہ سٹاف روم میں اکیلی بیٹھی تھی جب سٹوڈنٹس کا گروپ اسکے پاس آیا تھا۔

یہ وہ پچھے تھے جنہیں وہ بہت پسند آئی تھیں۔

"میں ہمیں آپکا آٹو گراف چاہیئے---!!
حانم حیران ہوئی۔۔ اس نے کبھی اپنی سلوڈنٹ لائیف میں یہ کام نہیں کیا تھا۔

"لیکن کیوں---؟؟
اس نے پوچھا۔

"ہمیں یاد رہے گا کہ مس ام حانم نے ہمیں پڑھایا تھا کبھی۔۔!!
انکی عجیب و غریب خواہش پر حانم نے انکی ڈائری پر کچھ اقوال لکھ کر اپنا نام لکھ دیا تھا۔
سب پڑھے گئیے تھے حصہ رہ گئی تھی۔

"آپکو کیا چاہیئے۔۔؟؟"
حانم نے سوالیہ نظرؤں سے پوچھا۔

"آنکھیں کھول کر تو سمجھی لکھ لیتے ہیں سمجھی سائیں کر لیتے ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپ
آنکھیں بند کر کے میری ڈائری پر سائیں کریں۔۔!!

"یہ کیا بات ہوئی۔۔ مجھے نہیں آتے سائیں کرنے آنکھیں بند کر کے۔۔!!
حانم نے جواب دیا۔

"پلیز میم--- پلیز--- آپ میرے لیے اتنا نہیں کر سکتی--- اتنی سی گزارش قبول کر لیں۔
حفصہ نے منٹ کی۔

"ٹھیک ہے--- مجھے قبول ہے لاو کدھر کرنے میں سائیں---؟؟
حانم نے کچھ نا سمجھتے ہوئیے زبردستی مسکراہٹ چھرے پر لا کر ہامی بھری تھی۔

جتنے صفحات پر میں کھوں گی آپ نے اتنی بار سائیں کرنا ہے---!!
حفصہ نے کہتے ہوئیے اپنی ڈائری آگے بڑھائی۔

حانم نے آنکھیں بند کر کے پہلے صفحہ پر سائیں کیا۔
لبس---؟؟

"نمیں میم--- اور بھی کرنے ہیں---!!
وہ ناجانے کتنی جگہ پر اس سے سائیں لے چکی تھی۔

"اب کھولوں آنکھیں---؟؟"
جانے کیوں حانم کو عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ اسکی چھٹی حس نے کوئی می الارم بجا�ا تھا۔
حفصہ نے کوئی می جواب نہیں دیا تھا۔

"کھول لیں آنکھیں مس ام حانم--!!
وہ آواز اسے کرنٹ کی طرح لگی تھی۔ حانم نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔
سامنے روحان جبیل کھڑا تھا۔ زبردی مسکراہٹ یلے--
حانم کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔
اسکے ہاتھ میں کچھ کاغذ تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟؟"
وہ پچھنی۔

"رپلیکس ٹیچر جی۔۔ یہ دیکھیں۔۔ بقول آپ کے میں نے آپکو دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی بنا دیا
ہے--!!
آرجے نے وہ کاغذ اسکی جانب بڑھائی۔۔

"کیا ہے یہ ؟؟
نگواری سے پوچھا گیا۔

"خود دیکھ لو--!!

وہ گھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

کاغذ پر نظر پڑھتے ہی حanim کا دماغِ اللہ تھا۔ وہ نکاح نامہ تھا۔ جس پر اسکے سائیں موجود تھے۔
حفصہ اسے دھوکہ دے گئی تھی۔
حanim کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ--؟؟"

مشکل سے ہمت جمع کر کے حanim نے وہ کاغذ اسکے منہ کی طرف اچھالا تھا بلکہ منہ پر مارا تھا۔

"اف آہستہ بولو-- مسز-- تم نے ہی کہا تھا نا دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہوگی جسکی قسمت
میں روحان جبیل داخل ہوگا-- لو اب میں نے تمہیں ہی بد قسمت بنادیا--

وہ آنکھ دباتے ہوئی سے بولا تھا اور پھر ٹانگ پر ٹانگ جما کر آرام سے صوف پر بیٹھ گیا تھا۔
حanim کو تو اسکی بات سن کر ٹھنڈے پسینے آگئی سے تھے۔

اس نے چاروں طرف دیکھا تھا اور شکر کیا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو-- میں ابھی پرنسپل کو بتاتی ہوں تم نے انتہائی شرمناک حرکت کی
ہے--!!

حanim کا دل کر رہا تھا کہ وہ اسے مار ڈالے-- اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

"اور تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہارا یقین کریں گی؟؟
وہ ہنسا تھا۔

جبکہ حانم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"تمہاری اس بکواس سے مجھے کوئی ی لینا دینا نہیں--!!
حانم نے قدم باہر کی جانب بڑھائی۔

"نکاح ہو گیا ہے ہمارا-- مس ام حانم--!!
وہ سکون سے کہتا اسے آگ لگا گیا تھا۔

"نکاح کوئی ی نچوں کا کھیل ہے جو سائیں کرنے سے ہو جاتے گا--!!
وہ مذاق اڑانے والے لمحے میں بولی تھی۔

"لمٹکی کی رضا مندی چاہیتے ہوتی ہے نا۔ وہ مجھے مل گئی۔
آرچے نے نکاح نامے کی طرف اشارہ جسے وہ نیچے سے اٹھا چکا تھا۔

"اور تم نے بھی قبول کر لیا ہے--!!

"ٹھیک ہے مجھے قبول ہے لاو کدھر کرنے ہیں سائین--"
وہ اسکی آواز ریکارڈ کر چکا تھا۔
حامنم تو دنگ رہ گئی تھی۔

"باقی کی کاروانی اب دیکھ لو--"

اس نے موبائل پر کسی کا نمبر ملایا تھا۔

"ہاں مکی-- لڑکی نے سائین کر دیئے ہیں مولوی کو کہو کہ نکاح پڑھائیے--!!
اسکے الفاظ نے حامنم کے پیروں نیچے سے زین کھینچ لی تھی۔

دوسری طرف سے مولوی کی آواز ابھری تھی۔

وہ نکاح پڑھا رہا تھا۔

"کیا آپکو قبول ہے ؟؟"

ام حامنم نے باقاعدہ اپنا اور روحان جبیل کا نام سنا تھا۔

اور روحان نے کس قدر چالاکی سے مولوی کے پوچھنے پر حامنم کی ریکارڈ کی گئی آواز سے
صرف قبول ہے کو مولوی تک پنجایا۔

اسکے اس طرح کرنے پر حانم پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

تین بار مولوی نے پوچھا تھا اور تین بار قبول ہے وہ سن چکے تھے۔

"جی سائیں کردیئے ہیں حانم نے اب میری باری--!!

وہ پرسکون سا کہہ رہا تھا۔

سائیں وہ پہلے کر چکی تھی۔

اس سے پہلے مولوی مزید کچھ بولتا۔ حانم کو جیسے ایک جھٹکا لگا تھا۔

وہ بنا کچھ بولے سٹاف روم سے باہر کی جانب بھاگی تھی اور پھر وہ بھاگتی چلی تھی۔

اور پیچھے آر جے اب قبول ہے بول رہا تھا۔

نکاح نامے پر سائیں کرنے کے بعد اس نے موبائل پر چلتی ریکارڈنگ جس سے مولوی کی آواز ابھر رہی تھی اسکو بند کیا۔

"سٹوپ۔۔ بھاگ گئی می ڈر کر۔۔

تین بھی نہیں کی میری کہ یہ سب ناکرو۔۔!!

اپنی ہی بات پر اس نے قہقہے لگایا تھا۔

"اے جی سائیں کر دیے ہیں حanim نے اب میری باری--"

وہ پرسکون ساکھہ رہا تھا۔

سائیں وہ پہلے کر چکی تھی۔

اس سے پہلے مولوی مزید کچھ بولتا۔ حanim کو جیسے ایک جھٹکا لگا تھا۔

وہ بنا کچھ بولے سطاف روم سے باہر کی جانب بھاگی تھی اور پھر وہ بھاگتی چلی تھی۔

اور پچھے آر جے اب قبول ہے بول رہا تھا۔

نکاح نامے پر سائیں کرنے کے بعد اس نے موبائل پر چلتی ریکارڈنگ جس سے مولوی کی آواز ابھر رہی تھی اسکو بند کیا۔

"سٹوپ۔۔ بھاگ گئی می ڈر کر۔۔

متنیں بھی نہیں کی میری کہ یہ سب نا کرو۔۔!!

اپنی ہی بات پر اس نے قہقہہ لگایا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھا تھا۔ نکاح نامے کو پھاڑنے لگا تھا پھر اچانک کچھ سوچ کر رک گیا۔

"کیا پتا کبھی زندگی میں اسکی ضرورت پڑ جائیے--!!
اس نے خود سے کہا تھا۔ اسے اس وقت نا تو اس نکاح میں کوئی دلچسپی تمھی اور نا ہی ام
حانم میں--"

اس کیلیے یہ ایک ایڈو یخیر جیسا تھا۔ حانم کی حالت نے اسے کافی لطف دیا تھا۔

"لیکن حیرت ہے اس گھمنڈی لڑکی نے نامعافی مانگی اور ناشتیں کی میری--؟؟" وہ بڑھا یا تھا۔

اور پھر اس کاغذ کے ٹکرے کو جیب میں رکھنے کے بعد وہ سیلیٰ بجا تا سٹاف روم سے باہر نکل
آیا تھا۔

وہ جیت گیا تھا۔۔۔ وہ #فتح کا بادشاہ تھا۔ وہ وقت اور قسمت دونوں پر حکومت کرتا تھا۔ وہ جیسا
چاہتا تھا ویسا ہو جاتا تھا۔۔۔ وہ فالج بننا چاہتا تھا۔۔۔

اس کا جے میں اب اسکی دلچسپی کے لائق کوئی چیز نہیں پہنچی۔
وہ سیلیٰ پر دھن بجا تا کا جے سے باہر نکل گیا تھا۔

حانم کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے روحان جبیل سے اس درجہ پا گل پن کی امید

نہیں تھی۔

اگر اسے پتا ہوتا کہ وہ ایسا کرے گا تو وہ اسکی لائی ف پارٹنر کے بارے میں کبھی ایسی بات نہیں کرتی۔

لیکن اب کیا ہو گا؟؟

اسکا دل بری طرح سے ڈر رہا تھا۔

"اللہ اب کیا ہو گا؟؟"

وہ بہت پریشان تھی۔ دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اگر اس نے پرنسل کو بتا دیا اور کوئی بھی اور کہانی سنائی می تو۔۔۔؟؟

سب مجھے برا سمجھیں گے--"

وسو سے اس کھائی سے جا رہے تھے۔

اس نے پڑھا تھا کہ سلفائی بٹ اپنے عمل اور اپنے رد عمل دونوں سے لوگوں کو چونکا دیتے ہیں لیکن اس آرجے نے تو اسکا دماغ ہی گھما دیا تھا۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ اب وہ اس کاچ میں کبھی نہیں جائیے گی--

اپنی اپنی طرف سے وہ دونوں اس کاچ کو ہمیشہ کیلیتے چھوڑ گئیے تھے۔

آر جے سنا دو کچھ۔۔"

محسن نے اسکی منٹ کی تھی۔ کلب کے تیز میوزک اور تمہر تھراتے جسموں کی بھیڑ میں وہ لوگ پر سکون سے بیٹھے تھے۔

لکھا تھا اور لگے میں چین پہنے جس پر آر جے لکھا RJ سیاہ رنگ کی جیکٹ کے پیچھے جس پر بڑا سا ہوا لٹک رہا تھا۔۔ وہ اس کلب کی شان لگ رہا تھا۔

اس نے ملکی کو لڑکیوں کی جھرمٹ میں گھرا دیکھا تھا۔۔ اسکے دیکھنے پر ملکی نے ایک آنکھ دبا کر اسے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن جانے کیوں آج نا تو اسے نشہ چڑھ رہا تھا اور ناہی یہاں کوئی یہ لڑکی اسے متاثر کر رہی تھی۔

وہ پہلے بھی ایسا ہی تھا اسے کچھ متاثر نہیں کر پاتا تھا لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔

"یار میرا مود نہیں ہے۔۔!!"

گلاس کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے آر جے نے محسن کو انکار کیا تھا۔
اسے اتنا سنجیدہ دیکھ کر ملکی اسکی طرف آیا تھا۔

"کیسا رہا تمہارا نکاح۔۔"

وہ خبائث سے دانت نکالے پوچھ رہا تھا۔

"نکاح-- و اٹ ربش--!!

کونسانکاح؟؟ وہ جست پرائنک تھا اس ام حانم کو ڈرانے کیلیئے۔

"اور وہ نکاح نامہ--؟؟

ملکی نے دوبارہ پوچھا۔

اسکی بات پر آر جے چونکا تھا۔ وہ تو اس نے پھینکا ہی نہیں تھا۔

کچھ یاد آنے پر اس نے پیښت کی جیب سے وہ کاغذ نکالا تھا جس پر ان دونوں کے سائیں تھے۔

"یہ رہا۔"

ملکی نے اسکے ہاتھ سے وہ کاغذ جھپٹا تھا۔

"دلما دلمن دونوں کے سائیں ہیں بس گواہوں کے خانے خالی ہیں۔ ادھر لاؤ سائیں کرتا ہوں--!!

مزاق سمجھتے ہوئے ملکی نے اپنے سائیں کر دیے تھے۔ اور پھر کاغذ کو محسن کی طرف بڑھایا۔ محسن نے بھی ہنسنے ہوئے سائیں کیے تھے۔

اسکے بعد وہ اس کاغذ کے ٹکڑے کو لے کر گروپ کے دوسروں لڑکوں کی طرف بڑھا تھا۔
پانچ منٹ وہ نکاح نامے کو لہراتا واپس آیا تھا۔

"یہ لو آر جے کام مکمل ہو گیا ہے--!!"
شیطانی مسکراہست یلے وہ آر جے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"انٹر سٹنگ--"

آر جے کیلیے یہ سب ایک نیا کھیل تھا اسکی آنکھیں چمکی تھیں۔
اس نے پھر وہ کاغذ کا ٹکڑا جسکی اسکے نزدیک کوئی ہمیت نا تھی بنا سوچے سمجھے جیکٹ کی
جیب میں رکھ لیا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کاغذ کا ٹکڑا اب قانونی اور شرعی طور پر ایک مکمل نکاح نامے کی حثیت
اختیار کر گیا تھا۔

"پلیز یار کچھ سنادو--!!"
اس بار ملکی نے گٹار اسے تمہاتے ہوئے کہا تھا اور کچھ سوچ کر آر جے نے اسے پکڑ لیا تھا۔

حانم کاج سے سیدھا گھر آگئی تھی وہ اپنی آکیڈمی نہیں گئی تھی۔

اسکا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک ہو؟؟"

آسیہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

"جی اماں میں ٹھیک ہوں--!!"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

اسکے بعد وہ بستر میں گھس گئی تھی۔

اگر مہرو کو پتا چل گیا۔ اور اسمارہ آپی۔ وہ سب لوگ کیا سوچیں گے میں بارے میں۔۔۔

نہیں ایلے نکاح تو نہیں ہوتا۔!!

اب وہ خود کو تسلیاں دے رہی تھی۔

لیکن اس نکاح نامے پر سائیں تو میرے ہی ہیں۔۔۔!!

اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اسی ڈر اور خوف میں اسے رات تک بخار ہو گیا تھا۔

وہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"یا اللہ مجھ پر رحم کر!!"

اسے اپنے پچھلے سارے گناہ یاد آرہے تھے اور نم آنکھوں سے وہ صدق دل سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ وہ روحان جبیل اس بات کا ذکر کسی سے ناکرے--

اور حفصہ-- اسے تو میں نے بہت اچھا سمجھا تھا۔

اس نے دھوکہ کیا میرے ساتھ-- !!

حanim جو سخت افسوس ہو رہا تھا۔ اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ماہی بیٹا آج میں کس سے ملا۔۔؟؟"

سیلیٹھ حمدان بہت ہی پر جوش سے اپنی بیٹی کو بتا رہے تھے۔

"کس سے بابا۔۔؟؟"

فون کی دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔

"آسی سے--!!"
سیلھٹھ حمدان کے لب کا پے تھے۔

"کیا سچ میں بابا---؟؟"
وہ حیران ہوئی تھی۔

"ہاں-- اور اسکی حالت دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا خود پر--- میں بہت شرمندہ ہوں ایک
ہی شہر میں رہتے ہوئیے میں نے کبھی جا کر اسکی خبر نہیں لی--!"
سیلھٹھ حمدان سچ میں بہت افسوس تھا۔

"کیسی ہیں بابا وہ--؟؟"
ماہی نے پوچھا تھا۔

"میرے یہ تو آج بھی ویسی ہی ہے-- بائی یہ سال پہلے والی آسی-- مجھ سے فرماشیں کر
کر کے چیزیں منگوانے والی--
لیکن وقت اور حالات نے اسے کافی بدل دیا ہے-- اب کچھ نہیں مانگتی وہ--!"

"تو بابا آپ اب انکی مدد کریں نا۔۔ قسمت نے آپکو دوسرا موقع دیا ہے اسے مت گنوائیں--!!
 ماہی کی بات نے سیدھے حمدان کو چونکا دیا تھا۔
 جبکہ ماہی جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی۔
 اسکے بابا نے کتنے سال اکیلے گزار دیے تھے صرف ماہی کی وجہ سے--
 وہ پہلی محبت کو آج بھی اپنے دل میں بسائیے بیٹھے تھے۔ یہ قدرتی امر ہے انسان اپنی پہلی
 محبت کو چاہ کر بھول نہیں سکتا وہ گلے کا طاق بن کر ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ ہر ہر مجھے
 اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے یہ اک خالص جذبہ ہے۔ جسے چاہ کے کر بھی ہم بھلا نہیں
 سکتے!!۔

پہلی محبت پرانے مقدمے کی طرح ہوتی ہے---
 ناختم ہوتی ہے نا انسان باعزم بڑی ہوتا ہے---
 اور محبت ناملنے کا دکھ ماہی سے بہتر کون جانتا تھا۔!!

محبت جن سے ہوتی ہے
 انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت
 دامن گیر رہتا ہے
 یقین کی آخری منزل پر آکر بھی

کوئی جذبہ کوئی شک

کوئی اندیشه

بہت بے چین رہتا ہے

محبت جن سے ہوتی ہے

انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

کہیں یہ وصل کے ملے

بدل جائیں نہ فرقت میں

کہیں یہ قرب کی گھڑیاں

جدائی میں نہ ڈھل جائیں

کہیں ایسا نہ کہ کوئی اُسکو

بدگماں کر دے

کہیں ایسا نہ ہو وہ مریاں

آنکھیں بدل جائے

کہیں ایسا نہ ہو یہ گرم جوشی

Urdu Novels

سرد پڑ جائے
 تپاکِ جاں سے ملنے کی روشن
 تن بستہ ہو جائے
 اداۓ دلبرانہ بے رخی کا روپ دھارے
 اور دل کا درد بن جائے
 محبت جن سے ہوتی ہے
 انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت
 دامن گیر رہتا ہے
 کبھی محفل میں سب کے سامنے
 وہ احتیاطاً بھی
 نظریں چرا جائے
 تو دل پر چوت لگتی ہے
 آنسوؤں کا منئ برستا ہے
 کبھی مصروفیت میں فون کی گھنٹی کا
 وہ نوٹس نہ لے

اور

رابطے کا سلسلہ موقوف ہو جائے
 دھڑک اٹھتا ہے دل
 کیا جانئے کیا ہو گیا اُس کو
 توجہ میں کمی کیوں آگئی
 کیوں اُس کی جانب
 ایک سنٹا سا چھایا ہے
 جو اپنا اس قدر اپنا تمھا
 آخر کیوں پرایا ہے
 محبت جن سے ہوتی ہے
 انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت
 دامن گیر رہتا ہے
 محبت جن سے ہوتی ہے.....!!!!!!

Urdu Novels

"سنو آر جے تم نے دوبارہ مس ام حانم کو تنگ تو نہیں کیا؟؟"

حشام لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظر آنے والے آر جے سے پوچھ رہا تھا۔
حشام کی بات سن کر وہ ایک دم چونکا تھا۔

"کیا بات ہے شامو کا کا-- ویلے تو تمہیں لڑکیوں کے نام یاد نہیں رہتے اور مس ام حانم تمہارے
بڑی یاد ہے--!!

آر جے شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"کیونکہ میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں-- بتاؤ تنگ تو نہیں کیا نا؟؟"
حشام کو ناجانے کیوں فکر کیوں رہی تھی۔ وہ اتنے دنوں سے پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن ہمت نہیں
ہوئی می۔ وہ جانتا تھا کہ آر جے کتنا چالاک ہے۔

"نہیں تنگ نہیں کیا بس بھگا دیا۔۔۔ ایک چھوٹا سا ڈرامہ کر کے--!!

"کیسا ڈرامہ--؟؟"

حشام چونکا۔

"پھر کبھی بتاؤں گا شامو کا کام مجھے ابھی کچھ کام ہے--!!

اس سے پہلے حشام کچھ کہتا۔۔ وہ آف لائیں جا چکا تھا۔

"پتا نہیں اب اس نے کیا کیا ہو گا اس معصوم کے ساتھ--!!

حشام کو فکر ہو رہی تھی۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

آرجے اپنی نئی می ویڈیوز جو اس نے اپلوڈ کی تھیں انہیں چیک کر رہا تھا۔

اسکی ویڈیوز پر ری ایکٹ کر رہی تھی۔ اور follower پچھلے ایک ہفتے سے ایک نئی می تعریف الگ۔۔

وہ کبھی کسی کے کمینٹس نہیں پڑھتا تھا البتہ کبھی کچھ چیزیں اسے مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

"Can we be friends"؟؟

اس نئی می لڑکی رحمہ کی طرف سے مسیح آیا تھا۔

آرجے نے اسکے ٹائپ کیے گئے مسیح کو سکین کیا تھا۔۔ اور پھر بلا اختیار ہی وہ ہنس دیا تھا۔

"Don't Try To Make Me fool Miss Shalni"

وہ ایک سینئر کے اندر اسے حقیقت سے روشناس کرا گیا تھا۔

"اسٹوپڈ"

وہ بڑبڑایا تھا۔

جبکہ دوسری جانب شالنی اسکا مسج پڑھ کر حیران و پریشان رہ گئی تھی۔ وہ انسان تھا یا کوئی یہ جادوگر۔۔۔؟؟

اسے بے قوف بنانا واقعی ناممکن تھا۔

وہ کچھ دیر شاکدھ رہی تھی اور پھر زیرلب مسکرا دی تھی۔ اسکا انتخاب سو فیصد درست تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ آنسو کمیں ہجرت کر لیں

آکسی روز ترے غم کی ضیافت کر لیں

اس نے جاتے ہوئے پر سے میں یہی بولا تھا

اب یہ بہتر ہے کہ یادوں پہ قناعت کر لیں

گاؤں سب ہار کے ہم جو کبھی واپس لوٹیں

کیا ہی اچھا ہو اگر تیری زیارت کر لیں

تو کہیں ہم کو لے تو لپٹ کر تجھ سے

اتنا پھر روئیں کہ ضائع یہ بصارت کر لیں،

کانپ اٹھتا ہوں میں اب دیکھ کے ہنسنے چھرے

لوگ یہ بھی نہ محبت کی حماقت کر لیں

اس محبت پہ بھی تم نے جو ستم ڈھائے ہیں

عین ممکن ہے کہ ہم تم سے عداوت کر لیں

حانم پچھلے دو دنوں سے آکیڈمی نہیں گئی تھی۔ بخار اسکی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اسے ڈر

تھا کہ اگر وہ آکیڈمی جائیے گی تو مہرو اسے سوال کرے گی۔

موباٹل پر آنے والی ہر کال پر وہ ڈر جاتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ ابھی پرنسل کا فون آئیے گا

اور پھر اسکی انسٹ ہوگی۔

ابھی بھی موبائل پر ہونے والی بپ پر وہ گھبراگئی تھی۔
لیکن پھر نمبر اور مسیج دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ ایک ناگواری اسکے چہرے پر پھیل گئی تھی۔

"یہ شخص میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔۔!!"
وہ روہانی ہوئی تھی۔

بہت کچھ تھا جو وہ کہنا چاہتی تھی۔۔ بہت کچھ تھا جو وہ بتانا چاہتی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اپنے احساسات کو کس سے شئی رکرے؟
مرو سے اسکی بہت اچھی دوستی تھی اسکے برعکس وہ اس سے اپنے دل کی بات نہیں کہہ پاتی تھی۔

تمکھ بار کراس نے مسیج ڈیلیٹ کیا تھا۔

"محبھے نمبر تبدیل کر لینا چاہیتے۔۔!!"

آخر وہ اس آخری نتیجے پر پہنچی تھی۔

اسکی نمازیں لمبی ہوتی جا رہی تھیں۔۔ گرگڑا کر وہ ناجانے کیا مانگتی تھی۔
ایک ڈر نے اسکے دل میں ڈیرا ڈال لیا تھا۔

اس نے دوبارہ اکیڈمی جانا شروع کر دیا تھا۔ نامہ نے کوئی می بات کی تھی۔ ناپرنسل کا فون آیا تھا اور نا آر جے نے کوئی می پیش رفت کی تھی۔

دھیرے دھیرے وہ بھی اسے مذاق سمجھ کر بھولے لگی تھی۔

"یہ تمہاری سیری ہے ہانی۔۔ اسمارہ آپی نے بھیجی ہے۔۔ تم بنا پرنسل سے لے واپس آگئی تھی۔۔!!"

مہرو نے ہانی کی امانت اسے دی تھی۔ جس پر ہانی نے شکر ادا کیا تھا کہ سب نارمل تھا ٹھیک تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے اسے انجانے نمبر کال آرہی تھی جسے وہ جان بوجھ کر نہیں پک کر رہی تھی۔

"میم میری بات سنیں۔۔ میں حفصہ ہوں پلیز میم۔۔!!!"
اسکا سچ پڑھنے کے بعد تو حانم کا دماغ گھوما تھا۔ اس نے موبائل ہی بند کر دیا تھا۔
اور اب پھر کسی اور نمبر سے فون آرہا تھا۔

"اٹھا لو نا ہانی کس کا فون ہے؟؟"
مہرو کی بات پر وہ چونکی تھی۔

"اٹھا لو نا ہانی کس کا فون ہے؟؟"
مہرو کی بات پر وہ چونکی تھی۔

"پتا نہیں--!!"
حانم کا مود خراب ہوا تھا۔

"یار پوچھ تو لو ایک بار--"

مہرو کے اصرار کرنے پر حانم نے کال رسیو کی تھی۔
"میم پلیز میری بات سن لیں-- پلیز فون بند مت کیجیئے گا پلیز میم--"
حفصہ منتین کر رہی تھی۔

"حفصہ مجھے آپ سے کوئی ہی بات نہیں کرنی۔"
حانم نے دوڑک جواب دیا تھا۔

"نا کریں بات-- لیکن میری سن لیں پلیز--"

وہ روحان نے مذاق کیا تھا میم-- پرانک-- اس نے مجھ اموشناں بلیک میل کیا تھا کہ اگر میں نے اسکی بات نہیں مانی تو وہ کسی سے بھی یہ کام کروالے گا-- اور پھر شاید سب کو یہ بات پتا چل جائیے--!!

اس نے مجھے اس لیے کہا کہ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کیونکہ آپ مجھے عزیز ہیں--" وہ آخری بات کہتے پر رو دی تھی۔

"اُس اوکے حصہ-- کوئی بات نہیں۔ آپ بھی بھول جاؤ اس بات کو--!!
حائف نے گمرا سانس لیا تھا۔

"پکا آپ ناراض تو نہیں ہیں نااب؟؟"

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں-- پھر بات ہوگی۔!!
وہ اسکا جواب سے بنا فون بند کر چکی تھی۔

دل سے ایک بوجھ سا اتر گیا تھا۔ ایک ڈر جو تھا وہ ختم ہو گیا تھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ سب ڈرامہ تھا۔

"کیا ہوا ہانی؟؟"

مہرو نے جو اسے غور سے دیکھ رہی تھی اسکے فون بند کرنے پر پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بس کاج کا ایک مسٹی لہ تھا--"

وہ خوشلی سے مسکرا دی۔ واقعی حفصہ نے اسے بہت بڑے صدمے سے باہر نکال لیا تھا۔

جانم اب اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہی تھی۔

اسٹیڈیم لوگوں کے ہجوم سے بھرا پڑا تھا۔

ہر طرف نوجوان لڑکے لڑکیاں اسکے انتظار میں تھے۔

ہر ایک کی زبان پر بس آر جبے تھا۔ رات کے اندرے میں بھی رنگ برلنگ روشنیوں نے اسٹیڈیم کے درمیان بنے اسٹیج کو منور کیا ہوا تھا۔

وہ پروفشنل سنگر نہیں تھا۔ اور ناکسی کیلیے گاتا تھا۔ البتہ اسکے فین ڈیمانڈ کرتے تھے اس سے سننے کی۔ اور وہ ایک دن فائی نل کر دیتا تھا۔ اسی دن دیکھنے اور سننے والوں کا ہجوم جمع ہو جاتا تھا۔

جینی_مارٹن سے اسکی دوستی سو شل میڈیا پر ہوئی تھی۔ وہ ب्रطانیہ سے تعلق رکھتی تھی۔
تیس سالا جینی کمیں سے بھی تیس سال کی نہیں لگتی تھی۔
وہ ایک پروفیشنل سنگر تھی جسکی آواز نہایت دلکش تھی۔

البتہ جب سے اس نے آرجے کی آواز سنی تھی وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اسکی شدید
خواہش تھی کہ وہ آرجے کے ساتھ سنگنگ کرے۔
اور آج وہ آرہی تھی۔ آرجے کے ساتھ۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ دھماکہ کرنے والے تھے۔

انتہائی سخت سیکیورٹی کے اندر انکی گاڑیاں آگے پیچھے اسٹیلیزم میں داخل ہوئیں تھیں۔

اور کچھ دیر بعد میڈیا، کمپروں کی چمک اور لوگوں کی زبردست ہونگ میں وہ اسٹیلچ کی طرف بڑھے
تھے۔

"رات تقریباً دو بنجے شو ختم ہوگا۔۔ اور اسکے بعد جینی کی خواہش پر وہ دونوں واپس ہوٹل جائیں
گے۔۔

جینی کی یہ خواہش آرجے لازمی پوری کرے گا۔۔
ایک بار وہ دونوں ہوٹل پہنچ جائیں۔۔ پھر ہمارا کام آسان ہو جائیے گا۔۔!!"

وہ پروجیکٹ کے سامنے کھڑی بتا رہی تھی۔

سکرین پر اسٹیڈیم کے اندر باہر-- اسٹیڈیم سے ہوٹل تک اور ہوٹل کے اندر تک ہر چیز کا نقشہ تھا اور دوسری سکرین پر اسٹیڈیم کی ویڈیو نظر آ رہی تھی۔

"دھیان رہے اس بار پلان فیل نہیں ہونا چاہیئے--!!
باس نے سخت تنپیہ کی تھی۔ لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

جیلنی اور آر جے دونوں سیاہ رنگ کے کپڑوں میں تھے۔

جیلنی نے گھٹنوں تک آتے شارٹ کپڑے پہن رکھے تھے۔ جبکہ آر جے گھٹنوں سے پھٹی جیزن پہنے جسکی بلیک جیکٹ بھی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی، ربر بینڈ سے بالوں کو پیچھے کی جانب کیے گئے اور بازوں میں لٹکتے بینڈز جن پر آر جے واضح لکھا چمک رہا تھا، وہ دونوں عوام کی توجہ کا مرکز بنے تھے۔

گٹار ہاتھ میں پکڑے وہ اسٹیچ پر جھول رہا تھا۔

جیلنی اس سے دس سال بڑی تھی اور تمی بڑی لیکن آر جے کمیں سے بھی نا اس سے متاثر نظر آ رہا تھا اور ناہی وہ خوف کا شکار تھا۔ اسکا اعتناد دیکھنے لائی ق تھا۔

I'm so lonely broken angel

I'm so lonely listen to my heart

جیں نے گانا شروع کیا تھا۔

من دوست دارم
بہ چشم من گریہ ندہ
نہ، نمی تو نم
بدون تو حالم بدہ

آر جے اپنی طسماتی آواز سے ایک بار پھر سحر پھونک رہا تھا۔
لوگ دیوانوں کی طرح انہیں سن رہے تھے۔

حشام جس فلیٹ میں رہتا تھا اس عمارت میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی تھی جو برسوں سے وہاں
راہ رہے تھے۔

اس عمارت (بلڈنگ) کے سب سے اوپری فلیٹ کو وہاں موجود لوگوں نے مسجد کا نام دیا ہوا
تھا جہاں وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔

آرچے نے حشام کو بتایا تھا کہ آج اسکا شوتھا۔

وہ دیکھنا چاہتا تھا تبھی اسے چھوٹے بابا سائیں (حیدر جبیل) کا فون آیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو تم اپنے لڈلے کے کام-- ایک سید گھرانے سے ہو کر وہ انگریزوں کے ساتھ مل کر کیسے کام کر رہا ہے--"

کیا منہ دکھاؤں گا میں کل کو اگر آقا حضرت محمد ﷺ نے مجھ سے اسکے متعلق سوال پوچھ لیا---؟؟-

کیا منہ دکھاؤں گا اگر اس ذات نے جس پر میری جان قربان-- اگر اس نے پوچھ لیا کہ میں نے اپنے بیٹے کی توبیت کیسے کی تھی؟؟؟
بتاؤ کیا جواب دوں گا میں---؟؟؟"

وہ حشام سے پوچھ رہے تھے جبکہ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اگر اس سے پوچھ لیا گیا تو وہ کیا جواب دے گا؟؟

چھوٹے سائیں اپنا غصہ نکال کر فون بند کر چکے تھے۔

حشام نے لی وی لگایا تھا۔ اسے اچھی طرح پتا تھا کہ آرچے کا شوکس چینل پر براہ راست دکھایا جانا تھا۔

جبیسے ہی حشام کی نظر سکریں پر پڑی تھی اسکے چہرے پ واضح ناگواری پھیل گئی تھی۔

جیسی آر جے کے گلے میں باہیں ڈالے کھڑی تھی۔ جبکہ عوام ہونگ کر کر کے پاگل ہوئی می پڑی تھی۔

حشام نے فوراً غصے سے ٹُنی وی بند کیا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آر جے کا کیا کرے۔

"مجھے یہ چڑیل آر جے کا ساتھ ذرا اچھی نہیں لگ رہی--!!"

جواد نے منہ بنایا کر پاس بیٹھی ماہم سے کہا تھا۔

"تم اسے مت دیکھو بس آر جے کو دیکھو نا--"

ماہم نے حل پیش کیا تھا۔

اچانک حانم کمرے میں داخل ہوئی تھی رات کے دس بج رہے تھے اور وہ دونوں ٹُنی وی پر نظریں جمائیے بیٹھے تھے۔

"یہ کیا دیکھ رہے ہو تم لوگ؟؟"

حانم کی نظر اچانک سکرین پر پڑی تھی اور وہ دنگ رہ گئی تھی۔

اس نے آر جے کو نہیں پہچانا تھا کیونکہ اسکا چہرہ کیمرے کے بالکل سامنے نہیں تھا۔

"بند کرو یہ بے ہودہ چیزیں دیکھنا--!!"

وہ تقریباً چیخنی تھی۔

"بس آپی تھوڑا سا۔۔ تھوڑا سارہ گیا ہے پھر خود ہی بند کر دیں گے--!!"

جواد نے ٹانگ الکائی می تھی۔

"میں امی کو بلا تی ہوں وہ خود آکر دیکھ لیں گی کہ تم لوگ کیا گھٹیا چیزیں دیکھتے ہو--!!"

وہ بڑھاتی باہر نکل گئی می تھی۔ جبکہ ماہم اور جواد دونوں نے شکر ادا کیا تھا۔

I'm so lonely broken angel

I'm so lonely listen to my heart

One n' only, broken angel

Come n' save me before I fall apart

تا ہرجا کہ باشی، کنار تم

نا آخرش، دیونہ تم) اودہ (

تو، تو نمیدوں کے جونی

برگرد پیشم

La la Leyli, la la Leyli, la la la la la
La la Leyli, la la Leyli, la la la la la

دنیا و مافیا سے بیگناہ وہ دونوں اپنی اپنی دھن میں گائیے جا رہے تھے۔

الله اکبر اللہ اکبر

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،
وضو کیے گئیے چھرے پر ابھی بھی پانی کی کچھ بوندیں چمک رہی تھیں۔
پھر میں عشاء کا وقت تھا۔ حشام نماز پڑھنے آیا تھا۔
لیکن اس سے پہلے وہ اذان دیتا تھا خود ہی--
جب بھی اسے وقت ملتا تھا۔ وہ لازمی یہ کام خود کرتا تھا۔

مسجد میں اسپیکر نہیں لگا ہوا تھا۔ البتہ جتنے بھی مسلمان خاندان وہاں رہتے تھے انکے فلیٹ میں آٹو بیٹک ساؤنڈ سسٹم کے ذریعے ازان کی آواز گونج جاتی تھی۔

"حی الفلاح، حی الفلاح"

آو وہ کامیابی کی طرف بلا رہا تھا۔

ہے کوئی جو اس رب کے بلاوے پہ لبیک کہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے شاہوں کا سربراہ ہے پھراؤں سے بلند دریاؤں کے پانی سے تیز ہوا اور روشنی جس کے قبضے میں ہے لیکن اس رب کریم کی عاجزی تو دیکھو وہ دن میں پانچ وقت اپنے پاس بلاتا ہے اور ہماری اوقات کیا ہے فقط ایک گندے پانی کے چند قطرے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ

(سورہ المؤمن)

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ شُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ شُمَّ مِنْ عَالَقَةٍ شُمَّ مِنْ بَخْرٍ جَكْمٌ طِفْلًا شُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشْدَكُمْ شُمَّ لِتَكُونُوا شُعْبُونَ خَارِجًا وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ قَبْلِ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ {67}

وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا۔ ہھر نطفہ بنا کر پھر لو تھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) نپھے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔ اور

کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم
سمجھو {67})

لیکن وہ اتنا مہربان رحیم و کریم ہے جس کی اجازت کے بنا ایک چڑیا پر نہیں ہلا سکتی ایک
درخت پتا نہیں ہلا سکتا مگر اپنے بندوں کے بار بار نا آنے پر اپنا بلاوا ترک نہیں کرتا ہم پر رزق بند
نہیں کرتا پھر سے پکارتا ہے "حی الفلاح" ہے کوئی جو آلے ہے کوئی جو مانگے ہے کوئی گدا
جو آواز لگائے ہے کوئی مفلس جو مفلسی میں مجھے سجدہ کرے کوئی نیند ترک کر کہ سجدہ ریز ہو
ہے کوئی بخشش مانگنے والا ہے کوئی توبہ کرنے والا آو آو تمہارا رب تمہیں خود پکار رہا ہے ہاں وہی
رب جس کے قبضے میں تمہاری جان وہی تم ناچار لوگوں کو تمہیں تمہاری ہی کامیابی کے لیے پکار
رہا ہے

کون جانتا تھا پیرس میں رہنے والا۔ انگلش میں پی اچ ڈی کرنے والا شخص ایسا تھا۔
چھوٹی سی مسجد میں سادے سے کپڑے پہنے، لوگوں کو کامیابی کی طرف بلا تلا وہ شخص ہزاروں
کے مجمع میں داد و صول کرتے آر جے سے کہیں بہتر لگ رہا تھا۔
نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کیلیے ہاتھ اٹھائیے تھے۔

"یا اللہ روحان جبیل کو ہدایت دے-- یا اللہ پاک اسکی حفاظت فرماء-- !!!
اور آج بھی سب سے پہلے اس نے آرجے کیلیے ہی سب کچھ مانگا تھا۔

"آج میں انخل سے اپنے دل کی بات کہ کر ہی دم لونگا--"

میدی نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئی سے کہا تھا۔

"تم سے نہیں ہو گا میدی--"

البرڈ صاف گو تھا۔

"تم جلتے ہی رہنا۔ دیکھنا آج میں یہ کام ضرور پورا کروں گا۔!!

میدی کافی پر ہوش تھا۔

ریسلوئرنٹ میں اسکی ڈیوٹی چار نجے شروع ہوتی تھی۔ وہ تین نجے وہاں موجود تھا۔

میدی اس ریسلوئرنٹ میں پارٹ ٹائم ویٹر کا کام کرتا تھا۔

"وہ آگئی ہے میڈی-- جاؤ-- اور فتح کرلو--"

البرڈ نے میڈی کو اکسایا تھا۔

انجل اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھی تھی۔

"جاؤ اب--"

البرڈ نے کشمکش کا شکار کھڑے میڈی سے کہا تھا۔

"اچھا اچھا جا رہا ہوں---!!"

میڈی نے خود کو تسلی دی تھی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا انجل کی طرف بڑھا تھا۔

"کیسی ہوا انجل---؟؟"

وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئیے پوچھ رہا تھا۔

انجل نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

"کچھ بات کرنی تھی--"

میڈی نے اسکے گھونے پر سنبل کر کہا تھا۔

"بولو---"

سرد سالجہ تھا۔

"وہ-- میں--"

میدی کا گلمہ خشک ہو گیا تھا۔ اس نے میز پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر پیا تھا۔
انجل اسے گھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں--؟ بولو اب---"

"will you marry me"؟؟

میدی نے آنکھیں بند کر کے کہا تھا۔ اسکا سانس اٹکا ہوا تھا۔
انجل اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور پھر میدی کی حالت دیکھ کر بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی وہ اپنی ہنسی ضبط نہیں کر پائی تھی۔ وہ ہنسی تھی اور ہنسنے چلی گئی تھی۔

"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے انجل--؟؟"

میدی کو برا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم پاگل ہو گئیے ہو میڈی-- اب میرے پیچھے مت آنا"

انجل نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔

"جواب نہیں دیا--"

میڈی کامنے بن گیا تھا۔ وہ بیچارہ اداس ہو گیا تھا۔

رات گیارہ بجے کامائم تھا۔ میڈی رسٹورینٹ سے فارغ ہو کر اب گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک اسے محسوس ہوا تھا کہ اسکے پیچھے کوئی ہے۔

وہ ایک نازک دل کا لمکا تھا۔ وہ ایک دم گھبرا گیا تھا۔

ایک دو بار پیچھے مرڑ کر دیکھنے کے بعد اب اس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔۔۔ جب اچانک کوئی ہی آندھی طوفان کی طرح آیا تھا۔

اسکے سر اور چہرے کو جیکٹ سے ڈھانپنے کے بعد کئے اور گھونسوں کی خوب بارش کی گئی تھی اس پر۔

"کون ہو تم چھوڑ دو مجھے -- کیوں مار رہے ہو--؟

بچاؤ مجھے -- !!"

وہ چیخ رہا تھا۔

"میری انجل کو پرپوز کرتے ہو-- خبردار جو آئی نہ اسکے آس پاس بھی نظر آئیے تو--!!
مارنے والے نے اردو زبان میں کہا تھا۔ میڈی کو صرف لفظ "انجل" سمجھ آیا تھا اور کچھ بھی
نمیں۔

دو چار گھونٹے اسکے پیٹ میں مارنے اور اپنی بھڑاس نکالنے کے بعد اب وہ رات کے اندھیرے
میں رفو چکر ہو گیا تھا۔ جبکہ میڈی نے، جسکی حالت بڑی ہو گئی تھی مشکل سے اپنے
چہرے سے جیکٹ اتلا ری تھی اور پھر بنا آگے پیچھے دیکھے گھر کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

شو ختم ہو چکا تھا اب وہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ آر جے جینی کو چھوڑنے ہو ٹل جا رہا تھا۔
انکی گاڑی کے آگے اور پیچھے بھی گاڑیاں گامزن تھیں جن میں جینی کی پوری ٹیم تھی۔
آج کے شو کے بعد آر جے کی فین فالونگ دو گنی بڑھی تھی۔

وہ دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔

جینی کافی تھکی نظر آرہی البتہ نیند آر جے کے آس پاس بھی نہیں پھٹکی تھی۔ اسے اس وقت نیند آتی ہی نہیں تھی۔

جینی آر جے سے چپکی بیٹھی تھی۔ اسے کوفت ہو رہی تھی۔

اچانک آر جے کی نظر سامنے گے مر سے جھانکتے ڈرائیور پر پڑی تھی۔ وہ ایک دم چونکا تھا۔ جو ڈرائیور انہیں لے کر آیا تھا وہ کوئی می اور تھا۔ وہ آنکھوں سے پہچان گیا کہ ڈرائیور بدل چکا ہے۔

آر جے کو کسی گربڑ کا احساس ہوا تھا۔

”کیا ہوا بے بی۔؟؟“

جینی نے اسکے چھرے کارخ اپنی طرف کیا تھا۔

آر جے کی نظر اسکے گلے میں لٹکے ڈائی منڈ کے نیکلس پر پڑی تھی۔ اسکی آنکھیں سکڑی تھیں۔ اور پھر وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔

اسے لاکٹ کے اندر مائیکرو کیم نظر آگیا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا اسکے موبائل نے چنگھاڑنا شروع کیا تھا۔
مکی کی کال تھی۔

"ہیلو آر جے کہاں ہو تم میرا ایکسپریسٹ ہو گیا ہے--!!"
مکی کی گھٹی گھٹی سی آواز ابھری تھی۔

"گارڈی روکو---"
آر جے نے کہا تھا۔

"کیا ہوا صاحب---؟"
آگے بیٹھے ڈائیور نے پوچھا تھا۔

"میں نے کہا گارڈی روکو---!!"
وہ چلا�ا تھا۔ جیسی ڈر کر اس سے الگ ہوئی تھی۔

"!! ہیلو آر جے کہاں ہو تم میرا ایکسپریسٹ ہو گیا ہے--"
مکی کی گھٹی گھٹی سی آواز ابھری تھی۔

"گاڑی روکو---"

آرچے نے کہا تھا۔

"کیا ہوا صاحب---؟"

آگے بیٹھے ڈرائیور نے پوچھا تھا۔

"میں نے کہا گاڑی روکو---!!"

وہ چلا�ا تھا۔ جیسی ڈر کر اس سے الگ ہوئی می تھی۔

ڈرائیور نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی تھی۔

آرچے بنا کچھ کے گاڑی سے باہر نکل گیا تھا۔

آرچے کی گاڑی کے پیچھے جو گاڑیاں تھیں وہ بھی ایک جھٹکے سے کی تھیں۔

جیسی اور ڈرائیور دونوں منہ کھولے حیرت سے دو جاتے آرچے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے اور نااب روک سکتے تھے۔ وہ اپنی مرضی سے انکے ساتھ جاتا تو الگ بات تھی۔

ڈائیور نے گھور کر جینی کو دیکھا تھا۔
 "میرا کوئی قصور نہیں میں نے کچھ نہیں کیا، اسے کوئی شک نہیں ہونے دیا--!
 جینی اسکے گھورنے پر سمنائی تھی۔
 جبکہ ڈائیور نے غصے سے گاڑی آگے بڑھادی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا--- ہم اپنی منزل کے اتنا قریب آکر یوں خالی ہاتھ نہیں رہ سکتے--!
 وہ چلا رہا تھا۔"

کمرے میں پڑے کمپیوٹر سسٹم اور کیمروں کو اس نے اٹھا اٹھا کر نیچے پٹخت دیا تھا۔
 "باس-- جینی نے پوری کوشش کی تھی۔ وہ اسکے ساتھ ہوٹل پہنچنے ہی والا تھا۔ پھر اچانک--
 "کیا اچانک۔؟؟
 باس نے اس لڑکی کو منہ سے دبوچا تھا۔

"مجھے وہ لڑکا ہر حال میں چاہیے-- عین موقع پر اسے کیا معلوم ہوا تھا-- اسے کس کی کال آئی تھی جو وہ گاڑی سے اتر گیا۔--؟ بتاؤ مجھے-- کون ہے غدار۔--؟" باس کا غصے اور صدمے سے برا حال ہوا پڑا تھا۔

"دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے-- جاؤ--" باس کے چیخنے پر لڑکی گھبرا کر کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

"آر جے----" وہ ایک بار پھر پوری طاقت سے چلایا تھا۔

"ہیلو آر جے تم کہاں ہو۔۔ ابھی تک ہاسپیٹ نہیں پہنچے۔۔ میرا اتنا برا ایکسڈیسٹ ہوا ہے۔۔ گاڑی الٹ گئی تھی۔۔ اور میں۔۔ جیسے ہی آر جے نے دوبارہ فون اٹھایا تھا ملکی ایک بار پھر سے شروع ہو گیا تھا۔

"بکواس بند کرو ملکی۔۔ اور یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو تم۔۔؟؟" اسکا دماغ پہلے ہی گھوما ہوا تھا اور اوپر سے ملکی کا ڈرامہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

"اُک-- کونسا ڈرامہ؟؟"

مکی سنبل کر بولا۔

"تمہارا ایکسیٹینٹ ہوا ہے-- ہے نا؟؟"

"ہاں ہوا تو ہے-- ہائی سے میری ٹانگ-- بہت درد ہو رہا--!!

مکی کراہ رہا تھا۔

"اچھا--"

آرجے نے اچھا پر زور دیا۔

گاڑی الٹ گئی-- اور تم الٹی گاڑی میں اٹھ لٹکے مجھے فون پر آرام سے بتا رہے ہو کہ میرا ایکسیٹینٹ ہو گیا ہے--- واہ-- آرجے کو اتنا اسلوپ سمجھا ہے--؟؟
اس نے طنزہ کہا۔

"نن--- نہیں وہ-- وہ میں تو--!!

مکی سٹپٹا گیا تھا اس سے کوئی یہ بمانہ نہیں بن رہا تھا۔

"جلدی مرو گھر-- میں انتظار کر رہا ہوں--!!

آرجے نے کہتے ہوئی سے فون بند کیا تھا۔

"پانچ منٹ بعد ملکی اوپر سے نیچے آیا تھا۔

آرجے نے اسے گھوڑی سے نوازا تھا۔ وہ گھر میں بیٹھا ایکسیڈینٹ کا نالک کر رہا تھا۔

"چھوڑ آئیے جیں کو--؟"

ملکی نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے خباثت سے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔

"منہ بند رکھو اپنا--"

آرجے نے صوف سے کشن اٹھا کر ملکی کے منہ پر مارا تھا۔ نشانہ پکا تھا کشن سیدھا اسکے منہ پر لگا تھا۔

"یار میری کوئی غلطی نہیں ہے-- مجھے حشام بھائی نے کہا تھا کہ ایکسیڈینٹ کا نالک کروں-- تاکہ تم واپس آجائو--"

لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے تم سچ میں کیسے آگئیے--؟؟" ملکی کو واقعی حیرت ہو رہی تھی۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ آرجے کا دماغ کتنا تیز چلتا ہے وہ ایک سینکڑ سے پہلے اسکا ڈرامہ پکڑ لے گا۔ لیکن پھر بھی اس نے کوشش کی تھی۔

"بس میری مرضی--"

آرجے نے بیزاری سے کہا تھا۔

"وہ حشام بھائی کے تم جیسی کے ساتھ رات ناگزارو--!!
مکی نے ڈرتے ڈرتے بتایا تھا۔

"اس شامو کی تو-- اور تم میرے دوست ہو یا اسکے--؟؟
آرجے نے دوسرا کشن اٹھا کر مارا تھا اسے۔

"یار مار کیوں رہے ہو-- میں نے بس حشام بھائی کی بات مانی ہے پہلی دفعہ--!!
مکی اچھلا تھا۔

جبکہ آرجے نے کوئی میرے جواب نہیں دیا تھا۔ وہ اب دو انگلیوں اور ایک انگوٹھے کی مدد سے اپنی کنپلیوں کو مسل رہا تھا۔

اسے پچھلے کچھ دنوں میں بارہا محسوس ہوا تھا کہ کوئی میرے اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔
اسکی چھٹی حس نے اسے کئی میرے بارچو کیا تھا۔
لیکن آج تو حد ہی ہو گئی--

"آخر جینی کس کے کہنے پر پاکستان مجھ سے ملنے آئی تھی؟؟"
وہ سوچ رہا تھا۔

"لیکن میں واپس کیوں آگیا؟ میں وہاں جا کر بھی تو پتا لگاسکتا تھا نا۔۔۔؟؟
لیکن شاید وہ نہیں جانتا کہ حشام جبیل کی دعا اسے کتنے بڑے نقصان سے واپس بچا کر لائی تھی۔۔۔ ناصرف نقصان بلکہ گناہ سے بھی۔۔۔!!

"توبہ توبہ کیسا زمانہ آگیا ہے آج کل تو بیٹیوں پر ذرا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔!
زیدہ آپ نے منے چڑا کر پاس بیٹھی آسیہ بیگم سے کہا تھا۔

"کیا ہوا زیدہ آیا خیر تو ہے؟؟"
آسیہ بیگم نے پوچھا۔

"ارے وہ گلی کے کونے پر جو حاجی صاحب ہیں نا انکی بیٹی کی شادی تھی کل۔ عین بارات
والے دن لڑکے کو پتا چل گیا کہ لڑکی کا پہلے کہیں اور چکر تھا۔ حاجی صاحب انتظار کرتے رہ
گئی سے بارات ہی نہیں آئی۔۔۔ ویلے تو حاجی بنے پھرتے ہیں اور اولاد کو لگام نہیں ڈالی۔۔۔

پورے محلے میں بدنام ہو گئی ہے۔۔۔!!

زیدہ آپا نے حقارت سے کما تھا۔

واشنگ مشین سے کپڑے نکالتی حanim کے ہاتھ کانپے تھے۔ اسکا نازک سادل ڈوب کر ابھرا تھا۔ اسے کچھ یاد آگیا تھا جس نے اسے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔

"بس آپا اللہ سب کی بیٹیوں کی حفاظت کرے۔۔۔ آئین۔۔۔!!

آسیہ بیگم نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"میں کہتی ہوں کہ خیر سے اپنی بچیاں بھی شادی کے لائیق ہو گئی ہیں کوئی یہ دیکھ کر انکا بھی کردو۔۔۔ اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہو۔۔۔!!

زیدہ آپا نے رازداری سے کما تھا۔

ماہم نے کان جو اسی طرف گئے ہوئے یہ بات سن کر اسے سخت غصہ آیا تھا۔

"ویلے زیدہ آپا آپکی اپنی بیٹیوں کی عمر کیا ہے؟؟؟"

ماہم نے اچانک باہر آکر پوچھا تھا۔

حanim نے اسکا ارادہ سمجھتے ہوئے ماہم کو گھوری سے نوازا تھا۔ لیکن وہ ماہم ہی کیا جو باز آجائی۔۔۔

"اے میری بیٹیاں تو ابھی بچیاں ہیں۔۔ معمصوم اور نیک شریف۔۔ پورے محلے میں ڈھونڈنے سے بھی ایسی لڑکیاں نہیں ملیں گی۔۔!!
زیدہ آپ نے اپنی بیٹیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلاں بے ملا دیے تھے۔

"جی جی بالکل۔۔ ایک اٹھائی بیس سال کی اور دوسری تیس سال کی۔۔ ابھی تو دو دھنپتی ہیں وہ۔۔ اور نیک شریف اتنی کہ ہر وقت دوسرے لوگوں کے گھروں میں موجود رہتی ہیں اور لڑکوں کی ایک لمبی لائی ن آپکے گھر کے باہر لگی ہوتی ہے۔۔!!"
ماہم نے زیدہ آپ کے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر کھا تھا۔

زیدہ آپ کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔
"تو بہ کتنی زبان چلتی ہے اس لڑکی کی۔۔ دیکھ لینا آسیہ یہ تمہاری ناک کٹوائی سے گی۔۔!!
زیدہ آپ نے چائی سے کاکپ غصے سے چھوٹی سی میز پر کھتے ہوئے کھا تھا۔

"ہاں ہاں جائی یہ جائی یہ میں بذریعہ ہی ٹھیک ہوں۔۔!!
ماہم دو چار اور سناتی اندر جا چکی تھی۔

"بس اب نہیں آتی میں تمہارے گھر۔۔!!
زیدہ آپ ناراض ہو گئی تھی۔

"اے آپا۔۔ یہ نادان ہے اسکو میں پوچھتی ہوں آپ بیٹھ جائیں ناراض نا ہوں۔۔!!
آسیہ بیگم نے بوکھلا کر کہا تھا۔ جبکہ حانم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا تھا۔

"نا بس۔۔ اللہ معاف کرے تمہاری بیٹیوں کو تو میں نے اچھا سمجھا تھا۔۔ دیکھا کیسے زبان چلا کر
گئی ہے یہ ماہم میرے سامنے۔۔"
زینہ آپا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ماہم یوں انکی بیٹیوں کے بارے میں منہ پر بات دے مارے
گی۔

"بیٹھ جائیں آپا۔۔ شادیاں بھی ہو جائیں گی ہماری لیکن اپنے وقت پر۔۔!
حانم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

دو میئنے گزر گئیے تھے روحان جبیل نام کا بھوت اسکے دماغ سے ہمیشہ کیلیے مت شکا تھا۔
مارچ کے آخری دن تھے۔ سردی کی شدت میں کافی حد تک کمی آگئی تھی۔
اسکے اور ماہم کے فائی نل پیپر ہونے والے تھے۔

حانم نے اب اکیدی جانا بھی بند کر دیا تھا۔ وہ گھر میں ہی تیاری کر رہی تھی۔

وہ اپنا نمبر بھی بند کر چکی تھی۔ جس سے حفصہ اور اس انسان کی اسکی جان چھوٹ گئی می
تھی جو اسے میسح کرتا تھا۔

"ایک بات پوچھوں آسیہ اگر تم برا نا مناؤ۔۔؟؟"

زبیدہ آپا ب نا جانے کیا جانا چاہتی تھیں۔-

"جی جی آپا پوچھیے۔-

"پورے محلے میں باتیں ہو رہی ہیں کہ ہر ہفتے ایک لمبی سی گاڑی تمہارے دروازے پر آکر کرتی ہے۔۔ خیر سے کون ہے وہ۔۔؟ کس کی گاڑی ہے؟؟"

زبیدہ آپا کے سوال پر حanim کارنگ پھریکا پڑا تھا۔

"اڑے آپا وہ گاڑی میرے تایا زاد بھائی کی ہے۔۔ بہت بڑا آدمی ہے۔۔
پہلے باہر رہتا تھا اب پاکستان شفت ہو گیا ہے۔۔ کبھی کبھی خیریت دریافت کرنا آجاتا ہے۔۔!!
آسیہ بیگم نے سنبل کر جواب دیا تھا۔

"اچھا اچھا۔-

لیکن پھر بھی لوگ تو باتیں بناتے ہیں ناکہ لمبی گاڑی میں جانے کون آتا ہے انکے گھر۔۔!
بھئی کی شرپفوں کا محلہ ہے ایسی ویسی بات بنتے دیر نہیں لگتی۔۔!
زبیدہ آپا جو کہنا چاہ رہی تھیں آسیہ بیگم اور حanim اچھے سے سمجھ گئیں تھیں۔
زبیدہ آپا تو خطرے کی گھنٹی بجا کر جا چکی تھیں جبکہ پیچھے وہ دونوں خاموش ہو گئیں تھیں۔

حاجم کو خود یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ حمدان انکل ان پر اتنے احسانات کیوں کر رہے تھے۔
بلکہ تو انہیں خیال نہیں آیا تھا اب اچانک--

سیلہ حمدان اس گھر میں ہمیشہ حاجم کی غیر موجودگی میں آئیے تھے۔ وہ اکثر کاج اور اکیدمی ہوتی تھی جب وہ آتے تھے۔

اور اب جب سے وہ گھر میں تھی صرف انکا ڈرائیور آتا تھا سامان لے کر--
حاجم کو انہیں دیکھنے کا تجسس تھا لیکن وہ ابھی کچھ کہ نہیں سکتی تھی۔

شام کو پھر حمدان کا ڈرائیور آیا تھا۔ گاڑی سامان سے بھری ہوئی تھی۔
کھانے پینے کا سامان، سودا سلف، پھل، کپڑے ڈھیروں سامان تھا۔
ڈرائیور کو دیکھ کر حاجم کا مود بگڑا تھا۔

"امی یہ حمدان انکل ہم پر اتنے احسانات کیوں کر رہے ہیں-- پہلے تو انہیں کبھی ہمارا خیال نہیں آیا--!!

"یہ تو میں خود پوچھنا چاہتی ہوں ان سے-- لیکن وہ آئیں تب نا--!!
آسیہ بیگم بھی بوکھلا سی گئی تھی۔
انہیں محلے والوں کی باتوں سے ڈر لگتا تھا۔

"سنو بھائی می صاحب--!!"

آسیہ بیگم نے حمدان کے ڈائیور کو مخاطب کیا تھا جو گاڑی سے سامان نکال کر گھر میں لا کر رکھ رہا تھا۔

"جی بی بی جی--؟؟"

ڈائیور نے ادب سے جواب دیا تھا۔

"حمدان سے کہا ان سب کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنے گھر میں بہت خوش ہیں اور آئی نہ ان سب تکلفات کی زحمت ناکرے--!!"

"ٹھیک ہے بی بی جی آپکا پیغام صاحب تک پہنچا دوں گا میں۔ وہ پچھلے ایک مہینے سے پرس گئی سے ہیں کی اپنی بیٹی سے ملنے۔ لیکن مجھے فون پر تلقین کرتے ہیں نا میں یہ سب آپکے گھر وقت پر پہنچاتا رہوں--!!"

ڈائیور اپنی ڈیوٹی پوری کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن اس بار فون آئیے تو اسے کہا کہ جب واپس آئیے تو مجھ سے لے--!!" آسیہ بیگم نے الجھے ہوئے لجھے میں کہا تھا۔ ڈائیور سر جھکا کر واپس چلا گیا تھا۔ زیدہ آپا کی باتوں نے آسیہ بیگم کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

آر جے نے کچھ دنوں کیلیے اپنے سو شل میڈیا پر جتنے بھی اکاؤنٹس تھے بند کر دیے تھے۔ وہ کچھ دن اس دنیا سے الگ رہنا چاہتا تھا جماں لوگ اسے جاننے کے تھے۔ اور جاننے کے ساتھ ساتھ اس پر نظر بھی رکھی جا رہی تھی۔

یونیورسٹی سے فارغ ہونے پر وہ حشام کے پاس چلا گیا تھا۔ لکی اسکے ساتھ تھا۔ وہ دنیا گھومنا چاہتے تھے۔ آر جے نے لکی کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ سو شل میڈیا پر اسکی تصاویر کو شئی رنا کرے۔

لوگ حیران تھے کہ آر جے کماں چلا گیا تھا۔ البتہ اکاؤنٹس بند کرنے سے پہلے اس نے اپنے شائی قین کیلیے پیغام چھوڑا تھا کہ وہ جلد واپس آئیے گا۔

اور واقعی جلد ہی واپس آنے والا تھا۔

ملکی، آرچے اور حشام نینوں پیس کے مشہور ریஸٹورینٹ میں بیٹھے تھے۔
وہ وہاں ڈنر کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

"بہت بھوک لگی ہے حشام بھائی ۔۔"

ملکی نے اپنے پیٹ پر ہاتھ کھٹتے ہوئے کہا تھا۔

"آڈر کر تو دیا ہے پانچ منٹ انتظار کرو بھوکے انسان ۔۔"

جواب آرچے کی طرف سے آیا تھا۔

"میں ایک منٹ میں آیا ۔۔"

حشام نے موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ کوئی یہ اہم کال تھی۔

"یہ حشام کے ساتھ لڑکے کون ہیں؟؟؟"

ماہی نے پاس بیٹھی ایلا سے پوچھا تھا۔

"دوست ہونگے اور کون ہو سکتے ہیں۔"

ایلا نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

ماہی کب سے اپنے سامنے بیٹھے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ آرچے کی اسکی طرف پشت تھی وہ اسے
نمیں دیکھ پائی تھی۔ البتہ ملکی اور حشام اسے نظر آرہے تھے۔

یہ اتفاق یا اسکی خوش نصیبی-- کہ حشام اسے آج نظر آگیا تھا۔
ماہی نے اسے تنگ کرنا تو چھوڑ دیا تھا لیکن چاہنا اور دیکھنا نہیں چھوڑا تھا۔

میرے ہمسفر تیری بے رُخی ---- دلِ مُبتلاء کی شکست ہے،
اسے کس طرح میں کہوں فتح یہ میری انااء کی شکست ہے،

تو چلا گیا مجھے چھوڑ کر میں نے پھر بھی تجھکو صدائیں دیں
میرے ہمسفر تو رُکان ہیں-- یہ میری صدای کی شکست ہے،

تجھے لا کے دل میں بیٹھا دیا تجھے راز ہر اک بتا دیا،
تونے پھر بھی کوئی وفانہ کی یہ میری وفا کی شکست ہے،

میں چراغِ کونہ مزاج تھا---- تجھے بجلیوں کی طلب رہی،
مجھے آندھیوں نے بُجھا دیا یہ میری ضیاء کی شکست ہے،

مجھے کوئی تجھ سے گلان ہیں تو ملاتا کب کا بچھڑ گیا،
میرے جرم کی ہے یہی سزا یہ میری سزا کی شکست ہے،

میری خاموشی کے بیان کو تو سمجھ کے بھی نہ سمجھ سکا،
میرے آنسوؤں کا پیام ہی ----- دل بے نواء کی شکست ہے،

غمِ داستانِ حیات کے ----- سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں،
میرے چارہ گر تیر ایہ ہنر میری ہر دعا کی شکست ہے،

مجھے خاموشیءِ حیات میں یوں کبھی نہ کوئی گرا سکا،
تیری خاموشی کی پُکار ہی میری ابتداء کی شکست ہے.....!!!

"دوست---؟ حشام کو دیکھ کر لگتا تو نہیں کہ اسے دوست ایلے ہونگے۔۔۔ یہ تو شکل سے ہی
لوفر لگ رہا ہے۔۔۔!!

ماہی نے قمقہ لگاتے مکی کو دیکھ کر کہا تھا۔

"یار چھوڑو نا تمہیں کیا پرالبم ہے۔۔۔ جو بھی ہوں۔۔۔!!
ایلا نے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جب اسے اچھو لگا۔۔۔
کھانے اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔

"کیا ہوا ایلا۔۔ پانی پیو۔۔"

ماہی نے اسے پانی کا گلاس تھما�ا تھا۔

"او مائیے گاؤ۔۔!"

ایلا کامنہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اسکی نظریں لکھی اور آرجے پر جمی تھیں۔

آرجے نے جیکٹ کی بازوؤں کو فولد کیا ہوا تھا اور نظر آتی بازو پر عجیب سائلیو بنا ہوا تھا جس میں آرجے لکھا نظر آرہا تھا۔

"کیا وہ انسان واقعی آرجے ہے۔۔؟؟"

ایلا ایک دم اچھلی تھی۔

"کیا ہوا ایلا کہاں جا رہی ہو تم؟؟"

ماہی نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا تھا۔ جبکہ ایلا بنا جواب دیے آرجے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ایکسکیوز می"

آرجے کے پاس جا کر اس نے اسے مخاطب کیا تھا۔

آواز پر آرجے نے پلت کر دیکھا تھا۔

اور ایلا نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چین کو روکا تھا۔

وہ واقعی آرجے تھا۔

"کیا میں کوئی می خواب دیکھ رہی ہوں؟؟"

وہ حیران سی دیکھ رہی تھی۔ جبکہ آرجے کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"کیا آپ سچ میں میرے سامنے ہیں؟؟"

ایلا آرجے کی بہت بڑی مدار تھی۔

"کیا آپ آرجے ہیں؟؟"

وہ پرتوش سی پوچھ رہی تھی۔

"نمیں تو--"

آرجے کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"آپ آرجے ہی ہیں یہ آپکا ٹیکٹو۔ یہ میں نے دیکھا ہے آپکی پکھر ز میں۔۔ گٹار کے ساتھ۔۔ آپ

نے اکثر اس ہاتھ میں پکڑا ہوتا ہے۔۔!!"

ایلا نے شاید اسے کچھ زیادہ ہی فرصت سے دیکھا ہوا تھا۔
وہ مسکرا دیا تھا۔

“آٹو گراف پلینز---”
ایلا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

”میں آٹو گراف نہیں دیتا۔“
آر جے نے انکار کیا تھا۔

”اوہ سیریسلی---؟؟“
ایلا کو حیرانی ہوئی۔ لوگ تو اپنے ماحون کو دیکھ کر شوخ ہو جاتے ہیں ایک وہ تھا جسے فرق
تک نہیں پڑا تھا۔ پرسکون سا بیٹھا تھا۔ شاید اسے یہ چیزیں متاثر نہیں کرتی تھیں۔ یا شاید وہ اپنی
اہمیت کو اچھے سے جانتا تھا۔

”سیلفی تو لے سکتی ہوں نا ایک---؟؟“
ایلا نے امید سے پوچھا تھا۔

اور آر جے نے اثبات میں سر ہلا کیا تھا۔

آرچے کے ساتھ پکھر بنانے اور کچھ باتیں کرنے کے بعد وہ ماہی کے پاس واپس آئی می تھی جو اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"واپس آنے کا دل تو نہیں کر رہا تھا۔۔۔ مجھے یقین نہیں آرہا میں آرچے سے ملی ہوں۔۔۔"

ایلا کی خوشی دیکھنے لائی ق تھی۔

"تمارے ہوتے ہوئے کوئی می ہمیں دیکھتا مجھی نہیں۔۔۔"

ایلا کے جانے کے بعد ملکی نے منہ بنایا تھا۔

ویر انکی میز پر کھانا لگا رہا تھا۔

"یہ حشام کہاں رہ گیا؟؟"

آرچے بڑھایا تھا۔ جبکہ ملکی اب موبائل پر کسی کا نمبر ملا یا تھا جو بند جا رہا تھا۔

"افوس رہے گا ساری عمر۔۔۔ زندگی میں صرف ایک ایسی لڑکی آئی ہے جسے ملکی حاصل نہیں کر سکا۔۔۔"

جو ملکی سے پچ کر نکل گئی می۔۔۔!!"

ملکی نے حسرت سے موبائل کی سکرین چمکتے نمبر کو تکتے ہوئے سے کہا تھا۔

"تم مکی تھے نا اس لیے-- آر جے ہوتا تو جانے نا دیتا-- بلکہ وہ خود نہیں جاتی--!!!"
وہ دونوں خباثت کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے قہقهہ لگا کر ہنسے تھے۔

دور بیٹھی ایلا ستائیش سے اس ہینڈسم سے لڑکے کو دیکھ رہی تھی جس پر اسے حال ہی میں
کرش ہوا تھا۔

لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ جو انسان باہر سے خوبصورت نظر آتا ہو۔ ضروری نہیں اسکا اندر
بھی اتنا ہی خوبصورت ہو۔!

"!!! تم مکی تھے نا اس لیے-- آر جے ہوتا تو جانے نا دیتا-- بلکہ وہ خود نہیں جاتی--"
وہ دونوں خباثت کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے قہقهہ لگا کر ہنسے تھے۔

دور بیٹھی ایلا ستائیش سے اس ہینڈسم سے لڑکے کو دیکھ رہی تھی جس پر اسے حال ہی میں
کرش ہوا تھا۔

لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ جو انسان باہر سے خوبصورت نظر آتا ہو۔۔ ضروری نہیں اسکا اندر بھی اتنا ہی خوبصورت ہو۔۔!!

آرے کی نظر حشام پر پڑی تھی جو انکی طرف بڑھ رہا تھا۔

اسے دیکھ کر وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئیے تھے۔ حشام کو ایسی باتیں نہیں پسند تھیں اس لیتے خاص طور پر مکی تو ڈرتا تھا اس سے۔۔ اور اسکے سامنے اس طرح کی باتیں کرنے سے گریز کرتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ اس ریسٹورینٹ سے باہر نکلے تھے۔

ماہی نے ایک بھی پل ایسا نہیں تھا جب اس نے اپنی نظروں کو حشام کے چہرے سے ہٹایا ہوا۔

اسے جی بھر کر دیکھنے کا موقع ملا تھا اور اس نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔

"وہ لوگ جا چکے ہیں ماہی اب ہمیں بھی چلنا چاہیے۔۔!!"

انکے جانے کے بعد ایلانے ماہی کو جھنجھوڑا تھا۔

"ہاں-- ٹھیک ہے۔ چلو--"

ماہی کسی ٹرانس کے زیر اثر تھی۔

وہ دونوں بھی دروازے کی طرف بڑھ گئی می تھیں۔

ایلا آگے چل رہی تھی جبکہ ماہی اسکے پیچھے تھی۔

ایلا دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ جیسے ہی ماہی نے دروازے سے باہر قدم بڑھائیے ایک

زور دار وزنی چیز اسکے سر سے ٹکرائی می تھی۔

ماہی کو لپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

درد کی شدت نے اسے کراہنے پر مجبور کیا تھا۔

وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی می تھی۔

آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ نیچے گرنے سے پہلے اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی

تمھیں اور اپنے سامنے ایک اونچے لمبے لڑکے کو کھڑا پایا تھا۔

جو حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

اسکے بعد ماہی کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔!

حانم آج صح سے ہی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اسکا بی ایس سی کاریزٹ آنے والا تھا۔

"آج تو ہانو آپی کا اعمال نامہ کھلنے والا ہے۔۔۔ اللہ خیر کرے۔۔۔!"
جواد اسے پریشان دیکھ کر مزید پریشان کر رہا تھا۔

"دعا کرو میرے لیے۔۔۔!!"
حانم کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

"نمیں کروں گا۔۔۔ آپ کو نسا مجھے آر جے کا شو دیکھنے دیتی ہیں۔۔۔؟؟؟"
جواد نے منہ بنایا۔

"اچھا دعا کرونا۔۔۔ اگر میرے مارکس اچھے آئیے تو ضرور دیکھنے دونگی۔۔۔!!"
حانم نے جیسے منت کی۔

"پکا پرامس۔۔۔"
وہ ٹلنے والا نہیں تھا۔

"پرامس نہیں کرتے جواد۔۔۔"

"ٹھیک ہے پھر-- ایک دو کتابوں میں ہانوآپی پکا اڑے گی--!!"
وہ ایک دم ہی نجومی بن گیا تھا۔

"منہ بند کرو اپنا--!!
حائف کو غصہ آیا۔"

"تو پھر وعدہ کریں کہ آرچے کا شو ہمارے ساتھ دیکھا کر نگلی آپ-- اور اگر نہیں دیکھنا تو ہمیں دیکھنے دینگلی--!!"

جواد نے ایک ہاتھ میں ریوٹ پکڑا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا۔

"آرچے گیا بھاڑ میں-- تم نے مجھے بد دعا دی-- ایک تھرد کلاس سنگر کیلیے مجھے بد دعا دی--!!

حائف کا صدمے سے برا حال تھا۔

"تھرد کلاس نہیں ہے وہ-- آرچے ایک برلنڈ ہے--!!
حائف نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑے تیرہ چودہ سالا جواد کو دیکھا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا
کہ وہ آرچے کو اتنا پسند کرتا تھا۔

"اب اس گھر میں یا تو آر جے رہے گا یا ہانی--!!"
حانم اپنا غصہ ضبط کرتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اوووہ ہانو آپ آپ لکتنی بے وقوف ہیں۔ آر جے کو کوئی یہ نہیں نکال سکتا۔ آپ اس موسم میں کہاں جائیں گی--!!
جواد سمجھداری سے سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

ماہی کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ہا سپیٹل کے بیڈ پر پایا تھا۔
وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی لیکن سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے اچانک چکر سا آگیا تھا۔

"لیٹی رہو ماہی۔ تم ٹھیک ہو۔؟؟"
ایلا جو پاس ہی بیٹھی نیوز پیپر پڑھ رہی تھی ماہی کو اٹھتا دیکھ کر اسکی طرف لپکی۔

"یہ مجھے کیا ہوا ہے؟؟"
ماہی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں تمہارے سر پر چوٹ لگ گئی تھی۔ لیکن اب تم ٹھیک ہو۔!!"

"چوٹ کیسے؟ ہم تو ریسٹورینٹ سے باہر نکل رہے تھے نا۔ وہاں

"اتنا مت سوچو ماہی۔ سب ٹھیک ہے۔ میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتی ہوں انہوں نے کہا
تمھا کہ ہوش میں آتے ہی تمیں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔!!
ایلا اسکا ہاتھ تمھی پتھرا تے باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ ماہی نام سمجھی سے اسے باہر جاتا دیکھ رہی
تھی۔

"ہیلو مسٹر جورڈن۔!!"

ایلا نے ہاسپیٹ کی راہداری میں رکھی کرسی پر بیٹھے جورڈن کو پکارا۔
جورڈن ہی وہ شخص تھا جسکی وجہ سے ماہی کو چوٹ آئی تھی۔
ناجانے اس نے اپنے بیگ ایسا کیا ڈال کرنا جسکے لگنے کی وجہ سے ماہی کا سر پھٹ گیا تھا۔

وہ اپنی ہی دھن میں بیگ کو گھماتے ہوئی ریسٹورینٹ کے اندر داخل ہو رہا تھا جب باہر
نکلتی ماہی کے سر سے وہ بھاری وزنی بیگ ٹکر گیا تھا۔

"کیا انہیں ہوش آگیا ہے؟؟"

ایلا کے بلا نے پر وہ اسکی طرف لپکا۔

"ہاں ماہی کو ہوش آگیا ہے-- لیکن اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں تمہیں ہرگز ناچھوڑتی--!!

ایلا نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تواب میں جا سکتا ہوں؟؟"

جورڈن نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جب تک وہ ڈسچارج نہیں ہو جاتی تم کہیں نہیں جا سکتے-- اور ابھی تمہیں ماہی سے معدالت کرنی چاہیتے--!!

"واٹ---؟؟"

وہ حیران ہوا۔

"جی بالکل-- یا میں پولیس کو کال کروں؟؟"

ایلا اس وقت کافی سنبھیدہ تھی۔

وہ اس حالت میں تمہاری وجہ سے ہے-- ناجانے تم نے اس منحوس بیگ میں کیا ڈالا ہوا

ہے--!!

ایلا نے اسکے بیگ کی طرف اشارہ کیا جو جورڈن نے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔

جورڈن برا پھنسا تھا وہ پولیس سے نہیں ڈرتا تھا لیکن ریسٹوრینٹ کے باہر بے ہوش ہوتی ماہی اور اسکے سر سے نکلتے خون کو دیکھ کر وہ ایک دم گھبرا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں اس سے بات کر لیتا ہوں -- بل میں نے ادا کر دیا ہے--!!
وہ ایلا سے کھتا کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

حanim بہت خوش تھی اسکے ساتھ ساتھ وہ بہت ادا سمجھی تھی۔

خوش اس لیے تھی کہ وہ بہت اپھے گریڈز کے ساتھ پاس ہوئی تھی۔ البتہ ادا ہونے کی وجہ کافی سنجیدہ تھی۔

وہ یہ سوچ سوچ کر پیشان ہو رہی تھی کہ آگے کیا کرے گی؟؟؟

"کیا ہو گیا ہے ہانی اب کیوں پیشان ہو؟؟؟"
ماہم نے اسے گم سم دیکھا تو پوچھا۔

"پریشان نہیں ہوں سوچ رہی ہوں کہ اب کیا کروں گی؟ ماسٹر ز کرنا چاہتی ہوں لیکن یونیورسٹی کی فیس کہاں سے لاؤں گی--!!
حامن نے ایک گھرہ سانس لیا تھا۔

"فکر نا کرو کچھ نا کچھ ہو ہی جائیے گا ویلے بھی تمہارے اتنے اپچھے مارکس ہیں سکالر شپ مل جائیے گا--!!
ماہم نے امید دلائی تھی۔

"ماہم مرغی بات سن-- حمدان انکل آئیے ہیں باہر--!!
جواد کمرے میں جھانکتا اور ماہم کو ناپسندیدہ ترین نام سے پکارتا غائیب ہو چکا تھا۔

"یہ مجھ سے مار کھائیے گا--!!
ماہم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ جبکہ حامن کو جواد کی بات پر ہنسی آگئی تھی البتہ وہ حیران تھی کہ حمدان انکل--

وہ اسکی موجودگی میں پہلی دفعہ گھر آئیے تھے۔
وہ دونوں ڈوپٹھے اپچھے سے سر پر لیتی باہر نکلیں تھیں۔

جور ڈن بڑھاتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اسے انتہا کا غصہ آیا ہوا تھا حالانکہ غلطی بھی اسی کی تھی۔

جیسے ہی اسکی نظر سامنے بیڈ پر موجود ماہی پر پڑی تھی وہ ٹھٹک سا گیا تھا۔
وہ لڑکی معصوم بھی تھی اور پیاری بھی ۔۔

"جب کسی مہ جیں سے بات ہوئی
موسم گل کی پہلی رات ہوئی

کون کرتا ہے عشق دانستہ
اتفاقاً یہ واردات ہوئی

قول دیں اور اُسے وفانہ کریں
جانِ من یہ بھی کوئی بات ہوئی

اُف، وہ سادہ سی بے زبان نظر
جو میری قیمتِ حیات ہوئی

دل سے خوشبو تو آرہی ہے عدم
کیا خبر کس نگر میں رات ہوئی ""

آنکھیں بند کیے بیڈ سے ٹیک لگائیے وہ مسکراہی تھی۔

اسکے سر پر پٹی بندھی تھی۔ جورڈن کو اچھی طرح یاد تھا اسکا کافی زیادہ خون بھے گیا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بات کرے--؟

جورڈن نے ایک دفعہ تو سوچا تھا کہ وہ والپس چلا جائیے۔ ناجانے کیوں پھر اسکے دل نے

خواہش کی تھی کہ بیڈ پر لیٹا وہ وجود ایک بار آنکھیں کھول کر اسے دیکھے--!!

وہ خاصا بدذوق قسم کا انسان تھا۔ اسے خوبصورتی اور معصومیت کا نہیں پتا تھا۔ لیکن اس

وقت وہ رکا ہوا تھا۔ ناجانے کیوں--!!

ماہی نے کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں اور پھر

سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسکے چہرے پر واضح لمحن ابھری تھی۔

"ہیلو۔ میں جورڈن ہوں--!!

جورڈن نے اسکے آنکھیں کھولنے پر سپیٹا کر کہا تھا۔

تمہوڑا غور کرنے پر ماہی کو یاد آگیا تھا کہ جب وہ بے ہوش ہوئی تھی اس نے اسی شخص کو

دیکھا تھا۔

"سوری میری وجہ سے آپکو سر پر--"

جورڈن کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے معافی مانگے۔

"جب-- انہیں جناب کی بدولت تم اس وقت یہاں موجود ہو۔--!!

ایلا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"اس نے اپنا بھاری وزنی بیگ تمہارے سر پر مارا تھا۔--!!

ایلا کی بات پر ماہی نے حیرانگی سے جورڈن کے کندھے پر لٹکے بیگ کو دیکھا تھا۔

جبکہ جورڈن کا دل کر رہا تھا کہ اب وہ اسی بیگ سے ایلا کا سر پھاڑ دے۔ لیکن اسے دیر ہو

رہی تھی اسے جلد اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچنا تھا۔

"اُس اوکے مسٹر جورڈن-- ہو جاتا ہے۔--!!

ماہی نے رحم دلی سے کہا تھا۔ وہ دونوں حیران ہوئے تھے۔

جورڈن کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے معاف کر دے گی۔-- اگر نا بھی کرتی تو وہ اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔--

لیکن وہ سچ میں حیران ہوا تھا۔ ماہی کے پھرے پر شفیق سی مسکراہٹ تھی۔

کمرے میں ڈاکٹر داخل ہوا تھا۔ وہ اب ماہی کا چیک اپ کر رہا تھا۔ ایلا غصے سے بڑھا رہی تھی۔ جور ڈن کو جب اپنا آپ وہاں اضافی لگا تو وہ خاموشی سے وہاں سے نکل آیا تھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس وقت اپنی تھنی اسکا انتظار کر رہا ہو گا۔!!

"ماشاء اللہ تمہاری بیٹیاں بہت پیاری ہیں آسی۔!!"

حمدان نے اپنے سامنے میز پر چائیے رکھتی حانم کو دیکھ کر کہا تھا۔

"اتنی زبردست کامیابی پر بہت بہت مبارک ہو بیٹا"

انہوں نے حانم کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ حانم کا ایک دم شفقت کا احساس ہوا تھا۔

"میں بھی ماہین سے مل کر آیا ہوں ابھی کچھ دن پہلے۔۔ بنس ٹوٹھا۔۔ معدزت کرتا ہوں
اتنے دنوں سے خیریت پوچھنے نہیں آیا۔!!"

وہ چائیے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حانم کو حیرت ہوئی تھی کہ اتنا بڑا آدمی کیسے عام لوگوں کی طرح انکے گھر میں موجود تھا اور
تو اور اوپر سے معدزت کر رہا تھا۔

گرے رنگ کی پینٹ پر سفید شرت اور گرے ہی کوٹ پہنے وہ شخص انتہا کی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔

عمر پچاس کے قریب تھی لیکن وہ چالیس پینتالیں سے زیادہ کا نہیں لگتا تھا۔

”کیسی ہے آپکی بیٹی۔۔ چھوٹی ہوگی نا وہ تو۔۔؟ کیونکہ میری شادی کے بعد ہی آپکی شادی ہوئی تھی نا۔۔“

آسیہ بیگم اب بیس بائیس پہلے کی طرح اسے تم نہیں بلا پا رہی تھی۔

وہ اب کافی رعب دار شخصیت کا مالک بن گیا تھا۔

انکی بات سن کر ایک پل کیلیے سیٹھ حمدان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

”ہاں وہ ٹھیک ہے۔۔!!

وہ ہنس دیے تھے۔۔ ٹوٹی پھوٹی سی ہنسی۔

وہ ناکرده جرم کی سزا آج تک بھگت رہے تھے۔

”انکل آپکی بیٹی پھر میں پڑھتی ہے۔۔!!“

ماہم نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"جی---"

حمدان صاحب نے جواب دیا تھا۔

"پھر تو بہت پیاری ہوگی---!!

ماہم بڑبڑائی تھی۔ اسے ماہین حمدان کو دیکھنے کا تجسس ہو رہا تھا۔

"وہ تو ابھی بہت پچھوٹی ہوگی نا۔ آپ نے اکیلے اتنی دور مجھ دیا؟؟"

بالآخر آسیہ بیگم نے وہ سوال پوچھ لیا تھا جس سے حمدان صاحب بچنا چاہ رہے تھے۔

"جی نہیں--- ماشاء اللہ تؤی لیں سال کی ہونے والی ہے میری بیٹی---!!"

حمدان صاحب نے مری مری سی آواز میں جواب دیا تھا جسے سن کر آسیہ بیگم کامنہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

ٹائیگر باکسنگ کلب تماش بینوں سے بھرا پڑا تھا۔

"جوڑن--- جوڑن--"

ہر طرف سے جوڑن کے نعرے لگ رہے تھے۔

"سنوجوڑن--- تم نے ہارنا ہے اس بار--"

اگر تم جوں سے ہار گئیے تو ہم بہت سا پیسہ کما سکتے ہیں--!!
اپنی تھنی اسکے پاس کھڑا اسکے کانوں میں جیسے منتر پھونک رہا تھا۔

"سن رہے ہونا تم--؟؟"

اپنی تھنی نے اسے متوجہ ناپاکر دوبارہ کہا۔

"سن رہا ہوں---"

جوڑن کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

"ریلیکس رہو---- بس تم نے ہارنا ہے--!!"

وہ اسے حکم دیتا ایک سائی یڈ پر چلا گیا تھا۔

اور اب جوڑن ہٹے کچے جوں کے سامنے کھڑا تھا۔

جیسے ہی سیئی کی آواز گونجی جوں اسکی طرف لپکا تھا۔

وہ اب بڑی طرح ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے۔

جوڑن سرخ جبکہ جوں ہیلے رنگ کی وردی میں ملبوس تھا۔

جورڈن نے ایک زوردار گھونسا جوںی کے منہ پر مارا تھا۔

جوںی پیچھے کی جانب لڑکھڑایا۔

ہر طرف سے جورڈن کی صدائیں گونج اٹھی تھیں۔ وہاں اسکے چاہنے شائی قین کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

اپنیتھنی نے جورڈن کو اشارہ کیا تھا۔ اور جورڈن نے خود کو ڈھیلہ چھوڑ دیا تھا۔

اب جوںی اسے بڑی طرح پیٹ رہا تھا جبکہ جورڈن صرف مارنے کا تکلف کر رہا تھا۔

جورڈن پر پیسے لگانے والے لوگ ایک دم بجھ سے گئے تھے۔

جوںی نے ایک زور دار مکا جورڈن کے منہ پر مارا تھا۔

جورڈن کے منہ سے خون نکل آیا تھا۔ جیسے ہی جورڈن کی نظر اپنے خون پر پڑی اسکی آنکھوں میں ریسٹورینٹ کے باہر نیچے گرتی ماہی کا سراپا گھوم گیا جسکے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

جورڈن کا دماغ ایک دم گھوما تھا۔ وہ کسی خونخوار جانور کی طرح جوںی کی طرف بڑھا تھا۔

"جورڈن نو۔۔ نوجورڈن۔۔"

اپنیتھنی جورڈن کے بد لے ہوئیے تیور دیکھ کر آہستہ سے بڑبڑایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اب جوںی

کی خیر نہیں تھی۔

وہ ہارنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہڈیاں بھی تڑوانے والے تھا۔
اپنھنی سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

"یہ موبائل کس کیلیے ہے--؟؟"
حانم بالکل نیا اور منگے والا سمارٹ فون دیکھ کر حیران رہ گئی تھی جو پیک تھا اور حمدان کا
ڈائیور بہت سا سامان دے کر گیا تھا۔ جس میں وہ موبائل بھی تھا۔

"یہ تمہارا گفت ہے-- تمہارے اچھے گریڈز کا--"
ماہم نے بتایا تھا جبکہ حانم تو حیرت زدہ سی اس پیک موبائل کو دیکھ رہی تھی جسکی اسے بہت
ضرورت تھی۔

لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے رکھنا چاہیے تھا یا نہیں--؟؟"

"اسی نے مجھے اپنے گھر آنے سے منع کیا کر دیا ہے ماہی بیٹا۔"
اس نے کہا ہے کہ غریب لوگوں کے پاس عزت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ اور میرے انکے

گھر آنا جانا اسکے محلے والوں کو نہیں پسند--!!
وہ دلبرداشتہ سے کہہ رہے تھے۔

"وہ کون ہوتے ہیں ناپسند کرنے والے-- وہ آپکی کمزون کا گھر ہے جب چاہیں جا سکتے
ہیں--"

ماہی کو حقیقتاً غصہ آیا تھا۔ وہ اپنے باپ کے حالات و واقعات سے اچھے سے واقف تھی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ ایک بیوہ جسکی دو جوان بیٹیاں ہوں اسکے گھر میرے یوں آنے جانے سے
اسکی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گا--!!"

"تو بابا آپ انہیں اپنے گھر لے آئیں--!!

"وہ نہیں آئیے گی-- کیسے لے کر آؤں؟؟"

وہ شکستہ دل کے ساتھ پوچھ رہے تھے۔

"بابا آپ ان سے ایسا رشتہ بنائیں جس سے دنیا کا منہ بند ہو جائیے اور لوگ آپکے اور انکے
خلاف کوئی می بات نا کر سکیں--!!

ماہی کی بات پر سیٹھ حمدان بری طرح چونکے تھے۔

! ا تو بابا آپ انہیں اپنے گھر لے آئیں ۔۔

" وہ نہیں آئیے گی ۔۔ کیسے لے کر آؤں؟؟ " وہ شکستہ دل کے ساتھ پوچھ رہے تھے۔

" بابا آپ ان سے ایسا رشتہ بنائیں جس سے دنیا کا منہ بند ہو جائیے اور لوگ آپکے اور انکے خلاف کوئی ہی بات ناکر سکیں ۔۔ !! ماہی کی بات پر سییٹھ حمدان بری طرح چونکے تھے۔

" اوکے بابا مجھے کام ہے ۔۔ میں کچھ دیر بعد کال کرتی ہوں آپکو ۔۔ !! ماہی فون بند کر چکی تھی مگر وہ سییٹھ حمدان صاحب کو گھری سوچ میں ڈال گئی تھی۔

" اماں یہ مہنگا موبائل ہے میں کیسے رکھ سکتی ہوں ۔۔ !! وہ آسیہ بیگم کے پاس کھڑی تھی۔

"خود ہی تو کہہ رہی تھی کہ تمہیں بہت ضرورت پڑتی ہے--"

"ہاں ضرورت ہے لیکن انہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟"

حanim کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔ وہ ایک خود دار لڑکی تھی۔ پہلے ہی حمدان صاحب انکے لیے بہت کچھ کر رہے تھے اور اب اوپر سے۔۔ وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

"میں نے تو نہیں بتایا۔۔ انہوں نے اپنی مرضی سے بھیجا ہے۔۔ نہیں رکھنا تو ٹھیک ہے واپس کر دنگے۔۔!!

آسیہ بیگم نے صاف بات کی۔

"امی انکل کو برا گے گا۔۔ انہوں نے اتنے پیار سے تحفہ دیا ہے۔۔ اور ہانی تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے کہ تحائف واپس کرنا اچھی بات نہیں ہے۔۔!!
ماہم نے سمجھداری کی بات کی تھی۔

"ویلے اگر تم نے نہیں رکھنا تو مجھے دے دو۔۔!!

ماہم نے شرارت سے کہا تھا جبکہ حanim اسے گھورتی اندر چلی گئی تھی۔

"انکل اتنا مہنگا گفت دینے کی کیا ضرورت تھی۔؟؟"
وہ حمدان صاحب کا نمبر ملائی سے اب ان سے بات کر رہی تھی۔

"کیوں بیٹھا پسند نہیں آیا آپکو؟؟"
انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں انکل۔۔ ایسی بات نہیں ہے لیکن۔۔

"لیکن کیا بیٹھا۔۔ کل کو آپ یونیورسٹی جائیں گی آپکو بہت ضرورت پڑنے والی ہے۔۔!!
یونیورسٹی کا نام سن کر حانم کے دل میں حسرت ابھری تھی۔۔ اب وہ کیا کہتی کہ وہ لوگ اتنا
کچھ افروڈ نہیں کر سکتے تھے۔۔

"انکل۔۔ پتا نہیں یونیورسٹی جانا بھی ہے یا نہیں اور اگر قسمت لے کر گئی تب لے لیتی
نا۔۔

"کیوں-- قسمت کی بات کیوں-- کیا آپ مزید تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتیں؟؟" وہ بہت شائیستگی سے پوچھ رہے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے انکل-- حانم سے کوئی می جواب نہیں بن رہا تھا۔ اسے شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا آپ ایسا کریں کہ جس یونیورسٹی میں دل چاہے اپلائیے کر دیں باقی میں خود دیکھ لونگا۔!!

حمدان صاحب کی بات نے اسے سن کر دیا تھا۔

"لیکن انکل---"

"جانتا ہوں کہ آپ بہت خود دار بھی ہیں میں کوئی می احسان نہیں کر رہا۔۔ یہ ایک قرض ہو گا جب آپ اس قابل ہو جائیں اتار دینا۔!!

حانم کی آنکھوں میں نمی سی پھیلی تھی۔ شاید اسکی دعائیں سن لی گئی می تمہیں۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔ اچانک ہی جیسے بہت مضبوط سہارا اللہ نے انکے لیتے بنادیا تھا۔

وہ منزد کچھ باتیں کرنے کے بعد فون بند کر چکی تھی۔ اسکی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔۔
خانم کو لوگ رہا تھا جیسے اسکے خواب اسکے بہت قریب ہیں۔۔ وہ ہاتھ بڑھائیے گی اور انکی تعصیر پالے گی۔

لیکن شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ خوابوں کی تعصیر کجھی کجھی الٹی بھی نکل آتی ہے۔۔
یہ خواب انسان کو کامیابی کی بلندیوں پر لے جانے کی بجائیے ایسے اندریوں میں پھینک دیتے ہیں جہاں انسان ساری عمر تڑپتا اور سکتا رہتا ہے لیکن ان اندریوں سے نہیں نکل سکتا۔۔

اور تاریخ گواہ ہے عورت کو خواب دیکھنے کی ہر زمانے میں ایک بہت بھاری قیمت چکانی پڑی
ہے--!!

"University of Punjab,Lahore" میں دعا کر رہی ہوں مہرو کہ میرا پنجاب یونیورسٹی (University of Punjab,Lahore) میں داخلہ ہو جائیے۔۔ تاکہ میں انکل پر زیادہ بوجھ نا بنوں۔۔" مہرو اس سے ملنے گھر آئی تھی دونوں نے ایک ساتھ ایم ایس سی کیلیے تین چار یونیورسٹیوں میں اپلائیے کیا تھا۔

"تم جماں ایڈیشن لوگی میں تمہارے ساتھ رہوں گی ہانی۔۔ فکر نا کرو۔۔!!
مہرو نے اسے دلاسہ دیا تھا۔

محبھے اچھی لگتی ہے بس دعا کرو میں وہاں چلی جائیں۔۔ PU "وہ تو میں جانتی ہوں لیکن
بہت بڑی ہے میں نے سرچ کیا تھا نیٹ پر۔۔
اتنی بڑی ہے کہ انسان وہاں جا کر گم ہو جائیے۔۔!!
وہ ناجانے کس احساس کے تحت کھوئی کھوئی سے لجے میں کہہ رہی ہے۔

"کیا اول فول بول رہی ہوں ہانی۔۔ ہزار دفعہ کہا ہے کہ ایسی باتیں نا کیا کرو۔۔!!
آسیہ بیگم نے سخت سے لجے میں کہا تھا۔

"بس آنٹی یہ ایلے ہی کرتی ہے۔۔ میرا حوصلہ ہے جو میں اسے جھیلیتی ہوں۔۔!!
مہرو نے شہزادت سے کہا تھا۔

"بس بس۔۔ اب مل جاؤ دونوں۔۔ ساری غلطی میری ہی ہے۔۔!!
وہ ایک دم ناراض ہو گئی تھی۔ جبکہ مہرو اسکے منہ بنانے پر ہنس دی تھی۔

وہ پلے گراونڈ باسکٹ بال کی پریکٹس کر رہا تھا جب موبائل پر آنے والی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"کون ہے یہ ربیش تنگ کیے جا رہا ہے--!! آرچے نے بڑھاتے ہوئے غصے سے موبائل جیب سے نکالا اور سکرین پر ابھر نے والا نام دیکھ کر زبان دانتوں تکے دبای۔

"ہائیے بڑے ڈیڈ کیسے ہیں آپ؟؟؟" وہ ضیاء جبیل کو بڑے ڈیڈ کہہ کر پکارتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسے ہو؟؟؟"

"میں ایک دم فٹ ہوں--- کیسے یاد کیا آپ نے؟؟؟" آرچے حیران تھا۔

"تمہارا بی بی اے لکھاں ہو گیا ہے نا۔۔۔؟؟؟"

"جی--- ہو گیا لکھاں---"

"تو تم لندن پلے جاؤ-- یا پھر امریکہ-- یا حشام کے پاس-- میں چاہتا ہوں تم ایم بی اے کرو اور پر بنس میں میرا ساتھ دو-- تم حشام کو تو اپھے سے جانتے ہو اسے بنس میں دلچسپی نہیں-- وہ تمہارے بابا کی طرح گدی پر بیٹھے گا سیاست کرے گا اور لوگوں کی خدمت کرے گا-- !!!"

انہوں نے صاف صاف اپنی بات مکمل کی تھی۔

آرجے کے چہرے پر واضح ناگواری پھیلی تھی۔

"بڑے ڈیڈ آپ مجھے اپھے سے جانتے ہیں میں وہی کام کرتا ہوں جو میرا دل چاہے--- اور میں اپنی یونیورسٹی کو چھوڑ کر ابھی تو نہیں جانے والا۔ البتہ اگر کچھ ماہ میں میرا مودبدل گیا تو آپکو بتا دوں گا-- !"

"لیکن تمہیں اب--

"ڈیڈ میر میچ ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں--"
وہ انکی بات سے بنا فون بند کر چکا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار کیوں پچھے پڑ گئیے ہیں میرے۔۔ جینے کیوں نہیں دیتے۔۔!!
آرجے نے بڑھاتے ہوئے موبائل آف کیا تھا۔

"دیکھو آسیہ میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں میری بات کو دھیان سے
سننا۔۔"

زیدہ آپ آج پھر انکے گھر حاضر تھیں۔
حanim کو کچھ غیر معمولی سا محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ پھر آگئی می لوگوں کی برابریاں کرنے۔۔!!
ماہم نے ناگواری سے کہا تھا۔

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔!!
حanim کا دل ناجانے کیوں ڈر رہا تھا۔

"جی جی۔۔ آپ بولیں۔۔!!
آسیہ بیگم نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"اے شکر ادا کرو آسیہ میں تمہاری بیٹی یعنی اپنی ہانی کیلیے رشتہ لائی ہوں--!!
حanim تو انکی بات سن کر دھک سے رہ گئی تھی۔

"رشتہ-- لیکن میں نے تو آپ سے نہیں کہا تھا۔"

آسیہ بیگم حیران تھیں۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ شکر ادا کرو-- گھر بیٹھے ہی اللہ نے تمہاری سن لی-- شاید اللہ کو
یتیم پیچی پر ترس آگیا۔ اس لیے خود ہی رستہ آسان کر دیا۔!!
زیدہ آپا کی بات سن کر حanim کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔
یتیمی اور غربت انکے لیے گالی بن کر رہ گئی تھی۔

"لگتا ہے یہ اس دن والی عزت بھول گئی ہیں آج دوبارہ کرنی پڑے گی۔!!
ماہم نے رسالہ ایک طرف رکھا اور بیڈ سے نیچے اتر جوتے پہنچتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں آپا۔ کس کا رشتہ--؟؟

"طارق کو جانتی ہونا۔ یہ جو دورسری گلی میں رہتا۔ اسکا رشتہ لائی ہوں۔ اسکے گھر والے
دلوں جان سے قبول کرنے کو تیار ہیں اپنی پیچی کو۔!!

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ آپ---؟؟ وہ طارق محلے کا سب سے بدنام لڑکا ہے۔۔ آپ اسکے لیے میری ہانی کا رشتہ---؟؟

آسیہ بیگم تو دنگ رہ گئی تھی۔ جبکہ طارق کا نام سن کر حanim کا دماغ گھوما تھا۔ وہ ایک انتہائی گھٹیا قسم کا لڑکا تھا۔ وہ جب بھی کالج اور اکیڈمی جاتی تھی اکثر چوک پر کھڑا ملتا تھا۔

پان چباتلا۔ سرخ دانت۔ حanim کو اسے دیکھ کر گھن آتی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر منہ چھپا لیتی تھی۔

"ارے کیا ہو گیا۔۔ دیکھا بھالا لڑکا ہے۔۔ اور ویلے بھی کون لیتا ہے آج کل غرب اور یتیم کی بیٹی کا رشتہ۔۔ وہ تو بھلا ہواں طارق کا جو اس نے خود رشتے کی بات کی ہے۔۔"

"کتنے پیسے دیے ہیں اس لفگے نے آپکو۔۔ جو آپ یہاں اس کا رشتہ لینے آگئی۔۔ شکل دیکھی ہے اس نے اپنی۔۔ میرا بس پڑے ناجوتی ماروں اسکے منہ پر۔۔!! ماہم زیدہ آپ کے سامنے آکر ایک دم پھٹ پڑی تھی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو لمکی--- اپنی اوقات دیکھی ہے تم لوگوں نے-- گھر آئی می رحمت کو ٹھکرا رہے ہو-- !!

زیدہ آپا نے بھڑک کر کہا تھا۔

"ہم لوگ اپنی اوقات اپھے سے جانتے ہیں-- اوقات تو آپ دکھانے آئی می ہیں اپنی-- چار پیسے لے کر دین ایمان پیچ کر ایک گھٹیا لڑکے کو نیک اور شریف بنارہی ہیں-- !!
ماہم کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔
ایسا ہی کچھ حال حanim کا بھی لیکن وہ شاکدھ تھی۔

"ماہم تم چپ کرو-- اور اندر جاؤ--

دیکھیں زیدہ آپا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی اپنی بیٹیوں کی-- اور ناہی مجھے یہ رشتہ قبول ہے--
جب کرنا ہوگا میں آپکو بتا دوں گی-- !!
آسیہ بیگم کی بات سن کر حanim کی روح تک سکون اتر گیا تھا۔

"اے شادی نا سی منگنی تو کرلو-- سہارا ہوگا ایک-- ویلے بھی اکیلی لڑکیوں کا یوں باہر آنا جانا اچھا نہیں ہوتا-- !!

انہوں نے حanim کے کاج اور شام کو اکیڈمی جانے پر طعنة مارا تھا۔

"آپ اٹھیں اور نکلیں ابھی ہمارے گھر سے-- ہمیں کوئی مغلنی شنگنی نہیں کرنی--"
ماہم نے آگے بڑھ کر باہر کا دروازہ کھولا تھا۔

زیدہ آپا کامنے اس عزت افزائی می پر غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"اچھا نہیں کیا تم نے آسیے-- بہت برا کیا--!!

وہ آسیہ بیگم سے کہہ رہی تھیں۔

"اپنے گھر جا کر سوچیے گا اچھا کیا یا برا-- بس ہمارے گھر سے جائیں--!!
ماہم کے کہنے پر وہ ان سب کو اور خاص طور پر حانم کو، جو ابھی کمرے سے باہر نکلی تھی،
گھورتی جا چکی تھیں۔

"پتا نہیں کیسے کیسے لوگ ہیں منہ اٹھا کر آجاتے ہیں--!!

دروازہ بند کر کے ماہم بڑھاتی واپس کمرے میں چلی گئی تھی۔ جبکہ حانم نے آسیہ بیگم
کو گھری سوچ میں ڈوبا دیکھ کر ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"یا اللہ پاک رحم کر ہم پر اپنا--!!
وہ نم آنکھوں سے دعا کر رہی تھی۔

"یار آر جے آج کل مجھے عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے--

مکی آر جے کے پاس بیٹھا کہہ رہا تھا۔

کسی نئی می لڑکی پر دل آگیا ہے کیا؟؟"

آر جے نے سکریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"نمیں-- ایک پرانی ہے-- بس دل کرتا ہے وہ مل جائیے کہیں سے-- اسے حاصل

کرنے کی طلب بڑھ سی گئی می ہے--!!

اور آر جے نے مکی کی بات پر قہقهہ لگایا تھا۔

"تم پاگل ہو گئیے ہو ملکی-- ایک مڈل کلاس لڑکی-- جو بقول تمہارے جاہل سی ہے اسکے
لیے مر رہے ہو--!
آرجے نے اسکا مذاق اڑایا۔

"یار جاہل تو واقعی ہے اس لیے تو کبھی ملنے نہیں آئی می مجھ سے اور عرصہ ہو گیا کبھی بات
نہیں کی-- لیکن پھر بھی دلکش بہت ہے--!
ملکی نے اسکی تصویر کو ذہن میں لاتے ہوئیے کہا جو اس نے اپنی کمزون کے موبائل میں
دیکھی تھی۔

"اگر اتنی دلکش ہے تو جاؤ نا-- گھر کا پتہ ڈھونڈو اور اٹھا کر لے آؤ اسے--!
آرجے نے پھر قہقهہ لگایا تھا۔

"کچھ ایسا ہی کرنا پڑے گا--!
ملکی خباثت سے ہنسا تھا۔

"یار ویلے میرا تو اس لڑکی سے کوئی می رشتہ نہیں تم تو بڑے دل والے ہو۔۔ بھاگھی کو چھوڑ
دیا نکاح کر کے ۔۔!
مکی نے ایک آنکھ دباتے ہوئی سے کہا تھا۔

"ویلے ماننا پڑے گا یار۔۔ موبائل تو اسکے پاس بٹنؤں والا تھا اور غرور توبہ توبہ ۔۔
وہ خالص جاہلانہ قسم کے انداز میں بولا تھا۔۔ بالکل مکی والا انداز ۔۔!!
آرچے کو اپھے سے یاد تھا کہ حanim کے پاس اسماڑ فون نہیں تھا۔
اسکی بات سن کر مکی کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔

"اوکے یار۔۔ ٹاپک چنج کرو۔۔ دماغ نا خراب کرو۔۔!!

"یہ کس کی # جستجو رکھتی ہے # الجھنوں میں مجھے

وہ کون ہے؟ جو مجھے مل نہیں رہا مجھ میں!"

ایک پل کے اندر وہ واپس آرچے بن گیا تھا۔۔ جسے کسی چیز سے نا فرق پڑتا تھا اور نا کسی چیز
سے دلچسپی تھی۔ لیکن ناجانے کیوں حanim کے ذکر پر اسے عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔
اور مکی کو کبھی کبھی حیرت ہوتی تھی کہ آرچے ام حanim کا مذاق کیسے اڑا لیتا تھا اسکے ساتھ مل

کر--

حالانکہ اس نے کبھی کسی لڑکی کو موضوع گفتگو نہیں بنایا تھا۔

آرجے نے سگریٹ کا ایک گہرہ کش لے کر دھواں فضا میں اچھالا تھا۔

جبکہ ملکی نے موبائل نکال کر دوبارہ سے وہ نمبر ملا�ا تھا جو اس نے کچھ عرصہ پہلے پیوس کے ریஸٹورینٹ میں ملا�ا تھا جو بند جا رہا تھا۔

لیکن خلاف معمول اس وقت اس نمبر پر بیل جاری تھی۔

زیدہ آپا کی باتوں نے حانم کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

ناجانے کیوں اسکا دل ڈر رہا تھا۔ ابھی بھی وہ نماز پڑھ کر دعا مانگ کر اٹھی تھی جبکہ موبائل پر ہونے والی بپ نے اسے متوجہ کیا تھا۔

جب وہ نماز پڑھ رہی تھی تب فون بھی آیا تھا لیکن اس نے غور نہیں کیا۔

"ابھی تک ناراض ہو جان--؟؟"

نمبر اور سیج دیکھ کر حانم کو چہرہ سرخ ہوا تھا۔

ابھی کل ہی اس نے اس موبائل میں اپنی پرانی سم ڈالی تھی۔ اسے کچھ نمبروں کی ضرورت

تمھی جو اس نے نئی میں کاپی کیئی تھے۔

اور آج اسے پھر مسیح آگیا تھا۔

حانم کا دل مزید برا ہوا تھا۔ اس سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے جس سے وہ شخص اسکی جان چھوڑ دے۔

"خدا سے ڈرو ابن آدم-- خدا سے ڈرو--!!

کانپتے ہاتھوں اور نرم آنکھوں سے حانم نے مسیح ٹائپ کر کے سینڈ کر دیا تھا اور پھر موبائل بند کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر سے رو دی تمھی۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتی تمھی کہ اسکے یہ الفاظ دوسری جانب موجود شخص کو اندر تک جھنجھوڑ گئے تھے۔

حمدان صاحب کا فون آیا تھا۔ ناجانے اس بار آسیہ بیگم خود پر ضبط نہیں رکھ پائی می تھیں اور انہوں نے روتے ہوئے طارق کے متعلق سب کچھ حمدان کو بتا دیا تھا۔

وہ اکیلی عورت تمہک گئی می تمھی حالات کا مقابلہ کر کر کے۔

طارق نے دھمکی دی تمھی کہ شادی تو وہ حانم سے ہی کرے گا۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔

آسیہ بیگم کو روتا دیکھ کر سیبیٹھ حمدان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

انکا دل کر رہا تھا کہ وہ ابھی اس لڑکے کو شوٹ کر دیں۔

"آسیہ روئیں نہیں اور میری بات غور سے سنو۔ جب تک میں ہوں ناکوئی تھم لوگوں کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ کب تک ساتھ دینگے ہمارا۔؟ اس بات کا بھی لوگ غلط مطلب نکال رہے ہیں۔!! آسیہ بیگم نے دکھی لجھے میں کہا تھا۔

"میں ہمیشہ ساتھ دوں گا۔ بس تم ایسا کرو کہ مجھے ساتھ دینے کا حق دے دو۔" مجھ سے نکاح کرو آسی۔ نکاح کرو۔!!

جس بات کو کرنے کیلیے وہ اتنے دنوں سے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے۔ اور بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ آج ایک ہی پل میں کہہ گئیے تھے۔

آسیہ بیگم کو لگا تھا کہ انہوں نے کچھ غلط سنا ہو۔

وہ حیرت سے منہ کھولے موبائل کو دیکھ رہی تھیں جس سے حمدان کی آواز ابھر رہی تھی۔!!

میں ہمیشہ ساتھ دوں گا۔۔ بس تم ایسا کرو کہ مجھے ساتھ دینے کا حق دے دو۔۔

!! مجھ سے نکاح کرو آسی۔۔ نکاح کرو۔۔

جس بات کو کرنے کیلئے وہ اتنے دونوں سے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے۔ اور بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ آج ایک ہی پل میں کہہ گئیے تھے۔

آسیہ بیگم کو لگا تھا کہ انہوں نے کچھ غلط سنا ہو۔۔

!! وہ حیرت سے منہ کھولے موبائل کو دیکھ رہی تھیں جس سے حمدان کی آواز ابھر رہی تھی۔۔

"آپکا دماغ خراب ہو گیا ہے حمدان شرم نہیں آتی ایسی بات کرتے ہوئے۔۔؟؟"

آسیہ بیگم بھڑک اٹھی تھی۔۔

آسیہ کا بھڑکنا بھی بجا تھا
اپنے آفس میں بیٹھے حمدان نے پریشانی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"میری بات سنو آسیہ۔۔ یہ وقت بحث کرنے کا نہیں ہے۔۔!!!"

حمدان نے اسے سمجھانا چاہا۔

"مجھے آپکی کوئی بات نہیں سننی۔۔ آپ نے یہ سوچا بھی کیسے؟؟"

آسیہ روہانی ہو گئی تھی۔۔

وہ جانتی تھی ہمارا معاشرہ کس قدر منافق ہے اسے وہ تمام اسلامی واقعات یاد ائے جب متعدد بار بیوہ سے نکاح معزز لوگوں نے کیے تھے جیسا کہ

"غزوہ موتہ سے واپسی کا منظر ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجاہدین کی واپسی کی خبریں سُن رہی ہیں۔ اپنے پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہیں، اپنے بچوں کو بھی تیار کر لیا ہے، دُور سے آہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن جب یہ دیکھتی ہیں کہ یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں بلکہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارک ہے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندازے ہی سے سمجھ جاتی ہیں کہ ان کی زندگی کے ہم سفر، ہجرت کے ساتھی اور پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بچھڑ چکے ہیں۔
یہی معاملہ ہمارے معاشرے میں ہوتا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پوری زندگی بچوں کے ساتھ تہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا۔

لیکن وہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تربیت یافته صحابہ کرام کا وسیع القلبی والا دور تھا۔ ایک مسلمان بیوہ کو کیسے ان

حالات و جذبات کے دھکے کہانے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا جاتا؟
 پار غار، غیر انبیاء میں سب سے زیادہ افضل شخص یعنی حضرت
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور
 بچوں کو باپ جیسی گھنی شفقت اور محبت میسر آگئی، اللہ نے انہیں ایک
 بیٹا بھی عطا فرمادیا۔

پھر کچھ عرصہ بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 وصال ہو گیا، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غسل
 دلوایا۔

دو دفعہ بیوہ ہونا ہمارے تنگ نظر معاشرے کے لئے تو انہونی بات ہے
 کہ وہ غیرت مندرجات ان باتوں سے ناواقف تھے، مسلمان عورت کو
 فوراً معاشرتی دھارے کی زندگی میں ہم آہنگ کر لیا جاتا تھا تاکہ اسے
 تن تہا نفسياتی اور جذباتی جنگ نہ لڑنی پڑ جائے۔

اس دفعہ آگے بڑھنے والے غیرت کے پیکر کوئی اور نہیں؛ بلکہ شیر
 خدا، ابو تراب، فاتحِ خیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ
 حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی بھی تھے لیکن آپ
 نے صرف بھتیجوں کی کفالات ہی نہیں کی بلکہ فرزند ابو بکر کو بھی
 اسی محبت سے پالا جیسے اپنے بھتیجوں کو پالا۔

یہ کیسا معاشرہ تھا جو ایسی عورت کے حقوق کا بھی محافظت کیا ہے سُن کے رشک آتا ہے۔ ہم صحابہ کرام کے دور میں پیدا ہونے کی خواہش بھی کرتے ہیں، ان جیسا بننا بھی چاہتے ہیں، لیکن جب نفس پر زد آئے تو خاموشی کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔
 بیوہ اور اس کے بچوں کو تحفظ دینا ایسا اس معاشرے میں رجاسا کام تھا کہ اس کے لئے کوئی تقریر کرنے، کوئی مہم چلانے، کوئی حکمتِ عملی بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔

اور ہمارا معاشرہ اور ہمارے رویے ۔۔۔ ۔۔۔ ایک اور پاکیزہ صحابیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال سامنے رکھنا چاہوں گا۔

پہلانکا حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوبصورت تھیں اور اس جوڑے کی محبت عرب میں ایک مثال بن گئی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن محبت میں آ کر ان سے عہد کروالیا کہ اگر میں آپ کی زندگی میں وفات پا گیا تو آپ دوسرا نکاح نہیں کریں گے۔

پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ بعد شہید ہو گئے لیکن اس معاشرے میں بیوہ خاتون کو تھا چھوڑنے کی مثال محیر العقل

تھی، اس لئے بڑوں کے سمجھانے پر آپ نکاح ثانی کے لئے راضی ہو گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے چچا زاد بھائی بھی تھے انہوں نے حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

عدت پوری ہونے کے بعد عشرہ مبشرہ صحابی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا اور اب حضرت عاتکہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا ان کے نکاح میں آگئیں۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زبیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں عرب میں مشہور ہو گیاتھا کہ

جسے شہادت کی تمنا ہو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لے۔

اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہداء کی زوجہ کہا جاتا تھا

اس عظیم مثال کا اپنے معاشرے سے مقابلہ کریں!۔

اللہ اللہ ... کیسا کھلے دل والا معاشرہ تھا اور ہم اور ہمارا معاشرہ کیسا تنگ

نظر اور گھٹن کا شکار معاشرہ ہے، ایسا معاشرہ جہاں بیوہ کو تن تنہا

حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے، جن مشکلات و مصائب

کے پہاڑ، مردوں کی نظروں اور دوسری عورتوں کے طعنوں کے ساتھ
یہ خواتین زندگی گزارتی ہیں معاشرہ ان سے جیسے کا حق سلب کر لیتا ہے
وہ یہ تمام وقوعات سوچ کر افسردہ سی خاموش اختیار کر گئی تھی۔ " " " " " " " "
"جسے حمدان نے اچھی طرح بھانپ کر بات بدی اور مخاطب ہوئے،

"اچھا یہ سب چھوڑو میری ہانی بیٹی سے بات کرواؤ مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے--!!
حمدان نے بات بدلتے ہوئے کہا وہ چاہتا تھا کہ آسیہ اس بات کا فیصلہ سوچ سمجھ کر
کرے کس کے دباؤ میں آکر نہیں--

"جی انکل-- اسلام و علیکم! کیسے ہیں آپ؟؟؟"
آسیہ بیگم نے فون حانم کو پکڑا دیا تھا۔

"و علیکم و اسلام-- بیٹا آپ نے لست چیک کی؟؟؟
فرست لست میں آپکا نام آچکا ہے-- اب یہ بتائیں کہ واقعی آپ پنجاب یونیورسٹی میں ایڈمیشن
لینا چاہتی ہیں؟؟؟"
وہ سنجیدہ سے پوچھ رہے تھے۔

جبکہ حانم تو دنگ رہ گئی می تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی میرٹ پر پورا اتری ہے۔
کتنے ہی پل وہ خوشی سے کچھ بول نہیں پائی می تھی۔

"بولیں ہانی بیٹا۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی جی۔۔ انکل۔۔ مجھے اسی یونیورسٹی میں پڑھنا ہے اب مجھے کیا کرنا ہو گا؟؟"
وہ پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں بس آپ نے کل تیار رہنا ہے بارہ بجے کے قریب میں لینے آونگا پھر آپ کے ایڈیشن
کیلیے چلیں گے۔۔!!"
وہ اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر چکے تھے۔

جبکہ حانم کا دل خوشی سے اڑ رہا تھا۔ وہ ایک دم جیسے سارے دکھ بھول گئی تھی۔

"تم سے میں نے کتنی بار کہا تھا کہ ہارنا ہے ہارنا ہے جورڈن-- تمیں بات سمجھ کیوں نہیں آتی ہے--؟؟"

اینٹھنی سر پر ہاتھ رکھے افسوس سے بیٹھے جورڈن سے کہہ رہا تھا۔

"ہر وقت سر پر خون کیوں سوار رہتا ہے تمہارے--؟؟؟"

اچھے بھلے ٹھیک جا رہے تھے-- اچانک تمیں ہوا کیا تھا؟؟"

"مجھے نہیں پتا اینٹھنی--- مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ مجھے ہوا کیا تھا۔ اچانک وہ ہا سپیل والی لڑکی---

وہ کہتا کہتا اچانک چپ ہو گیا تھا۔

"لڑکی-- کونسی لڑکی--؟؟ دیکھو جورڈن اگر کسی لڑکی کا چکر ہے تو ابھی ختم کر دو-- یہ لڑکیاں مردؤں کو کمزور بنادیتی ہیں--!!
اینٹھنی نے اسے سمجھایا۔

"کوئی می چکر نہیں ہے-- مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا کچھ--!!

وہ چیخنا تھا۔

اس سے پہلے اپنیتھنی کچھ کہتا جوڑن کے موبائل پر آنے والی کال نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"ہیلو مسٹر جوڑن-- کہاں ہیں آپ؟؟ آپکی مدد کی حالت بہت نازک ہے-- انکا آپریشن کرنے پڑا گا اگر آپ کچھ دیر تک پیسے لے کر ناپہنچے تو ہم آپریشن نہیں کر سکتے-- اور انکا بچنا مشکل ہو جائیے گا--!!

ڈاکٹر کی بات سن کر جوڑن کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔

"آپ آپریشن کی تیاری کریں ڈاکٹر میں بس پہنچ رہا ہوں--!!

وہ ایک دم کھڑا ہوا تھا۔

"مجھے پیسے چاہیئی اپنیتھنی-- مام کا آپریشن ہے اور لازمی ہے--!!

پیسوں کا ذکر سن کر اپنیتھنی نے منہ بنایا تھا۔

"جو کام تم نے کیا ہے نا اسکے بعد ایک پیسے نہیں بنتا تمara--

"مجھے پیسے چاہیے اپنیتھنی-- کہا نا دوبارہ ایسا نہیں ہوگا-- تم جیسے کھو گے میں ویلے ہی کروں گا-- !!

وہ اتنی زور سے چلا یا تمھا کہ اپنیتھنی ڈر کر پیچھے ہوا تھا۔ وہ جور ڈن کے غصے سے اپھے سے واقف تھا۔

"اک-- کتنے پیسے-- ؟؟؟
اپنیتھنی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"جتنے بھی ہیں سب دے دو-- !!
وہ پریشان سا کہہ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اپنیتھنی نے پیسوں کا بیگ اسکے سامنے رکھا تھا۔

"شام کو فائٹ ہے-- جو تمیں ہر حال میں جیتنی ہے-- سمجھ گئیے ناتم-- ؟؟"
اپنیتھنی نے کہا تھا۔

"ہاں-- !!

جور ڈن اشبات میں سر ہلاتا پیسے لے کر باہر نکل گیا تھا۔

آسیہ بیگم کو اس رات نیند نہیں آئی می تھی۔ حمدان اور طارق کی باتوں نے اسکا سکون ختم کر دیا تھا۔

وہ ساری رات جاگتی رہی تھی۔ کبھی حانم کو چہرہ دیکھتی تو کبھی طارق کا خیال اسے جھنگھوڑ دیتا۔

"میری ہانی اس طارق کیلئے نہیں بنی۔"

وہ خود سے کہہ رہی تھیں۔

"اور حمدان اس نے ایسا سوچا مجھی کیسے-- وہ شادی شدہ ہے-- ایک بیٹی کا باپ ہے-- پھر اسکے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا؟"

حمدان کی باتیں اسے سلگنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

ساری رات سوچتے سوچتے گزر گئی لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پائی می تھیں۔

"ہمیں یہ محلہ چھوڑ کر پڑے جانا چاہیے-- لیکن جائیں کہاں؟"

سوال اسے الجھا رہے تھے۔

جب وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پائی تو خدا کے حضور کھڑی ہو گئی۔

"یا اللہ ہماری مدد فرماء۔۔ ہمارا اس دنیا میں تیرے سوا کوئی بھی نہیں۔۔ ہم پر رحم کر مالک۔۔!!

وہ ناجانے کتنی دیر دعا مانگتی رہی تھیں۔-

اللہ کے حضور رونے اور گرگڑانے سے اسکا دل ہلکا ہو گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ انکی مدد ضرور کرے گا۔ بیشک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔!!

"جورڈن بیٹا تم آگئیے۔۔ آگئیے میرے بچے۔۔!!"

مارتھا نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر جورڈن کو دیکھا تھا جو اسکا ہاتھ تھامے پاس بیٹھا تھا۔

"مام آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔ میں پیسے لے آیا ہوں۔۔ آپکا آپریشن ہو گا اور پھر آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔!!

جورڈن نے نم آنکھیں سے کہا تھا اور اپنی ماں ہاتھ ہونٹوں سے لگایا تھا۔

"نہیں۔۔ میں اب اور نہیں جی سکتی۔۔

"مام ایسی باتیں مت کریں۔۔ آپکو جدینا ہے۔۔ ہمارے لیے۔۔ میرے لیے۔۔ اپنے جورڈن
کیلیے۔۔!!
وہ رو دیا تھا۔

"میری بات دھیان سے سنو۔۔
مارٹھا نے اپنی لُٹتی سانسوں کے ساتھ کہا تھا۔

"تمہارا ڈیڈ۔۔

"مت نام لیں اس شخص کا مام۔۔ مجھے نفرت ہے ان سے۔۔!!
جورڈن نے انکی بات کاٹی تھی۔ اسکے اندر اپنے باپ کے ذکر پر اذیت سی پھیل گئی می
تھی۔

"نمیں بیٹا۔۔ وہ تم سے بہت پیار کرتا تھا۔۔
اور مجھ سے بھی۔۔

"اگر وہ پیار کرتے وہ چھوڑنا جاتے مام--"

جورڈن کی آنکھوں سے ایک آنسو پھسل کر مارٹھا کے ہاتھ پر گرا تھا جسے اس نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔

"وہ مجبور تھا میرے بچے کے مجبور تھا--"

تم میرے بعد اسکے پاس چلے جانا۔ دیکھنا وہ تمہیں اپنالے گا۔"

"نمیں میں نمیں جاؤں گا۔ مام آپکو میرے لیے جینا ہے۔۔۔ اگر آپکو کچھ ہوا نا تو میں اس شخص کو نمیں چھوڑوں گا۔!!

جورڈن کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے جورڈن۔۔۔ تم خوش رہو گے۔!!
مارٹھانے اسے نصیحت کی تھی۔

"آپریشن کا ٹائم ہو چکا ہے مسٹر جورڈن۔۔۔ ہمیں انہیں لے جانا ہو گا۔!!
ڈاکٹر نے کہا تھا۔

جورڈن نے آگے بڑھ کر اپنی ماں کی پیشانی پر بوسے دیا تھا۔

مارٹھا نے ایک شفیق سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھا تھا اور پھر ڈاکٹرز اسے آپریشن تھیڈر میں لے

گئیے تھے۔

وہ نم آنکھوں سے اپنی کل کائی نات کو جاتے دیکھ رہا تھا۔

اسکے جانے کے بعد جور ڈن کو یاد آیا تھا کہ اسکی فائیٹ تمہی جو اسے کسی بھی قیمت پر جیتنی تمہی۔

وہ آنکھوں کو صاف کرتے باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"ہاؤ آپی انکل آگئیے ہیں باہر۔ جلدی آجائو۔"

جواد نے خبر دی۔

حانم تیار تھی۔ اس نے چادر اٹھا کر اچھی طرح سے اوڑھا تھا۔

"دھیان رکھنا اپنا۔ اور جب ایڈیشن ہو جائیے تو فون کر دینا۔"

آسیہ بیگم نے اسے تنپیہ کی تھی۔

"ٹھیک ہے امی۔"

حانم نے فائیل اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

حمدان صاحب اندر نہیں آئیے تھے۔ وہ باہر ہی گاڑی میں بیٹھے رہے تھے۔

وہ دعا مانگتی گھر سے باہر نکلی تھی۔

خانم نے دکان کے باہر کھڑے طارق کو دیکھا تھا جو اسے گھور گھور کر دیکھا تھا۔
وہ اسے نظر انداز کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی ہی جسے حمدان صاحب ایک سینکڑہ بھی ضائع کیے بنا
آگے بڑھا دیا تھا۔

"بی جان اس گدھے کو فون کر کے سمجھا دیں کہ وہ اب سنجیدہ ہو جائیے اپنے مستقبل کو
لے کر۔"

سید جبیل بی جان سے کہہ رہا تھا اور تعریف آرجے کی ہو رہی تھی۔

جبیل صاحب آرجے کو ہمیشہ گدھا ہی کہتے تھے۔ اسکی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔

"شاہ نے فون کیا تھا اسے-- وہ کہہ رہا ہے کہ یونیورسٹی نہیں چھوڑنا چاہتا--!!

بی جان نے بتایا کیونکہ کچھ دن پہلے ضیاء جبیل نے اسے فون کیا تھا جو بات سننے کو راضی نہیں تھا۔

"اللہ کو اس گدھے کو عقل دے--!!
وہ پریشان ہوئیے تھے۔

"بھائی جان آپ پریشان نا ہوں ابھی بچہ ہے سمجھ جائیے گا--!!
بی جان نے تسلی دی تھی۔

"بچہ نہیں ہے وہ-- باپ ہے سب کا-- لیکن عقل تو اس میں گدھے جتنی بھی نہیں ہے--!!

وہ بڑاتے باہر نکل گئیے تھے۔ جبکہ بی جان سوچ رہی تھیں کہ ایسا کیا کیا جائیے جس سے آرجے جو عقل آجائیے۔

"آپ خوش ہیں نا ہانی بیٹا۔۔؟؟"
حمدان صاحب نے خاموش بیٹھی حanim سے پوچھا تھا۔

"جی انکل بہت-- میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں اس یونیورسٹی میں پڑھ پاؤ نگی--!!
اسکا ایڈیشن ہوچکا تھا۔ وہ اب واپس آرہے تھے۔

حانم کے ڈیپارٹمنٹ والے سیٹھ حمدان صاحب کو اچھے سے جانتے تھے۔
انہیں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ جلدی ہی اسکا ایڈیشن ہو گیا تھا۔

"کوئی می بات نہیں اب دل لگا کر پڑھنا اور کچھ بن کر دکھانا--!!
وہ اسکا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

"اب میرا گھر دیکھنا چاہو گی یا آپکو آپکے گھر چھوڑ دوں؟؟
انکل پھر کبھی دیکھ لونگی-- آپ مجھے گھر چھوڑ دیں امی انتظار کر رہی ہو گی--!!
حانم نے جواب دیا تھا۔

"آپکی وائی ف کیسی ہیں انکل--؟؟"
اچانک حانم نے سوال کیا تھا۔

"وہ نہیں ہے--!!
انکی بات سن کر حانم چونکی تھی۔

"جب ماہین پیدا ہوئی تھی وہ تب ہی مجھے چھوڑ گئی تھی۔۔۔!!

وہ افسردوں سے کہہ رہے تھے۔

حanim کو افسوس ہوا تھا۔

"میں آسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔!!

انکی بات پر حanim کا رخ موڑ انہیں دیکھا تھا۔

"کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟؟؟"

حanim کو حیرت ہوئی۔

"ہرگز نہیں۔۔۔

وہ سنبھیڈہ تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ اسکی ساری محرومیوں کا ازالہ کروں۔۔۔ ساری زندگی اس نے پریشانیوں میں

گزاری ہے۔۔۔ اگر آپ لوگ میرے ساتھ ہونگے تو محلے کا تو کیا دنیا کا کوئی ہی انسان آپ

لوگوں کو تنگ نہیں کر پائیے گا۔۔۔!!

حائف کو انکی بات سمجھ آرہی تھی۔

"لیکن انکل امی؟؟"

"اس نے انکار کر دیا۔۔ وہ نہیں کرنا چاہتی۔۔ اسے زمانے کا ڈر ہے۔۔!!

وہ سنجیدہ سے کہہ رہے تھے۔۔

حائف اچھی طرح جانتی تھی کہ اسکی ماں نے ساری زندگی دکھوں میں گزاری تھی۔ وہ خود دل سے چاہتی تھی کہ اسکی ماں اب خوش رہے اپنی زندگی کو جیئے۔۔

"اگر آسی ماں گئی می آپ لوگوں کو کوئی می اعتراض تو نہیں ہوگا نا۔۔؟؟"

وہ اب حائف سے پوچھ رہے تھے۔۔

"نہیں انکل۔۔ ہمیں کوئی می اعتراض نہیں ہوگا۔۔ میں خود چاہتی ہوں کہ وہ خوش رہیں۔۔!!
وہ مسکرائی می تھی۔۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔۔!!

گاڑی میں ایک گھری خاموشی چھا گئی می تھی۔۔

"میں نے بھپن سے آسی کو چاہا ہے۔۔ میں باہر پڑھنے لگیا تمھا تاکہ اسے اچھا مستقبل دے سکوں۔۔

لیکن شاید وہ میری قسمت میں نہیں تھی۔۔۔“
وہ غور سے انکی بات سن رہی تھی۔

”جب آسی کی شادی ہوئی میں اس سے پہلے ہی میری شادی ہو گئی تھی۔ میں آیا ضرور تھا
لیکن بہت پریشان تھا۔ اپنی چاہت کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا بہت تکلیف دہ تھا۔
لیکن میں اسے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔
وہ کسی اور کی ہو گئی تھی اور میں چپ چاپ دیکھتا رہا پھر واپس چلا گیا۔

”انکل آپکی واٹی ف کون تھی۔۔۔ مطلب کیسے شادی ہوئی می تھی؟؟؟“
”وہ ایک پاکستانی لڑکی تھی۔۔۔ یہاں کی ایک کمپنی میں کام کرتی تھی۔ کمپنی والوں نے اسے
امریکہ بھج دیا تھا۔۔۔ اور اسے وہاں جا کر پتا چلا تھا کہ اسکے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔۔۔
وہ رات وہ ہوٹل سے بھاگ گئی تھی اور اتفاقاً میری گارڈی سے ٹکرائی تھی۔
انسانیت کے ناطے مجھے اسے تحفظ دینا پڑا۔

میں نے اس سے شادی کر لی اور یوں آسی مجھ سے بچھڑ گئی تھی۔۔۔!
حanim کو انکی کہانی سن کر حقیقتاً دکھ ہوا تھا۔

"اتنا تو کبھی ابو نے بھی امی کو نہیں چاہا ہوگا جتنا حمدان انکل چاہتے ہیں۔۔ اللہ انکی خواہش پوری کرے۔۔ آمین۔-

حامن نے صدق دل سے دعا کی تھی۔
کچھ دیر بعد حمدان انکل نے اسے گھر کے سامنے اتلا رکھا۔ وہ اندر نہیں آئیے تھے۔

"کوئی بھی مسئی لہ ہو مجھے فون کر دینا میں خود دیکھ لونگا۔۔!!
حامن انکا اشارہ سمجھ چکی تھی۔-

"اور میں آپکے لیے دعا کروں گی انکل کہ وہ آپکے اور امی کیلیے بہتر کریں۔۔!!

وہ مسکرا کر آمین کہتے واپس جا پکھے تھے۔
اور حامن گمرا سانس لے کر گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔-

آج کی یہ لڑائی جور ڈن کو ہر قیمت پر جیتنی تھی۔
اسے اپنے مقابل شخص میں اپنا باپ نظر آ رہا تھا جس سے وہ انتہا کی نفرت کرتا تھا۔
وہ لوگ بڑی طرح سے ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔

بالآخر وہ جیت گیا تھا۔

زخموں سے چور وہ باقی پیسے لے کر ہاسپٹل کی طرف بھاگا تھا۔

وہ اپنی ماں کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا۔

لیکن شاید قسمت کی دیوی اس سے ناراض ہو گئی تھی اور موت کی دیوی نے مار تھا کو اپنا بنالیا۔

"ہم معذرت کرتے ہیں مسٹر جو دن-- ہم آپکی مدر کو نہیں بچا سکے--!"

ڈاکٹر کے الفاظ اس پر کسی بم کی طرح گرے تھے۔

وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ پورا ہاسپٹل سمن سا گیا تھا۔

"آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی مام-- آپ نہیں جا سکتی--!"

وہ ہاسپٹل کی راہداری میں فرش پر بیٹھ کر اتنا رویا تھا کہ لوگوں کو اس پر ترس آنا شروع ہو گیا تھا۔

"آپکی وجہ سے میری ماں مری ہے مسٹر جوبیل-- میں آپکو نہیں چھوڑوں گا--!"

وہ تصور میں اپنے باپ سے مخاطب ہوا تھا۔

آپریشن تھیٹر میں وہ اپنی ماں کی مردہ جسم سے لپٹ لپٹ کر رویا تھا۔

وہ جسمانی طور پر انتہائی طاقتور شخص ذہنی طور پر بہت کمزور ثابت ہوا تھا۔

وہ غش کھا کر گر گیا تھا۔ اسے اپنے جسمانی زخموں کی پرواہ نہیں تھی۔ جو زخم اسکی روح پر لگا تھا وہ گمرا تھا۔ وہ نہیں بھرنے والا تھا۔

این تھنی اسکے پیچھے آیا تھا اور پھر اسے یوں ٹوٹا پھوٹا دیکھ کر رو دیا تھا۔

کتنے گھنٹوں بعد اسے ہوش آیا تھا۔

مار تھا کو اسکے ہوش آنے پر دفنایا گیا تھا۔ وہ دوبارہ نہیں رویا تھا۔ ایتھنی کو اس پر پتھر کا گمان ہوا تھا۔

وہ خاموش تھا لیکن اسکے اندر کتنا بہت بڑا طوفان پل رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اسکے جسم کا رُواں رُواں جل رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

"ہیلو اسلام و علیکم انکل کیسے ہیں آپ؟؟؟"

شاہ جبیل نے اپنے نکمے بیٹے کو فون کیا تھا جسے آرجے نے نہیں اٹھایا تھا۔ اب انہوں نے لینڈ لائی ن پرفون کیا تھا جسے ملکی نے اٹھایا تھا اور آواز سن کر وہ تمیز سے بات کر رہا تھا۔

"و علیکم اسلام-- کہاں ہے وہ گرہا، الو کا پسٹھ، دنیا جہان کا نکما شخص--؟؟--
وہ غصے سے پوچھ رہے تھے۔
مکی تو انکے اتنے القابات پر عش کر اٹھا تھا۔

"جی انکل آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟؟"
مکی انجان بننا۔

"تمہارے باپ کی--!!
شاہ جبیل نے غصے سے جواب دیا تھا۔
مکی تو یہ جواب سن کر گزبردا گیا تھا۔
انکل آر جے اس وقت گھر نہیں ہے جیسے ہی وہ آتا ہے میں آپکی بات کروادونگا۔
کوئی میسیج ہے تو مجھے دے دیں میں اسے بتا دوں گا۔!!
وہ اب شرافت سے کہہ رہا تھا۔

"اس گدھے کو کہنا کہ اپنے باپ کا فون اٹھا لے۔ نہیں تو میں لاہور آکر اسکی کلاس
لوں گا۔!!
وہ غصے سے کہتے فون بند کر چکے تھے۔

مکی نے اپنا انکا سانس بحال کیا تھا اور پھر خشمگین نگاہوں سے اپنے سامنے صوفے پر براجمان آرچے کو دیکھا تھا جو بہت دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ نوڈلز کھانے میں مگن تھا۔

"سن لیا گردھے-- کیا کہہ رہے تھے انکل--!!
مکی نے جل کر کہا-- کیونکہ آرچے نے اسے فون اٹھانے کو کہا تھا۔

"ہاں سن لیا--"

آرچے نے اسکے گدھا کھنے پر مکی کو گھورا۔

"یار میں نہیں انکل کہہ رہے تھے-- قسم سے کیا کمال کے القابات سے نوازتے ہیں وہ تمہیں-- سچی میں فین ہو گیا۔ آرچے کے باپ کو ایسا ہی ہونا چاہیتے--!!

مکی پڑھش سا کہہ رہا تھا۔ آرچے کے گھورنے پر وہ سٹپٹا کر رہ گیا تھا۔ جبکہ آرچے پوری توجہ سے نوڈلز کھا رہا تھا جیسے دنیا میں اس سے اہم اور کوئی کام نہیں۔!

حanim کو ابھی گھر آئیے کچھ ہی دیر گزری تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"میں دیکھتا ہوں--"

جواد کہتا دروازے کی طرف لپکا تھا۔ اور پھر اسکی چیخ سنائی دی تھی۔

"کہاں وہ تمہاری بہن ہانی۔ آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

مجھ سے شادی نہیں کرنی اور امیر لوگوں سے پورے محلے کے سامنے چکر چلاتی ہے۔"

وہ پسٹل ہاتھ میں پکڑے، جواد کو دھکا دے کر دندناتا گھر میں داخل ہوا تھا۔

آسیہ بیگم، ماہم اور حانم طارق کی آواز سن کر سم گئی تھیں۔!!

کہاں ہے وہ تمہاری بہن ہانی۔ آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔

"مجھ سے شادی نہیں کرنی اور امیر لوگوں سے پورے محلے کے سامنے چکر چلاتی ہے۔"

وہ پسٹل ہاتھ میں پکڑے، جواد کو دھکا دے کر دندناتا گھر میں داخل ہوا تھا۔

!!آسیہ بیگم، ماہم اور حانم طارق کی آواز سن کر سم گئی تھیں۔!!

"بیاللہ خیر۔"

آسیہ بیگم کے منہ سے نکلا تھا۔

"تم یہ میں اندر کو۔۔ باہر مت دیکھنا میں دلیلیتی ہوں اسے۔۔"

آسیہ بیگم حانم کو تاکید کرتی باہر نکلی تھیں۔ وہ خود بہت بڑی طرح سے گھبرائی ہوئی تھیں۔

طارق باہر صحن میں کھڑا تھا۔ آسیہ بیگم کو دیکھ کر جواد انکی طرف لپکا تھا۔ وہ بڑی طرح سے ڈرا ہوا تھا۔

"کیا لینے آئیے ہو تم یہاں۔۔؟؟"

انہوں نے ہمت جمع کرتے ہوئے سے پوچھا۔

"ہانی کدھر ہے۔۔ باہر نکالو اسے۔۔ ایسے بے حیا اور بدکردار لڑکیوں کی اس محلے میں کوئی می چکہ نہیں ہے۔۔!"

وہ غصے سے کہتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

"وہیں رک جاؤ طارق۔۔"

آسیہ بیگم دھاری تھیں۔

"خبردار جو ایک لفظ بھی غلط کہا تم نے میرے ہانی کے متعلق۔۔"

آسیہ بیگم کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔
شور کی آواز سن کر پورا محلہ جیسے وہیں پر اکٹھا ہو گیا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں کہ کتنی پارسا ہے وہ--
صح لمبی گاڑی میں گئی تھی اب واپس آئی ہے--
ایسی لڑکیوں کی تو گولی مار دینی چاہیتے--!!"

طارق کی آواز سن کر حanim کا نازک دل کسی چڑیا کی مانند پھر پھر رہا تھا۔ اس نے کچھ غلط نہیں کیا تھا اور وہ کیسے کیسے الزام لگا رہا تھا اس پر--
وہ باہر جانا چاہتی تھی جب ماہم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر جانے سے روکا۔
کچھ یاد آنے پر ماہم نے حanim کا موبائل اٹھا کر حمدان انکل کا نمبر ملا یا تھا۔

"ہیلو انکل-- کہاں ہیں آپ---؟؟"
پہلی ہی بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"انکل یہاں بہت بڑا مسائی لہ ہو گیا ہے آپ پلیز جلدی آئیں--!!
ماہم کا نیپتی آواز میں کہہ رہی تھی۔ اسکا دماغ ایسے واقعات پر حanim سے تیز کام کرتا تھا۔

"وہ کسی غلط جگہ پر نہیں گئی تھی۔ داخلہ لینے گئی تھی یونیورسٹی میں--"
آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو محلے والو--؟ کیسے ہماری ناک کے نیچے کھلی رچایا جا رہا ہے-- یہ لڑکی کا ج
یونیورسٹی کے بھانے جانے کیاں کیاں جاتی ہے--!!"

"میں نے کھا چپ کر جاؤ طارق۔ خدا کا خوف کرو کچھ۔ کیوں ایک معصوم پر الزام لگا
رہے ہو--؟؟"

آسیہ بیگم کو تو اسکی باتیں سن کر جیسے سکتے سا ہو گیا تھا۔
جواد شعلہ بار نگاہوں سے طارق کو گھور رہا تھا۔ وہ چھوٹا سا تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اسے
طارق کا یوں اپنی بہن ہانو کے متعلق بات کرنا بہت برا لگ رہا تھا۔

انکے گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر مسجد تھی۔ نمازی مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے
باہر نکل رہے تھے اور شور کی آواز پر اب سب وہاں جمع ہو گئیے تھے۔

"یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے تم نے طارق؟؟"

محلے کے ایک عزت دار شخص نے اسے یوں کسی کے گھر میں گھے دیکھا تو غصے سے پوچھا تھا

"باہر نکلو۔۔ کس نے اجازت دی تمہیں لوگوں کے گھروں میں یوں بنا اجازت اندر داخل ہونے کی--؟؟

امام مسجد بھی وہاں آگیا تھا۔

"میری براہیاں آپ لوگوں کو نظر آری ہیں اس لڑکی کی نظر نہیں آرہی جو پورے محلے کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے--"

طارق بھڑکا تھا۔

"بھائی می صاحب میری بیٹی نے کوئی می غلط کام نہیں کیا۔۔ وہ ایک عزت دار لڑکی ہے--
پونیورسٹی میں داخلے کیلیے گئی می تھی--

لیکن یہ گھٹیا انسان بلاوجہ الزام لگا رہا ہے میری بچی پر--!!
آسیہ بیگم نے آگے بڑھ کر امام مسجد اور اس شخص سے کہا تھا۔

"اچھا میں الزام لگا رہا ہوں--؟ تو بتاؤ کون ہے وہ شخص جس کے ساتھ گئی تھی
ہانی--؟؟"

"جانے والا ہے میرا۔۔ تایا زاد بھائی ہے۔۔!!

آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

حانم سے اب برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ اتنا جو جانتی تھی کہ پورے محلے کے سامنے طارق کچھ نہیں کر سکتا۔۔ وہ ماہم کو جھٹکا دے کر باہر نکلی تھی۔

"کیوں شور مچا رہے ہو تم۔۔ یہیں ہوں میں بھاگی نہیں ہوں۔۔!!
وہ جانے اتنی ہمت کیا سے لائی ہی تھی۔

حانم کو دیکھ کر طارق کی آنکھیں چمکی تھیں۔ وہ جس مقصد کیلئے آیا تھا اسے ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتا تھا۔

"اوہ۔۔ بھاگنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تم نے۔۔
دیکھ رہے ہو محلے والو۔۔ میں نے عزت سے رشتہ بھیجا تھا اسکے لیے۔ لیکن نہیں انکار کر دیا۔۔ اب پتا چلا مجھے کہ یہ معصوم چہرے کے پیچھے کتنی شاطر لڑکی چھپی ہے۔۔!!
وہ پھر چلایا تھا۔

اس مجھے حانم کو طارق سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا اچانک پولیس کے سائیرن کی آواز گونجی تھی جسے سن کر طارق کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔

اس نے پسٹل کو فٹافٹ جیب میں ڈالا تھا۔

چند ہی سینکنڈز میں حمدان صاحب پولیس والوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ دروازے پر گئے لوگوں کے ہجوم نے انہیں رستہ دیا تھا۔

پولیس کو دیکھ کر کافی لوگ رفوچکر ہو گئے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر--؟؟"

پولیس انسپکٹر نے طارق کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے پوچھا تھا۔
طارق کی تو سٹپٹا گیا تھا۔

"یہ شخص بلاوجہ گھر میں گھس کر مارنے کی دھمکی دے رہا ہے انسپکٹر صاحب--!!
آسیہ بیگم کا گلمہ رندھ گیا تھا۔

اس سے پہلے طارق کچھ کہتا دو تین سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اسے ہستھکڑی لگائی تھی۔
جب ماہم نے حمدان انکل کو کال کی وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئیے تھے۔ علاقے کے
کشتر انہیں اچھی طرح سے جانتے تھے۔ انکے فون کال کرنے پر ایس پی خود آیا تھا طارق کو
گرفتار کرنے۔

"ہم معذرت چاہتے ہیں سیٹھ صاحب--!!

ایس پی حمدان انکل سے مخاطب ہوا تھا۔

"معذرت کی ضرورت نہیں ہے اسے لے جائیں اور کڑی سے کڑی سزا دیں--!!!
وہ طارق کی طرف دیکھ کر خونخوار لجھے میں بولے تھے۔

پولیس طارق کو لے کر چلی گئی تھی۔

آپ سب لوگ مجھی اپنے اپنے گھروں کو چلیں۔

امام مسجد نے باقی رکے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو تماشائی بن کر تماشہ دیکھ رہے۔

جو اتنے بزدل تھے کہ حق کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے تھے۔

وہاں ہر کسی کو اپنی جان پیاری تھی۔

ہمارا معاشرے کا یہی المیہ ہے جہاں پر کوئی می غریب لمرکی تھوڑی سی ابھرتی ہے اسے یوں
خاموش کروادیا جاتا ہے۔

بہت سی لڑکیوں کو بے موت مار دیا جاتا ہے۔

"امام صاحب مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے--!!
حمدان صاحب نے امام مسجد کو جاتے دیکھا تو کہا۔

وہ رک گئیے تھے اور ساتھ میں وہ سمجھدار اور عقلمند حاجی بھی تھا جو محلے کا سربراہ کھلاتا تھا۔ جسکی اپنی بیٹی کی بارات نے عین موقع پر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ وجہ جو بھی تھی لیکن الزام لڑکی پر آیا تھا۔

طارق کہتا رہا تھا لیکن پولیس والوں نے اسکی ایک ناسنی تھی۔ وہ اسے لے گئیے تھے۔

"جی کیسے---؟؟"

امام مسجد نے عزت سے جواب دیا تھا۔ اسے حمدان صاحب شخصیت سے ہی کوئی بڑے آدمی گئے تھے جو بہت سلسلہ مجھے ہوئیے تھے۔

"میں اپنی پچھا زاد کرن آسیہ سے جو پچھلے دس سالوں سے بیوگی اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے، نکاح کرنا چاہتا ہوں-- کیا میں کر سکتا ہوں؟؟ کیا اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟؟
وہ سخیدہ سا پوچھ رہا تھا۔

لوگ جاپکھے تھے۔ صرف حاجی صاحب اور امام مسجد وہاں موجود تھے۔

آسیہ بیگم کو تو جیسے کرنٹ لگا تھا۔ انکا سر چکرا گیا تھا۔ پہلے طارق نے ایک ڈرامہ لگایا اور اب
حمدان--

"نہیں کوئی می گناہ والی بات نہیں ہے-- بلکہ یہ تو سنت رسول ﷺ ہے اور بہت ہی نیک
کام ہے--!!
اور یہ حدیث سنائی

"شادی سنت ہے:
ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اسلام کے محبوب ﷺ نے ارشاد
فرمایا:

"نکاح میری سنت سے ہے پس جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔
لہذا نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم 1846، ج 2، ص 406)

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی جب امام مسجد نے شائی ستگی سے جواب دیا۔

"تو پھر آپ اس نیک کام کا فریضہ سر انجام دیں۔۔ میں آسیہ اور بچوں کو آج ہی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔۔

یہاں پر یہ لوگ محفوظ نہیں ہیں۔۔!!

"ہمارے ساتھ چلو۔۔"

امام مسجد نے انہیں مسجد کی طرف چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ کچھ کے بنائے کچھے پلے گئیے تھے۔

"اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟؟"
آسیہ بیگم سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"امی مان جائیں۔۔ انکار مت کبھی ؎یے گا۔۔ حمدان انکل بہت اچھے ہیں۔۔
وہ آپکا بہت خیال رکھیں گے۔!!
حامن نے انکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایسے دن بھی دیکھنے پڑیں گے۔۔
وہ رودمی تھیں۔-

"ماما روئی میں نا۔۔"

جواد ان سے لپٹ گیا تھا۔

لتنی ہی دیر ماہم اور حانم نے انہیں سمجھایا تھا۔ آسیہ بیگم حالات سے ہار گئی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد انکی رضامندی سے حمدان صاحب اور آسیہ بیگم کا نکاح کروادیا گیا تھا۔!!

"اور محبت کی خوبصورتی تو یہی ہے کہ وہ لے تو محرم بن کے لے"

تقرباً رات نو بجے وہ لوگ حمدان صاحب کے پہنچے تھے۔

انکا گھر بھریہ ٹاؤن میں تھا۔ آسیہ بیگم تو اتنا بڑا گھر دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔

ایک بیگ میں انکے چند کپڑے تھے جو ملازموں نے آگے بڑھ کر آسیہ بیگم کے ہاتھ سے پکڑ لیا تھا۔

وہ بہت روئی تھیں۔ وہ سب ہی روئیے تھے۔ ان سب کیلیے یہ حادثہ تکلیف دہ تھا۔

"جتنا رونا تھا تم نے رو لیا آسی۔۔۔ آج کے بعد تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو نہیں آئیے گا۔!!

وہ لتنی سنجیگی سے کہہ رہے تھے۔

وہ لاونج میں بیٹھے تھے۔ حانم کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ طارق نے جو کیا تھا آج وہ ناقابل

فراموش تھا۔

صح وہ کتنی خوشی گئی تھی یونیورسٹی دانٹے کیلیے ۔۔ اب ایک ہی رات میں انکی زندگی بدل گئی تھی۔

"رضیہ ماہین کے ساتھ والے کمروں کو ہانی اور ماہم بیٹی کیلیے صاف کردو فٹا فٹ ۔۔! ۔۔!
وہ حکم دے رہے تھے۔

ماہم گھور سے ہر ایک ملازم کو دیکھ رہی تھی۔
اسکی تیز نظروں نے ملازمین کی گنتی بھی کر لی تھی۔

"غلام دین کھانا لگاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں ۔۔! ۔۔!

"جی صاحب ۔۔! ۔۔!

ملازم جوان سب کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اسکے حکم پر دوڑے پڑے گئے تھے۔

"آپ لوگ بھی فریش ہو جائیں بیٹا وہ اوپر دائیں طرف ماہی کا کمرہ ہے وہاں چلی جائیں اور چیخ کر لیں پھر سب کھانا کھاتے ہیں ۔۔! ۔۔!
انکے کہنے کی دیر تھی جواد نے اوپر کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

hanum aur maheem aage puchhe siyahiow kи طرف بڑھی تمہیں اور آسیہ بیگم بھی صوف سے اٹھ کر انکے پچھے جانے لگی تمہی کب حمدان کی آواز گونجی۔۔

"کہاں جا رہی ہو آسی۔۔؟ ہمارا کمرہ ادھر ہے۔۔!!
آسیہ بیگم کے قدم رکے تھے۔ وہ اشبات میں سر ہلاتی حمدان کے پچھے چلی گئی تمہی۔
ماہم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تمہی۔

"اوپر مرو۔۔"

hanum نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا اور وہ کھلکھلاتی اوپر کی جانب بڑھ گئی تمہی۔

مار تھا کے بنا جو رُن کو گھر کاٹنے کو دوڑ رہا تھا۔
اسکی حالت بری تمہی۔ بال بکھرے پڑے تھے۔ شیو بڑھی ہوئی ہی تمہی۔ اب کوئی ہی اسکا خیال رکھنے والا نہیں تھا۔

"مام-- آپ کیوں چلی گئی میں--"

خالی گھر میں اسکی آواز گونج کر رہ گئی تھی۔

وہ رو رہا تھا۔

اور پھر نم آنکھیں لیے اپنے ماں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ اب کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ کوئی می ایسا سراغ جو اسے اس شخص تک لے جائیے جو اسکی ماں کی موت کا ذمے دار تھا۔

اسے یاد تھا مارتھا اکثر لکڑی کا باکس کھولے بیٹھی رہتی تھی۔

وہ اب اسکی الماری کھولے اس باکس کو ڈھونڈ رہا تھا۔

اسکے سر پر خون سوار تھا۔ وہ اپنی ماں کی گئی ہر نصیحت کو بھول گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اس باکس کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا تھا جس پر موٹا ساتالا لگا تھا۔

لیکن بہت کوشش پر بھی اسے چابی نہیں ملی تھی۔

وہ اس باکس کو پکڑے اب کچن کی طرف بڑھ گیا تھا یقیناً وہ اس تالے کو توڑنے والا تھا۔

حمدان صاحب کا موبائل کب سے رنگ کر رہا تھا۔

آسیہ الجھن زدہ نظروں سے کبھی موبائل تو کبھی واشروم کے دروازے کو دیکھ رہی تھی جماں وہ کپڑے بدل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ شلوار قمیض پہنے باہر نکلے تھے
آسیہ بیگم کو محسوس ہوا تھا جیسے وقت اسکو چھو کر نہیں گزرا تھا۔

وہ آج بھی اتنے ہی جوان نظر آرہے تھے جتنے بائی لیں سال پہلے۔۔ بلکہ اب اسکی شخصیت مزید رعب دار ہو گئی تھی۔

"تو ملا ہے تو یہ احساس ہوا ہے مجھ کو
یہ میری عمر محبت کے لیے تھوڑی ہے
اک ذرا سا غمِ دوران کا بھی حق ہے جس پر
میں نے وہ سانس بھی تیرے لیے رکھ چھوڑی ہے"

"گھبرا نے کی ضرورت نہیں ہے آسی اب یہ تمہارا گھر ہے۔۔ اسے تم نے ہی سننا بھالنا ہے۔۔!!!"

وہ شاید اسکی الجھن بھانپ گئیے تھے۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں موبائل پر دوبارہ رنگ ہوئی تھی۔

موبائل کی سکرین پر حشام جبیل چمک رہا تھا۔

"اسلام و علیکم انکل--!!"

انکے فون اٹھانے پر دوسری طرف سے آواز ابھری تھی۔

"وَعَلَيْكُمُ السَّلَام--- کیسے ہو حشام بیٹا۔۔۔؟؟"

وہ فریش فریش سے پوچھ رہے تھے۔

"جی انکل الحمد للہ آپ سنائیں کیسے ہیں۔۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ سناؤ برخودار کیسے یاد کیا مجھے؟؟"

"وہ انکل۔۔۔ بابا سائیں میں کسی فائیل کا پوچھ رہے تھے۔۔۔!!"

حشام کی بات پر حمدان صاحب کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"ضیا، جبیل تمہیں بنس میں بنایا کردم لے گا حشام۔۔۔ مجھے یقین ہے۔۔۔!!"

وہ دلچسپی سے کہہ رہے تھے۔

"بس انکل-- جتنا مرضی دور رہ لوں بابا سائیں پھر مجھے گھسیٹ لیتے ہیں اس بنس کی دنیا میں--!!
حشام نے گھری سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"چلو کوئی بات نہیں-- میں فرمی ہو کر خود بات کرتا ہوں تمہارے بابا سے-- تم پریشان مت ہو--!!

حمدان صاحب اسے تسلی دیتے فون بند کر چکے تھے۔

ماہین کا کمرہ بہت خوبصورت تھا۔ وہاں موجود ہر چیز بہت قیمتی تھی۔ اسکی الماری میں بہت سے نئی سے کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ ماہم نے چینچ کر لیا تھا۔ البتہ حانم کھڑکی کھولے آس پاس کا معائی نہ کرنے میں مگن تھی۔

اس نے کچھی آسائی شوں والی اور برانڈڈ زندگی گزارنے کی خواہش نہیں کی تھی۔
وہ نہیں جانتی تھی کہ زندگی اسکے ساتھ کیا کرنے والی تھی۔

چاروں طرف ویلے ہی بڑے بڑے بنگلے تھے۔
گلیاں کھلی اور صاف ستھری تھیں۔

"یہ ڈریس مجھے عجیب تو نہیں لگ رہا۔۔؟؟"
ماہم کی آواز پر وہ چونکی تھی۔

اس نے ماہین کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جو بڑے تھے البتہ شرت چھوٹی ہونے کی وجہ سے ٹھیک لگ رہے تھے۔

"انکل نے ہمارے کپڑے نہیں لانے دیے اب میں اور کیا پہنچتی۔۔؟؟"
حامن نے گھومنے پر ماہم بڑبڑائی تھی۔

"آرچے میرا موبائل دو۔۔"
مکی چلا�ا تھا۔ وہ لوگ رات کے اس پھر ٹاؤن میں واک کر رہے تھے۔
مکی پچھلے ایک گھنٹے سے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ تنگ آکر آرچے نے اسکا موبائل پچھیں لیا تھا۔

"تمہیں اور کوئی می کام نہیں ہے کیا۔۔؟؟"
آرچے کو غصہ آیا تھا۔

رات کی خاموشی میں انکی آوازیں گونج کر رہ گئی می تھیں۔

شور کی آواز پر حanim نے چونک کرنیچے کی جانب دیکھا تھا۔

روشنی میں اسے گھر باہر سے دو تین لڑکے گزرتے دکھائی دیے تھے۔

وہ ایک دم پھونکی تھی۔ سیاہ رنگ کی جیکٹ پہنے گھنے بالوں والے لڑکے پر اسے روحان جبیل کا احساس ہوا تھا۔

"آستغفِر اللہ"-----

اس نے اپنی ہی سوچ پر اللہ سے معافی مانگی تھی ناجانے وہ شخص کہاں سے ذہن میں آگیا تھا۔

ملازمہ انہیں کھانے کیلیے بلا نے آئی می تھی اور وہ سر جھٹکتی کھڑکی سے ہٹ گئی می تھی!!

وہ پانچ منٹ میں منہ ہاتھ دو کر نیچے جانے کیلیے تیار تھی۔
ماہم سکون سے آرام دہ بیڈ پر لیٹی تھی۔ اسے اپنی زندگی میں آنے والی یہ تبدیلی بہت پسند آ رہی تھی۔

"آ جاؤ ماہم کھانا کھانے چلتے ہیں--"

حanim نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اسے پکارہ تھا۔

"رکو ہانی--"

ماہم کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔

"تم کپڑے تبدیل نہیں کرو گی؟؟؟"

ماہم نے پوچھا تھا۔

"کیوں کیا ہوا ان کپڑوں کو-- ابھی صحی تو پہنے تھے-- بالکل نیاسوٹ ہے میرا--؟؟؟"
حanim حیران ہوئی تھی۔

"نہیں میرا مطلب اس والی الماری میں سارے نئیے کپڑے ہیں جو استعمال نہیں کیے
گئیے۔ تو اس لیے۔
ماہم بات ادھوری چھوڑ گئی می تھی۔

"میں نہیں چاہتی کہ کل کو حمدان انکل کی بیٹی کو پتا چلے اور وہ کہے کہ ہم نے آتے ہی
اس کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔!!

"یار تم آگے کا کیوں سوچتی ہوں۔؟"
ماہم جھنجھلائی می تھی۔

"ہوتا تو وہی ہے جو نصیب میں ہے۔ لوگوں کی باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔ جس چیز پر جس
انسان کا نام لکھا ہوتا ہے وہ اسے ہی ملتی ہے۔!!
ماہم نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا تمہا۔ وہ اکثر چڑ جاتی تھی حانم کے فلسفوں سے۔

"باقی تمہاری مرضی ہے۔!!
وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی می تھی اور اسکے پیچے پیچھے حانم بھی۔

لگئے دن دوپہر کے کھانے کے بعد حمدان صاحب انہیں شلپنگ کروانے والے آئیے تھے۔

انہوں نے سب کو انکی پسند اور ضرورت کی ہر چیز دلائی تھی۔
وہ پہلی بار پیسے خرچ کر کے اتنا خوش ہوئیے تھے۔

یہ جو امیر لوگ ہوتے ہیں نا یہ اکثر رشتؤں کے معاملے میں غریب ہوتے ہیں۔!!
کچھ یہی حال سیلیٹ حمدان کا بھی تھا جسکے پاس پیسے تو بہت تھے لیکن خرچ کرنے والے
نمیں تھے۔۔

سوائیے ماہی کے جوانکے پاس رہتی ہی نہیں تھی۔
اب اتنے سارے رشتؤں کو پا کر وہ کافی خوش اور خود کو پرسکون محسوس کر رہے تھے۔

انکے ہوتے ہوئے بھی آسیہ نے اتنے سال غربت میں اپنی خواہشات کو ختم کرتے گزار
دیے تھے۔۔ یہ چیز انکے دل میں پھانس کی طرح اٹکی تھی۔

اب وہ اس چیز کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔ جو کہ کافی حد تک کر پکھے تھے۔۔!!

"ہانی ببیٹا صبح سے آپکی کلاسز سٹارٹ ہو رہی ہیں تیاری کر لی آپ نے---؟؟"

وہ بہت پیار سے پوچھ رہے تھے۔

"جی انگل--- دیکھا تھا میں نے-- تیاری کیا کرنی ہے ابھی، یونیورسٹی جا کر ہی کچھ علم ہو گا--!!

حanim نے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں نے رحیم (ڈائیور) کی ڈیلونی لگادی ہے وہ پک اور ڈریپ کیا کرے گا آپکو--

یہاں سے آپکی یونیورسٹی کافی فاصلے پر ہے--!!

"جی انگل--

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

اسکی یونیورسٹی شروع ہونے والی تھی یعنی اسکی روٹین بدلتے والی تھی۔

مہرو اور حانم دونوں کیفے ٹیریا میں موجود تھیں۔

"جنت روڈ بہت خوبصورت ہے نا۔!!"

حانم نے جوس کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ تمہیں ہر چیز میں خوبصورتی نظر آتی ہے ہانی۔۔"

اب دیکھ لو سیمنٹ پتھر سے بننے اس روڈ میں ایسی کیا خاص بات ہے جو تمہیں یہاں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔۔!!

مہرو مسکرائی تھی۔

"میں نہیں جانتی مجھے اس جگہ میں اتنی دلچسپی کیوں نظر آتی ہے۔۔؟ میں نہیں جانتی یہ روڈ مجھے کیوں اچھا لگتا ہے؟؟

شاید اس لیے کہ اس روڈ کا نام جنت ہے۔۔!!

وہ خود ہی اپنے سوال کا جواب دے چکی تھی۔

کیفے کے بالکل سامنے انکا ڈیپارٹمنٹ تھا۔

اچانک انہوں نے بہت سارے سٹوڈنٹس کو ڈیپارٹمنٹ کے اندر جاتے دیکھا تھا۔

"یہ سٹوڈنٹس اتنی جلدی میں کیوں جا رہے ہیں؟ کیا کوئی می خاص وجہ ہے--؟؟" حانم بڑھائی می تھی۔

"سب سٹوڈنٹس جلدی سے آجائیں آرجے سنگنگ کرنے لگا ہے--!!" ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر کھڑے ہو کر ایک لڑکے نے نعرہ لگایا تھا۔ آرجے کے نام پر حانم کے کان کھڑے ہوئیے تھے۔

اسے اتنا یاد تھا کہ ماہم اور جواد کسی آرجے کے بہت بڑے فین تھے۔ وہ دونوں بھی سٹوڈنٹس کے پیچھے پیچھے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی می تھی۔

گیٹ سے اندر داخل ہونے پر دونوں طرف گراونڈ تھا۔ دائیں طرف سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ ایک خوشگوار سی دھن حانم کے کانوں سے ٹکرائی می تھی اور بے خود سی اس ہجوم کی طرف بڑھتی چلی گئی می تھی۔

"ایکسکیوو می۔۔ تھوڑا سائی یڈ پر ہو جائیں پلیز۔۔"

حانم نے آرجے کے گرد گھیرا ڈالے سٹوڈنٹس سے درخواست کی تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔

اور پھر پتھر سے بنے بیچ پر گٹار ہاتھ میں تھامے گنگنا تے شخص کو دیکھ کر حانم کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

اسے ڈیپارٹمنٹ کی پوری بلڈنگ اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔

"روحان جبیل-- یہاں--!"

وہ بڑبڑائی می تھی۔

"ایکسکیوویز می-- تمہوڑا سائی یڈ پر ہو جائیں پلیز--"

حانم نے آر جے کے گرد گھیرا ڈالے سلوڈننس سے درخواست کی تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔

اور پھر پتھر سے بنے بیچ پر گٹار ہاتھ میں تھامے گنگنا تے شخص کو دیکھ کر حانم کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

اسے ڈیپارٹمنٹ کی پوری بلڈنگ اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔

"روحان جبیل-- یہاں--!"

وہ بڑبڑائی می تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی۔ کاج میں ہونے والی ایک ایک بات اور آرجے سے ملاقات اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی تھی۔

وہ سُودُنُس کے ہجوم سے پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی روحان جبیل سے دوبارہ سامنہ کرنے کا نہیں سوچا تھا۔

"ہانی کہاں جا رہی ہوں تم--- ادھر آؤ جلدی--"

مہرو نے اسے پیچھے ہٹتے دیکھا تو کہا۔

(جو بہت Millinials cafe لیکن وہ شاکڈ تھی۔ وہ واپس کیفے چلی گئی تھی۔)
شاندار اور جدید طرز کا نہیں تھا بلکہ ایک عام سا اور سادہ سا کیفے تھے۔
اسکی خوبصورتی وہاں موجود درخت تھے-- لمبے اور گھنے درختوں کے نیچے بنایہ کیفے آنے والے کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔

کیفے کے بالکل سامنے جنت روڈ کے دوسری جانب انکا ڈیپارٹمنٹ تھا۔
(وہ اس سچیکٹ میں ماسٹرز کرنے آئی MMG مالکیوں رہائی یو لو جی لینڈ مالکیوں جینیٹکس)
تھی اور یہی ڈیپارٹمنٹ کا نام تھا۔

کتنی ہی دیر وہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"کیا اسے سب یاد ہوگا---؟"

"کیا پھر وہ مجھ سے کوئی می بدھ لے گا؟"

خانم کے ذہن میں سوال کسی آندھی طوفان کی طرح اٹھ رہے تھے۔

"کیا وقوعِ روحان جبیل ہی آر جے ہے---؟"

اسے یقین نہیں ہوا تھا۔

"جو بھی ہے لیکن وہ میرے ڈیپارٹمنٹ میں کیا کر رہا ہے---؟"

وہ سچ میں گھبراگئی تھی۔

"اس سے پہلے وہ مجھے دیکھے مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے--!!"

خانم نے فیصلہ کیا، اپنا بیگ اٹھایا اور یونیورسٹی کے گیٹ (8) کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔

وہ تیز تیز چل رہی تھی جیسے ابھی وہ اسے دیکھ لے گا اور پھر "پچھر جی" کہہ کر اسکا مذاق

اڑائیے گا۔

بڑا گیٹ باہر سے آنے جانے والوں کیلیے تھا جبکہ وہ دوسرے تھوڑے سے فاصلے پر بنے

چھوٹے گیٹ کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جس سے باہر نکلنے پر ایک چھوٹا سا رستہ بنا تھا

(تک جاتا تھا-Bridge و برج)

یہ رستہ پیدل آنے جانے والے سوڈنٹس کیلیے تھا جسکے دونوں جانب باڑ لگی تھی۔
وہ اب تیزی سے برج کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں جو ڈبل روڈ کراس کرنے کیلیے بنایا گیا تھا۔
تقریباً پندرہ منٹ کے وقت میں وہ کیفیت سے برج کراس کر کے اب ہائل کے گیٹ پر پہنچ
گئی تھی۔ یونیورسٹی کے دوسری جانب ہائل ایسا تھا جو باہر سے برج کی مدد سے اور اندر
سے انڈر پاس کی مدد سے یونیورسٹی سے ملحقہ تھا۔

"انگل میں سوچ رہی ہوں کہ ہائل شفت ہو جاں۔ یہاں سے یونیورسٹی کا فاصلہ بہت
ہے۔ کافی ٹائم لگ جاتا ہے اور پھر میری کلاسز بھی سیکنڈ ٹائم ہوتی ہیں۔"
انگل رحیم صحیح جواد کو سکول چھوڑنے جاتا ہے اور پھر بارہ نجے مجھے یونیورسٹی لے کر جاتا ہے۔
پھر جواد کو لے کر آتا ہے اور پر شام کو واپس مجھے۔
وہ سارا دن اسی کام پر لگا رہتا ہے۔!!
وہ آج پہلے دن یونیورسٹی گئی تھی اور اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بھریہ سے یونیورسٹی کا سفر
کافی ہے۔

اور ٹریفک کی وجہ سے وہ آج پہلے ہی دن لیٹ ہو گئی تھی۔
بہت سوچتے پر اس نے حمدان انکل کے سامنے تجویز پیش کی تھی۔

”لیکن ہاٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے--؟؟“
آسیہ بیگم پریشان ہوئی تھیں۔

”امی پریشانی ہو گی نا سب کو۔۔ اب ایک دو دن تک ماہم کا رزلٹ آجائیے گا پھر اسکا ایڈیشن ہو گا۔۔ ڈائیور انکل کس کو پک اینڈ ڈاپ کی سروس دینگے۔۔

اور پھر میری کلاسز بھی شام تک ہوتی ہیں، باقاعدگی سے نہیں ہوتیں۔۔
حامنم نے تفصیل سے جواب دیا تھا۔

حمدان انکل گھری سوچ میں تھے۔

”لیکن بیٹا ہاٹل میں تو کافی مشکل ہو گی نا۔۔ وہاں کارہن سن۔۔ ماحول اور پھر کھانا پینا۔۔“

وہ بھی فکرمند نظر آرہے تھے۔

"انگل میں سنہال لوگی سب-- اب ایڈیشن لیا ہے تو مشکلات بھی برداشت کرنی پڑیں گی
نا--؟؟"

وہ مسکرائی می تھی۔

"ایک بار پھر سوچ لیں--!!

وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی انگل میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے--

"حمدان آپ بھی اسکا ساتھ دیں رہے ہیں یہ تو جذباتی ہے-- چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرا جاتی
ہے ایک دن لیٹ ہو گئی می تو کیا ہوا--

ہائل رہنے کی اجازت میں نہیں دے سکتی۔

اگر مشکلات برداشت نہیں کر سکتی تو پڑھائی می چھوڑ دے-- لیکن میں اسے ہائل نہیں
جانے دونگی--!!

آسیہ بیگم نے خفگی سے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

”امی آپ یوں کہیں ناکہ آپ کا دل نہیں گے گاہانی کے بغیر--

ماہم نے منہ بنایا تھا۔

اور امی آپ بالکل مت جانے دینا اسے۔۔ ابھی کچھ دن پہلے میں نے ایک ڈرامے میں ڈائیلاگ سنا تھا کہ ہاسٹل میں رہنے والی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے۔۔!!“
ماہم نے اپنی طرف سے کام مکمل کیا تھا۔

”ماہم بربی بات بیٹا۔۔ ایسے نہیں کہتے۔۔!!
حمدان انکل نے اسے ٹوکا تھا۔

”بائی سے اللہ نا کرے۔۔“
آسیہ بیگم کا دل دہل گیا تھا۔
جبکہ حانم کے گھورنے پر ماہم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

”ایسا کچھ نہیں ہے آسیہ۔۔ وہاں سب کچھ اچھا ہے۔۔
ویلے تو وہ لاہور میں رہنے والوں کو ہاسٹلز الٹ نہیں کرتے لیکن میرے جانے والے
ہیں۔ ان شاء اللہ کام ہو جائے گا۔۔!!
حمدان انکل کی بات پر حانم نے شکر ادا کیا تھا۔

"لیکن ہاسٹل-- میرا دل نہیں مانتا حمدان--"
آسیے روانسی ہوئی می تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا آسیے-- ماہی کو دیکھو وہ بھی تو رہ رہی ہے اور وہ بھی دوسرے ملک میں--
اپنے بچوں پر بھروسہ رکھنا چاہیئی-- ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوگا۔!!!"
وہ ہمیشہ مثبت سوچتے تھے۔

آسیے بیگم جانے قائل ہوئی می تھیں یا نہیں لیکن انہوں نے اثبات میں سرپلا دیا تھا۔

"سب بہت اچانک ہوا تھا ماہی بیٹا بتانے کا ٹائم ہی نہیں ملا۔!!
وہ ماہی سے بات کر رہے تھے۔ ایک پل کیلیے تو ماہی کا دل بھی ڈر سا گیا تھا اپنے باپ کی
دوسری شادی کا سن کر۔ حالانکہ اس نے ہی مشورہ دیا تھا۔
لیکن جلد ہی وہ سنبل گئی می تھی۔

"کوئی می بات نہیں بابا۔"
وہ زبردستی مسکرائی می تھی۔

"تم آسیہ سے بات کرو میں آتا ہوں کچھ دیر تک--!!
وہ موبائل جس پر ویڈیو کال چل رہی تھی آسیہ بیگم کو پکڑا کر کمرے سے باہر پٹے گئیے
تھے۔

وہ دونوں ہی ڈرہی تھیں۔ دونوں کو خوف تھا کہ ناجانے سامنے والا کا رویہ کیسا ہوگا۔
ماہی نے شائی ستگی سے سلام کیا تھا اور اس سے زیادہ پیار سے آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔
چھرے سے ہی ماہی کو آسیہ بیگم رحم دل محسوس ہوئی تھیں۔

"ایک بات کہوں آنٹی اگر آپ برا نامانیں--؟؟"
ماہی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"آنٹی مجھے نہیں پتا ماں کیسی ہوتی ہے؟؟ اسکا پیار کیسا ہوتا ہے-- میرے لیے میری ماں
میرے بابا ہی تھے۔

انہوں نے بہت مشکلوں سے پالا ہے مجھے۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔ آپ سے
درخواست ہے پلیز کبھی میرے بابا کو مجھ سے دور مت کیجیئے گا۔ میرا اس دنیا میں انکے علاوہ
اور کوئی می نہیں ہے۔!!

ماہی کا لجھ بھرا گیا تھا۔ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ بیشک اس نے اپنے باپ کے

چہرے پر خوشی محسوس کر لیکن ایک سوتیلی ماں کا جو خاکہ اسکے ذہن میں بنا ہوا تھا وہ ڈر گئی تھی۔

ماہی کی بات سن کر آسیہ بیگم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا یہ تو وقت اور حالات اسے یہاں تک لے آئیے تھے۔

اور وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ حمدان اسکے بچوں کو اپنے نپے ہی سمجھ رہے تھے اور انکی شفقت اور محبت دے رہے تھے۔ بدلتے میں وہ خود ایسا ہی کرنا چاہتی تھیں۔

"ماہی بیٹا آپ پریشان نا ہوں۔ حمدان پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ حق آپکا ہے۔ میں مجبور نا ہوتی تو کبھی آپ سے حمدان کو نا چھینتی۔"

"شکریہ آنٹی۔"

ماہی کو انکی باتوں میں سچائی محسوس ہوئی تھی۔ اسکے اندر تک سکون اتر گیا تھا۔

مہرو نے حانم کو وہاں ناپاکر اپنے آس پاس نظریں دوڑائیں لیکن وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔

"یہ ہانی کہاں چلی گئی ہے؟"

وہ حیران ہوئی تھی۔

وہ خود آرجے کی بہت بڑی مداخ تھی۔ آرجے اسکے کرزن مستقیم کا دوست تھا۔

وہ اکثر و بیشتر مستقیم سے اسکا ذکر سنتی رہتی تھی۔ تصویروں میں دیکھا تھا اسے لیکن کبھی ملی نہیں تھی۔

مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جس روحان جبیل کا حانم ذکر کرتی وہ آرجے ہی تھا۔

"ہانی---"

مہرو نے پاگلوں کی طرح آواز لگائی تھی اور پھر ہجوم سے ہٹ گئی تھی اب وہ اسکا نمبر ملا رہی تھی۔

"کہاں ہو تم--؟؟"

اسکے ہیلو کرنے پر مہرو نے پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا تھا وہ اسے ڈیپارٹمنٹ اور کیفے ہر جگہ ڈھونڈ چکی تھی۔

"ہا سٹل ہوں--"

حانم نے پرسکون سے لجے میں جواب دیا تھا۔

"کیا لینے گئی ہو ہاصل۔۔ تمہیں پتا ہے نا ابھی ایک کلاس رہتی ہے--؟؟" مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ حانم کو اچانک کیا ہوا تھا۔

"میرے سر میں درد ہو رہا تھا اس لیے آگئی ہے--!!"

"ہائیں-- سر میں درد کب ہوا--؟ ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تم ٹھیک تھی--" مہرو نے اچنپھے سے پوچھا۔

"یار اب کیا فون پر ہی پوری تفہیش کرو گی جاؤ جا کر کلاس لو اور میرے بھی نؤں لے لینا--!!"

وہ غصے سے کہہ کر فون بند کر چکی تھی۔

"اسکو کیا ہو گیا ہے--؟؟"

مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اب وہ بھی کہاں کلاس لینے والی تھی۔ موبائل بیگ میں ڈالنے کے بعد وہ خود بھی ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

جب مہرو کو پتا چلا تھا کہ حانم ہاصل رہے گی اس نے رو دھو کر گھر میں سب کو منا لیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھی۔۔ وہ دونوں نجپن سے ایک کلاس اور ایک ہی ادارے میں

پڑھتی آئیں تھیں۔۔ اب کیسے مہرو اسے اکیلی کو جینے دیتی۔۔؟ اور وہ دونوں ایک ہی باسٹل میں ایک ہی کمرے میں رہتیں تھیں۔۔!

جورڈن اس باکس کا تالہ توڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا اب وہ اسے لیے چھوٹے سے ڈرائینگ روم میں بیٹھا تھا۔

اسکی آنکھوں میں ابھی بھی نمی سی تھی۔

دکھ بہت گمرا تھا۔ جو اسکی روح تک کو جھلسائی گیا تھا۔

باکس میں اسکی ماں اور باپ کی بہت سی تصویریں تھیں۔۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش نظر آرہے تھے۔

جورڈن نے کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔

تصویر میں موجود شخص بہت وجیہ تھا۔ وہ مشرقی مرد تھا شاید اسی لیے مارتا اس پر دل ہار گئی تھی۔

تصویروں کے علاوہ اس باکس میں سے ایک لاکٹ نکلا تھا۔

لکھا ہوا تھا-Jabail جس پر

نفرت کی ایک لہ جورڈن کے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مسٹر جبیل۔۔ میں تمہیں ختم کر دو گا۔۔!!

وہ چیخ رہا تھا۔۔

وہ پاگل ہو گیا تھا۔۔ ہاں پاگل۔۔ اپنی ماں کے دکھ میں۔۔!!

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ایسی کیا آفت آگئی ہی تھی جو تم یوں ڈیپارٹمنٹ سے بھاگ آئی۔۔؟؟"

مرہو نے بیگ کو بیڈ پر پھینکتے ہوئے سکون سے بیٹھی حانم سے پوچھا۔

"ویلے ہی مجھے بھوک لگی تھی۔۔

"کیا۔۔ تم پاگل ہو ہانی۔۔؟؟"
مرہو اسکی منطق پر حیران رہ گئی تھی۔

"تمہیں کیا آفت پڑی تھی جو میرے پیچھے پیچھے بھاگ آئی ہو۔۔؟؟"

حائف نے الٹا سوال کیا۔

"کیونکہ تم وہاں سے چلی آئی تھی میں اس لیے آگئی ہی۔۔

"تو میں بھی اسی لیے آگئی تھی کہ وہاں پر وہ آگیا تھا۔۔!!

"وہ کون۔۔؟؟"

مہرو اسکی بات پر چونکی تھی۔

"وہی روحان جبیل۔۔ منہوس۔۔!!"

حائف نے موبائل کو پہنچتے ہوئے کہا۔

"کون روحان جبیل۔۔؟؟"

مہرو حیران تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ آرجے ہی روحان جبیل تھا جیسے حائف کو نہیں پتا کہ تھا کہ روحان جبیل ہی آرجے تھا۔

"وہی تمہارا کرش۔۔ آرجے۔۔!!"

حائف نے بلے کئے لجھے میں جواب دیا تھا۔

"کیا-- سچ میں--؟؟"

مہرو کو لگا تھا جیسے کوئی می دھماکہ ہوا ہو۔ اس یاد آیا تھا روحان جبیل جس نے کاج میں حانم کی ناک میں دم کر دیا تھا۔

"افف--- کیا واقعی---"

کیا آرجے ہی روحان جبیل ہے-- وہی روحان جو کاج میں تھا--؟؟

"ہاں وہی---"

حانم کو کوفت ہوئی می تھی۔

"قسم کھاؤ---"

مہرو کا غصہ رو چکر ہو گیا تھا اب وہ دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔

اسکے اس طرح کرنے پر حانم نے اسے گھورا تھا۔ جبکہ مہرو نے ڈھیٹ پن سے دانت نکالے تھے۔

"مزہ آنے والا ہے پتا ہے وہ ہمارا ہی کلاس فیلیو ہے-- ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا ہمارے بیچ کا-- !!!

"کیا--؟؟"

مہرو نے کی بات سن کر حانم کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔

"ہاں میرا کرنٹ بتا رہا تھا۔۔ میں نے بہت سنا تھا اسکے بارے میں۔۔ صحیح میں اس سے ملوں گی۔۔ میرا کرنٹ ملوائیے گا اور تمہیں میں اپنے کرنٹ سے ملواؤں گی۔۔ مستقیم عرف ملکی۔۔ آرجے کا بہت اچھا دوست ہے۔۔!!

مہرو اور بھی کچھ کہہ رہی تھی جبکہ حانم کی شکل دیکھنے لائی ق تھی۔ آنسو اسے اپنے گلے میں اٹکتے محسوس ہو رہے تھے۔

"وہ ہمارا کلاس فیلو کیسے بن گیا۔۔ اسی سال اس نے پری میڈیکل میں ایف ایس سی کی ہے۔۔ ایم ایس سی سے پہلے بی ایس ای کرنی ہوتی ہے۔۔ وہ ڈائیریکٹ ماسٹرز میں کیسے آگیا۔۔؟؟"

وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ سب کر سکتا ہے۔۔ کچھ بھی۔۔ جتنا میں نے سنا ہے اسکے بارے مجھے نہیں لگتا کہ اسکے لیے مشکل ہو گا ایڈیشن لینا۔۔ کوئی می نا کوئی می جگاڑ لگا لیا ہو گا۔۔!!

مہرو اپنی دھن میں کہہ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کاج میں آرجے نے حانم کے ساتھ

کیا کیا تھا؟ حانم نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔
اس نے حانم کے چہرے پر غور نہیں کیا تھا جس پر پریشانی واضح تھی۔

”کیسی ہیں آپ بی جان اور بابا سائی یہ کیسے ہیں۔۔۔؟؟“
حشام نے گاڑی پارک کی اور باہر نکلتے ہوئے کان سے لگائیے فون پر بی جان سے پوچھا
تھا۔

”میں ٹھیک ہوں بیٹا۔۔۔ تمارے بابا پچھلے تین دن سے بنس ٹورپر گئے ہیں میرا فون
نہیں اٹھایا اور نا خود کال کی ہے۔۔۔!“

بی جان افسرده سی کہہ رہی تھیں۔

انکے لجھے میں دکھ محسوس کر کے حشام کا دل دکھا تھا۔

”ایک بات پوچھوں آپ سے بی جان۔۔۔؟؟“
حشام نے مال میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ کچھ ضروری چیزیں لینے آیا تھا۔

”ہاں پوچھو بیٹا۔۔۔“

"بی جان بابا سائیں آپ سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتے جتنے چھوٹے بابا سائیں (حیدر جبیل، جنہیں سب لوگ شاہ جبیل کہتے تھے) چھوٹی ماں (عائی شہ جبیل) سے کرتے تھے۔ انکے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی چھوٹے بابا سائیں نے دوسری شادی نہیں کی-- وہ اب تک انہیں چاہتے ہیں۔"

اور ایک میرے بابا سائیں ہیں جنہیں آپکی زیادہ فکر نہیں ہوتی۔؟؟؟
جس سوال سے بی جان ڈر رہی تھیں کہ انکی اولاد ان سے وہ سوال ناکر لے وہی سوال آج حشام کے لبوں پر آہی گیا تھا۔
بی جان کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔

وہ ضیاء جبیل کی پسند نہیں تھیں۔ وہ ان سے عمر میں بڑی تھیں۔ بی جان سے شادی ضیاء جبیل نے اپنے خاندان کی روایات کیلیے کی تھی۔
انکے خاندان میں لڑکے اور لڑکیوں کی شادی سید خاندان میں ہی کی جاتی تھی۔

"نہیں تو۔ ایسی بات نہیں ہے بیٹا۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور خیال بھی رکھتے ہیں--!!
بی جان نے جھوٹ بولا تھا۔

"اچھا مجھے کچھ کام ہے ہم پھر بات کرتے ہیں--!!

وہ حشام کی بات سے بنائی فون بند کر چکی تھیں۔ حشام ایک گھری سانس لے کر رہ گیا تھا۔
وہ سر جھٹک کر ایک کچھ چیزیں چیک کرنے شیلف کی طرف بڑھا تھا جب اچانک چونکا۔

اس سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکی سفید سکاراف سے حجاب کیے کھڑی تھی۔ اسکے پھرے کارخ دوسری جانب تھا۔

حشام ٹھٹھکا تھا۔ اسے سفید ڈپٹہ اور ہے کا جھ کے ایک کمرے میں بیٹھی ام حانم یاد آگئی می تھی۔

وہ بلا اختیار ہی اس لڑکی جانب بڑھا تھا۔

"ایکسکیویز می--"

حشام نے پکارا تھا۔ لڑکی نے مر کر دیکھا تھا اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی می تھی۔

"حشام جلیل--"

ماہی کامنہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اور شش و پنج میں بتلا اسے دسمن جان کو تکنے کے تھی

"کبھی خود کو خود سے جھکرتے دیکھا
کبھی شبء تہنائی میں خود کو تڑپتے دیکھا

روئے اتنا کہ دامن بھگو دیا آنسوؤں سے
تو کبھی روتے روتے خود کو مسکراتے دیکھا

کبھی ناراض ہوئے خود سے اتنا کہ مر جانا چاہا
تو کبھی آئینے میں خود کو مناتے دیکھا

کبھی مسکرانے گے دیکھ کر تصویر تیری
تو کبھی آنسوؤں میں خود کو ڈوبتے دیکھا

کبھی جنونِ عشق میں، لکھ دیا نام تیرا دیواروں پہ
تو کبھی بے لبی میں تیرا نام خود کو مٹاتے دیکھا

کبھی بہت ترپا میں تیری یاد کے عالم میں
تو کبھی تجھے یاد کر کہ خود کو بھلاتے دیکھا

اتنا سب ہونے کے بعد فقط ایک تجربہ ہوا حاصل
تیرے بعد جب بھی دیکھا تو خود کو سنبھلتے دیکھا"

لگئے دن حانم خود کو بہت پر سکون کر کے ڈیپارٹمنٹ گئی می تھی۔
اس نے خود سے عمد کیا تھا کہ وہ آرجے کو پہچانے کی نہیں--
"اور اسے بھی میں یاد نہیں ہونگی"--
حانم نے خود کو تسلی دی تھی۔

وہ دونوں ابھی ڈیپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر تھیں جب دوسری جانب سے اچھلتے کو دتے
ڈیپارٹمنٹ کی طرف آتے ملکی کی نظر مہرو کے ساتھ چلتی حانم پر پڑی تھی۔
وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے رکا تھا۔
اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
مہرو کے ساتھ جو لمرکی تھی کیا وہ واقعی وہی تھی جسے وہ جانتا تھا۔--
وہ سو فیصد وہی تھی۔--

"ہانی---"

مکی نے زیر لب دھرایا تھا۔

!! اور میں نے بالکل ٹھیک سنا ہے مس ام حانم-- تم واقعی الگ ہو--

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی می تھی۔

اسے یہاں آنے میں کوئی می دلچسپی نہیں تھی وہ یہاں جس کام کیلیے آیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔

وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے اسے سہلا رہا تھا۔ البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی نے آرجے پر ہاتھ اٹھایا تھا اور بدلتے اسے غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ مسکرا رہا تھا۔

حانم لڑکھراتے قدموں کے ساتھ باہر آئی تھی۔ اسکا دل ابھی تک کانپ رہا تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ آرجے یوں اکیلے میں اسکے قریب آنے کی جرات کرے گا۔

"ہانی میری بات سنو۔"

مہرو اسکے پیچھے لپکی تھی۔ لیکن وہ ان سنبھالتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہانی رک جاؤ۔۔ پلیز"

وہ اسکی منتیں کر رہی تھی لیکن حانم کو لگا تھا کہ اگر وہ کی تو کچھ غلط کر دے گی۔ اپنے ساتھ یا مہرو کے ساتھ۔

"ہانی۔۔"

"!!! میرے پیچھے مت آو--"

وہ ایک دم رکتے ہوئی سے چیخنی تھی۔ حانم کا چہرے غصے کو ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔

مہرو کے چودہ طبق روشن ہوئی سے تھے اسے اندازہ نہیں تھا کہ حانم اتنا غصہ کرے گی۔

اسکے اس طرح چلانے پر مہرو کے قدم رک گئی سے تھے۔ اور حانم خاموشی سے گیٹ پار کر گئی می تھی۔

مہرو کو اب افسوس نے گھیر لیا تھا۔

اسے محسوس ہوا رہا تھا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کر دی تھی۔

حانم کے جانے کے بعد مہرو بھی گھر چلی گئی می تھی۔ اسکے بعد آر جے اور باقی لڑکے، لڑکیاں بھی نیا سال منانے کیلیے باہر جا پکھے تھے۔

حامنم گھر آنے کے بعد خوب روئی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اگر اسکے تھپڑ مارنے پر آر جے اسے سزا دیتا تو۔؟؟

اگر وہ مستقبل میں اسکے مارے گئے تھپڑ کو معاف ناکرے تو۔؟؟

اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ بالآخر رات کے آخری پھر رونے کے بعد، سر میں ہونے والے درد کی وجہ میڈیسن لے کر وہ مشکل سے ہی سوگئی تھی۔

یونیورسٹی پانچ جنوری کو اوپن ہونی تھی۔ مہرو نے اسے سینکڑوں مرتبہ فون کیا تھا لیکن حامن نے بات نہیں کی تھی۔ وہ اسے شدید ناراض تھی۔

تھک ہار کر مہرو نے بھی فون اور میسجز کرنے بند کر دیئیے تھے۔ اب وہ اسے یونیورسٹی میں ہی منانے والی تھی۔

چھٹیاں کب ختم ہوئی میں کچھ پتا ہی نہیں چلا تھا۔

چار جنوری کی شام کو ڈرائیور نے حانم کو ہائل چھوڑا تھا۔ مہرو بھی کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی۔

کمرے میں داخل ہونے پر حانم نے مہرو کو دیکھ کر سرسری سلام کیا تھا۔

اسکا غصہ کافی حد تک ٹھنڈا ہوا چکا تھا۔

مہرو اسے غور سے دیکھ رہی تھی جو سنجیدہ سی اپنے کپڑے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"ہانی--"

مہرو نے اسے پکارہ تھا۔ اسے حانم کی خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔

"بولو--"

حانم کا لمحہ سرد تھا۔ جبکہ مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے بات کرے؟ کیسے معافی مانگے؟؟؟

"ناراض ہو۔۔؟؟"

مہرو نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔ اسکا چہرہ مر جھایا ہوا تھا۔

"نمیں۔۔ ناراض کیوں ہونگی میں تم سے۔۔؟؟"

وہی روح کو چھیتا سرد پن۔

"ایار پلیز غصہ کرو نا مجھ پر۔۔ چنتو چلاؤ برا بھلا کو مجھے لیکن یوں نظر انداز مت کرو۔۔"

مہرو کا لجہ آخر میں نم ہو گیا تھا۔

حanim اب موبائل چارج پر لگا رہی تھی۔ ایک پل کیلیے اسکے ہاتھ ساکت ہوئیے تھے۔

مہرو اپھے سے جانتی تھی کہ حanim برا بھلا نہیں کہتی تھی وہ بس خاموشی کی موت مارتی تھی۔

دیکھو اقصی نے کہا تھا اسکی کمزز آرجے سے ملنا چاہتی ہیں۔۔ اگر آرجے آگیا تو اسکی ویلیو بڑھ" ، جائیے گی اسکی کمزز کے نزدیک ، اور آرجے کا اسکے بلانے پر آنا نامکمل تھا۔ اسی لیے اس نے تمہیں بلایا کیونکہ وہ جانتی تھی آرجے اور تم ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں، اگر تم آؤ گی تو تمہارا مود ! خراب کرنے وہ ضرور آئیے گا۔ مہرو نے ڈرتے ڈرتے سچائی بتائی تھی۔

میں کوئی میری نہیں ہوں مہرو جسکے ذریعے لڑکیاں آرجے تک پہنچنا چاہتی ہیں۔۔ میں ایک "!! انسان ہوں اور مجھے دھوکے سے شدید نفرت ہے۔۔ بالآخر وہ بول پڑی تھی۔ حانم کی آواز رنده گئی می تھی۔ سب نے مل کر اسے آرجے کیلیے دھوکا دیا تھا اور یہ بات اسے دکھ پہنچا رہی تھی۔

معاف کر دو پلیز آئی ندہ ایسا نہیں ہوگا۔۔ میں قسم اٹھاتی ہوں آئی ندہ کبھی ایسا کچھ نہیں"!
!اکرونگی۔۔

مہرو رو تے ہوئیے اسکے لگے لگے گئی تھی اور اس سے زیادہ تو حانم بھی اس سے ناراض
نہیں رہ سکتی تھی۔۔

حانم نے سینیار ہال میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ جہاں اسے آرجے کی موجودگی محسوس ہوتی وہ اس جگہ
سے سو قدم کے فاصلے پر رہتی تھی۔۔

انکا اب تک دوبارہ آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ خود بھی حانم کو نظر انداز کر رہا تھا۔

حانم اسے سمجھ نہیں پائی تھی، عجیب شخص تھا کام کرنے کے بعد ایسے ہو جاتا تھا جیسے وہ
کام اس شخص نے نہیں کسی بلکہ اور نے کیا ہو۔۔

!! اور جب سامنے آتا یا بولتا تھا تو محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ نہیں بھولتا۔۔

لیکن وہ شکر ادا کر رہی تھی کہ تمپہ کے بد لے میں آرجے کی طرف سے اب تک کوئی می پیش
قدمی نہیں ہوئی تھی۔۔

حائف نے یہ بات بھی مہرو کو نہیں بتائی تھی کہ اس نے آرچے کو تھپٹ مارا تھا۔۔ یقیناً یہ سن کر مہرو کو اٹیک ہو جانا تھا۔

وہ چاہتی تھی کہ وقت جیسا گزر رہا تھا۔۔ اسے گزرنے دیا جائیے۔۔

وہ کوئی بھی تماشہ نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ خاموشی سے بہتی زندگی کی پرسکون ندی میں ایک ایسا پتھر گرنے والا تھا جو اسکی زندگی کے بھاؤ کا رخ ایک پل میں پڑے گا۔۔

ان کے فائی نل پیپر شروع ہونے والے تھے۔ حائف اور مہرو ڈیپارٹمنٹ کے لان میں دھوپ میں بیٹھی پریکٹیکلز کی نوٹ بکس تیار کر رہی تھیں۔۔

کچھ ہی دیر لکھنے کے بعد مہرو بور ہو گئی تھی۔۔

"ہانی اچھا یہ بتاؤ تمہیں اپنی زندگی میں کیسا لڑکا چاہیے۔ مطلب لائی ف پارٹنر--؟؟"

مہرو نے اچانک ہی کاپی کو ایک طرف رکھ کر اشتیاق سے حانم سے پوچھا تھا۔

"کبھی سوچا نہیں--"

حانم نے موبائل سے کچھ دیکھ کر کاپی پر لکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

پھر بھی یار--- کچھ تو، کچھ تو ایسا ہو گانا جسکی تمہیں خواہش ہو، جو تمہیں گے کہ میرے ہسینڈ"

"میں یہ بات ہونی چاہیتے۔؟؟؟"

مہرو بضد تھی۔

!!! ہمسمم--- میں چاہتی ہوں کہ میرا لائی ف پارٹنر ایک سکالر ہو، ایک اسلامک سکالر--"

حانم نے کچھ دیر بعد سوچتے ہوئے جواب دیا تھا۔

وہ شاید دنیا کی پہلی لڑکی نے جس نے اپنے جیون ساتھی کے بارے میں ایسی خواہش کی تھی۔

مہرو اسکی بات پر ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی۔

اور پھر اسکا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

وہ اب پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

حanim نے مہرو کے اس طرح کے رد عمل پر خشمگین نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"تم-- یعنی تم چاہتی ہو کہ تمہارا شوہر ایک مولوی ہو۔۔۔؟"

مہرو ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

!!جی نہیں-- میں نے مولوی نہیں کہا۔۔۔"

حanim نے خفگی سے کہا تھا۔

تو پھر سکالر کون ہوتا ہے--؟؟"

مہرو کو اپنی دوست پر حیرانگی ہو رہی تھی۔

ایک ایسا شخص جسکے پاس بہت سا علم ہو، ایک ایسا شخص جسکے پاس لوگ اپنی الجھنیں لے" کر آتے ہوں-- ایک ایسا شخص جو لوگوں کے دل پھیر دینے کی صلاحیت رکھتا ہو-- بیشک ہدایت دینا اللہ کا کام ہے لیکن اس میں کچھ ایسا ہو جس سے لوگ متاثر ہو جائیں-- وہ جو اسلام کا ایک غلط تصور لوگوں میں ذہن میں ہے، وہ شخص اس غلط تصور کو ختم کرنے کی !!!صلاحیت رکھتا ہو--

یہ سب کہتے ہوئے حانم کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"!إنما ممكن---"

مہرو نے نفی میں سر ہلاایا تھا۔

"کیوں نا ممکن کیوں--؟"

ہو--؟ یعنی جسکے (Mutant) کیا تم نے کبھی ایسا انسان دیکھا ہے ہانی جو ایک میوٹنٹ " کروموسومز میں جینیں کلی میوٹیشن آئی ہوں اور میوٹیشن اس شخص کیلیے فائدہ مند ثابت ہوئی می " ہوں--؟

"میوٹنٹ دیکھا ہے لیکن فائدے مند نہیں---"

حanim نے دماغ پر زور دیتے ہوئے سے جواب دیا تھا۔ اس نے ہمیشہ ایسے میوٹنٹس دیکھے تھے جو میوٹیشن (تبدلیوں) کی وجہ سے ابنا مل ہوتے تھے۔

انکے پرانے محلے میں بھی ایسے نپے تھے جو ٹھیک سے بول نہیں پاتے تھے، کچھ چل نہیں سکتے تھے، بڑا سا سر ہوتا تھا اور کمزور ہاتھ پاؤں۔ کچھ ایسے بھی تھے جو روتے تھے ایسا لگتا تھا جیسے بلی رو رہی ہو۔ یہ سب میوٹیشن سے ہونے والی بیماریوں کی علامات تھیں۔

لیکن اسے کبھی کوئی مثبت میوٹنٹ نہیں ملا تھا۔ جو نارمل سے بھی غیر معمولی ہو۔

تو پھر تمہاری یہ خواہش بھی کچھ ایسی ہی ہے۔۔ مجھے نہیں لگتا تمیں کوئی می ایسا انسان لے" گا--

!" مجھے تو سینکڑوں مولوی نظر آتے ہیں جو فرقہ واریت پر بات کرتے ہیں۔۔ دین پر نہیں۔۔
مہرو نے ایک کڑوی سچائی بیان کی تھی۔ آج کے دور میں زیادہ تر ایسا ہی ہو رہا تھا۔

اچھا چلو یہ سب چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ وہ تمہارے لیئے کیا کرے؟ کچھ خاص۔۔ جو تمیں اچھا" گے۔۔ جو تمہاری خواہش ہو۔۔؟؟

آج مہرو اس سے جانے کیا کیا اگلوانے والی تھی۔

اگر ثواب اور گناہ کے دائی رے سے باہر نکل کر خواہش کی جائیے تو میں چاہتی ہوں کہ وہ "!

! خوبصورت برسی بارش میں میرے لیے کچھ گنگنائیے -- صرف میرے لیے --

حانم کے چہرے پر ساتوں رنگ جھمل کر رہے تھے۔

"یعنی تم چاہتی ہو کہ تمہیں آر جے لے -- ؟"

مہرو کا پھر سے قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ آج حانم کی عجیب و غریب خواہشات سن کر پاگل ہو رہی تھی۔

"لَا حُوْلَةٌ وَّلَا قُوَّةٌ --- أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ"

مہرو کی بات پر حانم نے ایسے رد عمل کا اظہار کیا تھا جیسے آر جے کوئی می انسان نہیں بلکہ شیطان ہو۔

اب وہ کھا جانے والی نظروں سے مہرو کو گھور رہی تھی جو ہمیشہ آر جے کا نام لے کر اسکا موڈ خراب کرتی تھی۔

"اچھا یار سوری اب نہیں ہنستی--"

مہرو نے معدالت کی تھی۔ اس نے کافی دنوں بعد حanim کے سامنے آرجے کا ذکر کیا تھا۔

!! بہت سوٹ کر رہا ہے-- New Hair cut ویلے آرجے کو"

مہرو نے ملکی کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے آرجے کو دیکھ کر کہا تھا۔ وہ دو دن بعد ڈیپارٹمنٹ آیا تھا اور فوراً ہی ملکی اسے بلانے آگیا تھا۔

اسکے بال گھنے تھے۔ جو گردن کو چھوتے تھے۔ لیکن اب پیچھے سے کٹ پکھے تھے اور جیل لگا کر سر پر موجود بالوں کو کھڑا کیا گیا تھا۔

اس میں سوٹ کرنے والا کیا ہے۔؟ ایسے لگتا ہے جیسے بالوں کا ایک لوگرا سا سر پر رکھ دیا۔

"ہو۔۔ ہونہا۔۔"

حانم نے ناک سے لکھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"واہ واہ-- اسکے اتنے اچھے ہیئی راستائیل کو تم نے لوگرے کا نام دے دیا ہے---"

مہرو کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ویلے یہ لوگرکس زبان کا لفظ ہے--؟؟"

"مجھے خود نہیں پتا--"

hanum نے دونوں ہاتھوں کو منہ پر کھتے ہوئے جواب دیا تھا جیسے کچھ غلط کہہ دیا ہو۔ اور پھر دونوں کی ہنسی فضائیں بکھر گئی تھیں۔

"کیا تم ایک نئی می کامیابی کیلئے تیار ہو--؟؟"

حشام پر خوش سا پوچھ رہا تھا۔

تمھی۔ اسے ایم بی اے ڈگری ملنے والی تمھی۔ اور ساتھ گولڈ Convocation آج آر جے کی
میڈل بھی۔

اس نے اس بار بھی ٹاپ کیا تھا۔ حشام اسکی کامیابی کو لے کر بہت خوش تھا۔

!! میں ہمیشہ تیار رہتا ہوں شامو کا کا۔

آر جے نے جواب دیا تھا۔

اگر میں سب بہت خوش ہونگے۔ بی جان، مدینہ، برڑے اور چھوٹے بابا سائیں۔

ڈیڈ کا تو تم رہنے ہی دو۔

اُنکے نزدیک تو میں گدھا ہی ہوں-- اب گدھا چارہ کھائی سے یا سونا۔۔ انہیں فرق نہیں پڑنے والا۔۔

آرجے نے خلفگی سے کہا تھا۔

"ھاھا۔۔ واہ آرجے کیا لا جک نکالا ہے۔۔ ویلے تم مان گئی سے آخر کہ تم ایک گدھے ہو۔۔"

"شامو کا کا۔۔"

وہ احتجاجاً چلا یا تھا۔

!! چھوٹے بابا سائیں کے نزدیک۔۔"

حشام نے بات پوری کی تھی۔ وہ ہنس دیا تھا۔ وہ خوش تھا آرجے کی کامیابی پر، لیکن آرجے--؟؟

وہ ان سب چیزوں کا عادی تھا۔ اسے کیا فرق پڑنے والا تھا---؟

! ا تو یہ تھیں میونٹیشن سے ہونے والی بیماریوں کی اقسام۔ اب ہم انکی تفصیل پڑھیں گے۔۔۔

پروفیسر نے پروجیکٹر پر کچھ پوائی ننس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

جلینیک ایولوشن پر انکی کلاس ہو رہی تھی کہ کیسے وقت کے ساتھ ساتھ کروموزوں اور جین میں تبدلیاں آئیں۔۔۔

اور اب کیوں ان تبدلیوں کی وجہ سے بیماریاں زیادہ ہو گئی ہی تھیں۔

ارتقاء کہتا کہ پہلے ایک سیل تھا پھر ڈبل ہوئے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بندروں سے "انسان وجود میں آئے۔۔۔ یہ ارتقاء کا نظریہ ہے۔۔۔

! لیکن ہمیں اسلام کچھ اور بتاتا ہے کہ ہم سب حضرت آدم علیہ اسلام کی اولاد ہیں۔۔۔

پروفیسر لیکچر دے رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ ہم آگے چلیں میں آپ لوگوں ایک دلچسپ بات بتانا چاہتا ہوں جسے سن کر "ا! یقیناً آپ لوگ حیران ہونگے--"

کچھ یاد آنے پر پروفیسر ابراہیم کی آنکھیں چمکی تھیں۔

ح انم ایکٹو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ پروفیسر ابراہیم اکثر انہیں دلچسپ معلومات سے نوازتے رہتے تھے۔

، امریکی ایکوجست ڈاکٹر ایس سیلوو کی تھلکہ خیز رسچ " "

، انہوں نے اپنی اس رسچ میں کہا ہے کہ "انسان زمینی مخلوق نہیں ہے کے نظریات کا جنازہ اٹھ گیا ہے (Evolution) انکی اس رسچ کی بنیاد پر ارتقاء

، ارتقائی سائنسدان لا جواب ہو چکے ہیں

"! انسان زمین کا ایلیس ہے ایسا وہ کہتے ہیں --"

انکی باتیں سن کر حanim چونکی تھی۔

(Ellis Silver) نے اپنی کتاب (Humans are not from Earth) میں تمکھے خیز دعویٰ کیا ہے کہ انسان اس سیارے زمین کا اصل رہائشی نہیں ہے بلکہ اسے کسی دوسرے سیارے پر تخلیق کیا گیا اور کسی وجہ سے اس کے اصل سیارے سے اس کے موجودہ رہائشی سیارے زمین پر پھینک دیا گیا۔

پروفیسر ابراہیم نے دلچسپی سے بتانا شروع کیا تھا۔

ڈاکٹر ایلیس جو کہ ایک سائنسدان محقق مصنف اور امریکہ کا نامور ہے اس کی کتاب میں اس کے الفاظ پر غور کیجئے۔ ذہن میں (Ecologist) ایکالوجست رہے کہ یہ الفاظ ایک سائنسدان کے ہیں جو کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا۔

اس کا کہنا ہے کہ انسان جس ماحول میں پہلی بار تخلیق کیا گیا اور جہاں یہ رہتا ہا ہے وہ سیارہ وہ جگہ اس قدر آرام دہ پر سکون اور مناسب ماحول والی تمہی جسے وہی آئی پی کہا جا سکتا ہے وہاں پر انسان بہت ہی نرم و نازک ماحول میں رہتا تھا اس کی نازک مزاجی اور آرام پرست طبیعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنی روئی روزی کے لئے کچھ بھی تردد نہیں کرنا پڑتا تھا، یہ کوئی بہت ہی لاڈلی مخلوق تمہی جسے اتنی لگڑری لاائف سیسر تمہی۔ وہ ماحول ایسا تھا جہاں سردی اور گرمی کی بجائے بھار جیسا موسم رہتا تھا اور وہاں پر سورج جیسے خطرناک ستارے کی تیز دھوپ اور الٹرا اولٹیٹ شعاعیں بالکل نہیں تمہیں جو اس کی برداشت سے باہر اور تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

"کیا واقعی ایسا تھا۔۔؟"

حائف نے سوال کیا تھا۔

"اباکل۔۔ ہو سکتا ہے۔۔ اب آگے سنیں۔۔"

تب اس مخلوق انسان سے کوئی غلطی ہوئی ۔۔

اس کو کسی غلطی کی وجہ سے اس آرام دہ اور عیاشی کے ماحول سے نکال کر پھینک دیا گیا تھا۔ جس نے انسان کو اس سیارے سے نکالا لگتا ہے وہ کوئی انتہائی طاقتور ہستی تھی جس کے کنٹرول میں سیاروں ستاروں کا نظام بھی تھا۔۔۔ وہ جسے چاہتا، جس سیارے پر چاہتا، سزا یا جزا کے طور پر کسی کو بھجو سکتا تھا۔ وہ مخلوقات کو پیدا کرنے پر بھی قادر تھا۔

ڈاکٹر سلور کا کہنا ہے کہ ممکن ہے زمین کسی ایسی جگہ کی مانند تھی جسے جیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر صرف مجرموں کو سزا کے طور پر بھیجا جاتا ہو۔ کیونکہ زمین کی شکل-- کالا پانی جیل کی، طرح ہے--- خشکی کے ایک ایسے ٹکڑے کی شکل جس کے چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے وہاں انسان کو بھیج دیا گیا۔

ڈاکٹر سلور ایک سائنسٹ ہے جو صرف مشاہدات کے نتائج حاصل کرنے بعد رائے قائم کرتا ہے۔ اس کی کتاب میں سائنسی دلائل کا ایک انبار ہے جن سے انکار ممکن نہیں۔

اس کے دلائل کی بڑی بنیاد جن پوائنٹس پر ہے ان میں سے چند ایک ثابت شدہ یہ ہیں--

"کیا میں ان پوائنٹس کو بیان کروں--؟؟"

آر جے نے پروفیسر کی بات کاٹی تھی۔ سب نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ پروفیسر کو حیرت ہو رہی تھی کہ واقعی وہ لڑکا اس ریسروچ کو جانتا تھا۔ اگر جانتا تھا تو پھر بھی۔

نمبر ایک، زمین کی کش ثقل اور جہاں سے انسان آیا ہے اس جگہ کی کشش ثقل میں بہت زیادہ فرق ہے۔ جس سیارے سے انسان آیا ہے وہاں کی کشش ثقل زمین سے بہت کم تھی، جس کی وجہ سے انسان کے لئے چلنا پھرنا بوجھ اٹھا وغیرہ بہت آسان تھا۔ انسانوں کے اندر کمر درد کی شکلیت زیادہ گریوٹی کی وجہ سے ہے۔

نمبر دو، انسان میں جتنے دائمی امراض پائے جاتے ہیں وہ باقی کسی ایک بھی مخلوق میں نہیں جو زمین پر بس رہی ہے۔ ڈاکٹر ایلیس لکھتا ہے کہ آپ اس روئے زمین پر ایک بھی ایسا انسان دکھا دیجئیے جسے کوئی ایک بھی بیماری نہ ہو تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہو سکتا ہوں جبکہ میں آپ کو ہر جانور کے بارے میں بتا سکتا ہوں کہ وہ وقتی اور عارضی بیماریوں کو چھوڑ کر کسی ایک بھی مرض میں ایک بھی جانور گرفتار نہیں ہے۔

نمبر تین، ایک بھی انسان زیادہ دیر تک دھوپ میں بیٹھنا برداشت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ ہی دیر بعد اس کو چکر آنے لگتے ہیں اور سن سڑوک کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ جانوروں میں ایسا کوئی ایشو

نمیں ہے میینوں دھوپ میں رہنے کے باوجود جانور نہ تو کسی جلدی بیماری کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی اور طرح کے مرض میں بنتلا ہوتے ہیں جس کا تعلق سورج کی تیز شعاعوں یا دھوپ سے ہو۔

"جانم آنکھیں پھاڑے اسے سن رہی تھیں-- جیسے آر جے بول رہا تھا-- جانم کا دل تیز تیز"
دھڑک رہا تھا-- اسکے ذہن میں کچھ گردش کرنے لگا تھا۔

نمبر چار، ہر انسان یہی محسوس کرتا ہے اور ہر وقت اسے احساس رہتا ہے کہ اس کا گھر اس سیارے پر نہیں۔ کبھی کبھی اس پر بلاوجہ ایسی ادا سی طاری ہو جاتی ہے جیسی کسی پر دیس میں رہنے والے پر ہوتی ہے چاہے وہ بیشک اپنے گھر میں اپنے قریبی خونی رشتے داروں کے پاس ہی کیوں نا بیٹھا ہوں۔

نمبر پانچ، زمین پر رہنے والی تمام مخلوقات کا ٹپر تھر آٹو میک طریقے سے ہر سینکڑ بعد ریگولیٹ ہوتا رہتا ہے یعنی اگر سخت اور تیز دھوپ ہے تو ان کے جسم کا درجہ حرارت خود کار طریقے سے ریگولیٹ ہو جائے گا، جبکہ اسی وقت اگر بادل آ جاتے ہیں تو ان کے جسم کا ٹپر تھر سائے کے مطابق ہو جائے گا جبکہ انسان کا ایسا کوئی سسم نہیں بلکہ انسان بدلتے موسم اور ماحول کے ساتھ بیمار ہونے لگ جائے گا۔ موسمی بخار کا لفظ صرف انسانوں میں ہے۔

نمبر چھ بانسان اس سیارے پر پائے جانے والے دوسرے جانداروں سے بہت مختلف ہے۔ اسکا ڈی این اے اور جینیز کی تعداد اس سیارہ زمین پہ جانے والے دوسرے جانداروں سے بہت مختلف اور بہت زیادہ ہے۔

نمبر سات: زمین کے اصل رہائشی (جانوروں کو اپنی غذا حاصل کرنا اور اسے کھانا مشکل نہیں، وہ ہر غذا ڈائریکٹ کھاتے ہیں، جبکہ انسان کو اپنی غذا کے چند لقے حاصل کرنے کیلیئے ہزاروں جتن کرنا پڑتے ہیں، پہلے چیزوں کو پکا کر نرم کرنا پڑتا ہے پھر اس کے معده اور جسم کے مطابق

وہ غذا استعمال کے قابل ہوتی ہے، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین کا رہنے والا نہیں ہے۔ جب یہ اپنے اصل سیارے پر تھا تو وہاں اسے کھانا پکانے کا جھنجٹ نہیں اٹھانا پڑتا تھا بلکہ ہر چیز کو ڈائرنیکٹ غذا کیلئے استعمال کرتا تھا۔ مزید یہ اکیلا دوپاؤں پر چلنے والا ہے جو اس کے یہاں پر ایلین ہونے کی نشانی ہے۔

نمبر آٹھ: انسان کو زمین پر رہنے کیلئے بہت نرم و گداز بستر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ زمین کے اصل باسیوں یعنی جانوروں کو اس طرح نرم بستر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ اس چیز کی علامت ہے کہ انسان کے اصل سیارے پر سونے اور آرام کرنے کی جگہ انتہائی نرم و نازک تھی جو اس کے جسم کی نازکی کے مطابق تھی۔

نمبر نو: انسان زمین کے سب باسیوں سے بالکل الگ ہے لہذا یہ یہاں پر کسی بھی جانور (بندر یا چمپیزیزی وغیرہ) کی ارتقائی شکل نہیں ہے بلکہ اسے کسی اور سیارے سے زمین پر کوئی اور مخلوق لا کر پھینک گئی ہے۔

انسان کو جس اصل سیارے پر تخلیق کیا گیا تھا وہاں زمین جیسا گنداماحول نہیں تھا، اس کی نرم و نازک جلد جو زمین کے سورج کی دھوپ میں ججلس کر سیاہ ہو جاتی ہے اس کے پیدائشی سیارے کے مطابق بالکل مناسب بنائی گئی تھی۔ یہ اتنا نازک مزاج تھا کہ زمین پر آنے کے بعد بھی اپنی نازک مزاجی کے مطابق ماحول پیدا کرنے کی کوششوں میں رہتا ہے۔ جس طرح اسے اپنے سیارے پر آرام دہ اور پرتعیش بستر پر سونے کی عادت تھی وہ زمین پر آنے کے بعد بھی اسی کے لئے اب بھی کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ آرام دہ زندگی گزار سکوں۔ جیسے خوبصورت قیمتی اور مضبوط محلات مکانات اسے وہاں اس کے ماں باپ کو میر تھے وہ اب بھی انہی جیسے بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ باقی سب جانور اور مخلوقات اس سے بے نیاز ہیں۔ یہاں زمین کی مخلوقات عقل سے عاری اور تمہرہ کلاس زندگی کی عادی ہیں جن کو نہ اچھا سوچنے کی توفیق ہے نہ اچھا رہنے کی اور نہ ہی امن سکون سے رہنے کی۔ انسان ان مخلوقات کو دیکھ دیکھ کر خونخوار ہو گیا۔ جبکہ اس کی اصلیت محبت فنون لطیفہ اور امن و سکون کی زندگی تھی۔ یہ ایک ایسا قیدی ہے جسے سزا کے طور پر تمہرہ کلاس سیارے پر بھیج دیا گیا تاکہ اپنی سزا کا دورانیہ گزار کر واپس آجائے۔ ڈاکٹر ایلیس کا کہنا ہے کہ انسان کی عقل و شعور اور ترقی سے اندازہ ہوتا ہے کہ

اس ایلین کے والدین کو اپنے سیارے سے زمین پر آئے ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا، ابھی کچھ ہزار سال ہی گزرے ہیں یہ ابھی اپنی زندگی کو اپنے پرانے سیارے کی طرح لگڑی بنانے کے لئے بھرپور کوشش کر رہا ہے، کبھی گاڑیاں ایجاد کرتا ہے، کبھی موبائل فون اگر اسے آئے ہوئے چند لاکھ بھی گزرے ہوتے تو یہ جو آج ایجادات نظر آرہی ہیں یہ ہزاروں سال پہلے وجود میں آچکی ہوتیں، کیونکہ میں اور تم اتنے گئے گزرے نہیں کہ لاکھوں سال تک جانوروں کی طرح بیچاگی اور ترس کی زندگی گزارتے رہتے۔

"ایسا ہی ہے نا پروفیسر ابراہیم؟؟؟"

آر جے نے تصدیق چاہی تھی۔ پروفیسر نے جیرانگی سے سرہلا دیا تھا۔

اسے ہر چیز از بر ہوتی تھی۔

"آپکا اس بارے میں کیا خیال ہے---؟؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

ڈاکٹر ایلیس سیلور کی کتاب میں اس حوالے سے بہت کچھ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے " کہ اس کے دلائل کو ابھی تک کوئی جھوٹا نہیں ثابت کر سکا۔۔

پروفیسر نے بولنا شروع کیا۔

میں اس کے سائنسی دلائل اور مفروضوں پر غور کر رہا تھا۔۔ یہ کہانی ایک سائنسدان بیان کر رہا " ہے یہ کوئی کہانی نہیں بلکہ حقیقی داستان ہے جسے انسانوں کی ہر الہامی کتاب میں بالکل اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ میں اس پر اس لئے تفصیل نہیں لکھوں گا کیونکہ آپ سمجھی اپنے باپ آدم، اور حواء کے قصے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔۔ سائنس اللہ کی طرف چل پڑی ہے ۔۔ سائنسدان وہ سب کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں جو انبیاء کرام اپنی نسلوں کو بتاتے رہے تھے ۔۔ میں نے نسل انسانی پر لکھنا شروع کیا تھا۔ اب اس تحریر کے بعد میں اس سلسلے کو بہتر انداز میں آگے بڑھا سکوں گا۔۔

ارتقاء کے نظریات کا جنازہ اٹھ چکا ہے -- اب انسانوں کی سوچ کی سمت درست ہو رہی ہے -- یہ سیارہ ہمارا نہیں ہے - یہ میں نہیں کہتا بلکہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشمار بار بتا دیا تھا۔ اللہ پاک نے اپنی عظیم کتاب قران حکیم میں بھی بار بار لاتعداد مرتبہ یہی بتا دیا کہ اے انسانوں یہ دنیا کی زندگی تمہاری آزمائش کی جگہ ہے - جہاں سے تم کو تمہارے اعمال کے مطابق "سرزا و جزا لے گی"۔

معاف کیجیئے گا سر لیکن جس سائی نسدان نے یہ مفروضہ پیش کیا ہے وہ ایک مصنف بھی" ہے، اور مصنف خیالوں کی دنیا میں زیادہ رہتے ہیں--

آرجے نے پروفیسر کی بات کاٹی تھی۔

آپ نے کہا اسکے مشاہدات کو غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کوئی بھی سائی نسدان" ایس سلور سے مستقی نہیں ہے۔

پوائی نٹ نمبر پانچ میں اس نے کہا ہے کہ جانوروں کو موسمی بخار نہیں ہوتا۔۔ جبکہ یہ غلط ہے۔

موسمی بیماریوں کے اکثر جانوروں کو انجیکشن لگتے ہیں۔۔

اسلام کا تھوڑا اثر ہو گیا ہوگا اس پر اسی لیتے اس نے یہ سب لکھ دیا۔۔ ورنہ جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔۔

آر جے کا لجہ تمسخرانہ تھا۔

پروفیسر خاموش ہو گئیے تھے۔"

تو سائی نس کہاں تک سو فیصد درست ہے مسٹر آر جے۔۔؟؟"

سائی نس کہتی ہے کہ میوٹیشن سے ہونے والی تبدیلیوں سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں خاص طور پر Trisomy (جس میں ایک کروموسوم اضافی ہوتا ہے (میں جاندار کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ میں نے ایسا کوئی می انسان نہیں دیکھا جو ایک میوٹنٹ ہو۔۔ جسے میوٹیشن کی وجہ سے کوئی خاصیت ملی ہو۔۔ اس بارے میں کیا کہیں گے آپ۔۔؟؟

حانم کی بات سن کر آرجے مسکرا�ا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بہت محفوظ ہوا تھا اسکی بات سن کر۔۔۔

"آپکے پاس کیا شبوت ہے کہ ایسا کوئی میوٹنٹ موجود نہیں ہے۔؟؟"

الٹا سوال آیا تھا۔

"کہاں ہے۔۔۔؟؟ اگر ہے تو بتائیں۔۔۔؟؟"

حانم بضد تھی۔

"ہوں۔۔۔ trisomic مثال آپکے سامنے ہے مس ام حانم میں ایک"

آرجے نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

عموماً اسے لوگ بچپن میں ہی مر جاتے ہیں انکے جینے کے چانسز بہت کم ہوتے ہیں--- لیکن " یہ کنڈیشن میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی ہی ہے--

ہیں-- میرا دماغ بہت تیزی سے کام کرتا ہے، میں scanning eyes میرے پاس ! اکر سکتا ہوں یعنی مجھے کبھی ایڑز نہیں ہو سکتا-- HIV resist کو حانم پھٹی پھٹی آنکھوں سے آر جے کو دیکھ رہی تھی۔

جس میں میو ٹنٹس X-Men وہ بچپن میں ہالی ووڈ میوویز بہت دیکھا کرتی تھی۔ خاص طور پر ہوتے ہیں اور ان میو ٹنٹس کے پاس کوئی ہی ناکوئی ہی خاصیت ہوتی ہے۔

آج وہ حقیقت میں ایک میو ٹنٹ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی سکین کرنے والی آنکھیں اور دماغ ! ارکھنا تھا۔

حانم سمیت وہاں موجود ہر انسان دنگ رہ گیا تھا۔

اس نے غیر معمولی چیزوں کا سنا تھا۔۔ آج حقیقت میں ایک ایسے انسان کو دیکھا تو حالت عجیب ہو رہی تھی۔-

وہ شخص شاید جانتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کتنی بڑی نعمت سے نوازا تھا۔

"اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھੁٹلاؤ گے۔؟؟"

اور سامنے کھڑا شخص جھੁٹلاتا تھا۔ ہر ایک نعمت جو اسے دی گئی ہی وہ صرف اسے اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا تھا۔

"مسٹر آر جے یہ سب جاننے کے باوجود بھی آپ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔۔؟؟"

وہ بلا اختیار ہی پوچھ گئی تھی۔

اس میں خدا کو ماننے والی کیا بات ہے--؟؟"

!! یہ ایک بیماری ہے بس میری قسمت کہ یہ بیماری میرے لیے فائدے مند ثابت ہوئی ہی--
وہ عام سے بچے میں کہہ رہا تھا۔

اور اگر یہ بیماری واقعی آپکے لیے عذاب بن جاتی تو--؟؟"

نمیں بنی نا۔ اور میں کسی چیز کو فرض نمیں کرتا کہ ایسا ہوگا۔ یا ایسا ہوتا۔ تو، ایسا ہوا ہی"
نمیں۔

!! خیر کلاس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ پھر ملاقات ہو گی پروفیسر۔ گڈ بائی۔
وہ کلاس سے باہر چلا گیا تھا۔

حانم خاموشی سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی جبکہ اسکے ذہن میں صحیح تلاوت کی گئی آیت گونج گئی تھی۔

صُمُمْ بِكُمْ عَمَّيْ فَهُمْ لَا يَرِدُّونَ۔ (آلہ بقرۃ: ۱۸)

"اور وہ بھرے ہیں، گوگے ہیں، اندھے ہیں اب یہ نہیں پلٹیں گے۔"



آرچے تو چلا گیا تھا لیکن حانم کو الجھن میں ڈال گیا تھا۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں نعمتوں سے اتنا نواز گیا شخص نہیں دیکھا تھا۔۔۔

جہاں اسے آرچے پر رشک آیا تھا وہیں افسوس بھی ہوا تھا کہ ایسے نوازے ہوئے شخص کا کیا فائی دہ جسے کچھ نظر نا آتا ہو۔۔۔؟؟؟

"اوہ مائیے گاڈ۔۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔۔"

مروشاکلہ سی حانم کے پاس آئی تھی۔

"اے! کچھ ایسی ہی حالت میری بھی ہے۔۔"

حانم نے سنجیگی سے جواب دیا تھا۔ پروفیسر جاپکھے تھے اور کچھ دیر بعد وہ دونوں بھی کلاس سے باہر نکل آئی تھیں۔

"ام حانم۔۔"

اسے اپنے عقب سے آواز سنائی دی تھی۔ حانم نے جیسے ہی پٹ کر عثمان ملک اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"کیسی ہیں آپ۔۔؟؟"

وہ خوشلی سے پوچھ رہا تھا۔

"جی الحمد للہ۔۔ آپ کیسے ہیں۔۔؟؟"

میں بالکل ٹھیک دراصل مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔ میں نے آپکو اپنی ٹیم کا حصہ بننے کی"

"آفر کی تھی آپ نے بتایا نہیں کچھ۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

!"جی مجھے یاد ہے۔ دراصل پیپرز ہو جائیں فائی نل تو میں سمینار ائینڈ کرنا شروع کر دوں گی۔۔"

حانم نے سلیقے سے جواب دیا تھا۔

!"چلیں ٹھیک ہے بیست آف لک۔۔ جلدی سے اگر زامزدیں اور پھر میری ٹیم کی مسیبر بنیں۔۔"

وہ مسکرا کر کہتا واپس جا چکا تھا جبکہ وہ دونوں بھی گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

انکے فائی نل پیپر شروع ہو گئی۔ ہر کوئی کتابوں اور نوُس میں سردی ہی سے پڑھتا نظر آتا تھا۔

کچھ دیر پڑھنے کے بعد حانم آکتا جاتی تھی اور پھر موبائل پکڑ کر ویڈیوز دیکھنا شروع کر دیتی تھی۔

ابھی بھی وہ یوٹیوب پر کسی لڑکے کا انٹرویو سن رہی تھی جو مسلمان ہونے سے پہلے ملحد تھا اور اب اپنی کہانی سنارہا تھا۔

میں کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا تھا مجھے لگتا تھا کہ کوئی بھی مذہب مکمل نہیں ہے۔۔۔
میرا دوست یہودی تھا میں نے ایسے ہی شوقیہ طور پر یہودیت کا مطالعہ کیا اور میں متاثر ہوا۔ مجھے لگا کہ مجھے یہ مذہب اپنانا چاہیئے۔۔۔ لیکن میری قسمت یہودیوں کے ربی نے کہا کہ وہ اپنے مذہب

میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتے۔۔ مجھے افسوس ہوا اور پھر اللہ کا کرم ہوا۔۔ اسلام کو پڑھا ! جانا اور پھر دل ایمان لے آیا۔۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔۔ یہ کیا کہہ رہا تھا۔۔؟؟"

مہرو ایک دم چونکی تھی۔

"کیا۔۔؟؟"

جانم حیران ہوئی۔

"یہی یہودی والی بات۔۔؟؟؟"

مہرو حیران تھی۔

ہاں ٹھیک کہہ رہا تھا وہ-- یہودی کسی باہر والے کو اپنے مذہب میں داخل نہیں ہونے"

!! دیتے۔۔

حانم نے بتایا۔۔

"کیا تمہیں نہیں پتا تھا--؟؟؟"

حانم نے پوچھا۔

"نہیں۔۔ مجھے تو ابھی پتا چلا۔۔"

مہرو حیران سی بتا رہی تھی۔

اسکی وجہ کیا ہے-- وہ ایسا کیوں کرتے ہیں---؟؟؟"

کیونکہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی سب سے لادلی قوم تھی جیسے موسیٰ علیہ اسلام لاد لے نبی " تھے۔

یہودیوں کو لگتا ہے کوئی یہ قوم ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور اگر انہوں نے باہر سے کسی انسان کو اپنے مذہب میں داخل کیا تھا تو انکی قوم ناپاک ہو جائیے گی۔۔۔ انکی صدیوں سے چلی ! آرہی لادلی اور پاک نسل کا تسلسل ٹوٹ جائیے گا۔۔۔

حانم نے مختصرًا جواب دیا تھا۔

"کمال ہے۔۔۔"

مہرو کو ابھی بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کوئی یہ اور سوال کرتی حانم نے موبائل کھنے کے بعد اب پڑھنے کیلئے نوٹس اٹھا لیتے تھے اور وہ خاموش ہو گئی تھی۔

آخری پیپر کی تیاری کیلیے وہ دونوں میں لائی بریری آئی تھیں۔

لائی بریری میں داخل ہونے پر دائیں طرف شیلف گے تھے۔ ہر شیلف کے اندر باکس بنے تھے اور اب پر نمبر لکھا ہوا تھا۔

بیگ، کتاب یا نوُس وغیرہ لائی بریری کے اندر لے جانا سخت منع تھا۔

مہرو نے آگے بڑھ کر کاؤنٹر پر بیٹھے انکل سے دو پاس لیتے تھے۔ یہ پاس ان باکس کے ایک طرح کی چابی تھے جو شیلف میں بنے تھے اور پھر اس نے اپنے اور حانم کے بیگ کو شیلف میں رکھا تھا۔

والپسی پر یہی پاس واپس کرنے پر انہیں بیگ والپس مل جانے تھے۔

اگرماز کے دن تھے لائی بریری سلوڈنٹس سے کچھ بھری نظر آتی تھی۔ عام دونوں میں بھی سلوڈنٹس کی ایک بڑی تعداد لائی بریری میں موجود ہوتی تھی۔

یہ پاکستان کی سب سے بڑی لائی بریری تھی جہاں ایک کروڑ کے قریب کتابیں، جنرلز، ریسرچ پیپر زہر چیز موجود تھی۔

انٹری ڈور پر دونوں نے اپنا کارڈ سکین کیا تھا اور پھر وہ دونوں لائی بریری میں داخل ہوئی تھیں۔

سامنے ہی کمپیوٹر پر حanim کو آر جے بیٹھا نظر آگیا تھا۔

"کیا واقعی یہ کتابیں بھی پڑھتا ہے---؟؟"

اسے دیکھ کر حanim نے مہرو سے پوچھا تھا۔

"پڑھتا ہی ہو گا-- اب بنا پڑھے گولڈ میڈل کون حاصل کر سکتا ہے---؟؟"

مہرو نے جواب دیا تھا۔

وہ دونوں گروپ اسٹڈی کمبلیتے آئی تھیں۔ اور گروپ اسٹڈی کا سیکشن دوسرے فلور پر تھا۔

"مجھے اس سے ملنا ہے -- انفیکٹ مبارکباد دینی ہے --"

مروکتے ہوئی سے آرجے کی طرف بڑھی تھی۔

"کس بات کی مبارکباد--؟؟"

حانم حیران ہوئی تھی۔

"ا! مکی بتا رہا تھا آرجے کی منگنی ہو گئی ہے --"

مرو نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

حانم تو منہ کھولے اسکی بات سن کر رہی تھی۔

"کیا واقعی--؟؟"

وہ حیران ہوئی می تھی۔

"ہاں--"

مہرو شرارت سے کہتی آر جے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جب حانم ہونق سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

"اے! ہیلو آر جے--"

مہرو نے اسکے پاس جا کر آر جے کو مخاطب کیا تھا۔

"ہائیے--"

مہرو کو دیکھتا ہوا وہ خوشلی سے مسکرا یا تھا۔

گردن موڑ کر دیکھا تو تھوڑے سے فاصلے پر منہ بنائی سے کھڑی حانم اسے نظر آگئی تھی۔ وہ زیرلب مسکرا دیا تھا۔

"آپ بھی کتابیں پڑھتے ہیں--؟؟"

مرد نے پوچھا تھا۔

"جی کہ سکتی ہیں آپ--"

وہ بات گول مٹول کر گیا تھا۔

"بہت خوشی ہوئی آپکی شاندار کامیابی کا سن کر--"

"Thanks pretty lady.."

وہ بنا دیکھے بھی محسوس کر سکتا تھا کہ حanim اس وقت کتنے غصے میں تھی۔

لگتا ہے آپکی دوست کافی غصے میں ہے-- اگر آپ ایک منٹ سے پہلے یہاں سے ناگئی!

اوہ آپکو کچا چبا جائیے گی--

آرجے نے شرارت سے کہا تھا۔

"نمیں وہ شاکڈ ہے--"

مہرو نے جواب دیا تھا۔

"کس بات پر--؟؟"

آرجے حیران ہوا۔

"!! میں نے اسے کہا ہے کہ آپکی انگلجمنٹ ہو چکی ہے--"

"رئی میلی--"

آرجے کا قہقهہ بلند ہوا تھا۔

"! اور آپکی دوست اس وقت سوچ رہی ہو گی کہ کس کی زندگی برباد ہوئی ہے--"

وہ ہنس رہا تھا۔

دانٹ تو ایلے نکال رہا ہے جیسے جنت مل گئی ہو۔۔۔ پتا نہیں کس کی قسمت پھوٹی ہے"
"جو اسکی زندگی میں آگئی ہے۔۔۔

حامن اسے قہقهہ لگاتے دیکھ کر بڑبرائی تھی۔

"کیا بات ہے۔۔۔ اتنا جانتے ہیں آپ ہانی کو۔۔۔"

مرو حیران ہوئی۔

"اے جی اس سے بھی زیادہ بیشک جا کر پوچھ لیں وہ اس وقت یہی سوچ رہی ہے--"

وہ پر اعتماد تھا۔

!"اٹھیک ہے پھر ملتے ہیں--"

اس سے پہلے حانم وہاں آتی مرو اسے بائی سے کہتی حانم کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ آرجے

ان دونوں کو دلچسپی سے سیر ہیوں کی طرف جاتا دیکھ رہا تھا۔

پر بیٹھی تھیں کچھ دیر بعد مکی، آرجے اور Millennial لگئے دن آخری پیپر کے بعد وہ دونوں رُشنا جو اسما رکی بہن اور پرنسپل کی بیٹی تھی وہاں آگئیے تھے۔

!!آج آرجے سب کو اپنی منگنی کی خوشی میں ٹریٹ دے رہا ہے--"

مرو نے اسکا ذکر لازمی کرنا تھا۔

"تو۔؟"

حانم کا لمحہ سخت تھا۔

"ہمیں بھی جانا چاہیئی ہے--"

مرو نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

بھاڑ میں جائے وہ اور اسکی ٹریٹ۔۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے اور تم بار بار اسکا ذکر مت"

"کیا کرو۔۔

حامن چڑگئی می تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے غصہ تو مت کرو۔۔ آج تو آزادی کا دن ہے۔۔"

مہرو مسکرائی می تھی۔

کے سامنے گاڑی کی تھی اور اس میں سے ایک سٹائلش سی لٹکی Millennial کچھ دیر بعد نکلی تھی۔ وہ اب آر جے کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے آر جے۔۔"

وہ اسکے پاس آنے پر چلائی می تھی۔

آر جے چونک کرا سے دیکھا تھا--

"کون ہو تم--"

وہ اجنبی سا پوچھ رہا تھا۔

بھول گئی سے اتنی جلدی-- لیکن میں نہیں بھولی-- میں تمہیں کیسے بھول سکتی"

"ہوں--؟؟"

لڑکی کی آواز زندھ گئی تھی۔

"ایکسکیوڈ می مس--- کیا بول رہی ہو تم--؟؟"

ایک سال کا ریلیشن شپ رہا ہے ہمارا۔۔ ایسے کیسے تم مجھے بھول سکتے ہو۔۔؟ جب مجھے تم " سے پیار ہوا تو تم اکتاگئے مجھ سے۔۔؟ چھوڑ دیا مجھے۔۔ لیکن میں تمہیں نہیں بھول سکتی اور ناچھوڑ سکتی ہوں۔۔ وہ چلا رہی تھی۔۔

چلاؤ مت۔۔ اور دماغ خراب مت کرو میرا۔۔"

تمہیں اب تک کتنے لڑکوں سے پیار ہو چکا ہے یہ میں اتحھے سے جانتا ہوں۔۔ اب جاؤ یہاں سے ! اتنا شہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

آرجے کا لمحہ برف جیسا سرد تھا۔

وہاں موجود تمام سٹوڈنٹس حیرت اور دلچسپی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔
حانم کے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔۔

پلیز آر جے-- میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو-- میں سب کو"

"چھوڑ دوں گی-- میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں-- پلیز مجھے اپنا لو--

وہ لڑکی رونے لگ گئی تھی۔

میں نے کہا نا دماغ خراب مت کرو-- جاؤ یہاں سے مجھے تم میں کوئی می دلچسپی نہیں"

!! ہے--

"لیکن میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی-- اور اگر تم میرے نا ہوئیے تو دیکھنا-- بہت برا ہو گا--"

وہ اسے دھمکی دیتی جا چکی تھی۔ جبکہ آر جے پر سکون ہو چکا تھا۔

لوگ اپنے اپنے کاموں میں دوبارہ مشغول ہو چکے تھے۔

اچانک آرجے کی نظر حانم پر پڑی تھی جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"کیا تمھا۔۔؟؟"

مہرو لمکی کے جانے کے بعد بولی تھی۔

"تمہارے آرجے کا لگایا ہوا تماشہ۔۔"

حانم نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔

"اف۔۔ میرا آرجے۔۔"

مہرو بلا اختیار ہی ہنسی تھی۔

اب وہ تینوں اپنی ٹیبل سے اٹھ پکھے تھے۔ گزرنے کے راستہ مہرو اور حانم کی ٹیبل کے پاس سے تھا۔

"!!اللہ پاک دل توڑنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔"

حانم کے لجھے میں بلاکی کاٹ تھی۔

پاس سے گزتا آر جے فوراً رکا تھا۔ وہ اسکی بات سن چکا تھا۔ درحقیقت اسے ہی یہ بات سنائی گئی تھی۔

"کمال ہے مس حانم۔۔۔ اللہ کا ان سب سے کیا تعلق۔۔۔؟"

وہ پلٹ کر اب حانم سے پوچھ رہا تھا۔

حانم ایک دم گڑبرداگئی تھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں سوال کرے گا۔

یقین نہیں ہوتا کہ اکیسویں صدی میں بھی کوئی می کیسے خدا پر یقین کر سکتا ہے۔۔؟ جب "سائینس ہر میدان میں ایجادات کر رہی ہے اور ایک ہمارے لوگ ہیں جو خدا کی رٹ لگا کر بیٹھے ہیں۔۔۔"

وہ عام سے لمحے میں بات کر رہا تھا۔

"تم نا مانو۔۔ کسی نے فورس نہیں کیا تمہیں۔۔"

وہ دوسروں کے سامنے اسے "آپ" کہتی تھی لیکن آج وہ بھرم بھی ختم کر دیا تھا۔ وہ سب کے سامنے ہی "تم" پر اتر آئی تھی۔

"ا! لیکن آپ تو خدا پر یقین رکھتی ہیں تو پھر دلائل سے ثابت کریں کہ خدا ہے۔۔"

آرجے پوچھ رہا تھا۔

!! چلو یار آر جے ہر وقت بحث نہیں کرنی چاہیئے--"

مکی نے اسے بلانا چاہا تھا۔

"چلو آر جے کیوں وقت ضائع کر رہے ہو-- ایلے لوگوں کے منہ نہیں لگتے"

رشنہ نے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تم لوگ جاؤ-- یہ میرا مسئی لہ ہے میں جس سے چاہوں بحث کروں--"

رشنہ کی بات پر اسے غصہ آیا تھا۔

میں خدا کو مانتی ہوں-- تم نہیں-- مجھے دلائیں ضرورت نہیں ہے لیکن تمہیں ہے--"

اور جسے ضرورت ہوتی ہے وہی ڈھونڈتا ہے-- اتنی ذہانت لیئی سے پھرتے ہو تو ڈھونڈ لو

"دلائیں-- کیا اتنا سا بھی نہیں کر سکتے تم--"

وہ چیلنج کرنے والے انداز میں کہتی وہاں سے چلی گئی تھی ایک منٹ کیلیئے بھی نہیں کی تھی۔ مہرو اسکے پیچھے لپکی تھی۔

وہ جب بھی ملتے تھے سب الٹ ہوتا تھا۔ ناچاہتے ہوئیے بھی انکی بحث ہو جاتی تھی۔

حائزہ نے پہلی بار اسکے سوال کا جواب دینے سے انکا کیا تھا۔

آر جے جانتا تھا کہ اگر وہ چاہتی تو جواب دے سکتی لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا تھا۔

یعنی وہ اس سے اتنا خارکھانے لگی تھی کہ اسکی بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

پیرز کے بعد انہیں ایک ہفتے کی سمیسٹر بریک ملی تھی۔ آٹھ دن بعد وہ دوبارہ ڈیپارٹمنٹ میں موجود تھے۔

آج پھر سیمینار تھا۔ عثمان ملک اسے ڈھونڈ رہا تھا۔

آخر وہ اسے گراونڈ میں نظر آئی گئی می تھی۔

چونکہ فروری کا مہینہ تھا۔ بادل املا کر آتے تھے۔ سردی کم ہوئی می تھی لیکن ختم نہیں--

"حالم۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔؟؟"

وہ اسکے پاس پہنچ چکا تھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں--"

آج سیمینار ہے آپ جانتی ہیں آج تو آپ میرے ساتھ چلیں-- آپ میری ٹیم کا حصہ بن چکی"!
!"ہیں--

عثمان ملک نے کہا تھا۔

"میں کوشش کروں گی-- لیکن میں دعویٰ نہیں کرتی کہ میں ٹھیک سے کام کر پاؤ گی یا نہیں--"

"مجھے امید ہے آپ کر لینگی--"

وہ پرمیں ساکھہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر چلیں--"

اسے خاموش دیکھ کر عثمان ملک نے دوبارہ پوچھا تھا۔

اس سے پہلے حانم کوئی بھی جواب دیتی اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ گھر سے آسیہ بیکم کا فون تھا۔

"میں کچھ دیر میں آتی ہوں--"

حانم نے موبائل کی طرف دیکھتے ہوئیے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے جلدی آئیں میں انتظار کر رہا ہوں آپکا--"

وہ مسکرا کر کہتا واپس پلٹ گیا تھا۔

جبکہ حانم نے کال رسیو کرنے کے بعد فون کان سے لگایا تھا۔

دور ایک شخص نے حسد بھری نظرؤں سے دونوں کو دیکھا تھا۔

مہرو کو اقصیٰ کام کیلیئے دوسرے ڈیپارٹمنٹ لے کر گئی تھی۔

اسی لیے آج وہ اکیلی تھی۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد حانم سیمینار ہال کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اندر شاید سیمینار شروع ہو چکا تھا۔

جیسے ہی اس نے دروازہ کھولے کی کوشش کی تھی نیلم جو کہ عثمان ملک کی ٹیم کی میمبر تھی اسکا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم اندر نہیں جا سکتی--"

نیلم نے غصے سے کہا تھا۔

"لیکن کیوں---؟؟"

جانم حیران ہوئی تھی۔

میری مرضی-- یہ جو تم کھیل کھیلا ہے نا۔ سب اچھے سے جانتی ہوں۔ عثمان کو امریکٹ" کرنے کیلیے تم نے یہ سب کیا۔ تم ٹیم کا حصہ تو بن گئی ہو لیکن میں تمیں اسکے قریب "نہیں ہونے دونگی--

نیلم پھنکار رہی تھی۔

حانم کا دماغ اسکی بات سن کر بھک سے اڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کر رہی تھی۔

"آپکا دماغ تو ٹھیک ہے مس نیلم--؟؟"

حانم کو غصہ آیا تھا۔

میرا تو ٹھیک ہے لیکن شاید عثمان کو دیکھ کر تمہاری نیت خراب ہو گئی ہے۔۔ میں نہیں"

اچھے سے بتادوں کہ میں اور عثمان کرزز ہیں اور بہت جلد ہمارا نکاح ہونے والا ہے تو اپنی

!اگھناوی چالوں سے باز آجائو۔۔

حانم کا دل کیا تھا کہ ایک زوردار تھپڑاں نیلم کا رسید کرے۔۔ لیکن وہ تماشہ نہیں بنانا چاہتی تھی۔

اسے دکھ ہوا تھا۔ لوگ کیسے الزام لگا دیتے ہیں دوسروں پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

مجھے آپ کے عثمان ملک اور انکی ٹیم کا حصہ بننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے--"

اور آپ سینیئر ہیں آئندہ ایسی بات کرنے سے پہلے سوچ لجیئے گا مجھے اچھا نہیں گے گا کہ "میں آپ سے کچھ کہوں---"

حانم نے کچھ پر زور دیا تھا۔ اسکا مطلب انسٹ ہوا تھا۔

وہ اسکا جواب سنے بنے واپس گراؤنڈ میں آگئی ہی تھی۔

گراؤنڈ خالی تھا کچھ سٹوڈنٹس سینیئر کے نام پر ہی ڈیپارٹمنٹ سے بھاگ جاتے تھے۔ جبکہ کچھ کی کلاس ہو رہی تھی اور باقی سینیئر ہاں میں تھے۔

وہ لکڑی سے بنے بیخ پر بیٹھ گئی ہی تھی۔

آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی می تھیں۔ وہ اچھا کرنا چاہتی تھی تو برا ہو جاتا تھا۔ وہ جو سوچتی بھی نہیں تھی لوگ وہ الزام لگادیتے تھے اس پر--

وہ اپنے بیگ پر انگلی سے کچھ لکھ رہی تھی۔ آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش جاری تھی۔ گردن جھکلی ہوئی می تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے آنکھیں اوپر کیں تو لوگ اسکے آنسو دیکھ لیں گے۔

وہ جتنی سخت دل نظر آتی تھی اتنی حساس بھی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنکھیں بھر آتی تھیں۔

جانے زندگی کے کس تجربے نے اسے تلخ بنادیا تھا وہ پہلے تو ایسی نہیں تھی۔ اسے غصہ شدید آتا تھا۔

کچھ ہی پل گزے تھے جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی می اسکے پاس آکر بیٹھا تھا۔ اسکی گردن اور جھک گئی می تھی۔

اووہ تو مس ام حانم روتی بھی ہیں۔۔ اسٹرینج۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ وہ اپنے کاٹ دار لبھ سے بس" "دوسروں کو گھائی ل کرتی ہیں۔۔

آواز پر جیسے حانم کو کرنٹ لگا تھا۔ اس نے مڑ کر اپنے دائیں طرف دیکھا تھا۔

آر جے بینج کے اوپر چڑھ کر بیٹھنے والے حصے پر پاؤں جمائیے، ٹیک لگانے والے حصے پر چڑھ کر بیٹھا تھا۔

حانم نے فٹافٹ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا۔ وہ سیمینار ہال میں تھا۔ حانم اسے وہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟"

وہ غصے سے بولی تھی۔

"جو تم کر رہی ہو۔۔ یعنی آنسو بھا رہا ہوں۔۔"

وہ قہقہے لگا کر ہنسا تھا۔

حانم جانتی تھی وہ اسے جلائی سے بنا باز نہیں آنے والا تھا۔

"تم تو سیمینار میں تھے نا۔۔؟؟"

ہاں۔۔ تھا تو۔۔ ایک بے وقوف لڑکی سے بحث کرنی تھی لیکن وہ ڈر کر بھاگ گئی وہاں"

"! آئی می ہی نہیں تو میں بھی باہر آگیا۔۔"

وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔ حانم نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ایک بات تو بتاؤ۔۔"

اسکے لجے کا انداز ایک دم بدلا تھا۔

حانم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ گرے آنکھیں رونے کے باعث گلابی ہو چکی تھیں۔
پلکیں نم تھیں۔

"کیا مصیبہت ہے یار--؟؟؟"

وہ بڑھا کر کھتا چھرے کا رخ موڑ گیا تھا۔

اسکی نم آنکھیں آر جے کا دماغ خراب کر رہی تھیں۔

"کیا بات--؟؟؟"

حانم نے پوچھا تھا۔ وہ اسکی بڑھاہٹ نہیں سن پائی تھی۔

کبھی کبھی کسی انسان کو دیکھ کر ایسا کیوں لگتا ہے کہ اُس انسان سے ہمارا صدیوں پرانا تعلق " ہے--؟ ایسا کیوں لگتا ہے وہ انسان ہمیں پہلے بھی کہیں مل چکا ہے--؟ وہ ہمیں اپنا جیسا "کیوں لگتا ہے--؟

آرجے کی بات سن کر حانم پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی۔

اسے آرجے سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ وہ حیران بھی ہو رہی تھی۔ وہ کتنے نارمل لمحے میں بات کر رہا تھا۔ ناکوئی غصہ، ناظر۔۔۔

ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی کسی الجھن کا شکار ہو۔

ٹھنڈی ہوا دونوں کے چہروں کو چھو کر پلٹ رہی تھی۔

موسم کافی خوشگوار تھا۔

تم تو خدا پر یقین نہیں کھتے، تم عالم ارواح کو کیا مانو گے--؟"

!! یہ سب روحوں کے کھیل ہیں مسٹر آرجے-- یہ تمہارے بس کی بات نہیں--

"کیا مطلب--؟؟"

آرجے نے اجھن آمیز لمحے میں پوچھا تھا۔

مطلوب یہ کہ اس جہاں کے علاوہ اور بھی جہاں ہیں-- اور ایک روحوں کا جہاں ہے--"

ہیں نا-- لیکن تم پھر بھی وہ سب نہیں دیکھ پاتے جو scanning eyes تمہارے پاس

!! مجھے نظر آتا ہے--

حانم نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

یہ اسکا پسندیدہ موضوع تھا۔ بادلوں سے ڈھکے آسمان نے اسے پرسکون کیا تھا۔ جانے وہ وہاں کے دیکھ رہی تھی۔

بہت کچھ نظر آکر بھی بہت کچھ چھپا ہوتا ہے۔۔ اسے دیکھنے کیلئے بصارت کی ضرورت ہوتی ہے" جو شاید تمہارے پاس نہیں ہے۔۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ایک وقت آئیے گا۔۔ جب تمہیں سب نظر آنا شروع ہو جائیے گا۔۔ ایک وقت آئیے گا جب تم کسی چیز کا انکار نہیں کر پاؤ گے۔۔ لیکن ناجانے وہ وقت کب آئیے گا۔۔

"یہ روحوں کا جہان کونسا ہے۔۔؟؟"

آرجے نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سوال دھرایا تھا۔

"کیا روح پر یقین ہے تمہیں۔۔؟؟"

حائزہ کے سوال پر وہ چونکا تھا۔ وہ واقعی روح جیسی کسی چیز پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا۔

جب روح پر یقین نہیں ہے تو اسکے جہان کے بارے میں جان کر کیا کرو گے--؟؟ ویلے بھی"

!! وہ دوسرا جہان ہے-- وہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے-- تمہارے بس کی بات نہیں ہے--

حanim کا لمحہ جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا تھا۔

بارش کی پہلی بوند نے اسکے چہرے کو چھووا تھا، حanim آنکھیں بند کر گئی تھی۔ بادلوں کے گر جنے کی زوردار آواز کے ساتھ بجلی چمکی تھی۔

بجلی کی چمک میں اسکے چہرے پر کچھ چمکا تھا۔

وہ ایک دلفریب منظر تھا۔

آرچے نے خود کو اس وقت بہت بے بس محسوس کیا تھا۔ اسکے الفاظ گم ہونے کے تھے۔

بارش کی بوندوں نے شدت پکڑی تھی۔ یک لخت ہر طرف گھرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے اندر ہیرا سا پھیل گیا تھا۔

حanim اپنے بیگ کو سنہائے ہوئے سے بیخ سے اٹھی تھی۔ اور گیٹ کی طرف قدم بڑھا دیئی کے تھے۔

اس سے پہلے بارش تیز ہوتی وہ ہائل پہنچنا چاہتی تھی۔

آرجے کی نظر بینچ پر رکے اسکے موبائل پر پڑی تھی۔ اس نے بے اختیار ہی ہاتھ بڑھا کر حانم کا موبائل اٹھایا تھا۔

"Don't Touch My Phone You Muggles"

وال پیپر پر لکھا تھا اور نیچے ایک سانپ منہ کھولے ڈسنے کو تیار تھا۔

آرجے کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ اسکا چہرہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔

وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعی وہ اس لڑکی کا موبائل تھا۔۔۔

"اپنا موبائل مجھے گفت کرنے کا ارادہ ہے کیا مس جادوگرنی۔۔۔؟؟"

وہ اوپھی آواز میں چلایا تھا۔

حانم کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔ پھر تیز تیز قدموں سے اسکی جانب بڑھی تھی۔ آرجے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

حانم نے اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑا نہیں جھپٹا تھا اور پھر ایک گھوری سے نوازتی واپس جا چکی تھی۔

وہ بارش میں بیٹھا بھیگ رہا تھا۔

پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنی جیکٹ سے لپنا موبائل نکالا تھا جسکے وال پیپر پر

"Don't Touch My Phone You Bromides"

لکھا چمک رہا تھا۔

ایسے لوگ تھے جو عام Muggle سیریز کے مطابق HP برومائیڈ عام لوگ تھے۔ جبکہ ہوتے تھے۔ جنہیں جادو نہیں آتا تھا۔

دونوں کے موبائل کا وال پیپر ایک ہی پیغام دیتا تھا کہ

"عام لوگوں ہمارے فون کو مت چھوؤ۔"

وہ کتنی ہی دیر بارش میں بیٹھا بھیگتا اور ہنستا رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ دنیا میں کوئی می تھا جو اسکے جیسے سوچتا تھا۔

اور کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دو لوگ ایک جیسے نہیں تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں

"سلفائیٹ نہیں تھے اور کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں جادوگر نہیں تھے۔؟؟؟

کون کہہ سکتا تھا۔۔۔؟؟؟

حانم دو دن ڈیپارٹمنٹ نہیں گئی می تھی۔ اسے بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ٹھنڈا لگ گئی می تھی۔ ڈیپارٹمنٹ میں سپورٹس گالاکی تیاریاں چل رہی تھیں۔

آج انکے ڈیپارٹمنٹ میں مشاعرہ تھا۔ مشہور شاعروں کو دعوت دی گئی می تھی۔

شام کو پانچ نجے وہ تیار ہو کر ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئی می تھیں۔

ہرو جگہ رنگ بکھرے پڑے تھے۔

خوشبوؤں میں بسی لڑکیاں دیکھنے لائی ق تھیں۔

ڈیپارٹمنٹ کے باہر جنت روڈ پر رونق لگی ہوئی می تھی۔

"شاعروں نے ہمیں بورہی کرنا ہے آر جے تم ہی کچھ سنا دو۔"

سلودنُس اسکے پیچھے گئے ہوئے تھے۔

اسکی نظریں حانم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"خانم کس طرح کی لڑکی ہے اسے لڑکوں میں کیا اچھا لگتا ہے--؟؟"

"ا! وہ چاہتی کہ کوئی می لڑکا بارش میں اسکے لیے گلنائیے--"

آر جے کچھ دن پہلے عثمان ملک اور مہرو کی باتیں سن چکا تھا۔

یقیناً اب وہ اسکی یہ شام خراب کرنے والا تھا۔

اچانک اسکی نظر کیفے کے پاس درختوں کے نیچے کھڑی خانم پر پڑی تھی۔

وہ خباشت سے مسکرا�ا تھا۔

گٹار تھامنے کے بعد اب وہ گلنانا شروع ہو گیا تھا۔

سلودنُس خاموش ہو چکے تھے۔

مہرو کے ساتھ باتیں کرتی خانم گٹار کی آواز پر چونکی تھی۔

کر سیوں، درختوں اور پودوں پر بھی روشنی کی سجاوٹ کی گئی تھی۔

یہ پورا ہفتہ بارشیں تھیں۔ اور اس وقت بھی ٹھنڈی ہوائیں ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھیں۔

حانم نے پلٹ کر آرجے کی طرف دیکھا تھا۔

کیا جانے تو میرے ارادے"

لے جاؤں گا سانسیں چرا کے

وہ گلار تھامے گنگنا تا اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔ حانم حیرت سے گنگ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ آرجے کی آنکھوں میں عجیب سی الوہی چمک تھی۔ وہ چمک آج سے پہلے کسی نے بھی نہیں دیکھی تھی۔

اسکی آنکھیں کچھ اور پیغام دے رہی تھیں جسے وہاں موجود کوئی شخص نہیں پڑھ پایا تھا۔

"دل کہہ رہا ہے گنگار بن جا"

بڑا چیلین ہے ان گناہوں سے آگے--

وہ اب اسکے گرد گھوم رہا تھا۔

میں گمشدہ سی رات ہوں"

! میں خوشنا صبح تم ہو۔۔

وہ اب مسکراتا دوسری لڑکیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

میں جو جی رہا ہوں"

وجہ تم ہو۔۔

ووجہ تم ہو۔۔

وہ گنگنا تا اپنا کام ختم کر کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ سٹوڈنٹس اسکے پیچھے گئیے تھے۔
حانم نے گھور کر مہرو کو دیکھا تھا۔

!"! قسم لے لو میں نے اسے تمہاری خواہش کے بارے میں نہیں بتایا۔۔"
مہرو نے صفائی می دی تھی۔

حانم کا مود گرا تھا۔ اس نے کتنے دل سے خواہش کی تھی اور وہ آر جے پانی پھیر گیا تھا اسکے
ارمانوں پر۔۔

میں تمہاری دوست کی لو اسٹوری کا ہیرو نہیں ہوں۔۔ بلکہ ولن ہو ولن۔۔"
!" اور مجھے ولن بن کر اسکی زندگی خراب کرنے کا شوق ہو رہا ہے۔۔

مرو کے موبائل پر سیج آیا تھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

سیج پڑھنے پر حانم کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

"اللہ کرے اسکا گٹار ٹوٹ جائیے-- اسکی-- اسکی--"

حانم نے منہ اور مٹھیاں بھیجن کر خود کو اور بددعا دینے سے روکا تھا۔

اسکی حالت دیکھ مرو کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ کتنا ہی دیر ہنستی رہی تھی۔



حانم نے مٹھیاں بھیجن کر خود کو اور بددعا دینے سے روکا تھا۔

اسکی حالت دیکھ کر مرو کافی دیر تک ہنستی رہی تھی۔

حانم غصے سے منہ پھلا کر وہیں جنت روڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

روشنیوں سے جگمگ کرتے جنت روڈ پر لوگوں سٹوڈنٹس نے اسے تیار شیار نیچے بیٹھا تو مذاق اڑاتے اندر پلے گئی۔

!!بس کرو ہانی اب چلو نا اندر-- مشاعرہ شروع ہو چکا ہو گا--"

مرہونے حانم سے کہا۔

مجھے ہاسٹل جانا ہے-- وہ منحوس آرجے اندر موجود ہے اسکے ہوتے ہوئے میں خوش نہیں رہ!! سکتی--

حانم نے دہائی دی تھی۔ مرہونے مشکل سے اپنی ہنسی کو ضبط کیا تھا۔

"وہ جا چکا ہے ہانی--"

مرہونے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

"کیا واقعی--؟؟"

حائف چونکی۔

"ہاں سچی--"

مہرو نے اسے یقین دلایا تھا۔

"اوکے-- پھر چلتے ہی---"

وہ جھٹ سے کھڑی ہو گئی می تھی جبکہ مہرو اسکے یوں موڈ بدلے پر حیران رہ گئی می تھی۔

"ویسے اتنا تو برا نہیں ہے وہ--"

مہرو نے خفگی سے کہا تھا۔

!! میں نے کب کہا وہ برا ہے -- بلکہ وہ نہیت برا ہے --"

حانم بھی ضدی تھی۔

مہرو افسوس سے سر جھٹکتی ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔

ملک کے مشہور شاعروں کو بلا گیا تھا۔

مشاعرہ بہت اچھا چل رہا تھا۔

حانم کے غور کرنے پر آرجے اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ وہ واقعی جا چکا تھا۔ حانم نے اسکی

غیر موجودگی پر شکر ادا کیا تھا۔

رات کا ناجانے کو نسا پھر تھا جب عجیب سے احساسات کے ساتھ حانم کی آنکھ کھلی تھی۔ کوئی می اس پر جھکا اسے اٹھا رہا تھا۔

"ہانی اٹھو۔۔۔ ہانی۔۔۔ وہ۔۔۔"

مہرو رو رہی تھی۔

"کیا ہوا مہرو۔؟؟"

حانم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"ہانی وہ ماما۔"

مہرو سکیاں لے رہی تھی۔ وہ روتے ہوئیے حانم کے لگے لگ گئی تھی۔

"کیا ہوا آنٹی کو-- تم رو کیوں رہی ہو۔؟؟"

حانم کا دل کانپ اٹھا تھا۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

!"وہ ماما کو-- ہارت-- ہارت اٹیک ہوا ہے--"

مہرو نے مشکل سے روتے ہوئے بتایا تھا۔

!"ایا اللہ خیر--"

حانم کا دل دہل گیا تھا۔

"اچھا تم چپ کرو روؤ مت-- یہ بتاؤ کہ تمیں کیسے پتا چلا۔؟؟"

"میں-- ICU بھائی نے بتایا-- وہ لینے آ رہا ہے-- ماما ہا سپیٹل میں ہیں--"

یہ سب سن کر ہانی کی اپنی آنکھیں نم ہوگئی می تھیں۔

اس نے مہرو کو پانی پلایا تھا۔

صح کے چار بجے کا وقت تھا۔ حانم کمرے سے باہر نکلی تھی۔ وہ سیدھا کاؤنٹر پر گئی می تھی جہاں رات کو گارڈ ڈیوبُلی دیتا تھا۔

اس نے کاؤنٹر پر موجود گارڈ کو سب بتایا تھا جس نے وارڈن کو کال کی تھی۔

مہرو کے گھر فون کرنے پر انہیں خبر کی تصدیق مل چکی تھی۔

کچھ دیر بعد مہرو اپنے بھائی می کے ساتھ جا چکی تھی جبکہ وارڈن نے حانم کو اس وقت مہرو کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

حانم کو غصہ تو آیا تھا لیکن وہ ہائل کے قوانین کو نہیں توڑ سکتی تھی۔

جورڈن تم آج کل کہاں ہوتے ہو۔۔ میں کچھ دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم زیادہ تر وقت باہر"

"گزارتے ہو۔۔ کیوں۔۔؟؟"

انதھنی جورڈن سے پوچھ رہا تھا۔

"کیوں میں باہر نہیں جا سکتا۔۔؟؟"

جورڈن نے غصے سے الٹا سوال پوچھا تھا۔

جا سکتے ہو لیکن۔۔"

"کیا لیکن۔۔؟؟"

جورڈن نے اسکی بات کائی تھی۔

"کچھ غلط حرکت مت کرنا---"

انشیخ نے درخواست کی تھی۔ وہ جورڈن کے غصے اور اسکی شخصیت سے اچھی طرح واقف تھا۔

مارتھا کی موت کے بعد وہ اور زیادہ خاموش رہنے لگا تھا۔

پہلے تو زیادہ وقت گھر اور جم میں گزارتا تھا یا پریکٹس کرتے ہوئے لیکن آج کل وہ تھوڑا عجیب سارویہ لپنائی سے ہوا تھا۔

جلدی جلدی میں ناشستہ کرتا تھا جیسے کہیں پہنچنا ہو۔۔۔

بار بار وقت دیکھتا رہتا تھا۔

"ڈونٹ وری۔۔۔ جو کروزگا سب ٹھیک ہی کروزگا۔۔۔"

جورڈن نے سرد سے لبھے میں کہا تھا جبکہ جورڈن سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

پھر میں سالانہ بہت بڑا فیشن شو ہو رہا تھا جس کا ایلا کو کافی عرصے سے انتظار تھا۔

مشکل سے انہیں ٹکٹس ملیں تھیں۔

اس وقت وہ دونوں شو دیکھنے کیلئے ہی نکل رہی تھیں۔

جیسے ہی وہ دونوں پارکنگ ایرا میں پہنچیں ماہی کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔

اسے روڈ پر ایک بائیکھی نظر آئی تھی۔ اور اس پر سوار ہیلمٹ پہنے وہ شخص۔۔

وہ اسے کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی۔

"کیا ہوا ماہی جلدی چلو۔۔"

ایلا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئی کہا تھا۔

"آں--ہاں--چلو--"

ماہی کے چہرے پر الجھن واضح تھی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی لیکن اسکی نظر بیک مر سے گاڑی کے پیچھے آتی بائیک پر تھی۔ اسکے حواس باختہ ہونے کے تھے۔

"ایلا مجھے لگتا ہے کوئی می ہمارا پیچھا کر رہا ہے--"

ماہی نے ڈرتے ہوئے بتایا تھا۔

"واٹ--رئی میں--؟؟"

ایلا نے پرخوش سے لجھے میں پوچھا تھا۔

ہاں مجھے کچھ دنوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی می ہم پر نظر رکھے ہوئے ہے ہے-- ایسا لگتا"

"اے جیسے ہم کسی کی نظروں میں ہے--

ماہی پریشانی سے بتا رہی تھی۔

"اوو کم آن ماہی-- ایک تو تم وہی بہت ہو--"

ایلا نے اسکا مذاق اڑایا تھا۔

"نمیں میں سچ کہہ رہی ہوں-- وہ دیکھو گاڑی کے پیچھے--"

ماہی نے اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ مرر میں دیکھا تھا لیکن اب وہ بائی یک غائب تھی۔ اسکا
دماغ چکرا گیا تھا۔

"کہاں--؟؟"

ایلا نے پوچھا تھا۔

لیکن ماہی کے پاس کوئی می جواب نہیں تھا۔

!! تمیں ریسٹ کی ضرورت ہے ماہی۔ حشام کو لے کر تم ذہنی طور پر ڈسٹریب ہو چکی ہو۔"

ایلا نے سنجیگی سے کہا تھا۔ جبکہ ماہی خاموش ہو گئی می تھی۔ وہ اب اسے کیا بنتا تھا سمجھاتی اس نے واقعی بہت دفعہ اس ہیلیمٹ پہنے شخص کو اپنے آس پاس دیکھا تھا۔

لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ایلا کبھی اسکا یقین نہیں کرنے والی تھی۔ اسی لیئے اس نے بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

دو دن گزر گئیے تھے مرو واپس نہیں آئی می تھی۔ اسکی امی کی طبیعت اب کچھ ٹھیک تھی۔ ویک لینڈ آگیا تھا حanim بھی گھر چلی گئی می تھی۔ اور پھر گھر سے آسیہ بیگم کو ساتھ لے کر وہ مرو کی ماں کی خیریت دریافت کرنے گئی می تھی۔

!! اچھا کیا تم آگئی می ہو۔"

مرو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ البتہ وہ کافی کمزور نظر آرہی تھی۔

اسکی امی کی طبیعت کافی حد تک سنبل گئی تھی لیکن وہ ابھی بھی بیمار تھیں۔

کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ اب واپس جانے کیلیئے تیار تھیں۔

"اچھا سنو کل منڈے ہے تم یونیورسٹی جاؤ گی۔؟؟"

مرو نے پوچھا تھا۔

!!ہا۔۔ صحیح ہا سٹل چلی جاؤ گی۔۔"

ح انم نے جواب دیا تھا۔

آفس کے پاس NAB کل تم ڈیپارٹمنٹ نہیں جاؤ گی۔۔ شام چار بنے سے پہلے تم نے

پہنچنا ہے۔۔

!! ہائل سے آٹو لے لینا یا پھر اور کروالینا۔۔ لیکن کسی کو بتانا نہیں ہے۔۔

مہرو نے رازداری سے کہا تھا۔ حانم اسکی بات سن کر چونکی تھی۔

"کیوں خیریت تو ہے تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ بتانا کیوں نہیں۔۔؟؟"

حانم کو حیرانگی ہوئی تھی۔

NAB وہ سب میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔۔ ابھی بس اتنا یاد رکھو کہ چار بنجے سے پہلے۔۔"

"آفس کے سامنے۔۔ میں وہیں آجائوں گی۔۔

مہرو نے چار بنجے پر زور دیا تھا۔

!! یہ تم دونوں سرگوشیوں کیا میں باتیں کر رہی ہو۔۔؟؟ تھوڑا اونچا بولو۔۔ ہمیں بھی پتا چلا۔۔"

مہرو کی بھا بھی نے شراستاً دونوں کو چھیرا تھا۔

"نمیں-- نمیں بھا بھی کچھ نمیں ایلے ہی--"

مرہو نے جواب دیا تھا۔

کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد وہ واپس اپنے گھر آچکی تھی۔

مرہو کی باتوں نے حانم کو الجھا دیا تھا۔ وجہ کیا تھی یہ تو مرہو مل کر ہی بتا سکتی تھی۔

حانم مرہو کی بات کو لے کر ساری رات سوچتی رہی تھی۔ اسے سمجھ نمیں آرہا تھا کہ مرہو کو نیب آفس کے پاس کیا کام تھا۔؟؟

اس نے مرہو سے پوچھنے کیلئے دو تین بار اسکا نمبر ملا کیا تھا جو آف جا رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔؟؟"

وہ جھنجھلاگئی تھی۔

لگے دن بھی وہ اسکا نمبر ملاتی رہی تھی۔ ایک تو وہ چھٹیاں کر رہی تھی جو کہ غلط تھا اوپر سے فون بھی آف جا رہا تھا۔

حانم اپنے وقت پر ڈیپارٹمنٹ چلی گئی تھی۔

تنین بجے کا وقت تھا وہ کلاس لے کر فری ہوئی تھی جب اسے مہرو کی کال آئی تھی۔

"تم پہنچ رہی ہو نانیب آفس۔۔؟؟"

مہرو پوچھ رہی تھی۔ حانم کا اسکی بات سن دماغ گھوما تھا۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے مہرو۔۔ فون کیوں بند تھا تمہارا اور تمہیں اس جگہ پر کیا کام"

"ہے۔۔؟؟"

حانم نے غصے سے پوچھا تھا۔

"پیز جلدی آؤ-- میں ادھر ہی جا رہی ہوں--"

مہرو کہہ کر فون بند کر چکی تھی جبکہ حانم سر تھام کر رہ گئی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا وہ کرے--؟؟؟

کسی کو بھی بنا بتائیے یوں کلاس چھوڑ کر اسکی بتائی جگہ پر پہنچنا حانم کیلئے بہت عجیب تھا۔

"کہیں مہرو کسی مصیبت میں تو نہیں--؟؟؟"

اچانک اسکے ذہن میں خیال آیا تھا اور بالآخر وہ ہمت کر کے یونیورسٹی سے باہر نکل آئی تھی۔

تنین بج کر چالیس منٹ پر وہ نیب آفس کے سامنے تھی۔ وہاں آرمی کی کشیر تعداد نظر آرہی تھی۔

حانم کا دل گبھرا رہا تھا۔ مہرو کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔

پندرہ منٹ وہ روڈ پر کھڑی رہی تھی۔ لوگ اسے عجیب و غریب نظروں سے گھور رہے تھے۔

اس نے اپنی بڑی سی چادر کو اپھے سے خود پر لپیٹ رکھا تھا اور آدھا منہ چھپا ہوا تھا۔

حائزہ نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکالا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مہرو کا نمبر ملا تی موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر بیچ گرا تھا۔

اس نے فٹافٹ جھک کر موبائل اٹھایا تھا جو بند ہو چکا تھا۔

حائزہ کے اب اوسان خطا ہوئیے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکی تھی۔

ساری ہے چار ہوگئیے تھے لیکن مہرو نہیں آئی تھی۔ شام کا اندر ہیرا پھیل چکا تھا۔

موسم ابر آلود ہو رہا تھا۔ اور اسکا دل دھک کر رہا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

بار بار کوشش کرنے پر بھی اسکا موبائل آن نہیں ہوا تھا۔

اس جگہ پر وہ آٹو میں آگئی تھی لیکن اب واپس جانے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

گاڑیاں، لوگ اور ہر طرف پھیلا شورا سے پا گل کر رہا تھا۔

وہ ہمیشہ کاج سے گھر اور گھر سے کاج سے اکیلے گئی می تھی۔

لاہور میں رہنے کے باوجود اس نے دوسروں کی طرح لاہور پورا نہیں دیکھا تھا۔

جیسے ہی پانچ بجے تھے حانم کی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی می تھیں۔

اندھیرا پھیل چکا تھا۔ مہرو نہیں آئی می تھی وہ اسے کال بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت سیچویشن ایسی تھی کہ حانم کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

اس نے دل سے دعا کی کہ اللہ اسکی مدد کرے۔ اور پھر کچھ دیر بعد ایک گاڑی اسکے سامنے کی تھی۔

”تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟؟“

آرچے نے گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

حانم اپنے سامنے آرچے کو دیکھ کر عجیب سی کیفیت میں بتلا ہو گئی می تھی۔

پہلی بار اسے آر جے کو دیکھ کر اچھا لگا تھا۔ وہ اس وقت اسکے لینے ایک مسیحابن کر آیا تھا۔

"وہ-- وہ میں--"

حانم کے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"گاڑی میں بیٹھو--"

اسکا انداز حکمیہ تھا۔

بنا کوئی کچھ سوچے سمجھے حانم دوسری طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

کچھ دیر گاڑی میں خاموشی چھائی می رہی تھی۔

حانم کی آنکھیں چھالکنے کو تیار تھیں۔

"کسی کا انتظار کر رہی ہو--؟؟"

آرجے نے نارمل سے لجے میں پوچھا تھا۔

"محضے ہاسٹل جانا ہے--"

حانم نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا البتہ اسکی آواز زندھگئی تھی۔

"اوکے---"

آرجے نے گاڑی کا رخ کمپس کی طرف موڑ دیا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں-- یہاں کیا کر رہی تھی--؟؟؟"

چند منٹ کی خاموشی کے بعد آرجے نے دوبارہ پوچھا تھا۔ جبکہ حانم اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا ہوتا اگر آرجے وہاں نا آتا۔--؟؟؟"

یہ سوچ کر ہی اسکی جان ہوا ہونے لگی تھی۔ اسے مہرو پر انتہا کا غصہ آرہا تھا اور اس سے بھی زیادہ خود پر جو بے وقوف کی طرح وہاں چلی آئی تھی۔

حanim نے آرجے کی بات کا کوئی می جواب نہیں دیا تھا۔

آرجے کو اسکی خاموشی چڑا رہی تھی۔ اس نے گاڑی میں میوزک لگا دیا تھا۔

"پلیز اسے بند کر دو۔"

حanim نے التجاکی تھی اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

"اور گاڑی تیز چلاو مجھے جلدی ہاسٹل پہنچنا ہے۔"

اسے پیشانی ہو رہی تھی کہ اگر وہ مقررہ وقت تک ہاسٹل ناپہنچی اور لیٹ ہو گئی تو وارڈن اسے نہیں بخشنے گی۔

اسکے بات کا آرجے پر الٹا اثر ہوا تھا اس نے گاڑی کی رفتار کم جبکہ میوزک کا والیوم تیز کر دیا تھا۔

حanim نے آنکھیں میچ کر خود کو کچھ غلط کرنے سے روکا تھا۔ اس وقت وہ اسکے رحم و کرم پر تھی۔

"مجھے یہاں مرہو نے بلا یا تمھا کچھ کام تمھا ہمیں لیکن وہ لیٹ ہو گئی می آ نہیں سکی--"

بالآخر اسے بولنا ہی پڑا تمھا۔ اسکی بات سننے کبیلیتے آر جے میوزک بند کیا تمھا۔

"اوکے--"

وہ بس اتنا ہی کہہ پایا تمھا۔

خاموشی--- خاموشی--- ایک طویل خاموشی چھاگئی می تھی۔

"ویلے ہو تو تم پانچ فٹ چار انچ کی لیکن نخرہ کیوں ہے اتنا تم میں--؟؟"

آر جے کی بات پر حanim نے حیرت سے رخ موڑ کر اسے دیکھا تمھا۔

وہ اب اسے گھور رہی تھی۔

"ہاں نا۔۔ اتنی ہی ہائیٹ ہے تمہاری۔۔ ایک انچ اوپر نیچے ہو سکتا ہے۔۔"

وہ ڈھیٹوں کی طرح ہنسا تھا۔

ویسے تمہارا میری گاڑی میں بیٹھنا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یا تو میں نہلیت باکردار لڑکا"

ا! ہوں۔۔ یا پھر۔۔ تم بھی میرے ہی جیسی ہو۔۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

حanim بس خود پر ضبط کر رہی تھی۔ وہ کچھ ایسا نہیں بولنا چاہتی تھی جس سے آرجے کو غصہ آتا اور

وہ اسے چھوڑ کر چلا جاتا۔

"میری مجبوری کا فائدہ اٹھانے کی کوشش مت کرو۔۔"

حanim کا لجہ کاٹ دار تھا۔

آرکے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

کیا بات ہے-- ویلے نامجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے-- اگر ہوتی تو بھی میں زبردستی کا" قائل نہیں ہوں۔-

اور ویلے بھی مجھے یاد آیا تم تو میری قانونی بیوی ہو-- میری گھاری پر حق رکھ رکھتی ہوا سی لیتے میں ! تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ تم اپنا حق استعمال کر رہی ہو--
وہ اسے چڑانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"تمہارا نام کس نے رکھا تھا۔؟؟"

اب حانم کسی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔

"میں نے خود--"

وہ پھر ہنسا تھا۔

"روحان کی بات کر رہی ہوں--"

"وہ مام نے رکھا تھا--"

آرجے نے بتایا۔

"کیا تمہیں پتا ہے کہ روحان کا مطلب کیا ہے۔؟؟"

حانم نے پوچھا۔

"روحوں جیسا پاک صاف--"

آرجے کے نامیں گردان ہلانے پر حانم نے بتایا تھا۔

"واؤف--"

ناچاہتے ہوئیے بھی آر جے ہنسا تھا۔

!" اور مجھے دنیا میں تمہاری روح سے زیادہ غلاظت میں لپٹی روح کسی اور کی نظر نہیں آئی ۔۔۔"

آر جے کے قہقہے کو بیک لگی تھی۔ اچانک اسکے چہرے پر سختی چھاگئی تھی۔

اور مجھے اس چیز سے کوئی می فرق نہیں پڑتا کہ میں کیسا ہوں اور کیسا نہیں ۔۔۔ اور تمہیں بھی "

!" مجھ پر اتنی گھری نظر کھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

وہ سخت سے لجے میں بولا تھا۔

حanim خاموش ہو گئی تھی۔

"کونسا ہا سٹل ہے تمہارا ۔۔۔؟؟"

وہ لوگ گیٹ نمبر 4 سے ہاஸٹل ایبیا میں داخل ہو گئیے تھے۔

پہلے بوائی ز ہاஸٹل تھے۔ ہاஸٹل ایبیا میں رونق لگی ہوئی تھی۔

ہر طرف لڑکے گھومتے نظر آرہے تھے۔

والے راستے پر لڑکیاں اور لڑکوں کے گروپ چھل قدمی کر رہے تھے۔ stc کچھ آگے آنے پر

!"ایمیں ایجاد دیں میں خود چلی جاؤں گی--"

حانم نے تمیز سے کہا تھا۔

میں نے پوچھا ہاஸٹل نمبر بتاؤ-- اور نے فکر رہو"

"میں تم سے ملنے ہاஸٹل نہیں آنے والا--

وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا۔

"گیارہ--"

حanim نے جواب دیا تھا۔

کچھ منٹ بعد وہ اسکے ہائل کے سامنے کھڑے تھے۔

حanim بنا کچھ کے گاڑی سے باہر نکلی تھی۔ اور فٹافٹ ہائل کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جیسے ہی وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی آرچے نے ایک گمراہ سانس لیا تھا۔ شام کے سات نج رہے تھے۔

اب وہ گاڑی واپسی کیلئے موڑ چکا تھا۔

حاجم نے ہائل آنے کے بعد شکرانے کے نفل ادا کیئے تھے۔ اللہ نے اسکی حفاظت کی تھی۔
اسے مہرو پر شدید غصہ تھا۔ اور اسی غصے کی وجہ سے اس نے دوبارہ مہرو کو کال نہیں کی تھی۔

لگئے دن مہرو ہائل آئی تھی۔ اسکے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی حاجم اسے یوں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"سوری حاجم کل جب میں تمہارے پاس آ رہی تھی تو چھوٹا سا ایکسیڈیٹینٹ ہو گیا تھا۔"

مہرو نے بتایا تھا۔

حاجم کو اس پر جتنا بھی غصہ تھا وہ اسکی حالت دیکھ کر کم ہوا تھا۔

"پلیز معاف کر دو۔" میں نے بعد میں تمہارا نمبر ملایا تھا لیکن وہ بند جا رہا تھا۔"

حاجم کے سردو جامد تاثرات دیکھ کر مہرو نے صفائی پیش کی تھی۔

"ٹھیک ہے--"

حانم اتنی بھی پتھر دل نہیں تھی۔ اب وہ اس سے ڈائیور کے بارے میں پوچھ رہی تھی جسے زیادہ چوت آئی تھی۔

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے لان میں بیٹھی تھیں۔

مہرو کے والد کا اسلام آباد میں ٹرانسفر ہوا تھا وہ لوگ کچھ دونوں تک وہاں شفت ہونے والے تھے۔ مہرو کا ابھی کس فرم نہیں تھا۔

حانم اسے منع کر رہی تھی کہ وہ ناجائیے۔

وہ افسردہ تھی۔

جب مہرو اسے یقین نہیں دلا سکی تو اس نے موبائل نکال کر یوٹیوب کر ویڈیوز دیکھنی شروع کر دی تھیں۔

"جتنا وقت تم ان ویڈیوز دیکھنے میں لگاتی ہو اگر اتنا پڑھو نا تم تو ٹاپ کرجاؤ۔ آر جے نہیں"

اس بار بھی آر جے نے ٹاپ کیا تھا۔

"تم بھی آر جے جتنی ذہین تو ہو ہی نا۔"

"آر جے ذہین نہیں چالاک ہے مہرو۔"

حانم نے موبائل پر نظریں گاڑے جواب دیا تھا۔

"ذہین اور چالاک میں کیا فرق ہوا بھلا۔"

مہرو نے اچنپھے س پوچھا تھا۔

!! چالاک تو ابلدیں بھی تھا مہرو۔۔۔ اگر وہ ذہین ہوتا تو شیطان نا ہوتا۔۔۔"

حانم کی بات نے مہرو کو گنگ کر دیا تھا۔ وہ بہت گھری بات کہہ گئی تھی۔

اور ان سے کچھ فاصلے پر پچھے کھڑے آر جے کے قدم جو مہرو سے کچھ پوچھنے آیا تھا پسختہ کے ہوئیے تھے۔

اس نے دانت بھینچ کر خود پر قابو پایا تھا اور پھر واپس پلٹ گیا تھا۔

وہ دونوں کیفے پر بیٹھی تھیں۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔

ان سے کچھ فاصلے پر لکی اور آر جے دوسرے ٹیبل پر بیٹھے تھے۔

آر جے ملکی سے کچھ بات کر رہا تھا جبکہ ملکی کی نظریں موبائل کی سکرین پر جمی تھیں۔

آر جے نے ہاتھ بڑھا کر ملکی سے موبائل چھیننا تھا۔

ملکی اس وقت کوئی یہ چینگ پڑھ رہا تھا۔۔۔ سیج چینگ۔۔۔

لکھا ہوا تھا۔ وہ ملکی کی کوئی یہ ایکس گرل فپنڈ تھی جس سے اب اسکا بیک اپ X_H نمبر پر ہو چکا تھا۔

"آر جے موبائل واپس کرو۔۔۔"

ملکی ایک دم بوکھلا گیا تھا۔

"تم ابھی تک اسے بھولے نہیں ہو۔۔۔"

آر جے نے پوچھا۔

"بھول چکا ہوں-- بس تم موبائل واپس کرو--"

لکی اس سے موبائل چھیننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن آر جے نے نہیں دیا۔

کچھ سوچتے ہوئے آر جے نے وہ نمبر ملایا تھا۔ لکی کے چہرے کارنگ فق ہوا تھا۔

بیل جا رہی تھی۔ انکے سامنے دوسرے میز پر رکھا ہوا حانم کا موبائل بجا تھا۔ آر جے چونکا تھا۔

حانم نے موبائل اٹھا کر دیکھا تھا اور نمبر دیکھ کر اسکے چہرے کارنگ اڑا تھا۔ اس نے کال فوراً کٹ کی تھی۔

آر جے نے دوبارہ کال ملائی تھی۔ اس بار پھر حانم کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ حانم نے کانپتے ہاتھوں سے کال ریسیوکی تھی۔

"ہیلو--"

اسکلی آواز میں غصہ اور خوف دونوں تھے۔

آر جے کو وہ منظر صاف دکھائی می دیا تھا۔

کال اٹھانے اور ہیلو بولنے والی حانم تھی۔ آر جے کو یونیورسٹی کی بلڈنگ اپنے سر پر گرتی ہوئی می محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے جھٹکے سے ملکی کی طرف دیکھا تھا جو پھر کے ساتھ کبھی حانم تو کبھی آر جے کو دیکھ رہا تھا۔

"اس نے آر جے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلاکا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔" "مت کرو آر جے

آر جے کا دماغ چکرایا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندر ہیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔
یعنی وہ ہانی ام حانم ہی تھی۔۔۔ جو ملکی کی گرل فرینڈ تھی۔



آرچے نے جھٹکے سے ملکی کی طرف دیکھا تھا جو پھر کے ساتھ کبھی حانم تو کبھی آرچے کو دیکھ رہا تھا۔۔

"اس نے آرچے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سرپلایا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔۔" مت کرو آرچے

آرچے کا دماغ چکرایا تھا۔۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندر ہیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔
یعنی وہ ہانی ام حانم ہی تھی۔۔۔ جو ملکی کی گرل فرینڈ تھی۔

جبکہ دوسری طرف حانم پریشان سی موبائل کی سکرین کو گھور رہی تھی۔

آرچے فون بند کرتے ہوئے اٹھا تھا اور ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"آرچے میری بات سنو۔۔"

ملکی اسکے پیچھے لپکا تھا۔ لیکن آرچے رکنے والا نہیں تھا۔

"کیا ہوا ہانی کس کا فون تھا۔۔؟؟"

مہرو نے پوچھا تھا۔

"آں--ہاں وہ--"

خانم گریٹر اگئی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی مہرو کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔

"بھائی کی کال ہے--"

مہرو نے کہتے ہوئے کال ریسیو کی تھی۔ اور پھر بات سننے کے بعد اسکے چہرے کے رنگ اڑے تھے۔

کیا ہوا مہرو سب ٹھیک ہے نا۔۔؟؟"

حائف نے پوچھا تھا۔

"_ میں آتی ہوں بھائی می "

مہرو جواب دیتے ہوئے بوكلاہٹ میں اٹھی تھی۔

"سب ٹھیک تو ہے نا_؟؟"

حائف نے دوبارہ پوچھا تھا۔

نہیں ہانی-- ماما کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے بھائی می ہاسٹل کے باہر میرے انتظار کر"

"! رہے ہیں مجھے جانا ہوگا--

مہرو نے کانپتی آواز سے اسے بتایا تھا۔

"اللہ خیر کرے۔ تم دھیان سے جاؤ"

مرو اشبات میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی تھی جبکہ حانم واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ اسکے سامنے جوس کا گلاس رکھا تھا۔

کچھ دنوں سے سب غلط ہو رہا تھا۔ پہلے مرو کی امی کو ہارت اٹیک، مرو کا اسے نیب آفس کے پاس بلانا، مرو کا ایکسڈینٹ، رات اس نے پھر سے وہی خواب دیکھا تھا جس میں کسی نے اسے

آگ الگتے دیا میں دھکا دے دیا تھا

اس آگ کی جلن حانم کو محسوس ہوتی تھی۔

اور اب اس ملک کی کال آنا حانم کی کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔ اسکا دل کانپ رہا تھا

وہ کیفے سے اٹھنے کے بعد ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسکی اسائی منٹ کامل نہیں تھی صح جمع کروانی تھی۔

"اگر میں ہائل چلی گئی می تو سو جاؤں گی کیوں نا لائی بریری میں بیٹھ کر مکمل کر لوں"

حانم سوچتے ہوئے لائی بریری کی طرف بڑھ گئی تھی۔

آج جنت روڈ پر سلوڈننس کارش نہیں تھا۔ روڈ اور کیفے خالی خالی سانظر آ رہا تھا پہلی وجہ تو یہ تھی کہ جنت روڈ کے دونوں تقریباً آٹھ دس ڈیپارٹمنٹ تھے۔ جن میں سے کچھ ڈیپارٹمنٹ کے فائی نل پیپرز لیٹ ہوئے تھے اور اب انہیں سمیسر بیک تھی۔ اس لیئے کافی ڈیپارٹمنٹ بند تھے۔

جبکہ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دن فیصل آڈیٹوریم میں ٹیکنالوجی پر ایک بہت بڑا سمینار تھا جس میں بڑی بڑی شخصیات نے شرکت کرنی تھی۔ انکے ڈیپارٹمنٹ کے بھی تقریباً سبھی سلوڈننس وہاں گئے ہوئے تھے۔

حانم کا سمینار میں جانے کا موڑ نہیں تھا۔

وہ لائی بریری میں بیٹھی انہماں سے اسائی منٹ بنارہی تھی جب اسکے موبائل پر وائی بریشن ہوئی۔

لائی بریری میں ایک دو سٹوڈنٹس تھے۔

حانم نے موبائل دیکھا ملک کی کال تھی۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے بھی آئی تھی اور وہ مرو میں الجھ کر بھول گئی تھی۔

نمبر دیکھ کر حانم کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے غصے سے کال اٹھائی تھی۔

"ہیلو"

حانم کی آواز سے بھی غصہ جھلک رہا تھا۔

"کیسی ہو مس ہانی۔۔۔ ۹۹۔۔۔"

کاٹ دار لمحے میں پوچھا گیا تھا۔

"ذراء پارٹمنٹ کے گراؤنڈ میں تشریف لائیں گی آپ"

اس سے پہلے حانم کچھ بولتی وہ دوبارہ بولا تھا۔ حانم کو وہ آواز جانی پہچانی محسوس ہوئی می تھی۔ اسکی ایک کمزوری تھی۔ وہ آوازوں میں جلدی سے فرق محسوس نہیں کر پاتی تھی۔

اگر مہرو بھی کسی انجان نمبر سے اسے کال کرتی تھی تو حانم کافی دیر بعد اسے پہچانتی تھی۔

"لک۔ کون۔؟"

حانم کا گلمہ خشک ہوا تھا۔

"ہاہاہا"

دوسری طرف سے آرجے کا قمقہ بلند ہوا تھا۔ وہ اسکے قمقہ لگانے کے انداز سے پیچان گئی می تھی۔

"ذرا گرأؤنڈ میں تشریف لے آئیں پھر بتاتا ہوں"

وہ کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔

حانم کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ملک ہی آر جے ہے۔۔۔؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا"

حانم کا دل ڈوب گیا تھا۔۔ اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔۔۔ملک نام کے ڈر کا سانپ اسکے سینے میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا جو آج اسکے اندر سے نکلا تھا

hanum کے ہاتھ اور ٹانگیں باقاعدہ کانپ رہی تھیں۔۔

موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر گود میں جا گمرا تھا اور وہ خشک ہوتے ہلوت کے ساتھ حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی

یہ ان دونوں کی بات ہے جو وہ فرست ایئر میں تھی اور اس نے نیا نیا کالج جانا شروع کیا تھا۔

مہرو اور وہ دونوں ایک ہی کالج میں پڑھتی تھیں۔

کالج گھر سے کافی فاصلے پر تھا۔ اکثر دیر ہو جانے کے باعث آسیہ بیگم کافی پریشان ہوتی تھیں۔

کچھ پیسے جمع کرنے کے بعد انہوں نے حانم کو ایک چھوٹا سا الگ موبائل لے کر دے دیا تھا۔

بیشک انکے گھر میں غربت تھی لیکن زندگی ایک پرسکون ندی کی مانند بہرہ رہی تھی۔ اور اس ندی میں پہلا پتھر ملک کے آنے سے پڑا تھا۔

پارٹی دی تھی۔ Fare well فرست ایئر میں انہوں نے کالج میں سینئر رز کلاسز کو

مہرو اپنا اسماڑ فون لائی تھی۔ چونکہ کالج میں صرف لڑکیاں ہی تھیں اس لیئے وہ دونوں خوب اپھے سے تیار ہوئی تھیں۔ مہرو نے اچھی اچھی کافی فوٹو بنائی تھیں۔

_____ وہ دونوں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ خاص طور پر حانم

اور شاید یہی اسکی بد قسمتی تھی۔

"مرو یہ کون ہے ____ ؟؟"

لکی مرو کے موبائل میں فلمشن کی تصویریں دیکھ رہا تھا جب اسکی نظر مرو کے ساتھ مسکراتی حانم پر پڑی تھی۔

"یہ ہانی ہے میری بیست فرینڈ"

مرو نے جواب دیا تھا۔

"یہ پیاری ہے۔ معصوم بھی۔"

"ہاں۔ یہ بہت اچھی اور نیک لڑکی ہے"

مرو نے سرسری سے انداز میں جواب دیا تھا۔

مرو کے نیک کہنے پر ملکی دل میں ہنسا تھا۔

" اچھا یار چائی سے تو پلا دو اتنے دنوں بعد گھر آیا ہوں "

ملکی نے شکوہ کیا تھا۔

اور مرو اشبات میں سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی تھی۔

ملکی نے خباثت سے ہنستے ہوئے حانم کا نمبر اسکے موبائل سے لیا تھا۔

" پتا چل جائے گا کتنا نیک اور پارسا ہے "

وہ شیطانی ہنسی ہنسا تھا۔

"ہیلو ہانی"

حائفہ اپنا کمیسٹری کا ٹیکسٹ یاد کر رہی تھی جب اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔

اجنبی نمبر دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی تھی۔

ملکی نے مہرو کے موبائل سے نمبر لینے کے پورے ایک ماہ بعد حائفہ کو مسیح کیا تھا۔

"کیسی ہو--؟؟"

حائفہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ یہ نمبر کس کا تھا تبھی دوسرا مسیح موصول ہوا۔

وہ شش و پنج میں متلا تھی کہ ریپلائی کے کرے یا نہ کرے تبھی اس نمبر سے کال آئی تھی۔

حائفہ نے کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو ہانی میں ملک"

لڑکے کی آواز اور اسکے منہ سے اپنا نام سن کر حائفہ دھک سے رہ گئی تھی۔

اس نے فوراً کال کاٹنے کے بعد موبائل بند کر دیا تھا۔

اور پھر یہ سلسلہ بند نہیں ہوا تھا۔ روز صبح و شام سیج آنے لگے۔

کبھی حسن کے قصیدے پڑھے جاتے تو کبھی اسکی معصومیت کے

حانم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے تنگ کرنے والا کون تھا۔

جہاں مہرو اسے اپنی چھوٹی چھوٹی بات بتاتی تھی وہیں حانم اپنے بڑے بڑے اس سے چھپا تی

تھی

یہ اسکی فطرت تھی شاید

"آخر تم کون ہو کیوں مجھے تنگ کرتے ہو _____؟؟"

حانم نے جھگھلا کر پوچھا تھا۔

"— تم پر مرمنٹا ہوں، دوستی کا خواہاں ہو"

اسکی بے باکی پر حانم کے چہرے پر ناگواری ابھری تھی۔

اور اس نے کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا۔

"پہلی لڑکی ہے یار جو قابو نہیں آ رہی دو ماہ ہو گئی سے ہیں--"

لکھی آرجے کے سامنے صوفے پر براجمان خباشت سے کہہ رہا تھا۔

، گے رہو۔۔۔ ایک نا ایک دن مان جائیے گی، دنیا میں ایسی کوئی بھی لڑکی نہیں جو پھسلتی نا ہو"

"— بس کچھ وقت لیتی ہیں اور کچھ لمほں میں پکھل جاتی ہیں

آرجے کا نایاب مشورہ دستیاب تھا۔

اور پھر مکنے نے ہار نہیں مانی تھی۔

دیکھو پلیز ایک بار بات کرو۔ میں باقی لڑکوں جیسا نہیں ہوں، میں بہت الگ ہوں میں سچ میں" "تمہیں پسند کرتا ہوں

ایک بھولی بھالی لڑکی جسکی دنیا اسکی چھوٹی سی فیملی تھی۔ جس نے آسائی شیں نہیں دیکھی تھیں--

وہ اسکی چکنی چپڑی باتوں پر پکھلنے لگی تھی۔

مرد کو اللہ تعالیٰ نے بہت شاطر دماغ دیا ہے۔ وہ اپنی باتوں سے کسی بھی عورت کو بھلا، پھسلنا اور ورغلہ سکتا ہے،

اس میں بھی قصور عورت کا ہوتا ہے جو وہ پکھل جانی ہے

دو ماہ کی انتحک محنت کے بعد آخر وہ اسکی طرف مائل ہو ہی گئی تھی۔

"میرا نام ملک ہے"

مستقیم ملک عرف لکنی نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

حانم نے ہمیشہ محرومیاں دیکھی تھیں۔ باپ کی محرومی، ضروریات کی محرومی، خواہشات کی

محرومی

، بہت سے لاڑ اور پیار کی محرومی

اسکے اندر ایک خلا تھا۔۔

گھر میں رونے دھونے والے حالات دیکھ کر اسکا دل کرڑھتا تھا، ایسے میں جب ملک اس سے
بات کرتا تھا تو وہ اسے خوابوں کی دنیا میں لے جاتا تھا

لیکن یہ سلسلہ زیادہ دن نہیں چل سکتا تھا۔

، حانم کا ضمیر اسے کچو کے لگاتا تھا

، وہ جانتی تھی یہ سب غلط ہے، انسان معصوم ہے جبکہ شیطان شاطر ہے

اسے شیطان نے کیسے ورگلایا تھا یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی
 ملک سے بات کرتے ہوئے بھی ضمیر کا شورا سے سکون نہیں لینے دیتا تھا
 اس روز جواد کو سائی یکل چاہیئے تھی۔ آسیہ بیگم یا کسی اور کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ
 اسے سائی یکل لا کر دے سکتے۔۔

"بaba ہمیں کیوں چھوڑ گئیے ہیں آپی۔۔ کیوں چھے گئیے وہ ۔۔؟؟"

جواد نے روتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔ جبکہ حانم خود روڈی تھی۔

"ملک تم چھوڑ تو نہیں جاؤ گے ۔۔؟؟"

اس روز پہلی بار حانم نے ایک لمبے سیج کی شکل میں بہت سے الفاظ لکھ کر بھیجے تھے۔ ورنہ وہ
 بس ہوں، ہاں میں جواب دیتی تھی۔

"وہ پوچھ رہی ہے مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے۔۔؟؟"

مکی نے آرجے سے پوچھا تھا۔

" اسے کو کبھی نہیں میری جان "

آرجے کے جواب پر دونوں کا قہقہہ ابھرا تھا۔

اس رات حانم سو نہیں پائی تھی۔ وہ ساری رات سوچتی رہی تھی۔ ضمیر نے اسے یہ بات سمجھا دی تھی کہ وہ غلط کر رہی ہے۔

اسکی نازیں قضا ہونے لگی تھیں، اسکی پڑھائی متناثر ہو رہی تھی۔

سب سے بڑی بات اسکے چہرے کی رونق ماند پڑگئی تھی

ملک سے بات کرنے کا گناہ اسکے جسم سے کسی جونک کی طرح چمٹ گیا تھا جو لمحہ بہ لمحہ اسکا خون پوس رہی تھی

"کیا ہو گیا ہے ہانی تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتی ہو۔۔۔؟؟"

حanim کے انکور کرنے پر ملک نے شکوہ کیا تھا۔

"_ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں"

اسکی اگلی بات سن کر حanim کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

اس نے فوراً موبائل آف کیا تھا۔ اس نے تو کبھی اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

حanim کا دل ملک سے آکتے لگا تھا۔ اسکی باتیں حanim کا دل خراب کرتی تھیں۔

جو تھوڑی سی دلچسپی پیدا ہوئی تھی وہ اسکی چیپ باتوں سے ختم ہو گئی تھی۔

وہ اسکا نمبر بلاک نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اسکے پاس موبائل سادہ تھا۔

اسی گھبراہٹ، ڈر اور گناہ کے تصور میں اسے بخار ہو گیا تھا۔

وہ پورا مہینہ بیمار رہی تھی۔

اپنے گناہ پر روتی تھی۔ پچھتاتی تھی

آسیہ بیگم اسے بیمار دیکھ کر خود ہلکاں ہو گئی تھیں۔

حامنم کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ اتنی پیاری ماں تھی اسکے پاس جو اس پر جان دیتی تھی اور وہ اپنی ماں کو دھوکہ دے رہی تھی۔

حامنم کا دل ڈوب گیا تھا۔۔۔ آنسوؤں سے تکیہ بھیگنے لگا تھا

وہ ساری ساری رات روتی تھی۔

"— تم مجھ سے بات کیا کرو ہانی۔۔۔ میں تمہارے بنا نہیں جی سکتا"

"— مجھے ڈر لگتا ہے ملک"

"ڈر--؟ لیکن کس سے--؟؟"

"اللہ سے"

اور مک اسکی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

اللہ کا واسطہ ہے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہیں پسند نہیں کرتی اور ناکبھی کروں گی۔ آئی ند مجھے میسج"

"مت کرنا

حanim نے اس سے انتباہ کی تھی۔

وہ ٹھیک ہونے لگی تھی۔ رو رو اپنے گناہوں کی معافی مانگی تھی۔

ستره سال اور کچھ ماه عمر تھی اسکی اس وقت۔ اور اسکے ضمیر نے اسے کتنے بڑگ گناہ سے بچا

لیا تھا

اسکے چہرے کی رونق لوٹ آئی می تھی لیکن جب بھی وہ اسے سیج کرتا تھا حانم کو سب یاد آنے لگتا تھا۔ اسکا دل اذیت سے بھر جاتا ہے

اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اب باکردار نہیں رہی تھی۔

اپنی کی گئی می چھوٹی سے غلطی نے اسکے اندر تلنی بھردی تھی۔

اور وہ ملک یعنی ملکی بھی اسکی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔

وہ اسے کبھی ناکبھی سیج کرتا رہتا تھا۔

دو سال گزر گئے تھے حانم نے فور تھا ای ائیر کے اگر امز بھی دے دیئے تھے۔

لیکن وہ اسے نہیں بھولا تھا اور نا حانم کو بھولے دیتا تھا۔

جب حمدان انکل نے اسے موبائل گفت کیا تمہاں تھا حانم نے نمبر بدل لیا تھا۔

لیکن کچھ دن بعد کچھ ضروری نمبر کاپی کرنے کیلئے اس نے اپنی پرانی سم موبائل میں ڈالی تھی۔

وہی وہ دن تھا جب زییدہ آپ اسکے لیئے طارق کارشٹے لے کر آئی می تھی۔

"وہ پہلے ہی دکھی تھی اوپر سے ملک کے سیج نے کہ "بھول گئی می ہو تم مجھے۔"

اسکے اندر تک خاک کر ڈالا تھا۔

تب حanim نے روتے ہوئے اسے دو تین سالوں بعد میسیح کیا تھا کہ

"خدا سے ڈرے ابن آدم۔۔۔ خدا سے ڈر"

اسکے ان الفاظ نے ملکی کو اندر تک جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

تب حanim نے ملک سے دلوںک بات کرنے کا فصلہ کیا تھا۔ اس نے نمبر دوبارہ آف نمیں کیا تھا

بلکہ سوچ رکھا تھا کہ اس بار اگر اس نے کال یا میسیح کیا تھا وہ اس سے صاف صاف بات کرے

گی

لیکن اسکے ان الفاظ نے ملکی کے ہاتھ جکڑ دیے تھے۔ اس نے کبھی دوبارہ کال یا میسیح نمیں کیا

تھا اور یوں حanim بھی جیسے ان واقعات کو برا خواب سمجھ کر بھول گئی تھی

لیکن یہ اسکی سب سے بڑی غلطی تھی۔ آج پھر وہ اسکے سامنے کھڑا تھا۔ تقریباً ایک سال کے

عرصے کے بعد

وہ لائی بریری میں بیٹھی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اسکا سامنا کبھی ملک سے ہو گا۔

اور ملک-- وہ بھی آر جے--

حanim کے دماغ میں سائی یں سائی یں ہو رہی تھی۔

وہ کانپتے قدموں سے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے بلاوہ آیا تھا اور جانا ہی تھا۔

خود کو گھسپیٹی وہ گراونڈ کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں اجل اسکا انتظار کر رہی تھی۔

"آر جے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو جو تم کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے--"

مکی نے گراؤنڈ میں رکھے لکڑی کے بینچ پر بیٹھے آر جے سے کہا تھا جو اپنی انگلیوں کی مد سے اپنی کنپیوں کو سلا رہا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں تم اپنی بکواس بند کرو۔"

آر جے دھاڑا تھا۔ تب اسکی نظر بیگ تھامے انکی طرف قدم بڑھاتی حانم پر پڑی تھی۔ تیز ہوائیں اسکے ڈوپٹے کو اڑا کر لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن اس نے اپنی چادر کو اچھی طرح سے سنہالا ہوا تھا۔

اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر مکی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"_آئی یے آئی یے-- میڈم ہانی-- آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا"

جیسے ہی وہ انکے قریب پہنچی تھی آر جے نے زبرخند لمحے میں کہا تھا۔

"یہاں کیوں بلایا ہے مجھے--؟؟"

حانم کا لجہ سخت تھا۔

" بتاتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے-- جائیں پہلے وہ پڑھیں--"

آرچے نے اسے گرأونڈ میں گے پوڈے کی طرف اشارہ کیا تھا جس پر ایک اشتہار لگا تھا۔

حانم الجھن زدہ چھرے کے ساتھ اس پوڈے کی طرف بڑھ گئی۔

سفید کاغذ پر لکھے لفظوں کو پڑھ کر حانم کی روح فنا ہوئی تھی۔ وہ اسکی اور انکی کی باتیں تمھیں اوپر اسکا نام اور نمبر لکھا تھا۔

آرچے انکی کنورسیشن کے سکرین شاٹ لے کر انکے پرنٹ نکلوا لیتے تھے۔

گرأونڈ میں ہر طرف دیواروں اور پوڈوں پر وہ پرنٹ چھپاں تھے۔

وہ کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔

لڑکیوں کو لگتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اگر پیغامات اور نمبر کو ختم کر دینگی تو سب واقعی ختم ہو ”
 کر پہلے جیسا ہو جائیے گا _____ لیکن یہ لڑکیوں کی خام خیالی ہوتی ہے، وہ پیغامات ہمیشہ کمیٹی نامہ اعمال اور مرد کے پاس محفوظ رہتے ہیں، نامہ اعمال سے تو شاید توبہ اور ندامت کے آنسوں ان پیغامات اور گناہوں کو مٹا دیں لیکن ایک مرد کے پاس سے ان گناہوں کا مٹانا لکمن ” _____ ہے

آج اسکے گناہ اڑھے کا روپ دھار کر اسے نگلنے کو تیار کھڑے تھے۔

وہ تین چار سال پہلے ڈرگئی می تھی کہ رب کی پکڑ بڑی شدید ہے
 اور آج وہ پکڑ میں آچکی تھی۔

حانم کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئیے گا، اس نے خشک ہو چکے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

آسمان پر سیاہ بادلوں نے اندر ہیرا سا کر دیا تھا، اور کچھ ایسی ہی سیاہی اسکے مقدر پر مل دی گئی تھی۔

"واہ مس حانم واہ! جس لڑکی کا یونیورسٹی میں کوئی ہی بوائی سے فربنڈ نہیں وہ لڑکی ملک کی"

"جی ایف نکلی-- واہ

آرچے کا لمحہ کاٹ دار تھا۔ اس نے تالیاں بجا کر داد تھی۔

حانم کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

مستقیم ملک

اس نے کبھی غور کیوں نہیں کیا تھا کہ ملکی ہی ملک ہو سکتا تھا۔ اور وہ مہرو کا کزن بھی تھا۔

اسکے پاس نمبر بھی آسکتا تھا

حانم نے ملکی کو دیکھا تھا جو نظریں چراگیا تھا۔

"آرجے میری بات سنو۔"

!"تم خاموش رہو۔"

لکی کی بات پر آرجے دھاڑا تھا۔

"میں دنیا میں منافق لوگ دیکھے ہیں لیکن تم سے کم۔"

وہ حانم کی طرف بڑھا تھا۔

حانم کی پوری جان کانپ رہی تھی۔

، میں نے شاطر لڑکیاں دیکھی ہیں لیکن تم سے کم۔"

کیا کہا تھا تم نے کہ میری روح سے غلاظت لپٹی ہے۔ اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا ۔۔؟

وہ صور پھونک رہا تھا۔ اور حانم جل کر خاک ہو رہی تھی۔

اسکے پاس اپنی صفائی میں کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

سارے شبوت اسکے خلاف تھے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

آسمان پر پھیلی سیاہی کسی طوفان کی آمد کا پتا دے رہی تھی۔

مجھے زندگی میں پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ ام حانم دنیا کی سب سے الگ لڑکی ہے لیکن تم تو"

سب سے گھٹیا نکلی

آرجے نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھینرا تھا۔ اسکے بال بکھرے پڑے تھے۔

"بڑا غرور تھا نا تمہیں اپنے کردار پر۔ لیکن کس بات کا غرور ہے۔ یہ کاغذ دیکھ رہی ہو یہ"

تمہاری بد کرداری کا منہ بولتا شبوت ہیں !!

حانم آنکھیں مج گئی تھیں۔ وہ شاید آنکھوں میں آئی نبی کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

کچھ دن پہلے اسی گراونڈ میں وہ دنوں اسی موسم میں بیٹھے دنیا کے حسین ترین لوگ لگ رہے تھے۔ اور آج اسی گراونڈ میں انکی پرولت اتنی بد صورتی پھیلی تھی۔

وہ جس لڑکی کو میں نے دنیا میں پہلی بار نیک سمجھا تھا وہ میرے ہی دوست کی گرل فرینڈ" نکلی۔ یقین نہیں ہوتا

وہ خود بھی جل رہا تھا۔

اس وقت آرچے کا دل کر رہا تھا کہ وہ ہر چیز کو بھسپ کر دے۔
ملکی کو حانم کو اور پھر خود کو بھی۔

اسکی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں-- اور حانم بھسم ہو رہی تھی۔

دنیا میں آر جے کو اتنی نفرت کسی سے نہیں ہوئی می تھی جتنا اس وقت اسے اپنے سامنے کھڑی اس لڑکی سے ہو رہی تھی۔

"یہ تو سنا تھا کہ سوچو ہے کھا کر بلی جج کو چلی-- آج دیکھ بھی لیا"

hanm کا دل کیا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں دفن ہو جائیے

تمہیں تو سب نے الگ سمجھا تھا لیکن تم بھی وہی نکلی نا تمہرڈ کلاس، ماں باپ سے چھپ کر"

"مردوں سے باتیں کرنے والی

hanm نے مٹھیاں بھٹخی تھیں۔ اذیت کی ایک گھری لہ اسکے جسم و جان میں پھیل گئی تھی۔

آر جے نے گویا تابوت میں آخری کیل ٹھونکا تھا۔

حanim اور اسکا کردار اتنا بد صورت تھا یہ حanim کو آج پتا چلا تھا۔

، سنو۔۔ بس مکی ہی تھا یا پھر اور بھی تھے۔۔ کسی سے تو ملی ہوگی نا"

اور اب۔۔۔ اب کتنے لڑکوں سے چکر ہے تمara_??

وہ اس طرح سے بولتا نہ ملیت بھونڈا لگ رہا تھا۔

حanim نے کچھ کئے بنے واپسی کی طرف قدم بڑھائیے تھے۔

ڈیپارٹمنٹ کے باہر اجل منہ کھولے اسکا انتظار کر رہی تھی

، سب ختم ہوا تھا، سب کچھ، اور وہ خود بھی

"تم ایسے نہیں جاسکتی۔۔۔"

آر جے چلایا تھا۔۔ حanim کے قدم رکے تھے۔

بارش نے حانم کے خاک ہوتے وجود پر پہلی بوند برسائی می تھی۔

وہ مرے مرے قدموں سے مکی طرف بڑھی تھی۔ اس نے اپنی چادر کو لئے نہیں دیا تھا۔

اور تو تم مستقیم تھے نا میں عورت ہوں بھٹکنا مقدر تھا بھٹک گئی می، اللہ نے ہمیشہ "مستقیم کو صراط کے ساتھ رکھا ہے، صراط المستقیم۔ سیدھا راستہ تم کیسے بھٹک گئے تم تو مستقیم تھے ؟؟"

کتنی اتجائیں کی تھیں کہ معاف کر دو مجھے، نہیں کیا نا تم تو کر سکتے تھے نا تم تو مستقیم تھے

وہ رو رہی تھی۔ اسکی آواز زندہ چلی تھی۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔
مکی کا دل کانپا تھا۔

وہ کچھ کہنے لگا تھا لیکن حانم آرجے کی طرف بڑھ گئی می تھی۔

جو کچھ آپ نے کہا بالکل ٹھیک کہا، ایک ایک لفظ سچا ہے، میں کسی چیز سے انکار نہیں کر" ، رہی

لیکن میری ایک دعا ہے

جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائیے گا اور مُردوں کو قبروں سے اُٹھایا جائیے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو !!

حanim نے آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے کہا تھا۔

وہ پلٹی تھی۔

"! تم جیسی منافق لڑکی کو دیکھنا بھی کون چاہے گا--"

آرچے چلا کر کہا تھا۔

ڈیپارٹمنٹ سے باہر جنت روڈ جہنم کا روپ دھارے آگ کے شعلے اگل رہی تھی۔

، آج حanim سب ہارگئی تھی

اپنی معصومیت

اپنی بنسی

اپنا کردار

اپنا اعتماد

اپنی نیک نامی

اپنی ذات

اور شاید

اپنی زندگی بھی

، اسکی سانسوں کی ڈورا لجھ رہی تھی، حanim کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا

بارش کسی طوفان کی طرح برس رہی تھی۔

مکی نے نم آنکھوں سے اسے ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے دیکھا تھا، اور پھر سب ختم ہو گیا تھا !!



اسکی سانسوں کی ڈورا بجھ رہی تھی، حanim کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا
بارش کسی طوفان کی طرح برس رہی تھی۔

مکی نے نم آنکھوں سے اسے ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے دیکھا تھا، اور پھر سب ختم ہو گیا تھا !!

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا آر جے--"

مکی اسکی طرف بڑھا تھا۔

تم اپنی بکواس بند رکھو--"

آر جے نے مکی کو دھکا دیا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔

"— تم سب جانتے تھے، تم نے بتایا نہیں مجھے"

آرچے کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ تیز ہوا کے ساتھ بارش پتھروں کی مانند اونکے جسم سے
ٹکرا رہی تھی۔

"سب پتا تھا تمہیں، کیوں چھپایا مجھ سے-- کیوں ____؟؟؟"

مجھے نہیں پتا تھا کہ جس حanim کا تم ذکر کرتے ہو وہی ہانی ہے، جس دن میں نے اسے
یونیورسٹی میں دیکھا تب مجھے پتا چلا تھا

میں نے صرف اس لیئے نہیں بتایا کہ یہ کوئی می اتنی بڑی بات نہیں تھی، اور مجھے لگا تھا کہ
"تمہیں شاید برا گے گا

آرچے نے ڈرتے ڈرتے صفائی دی تھی۔

مجھے کیوں برا لگتا؟ کیوں برا لگتا ہاں۔؟ تم مجھے پہلے بتا دیتے تو میرے ذہن میں اسکی"

"اچھائی می کا خاکہ نا بنتا

آرجے کا دل جل رہا تھا، لیکن کیوں؟ یہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

مجھے لگا شاید تم حانم کو پسند کرتے ہو اس لیئے"

"پسند--؟ مائی سے فٹ"

"اے ایسی لڑکیاں نفرت کے قابل بھی نہیں ہوتیں

پہلے بھی ایسی ہزار لڑکیاں ہماری زندگی میں آئی می ہیں پہلے تو تم نے کبھی ایسے ری ایکٹ"

"نہیں کیا۔ پھر آج کیوں--؟؟

ملکی نے سوال اٹھایا تھا۔

کیونکہ وہ لڑکیاں جیسی ہوتی ہیں ویسی دکھتی ہیں، اچھائی می کا لبادہ پہن کر مردوں کو گمراہ نہیں"!
!اکرتیں--

آرجے نے مسہ پر ہاتھ پھیر کر بہتے پانی کو صاف کیا تھا۔

"!! وہ اچھی لڑکی ہے آرجے تم نے اسکے ساتھ اچھا نہیں کیا"

"تم اسکی اتنی طرفداری کیوں کر رہے ہو۔؟ تو نہیں عشق تو نہیں ہو گیا اس سے۔؟؟"

آرجے کا لمحہ جلا کر خاک کردینے کی مانند تھا۔

لکھی ساکت ہوا تھا۔

"_ دنیا میں واحد لڑکی حanim ہے جسکی میں نے دل سے عزت کی ہے"

لکی کا الجہ اسکی بات کی سچائی کا اعتراض کر رہا تھا۔

کیا اچھا ہے اس میں۔۔ کیوں کرتے ہو تم اس بدکردار لملکی کی عزت۔۔ اسکا تم سے افیئر رہا" "!! ہے

" شٹ اپ آر جے۔۔ جسٹ شٹ اپ"

لکی دھاڑا تھا۔ اس نے پہلی بار آر جے کے سامنے اس طرح بات کی تھی۔

بدکردار نہیں ہے وہ یہ تم بھی جانتے ہو، پوچھو اپنے دل سے"

اور جہاں تک بات ہے اسکی پارسائی می کی تو میں گواہ ہوں۔۔ ہاں میں گواہ ہو ام حانم کی
"!! پاکیزگی، اسکے ایمان کا

آر جے غصے مھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی لڑکی کی وجہ سے ان میں لڑائی ہوئی می تھی۔

اور آج میں وہ کنورسیشن ڈلیٹ کرنے والا تھا جب تم نے میرے ہاتھ سے موبائل چھینا"

اور میرا کوئی می غلط رشتہ نہیں تھا اس سے، کبھی بن ہی نہیں پایا، میری باتیں اور تمہارے ڈائیلاگ، اگر تمہیں یاد ہوں تو حانم کو اس راستے پر گھسیٹ ہی نہیں پائیے، اسکی حفاظت کی

گئی ہے، ایک لڑکپن کی نادانی کی وجہ سے تم نے اسے بدکراد بنا دیا، واہ !!

ملکی کی آواز رنده گئی می تھی اسے حانم کی حالت دیکھ کر خوف آیا تھا، وہ خاموش بنا بد دعا دیئیے چلی گئی اور ملکی اللہ کو ماننے والا تھا، اتنا تو وہ جانتا تھا کہ جو بد دعائیں دی نہیں جاتیں، وہ تباہ کر دیتی ہیں۔

پتا ہے جب اس نے مجھے کہا تھا کہ خدا سے ڈرے ابن آدم، خدا سے ڈر، میں واقعی ڈر گیا" !!" تھا

اسکلی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا جو بارش کی بوندوں جذب ہو کر گم ہو گیا تھا۔
مکی اب گراونڈ میں گئے ان اشتہارات کی طرف بڑھا تھا جو آرجے وہاں لگائیے تھے۔

تیز بارش نے ان اشتہارات کو کافی حد تک خراب کر دیا تھا
مکی نے ہاتھ بڑھا کر وہ سارے اشتہارات اتارے اور پھر پھاڑے تھے۔

آرجے لکڑی کے بیچ پر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھا تھا۔

تیز طوفانی بارش، اور بادلوں کی دل دہلا دینے والی گرج و چمک کی وجہ سے ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ
کے پاس بنے سیکیورٹی روم سے کوئی یہ گارڈ باہر نہیں نکلا تھا۔

جو سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ میں موجود تھے وہ ڈیپارٹمنٹ کے اندر کینٹین میں اور چھوٹے سے لان میں
بارش سے لطف اٹھا رہے تھے۔

مکی نے اپنے قدم ڈیپارٹمنٹ سے باہر کی جانب بڑھا دیئیے تھے۔ پورے جنت روڈ کے دونوں
طرف دیواروں پر گئے اشتہارات وہ اپنے ہاتھوں سے پھاڑ رہا تھا، جن پر ام حانم کا باقاعدہ
نام، سمیسٹر اور رولنمبر واضح تھا۔

لکی کے جانے کے پندرہ منٹ بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ آرچے کو اپنا دماغ گھومتا محسوس ہو رہا

تھا

وہ جنت روڈ پر پیدل چل رہا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے اپنے ساتھ کیا کیا تھا، وہ خود

نہیں جانتا تھا کہ اس نے آج کیا کھویا تھا

اسکے دماغ میں بس غصہ، اور نفرت بھری تھی۔

وہ اپنی نفرت میں اتنا انداہا ہو گیا تھا کہ اسے یہ نظر نہیں آیا کہ جنت روڈ کے دونوں طرف ایک

بھی اشتئار نہیں تھا

○ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ”

البقرہ

اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے " "وہ سخت سزا کے مستحق ہیں

حائز نہیں جانتی تھی کہ اس نے ڈیپارٹمنٹ سے ہائل کا فاصلہ کیسے طے کیا تھا۔۔۔؟ اسکا
دماغ سائی یں سائی یں کر رہا تھا۔۔۔

کمرے میں آنے کے بعد اس نے دروازے کو کندی لگائی ہی تھی۔

"اللہ"

بیگ بیڈ پر پھینکنے کے بعد اس نے دل دھلا دینے والی چخ ماری تھی۔ باہر بادلوں کی گرج و چمک
میں اسکی چخ کسیں دب کر رہ گئی ہی تھی۔

وہ فرش پر بیٹھ گئی می تھی۔ اور اپنے سر کو گھٹنؤں میں دیئیے ہے زیانی انداز میں رو رہی تھی۔

کتنی دعائیں مانگی تھیں اس نے اللہ سے کچھ بھی ہوجائیے اسے اسکی کم عمری کی ایک چھوٹی سی نادانی کی وجہ سے رسوانا کیا جائیے

وہ کبھی کسی شخص کے راز فاش نہیں کرتی تھی اور اس نے اللہ سے بد لے میں یہی امید لگائی می تھی، پھر کیسے آج اسے رسوانا کر دیا گیا

، حانم کا دل پھٹ رہا تھا

، اس نے زندگی میں پہلی بار موت کی خواہش کی تھی
اتنی تزلیل، اتنی رسوائی می--؟؟

ـ حانم کا لگ رہا تھا جیسے اسکے دماغ کی کوئی می رگ پھٹ جائیے گی

کیوں ہوا تھا اسکے ساتھ ایسا ـ؟؟

"اللہ"

اسکا رواں رواں تڑپ رہا تھا، اور اللہ کو پکار رہا تھا

اسکا سسکیاں لیتا وجود آہستہ آہستہ ساکت ہوا تھا اور وہ فرش پر ڈھے گئی تھی۔

"ماہم تمہاری بانی سے بات ہوئی می ہے کیا--؟؟"

آسیہ بیگم نے ماہم سے پوچھا تھا۔

"نہیں امی--"

ماہم نے موبائل سے نظریں اٹھا کر جواب دیا تھا۔

پتا نہیں میری کل سے اس سے بات نہیں ہوئی می، عجیب سادل ہو رہا ہے، اللہ خیر"

___!!-- کمرے

"امی آپ فون کر لیں--"

ماہم نے مشورہ دیا تھا۔

___!!-- کب سے نمبر ملا رہی ہوں بیل جا رہی ہے لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہی"

آسیہ بیگم کے لمحے میں واضح پریشانی تھی۔

اچھا آپ پریشان نا ہوں مصروف ہو گی، یا سوئی می ہو گی، اسکا موبائل اکثر سائی یلنٹ پر ہوتا ہے"

"___ جب دیکھے گی تو کر لے کی آپکو فون

ماہم نے حوصلہ دیا تھا لیکن آسیہ بیگم کے دل کو قرار نہیں آیا تھا۔

وہ بے چینی میں بار بار حانم کا نمبر ملا رہی تھیں۔

ایک عجیب سے احساس کے ساتھ حانم کی آنکھ کھلی تھی

کمرے میں اندر ہیرا تھا، اذان کی آواز آرہی تھی۔

اسے اپنے سر سے درد کی ٹھیکیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس وقت کی اذان ہو رہی تھی

اور اذان کی آواز اسکے زندہ ہونے کا شبوت تھا۔

وہ ٹھنڈے فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی

دماغ میں ایک فلم سی چلنے لگی تھی۔ حانم کی سکلی ابھری تھی۔

"امی"

وہ دوبارہ پھر رو دی تھی۔ دماغ سے اٹھنے والا درد اسے پاگل کر رہا تھا۔

فون کی گھنٹی نج رہی تھی۔

حانم میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ مشکل سے اس نے بیڈ تک پہنچ کر بیگ سے فون نکالا تھا۔

موبائل کی تیز روشنیوں اسکی آنکھوں سے ٹکرائی می تو اسکے دماغ میں ایک چھجن سی ہوئی می تھی۔

آسیہ بیگم کا فون تھا۔ حانم کا دل تڑپ اٹھا تھا۔

"ہیلو امی"

حانم کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

"کہاں ہو تم ہانی میں کب سے فون کر رہی ہوں فون کیوں نہیں اٹھا رہی ہو--؟"

آسیہ بیگم پریشان سی پوچھ رہی تھیں۔

"امی--"

حانم رو دی تمھی۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک تو ہونا۔۔؟؟"

اسے سکیاں سن کر آسیہ بیگم کا دل لرز اٹھا تھا۔

"امی میرا سر"

حانم سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"کیا ہوا سر کو۔۔؟؟ درد ہورہا ہے۔۔؟؟ دوائی لے لیتی۔۔ مہرو کہاں ہے۔۔؟؟"

"_ مہرو نہیں ہے "

حانم مشکل سے بول پائی می تھی۔

"!!_ اچھا میں ڈائیور کو بھیج رہی ہوں تم فکر نا کرو بس تیار رہو یا میں آجائو ساتھ"

آسیہ بیگم خود بوکھلاگئی می تھیں۔ وہ پہلے ہی حانم کے ہائل جانے پر راضی نہیں تھیں اب اسے تکلیف میں دیکھ کر انکی خود کی جان ہوا ہو رہی تھی۔

"!!_ ڈائیور انکل کو بھیج دیں "

حانم مشکل سے کہہ کر فون بند کر چکی تھی۔

اسے روشنی تکلیف دے رہی تھی۔

بیگ سے بوتل نکال کر ایک گھونٹ پانی پیا تھا

وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن آرجبے کا حقارت بھرا لمحہ اور آنکھیں بار بار اسکے سامنے آ رہی تھیں۔

اس نے کمرے میں لگا زیرو بلب روشن کر کے اپنے کچھ کپڑے بیگ میں رکھے تھے، اپنے گلے کپڑے بدلتے کی اس میں سکت نہیں تھی۔

اسکا وجود ابھی بھی کانپ رہا تھا، سکیاں تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

ڈائیور کا انتظار کرتے کرتے ایک بار پھر وہ بے ہوشی کی دنیا میں چلی گئی تھی۔

"، پریشان مت ہو آسیہ سب ٹھیک ہو گا ان شاء اللہ"

حمدان انکل انہیں سمجھا رہے تھے۔

حمدان میری بچی سکیوں سے رو رہی تھی۔ اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب وہ شدید تکلیف "۔

"میں ہو--"

حمدان انکل کچھ دیر پہلے آفس سے آئیے تھے۔ آسیہ بیگم کو یوں پریشان اور آنسو صاف کرتا دیکھ کر وہ خود پریشان ہو گئیے تھے۔

تم مجھے کال کر دیتی میں چلا جاتا ہانی کو لینے، یا پھر خود چلی جاتی۔۔۔ بس اب ڈائیور اسے لے

"کر آتا ہی ہو گا تم پریشان نا ہو۔۔۔

وہ اسے دلا سہ دے رہے تھے۔

"!! اپر سے موسم اتنا طوفانی ہو رہا ہے میرا دل جانے کیوں بہت گھبرا رہا ہے"

"اچھا میں رحیم کو کال کر کے پوچھتا ہوں تم پلیز پریشان مت ہو۔۔۔"

وہ اپنا موبائل نکالنے ہوئیے اٹھ کھڑے ہوئیے تھے۔

دروازے پر دستک کی زور دار آواز اسکے دماغ پر ہستھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔

حanim نے مشکل سے آنکھیں کھولی تھیں۔

ام حanim تمہارے گھر سے ڈائیور تمہیں لینے آیا ہے۔۔۔ وہ کب سے باہر تمہارا انتظار کر رہا"!! ہے

یہ حanim کے ساتھ والے روم کی لڑکی تھی۔

حanim نے مشکل سے اٹھی تھی اور پھر دروازہ کھولا۔

باہر انہیں پھیل گیا تھا۔ بارش ابھی بھی ہلکی ہلکی سی جاری تھی۔

کبھی یہ موسم حانم کی جان ہوتا تھا، اور آج اسی موسم میں اسکی جان لی گئی تھی۔

"کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے"

حمدنے نے اسکی سرخ اور سو جھن زدہ آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

"نہیں طبیعت ٹھیک نہیں ہے"

حانم نے آنسوؤں کا گولالے میں ہی روکتے ہوئے مشکل سے جواب دیا تھا۔

وہ اپنا بیگ اٹھا لائی تھی اور ٹیبل پر پڑا تلاا بھی۔

اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"لاؤ میں لگا دیتی ہوں"

حمدنے نے اسکے ہاتھ سے تالا پکڑا تھا۔

حانم کے قدم اب باہر کی طرف اٹھ رہے تھے۔ حمدنے نے پیشانی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

انڑی گبیٹ پر انگوٹھا لگانے پر انڑی کر کے وہ باہر نکل آئی تھی۔

لڑکیوں کی ہنسی کی آوازیں اسے پاگل کر رہی تھیں۔ سب وہاں خوش تھے۔

باہر کینٹ پر لڑکیوں کا رش لگا تھا۔

تیز روشنیوں میں پودوں پر پڑے بارش کے قطرے متیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

اب وہ ہاسٹل گبیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

اس نے ایک الوداعی نظر اپنے ہاسٹل پر ڈالی تھی۔ حامنم کا دل بھر آیا تھا۔ رحیم انکل نے آگے بڑھ کر اسکا بیگ پکڑا تھا۔ وہ غائب دماغی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

میں کب سے آپکا انتظار کر رہا ہوں ہانی بیٹا آنے میں اتنی دیر لگادی۔۔۔ گھر سے صاحب کا کتنی "بار فون آچکا ہے !!

رحمیم انکل پریشانی سے کہ رہے تھے جبکہ حanim آنکھیں بند کیتے سیٹ سے ٹیک لگائیے خوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھی۔

آسیہ بیگم ہانی کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھیں جب انہوں پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بھاگ لیں

"ہانی بیٹا۔۔"

رحمیم انکل نے اسے آواز دی تھی۔

نا وہ مکمل حواسوں میں تھی اور نا بے ہوشی میں۔۔

"آنکھیں کھولو بیٹا گھر آگیا ہے"

وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور پھر کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔
رحمیم انکل نے اسکی ناساز طبیعت کو دیکھتے ہوئے سے گاڑی سے باہر نکل کر اسکی جانب والا دروازہ کھولا تھا۔

ورنہ وہ اس بات کا بہت غصہ کرتی تھی۔ اپنا بیگ خود پکڑتی تھی اور دروازہ بھی خود کھولتی تھی۔
اسے بی بی جی کملوانا نہیں پسند تھا اس لیئے رحمیم انکل اسے اسکے نام سے پکارتے تھے۔
وہ مرے مرے قدموں سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔

"ہانی--"

آسیہ بیگم اسکی طرف بڑھی تھیں۔

حانم کا انہیں دیکھ کر دل بھر آیا تھا۔ وہ انکے لگ کر خوب روئی می تھیں۔

"کیا ہوا ہانی--؟ تم ٹھیک ہونا--؟؟"

وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"چلو اندر--"

وہ اسے اندر لے آئی تھیں۔

!!! میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے مجھے سونا ہے"

وہ کمرے میں جاتے ہوئے بولی تھی۔

اچھا تم جاؤ میں چائی سے بنائے کپڑے کیوں بھیگے ہوئے

"ہیں---؟؟"

آسیہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئیے تھے۔

کچھ دیر بعد حمدان انکل اپنے کمرے سے باہر نکلے تھے۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ انہوں نے ہانی کو اپنے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔؟"

وہ آسیہ بیگم سے پوچھ رہے تھے۔

"! نہیں۔ مجھے لگتا ہے اسے بہت تیز بخار ہے"

آسیہ بیگم نے بتایا تھا۔

"میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں--"

وہ پریشان سے ڈاکٹر کا نمبر ملا رہے تھے۔ جبکہ آسیہ بیگم کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

جواد اکیڈمی گیا تھا جسے اب رحیم انکل لینے کئیے تھے جبکہ ماہم سوئی می ہوئی تھی۔

ملازم حانم کو یوں کھویا کھویا سادیکھ کر پریشان ہو گئیے تھے۔

حانم نے اپنے کمرے میں آگر سب سے پہلے دروازہ لاک کیا تھا۔

پھر اس نے اپنا موبائل نکال کر اسے میز پر رکھا تھا۔ اسے اس موبائل سے شدید خوف آریا تھا۔

اسے لگ رہا تھا کہ ابھی سب لوگ اسے کال کریں گے۔۔۔

سب اسکا مذاق اڑائی میں گے۔۔۔

ان اشتہارات پر اسکے دونوں نمبر تھے۔

"نمیں ایسا نمیں ہو سکتا۔۔۔"

وہ چلائی تھی۔ اس نے میز پر رکھا بھاری گلدان اٹھا کر موبائل پر دے مارا تھا۔

موبائل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔

ٹوٹے پھوٹے موبائل کو اس نے الٹ کر اس میں سے سم نکالی تھیں جسے اس نے واش روم میں جا کر پانی میں بہا دیا تھا۔

"بدکرا د ہو تم"

آر جے کی آواز کسی ہتھوڑے کی طرح اسکے سماعت سے ٹکرائی می تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی می اسکے کانوں میں پکھلا سیسیہ انڈیل رہا تھا۔

وہ روئی می تھی-- بہت روئی می تھی-- سسکیوں سے۔

اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

آہستہ آہستہ حانم کو سب گھومتا محسوس ہوا تھا۔ ہر طرف اندر ہیرا پھیل گیا تھا۔
اسکے دماغ میں درد کی ایک اٹھیں اٹھی تھی اور پھر وہ چکرا کر گر چکی تھی۔

"ہانی دروازہ کھولو۔"

آسیہ بیگم کب سے دروازہ کھلکھلا رہی تھیں لیکن حانم دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔

"کیا ہوا امی۔"

ماہم اپنی کمرے سے باہر نکلی تھی لیکن حانم نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

شور کی آواز پر حمدان انکل بھی ادھر آگئیے تھے۔

ہر کمرے کی ایک دوسری چابی موجود تھی۔

آسیہ بیگم بھاگ کر اپنے کمرے سے چابیوں کا گچھا اٹھالائی ہی تھیں۔

وہ بری طرح سے ہانپ رہی تھیں۔

گھر کے سارے ملازم بھی ڈرے ہوئے تھے۔

آسیہ بیگم روہی تھیں۔ کمرے کا دروازہ کھولا گیا تھا۔

سامنے وہ بے سدھ پڑی تھی۔

"ہانی---"

آسیہ بیگم چلاتے ہوئے اسکی جانب بڑی تھیں لیکن حانم اپنے ہوش کب کی کھوچکی تھی۔

رات ہو گئی تھی ملکی گھر نہیں آیا تھا۔ آرجے لاؤنج میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔

اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔

آرچے کا دماغ گھوما تھا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ مکی اسے بتا کر جاتا تھا۔ اور اس کا نمبر کبھی بند نہیں ہوا تھا۔

آرچے نے کبھی خود کو کسی نئے کا عادی نہیں بنایا تھا۔ اور اس وقت اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کرے۔

لاؤنج میں رکھی میز کے دراز سے اس نے سگریٹ نکالا تھا۔ اسے جلانے کے بعد اب وہ دھوئی میں اڑا رہا تھا۔

، لیکن میری ایک دعا ہے ”

جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائیے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھایا جائیے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس بھی سامنا نہ ہو !!

دھوئی میں کے مرغلوں میں اسے حانم کا چہرہ نظر آیا تھا۔

جتنا حانم کی آنکھوں میں دکھ تھا اتنا ہی آرچے کی آنکھیں نفرت اور حقارت سے لبریز تھیں۔

"کیا مصیبت ہے یار"

آرجے نے سگریٹ کو دور پھینکا تھا اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

کے باہر رکے صوف پر بیٹھی بری طرح سے رو رہی تھی۔ ICU آسیہ بیکم
جانم کو نرس بیک ڈاؤن ہوا تھا۔ داکٹر نے کہا تھا اسے کوئی می گمراہ صدمہ پہنچا ہے۔

حمدان صاحب بہت زیادہ پریشان تھے۔

"آخر کیا ہوا تھا یونیورسٹی یا ہائلی میں جو حانم کی یہ حالت ہو گئی می"

وہ سوچ رہے تھے۔

ہیں۔ آپ لوگ دعا کریں کہ مریضہ کو ہوش critical لگے پو بیس گھنٹے مریضہ کیلئے بہت ”

”!! آجائیے

ڈاکٹر کی باتوں نے آسیہ بیگم کے دل کو ترپا کر رکھ دیا تھا۔

آخر اجل اپنا کام کر ہی گئی تھی

وہ جسم جیسی آگ میں ترپ رہی تھی

زندگی اور موت کی جنگ لڑتی حانم

!! آرچے کو احساس بھی نہیں تھا کہ اس نے کسی حانم کو ختم کر ڈالا تھا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے

حانم کو دو دن بعد ہوش آیا تھا۔ آسیہ بیگم کی جان میں جان آئی تھی۔ یہ دو دن انکے لیئے سولی پر لٹکنے کے برابر تھے۔

جیسے ہی حانم کو ہوش آیا تھا۔ آرچے کے الفاظ کسی گھات لگائیے بیٹھے دشمن کی طرح اس پر حملہ آور ہوئیے تھے۔

"____ میں نے کچھ نہیں کیا"

وہ چلائی تھی۔

حمدان صاحب اسکی طرف بڑھے تھے۔ آسیہ بیگم نماز پڑھ رہی تھیں۔

!!ہانی بیٹا کچھ نہیں ہوا تم ٹھیک ہو۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ ریلیکس۔۔"

وہ اسے پرسکون کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"میں ڈاکٹر کو بلا تا ہوں--"

یہ ضیاء جبیل تھے جو حمدان صاحب کے دو دن آفس نا آنے پر ہاسپیٹ آگئی سے تھے۔ انہیں حمدان صاحب نے ہی ہانی کی خراب طبیعت کا بتایا تھا۔ وہ ہانی کی عیادت کیلئے آئی سے تھے۔ دونوں بہت اچھے دوست تھے۔

"انگل-- وہ آ-- آر-- آرجے"

ہانی با مشکل بول پائی می تھی۔ وہ رو رہی تھی۔

آرجے کے نام پر ضیاء جبیل کے قدم ساکت ہوئی سے تھے۔

"!! کیا ہوا-- کون آرجے"

حمدان انگل نے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔

"انکل-- وہ-- میں نے کچھ نہیں کیا۔ جاؤ یہاں سے میں نے کچھ نہیں کیا"

وہ دروازہ کی طرف دیکھ کر چلائی تھی۔ اسے وہاں آر جے کھڑا مسکراتا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس پر قبضے لگا رہا تھا۔

ڈاکٹر نے کمرے میں آنے کے بعد اسے نیند آور انجیکشن لگایا تھا۔

انہیں کمرے سے باہر نکال دیا گیا تھا۔

"اکہاں پڑھتی ہے تمہاری بیٹی حمدان____؟؟؟"

ضیاء جبیل نے اپنے خشک ہوتے گئے کے ساتھ ہانی کے متعلق پوچھا تھا۔

حمدان انکل نے پریشانی سے انہیں حانم کی یونیورسٹی کا بتایا تھا۔

آرچے بھی وہیں پڑھتا ہے۔۔ اسی یونیورسٹی میں اور اسی سجیکٹ میں وہ ماسٹر کر رہا ہے یہ ضرور"!
 !! اس نے ہی کچھ غلط کیا ہوگا
 ضیاء جبیل سوچ کر رہ گئی ہے تھے۔
 انہیں حانم کی حالت دیکھ کر اس پر ترس آ رہا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے اس لڑکی کے ساتھ ____"؟؟؟
 آرچے کو ضیاء جبیل کی کال آئی تھی۔ وہ اسے کبھی کبھی فون کرتے تھے۔ لیکن اس طرح
 اتنے غصے میں کبھی بات نہیں کی تھی۔
 وہ گویا دھاڑ رہے تھے۔

"کوئی لڑکی بڑے دیڈ--؟"

آرچے حیران ہوا تھا۔

زیادہ معصوم مت بنو۔۔ حمدان کی بیٹی کی بات کر رہا ہوں۔۔"

جانتے ہو وہ بنس پارٹنر ہے میرا۔۔ ساٹھ فیصلہ شیئر رز کا مالک ہے وہ میری کمپنی

میں !!"

حمدان---"

آرچے زیر لب بڑھایا تھا۔ اسکی زندگی میں جتنی بھی لڑکیاں آئی تھیں وہ اسے اپنا شجرہ نسب بتا دیتی تھیں جو آرچے کو ہمیشہ یاد رستا تھا۔

یہ پہلی بار ہوا تھا۔۔ اسے یاد تھا اسکی کسی گرل فرینڈ کے باپ کا نام سلیٹھ حمدان نہیں تھا۔

ہاں حمدان-- وہ لڑکی اسکی بیٹی ہے جسکے ساتھ تم نے پتا نہیں کیا کیا ہے اور اس وقت "ہا سپیٹل میں ہے نرس بریک ڈاؤن ہوا ہے اسے-- اگر اسے کچھ ہوا ہو گیا نا تو تمہاری خیر نہیں !!

وہ غصے سے دھاڑتے فون بند کر پکھے تھے۔

"واٹ ربش---"

آرجے کا دماغ گھوما تھا۔ وہ پہلے ہی بری طرح ڈسٹرپ تھا۔ اب پتا نہیں کس کی غلطی اور گناہ کا اسے قصور وار ٹھہرا�ا جا رہا تھا اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

آٹھ دن ہا سپیٹل میں رہنے کے بعد وہ گھر آئی تھی۔

سب کچھ بدل گیا تھا۔ حانم کی رنگت میں زردیاں گھل گئی تھیں۔

اسے ہر طرف آر جے نظر آتا تھا۔۔ قمیے لگاتا ہوا۔۔

وہ اس پر کسی آسیب کی طرح مسلط ہو گیا تھا۔

جاں بیہاں سے۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ میں کسی سے نہیں ملی۔۔ جاؤ جان چھوڑو" میری !!

وہ صوفے پر رکھ کش انٹھا انٹھا کر لؤںج کے دروازے پر مار رہی تھی جماں اسے آر جے نظر آ رہا تھا۔

اسے ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا۔۔ آر جے کا گھر پاس ہی تھا۔

حانم کو لگتا تھا کہ وہ ابھی آئی رے گا اور سب کو اسکی اصلیت بتائی رے گا۔

" کیا ہوا ہانی۔۔ کوئی یہ نہیں ہے وہاں پر"

آسیہ بیگم نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔ مجھے دور جانا ہے بہت دور پلیز انکل مجھے کہیں دور بھج دیں"

!! پلیز

وہ آنسوؤں سے بھیگے چرے کے ساتھ حمدان انکل کی منتیں کر رہی تھی۔

حمدان انکل اسکی باتیں سن کر گھری سوچ کا شکار نظر آرہے تھے۔

یہی صلاح انہیں ڈاکٹر نے بھی دی تھی کہ پنجی کو کچھ دنوں کیلیتے یہاں سے دور لے جائیے--

وہ کچھ سوچ کر اٹھ گئیے تھے۔ یقیناً وہ اس سوچ پر عمل پیرا ہونے والے تھے۔

آج پورے ایک مہینے بعد 28 اپریل کے دن آرجے کو مکی کی کال آئی تھی۔
پہلی بار آرجے نے مکی کے بغیر اتنے دن گزارے تھے۔

"کہاں مر گئیے تم مکی۔۔۔ کہاں چلے گئیے ہو یار"

آرجے بہت غصے میں تھا۔

!"بد نصیبی کے مرا نہیں لیکن ڈر ہے کہ سزا سے پہلے موت نہیں آئیے گی"
مکی عجیب سے لمحے میں بول رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔۔۔؟؟"

آرجے نے پوچھا تھا۔

تمہیں یاد ہے آرچے تم نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ تم نے خواب میں ہانی کو آگ میں دھکا"

میں دے دیا تھا !!!

"اسکا ذکر کیوں کر رہے ہو۔۔؟؟"

آرچے نے غصے سے کہا تھا۔

"ایسا ہی ہوا تھا نا۔۔؟؟"

مکی پوچھ رہا تھا۔

"ہاں لیکن۔۔ اس بات کا اس وقت کیا مقصد۔۔؟؟"

آرچے الجھا تھا۔

مبارک ہو۔۔۔ تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا آر جے۔۔۔ تم نے جیتے جی ام حانم کو جنم میں "دھکیل دیا ہے۔۔۔

تم نے اسے آگ کے اس دریا میں پھینکا ہے جس میں نا صرف اسک جسم بلکہ روح بھی جھلس گئی ہو گی !!!

ملکی کی بات سن کر ایک پل کو آر جے کا دل رکا تھا۔
وہ دنگ رہ گیا تھا۔



وہ دونوں ابھی ڈیپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر تھیں جب دوسری جانب سے اچھلتے کو دتے ڈیپارٹمنٹ کی طرف آتے ملکی کی نظر مرو کے ساتھ چلتی حانم پر پڑی تھی۔

وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے رکا تھا۔

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

مہرو کے ساتھ جو لڑکی تھی کیا وہ واقعی وہی تھی جسے وہ جانتا تھا۔۔۔

وہ سو فیصد وہی تھی۔۔۔

"ہانی۔۔۔"

ملکی نے زیر لب دہرایا تھا۔

اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ہانی کو یوں اپنے سامنے دیکھے گا۔

"ملکی۔۔۔"

مہرو کی آواز پر اسکا سکتہ ٹوٹا تھا۔ ملکی حanim کو اپنے ساتھ لیے اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

کہاں گم ہوتے ہو تم ملکی۔۔۔؟؟؟"

!! اس سے ملویہ میری سب سے پیاری دوست ہے ام حanim عرف ہانی--

اصل جھٹکا ملکی کو اب لگا تھا۔

اسے محسوس ہوا تھا کہ اسکے کانوں نے کچھ غلط سننا ہو۔

ام حanim "یہ نام وہ کتنی مرتبہ آرجے کے منہ سے سن چکا تھا۔"

اسکو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ ہانی ہی ام حanim تھی۔

"!! اور ہانی یہ میرا کرن ہے مستقیم عرف ملکی--- سب اسے ملکی ہی بلا تے ہیں--"

"آسلامُ عَلَيْكُمْ ---"

حanim نے مسکرا کر سلام کیا تھا۔ اسے وہ لڑکا حلیے سے تھوڑا عجیب لگا تھا۔

ملکی نے ہاتھ بڑا کر اپنی پیشانی پر آئی سے پسینے کو صاف کیا تھا۔

اگر آر جے کو پتا چل گیا کہ--"

اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکا تھا۔

!" مجھے کچھ کام ہے میں آتا ہوں--"

وہ بنا سلام کا جواب دیے واپس پلت گیا تھا۔

مکی بات سنو--"

!" تم آر جے سے ملنے آئے ہو گے نا-- پلیز مجھے اس سے ملوادو--

مرہو چلائی می تھی لیکن وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سٹوڈنٹس کے ہجوم میں غائب ہو گیا تھا۔

"تم میں کیا ضرورت ہے آر جے سے ملنے کی--؟؟"

ح انم کا مود گڑا۔

ویلے ہی یار دل کر رہا تھا۔۔ آر جے کونسا روز ڈیپارٹمنٹ آتا ہے کل آیا تھا اتنے دنوں میں آج پتا"!
! نہیں وہ آئیے گا یا نہیں--

مہرو اس سے ملنا چاہتی تھی جبکہ حانم نے اسکی اس خواہش پر افسوس کیا تھا۔

"حشام آپ---؟؟"

ماہی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسکے سامنے حشام جبیل کھڑا تھا۔۔ اور تو اور اس نے خود ہی ماہی کو مخاطب بھی کیا تھا۔

!"! معاف کجیے گا۔۔ میں کوئی می اور سمجھا تھا۔۔"

وہ معذرت کرتا پلٹ گیا تھا۔

"بات تو سنیں حشام--"

وہ اسے پیچھے لیکی تھی۔ البتہ ایک دم ڈوب کر ابھرا تھا جب حشام نے کسی اور کا ذکر کیا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے ماہی کے سر میں درد رہنے لگا تھا اور بال بھی روکھے سے ہو رہے تھے۔

آسیہ بیگم نے اسے تین چار آیل کو مکس کر کے بالوں میں لگانے کا کہا تھا۔

اس وقت اس نے وہی کام کیا تھا ہوا تھا۔ ایلا کو کچھ چیزیں لینے تھیں۔ وہ ماہی کو زبردستی اٹھا

لائی ہی تھی۔ اور ماہی نے بالوں کو باندھ کر گلے میں لئکا سفید سکارف سر پر حجاب کی طرح چپکے لیئے تھا جس پر حشام دھوکا کھا گیا تھا۔

"آپ یہاں کے ڈھونڈ رہے تھے--؟؟؟"

ماہی نے اسکے پیچھے چلتے ہوئے سے پوچھا تھا جبکہ حشام کو کوفت ہوئی ہی تھی۔

وہ اب خود کو کوس رہا تھا کہ کسی بھی انجان لڑکی کو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"آپ کو اس سے مطلب مس ماہین--؟"

اس نے ٹھہر کر سرد سے لجے میں پوچھا تھا ماہی کے چہرے کا رنگ ایک دم پھیکا پڑا تھا۔

"نمیں---مم---میں-- وہ--"

ماہی سے کوئی می جواب نہیں بنا تھا۔

"اللہ حافظ--"

وہ سپاٹ لجے سے کھتا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ ماہی ایک بار پھر اسے نم آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں سیمینار روم میں بیٹھی تھیں۔ حانم نے شکر ادا کیا تھا اب تک اسے آر جے کیں نظر نہیں آیا تھا۔

سو سائی نے ایک سیمینار رکھا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ میں موجود اس سو سائی کا مقصد سٹوڈنٹس میں اور خاص طور پر نئیے آلبے والے سٹوڈنٹس میں شعور کو اجاگر کرنا تھا۔

یہ سو سائی ڈیپارٹمنٹ میں ہر ہفتے میں ایک بار سیمینار کرواتی تھی۔
جہاں سٹوڈنٹس کو بولنے کا موقع دیا جاتا تھا۔

پہلی ڈسکشن ہوتی تھی۔ سٹوڈنٹس اپنے لیڈرز خود پختے تھے اور پھر مختلف موضوعات پر بحث شروع ہوتی تھی۔

محمد عثمان ملک ڈیپارٹمنٹ کا سب سے سینئیر سٹوڈنٹ تھا جو President سو سائی کا کافی ذہین اور سمجھدار انسان تھا۔

آہستہ آہستہ سیمینار روم سٹوڈنٹس سے بھر نے لگا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ کے دو ٹھپرز وہاں پر کوآڈینیٹر کے طور پر موجود تھے۔

حanim کو یہ سب کافی دلچسپ لگ رہا تھا۔

!! پرینیڈٹ کی پرسنلیٹی اچھی ہے--"

حanim نے کمینٹ کیا تھا۔

سیمینار شروع ہو چکا تھا۔ ڈائیز پر کھڑے ہوئے عثمان ملک نے بولنا شروع کیا تھا۔

میں یہاں پر تمام نیو سٹوڈنٹس کو ویکم کرتا ہوں--"

جبیسے کہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہمارا سینما کروانے کا مقصد سٹوڈنٹس کو بولنے کا موقع دینا ہے--- ہر انسان کے ذہن میں ہر موضوع سے متعلق کچھ ناکچھ سوال ہوتے ہیں-- اور !! انہی سوالوں کا جواب دینے میں ہر بار نئی سے موضوعات کو لے کر آتا ہوں--

سلام دعا کے بعد وہ شائی ستگی سے کہہ رہا تھا۔

اس بار میرا موضوع بہت عام سا ہے-- لیکن صرف سننے اور دیکھنے میں-- میں اور میری ٹیم "اس موضوع پر روشنی ڈالنا چاہیں گے کچھ الگ طریقے سے-- آپکے سوال ہونگے اور ہمارے جواب--

آج کا ہمارا موضوع ہے-- "اسلام سے لوگ ڈرتے کیوں ہیں--؟؟ ؟ لوگ اس مذہب کو ایک فوپیا سمجھتے ہیں--"

"کیا مطلب اسکا اب مذہب پر بحث ہوگی--؟؟ ؟"

حامنم کو برا لگا تھا۔

!!سُن تو لو یار وہ کیا کہہ رہا ہے-- باقی بعد میں فیصلہ کرنا۔"

مہرو نے اسے چپ کروایا۔

ہم ان پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے کہ کن وجوہات کی بنا پر لوگوں کو اسلام فوبیا ہے-- اور کن "باتوں اور کاموں سے ہم اس فوبیا کو اور اسلام کے ساتھ گے دہشت گردی کے ٹائی ٹل کو ختم کر سکتے ہیں۔؟؟-

اس نے اپنے پہلے میمبر کو دعوت تھی۔ جس نے اسلام کی حقیقت پر روشنی ڈالی تھی۔ اور بتایا تھا کہ کیسے اسلام امن و سلامتی والا ملک ہے---

اسکی تقریر سن کر سٹوڈنٹس کافی پڑوش ہو گئیے تھے۔

"اسلام ایک حقیقی اور بہترین مذہب ہے--"

اب اس پر میں اپنی بہت ہونہار ٹیم میمبر کو دعوت دونگا۔

وہ لڑکی اسیج پر آئی تھی اور اس نے دلائیل اور واقعات سے ثابت کیا تھا اسلام ایک بہترین اور حقیقی مذہب ہے--

یہ موضوع ایسا تھا کہ وہاں بیٹھا کوئی می بھی سلوڈنٹ مذہب پر سوال نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔

چونکہ نئی سال کا آغاز تھا تو سیمینار کا آغاز بھی اللہ اور اسکے دین سے کیا گیا تھا۔

"Any Question..??"

لڑکی نے تقریر کرنے بعد سلوڈنٹس سے پوچھا تھا۔

اسکی تقریر پر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ بیشک کو اچھا بولتی تھی۔

"I have a Question Miss"

آواز پر سب نے پلت کر دیکھا تھا۔ آرجے سب سے آخر میں بیٹھا تھا۔ اور اس وقت وہ کھڑا تھا اپنا سوال لیتے۔۔

"یہ کب آیا۔۔؟"

!! حانم نے اسے دیکھ کر اپنا چہرہ چھپایا تھا جیسے وہ اسے ہی ڈھونڈ رہا ہو۔۔

آپ نے کہا کہ اسلام ایک حقیقی مذہب ہے۔۔!! میں اس موضوع پر میں کچھ کہنا چاہوں" گا۔۔ کیا میں وہاں آسکتا ہوں۔۔؟

اس نے پوچھا تھا۔

"یہ شور پلیز۔۔"

عثمان ملک نے اسے آنے کی اجازت دی تھی۔

وہ پورے اعتماد سے قدم اٹھاتا اسیج کی طرف بڑھا تھا۔

"یہ کیا کرنے والا ہے--؟"

حانم کو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا وہ کچھ الٹ ہی بولنے والا تھا۔

ڈائیز پر پہنچنے کے بعد آرچے نے اپنا موبائل سامنے نظر آتی سکریں یعنی پرو جیکٹر سے ایج کیا تھا۔

اچانک سکریں پر ایک بھری جہاز نظر آنے لگا تھا۔

وہاں بیٹھا ہر سو ڈنٹ حیران تھا۔ سب دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس جہاز کا مذہب سے کیا تعلق تھا۔؟؟

اب وہ ڈائیز سے اسیج کی طرف چلا گیا تھا۔

"یہ جو آپ ایک بھری جہاز دیکھ رہے ہیں نا، یہ آپ کو پاگل کر سکتا ہے۔۔۔"

آر جے نے بولنا شروع کیا تھا۔

!!... سٹوڈنٹس، توجہ"

اب میں آپ کو ایک معتمد بتانے لگا ہوں جس نے گزشتہ 2 ہزار برس سے انسانی دماغ کو پلپلا" کیے رکھا ہے۔ جوں جوں دماغ کی وسعت بڑھتی جا رہی ہے، اُتنا ہی یہ معتمد دی بناتا جا رہا ہے دماغ کی۔ آپ بھی سنبھلے اور دماغ کے پیچ ڈھیلے کیجیے۔

یہ معتمد 50 برس بعد از مسیح دور کے ایک یونانی ڈرامہ نگار اور رائٹر "پلوٹارش" نے اپنے ڈرامے بادشاہ تھیسیس کی زندگی "میں پیش کیا ہے۔"

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ تھیسیس اور نوجوان ایسخنا شہزادی دُور دراز کے رومی جزیرے کریٹ سے لکڑی کے ایک بھری جہاز میں سوار ہوئے اور یونانی جزائر کی سیر فرمائی۔ یہ شاہی جوڑا

یونانیوں میں بہت متبرک سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ یونان کے مرکز اسٹھنر کا نام ہی ابھنا شہزادی کے نام پر ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ اسٹھنر کے باسیوں نے اُس تاریخی جہاز کو "تھیسیس کا جہاز" نام دے کر تبرک کے طور پر اپنی بندرگاہ میں کھڑا کر لیا یہاں تک کہ ڈھائی سو برس بیت گئے اور بادشاہ ڈیمیٹریوس کا دور آگیا۔ اس دوران جیسے جیسے اور جہاں جہاں جہاز کی لکڑی شکستہ ہوتی گئی اُس کی جگہ نئی لکڑی لگا کر جہاز کو درست کر لیا جاتا۔ کچھ عرصہ بعد پورے جہاز میں کوئی حصہ بھی ایسا نہ رہا جو تبدیل نہ ہو گیا ہو۔ اُس زمانے کے فلاسفوں نے اس جہاز کے متعلق عجیب خیالات رکھنے شروع کر دیے۔ کچھ فلافر کہتے تھے کہ چونکہ پورا جہاز بدل چکا ہے اس لیے اب یہ "متبرک جہاز نہیں رہا۔ کچھ نے کہا کہ ان تبدیلیوں کے بعد بھی یہ وہی جہاز ہے۔

وہ ایک پل کیلیے خاموش ہوا تھا۔ اور پھر بولنا شروع کیا تھا۔

تو، سلوڈنڈس، پلوٹارش پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ یقیناً آپ میں سے زیادہ تر یہی سوچیں گے کہ یہ عین وہی جہاز ہے۔ اگر ایسا ہے تو آگے سنئیے۔۔۔

صدیوں بعد 16 ویں صدی میں تھامس ہوبز نے اس معہ پر کام کرنا شروع کیا۔ اُس نے حل دینے کی بجائے جان بوجھ کر معہ مزید پچیدہ کر دیا۔ پہلے تو کچھ بھی رائے رکھ سکتے تھے مگر اب جو بھی رائے رکھیں گے، ہر صورت میں نتائج سنگین ہو سکتے ہیں۔ جیسے اگر کائنات میں ہماری "زمیں" کے علاوہ کمیں اور زندگی بھی ہے تو واہ واہ ... اور اگر ہم اکیلے ہیں تو شدید شاوا۔ اسکی بات پر ہال میں سٹوڈنٹس کی دھیمی دھیمی ہنسی کی آواز گونج گئی تھی۔

تھامس نے اس معہ میں مزید تفصیل شامل کرتے ہوئے کہا کہ بالفرض اُس متبرک جہاز کے پیچھے تمام تختے اور جو بھی تبدیل کیا گیا تھا ان سے جہاز دوبارہ بنا کر بندرگاہ میں کھڑا کر دیا جائے تو اب آپ کے پاس دو جہاز ہو گئے: ایک تبدیلیوں میں سے گزرا ہوا جہاز اور ایک اصل لکڑی سے بنا ہوا جہاز۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے تھیسیس کا جہاز کونسا ہے؟؟؟ وہ ایک بار پھر خاموش ہوا تھا۔

جانم آنکھیں سکوڑے اور کان کھولے اسے سن رہی تھی۔ وہ کافی دلچسپ باتیں کر رہا تھا۔

سٹوڈنٹس کے ذہن میں کھلبی سی مجگئی می تھی۔

پلوٹارش سے پہلے ہیرا کلیس اور پلاٹو بھی اسی قسم کا سوال پوچھ پکھے تھے۔ انہوں نے پوچھا تھا "کہ ایک لکھارے نے اپنے کلمائڑے کا دستہ تبدیل کروایا۔ کچھ عرصہ بعد دستے میں لوہے کی تیز دھار تبدیل کروالی۔ کیا وہ کلمائڑا وہی ہے یا کوئی اور ہو چکا ہے؟ تھامس نے یہاں بھی پنگا لیا اور پوچھا کہ کلمائڑا کے قدیم پرزوں کو جوڑ کر اگر کلمائڑا بنالیا جائے تو اب دو کلمائڑے ہو گئے۔ سوال یہ "ہے کہ اصلی والا کلمائڑا کونسا ہے؟؟؟"

ہال میں گھری خاموشی چھائی می تھی۔

"پہلے والا کلمائڑا اصلی ہے--"

جس لڑکی نے تقریر کی تھی اس نے بلا اختیار ہی جواب دیا تھا۔

!" نہیں -- بعد والا اصلی ہو گا -- "

ایک سٹوڈنٹ نے ہال سے جواب دیا تھا۔ اور لڑکی کی نفی کی تھی۔

آرجے کے پھرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

ایک دلچسپ کھیل کا آغاز ہوا تھا۔

اس فلسفیانہ معہمہ کا سائیڈ ایفیکٹ ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک قانونی جنگ کی صورت میں نظر آیا تھا۔ تفصیل کے مطابق 1854 میں امریکی جنگی جہاز یو۔ ایس۔ ایس کونسٹالیشن بنایا گیا اور اُس نے سو برس امریکہ کی سروس کی۔ رفتہ رفتہ اُس کے حصے تبدیل ہوتے گئے۔ تب اُسے بالٹیمور کے عجائب گھر میں منتقل کر دیا گیا۔ 1990 میں اُس جہاز کے قدیم حصوں کو جوڑ کر جہاز دوبارہ تخلیق کر لیا گیا۔ تاریخ دانوں نے کیس دائر کر دیا کہ تبدیلیوں میں سے گمراہ ہوا جہاز ہی اصلی ہے۔ پرانی لکڑی والے جہاز کو یو۔ ایس۔ ایس کونسٹالیشن نہ کہا جائے۔ یہ کیس 2004 تک بھی حل نہ ہو سکا۔ اب جب بھی کوئی افسر ریٹائر ہوتا ہے اور نیا افسر آتا ہے وہ اپنی مرضی سے کسی ایک جہاز کو اصل مان لیتا ہے تب اُس کے خلاف حسبِ ذائقہ سازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔

جاپان میں شینٹو مذہب کی عبادت گاہیں مذہبی رسم کے سلسلے میں ہر 20 برس بعد دوبارہ تعمیر ہوتی ہیں مگر پھر بھی انہیں قدیم عبادت گاہیں کہا جاتا ہے۔ ایک عبادت گاہ 62 بار تعمیر نو سے گزری .. پھر بھی وہ قدیم کھلاتی ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب کے لوگ ان شینٹو عبادت گاہوں کی قدامت کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہیرا کلیئس نے اس معہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ "جب تم دریا میں قدم رکھتے ہو تو ہر لمحہ نہ دریا وہ رہتا ہے اور نہ ہی ثم لیکن اس تبدیلی سے شناخت نہیں بدل جاتی۔ "تمامس نے اعتراض کیا کہ بھیا، دریا میں صرف پانی بدلتا ہے، کنارے نہیں بدلتے اس لیے دریا کی مثال غلط ہے۔

ہر دور میں مختلف فلسفیوں نے اس معہ کا حل پیش کیا ہے مگر ان تشریحات میں نقاصل ہمیشہ موجود ہے۔ ہر حل اپنے آپ کو غلط ثابت کر دیتا تھا۔

، یہ سب فلاسفیوں کا خیال تھا۔ اب آتے ہیں سائینس کی طرف۔۔

کچھ پل خاموش ہونے کے بعد وہ دوبارہ بولنا شروع ہوا۔

آج 21 وین صدی میں بھی یہ معتمد جوں کا توں موجود ہے اور کئی اشکال میں سامنے آیا ہے۔

بالفرض ایک انسان کے جسم کے تمام عضلات رفتہ رفتہ ٹرانسپلانٹ ہو جاتے ہیں .. دل اور دماغ سمیت۔ تب اُس انسان کی اصل شناخت کیا ہوگی---؟؟ بھی ایسا مکمل طور پر ہوا تو نہیں مگر مستقبل قریب میں ہونے لگ جائے گا۔

ہر 5 سے 7 برس کے اندر انسان میں موجود تمام ایم نئے ایمتوں سے تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس دوران شکل و صورت اور جسم بھی بدل جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر بڑھاپا تک انسان کئی بار بدلتا ہے۔ جو ایم براہ راست ہوا میں جھوڑ جاتے ہیں وہ کسی نہ کسی صورت کسی اور انسان کے جسم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یعنی آپ کے جسم میں چند ارب ایم شاید علامہ اقبال کے ہوں

کچھ ایسُم قاعدِ اعظم کے ہوں گے، کچھ ہٹلر کے اور کچھ گوتِ بده کے بھی ہوں گے۔ آپ کے اپنے ایسُم بھی دوسرے متعلقہ یا غیر متعلقہ انسانوں میں ہوں گے۔ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی بے شمار "لاشیں" اس وقت آپ کے جسم سے باہر کسی نہ کسی صورت موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پیناڈول کھا لیں۔

یعنی دریا تو بدلتا ہی ہے، تم زیادہ بدل جاتے ہو، بلکہ بالکل نئے جسم کے مالک ہو جاتے ہو۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی والے آپ کون ہیں؟ ہر انسان میں اُس کا اپنا جسم تو موجود ہی ! نہیں، دوسرے زندہ و مردہ انسانوں سے ادھار لیا ہوا ہے۔۔۔

اس نے سٹوڈنٹس سے سوال کیا تھا۔ لیکن کسی کے پاس جواب نہیں تھا۔

یہی تھیسیس کے جہاز والا معمر ہے جو خود تبدیلی سے نہیں گزر رہا... جوں کا توں وہیں کھڑا ہے۔

وہ اسٹیج پر کبھی دائیں تو کبھی بائیں چل رہا تھا۔

تو یہ تھا تمہیں کے جہاز کا معمہ جو سات سمندر عبور کرتا ہے اور زیادہ تر لا جواب رہتا ہے۔

اب آپ مجھے بتائیں مس کہ آپ نے کہا اسلام حقیقی مذہب ہے--"

جب سے دنیا بنی ہے بہت سے مذاہب گزرے ہیں--

آپکے خدا نے چار پیغمبروں پر کتابیں نازل کی ہیں--

اور آخر میں قرآن نازل کیا اور اسلام کو حقیقی مذہب قرار دے دیا گیا--

یعنی عبادت خدا کی ہی کرنی تھی سبھی مذاہب میں تو

قدیم مذاہب بہت سی تبدیلیوں میں سے گزر کر موجودہ دور تک پہنچتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ
مذہب کی اول ساخت پر اصرار کیا جائے یا تبدیلیوں میں سے گزرے مذہب پر اعتماد کیا جائے؟

آپ نے کہا تمہاکہ پہلے والا کہاڑا اصلیٰ تھا۔"

اور آپ اپنی تقریر میں کہہ رہی ہیں کہ بعد میں آنے والا اسلام حقیقی مذہب ہے اس سے پہلے
اے والے نہیں--

میرا آپ سے سوال ہے مس کہ اگر کہاڑا پہلے والا اصلی اور حقیقی تھا تو تبدیلیوں سے گزر کر آخر
"میں آنے والا مذہب اسلام حقیقی کیسے ہو سکتا ہے--؟؟-

آرجے نے لمکی کی طرف رخ کر کے پوچھا تھا۔

لمکی سمیت پورے ہال کو سانپ سونک گیا تھا۔

وہاں بیٹھے کسی شخص نے گمان نہیں کیا تھا کہ وہ انہیں انہی کے موضوع میں بڑی طرح سے
پھنسا دے گا۔

حanim کا مسند حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ جانتی نہیں تھی کہ آرجے کیا چیز تھا۔ کیا وہ اتنی گھرائی میں جاتا تھا چیزوں کو لے کر--؟؟

اسے اپنے دماغ میں درکی ایک ٹھیس اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

"!! یہ لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے--"

حanim نے غصے سے پاس بیٹھی Mero کے کانے میں کھا تھا۔

آرجے کو لاکھوں لوگ جانتے تھے اور لاکھوں لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ملحد تھا۔ اسکے کسی مذہب سے تعلق نہیں تھا۔

!! لیکن لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ اسکا تعلق سید خاندان سے تھا۔

!! اگر وہ گمراہ کر رہا ہے تو لوگوں کو اسکے سوال کا جواب دینا چاہیے ناتاکہ غلط فہمی دور ہو۔

Mero نے جواب دیا تھا۔

سوال حanim کے مذہب پر اٹھایا گیا تھا۔ وہ تملکاری تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے آرجے کو۔

اسے فلسفہ کا زیادہ علم نہیں تھا۔ اسے تو سائینس پڑھنے کے باوجود اتنا علم حاصل نہیں ہوا تھا جتنی باتیں وہ کر گیا تھا۔

دونوں یچرز شاکڈ بیٹھے تھے۔

کوئی ہے جو میرے سوال کا جواب دے--؟؟"

"کوئی بھی--؟؟

اس نے چلا کر ہال میں بیٹھے سڈوڈنٹس سے کہا تھا۔ وہ شوآف نہیں کرو رہا تھا۔ لیکن حانم کو "ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ شوآف کرو رہا تھا کہ" "میں بہت بڑی چیز ہوں--

وہ تو صرف اپنے ذہن میں پلتے سوالات کے جواب لینے آیا تھا۔

سب خاموش تھے کسی کے پاس بھی جواب نہیں تھا۔

!*کوئی می دلائیں کوئی می لا جک نہیں تھا کسی کے پاس--

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں--"

حانم نے آنکھیں بند کر کے ایک گھری سانس لی تھی اور پھر ایک دم اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی می تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ وہاں بیٹھے تقرباً ہر سو ڈنٹ سے کم اعتناد تھی۔ لیکن اس سے مذہب پر سوال برداشت نہیں ہوا تھا۔

سب نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا اور اس بار حیران ہونے کی باری آر جے کی تھی۔ اس نے بھی کچھی سوچا نہیں تھا کہ وہ ام حانم سے دوبارہ لے گا۔
وہ بھونے والوں میں سے نہیں تھا۔

اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ ایک بار پھر وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔۔ یعنی آر جے کے سامنے۔۔۔

آپ سائی نس کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ جبکہ سائی نس سے زیادہ جدید مذہب ہے ہمارا۔۔۔ ابھی ”
میرے پاس آپ کے سوال کا دلائل کے ساتھ جواب نہیں ہے۔۔۔

لیکن مذہب کا تعلق عقیدت اور ایمان سے ہوتا ہے-- اور عقیدت کے کہتے ہیں ایمان کے کہتے
”ہیں یہ آپکو کیا پتا۔۔۔؟؟

ناجانے کیوں اسکا لمحہ آخر میں طنزیہ ہو گیا تھا۔

آرجے نے ابھرو اچھا کر اسے دیکھا تھا۔

میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ--

بدل کر بھی کچھ نہیں بدلا"

"!!اتصور عقیدت کے گرد گھومتی نسبت--

نسبت ایک ہی ہے-- عقیدت ایک ہی ہے--

اللہ ایک ہی ہے--

!!جو اسے مانتا ہے وہ ہی اصل ہے وہی حق پر ہے ہے--

حانم جذباتی ہو گئی تھی۔

اب کی بارہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا اور اسکی شروعات اسیج پر بیٹھے ٹپر ز نے کی تھی۔ وہاں بیٹھا تقریباً ہر شخص اللہ کو مانتا تھا۔

آرجے نے قہقہ لگایا تھا۔

یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے مس ام حانم۔"

جدبات سے نہیں دلائیں سے جواب دیں۔ کوئی می لا جک لائیں۔

!!میں ان جذبات پر یقین نہیں رکھتا۔

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹہ کیسے گزر گیا تھا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ سٹوڈنٹس کیلیے آج کا سیمینار بہت دلچسپ رہا تھا۔

آج کے سیمینار کا وقت ختم ہو چکا ہے۔۔ آپکو آپ کے سوال کے جواب ہم نیکسٹ سیشن میں "!! دنگے۔۔

عثمان ملک نے آگے بڑھ کر بات کو سنبھالا تھا۔ اور آرجے مسکراتا اپنا موبائل اتلار کر اسٹیج سے نیچے اتر گیا تھا۔ اسکی مسکراہٹ میں طنز نمایاں تھا۔

وہ سب سے پہلے ہال سے باہر نکلا تھا۔

لیکن جاتے جاتے جو سٹوڈنٹس اسکو نہیں جانتے تھے انہیں دل و جان سے متاثر کر گیا تھا۔

"یہ کون تھا۔۔؟؟"

سٹوڈنٹس سرگوشیاں کر رہے تھے۔

ہر طرف آرجے کی فضابند تھی۔ وہ انہیں سوچنے کی ایک نئی جست دے کر گیا تھا۔

جبکہ حانم کا دل ابھی بھی تیز دھڑک رہا تھا۔

وہ دبوسی لڑکی تھی ناجانے اس میں جوش کہاں سے آگیا تھا۔؟؟

سینیٹار ختم ہو چکا تھا۔ سب باری باری باہر نکل رہے تھے۔ شاید وہ لگے سیشن تک بھول بھی جاتے۔۔۔

لیکن یہاں سے آغاز ہوا تھا دو سلفائی یئس کی ایک عجیب و غریب داستان کا جسکا انجام کوئی میں جانتا تھا۔۔۔

!!ایک نمبر کا گھٹیا اور ذلیل انسان ہے یہ آر جے۔۔۔

حانم نے چھیئی رکو کھینچتے ہوئی سے دھیمی آواز میں کہا تھا اور پھر دھپ سے اس پر بیٹھ گئی۔۔ البتہ اسکا لجھ سخت کا۔۔

وہ دونوں ابھی میں روم میں آئی تھیں۔

"اکیا ہو گیا ہے ہانی یہ میں ہے کچھ تو خیال کرو۔"

مہرو کو اسکی بات نہ لیت ناگوار گزری تھی۔

"کیوں کیا کچھ غلط کہا میں نے۔۔؟"

حانم نے گلاس میں پانی ڈالنے ہوئی سے پوچھا۔ اب وہ سکون سے پانی پی رہی تھی۔

میں میں ابھی لڑکیاں آنا شروع ہوئی تھیں۔ انکے ٹیبل پر صرف وہ دونوں بیٹھیں تھیں۔

"کیا آر جے نے تمہیں کبھی فون کیا۔۔؟ کیا اس نے تمہیں کبھی تنگ کیا۔۔؟"

مرو نے پوچھا تھا۔

"نمیں---"

حامنم نے بے خیالی میں گلاس کھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اس نے کبھی تمیں چھیرا---؟؟"

"نمیں---"

کیا اس نے کبھی تمیں ہراس کرنے کی کوشش کی--؟؟ کیا اس نے کبھی تمیں چھونے کی
کوشش کی--؟؟

"نمیں---"

اس بار حانم چونکی تھی۔

کیا اسکی آنکھوں میں تمہیں کبھی ہوس نظر آئی--؟؟"

کیا تمہیں کبھی محسوس ہوا کہ وہ تم میں دلچسپی لیتا ہے--؟؟

مہرو اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔

"نمیں---"

"ہمارا المیہ یہی ہے ہم بنا پر کے قیاس آرائی کرتے"

حانم گریٹر گئی تھی۔

تو پھر تم کیسے کہ سکتی ہو کہ وہ ایک گھٹیا انسان ہے--؟؟"

!! تم مان کیوں نہیں لیتی ہانی کہ آر جے کو مس ام حانم میں کوئی می دچپسی نہیں ہے--
وہ دبی دبی آواز میں چلائی می تھی۔

پتا ہے پچھلے کئی می مہینوں سے اسکا کوئی می افی ائی ر منظر عام پر نہیں آیا۔"
سوشل میڈیا پر کسی نے اُس سے پوچھا تھا کہ آر جے کوئی می نئی می گرل فرینڈ نہیں
بنائی می--؟؟

"اور جانتی ہو آر جے نے کیا ٹویٹ کیا تھا۔--؟؟

اسکی بات پر حانم نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

!!! اس نے جواب دیا تھا کہ عورت ذات سے اُسکا دل بھر چکا ہے--
!! اسٹرنچ۔۔ اکیس سال کی عمر میں ایک لڑکے کا عورت ذات سے دل بھر چکا ہے--

"اور تم پتا نہیں کیا سمجھتی ہو اسے---؟؟"

مہرو کا مود بگڑ چکا تھا۔ ایک پل کیلیے حانم لا جواب ہو گئی تھی۔

وہ اپنی سوچ، اپنے عمل اور رد عمل ہر چیز سے لوگوں کو چونکا دیتا ہے لب اسی لیے تمہیں برا"

لگتا ہے--

!!!!اگر تم غور کرو گی تو وہ تمہیں ایک دلچسپ اور عجیب و غریب مخلوق معلوم ہو گا۔۔

اور آج تم نے دیکھا نہیں اس نے کیسے سب کو لا جواب کر دیا تھا۔۔

!!البته تم نے بھی اچھا جواب دیا تھا۔۔

عورت ذات سے دل ایک گھٹیا انسان کا ہی بھرتا ہے نا مہرو۔۔ اور مجھے وہ اس لیے برا لگتا ہے"

اکہ وہ ایک ملحد ہے۔۔

حانم نے جواب دیا تھا۔۔

تو یار یہ اسکا مسئی لہ ہے نا۔۔ ویلے بھی اس نے ٹویٹ کیا تھا کہ "مذہب ہر انسان کا ذاتی" مسئی لہ ہوتا ہے اسکی بنا پر کسی انسان کو جج نہیں کرنا چاہیے اور نا حقارت کا نشانہ بنانا !! چاہیے۔۔

حانم نے اسکی بات سن کر افسوس کیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔۔
گھر میں ماہم اور جواد آر جے کی رٹ لگا کر رکھتے تھے۔۔
یونیورسٹی میں وہ خود موجود ہوتا تھا۔۔ اور ہاسٹل میں مہرو اسکا نام لیتے نہیں تھکتی تھی۔۔
اسکے چاروں جانب آر جے تھا۔۔ !! حانم کو بلاوجہ کی کوفت ہونے لگی تھی۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے مہرو۔۔ یہ اسکا ذاتی مسئی لہ۔۔ وہ کافر ہو کر مرے، عیسائی ہی بن"!
!! کہ مرے یا ملحد ہی مرے مجھے کیا۔۔ ہونہہ

حانم نے سر جھکا تھا اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔



ان چیزوں کے بارے میں بات کرنی چاہیے جو کہ ہیں نہ کہ جیسی ہوں گی مستقبل کے
متعلق کے معلوم؟ ایک بار لوگ آزاد ہو گئے تو وہ خود فیصلہ کر لیں گے کہ ان کے لیے سب
سے بہتر کیا ہے؟ لوگوں کے دماغوں میں ان کے کمے بغیر پہلے ہی بہت کچھ بھر دیا گیا ہے
وقت آگیا ہے کہ انہیں اپنے آپ سوچنے دیا جائے ہو سکتا ہے کہ وہ ہر چیز مسترد کر
دیں....ساری زندگی اور ساری تعلیم

ممکن ہے وہ سمجھیں کہ کلیسا کے خدا کی طرح یہ سب چیزیں بھی ان کی دشمن ہیں ان کے
"بھاتھوں میں کتابیں دے دو اور لوگ خود ہی جواب تلاش کر لیں گے بات دراصل یہی ہے

!!رات کے دو بنجے کا وقت تھا۔ حانم میکسٹ گورکی کا ناول #ماں پڑھنے میں مگن تھی۔۔

اچانک اسکے ذہن میں آرجے کی باتیں گونج گئی تھیں اس نے کتاب کو اٹھا کر ایک طرف رکھا اور سوچنا شروع کر دیا تھا۔

بیشک جو سوال اس نے پوچھا تھا وہ بالکل ٹھیک پوچھا تھا۔ اگر اسکی جگہ کوئی عیسائی یا یہودی یا کوئی یہودی اسکا سوال کرتا تو ایسے ہی کرتا۔۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے کے مستحق کیا جاتا۔۔

آرجے قرآن اور حدیث سے دیئے گئے دلائل پر یقین نہیں کرنے والا۔۔ اسے اسی کے انداز میں جواب دینا ہوگا۔۔ میں نے جذبات میں آکر اسے جواب دینے کا کہہ تو دیا ہے لیکن میں "؟! اکیسے دونگی۔۔؟؟ یا اللہ میری مدد کرنا۔۔

اسکی سوچ کے دھارے مختلف سمتوں میں بھر رہے تھے۔۔ "اللہ جانے یہ شخص اتنا ذہین کیوں ہے۔۔ اتنا دماغ کہاں سے آیا ہے اسکے پاس۔۔؟؟

جانم بربڑاتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔ اس نے مہرو کی طرف دیکھا تھا جو کب سے سو گئی تھی اور پھر موبائل اٹھا کر اس پر گے وال پیپر کو۔۔

آسیہ بیگم اور حمدان صاحب دونوں ایک ساتھ بیٹھے تھے اور بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔

آسیہ بیگم کو خوش دیکھ کر حانم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اسکی ماں خوش اور پر سکون تھی اور یہی چیز اسے مطمئن رکھے ہوئے تھی۔

"کیا بات ہے مکی تم آج کل بڑے خاموش اور الجھے ہوئے سے ہو۔۔؟؟"

آرچے نے مکی سے سوال کیا تھا۔

"! نہیں۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔۔"

ناشستہ کرتا مکی اسکی بات سن کر گھبرتا گیا تھا۔ اس نے نظریں چرائی تھیں۔

"تم کل کیوں واپس چلے آئیے تھے--؟؟"

آر جے کی گھری نظریں مکی کے چہرے پر جمی تھیں۔

"وہ بس سر میں درد تھا۔"

مکی نے اپنی کنپیوں کو مسلتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا۔۔ اب ٹھیک ہے--؟؟"

!!ہاں اب ٹھیک ہے۔۔"

مکی نے جواب دیا تھا۔

!!چلو اچھی بات ہے۔۔"

آرچے نے مکنی کے چہرے پر زندگی میں پہلی دفعہ پریشانی دیکھی تھی لیکن وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ مکنی کیا چھپا رہا تھا۔

!! لیکن آرچے کو پوچھنے میں دلچسپی نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ مکنی خود ہی بتادے گا۔۔

!! اٹھ جاؤ مرد کلاس کا ٹائیم ہو رہا ہے۔۔

حامنم مرد کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جو گھنٹہ پہلے سوئی ہی تھی۔ بارہ بج رہے تھے ایک بجے انکی کلاس شروع ہوتی تھی۔

وہ اسے اٹھا رہی تھی کیونکہ مرد اٹھتے اٹھتے اور پھر تیار ہوتے دیر کر دیتی تھی۔

!! اگر تم اس بار نہیں اٹھی تو میں اکیلی چلی جاؤں گی۔۔

حاجم اسے آخری دھمکی دیتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ اسکی دھمکی سن کر مہرو نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔ وہ اپھے سے جانتی تھی کہ حاجم سچ میں اسے چھوڑ کر جا سکتی تھی۔

!"اکیا مصیبت ہے یار--- ایک بجے کلاس-- کتنا غلط وقت ہے--"

مہرو کو کوفت ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ حاجم کے آنے سے پہلے بستر سے اٹھ گئی تھی۔

موسم ابرآلود ہو رہا تھا۔ سیاہ بادلوں نے نیلے آسمان کو کمیں چھپا لیا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں روح سے ہو کر گزتیں تو سکون بخشتی تھیں۔

حاجم کو یہ موسم بہت پسند تھا۔ یہ موسم اسکے چہرے پر حقیقی مسکراہٹ پھیلایتا تھا۔

اسکے دل میں ایک خوف ضرور تھا کہ کہیں سے آر جے اسکے سامنے آئیے گا اور کہے گا "تم زیادہ ذہین بنتی ہونا اب جواب دو۔۔!!" یا پھر کہے گا کہ "تمہیں مجھ سے ہنگے لینے کی عادت کیوں ہے۔۔ تم آرام سے کیوں نہیں رہ سکتی۔۔؟؟-

انہی سوچوں میں گم وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئی تھیں۔

"کلاس شروع ہونے میں ابھی پندرہ منٹ ہیں ہم جوس پی لیں۔۔؟؟-

مرد نے کہا تھا اور حanim نے اسکی بات پر سراشبات میں ہلاکا تھا۔

وہ دونوں کبھی ڈیپارٹمنٹ کے کیفے نہیں جاتی تھیں بلکہ ڈیپارٹمنٹ سے باہر بننے کیفے پر جانا انہیں اچھا لگتا تھا۔

جنت روڈ کو کراس کرنے کے بعد وہ دونوں کیفے آگئی می تھیں۔

حanim کی نظر سٹوڈنٹس کے جھرمٹ میں بیٹھے آر جے پر پڑی تھی۔

اس نے سیاہ گھنے بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھے کی جانب چپکے رکھا تھا۔ اور وہ گرے پینٹ پر بلیک ٹی شرت پہنے لوگوں کو اٹریکٹ کر رہا تھا۔

ایک پل کیلیے حانم کا دل سہما تھا کہ وہ ابھی اٹھ کر اسکی جانب آئیے گا اور اسکا مذاق اڑائیے گا۔

لیکن نہیں۔ آرجے کی نظر اس پر بے دھیانی میں پڑی تھی اور پھر وہ اسے نظر انداز کر گیا تھا جیسے جانتا ہی نا ہو۔۔

”شکر ہے۔۔“

حانم نے اسکے اگنور کرنے پر شکر ادا کیا تھا۔

وہ بہت جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا تھا۔ اب تو ویلے بھی وہ سنگر تھا۔۔ لوگ خود نہ خود اسکی طرف مائل ہوتے تھے۔

اور آرجے۔۔ بے دھیانی کی نظر میں بھی اسے اچھا خاص انوٹ کر گیا تھا۔

وہ اس وقت بلیک ٹراؤ زر پر پیچ کلر کی شرت پہنے ہوئی می تھی۔

اور پیچ کلر کے بڑے سے ڈوپٹے کو خود پر پھیلا رکھا تھا۔

وہ جب کاج جاتی تھی تو اسکے کپڑے اتنے منگے اور برانڈ نہیں ہوتے تھے لیکن اب-- وہ کافی برانڈ کپڑے پہننا شروع ہو گئی می تھی۔

اسکے چہرے پر جو سب سے زیادہ متوجہ کرنے والی چیز تھی وہ اسکی آنکھیں تھیں--

بڑی بڑی گرے آنکھیں-- بائیں آنکھ کے بائیں طرف ایک تل تھا-- جب وہ آنکھیں کھول کر دیکھتی تھی تو وہ تل واضح نظر آتا تھا۔

بلاشہ وہ خوش شکل لمکی تھی-- جسے معصوم اور پیاری کہا جا سکتا تھا۔

آر جے نے ابھی تک اسکی تھوڑی (چن) پر چمکتے اس نشان کو نہیں دیکھا تھا جو اسے پیدائی شی ملا تھا۔

یا شاید اسکی آنکھوں کے پاس وہ خوبصورتی وہ وسعت نہیں تھی جس سے وہ ایک چمکتی چیز کو دیکھ سکے--

مرو جوس لے کر آگئی می تھی۔۔ اسکا پورا گروپ اٹھ کر چلا گیا تھا اور وہ بھی ساتھ ہی گیا تھا۔
حامن نے ایک گمراہ سانس لیا تھا۔

محسوس ہوتا تھا وہاں حامن کو Uncomfortable جماں وہ ہوتا تھا وہاں حامن کو محسوس ہوتا تھا۔

اسکے جانے کے بعد حامن کے چہرے کی چمک بڑھ گئی می تھی اب وہ مرو کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنستی موسم کا لطف اٹھا رہی تھی۔۔

ویک لینڈ پر وہ گھر آئی می ہوئی می تھی۔ بارش زوروں سے جاری تھی۔
جواد، ماہم اور وہ تینوں بارش میں لان میں فٹ بال کھیل رہے تھے۔

حمدان صاحب آفس گئیے تھے۔ آسیہ بیگم اندر ملازموں کے ساتھ کھانا بنارہی تھیں۔

وہ تینوں بہن بھائی ہی بہت خوش نظر آرہے تھے۔

اور انکے ساتھ اس گھر کے ملازم بھی کیونکہ انکے آنے سے گھر میں رونق میں اضافہ ہو گیا تھا۔

اچانک جواد فٹ بال اٹھا کر گیٹ کی طرف بھاگا تھا۔

"جواد کہاں جا رہے ہو۔۔۔ فٹ بال دو ادھر۔۔۔"

خانم اسکے پیچھے بھاگی تھی جبکہ ماہم تمکھ ہار کر بیٹھ گئی تھی۔

وہ تینوں مکمل طور پر بھیگ پکھے تھے۔۔۔ آسیہ بیگم انہیں کتنی بار بلانے آئی تھیں لیکن وہ کھلینے میں مگن تھے۔

جواد گیٹ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

"!!جواد-- واپس آؤ---"

حانم نے گیٹ میں کھڑے ہو کر اسے آواز لگائی تھی۔

چیخ کی آواز سن کر دو گھر چھوڑ کر اپنے گھر کے سامنے بائیک پر بیٹھے آر جے نے مر کر دیکھا تھا۔

وہ گیٹ سے منہ باہر نکالے اس لڑکے کو آوازیں لگا رہی تھیں جو اسکے پاس سے گزر کر آگے بھاگ گیا تھا۔ جواد کی نظر آر جے پر نہیں پڑھی تھی۔

اتنی دور سے بھی حانم نے آر جے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اندر ہوئی تھی اور ٹھماہ کی آواز سے گیٹ بند کیا تھا۔

"آر جے یہاں--؟؟"

حانم کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہ اندر کی جانب بھاگی تھی۔

جبکہ جواد کچھ دیر بعد واپس آگیا تھا۔

"کیا ہوا وہاں کیا دیکھ رہے ہو۔؟"

ملکی نے دوسری بائیک پر بیٹھتے ہوئی سے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔ مجھے لگا میں نے ام حانم کو دیکھا تھا ابھی۔۔"

آرجے کہہ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر ہیلمٹ سر پر باندھتے ملکی کا ہاتھ کانپا تھا۔

"ام حانم اور یہاں۔۔؟ آرجے تم پاگل ہو گئی سے ہو۔؟"

بالآخر ملکی ہنسا تھا۔ اسے لگا تھا کہ آرجے کو وہم ہو گیا تھا۔

"ہاں--- مجھے ایسا ہی لگا تھا کہ وہ ام حنم تھی--"

آرچے اب بھی اس بندگیٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"!! ظاہر سی بات ہے بیوی ہے تماری نظر تو آئیے گی ناہر جگہ--"

لکی نے شرارت سے کہا تھا۔

"بکومت--"

معمول کے مطابق آرچے بھڑکا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے والا حیران سا آرچے کمیں غائی ب ہو گیا تھا۔

پہلی بار زندگی میں اسے وہم ہوا تھا۔ یہ اسے لگ رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ ام حنم ایک غریب گھر کی لڑکی تھی۔ وہ یہاں کبھی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

پانچ منٹ وہ بائی یکس کو فل بارش میں آگے پیچھے بھگائیے جا رہے تھے۔

یعنی میرا اس دن والا وہم ٹھیک نکلا ہے-- وہ آرجے ہی تھا-- وہ یہاں رہتا ہے-- اللہ خیر"

!اکرے--

حanim اپنے بالوں کو خشک کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

یہ منہوس ہر جگہ میرے پیچھے پہنچ جاتا ہے-- !اماہم کا دل خراب ہو گیا تھا۔"

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے--

کیوں اسے اتنا آرجے کے قریب لایا جا رہا تھا۔

بے خیالی میں اسکی نظر سامنے گئے آئی یعنے میں پڑی تھی۔ وہ ایک دم پونک گئی تھی۔
جب سے وہ یونیورسٹی گئی تھی پیاری ہوتی جا رہی تھی۔

سیاہ رنگ کے کپڑوں میں اسکا رنگ دمک رہا تھا۔ اسکے سنہری لمبے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔

پریشانیاں اور دکھ انسان کو کھا جاتے ہیں۔ اور اب اسے ناکوئی می پریشانی تھی اور ناہی دکھ۔۔۔
وہ خوش تھی کیونکہ اسکی ماں خوش تھی۔ انہیں اب چھوٹی چھوٹی چیزوں کیلیے ترسنا نہیں پڑتا
تھا۔۔۔

وہ اب خوشحال تھیں۔۔۔

اور یہی چیز انہیں خوبصورت بنارہی تھی۔ وہ نکھرتی جا رہی تھی۔ خوبصورتی اور ذہانت دونوں
میں!!

کچھ موسم کا اثر تھا کچھ بارش میں بھیگنے کا اور کچھ اپنے آپکو خوبصورت محسوس کرنے کا--

آرجے کا خیال کہیں اڑن چھو ہو گیا تھا-- وہ مسکرائی تھی-- اور پھر دوبارہ اپنے آپکو آئی یخے میں دیکھ کر شرمگئی تھی۔

"تیرے کمرے کے آئی بنوں کو میں"

!!!! دشمنوں میں شمار کرتا ہوں--

ویک لینڈ کے بعد وہ ہائل و اپس آگئی تھی۔

ڈائیور اسے گاڑی میں چھوڑ جاتا تھا۔ آسیہ بیگم اسے کھانے کی بہت سی چیزیں بناؤ کر دیتی تھیں--

اسی لیے وہ اور مہرو مینس کم جاتی تھیں۔

ہر پندرہ دن بعد حمدان انکل اسکے اکاؤنٹ میں اچھی خاصی رقم ٹرانسفر کروادیتے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ پیسے کہاں خرچ کرے۔۔ کیونکہ اسے فضول خرچی کی عادت نہیں تھی۔۔

اس میں اعتماد پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آپکو آزاد محسوس کر رہی تھی۔

آج پھر ڈیپارٹمنٹ میں انکا سیشن تھا۔۔ یعنی پھر سیمینا تھا۔ آر جے وہ دونوں کلاس میں ایسے ہوتے تھے جیسے ایک دوسرے کو جانتے ہی نا ہوں۔۔

اور یہی چیز حانم کو پرسکون کیے ہوئے تھی وہ بلاوجہ اسکا سامنا نہیں کرتا تھا۔

اس دن جیسے ہی وہ دونوں کلاس میں داخل ہوئی می تھیں انہیں ایک افرا تفری سی نظر آئی می تھی۔

سٹوڈنٹس ایک لڑکی کے گرد جمع تھے جو بربی طرح سے رو رہی تھی۔

وہ کوبل تھی۔۔ جسکی نئی می نئی می شادی ہوئی می تھی ابھی کچھ دن پہلے۔۔ اس نے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔

اسکے ماں باپ نہیں تھے۔ وہ اپنے ماموں کے گھر رہتی تھی۔ طلاق کے بعد اسکے ماموں نے بھی اسے رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

مہرو اور حanim دلوں کو دلی افسوس ہوا تھا۔

اچانک حanim کی نظر آر جے پر پڑی تھی۔ جسکے چہرے پر کافی غصہ نظر آ رہا تھا۔ وہ حیران ہوئی می تھی کہ اسے کس بات پر غصہ آ رہا تھا۔

ایک لیکچر لینے کے بعد انکا سیمینار شروع ہوا تھا۔ حanim اپنے آپکو اس بار تیار کر کے آئی می تھی کہ اگر آر جے نے جواب مانگ لیا تو وہ اسے دے سکے۔

کلاس میں ٹپھر ز نے افسوس کیا تھا۔ آج کل ویلے بھی طلاق کی شرح برہتی جا رہی تھی۔

ہمارا آج کا سینما کسی خاص موضوع پر نہیں ہے بلکہ آج آپ لوگ معاشرے سے متعلق جو۔۔۔ آپ سوال آپ کے ذہن میں ہوں انہیں پوچھ سکتے ہیں۔۔۔ آج ہم معاشرے میں پھیلی کچھ "برائیوں کا ذکر کرنے گے۔۔۔"

عثمان ملک اپنے مخصوص انداز میں بول رہا تھا۔

اس نے پانچ میمبرز کو اسٹیج پر بھایا ہوا تھا جو کافی ذہن کملاتے تھے اور کافی تیاری کے ساتھ آئیے تھے۔

سوال جواب کا سلیش شروع ہوا تھا۔ مختلف سٹوڈنٹس نے مختلف سوال کیے تھے جنکا جواب دیا گیا تھا۔

برائیوں کی وجوہات کو زیر بحث لایا گیا تھا۔

آر جے انکی باتیں سن کر پک گیا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"میرا ایک سوال ہے--"

اسے دیکھ کر عثمان ملک اور اسکی ٹیم کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔ وہ ڈرگئی سے تھے کہ جانے
وہ کیا پوچھنے والا تھا۔

"جی پوچھیں--"

اجازت دی گئی تھی۔

اسلام میں طلاق کیوں دی جاتی ہے۔۔؟ جبکہ ہندو مذہب میں ایسا نہیں ہے۔۔؟؟"

اسلام میں عورت کو طلاق کے بعد گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔۔ کوئی می دوسری شادی کرنے کو
راضی نہیں ہوتا۔۔ اگر وہ مجبوراً جسم فروشی شروع کر دے تو کس کا قصور ہوگا۔۔؟؟ اسلام سے
!!! اچھا تو ہندو مذہب۔۔ وہ اپنی بیوی کو چھوڑتے تو نہیں۔۔

آرجے کا لجھ تلخی سے بھرا ہوا تھا۔ یہی سوال کچھ عرصہ پہلے شالنی نے کیا تھا۔

حانم کے چہرے پر غصہ پھیل گیا تھا۔ اسے آرجے کی بات کے ہندو مذہب بہتر ہے سن کر خود پر برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا اسکا دل کر رہا تھا کہ آرجے کو شوٹ کر دے۔

پلیز اب یہ مت کہنا کہ یہ ہمارے خدا کا حکم ہے۔۔ ہمارے دین کا حصہ ہے۔۔ مجھے لا جک" " سے سمجھایا جائیے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اسلام میں۔۔؟؟

اس لیج پر بیٹھے میمبر نے جواب دینے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ آرجے نے پہلے ہی اچھی خاصی سنا کر اسے چپ کروادیا تھا۔

وہاں بیٹھے سٹوڈنٹس اسے اسلام کے حوالے سے ہی سمجھا سکتے تھے لیکن آرجے نے منع کر دیا تھا۔

اس بار وہ سب سے پہلی رو میں بیٹھا تھا۔

آج کے اس سینما میں ٹپھر ز موجود نہیں تھے۔

اس سینار عثمان ملک کی ذمے داری پر منعقد کیا گیا تھا۔

سب خاموش تھے۔ عثمان ملک کی نظریں سٹوڈنٹس میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ اور پھر نظروں نے حانم کو ڈھونڈ لیا تھا۔

وہ خاموش بیٹھی تھی البتہ اسکے چہرے پر ایک چمک تھی۔

حانم نے محسوس کیا تھا کہ عثمان ملک گھبرا�ا ہوا تھا۔

کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ Rationalist وہ لوگ ایک

حانم نے عثمان ملک کو سر کے اشارے سے پرسکون رہنے کا کہا تھا۔

"کیا میں کچھ کہہ سکتی ہوں--؟؟"

آواز پر آرجے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ آرجے کے چہرے پر حانم کو دیکھ کر ناگواری ابھری تھی۔

وہ اب نیچے کی جانب اتر رہی تھی۔

سینار ہال میں ہمیشہ کرسیاں پیچھے کی جانب اونچائی میں رکھی ہوتی ہیں--

تاکہ پیچھے والوں کو آسانی سے سب نظر آئے۔

وہ پر اعتماد سی آکر آر جے کی سائی یڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔

اووہ تو مس ام حانم اب آپ کہیں گی کہ نسبت ایک ہی ہے-- ہمارا ایمان ہے-- دین
" ہے-- وغیرہ وغیرہ--

آر جے نے اسکے پیچھے جواب کا مذاق اڑایا تھا۔

"مسٹر آر جے کیا آپکی کوئی بہن ہے--؟؟"

حانم نے سوال کیا تھا۔

"اس بات کا میرے سوال سے کیا تعلق ہے--؟؟"

وہ اچنچھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہے یا نہیں--؟؟"

حانم نے اسکی بات کو نظر انداز کیا تھا۔

"!!ہاں ہے---"

وہ مذکور کو اپنی بہن ہی سمجھتا تھا۔

"کیا وہ شادی شدہ ہے--؟؟"

"نمیں----"

آرچے نے جواب دیا تھا۔

ہمم-- وہ کچھ قدم بڑھا کر اسکے سامنے اسٹیج پر جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ مہرو حیرت سے منے کھولے اسکے اعتماد کو دیکھ رہی تھی۔

فرض کریں کہ آپکی بہن کی شادی ہو جاتی ہے اور اسکا شوہر ایک نہلیت لنگا انسان نکلتا ہے--"
!! جو نشہ کرتا ہو-- جو اکھیلتا ہوا-- بڑی عادتوں میں مبتلا ہو--

"کیا بکواس ہے یہ--؟؟؟"

آرچے دھاڑا تھا۔

!"ا! ریلیکس مسٹر آر جے صرف فرض کرنا ہے --"

وہ پرسکون سی بول رہی تھی۔

وہ روزانہ شراب پینے کے بعد آپکی بہن کو بری طرح سے مارتا ہو۔ اذیت دیتا ہو۔ اسے جانور سمجھتا ہو۔ اور اسکے ساتھ جانوروں کی طرح پیش آتا ہو۔ آپ کیا کرے گے؟؟

حanim نے پوچھا تھا۔

"کیا آپ اپنی بہن کو اسکے پاس مرنے کیلئے چھوڑ دینگے؟؟"

آر جے نے غصے سے اپنے دانت اور مسٹھیوں کو بھینچا تھا۔

"!! میں اسے ختم کردوں گا۔"

وہ غصے سے بولا تھا۔

!"اسکا مطلب آپ اپنی بہن کو بیوہ کر دیں گے-- لیکن طلاق نہیں دلوائیں گے--"

حانم نے خود ہی جواب دیا تھا۔

!"میں اپنی بہن کیلئے ایسا گھٹیا اور وحشی انسان نہیں ڈھونڈوں گا--"

لیکن فرض کریں ایسا ہو جائیے پھر---"

فرض کریں آپ اسے نامار سکیں کسی مشکل کی وجہ سے--

فرض کریں وہ روزانہ رات کو اپنے دوستوں کو اپنی بیوی کے پاس لاتا ہو پھر--؟؟؟

آخری بات کہتے ہوئیے حانم کا چہرہ سرخ ہوا تھا لیکن وہ آرجے کا رد عمل دیکھنا چاہتی تھی۔

"کیا کرنگے آپ--؟"

آرچے کا دل کر رہا تھا کہ وہ ام حانم کا گلمہ دبا کر اسے مار ڈالے۔

"کیا آپ اپنی بہن کو ساری عمر ایسے شخص کے ساتھ رہنے دے سکتے ہیں--؟"

"نہیں---"

وہ فوراً بولا تھا۔

کیا آپ کسی بھی معصوم لڑکی کیلئے ایسے شوہر کا سوچ سکتے ہیں--؟"

"نہیں---"

وہ کسی روٹ کی طرح جواب دے رہا تھا۔

"کیا آپ چاہیں گے کہ آپکی بہن کی اس شخص سے ہمیشہ کمیتے جان چھوٹ جائیے--؟؟"

"ہاں--"

!"ڈیس گریٹ مسٹر آر جے--"

وہ مسکرائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں طلاق کو رکھا گیا ہے۔

اس بار چونکنے کی باری آر جے کی تھی۔

اسلام میں طلاق کو رکھا گیا کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ نارہنا چاہیں تو وہ الگ ہو سکتے ہیں۔

ایک بار طلاق دینے کے بعد دونوں فریقین کو غلطی کا احساس ہو تو رجوع کیا جاسکتا ہے۔

جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے وہیں عورت کو خلع کا حق حاصل ہے اگر کسی بھی وجہ سے "عورت متذکرے عدالت سے رجوع کر کر خلع کا حق استعمال کر سکتی ہے کسی اور مذہب میں ایسا قانون دکھا سکتے ہو؟؟؟"

اس دین کی بات کرتے ہو جس میں عورت کو پیدا ہوتے زندہ گاڑ دیا جاتا تھا چلتی حاملہ عورت پر شرط لگائی جاتی تھی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور اس کا پیٹ چاک کر دیا جاتا تھا عورت کو تمام تر برائیوں کا محور سمجھا جاتا تھا عورت کو شیطان سے تشیح دی جاتی تھی عورت کو جینے مرنے کا حق نا تھا شوہر کے مرتے ہی عورت کو سستی کر کے زندہ جلا دیا جاتا تھا اس کا جینا مرنा مرد کے ہاتھ میں تھا خب زندگی دے "کب قتل کر دے

معاشرہ برائیوں کے اندر ہیرے میں ڈوبا ہوا تھا پھر ایک دین آیا جسے دین اسلام کہتے ہیں اس نے عورت کو پستی چکلی سے نکالا پستیوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچایا

اگر عورت ماں ہے قدموں تک جنت رکھ دی اگر بیوی ہے تو اسے سکون کا نام دیا گیا اگر بیٹی ہے تو اسے رحمت خداوندی کا نام دیا گیا ہے کوئی مذہب جو عورت کو اتنی عزت دے سکے؟؟؟

آج بھی قدیم یونانی فلاسفہ عورت کو تمام تر نحوضت کی جڑ قرار دیتے ہیں لیکن ایک اسلام ہے جو عورت کو معاشرے میں مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے آپ اس پہ بنادلیل کے کیسے سوال کر سکتے
""ہیں؟؟؟"

اور طلاق کے بعد عورت کو آزادی دی گئی ہی ہے دوسری شادی کی--

اسلام ہر طرح سے مکمل ہے مسٹر آر جے--

یہ تو مسلمان ہیں جنہوں نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔ زکوٰۃ کی مدد سے بیوہ اور انکے بچوں کی کفالت کی جا سکتی ہے۔

وہ خود یتیم تھی اور وہ غربت کا دکھ بھی اچھے سے جانتی تھی۔

آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں مسٹر آر جے کیونکہ مسلمان پرفیکٹ نہیں ہیں لیکن "!!اسلام پرفیکٹ ہے--

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ اگر آر جے مجمع کو خاموش کروانے کی صلاحیت رکھتا تھا تو وہ لوگوں کو خوش کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کسی نے آر جے کو جواب دیا تھا--

جانے وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن وہ جان گیا تھا کہ پہلی بار کسی نے اسکے سوال کو سمجھتے ہوئی سے اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔



آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں مسٹر آر جے کیونکہ مسلمان پرفیکٹ نہیں ہیں لیکن "!!! اسلام پرفیکٹ ہے--"

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ اگر آر جے مجمع کو خاموش کروانے کی صلاحیت رکھتا تھا تو وہ لوگوں کو خوش کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کسی نے آر جے کو جواب دیا تھا--

جانے وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن وہ جان گیا تھا کہ پہلی بار کسی نے اسکے سوال کو سمجھتے ہوئی سے اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

آر جے کو پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ کوئی می اسکے جیسی سوچ رکھنے والا بھی اس دنیا میں موجود ہے۔

"ویل ڈن مس ام حانم---"

عثمان ملک جوش سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

"!!شکریہ--- ابھی میرا جواب لکھل نہیں ہوا۔۔۔ ابھی مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے۔۔۔"

اسکی آواز پر دروازے کی طرف قدم بڑھاتے آرجے نے پٹ کر اسے دیکھا تھا۔

کچھ وقت اور مسٹر آرجے آپکے تھیس کے جہاز کا معமہ بھی حل کرتے ہیں۔۔۔"

حانم نے کہتے ہوئیے ڈائیز پر رکھے ہوئیے سے لیپ ٹاپ سے اپنا موبائل ایچ کیا تھا جسکی سکرین اب پروجیکٹر پر نظر آ رہی تھی۔

پروجیکٹر کی سکرین پر اب ہیرے اور سونے کے ہار یعنی نیکلس نظر آ رہے تھے۔

آرجے گھری خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

کیا واقعی وہ اسے معمعے کو حل کر سکتی تھی۔

کیا آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کونسا نیکلس قیمتی ہے -- ہیرے کا یا سونے"

"کا۔؟؟

اس نے سلوڈنٹس سے پوچھا تھا۔

آرچے اب اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ دونوں کمنیوں کو گھٹنؤں پر جمائیے دونوں ہاتھوں کی مسٹھی بند کیتے تھوڑی کے نیچے رکھے وہ غور سے سکرین کو دیکھ رہا تھا البتہ اسکے کان حانم کی طرف کے تھے۔

"!!! آف کورس ڈائیمنڈ کا نیکلس قیمتی ہے --"

سلوڈنٹ کے جواب پر حانم مسکرائی می تھی۔

"تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈائیمنڈ کا نیکلس تھیس کا جہاز ہے یعنی یہ متبرک ہے --"

حاجم نے کہتے ہوئیے لیپ ٹاپ پر انگلیوں کو چلا کر سکرین کو بدلاتھا۔

اب بھی سکرین پر ہیرے اور سونے کے ہار نظر آ رہے تھے۔ ایک ہیرے کا اور تین سونے کے۔

اگر ہم ڈائیمنڈ والے نیکلس میں سے تین ڈائیمنڈز نکال کر ان تین گولڈ والے نیکلس میں لگا "دیں تو کیا گولڈ والے نیکلسز کی قیمت بڑھے گی مسٹر آرجے---؟؟؟"

حاجم نے آرجے سے پوچھا تھا ایسا ہی کچھ سکرین پر نظر بھی آ رہا تھا۔ تین سونے کے ہاروں میں تین ہیرے جڑے تھے۔ یعنی ہر ایک ہار میں ایک ہیرا--

"بالکل بڑھے گی--"

آرجے نے توجہ سے جواب دیا تھا۔ وہاں بیٹھے ہر سو ڈنٹ کیلیئی یہ ایک دچسپ گیم تھی۔ جو آرجے اور حاجم نے درمیان چل رہی تھی۔ وہ سب اسے بہت انبوحائی کر رہے تھے۔

یعنی ایک متبرک چیز کا حصہ اگر کسی عام چیز میں چلا جائیے تو عام چیز بھی متبرک ہو جاتی" "ہے-- دوسرے لفظوں میں ہیروں کے جڑنے سے ہارکی قیمت بڑھ گئی ہے--" وہ سوالیہ انداز سے سٹوڈنٹس کو دیکھ رہی تھی۔

"! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مس ام حانم-- ایسا ہو سکتا ہے--" آرجے اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔

تو یہ جواب ہے آپ کے تھیس کے جہاز کے سوال کے دوسرے حصے کا جواب کہ اگر تھیس" کے متبرک جہاز کے کچھ حصوں سے ایک نیا جہاز بنایا جائیے تو وہ اصلی ہو گا؟ متبرک ہو گا یا نہیں--؟؟-

"وہ بالکل متبرک ہو گا--"

اب اس نیکلس کو دیکھیں۔۔ یہ وہ نیکلس ہے جس سے تین ڈائیمنڈز نکال کر اس میں گولڈ "لگادیئے گئی سے ہیں۔۔ Pearls کے

یہ تمھا تمھیں کا اصلی جہاز۔۔ جس میں ٹوٹ پھوٹ کے بعد بہت سے پروزوں کو بدلا گیا تمھا۔۔

"چونکہ ابھی اس میں ڈائیمنڈ موجود ہیں تو کیا یہ متبرک نہیں رہا۔۔؟؟

وہ ایک بار پھر سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

یہ قیمتی ہے اور متبرک ہے۔۔ لیکن پہلے سے کم کیونکہ اب اس میں ڈائیمنڈ کم ہو گئی ہے"!
اہیں لیکن موجود ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی اصلی ہے۔۔ یعنی متبرک ہے۔۔

اب کی بار جواب عثمان ملک نے دیا تمھا۔

جی بالکل-- تو یہ تھا تھیس کے سوال کے پہلے حصے کا جواب کہ جب تھیس کا جہاز جو " لٹھ پھٹ کا شکار ہوا اور اسکے کچھ پرزوں کو بدلتے گیا پونکہ پہلے جہاز کا کچھ حصہ باقی تھا تو وہ "ابھی بھی متبرک ہی تھا۔ جبکہ اسکے تمام پرزوے ناتبدیل کر دیے جاتے-- حانم کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

لیکن مس ام حانم تھیس جہاز کا صرف ایک حوالہ دیا تھا میں نے، اصل سوال تو مذہب پر " تھا کہ تبدیلیوں سے گزرنے پر آخر میں آنے والا مذہب حقیقی کیسے ہو سکتا ہے---؟؟-- آر جے پوچھ رہا تھا۔

درست فرمایا آپ نے مسٹر آر جے میں نے بھی ابھی صرف ایک مثال دی ہے-- مذہب پر " بھی میں آتی ہوں-- وہ خوشلی سے مسکرانی تھی۔

اب دیکھیں مسٹر آر جے یہ ایک نیا ڈائیمنڈ نیکلس ہے -- جس میں تین ڈائیمنڈز کی کمی " ہے --

سکرین پر اب ایک ہیرے کا ہار نظر آرہا تھا جس میں بڑے بڑے تین ہیروں کی جگہ خالی تھی۔

اب اگر ہم ان تین گولڈ والے نیکلسز میں سے تینوں ڈائیمنڈز کو نکال لیں جو ہم نے پہلے فٹ " کیجئے تھے تو کیا اب یہ تین گولڈ والے نیکلس قیمتی یا متبرک نپے یا نہیں -- ۹۹۹ --

اگلی سکرین پر اب تینوں سونے والے ہار میں سے تینوں ہیرے نکال لیے تھے وہ نظر آرہے تھے۔

نہیں -- کیونکہ پہلے ہی میں نے کہا تھا کہ قیمتی اور متبرک چیز ڈائیمنڈ ناکہ گولڈ اگر وہی نہیں " رہا نیکلس میں تو نیکلس کی کوئی یہ قیمت نہیں رہی --

حانم نے اپنے سوال کا جواب خود دیا تھا۔

اور اگر ہم ان تینیں ڈائی منڈز کو اس نئیے نیکلس میں فٹ کر دیں جس میں جگہ خالی ہے تو"
"کیا اس نیکلس کی قیمت بڑھے گی-- کیا یہ متبرک ہو گا--؟؟

اب سکرین پر وہ تینوں ہمیرے اس نئیے ہار میں جڑے نظر آ رہے تھے جس میں جگہ خالی
تمھی۔

"جی بالکل ہو گا-- کیونکہ اب یہ مکمل ڈائی منڈز کا نیکلس ہے تو قیمتی ہو گا نا--؟؟"

حانم کی سوالیہ نظریں آ رہے پر جمی تھیں جس نے اثبات میں سر ہلا کیا تھا۔

"that's great...,"

اب غور کیجیتے گا مسٹر آ رہے کہ یہ جو پہلا ڈائی منڈز والا نیکلس تھا یہ وہ پیغام تھا جو حضرت آدم "علیہ السلام لے کر آئیے تھے کہ اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کی جائیے-- جو بہت خالص ، تھا۔"

پھر اس نیکلس میں سے تین ڈائیمنڈز نکال لینے کئی سے یعنی وقت گزتا گیا لوگوں گمراہ ہوتے گئی۔

وہ جو چیز اصل تھی جو پیغامِ حقیقی تھا وہ جمالت کے اندر ہیوں میں قیمت کھو گیا تھا۔

اب آپ ان تین نیکلسز کو دیکھیں یہ گولڈ والے نیکلز جن میں تین ڈائیمنڈز جڑے ہیں یہ وہ تین مذہب ہیں جن پر قرآن پاک سے پہلے کتابیں نازل کی گئی ہیں۔۔

ان میں جڑے ڈائیمنڈز اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں متبرک، خالص اور حقیقی پیغام ان میں، بھی ایک ہی تھا یعنی اللہ ایک ہے صرف اسی کی عبادت کی جائیے۔۔

اور جو گولڈ جڑا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ مذہب خالص نہیں رہے۔۔ وقت کے ساتھ لوگوں نے ان میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کی اور انکی قیمت کم ہو گئی ہی۔۔ لیکن چونکہ ڈائیمنڈز ابھی بھی جڑے تو ظاہر تھا کہ یہ پیغامِ اللہ کا ہی تھا۔۔ جسے توڑ مروڑ کر عجیب و غریب، شکل دے دی گئی ہے۔۔

وہ سانس لینے کو کی تھی۔ سٹوڈنٹس دم سادھے اسے سن رہے تھے۔

اب آپ اس نیکلس کو دیکھیں جو نیا تمہا جس میں ڈائیمنڈز کی کمی تھی اور وہ تین ڈائیمنڈز گولڈ" والے نیکلس سے نکال کر اس میں ڈال دیے گئے تھے۔۔

یہ نیا نیکلس دین اسلام ہے۔۔ جو تبدیلیوں سے گمراہ ہے۔۔ آپ نے خود کہا کہ یہ قیمتی اور متبرک ہے۔۔

اس نیکلس میں جو تین ڈائیمنڈز گے ہیں وہ پچھلے مذاہب کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ پہلے بھی پیغام ایک تھا یعنی اللہ ایک ہے اور اب بھی پیغام ایک ہی ہے یعنی اللہ ایک ہے صرف اسی کی عبادت کی جائیے۔۔

یونکہ یہ نیکلس پورا کا پورا ڈائیمنڈز کا ہے۔۔ بیشک یہ تبدیلیوں سے گمراہ ہے لیکن یہ قیمتی ہے، متبرک ہے، خالص اور حقیقی ہے۔۔

"!! یہ ہے تبدیلیوں سے گزر کر آخر میں آنے والے دین اسلام کی حقیقت۔۔

حانم نے ایک گمراہ سانس لیا تمہا۔

اسکی نظریں آرچے پر جمی تھیں۔

"ونڈر فل--"

بے اختیاری میں آر جے کے منہ سے نکل گیا تھا۔

وہ کمال کا لا جک لائی می تھی۔ ناسائی نس کا حوالہ دیا تھا نا کوئی می آیت لے کر آئی می تھی وہ اسے اسی کے انداز میں سمجھا گئی می تھی۔

،آپکا لا جک اچھا ہے مس ام حانم--"

ہال میں چھائی می خاموشی کو آر جے نے توڑا تھا۔ سٹوڈنٹس کو جیسے سانپ سونگ گیا تھا۔

لیکن ابھی بھی میرے بہت سے سوال ہیں-- اس مذہب میں بہت سے جھوول ہیں جن " کے مجھے جواب چاہیئے--

ضرور ملیں گے مسٹر آر جے پونکہ اس سیشن کا وقت ختم ہو چکا ہے، آپکے باقی سوالوں کے "!! جواب لگلے سیشن میں ملیں گے --"

عثمان ملک نے آگے بڑھ کر اسے ٹوکا تھا۔

آر جے کی تیوری چڑھی تھی۔ اسے اپنے اور حانم کے درمیان مداخلت کرتا عثمان ملک زیر لگ رہا تھا۔

"کمال کر دیا آپ نے حانم۔ کیا آپ میری ٹیم کا حصہ بنیں گی--؟؟"

عثمان ملک ستائی شی نظروں سے حانم کو دیکھ رہا تھا۔

حانم کا جواب سننے سے پہلے آر جے ہال سے باہر نکل گیا تھا۔

مسٹر آر جے بات سنیں۔ آپکے ذہن میں ایسے سوالات کہاں سے آتے ہیں--؟؟"

سٹوڈنٹس کا ہجوم اسکے پیچھے بھاگا تھا۔

"میں اس قابل نہیں ہوئی می ابھی کہ آپکی ٹیم کے ساتھ چل سکوں--"

حانم نے مسکرا جواب دیا تھا۔

اسٹیج پر بیٹھی نیلم جو کہ عثمان ملک کی ٹیم کی ہیڈ اور اسکی چمیتی تھی اس وقت جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

آپ ہی تو اس قابل ہیں مس حانم۔ آپ سوچ لیں۔ میں انتظار کروں گا۔"

وہ بضد تھا۔ اس سے پہلے حانم کچھ بولتی مہرو آندھی طوفان کی طرح اسکی طرف بڑھی تھی۔

، تم ادھر مرو ہانی۔"

!! وہ اسے کھینچتے ہوئے لے گئی تھی جبکہ عثمان ملک دیکھتا رہ گیا تھا۔

آخر اس ام حانم میں اتنا کنفیڈننس کہاں سے آیا ہے--؟؟"

سٹوڈنٹس کے ہجوم میں گھرے آرچے کا ذہن کہیں اور الجھا تھا۔

اس نے مہرو اور حانم کو ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتا دیکھا تھا۔

" بتائیں نا آرچے آپکا دماغ اتنا تیز کیسے چلتا ہے--؟؟"

ایک لڑکی نے کسی لینکر کی طرح اس سے سوال کیا تھا۔

بہن جی میرا دماغ ہے آہستہ چلے، تیز چلے، ڈبل سپید سے چلے، الٹا گھومے یانا چلے۔۔ اینی"

"پر ابلم۔۔؟؟

آرجے کی پیشانی پر بل پڑے تھے۔ وہ تنگ آگیا تھا لوگوں کے سوالات سے

وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گیا تھا جبکہ لڑکی اپنا سامنے لے کر رہ گئی تھی۔

!! بد تمیزی کی تمام حدیں مسٹر آرجے پر آکر ختم ہوتی ہی۔۔"

وہ بڑھائی اور پھر دور جاتے آرجے کو دیکھا تھا۔

تم نے جواب کہاں سے ڈھونڈے ہانی۔۔؟؟ مجھے تو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ تم ہی ہو۔۔؟؟"

مہرو ابھی تک شاکڈ تھی۔

طلاق والا جواب میں نے بہت سرچ کیا، انٹرنیشنل سکالرز کو سنا تب جا کر مجھے لا جک سمجھ میں" آیا کہ آر جے کو کیسے قائل کرنا ہے--

جب مجھے لا جک کی سمجھ آئی پھر میں دین والی اور تھیس کے جہاز والی بات میں لپنا دماغ !! لگایا اور بالآخر میں پالیا۔-

وہ مسرور سی بتا رہی تھی۔

وہ دونوں ہاسٹل جا رہی تھیں۔ شام کے پھੇنجنے والے تھے، سورج غروب ہونا شروع ہو چکا تھا۔

"لیکن اتنے اطمینان اور اعتماد سے جواب دیا تم نے پہلے تو تم ایسی نہیں تھی--"

مہرو کو جانے کس بات کا صدمہ لگا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو ابھی اندر لوگوں کو قائل کر رہی تھی وہ ہانی ہی تھی۔

اسکی بات سن کر ہانی مسکرائی تھی اور اسکا ذہن پچھے کمیں بھٹکا تھا۔

یہ پچھلے ویک اینڈ کی بات تھی جب وہ گھر گئی تھی۔ وہ آرجے کے سوالات کو لے کر پریشان تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس نے ہامی تو بھر لی تھی لیکن جواب کیسے دی گی--؟ وہ مغرب کی نماز کے بعد لان میں بیٹھی تھی کرسی سے ٹیک لگائیے، آنکھیں بند کیئے، اسکے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

"کیا ہوا ہانی بدیا سب خیرپت ہے نا--؟"

اچانک اسکے کانوں سے حمدان انفل کی آواز ٹکرائی تھی۔

وہ پتوں کر سیدھی ہوئی می تھی۔

!"اے انکل آپ۔۔ بیٹھیں پلیز۔۔"

حانم کے کہنے پر وہ اسکے سامنے والی کرسی پر براجمان ہو چکے تھے۔

"یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو۔۔؟ کوئی می پریشانی ہے۔۔؟"

وہ پوچھ رہے تھے۔

، نہیں ایسی کوئی می بات نہیں ہے۔۔"

وہ زبردستی مسکرائی می تھی۔

!"الیکن بیٹھا پریشانی آپ کے چہرے سے واضح ہے۔۔"

وہ ایک تجربہ کار انسان تھے۔ فوراً سمجھ گئیے تھے۔

انکل اگر ایک سائی نس کا پیروکار آپ کے مذہب پر سوال اٹھائیے اور آپکو لا جک کے فلسفے میں "ا بھادے، تو اسکو کیسے جواب دینا چاہیئے--؟؟؟"

وہ پوچھ رہی تھی۔

بیٹا پہلے تو یہ سمجھیں کہ وہ چاہتا کیا ہے--؟؟؟

پھر اسکے سوالات پر دھیان دیں۔ نوٹ کرا سے کیا چیز پریشان کرتی ہے۔؟

پھر اسکی منطق کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ کیسے قائل ہو سکتا ہے۔؟؟؟

!! پھر کائی نات سے نشانیاں ڈھونڈیں اور اسے اسی کے انداز میں جواب دیں۔

وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

اور انکل ان سب کیلیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔۔؟"

سوچنا ہوگا۔۔ جوابات کے متعلق، اگر ایک انسان سوالات کی کھوج میں رہتا ہے تو دوسرے کو "سوچنا ہوگا۔۔ جوابات تلاش کرنے چاہیئے۔۔

"! اگر وہ انسان آپکو سوالوں الجھاتا ہے تو آپ اسے جوابات میں الجھا دیں۔۔

کیا کمال لاجک بتایا تھا حمدان انکل نے اسے۔
وہ سمجھ کر مسکرا دی تھی۔

جو انسان کائی نات کو جتنا تسبیح کرنا چاہے گا یہ اُس انسان کیلیے اتنی ہی کھلتی جائیے گی، یہ "!! راز افشا کرتی جائیے گی۔۔
وہ پتھ کی بات کر رہے تھے۔

حانم نے اشبات میں سرپرالادیا تھا۔

اور قرآن پاک میں ارشاد ہے

○، إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَخُلُقِ الْجِنِّ وَالْمَنَّارِ لَآيَاتٍ لِأُولَئِكَ الَّذِينَ

ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور شب و روز کے باری باری آنے جانے میں ۔
”اہل عقل کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [آل عمران: 190]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس کائنات میں غور و فکر کی ترغیب دی ہے کہ کائنات کی ”نشانیوں سے بصیرت حاصل کریں، اس کی تخلیق میں غور و فکر کریں، اس کے لئے لفظ ”آیات“ کو مہم رکھا اور یہ نہیں کہا کہ ”: اس میں فلاں فائدہ ہے ”؟ کیونکہ ان فوائد اور آیات کی اقسام ہی بہت زیادہ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کائنات میں ایسی محیر العقول نشانیاں ہیں جو دیکھنے والوں کو دنگ کر دیں، ان میں غور و فکر کرنے والے انہیں تسلیم کیے بغیر رہ نہیں سکتے، یہ نشانیاں متلاشیان حق کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے تمام اہداف کے متعلق

روشن دماغوں کو متنبہ بھی کرتی ہیں، چنانچہ اس کائنات میں موجود اجرام فلکیہ اور اشیا کی تفصیل کسی بھی مخلوق کے لئے شمار کرنا ممکن نہیں ہے، تفصیل تو کیا کسی ایک چیز کی لکمل معلومات حاصل کرنا بھی ممکن نہیں!

مختصر یہ کہ اس کائنات کے حجم، وسعت، اور اس کا منظم نظام حرکت، اس کائنات کے خالق کی عظمت، عظیم سلطنت، اختیارات اور وسیع قدرت کی واضح دلیلیں ہیں۔

"روحان نماز پڑھی آپ نے--؟"

ایک چھوٹے سے لکڑی کے ڈیسک کے پیچھے بیٹھے، لمبی دارہی والے مولوی نے سات سال کے روحان سے پوچھا تھا جو جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

مولوی صاحب کے دونوں طرف بچوں کی لمبی قطاریں تمہیں، نپے سر ہلا ہلا کر اور زور لگا کر اوپنجی اوپنجی آواز میں پڑھ رہے تھے۔

روحان ان تمام بچوں میں سب سے ذہین اور لائیق بچہ تھا۔ وہ چار سال کا تھا جب اس مسجد میں ناظرہ پڑھنے آیا تھا۔ وہ ایک سال میں قرآن پاک پڑھ گیا تھا۔ وہ دوسرے بچوں کی نسبت کم گو تھا اپنے سبتوں پر دھیان دیتا تھا۔

وہ قرآن پاک کے صفحات پر لکھے حروف کو غور سے دیکھتا تھا جیسے کہیرہ کسی چیز کو سکین کرتا ہو۔

دو سال میں اس نے دوبارہ قرآن پاک مکمل کیا تھا اب وہ حفظ کر رہا تھا۔ لیکن اچانک وہ عجیب و غریب سوال کرنے شروع ہو گیا تھا۔ جنہیں سن کر کبھی تو مولوی صاحب حیران رہ جاتے، کبھی گھبرا جاتے تھے اور شدید غصہ کرتے تھے۔

"نمیں پڑھی۔"

روحان نے اطمینان سے کہا تھا۔

"کیوں نہیں پڑھی آپکو بتا ہے نا اللہ پاک سزا دیتے ہیں نماز نا پڑھنے پر--؟؟"

وہ سخت سے لجے میں کہہ رہے تھے۔

لیکن کیوں--؟ کیوں سزا دیتے ہیں وہ--؟ آپ تو کہتے ہیں کہ وہ ہم سے بہت پیار کرتے"

"ہیں پھر سزا کیوں دھنگے--؟؟

اسکا سوال مولوی صاحب کو خاموش کروا گیا تھا۔

"کیونکہ وہ اللہ ہے-- سب سے بڑا ہے-- اس لیے--"

کچھ دیر بعد وہ بولے تھے۔

اللہ ہونے مطلب سزا دینا ہوتا ہے---؟ اگر ہم اللہ بن گئیے تو کیا ہم بھی سزا " ہم نے---؟ اور مجھے ایسا اللہ نہیں پسند جو سزاد یتے ہو۔ مجھے نہیں پسند۔ آئی می ڈونٹ لائی ک "ہم--

وہ معصوم تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ کیا پوچھ رہا ہے۔ کیا بول رہا ہے

چٹا خ کی آواز پورے ہال میں گونج گئی تھی۔ مولوی صاحب کے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان اسکے نازک گال پر بڑی طرح چھپ گئیے تھے۔

وہ حیران سا مولوی کو دیکھ رہا تھا جسکے چہرے پر وحشت چھائی تھی۔

"تم پچھے نہیں ہو شیطان ہو شیطان--"

وہ اسے بازو سے پکڑ کر حویلی لے آئیے تھے۔ مولوی صاحب کی پورے علاقے میں بہت عزت تھی۔ جبیل صاحب خود انکا بہت احترام کرتے تھے۔

آپکے گھر میں انسان کے روپ میں شیطان پیدا ہوا ہے سید صاحب--"

اسے یہاں سے دور لے جائیں اور آئی ندہ مسجد مت بھیجننا باقی بچوں کو بھی خراب کرے
"!! گا۔۔

وہ غصے سے بولتے واپس جا پکھے تھے۔

"آپ نے کیا کہا تمہارو حان بیٹا۔۔؟؟"

عائی شہ جبیل، اسکی ماں، نے پیار سے پاس بیٹھا کر پوچھا تھا۔

روحان کی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسو کا قطرہ ٹپکا تھا جو اسکے پھولے گالوں پر ہمحل گیا تھا۔
انگلیوں کے نشان ابھی بھی واضح تھے۔

انہوں نے کہا تھا کہ اللہ نماز نا پڑھنے پر سزادیتے ہیں میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ " وہ بڑے ہیں--"

!! اور پھر میں نے کہا کہ مجھے سزاد دینے والا اللہ نہیں پسند۔ مجھے ایسا اللہ نہیں چاہیئے۔ وہ روتے ہوئے اپنی ماں سے لپٹ گیا تھا۔ عائی شہ جبیل کا دل پھٹ گیا تھا جیسے۔

اسکا سوال اتنا برا نہیں تھا کہ ایک معصوم بچے کو شیطان کا نام دے دیا جاتا،

!! آج سے میں اپنے بیٹے کو پڑھاؤں گی۔ میں بتاؤں گی سب۔"

وہ انہیں لے کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

ہمارے معاشرے کا یہی المیہ ہے کہ ہمیں ڈرایا جاتا ہے، دھمکایا جاتا ہے، اللہ کو سزاد دینے والا بتایا جاتا ہے، ہمیں صرف یہ کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو نہیں تو اللہ مارے گا۔

ہمیں اللہ کی محبت نہیں سمجھائی جاتی، بندے اور اللہ کا تعلق نہیں بتایا جاتا۔

وہ بچھے تھا اسکے معصوم سوالوں کے جواب دیئے جا سکتے تھے لیکن اسے شیطان کہہ کر دھنکار دیا
! اگلیا تھا۔۔۔

کسی نے نہیں سوچا تھا ان سب کے سخت الفاظ واقعی اسے اللہ سے بہت دور اور اسکا انکار
! کرنے والا بنا دینگے۔۔۔

"یہ نہیں بتایا جاتا وہ ستر ماوب سے زیادہ پیار کرنے والا بھی ہے غفور و رحیم ہے"

آئی می تھیں۔ یہ سٹوڈنٹس ٹیچرز سینیٹر تھا جو ہائل اسٹول ایسا STC وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ سے سیدھا
میں تھا جو ایک چھوٹے سے شلپنگ مال کی طرح تھا، جہاں ضرورت اور پسند کی ہر چیز مل جاتی
تھی۔

مہرو کو کچھ چیزیں لینی تھیں۔

"میں تمکے گئی می ہوں یار--"

حانم نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ڈیپارٹمنٹ سے وہاں تک پہلی آئی می تھیں جو اچھا خاصاً فاصلہ تھا۔

"اچھا تم بیٹھو میں چیزیں لے کر آتی ہوں--"

پر سٹوڈنٹس کا ایک میلہ لگا ہوتا تھا۔ stc مہرو شاپ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ رات کو ہنسنے مسکراتے چھرے، وہاں زندگی دوڑتی تھی۔

اچانک حانم کی نظر لڑکوں کے ایک گروپ میں بیٹھے آر جے پر پڑی تھی جو سکریٹ پی رہا تھا۔

"نشئی می--"

حانم اسے دیکھ کر بڑھ رہی تھی۔

اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تدشی محسوس کر کے آرجے نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں تھیں اور پھر حانم پر اسکی نظریں کی تھیں جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اور پھر آرجے کے دیکھنے پر نظریں چراگائی تھیں۔

وہ سگریٹ کا دھواں اڑاتے حانم کو دیکھ رہا تھا۔ دھوئیں میں کے مرغولوں میں حانم کا چہرہ کبھی دھنڈلا جاتا تھا اور کبھی واضح ہو جاتا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر ناجانے کی کس گھری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"لفنگا--"

وہ اسے ہی تک رہا تھا۔ حانم ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور پھر اس شاپ کے اندر چلی گئی می تھی جہاں مہروگئی تھی۔

جبکہ آرجے ابھی تک سوچ کے زیر اثر تھا۔

ڈیپارٹمنٹ میں مڈ ٹرم ایگزامز چل رہے تھے۔ سیمینا کو کچھ دنوں کیلئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔

ایک ہفتے تک وہ بڑی طرح سے پڑھائی میں غرق رہے تھے۔ آج انکا رزلٹ تھا۔

توقع کے مطابق آر جے نے ٹاپ کیا تھا۔ وہ سب سے اوپر تھا۔

حانم کو اسکے ٹاپ کرنے پر کوئی مسئی لہ نہیں تھا البتہ وہ حیران تھی کہ کبھی وہ کلاس میں آجائتا تھا اور کبھی دنوں غائب رہتا تھا

پھر بھی ٹاپ کر گیا تھا۔

البتہ ایک بات پر وہ شکر کرتی تھی کہ کبھی انکی براہ راست بات نہیں ہوئی تھی۔

! وہ سیمینار روم کے باہر ایسے ہوتا تھا جیسے اسے جانتا ہی نا ہو۔۔



دسمبر کا دوسرا ہفتہ چل رہا تھا۔ سردی کی شدت میں اچانک ہی اضافہ ہو گیا تھا۔ لاہور کا درجہ حرارت پانچ سے چار ڈگری پر چلا گیا تھا۔

حانم بستر میں دلکی بیٹھی تھی۔ باہر چلنے والی تیز ہوائیں اسے اندر رکے رہنے پر مجبور کر رہی تھیں کیونکہ اسے حد سے زیادہ ٹھنڈ لگتی تھی۔ وہ پوری طرح سے اپنے موبائل میں گن تھی جب مہرو کی آواز پر چونکی۔

"چلتے ہیں -- stc ہانی چلو نا"

جانے کی stc حانم کیلیے مہرو نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ وہ ٹھنڈ سے مری جا رہی تھی اور مہرو کو پڑی تھی۔

"نا بابا-- بہت ٹھنڈہ ہے--"

حانم نے صاف انکار کیا تھا۔

یار چلو نا-- ڈیپارٹمنٹ سے آکر کمرے میں گھس جاتی ہو، ہم کہیں باہر بھی گھومنے نہیں"

"جاتے--

مہرو سمنائی می تھی۔

ابھی فرسٹ سینیٹر ہے مہرو دو سال پڑے ہیں گھوم لیں گے، ویلے بھی کہہ تو ایسے رہی ہو"
!! جیسے تم نے لاہور نہیں دیکھا۔

دیکھا ہے یار لیکن ہم دونوں تب ساتھ نہیں تھیں نا-- اور میں اچھے سے جانتی ہوں یہ"
”دو سال بھی ایسے ہی گزر جائیں گے تمہیں تو فرق نہیں پڑنے والا۔

قسم کی لڑکی تھی۔ اپنے کمرے میں رہنا، گوگل پر چیزیں سرچ کرنا اور introvert حانم کافی کتابیں پڑھنا یہ اسکا اولین مشغله تھا، اسے باہر گھومنا پھرنا ایک حد تک اچھا لگتا تھا وہ ان چیزوں کیلئے پاگل نہیں تھی۔ نا وہ زیادہ سو شل تھی اس سے فرینڈز نہیں بنائے جاتے تھے اور اسکا شوت تھا کہ پوری سکول، کالج اور اب یونیورسٹی لائیف میں اسکی کوئی می فرینڈ نہیں تھیں، سوائی سے مہرو کے--

وہ اکثر حیران ہوتی تھی کہ مہرو اسکی دوست کیسے بن گئی تھی۔؟؟ یہ شاید مہرو کی پیش قدمی تھی،

وہ اپنے آپ میں مگن رہنے والی لڑکی تھی اور لوگ اسے اکثر بورنگ کرتے تھے۔

"کل چلیں گے نا۔ اب تو شام ہو گئی ہے ویلے بھی باہر بہت ٹھنڈا ہے۔"

"اوہ شٹ--"

مہرو نے اپنے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

"کیا ہوا--؟؟"

حائف حیران ہوئی۔

!!! یار آج آر جے کا انٹر ویو تھا۔ میں بھول گئی۔۔۔

مہرو فوراً بستر کے اندر گھسی تھی اور لیپ ٹاپ اٹھا کر یو ٹیوب آن کی تھی۔

وہ اسکا انٹر ویو کیسے مس کر سکتی تھی۔ جبکہ حائف افسوس سے سر ہلاکر رہ گئی تھی۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر آر جے۔۔۔"

"جیسا ہمیشہ سے تمھا۔۔"

وہ مسکرا یا تمھا۔

"اور آپ ہمیشہ سے کیسے ہیں۔۔؟؟؟"

ایکنر نے دوبارہ پوچھا۔

"جیسے ابھی نظر آ رہا ہوں۔۔"

"یعنی آپ بدلتے نہیں ایک سے رہتے ہیں۔۔؟؟؟"

اینکر نے تصدیق چاہی تھی۔

"جی آپ کہ سکتی ہیں--"

وہ پھر مسکرا یا تھا۔

آپ پر چیزیں، موسم اور خوبصورتی اثر نہیں کرتی کیا۔۔۔؟؟ موسموں کا بدلنا آپکی شخصیت پر کتنا"

"اثر کرتا ہے۔۔۔؟؟

سوال موجود تھا۔

!! کچھ خاص نہیں، مجھے یہ سب چیزیں جلدی متاثر نہیں کر پاتیں۔"

کمال ہے۔۔۔ خیر یہ سب چھوڑیں اپنا حقیقی نام بتائیں مجھ سمجھیت یہاں بہت سے لوگ نہیں"

"جانتے ہو گئے کہ آر جے کا اصل نام کیا ہے۔۔۔؟؟

لینکر نے پوچھا۔

"روحان جبیل--، لیکن لوگ مجھے آرجے کے نام سے ہی جانتے ہیں--"

آپکی گرل فرینڈ آپکو کس نام سے بلاقی ہے--؟؟؟"

میری گرل فرینڈز--؟؟؟"

اس نے گرل فرینڈز پر زور دیا تھا یعنی کوئی ہی ایک نہیں تھی

"بریک اپ سے پہلے جان، بریک اپ کے بعد شیطان--"

اس نے ڈھٹائی ہی سے قہقهہ لگایا تھا۔

"اور آپ کے پیر نہیں--؟؟؟"

"آرچے تم ایک نمبر کے گدھے اور الو کے پٹھے ہو، تم سے زیادہ بے وقوف کوئی مہیں---"

سید جبیل کہ آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"لگتا ہے وہ آپ سے کچھ زیادہ ہی پیار کرتے ہیں۔۔؟؟"

آرچے کو خاموش دیکھ کر اینکر نے پوچھا۔

"وہ کچھ ایکسٹر ہی پیار کرتے ہیں۔۔"

آرچے بڑھا یا تھا۔

آپکو گانے کا شوق کب ہوا۔۔؟؟"

"جب میں چھ سال کا تھا۔۔"

آپکی آواز بہت اچھی ہے-- جادو کرتی ہے-- آپ پروفشنل اور آفیشل سنگر کیوں نہیں بن" جاتے--؟؟

"مجھے شوق نہیں--"

سنجیدہ سا جواب آیا تھا۔

تو پھر کس چیز کا شوق ہے آپکو--؟؟"

"گانے اور تیرنے کا--"

لوگوں کو تنگ کرنا انکا جینا حرام کرنا، یہ سب کہنا وہ شاید بھول گیا تھا۔

"یہ گدھا مجھ سے مار کھائیے گا--"

سید جبیل کی آواز پر مدتحہ ایک دم اچھلی تھی۔

وہ حولی آئی ہوئی تھی، اور لاونج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی جہاں آرجے کا شو چل رہا تھا۔

"اڑے چھوٹے بابا سائی میں آپ کب آئیے--؟؟"

وہ ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔

سید حولی میں مرد عورتوں کا اور عورتیں مردوں کا خاص احترام کرتی تھیں۔

بڑے بابا سائیں، چھوٹے بابا سائیں اور حشام آج تک مدحہ کے کمرے میں نہیں گئے تھے۔ کوئی می کام ہوتا تو پیغام بھیج کر بلا لیتے تھے۔

ایک آر جے تھا جو طوفانوں کی طرح آتا اور جاتا تھا، ناکسی کا ڈرنا لحاظ، سوائیے سید جبیل کے جن سے وہ خار کھاتا تھا۔

یہ لمکا نہیں سدھرنے والا۔ اللہ جانے اسکا کیا بنے گا۔۔۔؟ کرتا ہوں اس گدھے کو "فون۔۔۔"

وہ افسوس کرتے جا پکھے تھے جبکہ مدحہ ایک بار پھر سر جھٹک کر انٹرویو کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"ہیں مسٹر آر جے۔۔۔؟؟ (moody) سنًا ہے آپ بہت مودی"

خوبصورت اینکر نے اپنے سامنے شان سے براجمن آرچے سے پوچھا تھا۔

چلینل کا سیٹ تھا۔ جہاں پر زیادہ تر نئی می شہرت حاصل یہ Shining Stars کرنے والے نوجوانوں کے انٹرویو ہوتے تھے۔

اینکر صنم پچھلے کئی مہینوں سے آرچے کو انٹرویو کمپلیٹ بلا رہی تھی جو مسلسل انکار کر رہا تھا۔

اسے شہرت کا زیادہ شوق نہیں تھا وہ یہ چیز پروفشنل سنگر بن کر بھی حاصل کر سکتا تھا۔

اچانک اس نے اب انٹرویو کمپلیٹ ہاں کر دی تھی۔

نہیں--- موڈی نہیں ہوں۔ لیکن میرے موڈ کا کوئی می بھروسہ نہیں ہوتا۔ میں بہت "!! ایسپاںس دیتا ہوں ہر چیز کا۔ شاید اسی وجہ سے لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے-- وہ سنجیدہ سا بتا رہا تھا۔

فرض کریں مسٹر آر جے کہ آپکو کسی سے محبت ہو جاتی ہے۔۔۔ کسی سے بھی۔۔۔ کیا ہو سکتی"

"ہے۔۔۔؟؟"

، نور۔۔۔"

"لیکن میں ہزار محبتیں کر چکا ہوں۔۔۔

وہ ہنسا تھا۔

چلیں محبت ناچھوڑیں پسندیدگی ہی لگا لیں۔ کوئی می آپکو اچھا لگنے گے اور پھر آپکو محسوس ہو کہ"

وہ ایک دھوکے باز شخص ہے، فرض کریں وہ آپکے دل کے بہت قریب ہو جائیے، فرض کریں

"وہ آپکو چھوڑ جائیے اور آپ اسکی یاد میں روئی یں کیسے لگا گا آپکو۔۔۔؟؟"

لڑکیوں کی فریائیش پر جو آر جے کی مارچ تھیں اینکر صنم اس سے محبت کے بارے میں بہت

سوال کر رہی تھی۔

"ھاھاھا---"

لینکر کی بات سن کر آرجے نے زوردار قہقہہ لگایا تھا، وہ ہنسا تھا اور پھر ہنسنا چلا گیا تھا۔

"ویری انٹر سٹنگ--"

بہت دلچسپ ہوگا یہ سب۔ مجھے اچھا گئے گا اگر ایسا ہوا تو۔۔ انفیکٹ میں چاہوں گا اب ایسا
! ہو۔۔

وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ جن میں بہت زیادہ ہنسنے کے باعث
اب نبی سی پھیل گئی تھی۔

جس بات کے تصور سے ہی عام لوگ کانپ جاتے تھے کہ انہیں محبت میں دھوکانا لے، وہ اس
بات پر قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسکے لیے یہ سب دلچسپ ہوگا۔

لوگ حیران و پریشان سے اسکا شودیکھ رہے تھے۔۔ وہ اپنی سوچ میں سلفائیٹ ہونے کا ثبوت
دے رہا تھا، لینکر صنم جانتی تھی کہ آج کا یہ شو سپر ہٹ ہونے جا رہا تھا۔

"ہو ہی ناجائیے اس ڈیش کو کہیں محبت--"

مہرو نے فل والیوم میں اسکا انٹرولوگیا ہوا تھا۔ آخری بات سن کر حانم بڑبڑائی می تھی۔

"یار ہانی کچھ تو احترام کیا ہو جانتی ہو وہ سید ہے--"

مہرو نے اسے لٹکا تھا۔

ہاں تو میں نے کب کوئی گالی دی--؟ میں تو بس ڈیش کہا ہے-- اور جسے خود اپنے خاندان"

"کا احساس نا ہو دوسروں سے توقع کیا رکھنی--؟؟؟

وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی، مجال تو مان جاتی۔

اللہ معاف کرنا، بس غلطی سے منہ سے نکل گیا۔۔ ورنہ آپ جانتے ہیں میں ہر انسان کی عزت "کرتی ہوں۔۔

وہ اب دل ہی دل میں اللہ سے معافی مانگ رہی تھی۔

مکی اور آرجے سینیٹ پلازہ کے سامنے گاڑی میں بیٹھے تھے، مکی کی نظریں بار بار پلازہ کی طرف اٹھ رہی تھیں جہاں سے انکے دوست نے باہر آنا تھا۔ وہ اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے مکی اچانک چونکا تھا۔ اسے گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک پیزا ہٹ کی طرف جاتی، ہوئی میں مہرو اور حانم نظر آئی تھیں

"یہ بیماں کیا کر رہی ہیں۔۔؟؟"

انتہا کی دھنڈ پڑ رہی تھی، مہرو اور حانم دونوں گھٹنیوں تک آتے کوٹ پہنے بالو لگ رہی تھیں لیکن پھر لکی انہیں پہچان گیا تھا۔

"یہ مہرو کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتی--"

لکی کی تیوری چڑھی تھی۔

"تم کس بات کی فکر ہو رہی ہے؟ تمہاری ہونے والی زوجہ ہے کیا مہرو---؟؟"

آر جے نے اپنی ہی بات پر چھٹ پھاڑ قسمہ لگایا تھا۔

"!! ایرے ہونے والی زوجہ ہو یا نا ہو۔۔ لیکن تمہاری قانونی وائی ف بھی اسی کے ساتھ ہے--"

لکی نے تپ کر کہا تھا۔ اسکے اشارہ حانم کی طرف تھا۔

آر جے نے چہرہ اسکی جانب کر کے دیکھا تھا۔ وہ واقعی وہی دونوں تھی۔

"منہ بند رکھو مکی--"

آرچے نے سنجیدہ سے لمحے میں کہا تھا۔ جب خود پر بات آتی تھی وہ سیریس سے ہو جاتا تھا۔

ویلے میں حیران ہوں اچھی خاصی لڑکی ہے حanim ابھی تک یونیورسٹی میں یا باہر کوئی میں

"باؤی سے فریبند نہیں بنایا اس نے--؟؟"

وہ پرسوچ سے لمحے میں کہہ رہا تھا۔

"کیوں تمہارا دل کر رہا ہے کیا اسکا باؤی سے فریبند بننے کو--؟؟"

آرچے کے لمحے میں بلا کی کاٹ تھی۔

"نمیں، میری اتنی مجال کہ میں آرچے کی قانون و ایف کی طرف میلی آنکھ سے دیکھوں--"

مکی کھسیانی بنسی ہنسا تھا۔

"اچھی بات ہے-- دو سو قدم دور رینا چاہیے اُس سے۔"

آر جے کی بات پر مکی نے چونک کر اسے دیکھا تھا، اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ آر جے نے مذاق کیا تھا یا سچ میں وہ سنبھیڈہ تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا انکا دوست واپس آگیا تھا اور آر جے نے بنا کچھ پوچھے گاڑی آگے بڑھا دی تھی--!!

اس رات حانم کو نیند نہیں آرہی تھی، صبح انہیں یونیورسٹی سے دسمبر کی چھٹیاں ہونی تھیں۔

آرچے پچھلے دو ہفتوں سے یونیورسٹی نہیں آیا تھا۔ وہ اکثر سوچتی تھی کہ اتنی چھٹیاں کرنے کے باوجود بھی ڈیپارٹمنٹ والے اسے کچھ نہیں کہتے تھے اس دوران ایک سیمینار ہوا تھا جس میں آرچے نہیں تھا اور حانم کو اس میں مزہ نہیں آیا تھا۔ اسکے سوال دماغ کو ہلانے والے ہوتے تھے، وہ سوچتے پر مجبور کر دیتا تھا جبکہ باقی سٹوڈنٹس اتنی گرائی میں نہیں جاتے تھے۔

اس نے مہرو سے بھی نہیں پوچھا تھا کہ آرچے کیوں نہیں آتا؟ اگر وہ ایسا کرتی تو مہرو لازماً اسے ہنگ کرتی۔

وہ بور ہو رہی تھی اور پھر اس نے مہرو کا لیپ ٹاپ اٹھا کر اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے شروع کیے تھے۔

"روح کیا ہے---؟؟"

اس نے ٹائیپ کیا تھا، لیپ ٹاپ کی روشنی میں اسکی گرے آنکھیں جگمگ کر رہی تھیں۔

روح اللہ کا امر ہے۔"

● یسٹلُونَ عَنِ الرُّوْحِ قُلْ رُوحٌ مِّنْ أَمْرِ رَبِّیٍّ۔"

"(القرآن)

اگر روح کی ماہیت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ابھی تک سائنس اس قدر ترقی نہیں کر پائی کہ آخر روح
ہے کیا ایک انسان ہی کو باقی جانداروں سے زیادہ شعور کیوں ہے ؟؟
اسکا جواب سائنس کے پاس ابھی تک نہیں ہے۔

لیکن منطقی طور پر اتنا جان لیا گیا ہے کہ روح ہی وہ امر ہے جسکی وجہ سے انسان اپنی اور اپنے
ارد گرد ماحول کی بقا کی فکر میں سرگردان رہتا ہے اسی روح کی بدولت وہ موت اقر بعد از موت کیا
ہوتا ہے کے جواب کا بھی متلاشی ہے۔ اسکا جواب بھی سائنس کے پاس نہیں ہے کیونکہ
سائنس کا دائیہ اختیار سے یہ موضوع باہر ہے۔

ایک بات زہن میں رکھ لجئے کہ موت کا تعلق روح سے نہیں موت یا زندگی کا تعلق مادہ کی خاص
ترکیبی بناؤٹ سے ہے۔ جو ترقی کر کے ایک مائیکرو سے میکرو جاندار بن جاتا ہے۔

ممکن ہے فیوجر میں سائنس خود یونی سیلوالر بنانے کے قابل ہو جائے اور موت پر بھی قابو پالے لیکن یہ ناممکن کے قریب تر ہے۔

لیکن اس مادہ کو شعور دینا انسان کیلئے ناممکن ہی رہے گا۔ وہ شعور جس سے انسان خود انجادات !اکرنے کے قابل ہوا ہے۔---

"یعنی روح شعور کا دوسرا نام ہے--"

حanim نے زیر لب کہا تھا۔

کوانٹم فرکس کا روح سے کیا تعلق ہے؟

صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ سائنس دان بھی موت سے قبل کے غیر معمولی تجربے کو مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس معاملے کو فقط کوانٹم طبیعت کے ذریعے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ جس کے بارے نیلز بوہر نے پیش گوئی کی تھی۔ نیلز بوہر کے مطابق ایک منبع سے متعلق ذات کے درمیان

ایک مضبوط ربط پایا جاتا ہے۔ تاہم آئن اسٹائیں نے اسے 'بھوتیا رابطہ' قرار دے کر مسترد کر دیا تھا۔ اس نظریے کے مطابق دو مرلوٹ ذرات یعنی ایک منبع سے الگ الگ کیے جانے والے ذرے آپس میں ایک تعلق قائم رکھتے ہیں اور ان کے درمیان یہ ربط کائناتی فاصلے کے باوجود بھی قائم و دائم رہتا ہے۔ کوانٹم طبیعت سے والبستہ سائنس دان اب اس نظریے کو مکمل طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اسی نظریے کو سامنے رکھ کر بعض محققین کہتے ہیں کہ جسم اور روح اسی طرز پر ایک منبع سے جڑے دو الگ الگ عناصر ہیں اور جسم سے روح دور ہو جانے کے باوجود ان کے پچ ایک تعلق باقی رہ سکتا ہے۔ تاہم سائنسی طور پر ابھی اس مفروضے کا ثابت یا رد کیا جانا باقی ہے۔

"موت کیا ہے--؟؟"

طبعی زندگی کا عمل عموماً مختلف اعضاء کے ناکارہ ہونے، قلبی نظام کے تھمم جانے، پھیپھیوں اور دماغ کے ناکارہ ہونے کی صورت میں رکتا ہے۔ طبی نکتہ ہائے نگاہ سے موت کی مختلف اقسام

ہیں، ایک طرف تو 'کلینیکل موت' ہے، جس میں قلبی نظام رک جاتا ہے، جس کے نتیجے میں آسیجن کی مختلف اعضاء تک ترسیل بند ہو جاتی ہے۔ کلینیکل موت کو ٹالنے کے لیے منہ سے سانس دینے، یا مصنوعی سانس دینے اور سینے کو دبانے سے اسے ٹالنا ممکن ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر دماغ ناکارہ ہو جائے، یعنی موت دماغی ہو، تو پھر اسے ٹالنا ممکن نہیں ہوتا۔ گو کے دماغ کی نچلی تمہوں میں کچھ خلیات برین ڈیتھ کی صورت میں بھی زندہ ہو سکتے ہیں، مگر شعور جاتا رہا ہے۔ یہ بات تاہم اہم ہے کہ دماغی طور پر مرنے والوں کو بھی مصنوعی طریقے سے طویل عرصے تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ دماغی طور پر مر چکی خواتین کو نپے کی پیدائش تک مصنوعی طور پر زندہ رکھنے کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ دماغی طور پر مردہ ہو چکے بعض مریض بیرونی عوام پر رد عمل ظاہر کر سکتے ہیں، تاہم ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کی وجہات ریڑھ کی ہڈی سے والبستہ ہو سکتی ہے اور اصل میں یہ درد یا بیرونی چھونے کا رد عمل نہیں ہوتے۔

ایک کرنٹ سا حانم کے پورے جسم میں دوڑ گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ موت اٹل ہے۔ اور ہر ذی روح کو اسکا ذائقہ چکھنا ہے۔ لیکن یہ سب پڑھ کر اسکا دل کانپ اٹھا تھا۔

ابھی تو اس نے کوئی تحقیق نہیں کی بس سادے سا جواب ڈھونڈا اور اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

انسان کے اندر صدیوں جیتنے کی چاہ صدیوں سے موجود ہے، لیکن موت پھر بھی اٹل ہے۔

وہ ان سوالات پر بہت تحقیق اور ریسرچ کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اچھے طریقے سے جانتی تھی کہ موت، حیات اور روح کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم۔

"موت کے وقت انسان کو کیا نظر آتا ہے۔؟"

موت کے قریب جا کر واپس آئے والے کئی لوگوں نے بتایا کہ انہیں ایک دلکش روشنی نظر آئی تھی۔ شاید موت اتنی بری یا خوفناک چیز نہیں ہے۔ مگر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ موت سے چند

محے پہلے اکثر لوگ شدید تکلیف میں ہوتے ہیں۔ یہ تکلیف جانوروں میں نظر آتی ہے۔ مگر موت کے بعد کیا ہوتا ہے یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ دنیا سے جانے والوں کے ساتھ ہم رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ مگر کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ دوسرے جہان کے کسی شخص سے انکا رابطہ ہوا ہے، جسے سائنس ماننے کو تیار نہیں۔ اس قرہء ارض پر موت ایک ضرورت ہے۔ یہ چھوٹا سا سیارہ جس کا ستر فیصد سمندر ہے انسانوں یا حیوانوں کی بہت بڑی تعداد کو سنبھال نہیں سکتی۔ اس لئے اس جہان میں موت ناگزیر ہے۔ میری ذاتی رائے میں موت لگلے جہاں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اور لگلے جہاں میں ہم بہت بہتر اور با مقصد زندگی میں داخل ہونگے۔ بلکہ شاید ہم !!! اس #نور کا حصہ بن جائیں گے جس میں خوشیاں ہی خوشیاں ہونگی۔۔۔

، حانم نے ایک گمراہ سانس لیا تھا، کچھ ایسا تھا جسے دیکھ کر اسے سکون ہوا تھا، کیا پتا وہ ایک اور جہاں ہو۔۔۔ جہاں واقعی ابدی خوشیاں ہوں۔۔۔

! کیا پتا وہ جہاں اس جہاں سے بہت خوبصورت ہو۔۔۔

اس نے اپنے دل کو تسلی دی تھی، اسکی آنکھیں اب بند ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

، ان سب میں کوئی بھی لاجک نہیں تھا، لاجک اسے خود تلاش کرنا تھا
! وہ سونے کیلیے لیٹ گئی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

آر جے فٹ بال یئے گراونڈ میں پریکٹس کر رہا تھا۔ آج انکا فٹ بال مج تھا جو ڈیپارٹمنٹ کی ہی
مختلف ٹیمز کے درمیان تھا۔

اس نے سامنے دوسرے گراونڈ میں دھوپ میں بیٹھی حانم اور مہرو کو دیکھا تھا۔
وہ دونوں کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔ پانچ منٹ بعد حانم کے پاس کلاس کا ایک لڑکا آیا تھا۔
آر جے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے ذہن میں کل والی کلی کی بات گھوم رہی تھی۔

"ہیلو حانم کیسی ہو--؟"

وہ اسکے پیشے ہوئی سے پوچھ رہا تھا۔

وہ دونوں چونکی تمہیں۔

"جی الحمد للہ میں ٹھیک ہوں--"

وہ حیران سی بتا رہی تھی۔

"درachi مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے--"

اسے ہستے لوگوں کو دیکھ کر آجے کا حرکت کرتا ہوا فٹ بال والا ہاتھ رکا تھا۔

سے اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔ Lipsing وہ اسکی

تم بہت اچھا بولتی ہو، میں نے ہمیشہ تمہیں آرجے سے بحث کرتے دیکھا ہے، اور مجھے بہت "اچھا لگتا ہے تمہیں سننا۔۔۔"

وہ صاف صاف بتا رہا تھا۔ حanim کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"شکریہ--"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی ہی تھی۔

کیا ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں--؟؟؟ میرا مطلب ہے صرف دوست، ویلے بھی ہم کلاس" "فیلوز ہیں--"

اسکی بات کو سمجھ کر حanim اور آرجے دونوں کا دماغ گھوما تھا

مہرو تو منہ کھولے اس شیراز کو دیکھ رہی تھی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ اسکے سامنے ہی بول دے گا۔

!! ہم کلاس فیلو ہی بہتر ہیں مسٹر شیراز--"

اب کی بار حانم کا لمحہ سرد ہوا تھا۔

آج چھٹیاں ہو جائیں گی میں چاہتا ہوں ہم نمبر ایکسچنچ کر لیں-- ویلے تو کلاس گروپ سے "!! بھی میں لے سکتا تھا لیکن پھر میں نے سوچا شاید تمہیں برا گے--

حانم تو اسکی ڈھنائی می پر حیران رہ گئی تھی۔

مجھے آپ سے بات کرنے میں کوئی می دچسپی نہیں ہے، اور پلیز آئی نہ میرے سامنے اس"!
! طرح کی باتیں کرنے سے پہلیز کیجیتے گا۔۔

وہ ایک دم ہی بھڑک اٹھی تھی۔ اور بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی می تھی۔
اس نے صرف دوستی کا کہا تھا کوئی می اور بات نہیں کی تھی۔ لیکن ناجانے کیوں حانم کا رد عمل
بہت سخت تھا۔

یونیورسٹی میں ایسی دوستیاں کرنا عام سی بات ہوتی ہے۔ دوستی نا بھی ہو اپنے گروپ کے لڑکوں
سے اچھی بول چال ہو جاتی ہے۔

"آپ پلیز بیٹھ جائیں، میں ایلے ہی پوچھ رہا تھا سوری اگر برا لگا ہو تو۔"
وہ اب معذرت کر رہا تھا۔ اور پھر کچھ سنے بنا ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔
وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں تھے۔

"یہ کیا ہو رہا تھا۔۔؟"

اسکے جانے کے بعد مہرو ایک دم چونکی تھی۔

"محبھے کیا پتا تمہیں نظر نہیں آیا کیا۔۔؟؟"

حانم غصے سے کہتی لائی بریری کی طرف بڑھ گئی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد مہرو اسے کھینچ کر مجھ دیکھنے لائی تھی۔

آرچے کی ٹیم اور ایک دوسری ٹیم کھیل رہی تھی۔ دوسری ٹیم میں وہ شیراز تھا۔

کھیل کھیل کے دوران آرچے نے شیراز کا نشانہ لے کر فٹ بال پوری قوت سے اسے دے مارا تھا۔

وہ دھڑام سے اوندھے منہ نیچے گرا تھا۔ حانم حیرت سے منہ کھولے کبھی آر جے تو کبھی اس شیراز کو دیکھ رہی تھی جو نیچے پڑا کراہ رہا تھا اور باقی لڑکے اسکی طرف لپکے تھے۔

حانم نے دیکھا تھا کہ آر جے نے جان بوجھ کر اسے فٹ بال مارا تھا۔

اس سے پہلے کوئی یہ کچھ سمجھتا یا آر جے کو کچھ کہتا وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا گراونڈ سے باہر آیا تھا اور پھر !! ایک سرد کی نگاہ حانم پر ڈال کر یہ جا وہ جا--

جبکہ حانم بت بنے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔



حانم کا دل ایک دم کانپ اٹھا تھا۔ آر جے کی سرد نگاہ جو وہ اس پر ڈال کر گیا تھا، حانم کو اسکی سمجھ نہیں آئی یہ تھی۔

شیراز زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ فٹبال اسکے سینے پر لگا تھا۔

سُلُودِ نُس اسے اٹھا کر اندر لے گئیے تھے۔ حانم کے دل میں اچانک ہی آر جے کیلیئے نفرت کی ایک لہر دوڑگئی تھی۔

اسے بہت غصہ آیا تھا۔ وہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا تھا یہ حانم سمجھ گئی تھی۔

"تم نے شیراز کو کیوں مارا آر جے---؟؟"

وہ ٹھہر پر کھڑا تھا۔ ٹھنڈی ہوا میں ایک باریک سی ٹی شرپ پہنے جب مکی اسکے چیچھے نمودار ہوا تھا۔

ہاتھ میں جلتے سگار کے وہ فرصت سے کش لگا رہا تھا البتہ اسکا ذہن کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

"! امیرا دل کر رہا تھا اس لیے--"

!"کوئی می تو وجہ ہوگی نا مجھے پتا ہے تم بلاوجہ نہیں مارتے--"

ملکی اب اسکے بائیں طرف آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وہ ام حانم کو تنگ کر رہا تھا--"

آرجے بات پر ملکی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تو--؟؟"

!"تو یہ کہ یہ اچھی بات نہیں ہے--"

آرجے کا لمحہ سخت تھا۔

اووہ کم آن آر جے -- یقین نہیں ہوتا یہ تم کہہ رہے ہو -- کیا تم خود کبھی کسی لڑکی کے قریب " نہیں گئیے -- ؟؟

میں نے لڑکیوں کی مرضی سے کیا ہے جو بھی کیا ہے -- جبکہ وہ سراسر زبردستی دوست بننے کو" ! اکہ رہا تھا اور آر جے کو زبردستی نہیں پسند --

ایسا تو ہر جگہ ہوتا ہے، تم کس کس کو مارو گے -- ؟؟"

مکی طنزیہ پوچھ رہا تھا۔

!! جس جس پر غصہ آئیے گا -- "

اسکا الجہ اٹل تھا۔

اوہ بھائی می ہلاکو خان کی اولاد شرٹ پہن لے -- ہر وقت لڑنے مرنے پر تلے رہتے ہو--"

!! کبھی ٹھنڈے دماغ سے بھی سوچ لیا کرو--

ٹھنڈی ہوا مکی کی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی وہ آرجے کو تلقین کرتا اندر جا چکا تھا کیونکہ وہ اپھے سے جانتا تھا کہ آرجے ہمیشہ اپنی مرضی کرتا تھا۔

جبکہ آرجے ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔ اسکے پھرے پر سنجیگی چھائی می تھی۔

"ہانی واک کرنے چلیں--؟؟"

ماہم پوچھ رہی تھی۔ دسمبر کی چھٹیاں ہو چکی تھیں۔ حمدان انکل اسے ہاسٹل سے لے آئے تھے۔ مہرو اپنے گھر جا چکی تھی۔

وہ جب سے گھر آئی می تھی، باہر نہیں نکلی تھی۔

"نہیں مجھے نہیں جانا--"

حائف نے صاف انکار کیا تھا۔

یار کیا مسئی لہ ہے کبھی بات مان بھی لیا کرو۔ سب ہی واک کرنے جاتے ہیں۔ شام کو" اتنا اچھا نظارہ ہوتا ہے باہر۔

!! میں اور جواد بھی روزانہ جاتے ہیں آج تم بھی چلو نا۔

ماہم نے منت کی تھی۔

"یار مجھے کام ہے میں نہیں جا سکتی۔"

حائف جان گئی تھی کہ آر جے اسی ٹاؤن میں دو گھر چھوڑ کر رہتا تھا۔ اور اسکی شدید خواہش تھی کہ اسے غلطی سے بھی یہ پتا ناپڑے کہ وہ بھی وہیں رہتی تھی۔

اس لیے وہ باہر جانے سے گریز کرتی تھی۔

"ا مرد تم-- یونہی اکیلے جل بھن کر اور سڑ سڑ کر مر جانا--"

ماہم پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتی باہر نکل گئی تھی جب اسکی بات پر حانم کا قہقہہ اجھرا تھا۔ وہ اسکے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک ہنستی رہی تھی۔

"جوڑن تم مسٹر جوزف کی کر سمس پارٹی میں چلو گے--؟؟"

انشقچی نے پش اپس کرتے جوڑن سے پوچھا تھا۔ جب سے مارتھا کی موت ہوئی می تھی انشقچی اسے اپنے پاس لے آیا تھا۔

"نمیں--"

جورڈن نے انکار کیا تھا۔

!!! مجھے لگتا ہے تمہیں جانا چاہیے۔۔۔ باہر نکو گے تو دل کو سکون لے گا۔۔۔"

انشقی نے خیال ظاہر کیا تھا۔

"میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔۔۔"

جورڈن کا لجھ برف سے بھی زیادہ سرد تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"

انشقی نے کندھے اچکائیے تھے۔

ویلے میں نے سنا ہے کہ جوزف کی واٹ ف پاکستان سے ہے-- اور اس کرسمس میں اسکی "انقھنی نے صوفے پر بلیٹھتے ہوئیے کہا تھا۔ وہ ترچھی نگاہوں سے جورڈن کو دیکھ رہا تھا۔ فیملی بھی آئیے گی--

پاکستان کے نام پر جورڈن کے کان کھڑے ہوئیے تھے۔

حرکت کرتے اسکے جسم میں ایک دم ٹھہراؤ آیا تھا۔

"اے! اپچھی بات ہے--"

اس نے اتنا ہی جواب دیا تھا۔ انقھنی نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ جورڈن اپنی مرضی کرے گا۔

وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔ جورڈن اب لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ہی وی دیکھ رہا تھا۔

یہ دعویٰ کارڈ ہے-- اگر تمہارا مود بدل جائیے تو آجانا۔ اسکے بغیر اندر داخل نہیں ہونے"!
ا! دنگے--

انھنی میز پر کارڈ رکھتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ جورڈن نے اسکی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

مسٹر جوزف کا گھر روشنیوں سجا تھا۔ مسٹر جوزف پیس مشور کسینو کا مالک تھا۔ اسی وجہ سے انھنی اسے جانتا تھا۔

گھر کے باہر بڑے سے لان میں کر سمس ٹری بنایا گیا تھا۔ مہمان آنا شروع ہو گئیے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہونے والی برف باری نے لان کو سفید بنادیا تھا جس پر کی گئی می سجاوٹ نے اس جگہ کو پریوں کے دلیں میں بدل دیا تھا۔

!! یہ سب کتنا اچھا ہے نا۔۔ بالکل خواب جیسا۔۔

ماہی نے پاس بیٹھی ایلا سے کہا تھا۔ ایلا مسٹر جوزف کی بھتیجی تھی۔

اور وہ ہی ماہی کو اس پارٹی میں لائی می تھی۔

!! ہاں ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے۔۔ اسی لیے میں تمہیں یہاں لائی می ہوں۔۔

ایلا نے جواب دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی اسکی نظر گیٹ کی طرف سے آتے جو رُن پر پڑی تھی وہ اسے لمبوں میں پہچان گئی می تھی۔

بلیک ڈنر سوٹ پہننے وہ تھوڑا تمہذیب یافتہ لگ رہا تھا ورنہ ایلا نے تو اسکا نام ہی جنگلی رکھ دیا تھا۔

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے--؟؟"

ایلا کی تیوری چڑھی۔

جورڈن اب مسٹر جوزف اور انٹھنی کے پاس کھڑا تھا۔ مسٹر جوزف اسے کسی بات پر کندھا تھپٹھپا کر داد دے رہا تھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔؟؟"

ماہی نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ اسے بھی جورڈن نظر آگیا تھا۔

"وہی جنگلی--"

ایلا نے چبا چبا کر کہا تھا۔

"چھوڑو یار-- رات گئی می بات گئی می"

ماہی نے عام سے لجھے میں کہا تھا۔

لیکن اسے یہاں کس نے بلا�ا ہے--؟؟؟"

ایلا سوچ رہی تھی۔

"ا! اچھا کیا جو رُدن تم آگئیے-- میرے کسینو کو چلانے میں تمہارا بہت بڑا کردار ہے--"

مسٹر جوزف اکثر جو رُدن کے قصے سنتا رہتا تھا۔ وہ بہت اچھا فائی ٹر تھا۔

"انجوائیے کرو--"

مسٹر جوزف اپنا مشروب کا گلاس میں تھامے وہاں سے دوسرے مہمانوں کی طرف چلا گیا تھا۔

"مجھے پتا تھا تم آؤ گے--"

اننتھنی نے مسکراتے ہوئی سے جور ڈن کے کندھے پر ہٹ کیا تھا۔ جبکہ جور ڈن کی نگاہیں وہاں موجود ہر شخص کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ ان چہروں میں مشرقی چہروں کو تلاش کر رہا تھا کہ شاید کوئی می اسے اسکی منزل تک پہنچا دے۔

آدھی رات کا وقت تھا جب ایک جھٹکے سے حانم کی آنکھ کھلی تھی۔ آج کافی دنوں بعد اسے اپنا وہ خواب نظر آیا تھا جس میں اسے کوئی می آگ کے دریا میں دھکا دے دیتا ہے۔

اسکی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں۔ کچھ منٹ وہ خود پر قابو پا چکی تھی۔

میز پر رکے پانی کے جگ سے اس نے پانی پیا تھا۔

اسے سردی میں بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

وہ بیڈ سے نیچے اتری اور پھر کمرے میں موجود کھڑکی کو کھول کر اس میں کھڑی ہو گئی تھی۔

تازہ ہوا کے جھونکے نے اسے فریش کیا تھا۔

شور کی آواز پر اس نے دائیں طرف مڑ کر دیکھا تھا۔

آرجے کے گھر کے لان میں اسے کافی لوگ نظر آئے تھے۔

وہاں سے میوزک کی ہلکی آواز بھی آرہی تھی۔

اس نے گھر کے سامنے گاڑی کو رکھنے اور پھر اس میں سے لڑکیوں کو اترتے دیکھا تھا جتنا کا لباس قابل اعتراض تھا۔

یقیناً وہاں کوئی می پارنی چل رہی تھی۔ اور میوزک کافی تیز تھا جسکی مدھم آواز حانم تک پہنچ رہی تھی۔

وہ تصور کر سکتی تھی کہ اندر کیا ہو رہا ہو گا۔

غصے اور ناگواری کی ایک لمبے کے پورے جسم میں دوڑگئی تھی۔

وہ اسے کچھ کہہ کر اپنی زبان گندی نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لیے ٹھاہ کی آواز سے کھڑکی بند کر چکی تھی۔

!! ماہی ریڈی ہو جاؤ۔۔۔ تم نے کچھ سنانا ہے۔۔۔"

ایلا ماہی سے کہتی اپنے انکل کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ریڈی ہو جاؤ۔۔۔؟ لیکن کس چیز کیلیے ایلا۔؟؟"

ماہی نے حیرت سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تھا۔ لیکن ایلا ان سنی کر گئی تھی۔

دو تین منٹ مسٹر جوزف سے بات کرنے کے بعد وہ اب لوگوں کے ہجوم کے درمیان کھڑی ہو گئی تھی۔

"لیڈرز لینڈ جینٹل میں--"

ایلا نے خوشی سے سب کو متوجہ کیا تھا۔

جبیسے کہ آپ سب جانتے ہیں یہ رات ہمارے کیلیے بہت ہی خاص ہے، تو کیوں نا اس خاص

"موقع کو منزد خاص بنایا جائے--؟؟-

وہ سوالیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"یہاں میری ایک پیاری سی دوست ہے جسے کبھی گانے کا بہت شوق ہوتا تھا۔"

ایلا نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ ماہی پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

پچھلے سال اسے میوزک کا شوق چڑھا تھا اور اس نے میوزک سیکھا بھی تھا باقاعدہ کلاسز لے کر اسکے گھر میں پیانوں تھا وہ کبھی کبھی بجا لیتی تھی، ہزاروں بار بجانے پر وہ صرف ایک دوبار گنگنائی می تھی۔ ماہی کی آواز اچھی تھی۔

لیکن اب جو کام ایلا نے کیا تھا ماہی کا دل کر رہا تھا کہ وہ جا کر اس چڑیل کا منہ نوج لے جو لوگوں کی تالیوں میں اپنی بتیسی کی نمائی ش کی رہی تھی۔

!” آجاؤ ماہی اور اپنی سریلی آواز سے جادو بکھیرو۔۔۔“

ایلا نے ایک آنکھ بھینختے ہوئے شراری انداز میں کہا تھا۔

لوگ اب اسکی طرف دیکھ رہے تھے اور اپنی تالیوں سے اسے آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

ماہی غصے سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی می اور ایلا کی طرف بڑھی تھی۔

"یہ کیا بکواس ہے ایلا--؟"

ماہی نے کاٹ کھانے والے انداز میں کھا تھا البتہ اسکی آواز دھیمی تھی۔

!"تم کب سے رونے والا منہ بنائ کر بیٹھی تھی میں نے سوچا کچھ نیا ہو جائیے--"

وہ پھر مسکرائی می تھی جبکہ ماہی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

اچانک ساری لائی ٹس بند ہو گئی می تھیں۔ ایک سپاٹ لائی ٹ برف سے بنے قالین پر رکے پیانو پر پڑی تھی جسکے ارد گرد رکھی مشعلیں کسی اور دنیا کا نظارہ پیش کر رہی تھیں۔

ماہی بے اختیار ہی اس پیانو کی طرف بڑھی تھی۔

جورڈن کر سمس ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ مناتا تھا۔ اسے یاد تھا پچھلے سال بھی مارٹھا بہت بیمار بنایا تھا اور پھر سینٹا والے Tree تھی لیکن پھر بھی اس نے جورڈن کے ساتھ مل کر کر سمس کپڑے پہن کر اسے خوش کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ اب جوان ہو گیا تھا لیکن مارٹھا اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔

مارٹھا کے یاد آتے ہی اسکی نم ہوئی تھیں اور آس پاس کا سارا منظر دھنلا سا گیا تھا۔

جورڈن کا دل وہاں موجود ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے بنا نتھنی کو بتانے والی کیلیے قدم برٹھا دیئے تھے جب اسکے کانوں نے ایک بھلی سی آواز سنی تھی۔

وہ پیانو کی آواز تھی

، ایک خوبصورت دھن

کوئی می بجا رہا تھا۔

کوئی می دل سے بجا رہا تھا

جورڈن کے قدم ساکت ہوئیے تھے اس نے پیچھے مر کر دیکھا تھا جہاں اسے لوگوں کا ہجوم ایک جگہ نظر آیا تھا۔

وہ بے اختیار کی دھن کی آواز کی طرف بڑھا تھا

جسم کا روح سے

کیوں گئے ہے فاصلہ--

وہ ایک لڑکی کی آواز تھی۔ وہاں موجود لوگ گول دائی رے میں۔ ماہی کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اس نے لوگوں کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اسکی طرف ماہی کی پشت تھی۔

میں ہوں یا پیں بس

، میری یہ پچھائیاں---

ہے پچھی بس زمین

راستے ہیں لاپتہ

لفظ ہوں میں ان کما

، ہیں یہ سچائیاں--

وہ گول دائی رے میں چلتے ہوئیے اسکے سامنے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ جو بھی بہت اچھا گا رہی تھی۔ اسکے سامنے پہنچنے کے بعد جور ڈن کے قدم ساکت ہوئیے تھے۔

میرے سینے کی خلا۔۔

، جیسے جنمون کی بلا

کیوں نا سانسوں سے مٹے

، ہیں یہ تنہائیاں ---

، اسکی آواز میں انتہا کا درد تھا۔ وہی درد جو جورڈن کے سینے میں موجود تھا
اسکی آواز میں اتنی ہی نمی گھلی تھی جتنی جورڈن کی آنکھوں میں رہتی تھی۔
وہ اس وقت جورڈن کو اپنا عکس معلوم ہوئی تھی۔

، زمین کو چھوتی میکسی پر بھورے رنگ کا کوٹ پہنے، بھورے بالوں کو کندھے ہر بکھرائیے
جورڈن کو اس وقت اس پر کسی اداس شہزادی کا گمان ہوا تھا۔

کوئی ہی اندازا کنوں

میرے اندر ہے چھپا

مجھے ملتی ہی نہیں

!!!!! میری گمراہیاں ---

!! میرا پچھا چھوڑ دیں مس ماہین حمدان --"

حشام کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور ماہی کے ہاتھ ایک دم ساکت ہوئی رہتھے۔
لوگوں کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ ماہی نے اپنی آنکھوں میں آئی نی کو ہاتھ بڑھا کر صاف کیا تھا۔

"تم نے کمال کر دیا ماہی--"

ایلا نے جھکتے ہوئی رہتھے اسکے گال کو چھوڑا تھا۔

جورڈن اسے پہنچان گیا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جسے کچھ ماہ پہلے جورڈن کی وجہ سے پوت آئی تھی۔

کر سمس کا کیک کاٹنے کے بعد کھانا لگایا گیا تھا۔

وہ جورڈن کی نظروں میں تھی۔ وہ انکے ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھا تھا اور وہ ایسا کیوں کر رہا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"کاش آج یہاں حشام جبیل ہوتا-- میں اسے دیکھ پاتی--"

ماہی نے حسرت سے کہا تھا۔

جبیل کے نام پر جورڈن کے کان کھڑے ہوئیے تھے۔ اسکے چہرے کے زاویے ایک دم بدل گئیے تھے۔

اچانک ہی اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ جان بوجھ کر انکے قریب بیٹھا تھا کہ انکی باتیں سن سکے۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ لرکی جبیل کو جانتی تھی۔ جسے وہ ختم کرنا چاہتا تھا۔

حائف اور آر جے دونوں ایک بس اسٹیشن پر کھڑے تھے۔

ہر طرف بارش ہو رہی تھی، طوفانی بارش، ان دونوں کے علاوہ اس اسٹیشن پر اور کوئی میں نہیں تھا۔

ڈرمی سمی سی حائف ناجانے کیوں آر جے کو غصہ دلا رہی تھی۔

وہ اسکی جانب بڑھا تھا۔ حائف سم کر ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔

وہ دونوں لوہے کی بنی اس چھت کے نیچے کھڑے تھے جہاں مسافروں کے انتظار کرنے کیلیے کرسیاں رکھی تھیں۔

لوہے کی چھت پر طوفانی بارش کے بر سنے کی آواز کسی خوفناک چڑیل کے چینخے جیسی تھی۔

جیسے جیسے وہ اسکی طرف بڑھ رہا تھا حائف پیچھے ہو رہی تھی۔

اب وہ کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ اگر وہ ایک قدم باہر نکلتی تو اسے بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔

آرچے نے اسکی آنکوں میں دیکھا تھا۔ جہاں ڈر تھا اور اتجا تھی کہ مجھے بخش دو۔۔۔

لیکن وہ بخشنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر حانم کو دھکا دیا تھا۔ وہ باہر سڑک پر گرمی تھی۔

اچانک پانی کا رنگ سرخ ہوا تھا اور بارش خونی بارش میں بدل گئی می تھی۔

حانم کی چیخیں بلند ہوئی می تھیں۔ دیکھتے دیکھتے بارش اب آگ کا روپ دھار گئی می تھی۔ جو اسے بری طرح سے جھلساری می تھی۔

حانم نے دل دھلا دینے والی چیخ ماری تھی۔

اور آرچے ہر بڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

کتنے ہی پل وہ شاکڑ بیٹھا رہا تھا۔ اسکے دل کی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر چہرے پر آیا پسینہ صاف کیا تھا۔ اگر وہ خواب تھا تو اس نے اپنی پوری زندگی میں اتنا برا خواب نہیں دیکھا تھا۔

وہ لوگ صبح پانچ بجے سوئیے تھے۔ ساری رات تیز میوزک میں بے ہنگم ڈانس کرتے تھک چکے تھے۔ صبح فجر کی اذان کے وقت میوزک بند ہوا تھا۔

اپنے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد وہ اب نیچے آیا تھا۔ پورا لاٹونج بکھرا تھا۔ کانچ کی بوتلیں، کلین کے ڈبے، کھانے پینے کی چیزیں ہر جگہ پڑی نظر آ رہی تھیں۔

آر جے کا دماغ گھوما تھا۔ وہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے سویا تھا۔

ابھی چھ بجے رہے تھے۔ لیکن راتیں لمبی ہونے کی وجہ سے باہر اندر ہیرا تھا۔

اسکے کچھ دوست رات کو ہی جا چکے تھے جبکہ کچھ گلیست روم میں سوئیے پڑے تھے۔

لاٹونج میں ایک صاف سترہا صوفہ دیکھنے کے بعد وہ اس پر بیٹھ گیا تھا۔ خواب نے اسے بڑی طرح ڈرایا تھا۔

نیند تھی کہ اس پر غلبہ پارہی تھی اور پھر وہ کچھ دیر بعد گھری نیند سوچ کا تھا۔

چھٹیاں کیسے گزیں تھیں پتا ہی نہیں چلا تھا۔

وہ اکتوبر دسمبر کا دن تھا۔ مہرو صحیح سے اسے فون کر رہی تھی۔

مہرو اور حانم کی کلاس میں ایک لڑکی اور لڑکے سے اچھی بول چال ہو گئی تھی۔ انفیکٹ لڑکی تواب انہیں اپنی فرینڈز ہی کہتی تھی۔ جس کا نام اقصیٰ تھا۔

ہانی مان جاؤ ناپیز دیکھو اقصیٰ مجھے روزانہ فون کال کرتی ہے وہ چھوٹی سی نیوائی ائرپارٹی"

"دے رہی ہے۔ ہم چلتے ہیں نا۔۔

مہرو اسکی منتیں کر رہی تھی۔

مہرو میرا رات کے فنگشن اٹینڈ کرنے کو دل نہیں کرتا یہ تم بھی جانتی ہو--- اور پھر نیو"

ایؤی ر--- بارہ بنجے تک ---

ح انم سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

میرا نہیں تو اقصی کا ہی دل رکھ لو۔۔ وہ اسپیشل ہمارے لیے یہ سب کر رہی ہے۔۔ ہمیں جانا" ॥! چاہیئے۔۔

مہرو چاہتی تھی کہ وہ کسی طرح مان جائیے۔

"میں اتنی رات گئیے تک باہر نہیں رہ سکتی امی پریشان ہونگی"

!" آٹی سے میں بات کر لوں گی بس تم ہاں کرو۔ ہم نو دس بنجے تک واپس آجائیں گے۔۔"

!"مھیک ہے---"

حانم نے ایک گھر سانس لیا تھا۔ وہ جانتی کہ مہرو اسے منا کر ہی دم لے گی۔

اقصی کا گھر گلبرگ میں تھا۔ وہ دونوں سات بجے کے قریب اسکے گھر پہنچ گئی تھیں۔

مہرو کا ڈرائیور انہیں چھوڑ گیا تھا اور اس نے ہی لینے آنا تھا۔

اقصی نے خوشی سے انکا استقبال کیا تھا۔ اسکے گھر میں اسکی بہن، امی اور ملازموں کے علاوہ اور کوئی میرد نہیں تھا۔

حانم کو یہ دیکھ کر تھوڑا اطمینان ہوا تھا۔

کلاس کی کچھ اور لڑکیاں اور اقصی کی کمزز بھی تھیں۔ ان سب نے مل کر باری کیوں کیا تھا۔

غرض کہ فنکشن اچھا جا رہا تھا۔

"آر جے آئی سے گانا--؟؟

اقصی کی ایک کرزن نے دھیرے سے اسکے کان میں پوچھا تھا۔

اللہ کرے آجائیے-- بہت شتیں کی تمہیں ملی کہ کسی طرح وہ اسے لے آئیے--"

!! وہ کہہ رہا تھا کہ آر جے آج تک اپنے رشته داروں کے گھر بھی نہیں گیا اسکا آنا ناممکن ہے--

اقصی کا لمحہ افسرده تھا۔

"تو تم کہہ دیتی کہ ہم باہر کر لیں گے فنکشن--"

"میں نے کہا تھا-- اب دیکھو"

یہ وہی لڑکی ہے نا جسکی آرجے سے نہیں بنتی۔۔؟؟"

اقصی کی کمزن نے سنہری بالوں والی لڑکی طرف اشارہ کیا تھا۔ جسکے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔ جن میں نیچے سے کمل ڈالے گئیے تھے۔

!!ہاں یہ ام حانم ہے، ویلے تو بہت اچھی ہے لیکن آرجے کو کافی ناپسند کرتی ہے۔۔"

!!ہمسمم۔۔ اسے دیکھ کر لگتا بھی ہے۔۔"

حانم مہرو کے ساتھ باربی کیو کرنے میں مگن تھی۔ وہ کافی انجوائی سے کر رہی تھی۔۔
انہوں نے لان میں ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔

اچانک کافی شور ابھرا تھا۔ باہر کا گیٹ کھلا تھا اور پھر اندر کافی سارے لڑکے آئیے تھے۔

حانم کا رنگ تو لڑکوں کو دیکھ کر پھیکا پڑا تھا۔ مرو نے اسے کہا تھا کہ وہاں کوئی ملٹکا نہیں ہوگا۔ اور اب ---

حانم نے ایک شکایتی نظر مرو پر ڈالی جو نظریں چڑا گئی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ مرو نے حانم سے جھوٹ بولا تھا اور دھوکا دیا تھا۔

حانم اپنا ڈوپٹہ سر پر ڈالتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

hanم کا دل دکھا تھا اسے مرو سے اس درجہ بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔

وہ اچھے سے جانتی تھی جس فنکشن میں لڑکے ہوتے تھے وہاں حانم کو ان کمفریبل محسوس ہوتا تھا۔

وہ سیدھا اقصی کے کمرے میں آئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے گھر فون کیا تھا۔

"امی رحیم انکل کو مجھے لینے بھیج دیں ماہم کو ایڈریس پتا ہے۔"

"میں نے اسے پنڈہ منٹ پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ میرا اپنا دل بیٹھا جا رہا تھا۔"

حanim نے سکون کا سانس لیا تھا۔

بالوں کو اچھے طریقے سے باندھنے کے بعد اب وہ اپنے ڈوپٹ سے حجاب کرنے میں مصروف تھی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اب ڈوپٹ نہیں ہلنے والا اس نے اپنا کوٹ اٹھا کر پہنا تھا۔ جو یہاں آنے کے بعد اتار دیا تھا۔

جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھی دروازے میں کھڑے انسان کو دیکھ کر دھک سے رہ گئی تھی۔

آرجے دروازے میں کھڑا بتیسی نکالے اسے دیکھ رہا تھا۔

حانم کا اسے اپنے سامنے دیکھ کر سر چکرا گیا تھا۔ اسکے فرشتوں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ یہاں آئیے گا۔

وہ خود پر قابو پاتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔

"راستہ دو--"

حانم نے لمحے کو سخت بنانے کی کوشش کی تھی۔ البتہ اسکا نازک سادل کانپ رہا تھا۔

"اگر نہیں دیا تو--؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

یہ پہلی مرتبہ تھا جو وہ دونوں اس طرح ذاتی طور پر آمنے سامنے آئیے تھے۔ نہیں تو اکثر سیمینار روم میں ہی ملتے تھے۔

"یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے سمجھ آئی می۔ شرافت سے راستہ چھوڑو میرا--"

اسکی بات پر آرجے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"شرافت نام کی چیز مجھے چھو کر نہیں گزری-- میں بس یہاں پر کچھ چیک کرنے آیا تھا۔"

وہ پراسرار سے لجے میں کہتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

حانم ایک دم اچھلی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔

میں نے سنا ہے مس ام حانم--"

وہ اسکی طرف جھک کر بہکہ بہکہ ساکھہ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا حانم کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اور آرجے دنگ رہ گیا تھا۔

"اپنی بکواس بند رکھو، تم ہو ہی گھٹیا۔"

وہ اسکے منہ پر تمپڑ مارنے کے بعد اب وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

میں نے سنا ہے کہ مس ام حانم باقی لڑکیوں سے بہت الگ ہے، وہ دوسروں کی طرح آرجے کی خوش آمد نہیں کرتی، میں نے سنا ہے وہ واحد لڑکی ہے جو آرجے کو دل سے ناپسند کرتی ہے۔

!! اور میں نے بالکل ٹھیک سنا ہے مس ام حانم۔ تم واقعی الگ ہو۔"

وہ قتنہ لگا کر ہنسا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

اسے یہاں آنے میں کوئی می دچپی نہیں تھی وہ یہاں جس کام کیلیتے آیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔

وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے اسے سہلا رہا تھا۔ البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی نے آرچے پر ہاتھ اٹھایا تھا اور بدلتے میں اسے غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ مسکرا رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

سلفائیٹ

از قلم نور راجپوت

لاسٹ پارٹ

"مبارک ہو۔۔۔ تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا آر جے۔۔۔ تم نے جیتے جی ام حانم کو جسم میں دھکیل دیا ہے۔۔۔

تم نے اسے آگ کے اس دریا میں پھینکا ہے جس میں نا صرف اسک جسم بلکہ روح بھی جھلس گئی می ہوگی !!!

لکی کی بات سن کر ایک پل کو آر جے کا دل رکا تھا۔
وہ دنگ رہ گیا تھا۔

"آخر تم نے اسے اتنا سر پر سوار کیوں کر لیا ہے لکی۔۔۔ کچھ غلط نہیں کیا میں نے اسکے ساتھ "

آر جے کڑھ کر بولا تھا۔

"ضروری نہیں کہ جسمانی اذیت ہی عصی کے زمرے میں آئی ہو۔۔ ذہنی اور روحانی اذیت انسان کی دھیان بکھیر دیتی ہے یہ تم نہیں سمجھو گے" _____
لکی اسکا اشارہ سمجھ چکا تھا۔

"بس کر جاؤ لکی مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ تمیں ہو کیا گیا ہے۔۔؟؟"
آرجے کو اسکی باتوں سے کوفت ہو رہی تھی۔

"یہ میں خود نہیں جانتا بس ڈر لگ رہا ہے بہت۔۔ اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی،
میں معافی مانگنا چاہتا ہوں ام حانم سے" _____
لکی نے جواب دیا تھا۔ وہ بہت بے بس نظر آ رہا تھا۔

"معافی۔۔ حد ہے لکی،
کس بات کی معافی۔۔؟؟"

"اسکے ساتھ جو کچھ ہوا میں اسکا ذمدار ہوں اس بات کی معافی" _____!!

"یہ بتاؤ کہ واپس کب آ رہے ہو۔۔؟؟"
آرجے نے بات بدلتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کبھی نہیں" _____

"کیا مطلب بھی میں--؟"

آرچے حیران ہوا۔

"میں نے مائی گریشن کروالی ہے اب میں لاہور کبھی نہیں آؤں گا___!"
مکی کا لجھ حتمیہ تھا۔ اس سے پہلے کہ آرچے کچھ کہتا وہ فون بند کر چکا تھا۔
اور آرچے حیران پریشان سافون کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔
اس ایک مہینے میں وہ سر سا پیر بدلتی تھی۔
آنکوں کے نیچے سیاہ ہلکے پڑھنا شروع ہو گئیے تھے۔
اچانک دروازہ کھلنے کی آواز پر حانم نے مڑ کر دیکھا تھا۔

"آجائیں امی--"

حانم نے آنکوں میں آئیے آنسوؤں کو پیتے ہوئے کہا تھا۔

"مت جاؤ بانی۔۔۔ مت جاؤ___"

آسیہ بیگم اسکے اتنی دور جانے پر بہت دکھی تھیں۔

وہ نہیں ہاتھ تھیں کہ حانم انہیں چھوڑ کر جائیے۔

اپنی ماں کی اتجاہ پر حاصل کا دل پھٹنے کو آیا تھا۔ وہ خود اپنی ماں سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ آج نہیں تو کل اسکی ملکی کے ساتھ تعلق کی بات گھر والوں تک پہنچ جانی تھی، اور پھر اسکی ماں نے نفرت کرنی تھی اس سے —

یہ چیز اندر اندر حاصل کو کھارہی تھی۔ وہ اپنی ماں کی نفرت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسے ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا جیسے ابھی آرجے قہقہے لگاتا ہوا آئیے گا اور سب کو بتادے گا۔۔۔ پھر سب ختم ہو جائے گا —

اسی لیتے وہ یہاں سے دور جانا چاہتی تھی تاکہ جب سب کو اس بات کا علم ہو، وہ دور ہو اور کسی کی نفرت اور حقارت نا دیکھ سکے۔

"میں جلد واپس آؤں گی امی۔۔۔"

حاصل نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئیے کہا تھا۔

"میرا دل نہیں مانتا تمہیں اتنی دور پھٹنے کو —"
آسیہ بیگم کی آواز رندھ گئی تھی۔

"امی —"

حاصل کہتی آسیہ بیگم کے گلے لگ گئی تھی۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن وہ مضبوط بھی نہیں رہ سکی تھی۔

لوئے کی۔

"جلد ہی ہانی بیٹی تمہارے پاس پہنچ جائیے گی مجھے امید ہے تم اسکا خیال رکھو گی ماہی_!!" حمدان انکل فون پر ماہی کو ہانی کے متعلق سمجھا رہے تھے۔

وہ خود سچ نہیں جانتے تھے۔ ڈاکٹر ز نے بھی انہیں منع کیا تھا کہ کوئی بھی حانم سے اس حادثے کے بارے میں ناپوچھے۔

انکا کہنا تھا بار بار ہانی کو اس واقعہ کی یاد دلانا خطرناک ہو سکتا ہے۔

وہ چاہتے تھے کہ حانم خود ہی سب کچھ بتائیے۔ لیکن شاید حانم اسکے لیتے کبھی تیار نہیں ہوتی۔

ماہین اور حانم نے براہ راست ایک دوسرے کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ البتہ تصویریں دیکھ رکھی تھیں اور نہ کبھی دونوں کی بات ہوئی تھی۔

"جی بابا۔"

ماہی کو زیادہ فرق نہیں پڑ رہا تھا اسکے آنے سے۔

"وہ ذہنی طور پر بہت پریشان ہے۔۔ پہلے اسے کچھ وقت دینا۔۔ اور پھر اسکے قریب ہونے کی کوشش کرنا، ہانی بہت اچھی اور صاف دل کی لڑکی ہے ان شاء اللہ تمہاری اس سے جلد دوستی

"جی--"

وہ حanim کی تعریف اپنے باپ کے منہ سے سن کر بس اتنا ہی کہہ پائی می تھی۔

وہ حanim کو نہیں جانتی تھی۔ آج وہ اسکے پاس آ رہی تھی۔

ماہی کے عجیب سے احساسات تھے۔ آسیہ بیگم سے اسکی اچھی خاصی بے تکلفی ہو گئی می تھی۔

لیکن حanim سے تو کچھی بات بھی نہیں ہوئی می تھی۔

"ٹھیک ہے پھر اپنا خیال رکھنا اور مجھے امید ہے تم حanim کو جلد اپنے ساتھ واپس لاو گی وہ بھی ہنستے مسکراتے !"

وہ پر عزم سے کہہ رہے تھے۔ ماہی بس سر ہلا کر رہ گئی می تھی۔

وہ پورے مہینے کے بعد گھر سے باہر نکلی تھی۔

بہت روئی می تھی وہ ماہم، جواد اور آسیہ بیگم سے ملتے ہوئے ۔۔۔

لیکن اسے جانا ہی تھا۔

اسکی حالت کو دیکھتے ہوئے حمدان انکل نے اپنے تمام تراختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایک مہینے کے اندر اسکے پیرس جانے کا انتظام کیا تھا۔

"میں آپ لوگوں سے روزانہ بات کیا کروں لیں ___!!

یہ حانم کے جاتے ہوئے سے آخری الفاظ تھے۔

آسیہ بیگم نے اسے بہت سی دعاؤں کے سائیے میں رخصت کیا تھا۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا جیسے انکی بیٹی کی رخصتی ہو گئی ہو۔

گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ بہت تیزی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔ اس نے آرجے کے گھر کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔

اس شخص کی وجہ سے آج ام حانم کو اپنا گھر، اپنا ملک اور اپنی ماں کو چھوڑ میلوں دور جانا پڑھ گیا تھا

جیسے جیسے گاڑی ای ائی رپورٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ حانم کا دل تڑپ رہا تھا۔

یہ تو طے تھا کہ اسکے ایک ایک آنسو اور اسکی تڑپ کی قیمت آرجے کو چکانی تھی۔ لیکن کب یہ صرف قدرت کو پتا تھا ___ !!

پیرس جانا اسکا خواب تو نہیں تھا لیکن اکثر جو ہم نے نہ سوچا ہو وہی ہو جاتا ہے۔

وہ پیرس کی سر زمین پر قدم رکھ چکی تھی۔

بھیگی پلکوں اور اداس دل کے ساتھ

اسلے خوابوں کی دنیا

وہ دنیا جسے وہ دیکھنا چاہتی تھی، پریوں کا دیسی

اسکی چھوٹی چھوٹی خواہشات تھیں جنہیں آرجے کے لفظوں نے ختم کر دیا تھا۔ اب تو مسکرانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی می ای ائی رپورٹ سے باہر آئی تھی۔

چادر سے خود کو لپیٹا ہوا تھا۔ وہ مادران لوگوں کے درمیان عجیب سی لگ رہی تھی سب سے الگ

اب اسے ماہی کو ڈھونڈنا تھا،

حمدان انکل نے اسے نیا موبائل لے کر دیا تھا جسکو اس نے چھونے کی بھی ہمت نہیں کی تھی۔

اسے لگتا تھا یہ موبائل اسکی بربادی کا ذمدار تھا۔ اور وہ اپنی اس سوچ میں ٹھیک بھی تھی۔

"ہاں میں ای ائی رپورٹ پر اپنے دوست کو لینے آیا ہوں۔ جی بی جان میں بالکل ٹھیک ہوں"!!

وہ لگن سافون ہر کہتا آگے بڑھ رہا تھا۔

"جی میں کوستش کروزگا کہ ان پھٹیوں میں پاکستان آسلوں--"

حشام بی جان سے بات کر رہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

کیا اسے کسی نے بتایا نہیں تھا کہ پیرس میں اتنی خوبصورتی سے مسکرا یا نہیں کرتے یہاں پر موجود لوگ ایسی جادوئی ہی مسکراہٹ پر دل بھی ہار سکتے ہیں جماں ماہی ہار گئی ہی تھی!

ایک تیز ہوا کا جھونکا حشام کے وجیہہ چہرے سے ٹکرایا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔ اور پھر گردن موڑ کر پاس سے گزتی اس لڑکی کو دیکھا تھا جو چادر میں لپٹی تھی۔

اسے کچھ محسوس ہوا تھا۔ وہ جو سال پہلے ہوا تھا جب ام حانم اس سے ملی تھی۔
حشام کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ اسے اس لڑکی پر ام حانم کا گمان ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اسکے پیچھے جاتا اسے مارکیٹ والا واقعہ یاد آگیا تھا جب ام حانم کے دھوکے میں وہ ماہی سے جاملہ تھا۔

"یہ ام حانم نہیں ہو سکتی۔۔ وہ یہاں کیسے--؟؟"

خود کو سمجھاتا وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

ایلا اور ماہی حاکم کو ایئی رپورٹ سے لھر لے آئی می تھیں۔
وہ خاموش تھی۔ ایلا بار بار اس سے سوال کر رہی تھی۔ وہ بس جواب دے رہی تھی۔

"ہانی تم فریش ہو جاؤ تھک گئی می ہوگی ناتب تک میں کھانا لگواتی ہوں۔"
ماہی نے اسے مشورہ دیا تھا۔

اسے لگا تھا کہ حانم کافی چالاک ہوگی، لیکن وہ جتنی تصویروں میں معصوم نظر آتی تھی حقیقت
میں بھی اتنی ہی تھی۔

"ٹھیک ہے"
وہ اثبات میں سرہلاتی اٹھ گئی تھی۔
ملازمہ اسکا سامان اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اور پیچھے پیچھے وہ بھی۔
"ماہی تمہاری کرزن تھوڑی عجیب ہے نا۔" ایلا نے اسکے جانے کے بعد پوچھا تھا۔
ماہی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"تمہارے ڈیڑ کی کرزن کی بیٹی تمہاری بھی سیکنڈ کرزن ہوئی می نا__!"
اسکے گھورنے پر ایلا نے کندھے اچکا کر کہا۔

"خیر اب یہ میرے پاس آلئی ہی ہے تو تمہیک ہوجائی سے لی--!!
ایلا نے دانت نکالے تھے۔

ماہی کچھ سوچتے ہوئے سے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد حانم اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ رات ہو گئی تھی اور وہ کافی تھک گئی تھی۔

بالوں کو باندھنے کی غرض سے وہ اٹھی تھی۔

کمرے میں موجود فرنپر کافی قیمتی تھی۔

کسی چیز نے بھی اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔

وہ جماز سائی ز آتی ینے کے سامنے کھڑی تھی۔ سنہری بالوں کی آلبشار کمر پر بکھری پڑی تھی۔

بالوں کو دیکھتے ہوئے اسکا ذہن بھٹکا تھا۔ ایک فلم سی اسکے سامنے چلنے لگی تھی۔

"اماں میں سوچ رہی ہوں کہ بال کٹوا لوں ____"

حانم نے اپنے بالوں کا نیچے سے معائی نہ کرتے ہوئے آسیہ بیگم کو اپنی سوچ سے آگاہ کیا تھا۔

"ہر کمز میں--"

آسیہ بیگم نے غصے سے منع کیا۔

"لیکن کیوں--؟ دیکھیں نا خراب ہو رہے ہیں____!"

حانم روہانی ہوئی۔

"تمہیں نافی اماں کہا کرتی تھیں کہ لمبے بال نیک لڑکیوں کی نشانی ہوتے ہیں____"

"بائیں____"

آسیہ بیگم کی بات پر حانم نے گھوم کر انہوں دیکھا تھا۔ اسکی آنکھیں اپنی ماں کی عجیب منطق پر حیرانی سی پھیلی تھیں۔

"لمبے باولوں کا نیک ہونے سے کیا تعلق اماں____!"
وہ حیران پریشان سی پوچھ رہی تھی۔

"قیامت کے دن لمبے بال عورت کا پرده بنیں گے، اور میری بات کان کھول کر سن لو
بانی۔۔۔ اگر تم نے دوبارہ بال کٹوانے کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی میں ہو گا____!"
وہ اسے دھمکی اور حکم دونوں سنا تھیں کچھ میں جا چکی تھیں جبکہ حانم حیرت سے انہیں جاتا دیکھ رہی تھی۔

شروع ہوئیے تھے۔

حانم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"نیک اور شریف تو دیکھو _____ !!!"

منظر بدلاتھا۔ آرجے سامنے آئی یعنے میں کھڑا جتنا قہقہے لگا رہا تھا۔

حانم کے چہرے کارنگ بدلاتھا۔ تالی بھجا تاہنستا وہ اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔

اسکے قہقہے حانم کو پاگل کر رہے تھے۔

"نیک نہیں بدکردار ہو تم _____ !!!"

وہ شعلے اگلتی آنکھوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں --- کچھ نہیں کیا میں نے _____"

وہ ہزیانی انداز میں چلائی تھی۔

وہ ہنسے جا رہا تھا۔ حانم کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔

"چپ کر جاؤ _____"

وہ چیخنی تھی اور سنگار کی میز سے پرفیوم کی ایک بوتل اٹھا کر پوری قوت سے آئی یعنے میں دے ماری تھی۔

اینی طرف سے اس نے آرھے کو مارا تھا۔ اسے خاموش کرواما تھا۔

پھن لی آواز کے ساتھ کانچ بھرا تھا۔ وہ میں غائب ہو کیا تھا۔

حanim کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ وہیں نیچے بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

وہ آرجے کے آسیب سے نچنے کلیئے بہت دور آگئی تھی لیکن شاید ہو بھول گئی تھی کہ آسیب تو سات سمندر پار تک پہنچا کرتا تھا۔

کافی دیر رونے کے بعد وہ اٹھی تھی اور پھر کراہ کر بیٹھ گئی تھی۔

ٹوٹے ہوئے کانچ کا ٹکڑا اسکے پاؤں میں چھبھ گیا تھا۔

درد کی ایک لہ اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"امی--"

حanim نے بے اختیار کی آسیہ بیگم کو آواز دی تھی لیکن پھر یاد آنے پر کہ وہ کوسوں دور تھیں اسکا دل مزید ترپا تھا۔

مشکل سے کانچ کا ٹکڑا پاؤں سے نکالنے کے بعد وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اسکے پاؤں سے خون نکل رہا تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

اس نے کمرے میں نظریں دوڑائی تھیں اور پھر اسے میز پر ٹشو کا ڈبارکھا نظر آگیا تھا۔ وہ لنگڑا کر چلتی میز تک پہنچی تھی اور پھر کافی سارے ٹشو نکال کر زخم پر رکھے تھے۔

آہستہ آہستہ خون رسانابند ہوا تھا۔

، گء م تھ اک رکار نہ ء م تھ

اسے سب یاد آرہے تھے۔ اور خاص طور پر آرجے می باتیں جو جھی اسلے ذہن سے میں یعنی تھیں۔

میں چاہتی ہوں
میں تمہیں بتاؤں
کہ مجھے درد ہوتا ہے
اتنا درد کہ دل کرتا ہے
اپنی کن پٹیوں پہ انگلیاں رکھ کر
اتنی زور سے دباؤں کہ وہاں سے خون کا اخراج ہو
شاید اس خون میں وہ تمام باتیں
وہ تمام سوچیں مجھی بہہ جائیں
جو میرے ذہن کو اذیت کے نشتر پھجو رہی ہیں..!

میں چاہتی ہوں
میں تمہیں بتاؤں
کہ مجھے درد ہوتا ہے
اتنا درد کہ جیسے کوئی میرا دل کسی پتھر پہ رکھ کر

کے سینے میں کا گھٹا

اور بس ایک سیل سے بس نہیں کرتا
بلکہ بار بار وہ اس عمل کو دھراتا ہے
گھاڑتا ہے، نکالتا ہے
گھاڑتا ہے، نکالتا ہے پر موت نہیں آنے دیتا..!
میں چاہتی ہوں
میں تمہیں بتاؤں
کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے
ایسی تکلیف جیسے کسی زندہ انسان کو
کسی پیر کے ساتھ باندھ کر
کسی پرانی چھری سے اس کو جگہ جگہ سے کٹا جائے
اس پہ کوڑے برسائے جائیں
اتنے کوڑے کہ اس کے وجود کا گوشہ
اس کی ہڈیوں سے الگ ہو جائے
پر موت کے فرشتے کو ادھر آنے کی اجازت نہ ہو..!
میں چاہتی ہوں

کہ کاش کوئی لفظ
 میری اذیت کے معیار پہ پورا اترے
 تو میں تمہیں بتاؤں
 کہ درد اور تکلیف اس اذیت سے
 بہت چھوٹے لفظ ہیں
 جو میں محسوس کرتی ہوں..!

درد میں ڈوبی رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی اور سکیوں کی آواز بڑھتی جا رہی تھی۔

صح چار بجے کا وقت تھا۔ آر جے نیند سے بوجھل آنکھیں لیئے سونے کیلیئے لیٹا تھا۔ اسے چار سے پانچ بجے کے درمیان نیند آتی تھی۔ ابھی اسے سوئے کچھ ہی دیر گزری تھی جب وہ عجیب سے احساسات کے تحت ہبرڈا کر اٹھ بیٹھا تھا۔
 اسے کسی لڑکی کے رونے کی آواز آرہی تھی۔
 سائی یڈ لیمپ آن کر کے اسے پورے کمرے میں نظر دوڑائی تھی لیکن اسے کہیں کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

وہ اسے وپنا وہم سمجھ کر سر جھٹک کر پورا سونے کیلیئے لیٹ گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے

آنہیں بند لی سسلنے لی آواز سنائی صاف سنائی دی گھی۔
وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔

”کون ہے--؟؟؟“

آر جے نے پوچھا تھا لیکن کوئی می جواب نہیں آیا تھا۔ آواز ہنوز آرہی تھی۔
وہ بستر سے نیچے اتر آیا تھا۔ کمرے کی کھڑکیوں کو کھولنے کے بعد اس نے ہر طرف نظر
دورائی می تھی۔

کہیں کس لڑکی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن آواز آرہی تھی۔

"یہ میرا وہم نہیں ہو سکتا۔۔!!!"

وہ بڑھا یا تھا۔

اب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر نیچے لاونچ میں آیا تھا۔ غلام دین، ملازم، صوفی پر سکون سے سویا بیٹا تھا۔

سکیوں کی آواز وقفے وقفے ابھر رہی تھی۔ آر جے کا دماغ گھوما تھا۔ اسے شک ہورہا تھا جیسے کھر می کوئی ملکی موجود تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرہ دیکھ رہا تھا لیکن لڑکی ہوتی تو ملتی نا۔۔

اب تو مکی بھی یہاں نہیں تھا۔

نیند لی دسمن بنی ہوئی می تھیں۔

دن چڑھے تک وہ لاونج کے صوفے پر بیٹھا رہا تھا۔ جیسے ہی سونے کیلیتے آنکھیں بند کرتا تھا سسکیوں کی آواز ابھر نے لگتی تھی۔

سورج کی سنری روشنی نے رات کی سیاہی کو کاٹا تو سورج کی شعائی میں لاونج میں موجود کھڑکیوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں۔

آرجے کو سر میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔

غلام دین کب کا نماز کیلیتے اٹھ کر جا چکا تھا لیکن اس نے آرجے سے وہاں بیٹھنے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔

چڑیوں کے چھپانے کی آوازیں ہر طرف پھیل گئی تھیں۔

تھک ہار کر وہ صوفے پر لیٹ گیا تھا، وقت کو اس پر ترس آیا تھا اور پھر ناجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔

”اوہ میرے خدا یہ کیا ہوا ____ ؟؟“

ملازمہ ناشتے کیلیتے حanim کو اٹھانے آئی می تھی اور پھر اسکے زخمی پاؤں کو دیکھ کر گھبرا گئی می تھی۔

سہ پچاس سالہ لوسی تھی۔ جو ہر وقت ساہ رنگ کے گاؤں میں ملبوس رہتی تھی۔

ماہی اور ایلا اسے لوسی ماں بلانی تھیں۔ لوسی ماں نے ایلا کو پالا تھا۔ اور اسے بھی وہ دونوں بہت عزیز تھیں۔

گھر کی صفائی سترائی می کا خیال لوسی ماں ہی رکھتی تھی۔
البتہ کھانا بنانے کیلئے حلیمہ تھی۔

"یہ کیا ہوا پچے ____ ؟؟"

وہ حانم کی طرف بڑھی تھی۔

حانم کی رات ناجانے کب آنکھ لگی تھی۔ نا ازان کی آواز، نا الارم کی آواز آئی تھی۔ اور نا کسی نے اسے اٹھایا تھا۔

وہ سوئی رہی تھی۔

لوسی ماں نے آگے بڑھ کر اسکے زخمی پاؤں سے ٹشو کو اتارا تھا کوچپکا ہوا تھا۔ بیدڑ کی چادر جماں اسکا پاؤں رکھا ہوا تھا وہاں سے سرخ ہو چکی تھی۔

سوتے وقت شاید اسکا خون بہتا رہا تھا۔

"سی--"

درد کے باعث حانم کی آنکھ کھلی تھی۔

"یہ کانچ کیسے ٹوٹا۔۔۔؟ ہم کو بلایا لیا ہوتا ہم خود ہی اسکو صاف کر دیتا ____ !!"
نے سر بگئے کہہ رہا تھا

لشو اتارنے کے بعد لوسی ماں کی نظریں اب پچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔
کچھ یاد آنے پر وہ کمرے میں رکھے بڑے سے میز کی نیچے والے درواز کی طرف بڑھی۔
فرست ایڈ باکس نکال کر وہ دوبارہ حانم کے پاس آئی تھی۔
حانم چکراتے سر کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی جو کافی پریشان نظر آرہی تھی۔
رونے کے باعث حانم کی آنکھیں سو جھن کا شکار تھیں۔
سپرٹ سے زخم صاف کرنے کے بعد لوسی ماں نے اسکے پاؤں پر پٹی باندھی تھی۔

"طبعت ٹھیک ہے تمہارا _____!!!"
پٹی کرنے کے بعد اب وہ حانم کی سرخ آنکھوں کی طرف دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔
حانم کو بے اختیار ہی آسیہ بیگم یاد آئی تھی۔ اسکی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی یہ۔
"روتا کیوں ہے بچے-- کوئی می مسئی لہ ہے تو ہم کو بتاؤ--؟؟؟"
وہ پیار سے پوچھ رہی تھی۔

"میرا سر بہت درد کر رہا ہے _____!!!"
حانم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"ہم میڈیسن اور چائیے لے کر آتا ہے۔ رونا نہیں، تم ٹھیک ہو جائیے گا _____!!!"
لوسی ماں خوشی سے کستی ماہر چلی گئی تھی۔

جبکہ حاکم اپنے سر کو تھامتے ہوئی سے دوبارہ لیٹ لئی گئی۔

ڈیپارٹمنٹ میں کوئی می فنکشن تھا۔ اسے روشنیوں سے سجا�ا گیا تھا۔

آر جے کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف اٹھتے قدم رکے تھے۔

اسے روشنیاں دیکھ کر کیفے کے پاس درختوں کے نیچے، خفگی سے گھورتی ہوئی، حانم کھڑی نظر آئی تھی۔

یہی جگہ تھی جہاں اس نے حانم کو چڑانے کیلئے اسکے لیئے گانا گایا تھا۔

"میں جو جی رہا ہوں

وجہ تم ہو____!!

اسے اپنے الفاظ یاد آگئیے تھے۔

وہ تو جی رہا تھا۔ اور جو وجہ بنی تھی اسے ختم کر دیا تھا آر جے نے۔۔۔

وہ سر جھٹک کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھا تھا۔ جیسے ہی وہ ڈیپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوا تھا سامنے گراونڈ میں لکڑی کے بیٹھ پر اسے وہ بیٹھی نظر آئی تھی۔

وہ شام جب اس نے حانم سے مسکرا کر بات کی تھی۔

وہ آسمان کو تلتی ہوئی، جانے کس دنیا میں کھوئی ہوئی تھی، جب بھلی کی چمک میں

کے رہیں۔

ماضی اسے اپنی طرف سچ رہا تھا۔۔

اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے حانم کو ختم کیا تھا۔

"نفرت ہے مجھے تم سے ___ !!"

وہ تصور میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اور پھر واپسی کیلئے قدم بڑھا دیئیے تھے۔
ڈیپارٹمنٹ میں اب اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔

لکی جا چکا تھا، مہرو بھی، دونوں کی مائی گریشن ہو گئی تھی۔ وہ بھی جا چکی تھی جسکے بارے میں
وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ جنت روڈ پر تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔۔

انگلش ڈیپارٹمنٹ کے سامنے اسے وہ درختوں کے نیچے بنے فٹ پاتھ پر مہرو کے ساتھ کسی بات
پر ہنستی نظر آئی تھی۔

وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔

وہ اسے کیوں نظر آئی تھی آرجے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا،
وہ جھٹکے سے مردا تھا،

سامنے ذلو جنیکل میوزیم تھا، اب وہ مہرو کے ساتھ میوزم کے باہر سیلوفیاں لیتی نظر آ رہی تھی۔

آرجے کا سر چکرا گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما تھا۔

"لفترت ہے مجھے کم سے شدید لفترت، سنا کم نے ام حاکم--- شدید لفترت کرتا ہوں کم

سے" _____

وہ چلا یا تھا۔ سٹوڈنٹس نے رک کر اور پلٹ کرا سے دیکھا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے حواسوں میں واپس لوٹا تھا۔

گھری سانس لیتا وہ حانم کو پیچھے چھوڑتا آگے بڑھ گیا تھا۔

ایک مہینہ ہو گیا تھا حانم کو پیرس آئی۔ اس نے کبھی اپنے کمرے سے باہر دروازے تک کا فاصلہ طے نہیں کیا تھا۔

وہ گھر میں ہی گھوم لیتی تھی کبھی باہر جانے کی خواہش نہیں کی تھی۔

اسکا موبائل جو اسے حمدان انگل نے دیا تھا وہ بند پڑا تھا۔ اسے آن کرنے کی حانم میں ہمت نہیں تھی۔

لوسی ماں اسکا بہت خیال رکھتی تھی۔ گھر سے فون آتا تو وہ ماہی کے فون سے ہی بات کرتی تھی۔ اور اسی کے لیپ ٹاپ سے وہ اپنے پیاروں کی شکل دیکھ پاتی تھی۔

دن گزرتے جا رہے تھے لیکن حانم نے منہ نہیں کھولا تھا۔ اس نے کبھی بھولے سے بھی اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو اسکی زندگی کا ناسور بن گیا تھا۔

وہ درد اور ڈھنگی سوجانی تھی، ڈر اور خوف کے سائی سے اسے جانے پر بجور کر دیتے تھے اسے مائی گرین نے آکیا تھا۔

ذرا سی تیز روشنی، شور اسے پاگل کر دیتا تھا۔ دل ہر وقت خراب رہنے لگا تھا، متلی ہوتی تھی، سر چکراتا تھا۔

غرض کہ وہ اندر ہیروں کی دنیا میں چلی گئی تھی۔

ہر وقت اسکے کمرے میں اندر ہیرا رہنا شروع ہو گیا تھا۔ اسے نارمل ہونے کیلیئے پیرس بھیجا گیا تھا لیکن وہ یہاں آکر مزید دنیا سے کٹ گئی تھی۔

آرچے نام کے آسیب نے اسے مکمل طور پر اپنے بس میں کر لیا تھا۔

"ہانی تم ٹھیک ہو ____؟؟"

وہ اپنے بازو کو آٹکھوں پر رکھے لیئی تھی، اسکا مقصد روشنی سے خود کو بچانا تھا۔ کمرے میں پہلے ہی اندر ہیرا تھا لیکن وہ جسمانی درد سے بچنا چاہتی تھی۔

دروازہ پر دستک ہوئی تھی۔ حانم چونک کرائھی تھی۔ اسے ماہی نے Space دی ہوئی تھی۔ وہ کبھی کبھی ہی اسکے پاس آتی تھی۔ ماہی چاہتی کہ وہ جلد از جلد نارمل ہو لیکن کوئی می آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

"جی ٹھیک ہوں ____!!

حانم نے اٹھتے ہوئے سے جواب دیا تھا۔

"کیا میں اندر آجائوں--؟"

ماہی پوچھ رہی تھی۔

"جی-- پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ اندر آئی بیں۔!"

وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

حanim نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھا لیمپ آن کیا تھا۔ روشنی جیسے ہی کمرے میں

پھیلی حanim نے آنکھیں بند کر کے خود کو روشنی کی اذیت سے بچانا چاہا تھا۔

ماہی اندر آئی تھی۔ اس نے حanim کی اس حرکت کو غور سے دیکھا تھا۔

اور پھر کھڑکیوں کی طرف بڑھ کر اس نے پردے پیچھے کیتے اور انہیں کھول دیا۔

حanim نے بے اختیار اپنے آنکھوں پر دایاں بازو رکھا تھا۔

"انہیں بند رہنے دو پلیز، تیز روشنی مجھے چھبھتی ہے۔!!"

حanim کے لمحے میں التجا تھی۔

"روشنی کب سے چھپنے لگی حanim-- یہ تو اندھیرے کو ختم کرتی ہے!!"

ماہی سنجدہ لمحے میں کہہ رہی تھی۔

"سر میں درد ہو جاتا ہے!!"

حanim نے جواب بتایا۔

"وہ اس لیئے کہ ممیں ایسا لکتا ہے، سم نے خود کو اندھیروں لی عادت ڈال لی ہے، ممیں یہ عادت ختم کرنی چاہیئے ۔۔!"

"اندھیرا مجھے سکون پہنچاتا ہے"

"میرے بابا کہتے ہیں کہ اندھیرا انسان کو نگل جاتا ہے، انسان میں ساری ساری منفی سوچیں ادھیرے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔۔ تمہیں اس اندھیرے کی دنیا سے باہر نکل کر روشنی کا سامنا کرنا ہوگا ۔۔!"

آج ماہی اسے قائل کرنے آئی تھی۔ ناجانے کیوں حانم اس اپنی اپنی سی لگنے لگی تھی۔ وہ معصوم تھی، خاموشی کا ایک گمراہ پھرہ تھا اس پر!

"میں نہیں کرنا چاہتی کسی بھی چیز کا سامنا ۔۔!
حانم نے بیزاری سے کہا تھا۔

"تم ام حانم ہی ہونا۔۔؟؟"
ماہی کے سوال پر حانم نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

"میں نے سنا تھا کہ ام حانم ایک باہمت لڑکی ہے، وہ کبھی کسی چیز سے نہیں ہاری، وہ ہمیشہ حالات کا مقابلہ کر کے انہیں ہرانے کی ہمت رکھتی ایک بہادر لڑکی ہے ۔۔!!"

ماہی کی بات پر حاکم کا دل کٹ سا کیا تھا۔ وہ بہادر لمبڑی ایک ابن آدم سے بری طرح ہار کر آئی تھی صرف اس وجہ سے کہ وہ بنت ہوا تھا۔

"غلط سنا ہے آپ نے، ام حانم ایک کمزور لڑکی ہے___!"
حانم نے جواب دیا تھا۔

"ہم-- ہوگی لازمی ہوگی، لیکن اب اسے بہادر بننا ہوگا-- اگر ام حانم کو پیرس میں بزدی اور مردہ دلی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اسے واپس پاکستان چلے جانا چاہیئے--
پیرس ایسے لوگوں کو خوشآمدید نہیں کرتا___!!

پاکستان واپس جانے کے نام پر حانم نے لرز کر ماہی کو دیکھا تھا، اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"بالکل-- تمہیں واپس جانا ہوگا، یہ اندریوں کی زندگی تم وہاں بھی گزار سکتی ہو، فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے ہانی--- تمہیں یہاں رہنا ہے یا واپس جانا ہے--؟؟
اگر یہاں رہنا ہے تو دس منٹ میں تیار ہو جاؤ تمہارے موبائل اور سم رجسٹریشن کیلیئے جانا ہے اور اگر اس کام کیلیئے نہیں جانا چاہتی تو اپنا سامان پیک کرلو، تمہیں واپسی کا ٹکٹ مل جائیے گا___!!

وہ دو لوگ لمحے میں کہتی واپس چکی تھی۔

جبکہ حاکم پریشان سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

ماہی جانتی تھی کہ وہ واپس نہیں جانا چاہتی، اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسکی یہ دھمکی کارآمد ثابت ہوگی،

وہ اب مزید اسے یوں ابنا رمل لوگوں کی طرح زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

تجھے ہو نصیب گدا گرمی،

تیرا دست ۽ ناز دراز ہو

یہی بد دعا ہے کے فتنہ گر

تیرا حسن صحرا لباس ہو

رہے مرض غم میں تو مبتلا

نا دوا ملے نا دعا ملے

تجھے ہو قضا کی جو آرزو

تیری عمر اور دراز ہو

آرچے نے ہر اس جگہ پر جانا چھوڑ دیا تھا جہاں کبھی حانم گئی تھی۔

وہ اسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اسکی زندگی سے سکون نام کی چیز کمیں غائب ہو گئی تھی وہ

رات کو سو میں پاتا تھا۔ سلیوں کا سلسلہ ستم ہونے کا نام میں لے رہا تھا۔ اسے دن میں نیند نہیں آتی تھی، اس نے نیند کی گولیاں کھا کر دن میں سونا شروع کر دیا تھا۔ وہ رات کو جیسے ہی آنکھیں بند کرتا تھا وہ آواز اسکی سماحت میں ہتھوڑوں کی طرح لگنا شروع ہو جاتی تھی۔ وہ ساری رات لاونچ میں بیٹھا رہتا تھا۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا اور کیوں ہو رہا تھا، وہ ملتان چلا گیا تھا اور پھر واپس بھی آگیا تھا وہ سکیاں اسکا پیچھا نہیں چھوڑنے والی تھیں۔ کمی کے بنا دوستوں کی مخلوقوں میں اسکا دل نہیں لگتا تھا، رفتہ رفتہ وہ اپنی سو شل زندگی سے کٹنے لگا تھا یہ وقت کا بہت بڑا انتقام تھا۔!

وہ ماہی اور ایلا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی، جب سے وہ پیرس آئی تھی آج پہلی بار گھر سے باہر نکلی تھی، ماہی کی دھمکی کام کر گئی تھی اب اسے لبوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

حanim کے چہرے پر سنجیدہ چھائی می تھی۔ ایلا کچھ کہنے کیلئے پیچھے کی طرف مرڑی تھی اور پھر

حاںم کے گاڑی کے تیشے کے پاس تھی۔ آدھے لحلہ تیشے سے سورج لی رو سنی اندر آ رہی تھی

جو حانم کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

"ہے یہ کیا تھا ____؟؟"

ایلانے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حانم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ سورج کی شعاؤں میں حانم کے چہرے پر کچھ چمکا تھا۔

"کیا--؟؟"

حانم نے کے چہرے پر الجھن پھیلی تھی۔

"تماری Chin پر کچھ شائیں کیا تھا--!!

"وہ پیدائی شی نشان ہے یعنی بر تھ مارک-- جب میں پیدا ہوئی تھی یہ تب سے ایسے ہی ہے ____!"

حانم نے بتایا تھا۔

یہ ایک موڑی کے سائیز کا سفید رنگ کا دھبہ تھا جیسے سیاہ رنگ کا تل ہوتا ہے، لیکن یہ سفید تھا اور جب کبھی سورج کی روشنی اس پر براہ راست پڑتی تھی تو یہاں سے ایک چمک پیدا ہوتی تھی۔

"!!_Woww... it just amazing"

ایلا اب دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار کوئی می ایسا برتھ مارک دیکھا تھا۔

اسے ام حانم سب سے الگ لگی تھی، اداسیوں کی شہزادی،
جو شاید راستہ بھٹک کر پیرس آگئی می تھی !!

وہ تینوں شام کو واپس لوٹی تھیں۔
ماہی نے انہیں کھانا باہر کی کھلایا تھا۔ وہ حانم کو روشنی سے متعارف کرانا چاہتی جنہیں وہ بھول گئی می تھی،
ہر طرف رونق تھی جو شاید اسے متاثر کرنا چاہتی تھی، لیکن خاموشی اسکی روح میں اتر گئی می تھی۔

"جب اداسیاں روح میں اتر جائیں
تو رونقیں متاثر نہیں کرتیں ___!"

البتہ باہر کی تازہ ہوانے اسے ذہنی طور پر سکون پہنچایا تھا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آئی می تھی۔

کپڑے بدلتے کے بعد وہ آئی یعنے کے سامنے لھڑی ہوئی تھی،
یہ وہ حانم تو نہیں تھی جو کچھ ماہ پہلے حسین ترین ہوتی جا رہی تھی،
یہ تو گھن زدہ، دیمک کا کھایا ہوا مجسمہ لگتی تھی۔

وہ بیٹھنے والی تھی جب وہ آئی یعنے میں ابھرا تھا۔ اس پر قہقہے لگاتا اسکا مذاق اڑاتا،
اسکے لمبے بالوں اور اسکی نیک نامی پر جملے کستا۔۔

حانم کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔۔

آنسو اسکی آنکھوں میں پھیلنے لگے تھے۔ اور پھر وہ پاگلوں کی طرح کمرے میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی،
آرجے کے قہقہے اسکا پیچھہ نہیں چھوڑ رہے تھے۔

بالآخر اسے ایک دراز سے اپنی مطلوبہ چیز مل ہی گئی تھی۔

وہ کپنجی کو ہاتھ میں پکڑے آئی یعنے کے سامنے کھڑی تھی،
اسے اپنے اندر سے ہر وہ چیز ختم کرنی تھی جو اسکے مذاق کا سبب بنی تھی۔

کپنجی والا ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنے لمبے بالوں کو بے دردی سے کاٹ ڈالا تھا۔
اس نے اپنے نیک ہونے کا ایک نشان مٹا ڈالا تھا۔۔ اب اسے رفتہ رفتہ ام حانم کو ختم کرنا
تھا۔۔

"کیا ہو کیا ہے آر جے سم اتنے چڑھڑے لیوں ہوں ہوئے ہو---؟"

حشام نے آر جے کو فون کیا تھا جو کب سے بچ رہا تھا لیکن وہ اٹھانے کی زحمت نہیں کر رہا تھا اور جب اٹھایا تو آواز میں واضح ناگواری تھی۔

"نمیں تو ایسی بات نہیں ہے۔"

حشام کی بات سے آر جے کو اپنی ناگواری کا احساس ہوا تھا۔
وہ تمک چکا تھا صرف کچھ ہی مہینوں میں ابھی تو اسے بہت لمبا سفر طے کرنا تھا۔
آر جے نے کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے گاڑی کی سیٹ سے پشت لکا دی۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔

"کیا بات ہے آر جے کافی دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم کچھ عجیب سارویہ رکھے ہوئے ہو
کوئی ی پریشانی ہے کیا___؟"

حشام کے لجھے میں فکر اور پریشانی واضح تھی۔

"سب ٹھیک ہے--"

آر جے نے جانے خود کو تسلی دی تھی یا حشام کو یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"میں کچھ دنوں تک پاکستان آ رہا ہوں ___!!"

"سچ-- جلدی آؤ پھر--"

آرجے کو اسکے آنے کی دلی خوشی ہوئی تھی۔ ایک وہ شخص تھا جو اسے بنا مطلب کے بے لوث محبت کرتا تھا اور آرجے کو محبت کی ہی ضرورت تھی۔

رمضان گزر چکا تھا، دونوں عیدین بھی گزر چکی تھیں۔

وقت گزتا جایا تھا، وہ بھی بدل گئی می تھی لیکن نہیں بدلا تھا تو صرف اسکا اندر نہیں بدلا تھا جس میں دکھ کے گھرے سائی سے اپنے پنجے گاڑھے بیٹھے تھے۔

ستمبر کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ پیرس میں ٹھنڈ بڑھنا شروع ہوئی تھی۔

وہ لاونچ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھی، ہاتھ میں میگزین تھا۔ ٹی وی چل رہا تھا البتہ اسکا دماغ نہ تو میگزین پڑھنے میں تھا اور نہ ٹی وی پر چلتے پروگرام دیکھنے میں۔۔۔

کھلے بال کمر پر بکھرے تھے جنہیں وہ وقٹے وقٹے سے کٹوا لیتی تھی۔

کماں بالوں کی آبشار تھی اور اب کماں بال مشکل سے آدمی کمر تک آتے تھے۔

سیاہ رنگ کی جیز پر گھٹنؤں تک آتی شرٹ پہن رکھی تھی۔ ڈوپٹہ گلے میں لٹکا ہوا تھا۔

وہ ام حانم تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی۔

وہ تو کوئی می اور تھی جو بدل گئی می تھی۔

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ لس سے ناراض تھی، وقت سے، خود سے، سب سے یا پھر اللہ

سے

اسکی آنکھوں میں پھیلی نمیں کبھی کم نہیں ہوتی تھی۔

وہ ایلا کی باتوں پر ہنستی تھی، لیکن اسکی مسکان جھوٹی تھی،
کبھی کبھی قہقهہ لگاتے اسکے لب اچانک ساکت ہو جاتے تھے،

ہنسنے ہنسنے رونے لگتی تھی۔ لیکن نہ تو وہ آرجے کے آسیب سے پچھے چھڑا پائی تھی اور نہ
اسکی باتوں سے۔۔۔

راتوں کو اسکی سکیاں کمرے میں گونجتی رہتی تھیں۔۔۔

حشام اسکے سامنے بیٹھا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ وہی
آرجے اسکا اپنا بھائی ہی

"مجھے یقین نہیں ہوتا آرجے تم اتنا بھی گر سکتے ہو؟؟؟ تمہاری تربیت ایسی تو نہیں کی
گئی ہی تھی!!

حشام کے لجے میں افسوس تھا اور اس سے بھی زیادہ حanim کبیلیتے دکھ تھا۔

وہ پاکستان آیا ہوا تھا۔ اسکے مکنی اور حanim کے بارے میں پوچھنے پر آرجے نے غصے میں سب بتا

"میں اب بھی للتا ہے کہ میری عصی ہے--؟؟"

آرجے کو اس سے اس جواب کی امید نہیں تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ بھی حانم کو برا بھلا کے گا۔

"تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے آرجے گناہ--"
حشام دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔

"اور اس گناہ کا شبوت یہ ہے جو تم سو نہیں پاتے ہو-- جو بے سکونی تمہارے اندر پھیل گئی ہے نا یہ سب اس گناہ کی وجہ سے ہوا ہے__!!

"منہ بند رکھو شامو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ گناہ تو اس حانم نے کیا تھا، پارسا بننی تھی جبکہ تھی وہ

"خاموش ہو جاؤ آرجے، پلیز خاموش__!!

حشام کے اندر مزید ام حانم کے بارے میں خلط سننے کی ہمت نہیں تھی۔
اسکا دماغ جنم چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بولے؟
کیا کر دیا تھا آرجے اور کہاں چلی گئی تھی وہ--؟؟
سوال اسکے دماغ پر ہتھوڑوں کی طرح لگ رہے تھے۔

"کم ایک نہیت لمزور مرد ہو آر جے-- کم ایک لمٹی سے ڈلئی رے تھے--"
حشام کی بات پر آر جے نے چونک کر اسے دیکھا تھا اسکی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔

"تم ڈگئی رے تھے نا کوئی می انسان وہ بھی لڑکی پہلی بار تمہارے مقابلے پر آیا تھا، پہلی بار کسی نے آر جے کے علاوہ کسی کو سراہا تھا، تم سے برداشت نہیں ہوا تو تم نے اسے اس طرح سے یونیورسٹی چھوڑ جانے پر مجبور کر دیا--!!"

حشام کی بات سن کر آر جے کا دماغ بھک سے ارگیا تھا۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا یہ تو سراسر الزام لگایا تھا حشام نے اس پر--

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ایک لڑکی کیوں جیلیں ہونگا--؟؟"
وہ چلایا تھا۔

"اگر ایسی بات نہیں ہے تو پوچھو اپنے دل سے پھر کس گناہ کی سزا دی تم نے اسے--
اسکی کم عمری کی غلطی کو تم نے اسکے لیئے عذاب بنا دیا--!!
اور آر جے منید نہیں سن سکتا تھا وہ غصے سے اٹھا تھا اور گھر سے باہر نکل گیا تھا جبکہ پیچھے حشام کا دل کرلا رہا تھا۔

کرمیوں لی پھٹیوں کے بعد یونیورسٹی دوبارہ حلی ہی۔ ڈیپارٹمنٹ میں نئی سے سوڈنس آرہے تھے کیونکہ نئی سے داخلہ ہوئے تھے۔

آرہے خود کبھی کبھی ڈیپارٹمنٹ جاتا تھا۔

کلاس ختم ہونے کے بعد جیسے ہی وہ واپسی کیلیئے بڑھا تھا اسے کسی نے پکارہ تھا۔

"ہیلو آرہے _____ !!

آواز پر اس نے پٹ کر دیکھا تھا۔ سامنے اسکا کلاس فیلو مرتضی کھڑا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک گفت پیک تھا۔

"کیا تمہیں پتا ہے مرو کی مائی گیریشن کماں ہوئی ہے--؟؟"

وہ موٹے شیشوں کی عینک ناک پر جمائی سے پوچھ رہا تھا۔

"نمیں---"

آرہے نے سرد سے لجے میں جواب دیا تھا۔

"اوہ تمہیں بھی نمیں پتا۔"

مرتضی کامنہ بن گیا تھا۔

"مجھے لگا شاید تمہیں پتا ہوگا۔ مجھے امید تھی کہ جہاں مرو گئی ہے وہیں حانم نے بھی

آج ام حاکم کا برتھ ڈے ہے نو ستمبر--
 یہ اسکے لیئے گفت تھا۔ مجھے وہ بہت اچھی لگتی تھی۔!!
 مرتضی اپنی دھن میں بول رہا تھا۔

"ام حاکم کا برتھ ڈے---"
 آرچے زیر لب بڑھایا تھا۔

"مجھے یاد آیا مہرو کا کزن تمہارا دوست ہے نا تو یہ گفت تم اسے دے دینا وہ مہرو کو دے دیگا اور
 مہرو حاصل کو۔-- مجھے دلی خوشی ہوگی!!"
 اس نے وہ گفت آرچے کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے تھام لیا تھا۔
 وہ وہیں رک کر اسے کھولنے لگا تھا۔

"ہاں تم کھول سکتے ہو یہ تمہارے متعلق ہے--"
 مرتضی کی بات پر آرچے کو حیرت ہوئی تھی۔

اس نے گفت کے اوپر سے خوبصورت پیکنگ کو اتنا را تھا۔
 پیکنگ کے اندر ایک خوبصورت فول فریم تھا۔

آرچے نے جیسے ہی فریم کو پٹ کر دیکھا تھا اسکی سانس جیسے اٹک سی گئی تھی۔

تھے۔

خوبصورت اور طوفانی موسم تھا۔ وہ جس دن ڈونٹ پُچ مائی می فون والا حادثہ پیش تھا۔ وہ جس دن آرجے دل سے مسکرا لیا تھا۔

"تم وہ واحد لڑکی ہو ام حانم جسکے ساتھ آرجے بیٹھا ہوا دل سے مسکرا رہا تھا۔" میں نے ایسی چمک کبھی آرجے کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی کے چہرے سے پھوٹی روشنی۔ تم دونوں ایک دوسرے کے سنگ بہت مکمل لگ رہے تھے۔ جب مجھی میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں مجھے ہمیشہ لگتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کیلئے بنے ہو۔"

مرتضی

تصویر کے نیچے کیپشن دیا گیا تھا۔

یہ الفاظ پڑھتے ہوئے آرجے کا دل بڑی طرح سے دھڑک رہا تھا۔

"میں نے لکھا ہے اچھا ہے نا۔؟؟"

وہ معصومیت پوچھ رہا تھا۔

"اور یہ فوٹو بھی میں نے کھینچی تھی اس روز، یہ بھی اچھی ہے نا۔؟؟ اور حانم کو یہ گفت یسند آتی ہے گانا۔؟؟ تمہیں بتا سے آرھے وہ ڈیسارٹمنٹ میں کسی کے ساتھ بیٹھی اتنی اچھی

مہیں لی ھی جسی اس روز تمہارے ساتھ میں اسے بہت یاد کرتا ہوں !!“
وہ اداسی سے کہتا چلا گیا تھا جبکہ آرجے آندھیوں کی زد میں تھا۔

مرہ و اور حانم کی اقصیٰ کے ساتھ مرتضی سے بھی اچھی خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ وہ ان دونوں کو بہت یاد کرتا تھا۔

آرجے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس تصویر کا کیا کرے--

دل کی دھڑکن کی تیز رفتاری اسکی سمجھ سے باہر تھی۔

”حانم کا برٹھ ڈے ہے آج---“

اسکا دل کہہ رہا تھا۔

اس نے تصویر میں مجسم حانم کو دوبارہ دیکھا تھا۔

اور پھر اسکی نظر سامنے گراونڈ میں رکھے بنخ پر پڑی تھی۔

اس وقت اسکے دل نے شدید خواہش کی تھی کہ کاش وہ اس وقت وہاں موجود ہوتی۔ خیال

میں نہیں حقیقت میں

خواہشیں کب پوری ہوتی ہیں۔

وہ اپنے دل کی اداسی نہیں سمجھ پایا تھا اور بے چین سادل لیتے ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

رات کے ایک بجے کے قریب وہ لھر واپس آیا تھا۔ لیٹ پر گارڈ اسے دیلھ کر جیران ہوا تھا۔

"صاحب آپ گئی سے نہیں ____؟؟"

گارڈ نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا تھا۔

آج اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر شمالی علاقہ جات کی سیر کو جانا تھا۔

لیکن ڈیپارٹمنٹ میں اسکا دل اتنا خراب ہوا کہ پورے لاہور میں آوارہ گردی کر کے وہ اب گھر لوٹا تھا۔

"نہیں ---"

آرچے ایک لفظی جواب دیا تھا۔

گارڈ کے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی الحجن میں دیکھ ہی نہیں پایا تھا۔

گیٹ بند کرنے کے بعد گارڈ اسکے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

"کیا ہوا ---"

آرچے نے رک کر پوچھا تھا۔

"اک -- کچھ نہیں --"

گارڈ نے جواب دیا۔ اسکے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

آرچے سر جھٹک کر اندر چلا گیا تھا جبکہ گارڈ نے کانپتے ہاتھوں سے جیب سے موبائل نکال کر

گیٹ بند کرنے کے بعد گارڈ اسکے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

"کیا ہوا---"
آرجے نے رک کر پوچھا تھا۔

"اک-- کچھ نہیں--"
گارڈ نے جواب دیا۔ اسکے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔
آرجے سر جھٹک کر اندر چلا گیا تھا جبکہ گارڈ نے کانپتے ہاتھوں سے جیب سے موبائل نکال کر
کسی کا نمبر ملایا تھا۔

آرجے جیسے ہی لاونچ میں آیا تھا اسے گھر میں ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تھا۔
لاونچ میں صوفے پر کچھ کپڑے بکھرے پڑے تھے۔

اچانک اسکے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔ گارڈ اسکے پیچھے پیچھے لاونچ میں داخل ہوا تھا۔

"یہ کپڑے کس کے پڑے ہیں اور غلام دین کہاں ہے--؟؟"
آرجے نے سخت سے لبجے میں پوچھا تھا۔

"وو--- وہ صاحب-- جی--"

اچانک سیرھیوں کے ساتھ والے لیسٹ روم سے آوازیں آنا شروع ہوئی ہی تھیں۔ آرجے فوراً کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔

اندر کا منظر دیکھ کر آرجے کے ہوش اڑگئیے تھے۔

اسکا ایک سکول کا دوست احمد جواب ایک مدرسے میں قاری کا فریضہ دے رہا تھا، ایک لمبی کے ساتھ ناقابل بیان حالت میں موجود تھا۔

آرجے نے جھٹکے سے دروازہ بند کیا تھا۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ اسکی غیر موجودگی میں اسکے گھر میں ہوتا تھا۔

اس نے کھا جانے والی نظروں سے گارڈ کو گھورا تھا۔

"معاف کر دیں صاحب غلطی ہو گئی ہے!!"

گارڈ کے چہرے پر پسینہ واضح چمک رہا تھا اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔

اندر موجود لوگوں کی حالت بھی گارڈ سے کم نہیں تھی۔

آرجے ناگواری سے ایک نظر گارڈ اور کمرے پر ڈالتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ دس سال کا تھا جب عائی شہ جبیل یعنی اسکی ماں دنیا چھوڑ گئی تھیں۔

ظالم سماج کی کڑی دھوپ میں وہ اسکے لیئے ایک محفوظ پناہ تھیں۔ وہ رویا نہیں تھا ایک بھی

سید جبیل اپنی حبوبہ بیوی کی وفات پر لُٹ لئیے تھے۔

حشام بہت رویا تھا، بی جان کو یقین نہیں آیا تھا کہ انکی جان سے پیاری دیواری دنیا چھوڑ گئی می تھیں۔

رات کو پوری حوالی میں شور پھیل گیا تھا۔ آرجے غائب تھا۔

سید خاندان کے افراد اور ملازمین نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا تھا اور پر وہ اپنی ماں کی قبر پر بیٹھا ملا تھا۔

یہ سلسلہ رکا تھا ہر رات یہی ہونے لگا تھا۔ تمکھ ہار کر جبیل خاندان نے اسے امریکہ اسکے نھیاں بھیج دیا تھا۔

دو سال وہ وہاں سے واپس آیا تھا اور اسے ایک رات عائی شہ جبیل کی قبر کھو دتے پکڑا گیا تھا۔ سید جبیل نے پہلی بار اپنے لادلے بیٹے کے منہ پر تمپر مارا تھا۔ کچھ دن رہنے کے بعد اسے دوبارہ واپس امریکہ بھیج دیا گیا تھا۔

وہاں سکول میں اسے احمد ملا تھا جو اس سے ایک سال سیمنی ائی ر تھا۔ دونوں میں کافی حد تک دوستی ہو گئی تھی۔

اچانک احمد کی توجہ دین کی طرف مبزوں ہو گئی تھی وہ امریکہ سے واپس آگیا تھا اور ایک مدرسے میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

دو سال مزید امریکہ رہنے کے بعد اسے سلوں سے نکال دیا کیا تھا۔ وجہ اصلی حرستیں ہی۔ سکول میں اس نے ایک لڑکے کا سر پھاڑ دیا تھا جسکی وجہ سے اسے سکول سے نکال دیا گیا تھا۔

وہ ایک بار پھر پاکستان آگیا تھا۔ اور اس بار سید جبیل نے اسے لاہور بھج دیا گیا تھا۔
یہ انکی اچھی قسمت تھی یا خود آرجے کی--

اسے لاہور راس آگیا تھا

وہ کمرے میں آنے کے بعد دھپ سے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ اسکا دماغ گھوما ہوا تھا۔
اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی جو نیچے کمرے میں اس نے دیکھا وہ ایک حقیقت تھی۔--
ایک بربی حقیقت

اسے حیرت ہو رہی تھی کہ چھرے پر داڑھی سجا کر، مدرسے میں قرآن پاک کی تعلیم دینے والا شخص اسکے ہی گھر میں زنا کا ارتکاب کر رہا تھا۔

احمد سے اسکی کچھ دن پہلے ملاقات ہوئی تھی پھر وہ اس سے ملنے آنے لگا تھا۔

اسے اس وقت مسلمانوں سے انتہا کی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

آرجے نے بیڈ پر رکھے اس چھوٹے سے شلپنگ بیگ سے وہ فوٹو فریم نکالا جو اسے مرتضی نے دیا

"یہ سارے مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، منافق، پارسائی ہی کے لباس میں انتہائی غلیظ۔۔۔"

اور حانم بھی ایسی ہی تھی۔۔۔"

اسے تصویر میں موجود حانم کا وجود زیر لگ رہا تھا۔

غصے سے اس نے اس فولو فریم کو دیوار میں دے مارا تھا۔

چھن کی آواز سے فریم ٹوٹا تھا اور اس سے تصویر نکل کر دور جا گئی تھی۔

وہ سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ اسکے ارد گرد کتنی غلاظت تھی۔ اسکے جانے کے بعد گارڈ لوگوں سے پیسے لے کر انہیں گھر میں رات گزارنے کی اجازت دیتا تھا۔

غلام دین بھی اکثر اسکے ملتان یا کمیں اور پر جانے پر اپنے گاؤں چلا جاتا تھا۔

وہ انکا خاندانی ملازم تھا اور اس وقت سے اس گھر میں موجود تھا جب حشام اپنے ماسٹر کی پڑھائی میں کبیتے یہاں رہتا تھا۔۔۔

وہ ایک وفادار ملازم تھا۔ اور گارڈ کا تو اسے آج پتا چلا تھا۔

اگر وہ آج گھر نہ آتا تو کبھی جان ہی نہیں پاتا کہ اسکی غیر موجودگی میں گھر میں کیا کیا ہوتا تھا۔

"اور مجھے دنیا میں تمہاری روح سے زیادہ غلاظت میں لپٹی روح کسی اور کی نظر نہیں آئی۔۔۔!!

ام حانم کے الفاظ اسکی سماعت میں گونجے تھے۔ آرجنے نے بے ساختہ اپنے سر کو دونوں

ہاتھوں سے تھاما تھا۔ آج صح سے اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

اسلئے لھر میں اور ارد کرد سنی غلاظت ہی یہ اسے آج پتا چلی گی۔۔
اور حانم نے ٹھیک ہی تو کہا تھا وہ یہ غلاظت دیکھ چکی تھی، کیونکہ وہ خود بھی ایسی غلاظت کا حصہ رہ چکا تھا۔

رات گیارہ بجے کا وقت تھا جب ایلا اسے کمرے سے نکال کر لائی تھی۔

"کیا بات ہے ایلا سب ٹھیک ہے نا۔۔؟؟"

حانم پریشان سی اسکے پیچھے چل رہی تھی۔

ڈرائینگ روم اندر ہیرا تھا۔

"یہ اندر ہیرا کیوں ہے۔۔؟؟"

حانم نے الجھن زدہ لبجے میں پوچھا تھا۔

" بتاتے ہیں پیاری تھوڑا انتظار کرو۔۔!!"

ایلا نے پیار سے جواب دیا تھا۔

کچھ پل کے بعد اچانک سے پورا گھر روشنیوں میں نہا گیا تھا۔

"!!__Happy Birthday To You Dear Hanam"

اتنا خوبصورت کیک، کینڈل لائی لس، حاصل حیرت سے سب دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ آج اسکی سالگرہ تھی۔

جب بھی ان تینوں بہن بھائیوں میں سے کسی کی سالگرہ ہوتی تھی وہ سب مل کر گھر میں ہی کیک بنانے کی کوشش کرتے تھے۔

ماضی کو یاد کر کے حاصل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ آج اکیس برس کی ہو گئی تھی۔

"خوبصورت موقعوں پر رونا نہیں چاہیتے۔۔ آؤ کیک کاٹو_!"

ماہی اسے بازو سے پکڑ کر میز کے پاس لائی تھی جس کے ایک جانب لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا اور اس میں آسیہ بیگم، حمدان انکل، جواد اور ماہم نظر آرہے تھے۔

"ہیپی بر تھڈے ہانو آپی۔۔"

جواد نے وش کیا تھا۔

حاصل کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔

فرط جذبات سے وہ ماہی کے گلے گلے گئی تھی_!"

سب نے اسے بہت سی دعائیں دی تھیں۔ اسکی آنے والی نئی زندگی کے حوالے سے، لیکن شاید وہ زندگی جینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

چھے دو دنوں سے آرجے تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔ اسلئے سارے دوست دس دن کیلیتے لور ہر گئی سے تھے۔

غلام دین بھی گاؤں گیا ہوا تھا۔

گارڈ ڈرتا اسکے سامنے نہیں آتا تھا۔ رات کو اسے سسکیوں کی آواز نہیں سونے دیتی تھی اور دن میں جسم کی تکلیف--

اسکی طبیعت کافی زیادہ خراب تھی۔ دو دن سے اس نے کھانا نہیں کھایا تھا بلکہ کچن میں رکھے بیڈ ہی نگل رہا تھا اور وہ بھی قے کے ذریعے باہر نکل رہے تھے۔

آرجے نے کبھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔

گارڈ معافی مانگنے کیلیتے ڈرتے ڈرتے اندر آیا تھا اور پھر لاونچ میں اسے بے سود پڑے دیکھ کر اسکی ٹانگوں تک کی جان نکل گئی تھی۔

19 ستمبر

ٹھیک دس بعد آج آرجے کا جنم دن تھا۔ نتوں مرادوں سے مانگا گیا شخص

یہ دس دن اس نے بیڈ پر لیٹ کر گزارے تھے۔ اسے فود پوائی زنگ ہو گیا تھا۔

آج اسکے گھر میں خوب رونق لگی تھی۔ اسکی سالگرہ کی پارٹی جاری تھی۔

حشام نے سب سے پہلے اسے وش کیا تھا۔ یہ دس دن وہ اپنی جسمانی تکلیف میں اتنا لم رہا تھا کہ حanim کا خیال کہیں اڑن چھو سا ہو گیا تھا۔

"پتا ہے شامو کا کام مجھے ناتم سے بہت محبت ہے___!! آر جے نے فون کی سکرین پر نظر آتے حشام سے کہا تھا۔ اسکی بات سن کر حشام کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"اب تک کتنی لڑکیوں سے یہ جملہ بول چکے ہو--؟؟؟"
حشام شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"قسم نے لو محبت کسی سے بھی نہیں ہوئی ہی--
وہ کافی کمزور نظر آ رہا تھا۔

"پتا ہے تم بائی یس سال کے ہو گئے ہو آر جے اور میں نے سوچا تھا کہ اس عمر میں تمہاری شادی کر دوں گا--!!
اب کی بار قہقہہ لگانے کی باری آر جے کی تھی۔

"خود کی تو کروالو اٹھائی یس کے ہو گئے ہو میری فکر کھائیے جا رہی ہے تمہیں___!!

"میری بھی ہو جائیے گی پہلے تمہاری کرنی ہے"

"میں اٹھائیں سال کا ہوئے سے پہلے کرلوں گا شادی مم فلن کرو____!!"
آرجے نے پورے یقین سے کہا تھا۔

"تمہیں اب دوستوں کے پاس جانا چاہیئے سب تمہارا انتظار کر رہے ہونگے____"
"ہاں جاتا ہوں لیکن اس وقت تو سب مگن ہیں،
ویسے تمہیں پتا ہے مجھے تم سے اتنا پیار کیوں ہے--???"
آرجے نجھوں کی طرح پوچھ رہا تھا۔

"کیوں____???"
حشام نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ شامو کا کا تمہارا نام ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہوتا ہے، حشام____ اور مجھے ایسے ناموں
سے عشق ہے"
آرجے سرشار سا بتا رہا تھا۔

"ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہونے والا نام حانم____"
حشام زیر لب بڑھایا تھا۔
حشام کے لبوں کی حرکت سے آرجے جان چکا تھا کہ اس نے کس کا نام لیا تھا۔

"حکم"

آرجے کے پھرے کارنگ فقہوا تھا۔ اسکا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا، وہ اسے کب بھولا تھا۔
وہ تو اسے یاد تھی، ہمیشہ کی طرح

وقت کا سب سے اچھا کام گزنا ہوتا ہے یہ جیسا بھی ہو گز جاتا ہے،
وقت تھوڑا سا اور آگے سر کا اور لاہور میں ایک بار پھر ٹھنڈ نے اپنے پر پھیلائیے تھے۔ آرجے
کا اپنے دوستوں سے دل اٹھنے لگا تھا، کیوں---؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

وہ حanim کا خیال اپنے ذہن سے نکال دیتا تھا لیکن پھر کچھ ناکچھ ایسا ضرور ہوتا تھا جو اسے
والپس اسی موڑ پر لا کر کھڑا کر دیتا تھا جیسے سال پہلے ڈیپارٹمنٹ کے لان میں جو ہوا

تمھا
کبھی کبھی وہ سے گھری نفرت محسوس کرتا تھا اور کبھی کبھی اسکی نم آنکھیں، جن سے اس نے
آخری بار آرجے کو دیکھا اور جن میں جانے کیا تھا، وہ اسے بے چین کیتے رکھتی تھیں۔
ہر چیز کو اپنے دماغ سے نکالنے کیلئے اس نے پہلی بار کسی میوزک بینڈ کو جوائیں کیا تھا۔
رد ہم بینڈ--

اسکی فان فالونگ بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگ آرجے کے دیوانے تھے۔

"ہیلو آر جے، میں آپکا بہت بڑا قین ہوں-- لیکن میں اپنی زندگی سے بیزار ہوں، میں مرتا چاہتا ہوں مگر آپکا میوزک اور آپکی آواز دونوں مجھ میں جیسے کی ایک آس بھر دیتے ہیں-- میں جاننا چاہتا ہوں کہ جب ہم مایوس ہوتے ہیں تو مرتا کیوں چاہتے ہیں _____؟؟" اس لڑکے نے سوال ایک پل کیلئے آر جے کو ساکت کیا تھا۔

"اچھا سنو ایک سوال کا جواب تو دو-- ہم مرتے کیوں ہیں _____؟؟" وقت نے تقدیر کے پنے تیزی سے پلٹے تھے اور وہ سال پلے گاڑی میں بیتی اس شام میں پہنچ گیا تھا جب وہ حanim کو ہاسٹل چھوڑنے کیا تھا۔ اسکے سوال کرنے پر وہ خاموش رہی تھی۔

"بتاؤ نا--؟؟"

"تم جی کیوں رہے ہو _____؟؟"

حanim نے چہرہ اسکی جانب موڑتے ہوئیے نہلیت سپاٹ لجے میں پوچھا تھا۔

"وہ اس لیتے کہ _____
آر جے ایک پل کو رکا تھا۔

"کہ _____؟؟"

"پہلے یہ تو جان لو کہ کم جی لیوں رہے ہو؟؟ تمہارے زندہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟؟ موت پر

بعد میں جانا آر جے ___!!"

وہ سخت سے لجھ میں کہتی چہرہ دوبارہ اپنی جانب والے شیشے کی طرف موڑ چکی تھی۔

آر جے ایک پل کیلیئے اسکی حاضر دماغی پر دنگ رہ گیا تھا۔

"چلو یہ تو بتا دو ہم مرنے کے بعد کہاں جائیں گے؟ تمہارا اسلام اس بارے میں کیا کہتا

ہے--؟؟ خاص طور پر میں-- میں کہاں جاؤں گا___؟؟؟"

وہ اسے زچ کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا"

حanim نے دو لوگ جواب دیا تھا۔

"کمال ہے تمہیں نہیں پتا۔۔۔ تمہیں--؟؟؟"

یہ تو غضب ہو گیا___؟؟؟"

آر جے نے حرمت سے ایسے آنکھیں پھیلائی تھیں جیسے پتا نہیں حanim نے کتنا بڑا گناہ کر دیا ہو۔

"تم پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے___؟؟؟"

وہ ایک مار پھر ناگواری سے ویجھ رہی تھی۔

آرجے کے ہسی کو ایک دم بریک سی لی ھی۔
وہ خاموش ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی اسے اسکے سوالوں میں الجھاتی تھی۔

"میں نہیں جانتا ____ !!"

وہ صاف گوئی می سے بولا تھا۔

"جب تم یہی نہیں جانتے کہ پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے تو میں کیسے بتاؤں کہ تم مرنے
کے بعد کہاں جاؤ گے ____ ???"
hanum کا الجھ کاٹ دار تھا۔

"ہمم-- ٹھیک کہا تم نے یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا ____ !!
وہ جیسے اسکی بات سے قائل نظر آ رہا تھا۔

"اچھا اپنا بتاؤ تم کہاں جاؤ گی مرنے کے بعد ____ ???"
یہ تو طے تھا وہ اسے ہاسٹل تک چھوڑنے کے بد لے میں اسے کافی بھاری سرزائی میں دے رہا
تھا۔

"ان شاء اللہ جنت میں ____ !!!"
hanum نے پراعتمادی سے جواب دیا تھا۔ اس بار پوچنکنے کی باری آرجے کی تھی۔

"واہ بھئی می اتنا یقین، خود جنت میں جاؤ کی اور مجھے کیا بسم میں بخجھے کا ارادہ ہے--؟؟"

"ہاں__!!"

حانم کے برجستے جواب پر وہ کافی دیر تک ہنستا رہا تھا۔

"اف اف اتنی کپی دشمنی-- ویسے ایک بات یاد رکھنا تم جنت میں جاؤ گی تو میں بھی جنت میں تمہارے پیچھے ہی آؤں گا آخر ایک تم ہی میرے سوالات کو سمجھتے ہوئیے لاجک سے مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہو، اب جسم میں تو مجھے تمہارے جیسا ملے گا نہیں، تو جنت میں جانا پڑے گا نامجھے__؟؟"

وہ معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

حانم خاموش رہی تھی۔

"ویسے پانچ فٹ چار انچ ماننا پڑے گا تمہارا دماغ کافی تیز چلتا ہے!!"

اپنے قد پر کیتے گئے کمنٹ پر حانم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا اور اسکا یوں گھورنا آرہے کو قہقے لگانے پر مجبور کرتا تھا۔

ایک جاندار سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیل گئی تھی وہ ماضی سے ایک دم حال میں واپس آیا تھا۔

حانم نہیں تھی وہ حاچکی تھی اسکی دنیا سے بہت دور،

ایک پل سیلیٹ آر جے کا دل اسے دیکھنے کو ترپا تھا، مسلراہٹ لمیں غائب ہوئی ہی اور اسکی جگہ چھرے پر ناجانے اذیت سی کیوں پھیل گئی ہی تھی۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر سو شل میڈیا اکاؤنٹ کھولنے کے بعد اسکا نام لکھ کر سرچ کیا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا وہ یہ کیوں کر رہا تھا، ام حanim--- اسکی پروفائل آر جے کے سامنے تھی۔

تقریباً دس ماہ پہلے کی اپڈیٹ تھی۔

پھر دس ماہ سے اسکا اکاؤنٹ بند پڑا تھا۔

آر جے کے اندر کچھ ہو رہا تھا۔۔ ایک بے چینی سی اسکے اندر پھیل گئی ہی تھی۔

"جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائیے گا اور مردوں کو قبروں سے اٹھایا جائیے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس بھی سامنا نہ ہو _____ !!

وہ اپنی بات میں سچی ثابت ہوئی ہی تھی۔ تقریباً ایک سال سے آر جے نے اسے نہیں دیکھا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ دعا کر کے گئی ہی تھی یا آر جے کو بدعا دے کر گئی ہی تھی۔

"تم جس طرح چاہو زندگی بسر کرو، میں تمہارے راستے میں روکاٹ نہیں ڈالوں گی۔ مگر میں صرف ایک بات چاہتی ہوں۔ ذرا اچھی طرح خیال رکھنا کہ کن لوگوں سے بات کرنی ہے کن سے

اور حسد میں کمزی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوئے ہیں۔ ایک بار کم انہیں ان کی اصلی شکل دکھا دو، ان پر الزام لگا دو پھر دیکھو وہ تم سے کتنی نفرت کرنے لگیں گے اور تمہیں ختم کرنے پر تل جائیں گے۔"

وہ جب ہائل چھوڑ کر گئی تھی تو میکسٹ گوکی کی کتاب ماں پڑھ رہی تھی اور اس نے اپنی پسندیدہ جملوں کو پوسٹ کیا تھا۔

آرچے کو محسوس ہوا تھا جیسے یہ اسے ہی سنایا گیا تھا،
حانم نے اسکی ذات پر بات کرنے کی ہمت کی تھی اور بدلتے میں آرچے نے اسکا منہ بند کر دیا تھا ہمیشہ کیلیئے۔۔

یہ چند جملے سطر سچائی لیتے ہوئے تھے۔ اسکی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔
وہ کچھ سوچ کر اپنی نرم و ملائی م بیڈ سے نیچے اترتا تھا۔ اب اسکا ارادہ مکنی سے بات کرنے کا تھا۔

"ہیلو مکنی میں تم سے ملنا چاہتا ہوں کہاں ہو تم اپنا ایڈریس مجھے دو"
آرچے نے مکنی کو فون کیا تھا۔

"لین میں کم سے مہین ملنا چاہتا اور میں لاہور یا ملتان میں مہین ہوں" ملکی نے سختی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن مجھے تم سے ملنا ہے لازمی میں جانتا ہوں تم اسلام آباد میں ہو میں اسی طرف آرہا ہوں اپنا اڈیس دو"

"لیکن مجھے تم سے نہیں ملنا"

"کہا نا مجھے تم سے ملنا ہے، یو ایڈیٹ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آ رہا" وہ گاڑی چلاتے ہوئی سے اتنی زور سے چلایا تھا کہ دوسری طرف موجود ملکی ڈر گیا تھا۔ آج کافی دونوں بعد اسے ہلاکو خان کی اولاد آر جے کی جھلک نظر آئی تھی۔

"مجھے حanim کے متعلق بات کرنی ہے"

آر جے نے خود پر قابو پاتے ہوئی سے کہا تھا۔ ملکی اسکی بات سن کر چونکا تھا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے آر جے کو ایڈیٹس بتا دیا تھا۔

وہ اپارٹمنٹ کے پیچھے کی جانب بنائیے گئیے لان میں بیٹھی تھی۔ یہاں ماہی اور ایلانے کافی پودے لگائیے ہوئیے تھے۔

اچھا لکتا تھا، تھنڈی ہوائی میں سرن سرن کرنی جب اسلے سنری بالوں سے ٹلرا کر اہمیں پیچھے کی جانب اڑاتی تھیں تو اسے خوشگواریت کا احساس ہوتا تھا۔

اسکی گرے آنکھوں میں پھیلی نبی ہر چیز کو دھنلا جانے پر مجبور کر دیتی تھی۔

"کیا تمہیں ہمیشہ سے اکیلے بیٹھنا پسند ہے ____؟؟"

یہ مسر سٹیفن تھیں جو ایک سائیکلو وجسٹ تھیں لیکن حانم نہیں جانتی تھی۔

اسے لوسی ماں نے مسر سٹیفن کا تعارف اپنی دوست کی حثیت سے کروایا تھا۔

"نمیں-- ہمیشہ سے نہیں لیکن اب لگتا ہے"

حانم نے کھلے آسمان کو تکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"اور اسکی وجہ"

مسر سٹیفن نے گھری نظریں اسکے چہرے پر جماتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس انسان کی دلچسپی کبھی ایک چیز سے ختم ہو کر دوسری میں شروع ہو جاتی ہے اور یہ ایک قدرتی بات ہے !!"

"زندگی سے بیزار نظر آتی ہو"

"نمیں تو-- زندگی سے بیزار لوگ تو مرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ میں تو جیتے جارہی

"باتوں میں الجھانا آتا ہے مہیں" سمسز سلیفن مسکرا دی تھیں۔

"کیا واقعی--؟؟" حانم نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"ہاں اور مجھے ایسے لوگ بہت پسند ہیں جن کے پاس باتوں میں الجھانے کا ہنس رہا، تو آج سے ہم دوست ہوئیے" سمسز سلیفن ایک پینتیس سالہ خوبصورت سی عورت تھیں۔ جو اس وقت اپنے پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی نظر آرہی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں اس روز کچھ زیادہ ہی ری ایکٹ کر گیا تھا، مجھے ام حانم سے وہ سب نہیں کہنا چاہیئے تھا، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہر انسان کی اپنی پرسنل لائی ف ہوتی ہے جسے وہ جیسے چاہے گزر سکتا ہے"

آر جے نے نظریں چراتے ہوئیے کہا تھا مکی اسکا اشارہ سمجھ گیا تھا، لیکن وہ آر جے کے اندر جلتے الاؤ کو محسوس نہیں کر پایا تھا جو یہ بات کہتے ہوئیے اسکے اندر جل اٹھا تھا۔

وہ جب بھی حاکم اور ملی کو ایک ساتھ سوچتا تھا اسکا اندر جل کر خالستہ ہو جاتا تھا اور ایسا لیوں ہوتا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"جیسا تم نے اسے سمجھا وہ ویسی نہیں تھی، وہ الگ تھی آر جے"

مکنے مرنی مری سے آواز میں کما تھا وہ کافی بدل گیا تھا، پھٹی جیز کی جگہ اب ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، چہرے پر وہ خباثت نہیں تھی بلکہ سنجیدگی چھائی تھی۔

"تم اتناسب کچھ ہو جانے کے بعد میں بھی مجھے ہی غلط کہہ رہے ہو، تمیں نہیں پتا میں نے اسے اس دن ہاصل چھوڑا تھا جانے وہ کس سے ملنے---"

" بتایا تھا مہرو نے مجھے،
مکنے غصے سے آر جے کی بات کاٹی تھی۔"

"مہرو اور حانم کی ایک کلاس فیلو تھی جس نے اپنی پسند سے گھر والوں سے چھپ کر شادی کر لی تھی، اسکے گھر والوں نے اس سے ہر رشتہ توڑ لیا تھا، اس لڑکی کی بد قسمتی کہ وہ لڑکا یعنی اسکا شوہر اسے دھوکا دے گیا تھا، یہ بات مہرو جانتی تھی کیونکہ مہرو کا اس سے رابطہ تھا، اس نے مہرو سے کچھ مالی مدد مانگی تھی، اس دن حانم اور مہرو نے اسکے گھر جانا تھا، مہرو نے یہ بات حانم کو نہیں بتائی تھی کیونکہ اگر وہ بتا دیتی تو حانم کبھی اسکے ساتھ نہیں جاتی، مہرو کے ماس ہٹنے بھی سے تھے وہ اسے دسنے حارہی تھی لیکن اس دن انکا ایکسٹرٹ ہو گیا تھا

اور مہرو وقت پر پچھے نہیں پائی جی ”

مکی کی بات نے آرجے کو شرمندہ کر دیا تھا وہ اسے کتنا غلط سمجھ رہا تھا،

”یعنی اس روز بھی حانم بے گناہ تھی“

اسکی اپنی سوچ اسے سانپ کی طرح ڈس رہی تھی۔

”میں حانم سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں _____ میں اسے ایکسکیووڈ کرنا چاہتا ہوں“

آرجے نے اپنی شرمندگی مٹاتے ہوئے کہا تھا۔

”مجھے اسکا ایڈریس نہیں معلوم--“

مکی نے صاف جواب دیا تھا۔

”مہرو کو پتا ہوگا۔۔۔ مجھے اسکا نمبر چاہیئے میرا اس سے ملنا لازمی ہے“

”مہرو بھی نہیں جانتی اسے ممانی کی خراب طبیعت کے باعث ایر جنسی میں اسلام آباد آنا پڑا تھا،

وہ خود بہت پریشان ہے کیونکہ تقریباً پچھلے ایک سال سے اسکا حانم سے رابطہ نہیں ہوا اسکا نمبر

بند جا رہا ہے“

”کسی کا نمبر تو ہو گانا گھر میں کسی کا“

آرجے کے لمحے میں امید تھی۔ مکی خود حانم سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن اس میں ہمت نہیں

"میں مہرو کو بلاتا ہوں خود بات کرلو"
مکی کہتے ہوئی سے چلا گیا تھا جبکہ آرچے بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد مہرو اسکے سامنے تھی۔

"مجھے حانم کا نمبر چاہیئے"

آرچے نے کہا تھا۔

"میرے پاس جو نمبر ہے وہ بند جا رہا ہے پچھلے ایک سال سے، میں جیران ہوں کہ ہانی نے اگر
نمبر بدلتا تو مجھ سے رابطہ تو کرتی میرا نمبر تو تھانا اسکے پاس--"
مہرو کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔

"اسکے گھر کا ایڈریس چاہیئے--پلیز--"

پہلی بار آرچے نے کسی سے اس لمحے میں کچھ مانگا تھا۔
مہرو سوچ میں پڑ گئی تھی۔

"تمہیں بتا ہے ہانی آرچے کا گھر بھی بحریہ ٹاؤن میں ہی ہے--"

"جانتی ہوں، ہمارے گھر سے دو گھر چھوڑ کر اسکا گھر ہے"

"کیا واحدی--؟؟"

مہرو کیلیتے یہ دھماکہ تھا۔

"کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہی--؟؟"

"نہیں--"

حانم نے جواب دیا تھا۔

"پلیز تمہیں میری قسم ہے تم ملکی یا آرجے کو مت بتانا پلیز--"

حانم نے اسکی منت کی تھی۔

"اچھا بابا نہیں بتاتی-- وعدہ رہا"

حانم کے بار بار منع کرنے پر مہرو نے اس سے وعدہ لیا تھا۔

"پلیز مہرو-- میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے تم سمجھ رہی ہونا ___ !!"

آرجے کی آواز پر وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی تھی۔

اسے آرجے کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی نظر آئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ آرجے حانم سے کیوں ملنا چاہتا تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ حانم

یونیورسٹی چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھی۔

"پیز !!"

آرچے کے لبھ میں اتھا تھی۔

"ٹھیک ہے ---"

مرو نے اشبات میں سر ہلاایا تھا۔

"تمیں پتا ہے آرچے حانم نے چاہے تمیں جتنی بھی باتیں سنائی ہوں اس نے کبھی تمیں بدکرا د نہیں کہا تھا اور نا تمہاری بات کی تھی - !!

وہ اس وقت ریسٹورینٹ میں موجود تھا، کھانا اسکے سامنے میز پر ترتیب سے رکھا ہوا تھا۔

ملکی کے کہنے پر بھی وہ رکا نہیں تھا، اسے شدید بھوک لگی تھی وہ ریسٹورینٹ آگیا تھا۔

شدید بھوک لگنے کے باوجود بھی وہ کچھ کھا نہیں پا رہا تھا۔

ملکی کی باتیں اسکی سماعت میں گونج رہی تھیں۔

"اس نے تمیں شیطان تمہاری سوچ اور گھٹیا تمہاری باتوں کی وجہ سے کہا تھا لیکن کبھی

تمہارے ملحد ہونے کے باوجود تمیں کمتر نہیں سمجھا تھا"

اس نے ایک چیخ چاول کھائیے تھے جبکہ دوسرا چیخ وہ منہ تک بھی نہیں لے کر گیا تھا۔

اسکا دل احاطہ ہو گیا تھا۔۔ وہ بس جلد از جلد ام حانم سے ملنا ہافتا تھا

وہ ان سسلیوں جان چھڑانا چاہتا تھا جو اسے سونے میں دیتی ہیں۔

وہ رات کو گیارہ بجے کے قریب لاہور پہنچا تھا اور اگلے دن وہ ڈیپارٹمنٹ پہنچ گیا تھا وہ وہاں حانم کے ڈاکوینٹس سے یہ کفرم کرنا چاہتا تھا کہ جو ایڈریس اسے مرو نے بتایا تھا وہ ٹھیک بھی تھا یا نہیں۔۔

وہ چاہتا تو ڈیپارٹمنٹ سے ہی اسکے متعلق معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن اسکا مرو سے ملنا ضروری تھا۔

ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر ابراہم سے بات کرنے کے بعد اس نے حانم کے ڈاکوینٹس چیک کیتے تھے۔ وہی پتہ لکھا ہوا تھا۔

وہ پروفیسر کا شکریہ ادا کرتا ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا تھا۔۔۔
وہاں جنت روڈ پر دھند میں چلتے اسے حانم کی ہنسی کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔

اسی جنت روڈ پر وہ کھلکھلاتی تھی اور اسی روڈ پر آرجنے اسے جہنم جیسی آگ میں دھکیل دیا تھا

وہ اسکا خیال لیتے گیٹ کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔۔

وہ چاہتا تو اپنی گاڑی بھی اندر لاسکتا تھا
 لیکن اسے شدید دھند میں حانم کو سوچتے ہوئے سے جنت روڈ پر پیدل چلنا اچھا لگنے لگا تھا !!

"میں گھٹتا جا رہا ہوں دھیرے دھیرے
 مجھے اس کی کمی کھانے لگی ہے !!"

رات کے تقریباً نو بجے کا وقت تھا جب وہ گاڑی کو میں روڈ پر چھوڑ کر پیدل ہی گلی میں داخل ہوا تھا۔۔

کچھ دیر گلی میں چلنے کے بعد وہ ایک کھلے سے چوک پر پہنچا تھا۔۔
 یہ مرد کا دیا گیا پتہ تھا

یہ حانم کا پرانا گھر تھا۔ وہ دھرتے دل کے ساتھ قدم اٹھاتا اسکے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

محلے کی لائیٹ گئی می ہوئی می تھی۔ کچھ گھروں میں روشنی جبکہ باہر اندر ہیرا تھا۔

وہ جیسے جیسے گھر کے قریب پہنچ رہا تھا اسکی ٹانگوں کی جان نکلتی جا رہی تھی۔

بالآخر وہ اس دروازے پر پہنچ گیا تھا۔۔۔

لیکن دروازے پر لگے تالے کو دیکھ کر اسکا دل زور سے چلانے کو کیا تھا

"آگیا تو _____ بڑی دیر کردی ____ !!"

آواز پر وہ ایک دم اچھلا تھا۔

دروازے سے کچھ فاصلے پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائیے کوئی می بیٹھا تھا۔
آرجے نے اپنا موبائل نکال کر ٹارچ آن کی تھی۔
وہ ایک فقیر تھا جو پھٹی سی چادر کو اپنے گرد لپیٹے بیٹھا تھا۔

"کون ہو تم--؟؟?"

آرجے نے حیرت سے پوچھا تھا اور فقیر کے پھٹے ہوئیے سیاہ ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی می تھی۔

"آگیا تو _____ بڑی دیر کردی ____ !!"

آواز پر وہ ایک دم اچھلا تھا۔

دروازے سے کچھ فاصلے پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائیے کوئی می بیٹھا تھا۔
آرجے نے اپنا موبائل نکال کر ٹارچ آن کی تھی۔
وہ ایک فقیر تھا جو پھٹی سی چادر کو اپنے گرد لپیٹے بیٹھا تھا۔

"کون ہو کم--؟؟"

آرچے نے حیرت سے پوچھا تھا اور فقیر کے پھٹے ہوئی سیاہ ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا تم آؤ گے۔"

اسکی بات سن کر آرچے کے چہرے پر لمحن پھیلی تھی۔

"کہا تھا میں نے کہ تیرا بیٹا کسی کی زندگی برباد کرے گا۔ کسی نے مانی نہیں تھی میری--"
فقیر کی باتیں آرچے کی سمجھ سے باہر تھیں۔

"کون ہو تم-- اور یہ کیا بول رہے ہو--؟؟"

آرچے دبی دبی آواز میں چلا�ا تھا۔

"بدنصیب---"

فقیر گھرے پراسرار لمحے میں کہتے ہوئی ایک دم اسکی طرف لپکا تھا۔ آرچے اچھل کر پیچھے ہوا تھا۔

"تیرے پاس آئی وہ-- تیرے ساتھ رہی-- پا نہیں سکا اسے تو____"
فقیر مسکرا یا تھا۔

"اسکا نام تیرے نام سے جڑا ہوا ہے-- پھر بھی چھو مہیں سکا اسے تو ؟؟ فقیر نے قہقهہ لگایا تھا۔

آرجے کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ یقیناً وہ شخص حانم کی بات کر رہا تھا۔

"کیا تجھے پتا تیرا عورت ذات سے دل کیوں بھر گیا ہے--- ؟؟"

فقیر نے رازدانہ انداز میں پوچھا تھا۔ آرجے کے خاموش رہنے پر اسکے لبوں مسکراہست گھری ہوئی ہی تھی۔

"ادھر آتھے کچھ دکھاتا ہوں ---"

وہ آرجے کا ہاتھ پکڑ کر حانم کے گھر سے کچھ فاصلے پر لے گیا تھا۔

"وہ دیکھ ادھر-- دیکھ--"

فقیر نے سخت لمحے میں آرجے کو انگلی کے اشارے سے اوپر دیکھنے کو کہا تھا۔

حانم کے گھر سامنے مسجد تھی۔ اور ایک مسجد گھر سے کچھ فاصلے پر پیچھے کی جانب تھی۔ مسجد کے میناروں پر بڑی بڑی روشنیاں یعنی راڑ لگے ہوئے تھے۔ جن کا منہ اتفاقاً حانم کے گھر کی طرف تھا۔ اور دونوں میناروں سے تیز روشنی نکل کر حانم کے گھر پر پڑ رہی تھی۔

"دیکھ رہا ہے یہ روشنی۔ وہ لوگ یہاں سے جا چکے ہیں پھر بھی خدا نے انکے گھر کو منور کیا ہوا

فقیر نے عصے سے لتے ہوئیے آرجے کو دھکا دیا تھا جو لطفہ کرتی پڑھے ہوا تھا۔ اور حیرت سے اس چھوٹے سے روشن گھر کو دیکھ رہا تھا۔
اسکے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئیے تھے۔

"چلا جاتیرے نصیب میں نہیں ہے۔۔ اور نہ تجھے ملے گی۔۔ چلی گئی ہے اب جا تو بھی___!!

فقیر واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔
اور آرجے فقیر کی اس بات پر ترپ اٹھا تھا۔

آسیہ بیگم نے اپنی زندگی کے باہی یہ سال غربت میں گزار دیئیے لیکن کبھی کچھ غلط نہیں کیا تھا۔۔ اور نہ اپنی بیٹیوں کو کرنے دیا تھا۔۔ آسیہ بیگم کو اسکے صبر اور نیک ہونے کے پھل حمدان کی صورت میں ملا تھا۔۔ جبکہ حانم کے ساتھ آرجے نے کیا کیا تھا۔۔
اسے تو نوازا جانا چاہیئے تھا اور آرجے نے اندھیرا کر دیا تھا اسکی زندگی میں___

آرجے کے لب کیپکائیے تھے لیکن وہ کچھ بول نہیں پایا تھا۔ اسے اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکا تھا۔

"مم۔۔ مجھے وہ چاہیئے___!!"

"نا مملن---"

فقیر نے قہقهہ لگایا تھا۔

"تیری قسمت میں نہیں وہ--- اور قسمت کو تو بدل نہیں سکتا۔ جا چلا جا اب ---"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں قسمت ہی بدل دوں گا۔!!"

آرجے خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے یہ الفاظ کس احساس کے تحت کہے تھے۔

فقیر نے چونک کراسے دیکھا تھا،

"تو چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اب چلا جا وقت ضائیع مت کر!!"

"معافی مانگنی ہے اس سے۔ وہ سامنے ہوتی تھی تو سب اچھا لگتا تھا۔"

وہ گھٹوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح۔

اسکا لجھ نہم تھا۔ فقیر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

رات بارہ بجے کے قریب وہ گھر واپس آیا تھا۔ اسکی حالت ایسی ہی تھی جیسے سب کچھ ہار کے آیا ہو۔

کمرے میں آنے کے بعد سب سے پہلے اس نے میز سے وہ تصویر اٹھائی تھی جو اس نے

اس روز فولو فریم سمیت دیوار پر دے ماری ہی۔
ملازم نے صفائی کی تو وہ اٹھا کر میز پر رکھ دی تھی۔

"Don't Touch My phone You Muggles"

کچھ یاد آنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔
اسکی آنکھوں میں پھیلی نبی اسکے اندر کی تبدلی پر گواہی دے رہی تھی۔

اس نے شہادت کی انگلی سے تصویر میں موجود حانم کے چہرے کو چھوڑا تھا۔

"میں لکی سے کہتا تھا کہ تم بہت خود سر اور گھمنڈی لڑکی ہو۔۔ اور میں بالکل ٹھیک کہتا تھا۔۔
تم نے نظر نا آنے کی قسم اٹھائی می تھی اور اپنی اس قسم پر پورا اتر رہی ہو۔۔"
وہ اب میز کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔

"لیکن یاد رکھنا میں بھی آر جے ہوں، جس دن مل گئی می نا بخشوں گمان میں۔۔"
اس نے مصنوعی غصہ کیا تھا۔

اگر کوئی می اسے دیکھ لیتا تو یقین نہیں کرتا کہ وہ آر جے تھا جسکی آنکھ میں کبھی آنسو نہیں آیا
تھا اور اب وہ نم آنکھیں لیتے بیٹھا تھا۔

"معافی مانگنی تھی مجھے اکثر غصے میں بہت غلط بول جاتا ہوں۔۔!!"

"سم ٹھیک ہتھی کہ میں صرف چالاں ہوں-- ذہین میں ہوں-- اگر ذہین ہوتا تو یہ سب کرنے سے پہلے سوچ لیتا" آرجے نے ایک گھری سانس لی تھی۔

"دیکھو اگر تم نے معاف نہیں کرنا تو ٹھیک ہے پھر میرا پیچھا چھوڑ دو۔ کیوں ہر جگہ نظر آتی ہو"! اسکے لمحے میں انتباہ تھی۔

"صرف ایک بار۔ ایک بار مل لو۔ ایک بار نظر آجائو میں سب ٹھیک کر دوں گا" اسکے دل نے دہائی دی تھی۔ لیکن جانے والے واپس کب آتے ہیں۔

"آرجے میں چاہتا ہوں کہ تم ملتان جاؤ۔ مذکحہ کی منگنی پر تمہارا ہونا لازمی ہے اگر ایر جنسی میں یہ رشته ناطے کیا جاتا تو میں ضرور آتا۔"

"مذکحہ کی منگنی---؟؟" حشام کی بات نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔

"ہاں-- بابا سائیں لے اپنے سی دوست کے بیٹے کے ساتھ اسکارشٹے طے کیا ہے-- نہیں سب فون کرتے ہیں لیکن تم کسی سے بات کرو تب تمہیں کچھ پتا چلے نا۔--
اب تمہیں جانا چاہیئے۔۔۔!"

حشام ٹھیک کہہ رہا تھا اس نے کتنے دنوں سے گھر بات نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی کی کال اٹھائی ہی تھی۔

وہ پتا نہیں بے مقصد سارا سارا دن لاہور کی خاک چھانتا تھا۔ جسے ڈھونڈ رہا تھا وہ اسے نہیں ملنے والی تھی۔

"ایسے کیسے ابھی سے رشتہ طے کر دیا ابھی وہ بچی ہے۔۔۔ پڑھ رہی ہے اسکی تعلیم تو مکمل ہونے دیتے۔۔۔"

آرجے کو غصہ آیا تھا۔

وہ اور مذکور رضائی ہی بھائی ہی تھے۔ آرجے کے پیدا ہونے پر کچھ پچیدگیوں کے باعث عائی شہ جبیل اسے دودھ نہیں پلاپائی ہی تھیں اور یہ کام بی جان نے کیا تھا۔ وہ اور مذکور عمر بھی تھے۔۔۔ وہ اس سے کچھ دن چھوٹی تھی۔

"یہ باتیں تم بابا سائیں سے جا کر پوچھو۔۔۔ وہ ہی تمہیں جواب دینگے۔۔۔"
حشام اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"دیلھ لونگا میں سب کو--"

آرچے غصے سے کتنا فون بند کر چکا تھا۔ جبکہ حشام کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑگئی تھی۔ وہ حشام سے زیادہ مذکور کو اپنی بہن مانتا تھا۔ اور اسکی باتیں سنتا تھا۔

"پچی نہیں رہی اب وہ بائی یہ سال کی ہوگئی ہے اتنا بھی نہیں سمجھتا--"
hasham نے فون کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اور پھر سر جھک کر یونیورسٹی جانے کیلیے تیار ہو گیا تھا۔

سیدوں کی حوالی کو دیسنوں کی طرح سجا گیا تھا۔ وجہ اس حوالی کی وہ اکلوتی بیٹی تھی جسکی کی آج منگنی تھی۔

لبی جان کے کہنے پر وہ ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مذکور تیار ہوئی ہی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم خوش تو ہونا--؟؟؟"

آرچے نے مذکور سے پوچھا تھا۔

"جج-- جی-- خوش ہوں--"

اس سے پہلے وہ پچھ کرتا ملازمہ اسے بلائے آلئی می تھی۔

"چھوٹے صاحب آپکو بڑے صاحب نے بلایا ہے--"
وہ ادب سے سر جھکائیے کہہ رہی تھی۔

"آتا ہوں--"

آرچے نے جواب دیا تھا۔

"دیکھو کوئی می بھی مسئی لہ ہو تو مجھے بتا دینا۔ لڑکا نہ پسند آئیے تب بھی--- سمجھ رہی ہو
نا میری بات--"

"ہمسمم--"

مدتحہ نے جھکے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"اوکے میں آتا ہوں--"

وہ کہہ کر اٹھ گیا تھا۔ اور اسکے جانے کے بعد مدتحہ کی سیلیوں اور محلے کی لڑکیوں نے مدتحہ کے
گرد گھیرا ڈال لیا تھا۔

"ڈیڈ آپ نے بلایا۔۔؟؟"

وہ سید جبیل کے پاس جا کر پوچھ رہا تھا۔

"تم اندر کیا کر رہے ہو تمہیں پتا نہیں کہ مہمان آنے والے ہیں انکا استقبال بھی کرنا ہے حشام نہیں ہے یہاں پر اسکے کام تم نے کرنے ہیں۔۔ جاؤ بھائی می صاحب کے پاس اور مہماں کا استقبال کرو۔۔"

وہ سخت سے لجے میں کہہ رہے تھے۔

جبکہ آرجے سر جھٹک کر ضیا، جبیل کی طرف بڑھ گیا تھا جو مہماں میں گھرا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد لڑکے والے آگئیے تھے۔ لڑکے کو دیکھ کر آرجے کو حوصلہ ہوا تھا۔

سید فرقان ایک پڑھا لکھا اور باشعور انسان لگ رہا تھا۔

وہ اچھے سا جانتا تھا کہ سید جبیل یعنی اسکے ڈیڈ رشتؤں کے معاملے میں اسکی بات نہیں سننے والے تھے۔

اگر مذکور خوش تھی تو وہ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔

انکے خاندان کی روایات کے مطابق لڑکے اور لڑکی کی شادی سید خاندان سے باہر نہیں کی جاتی تھی۔ یہ وہ سب اچھے سے جانتے تھے۔

جب انگوٹھی پہنانے کی رسم ہو رہی تھی تو لڑکے والوں کے ساتھ آئی لڑکیوں کو اس نے خود

وہ سب اسے ستائی تھی نظروں سے دیکھ رہی تھیں--

"حد ہے یار---"

آرچے کو پہلی بار کوفت ہوئی تھی۔ ورنہ لڑکیوں کے اس طرح گھورنے پر وہ اپنی بتیسی لازمی دکھاتا تھا۔

پھر اچانک اسکی نظر سامنے ایک بیش قیمتی صوفہ پر بیٹھے فرقان اور مدتحہ پر پڑی تھی جنکا منگن کا کہہ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے نکاح ہوا تھا۔

یہ بس اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ خود حیران رہ گیا تھا۔

بڑے لوگوں کی سرگوشیاں اسے کچھ بھی بتا نہیں پائی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے بیش قیمتی صوفہ لکڑی کے بیچ میں بدل گیا تھا۔ روشنیوں کی جھلماہٹ کم ہو کر بجلی کی چمک میں بدل گئی تھی۔

وہاں موجود لڑکیوں کے قہقہے۔ بادلوں کی گرجنے کی آواز میں بدل گئیے تھے۔

اس نے دیکھا تھا۔ صاف دیکھا تھا۔

سامنے بیچ پر حanim اور آرچے بیٹھے تھے۔

وہ گھور رہی تھی۔ جبکہ آرچے مسکارہا تھا۔

اسکی دل کی دھڑکن کی تھی۔ وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔

وہ ایک پل تھا۔۔ بس ایک پل۔۔ پھر سب نارمل ہو کیا تھا۔۔
 سکیوں کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی می تھی اور آرجے کا سارا سکون برباد کر گئی می تھی۔
 وہ الٹے قدموں چلتا ہوی سے باہر نکلا تھا۔۔
 اسکی آنکھوں میں پھسلی نمی نے ہر منظر کو دھنڈا کر رکھ دیا تھا۔

"کیا تم اب حشام جبیل کو پسند نہیں کرتی۔۔؟؟"
 ایلا پوچھ رہی تھی۔ ماہی نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

"اسے کیسے بھول سکتی ہوں۔۔"
 وہ پھسلی سی ہنسی ہنس دی تھی۔

"پھر اب اسکا ذکر نہیں کرتی۔۔ نا اسکے پیچھے جاتی ہو۔۔ کیا محبت ختم ہو گئی می۔۔؟؟"
 ایلا کی بات سن کر ماہی تڑپ اٹھی تھی۔

"محبت کبھی ختم نہیں ہوتی ایلا۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔"

میں نے اسے چاہا ہے اور ہمیشہ چاہوں گی۔۔ اب اسکے پیچھے اس لیئے نہیں جاتی کہ وہ مجھے
 پسند نہیں کرتا اور میں ایک لڑکی ہوں۔۔ میرے بابا نے مجھے محبت کرنا سکھائی می ہے لیکن

عزمت نفس کا سودا کرنا بھی نہیں سلھایا۔۔
میں پاگل تھی جو اسکے پیچھے گئی می۔۔ ایک لٹکی کو یہ سب زیب نہیں دیتا۔۔!!

"اچھا تو یہ بات ہے۔۔ محبت میں انا آگئی می۔۔"

"نہیں ایلا۔۔ انا نہیں۔۔ یہ انا نہیں ہے۔۔ میں تو پہلے ہی خاک ہو چکی ہوں بچا کچھ بھی
نہیں۔۔ لیکن میں اپنے بابا کا مان نہیں توڑ سکتی۔۔"

وہ مسکرائی تھی پھر جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا۔۔ وہ دونوں یونیورسٹی کے کیفے
میں موجود تھیں۔ اور ایلا صرف سر ہلا کر رہ گئی تھی۔۔

میرے ہمسفر تیری بے رُخی۔۔۔۔ دلِ مبتلاء کی شکست ہے،

اسے کس طرح میں کہوں فتح یہ میری اناہ کی شکست ہے،

تو چلا گیا مجھے چھوڑ کر میں نے پھر بھی تھکو صدائیں دیں

میرے ہمسفر تو رُکانہیں۔۔ یہ میری صدراکی شکست ہے،

تجھے لا کے دل میں بیٹھا دیا تجھے راز ہر اک بتا دیا،

تونے پھر بھی کوئی وفانہ کی یہ میری وفا کی شکست ہے،

میں چراغ کونہ مزاج تھا۔۔۔۔ تجھے بجلیوں کی طلب رہی،

مجھے کوئی تجھ سے کلانہیں تو ملاتا کب کا بچھر کیا،
 میرے جرم کی ہے یہی سزا کی سزا کی شکست ہے،
 میری خاموشی کے بیان کو تو سمجھ کے بھی نہ سمجھ سکا،
 میرے آنسوؤں کا پیام ہی ----- دل بے نواء کی شکست ہے،
 غمِ داستانِ حیات کے ----- سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں،
 میرے چارہ گر تیرا یہ ہنر میری ہر دعا کی شکست ہے،
 مجھے خاموشیِ حیات میں یوں کبھی نہ کوئی گرا سکا،
 تیری خاموشی کی پُکار ہی میری ابتداء کی شکست ہے.....!!!

"آرے آیا تھا حشام بھائی ہی۔۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔۔ وہ حanim سے ملنا چاہتا تھا
 اسکا پتہ مانگ رہا تھا۔۔ مجھے خود نہیں پتا تھا۔۔ جو مرد نے اسے پتہ دیا وہ اسے وہاں نہیں
 ملی _____ !!
 لکھی حشام کو بتا رہا تھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ حanim کہاں ہے۔۔؟؟"

۔ ۴۰۱ ۔ ۲

"نمیں بھائی میں نمیں جانتا--"

ملکی سچ بول رہا تھا۔

"اسکے کوئی می رشتدار کوئی می تو ہونگے جنکا مہرو کو پتا ہو--؟؟"

حشام امید سے پوچھ رہا تھا۔

"نمیں بھائی می-- مہرو بھی نمیں جانتی--"

"ھمم-- پھر کہاں چلی گئی وہ-- آسمان کھا گیا اسے یا زمین نگل گئی می--"

حشام سوچ رہا تھا۔

"بہت برا کیا ہے ہم نے اسکے ساتھ-- میں جب سوچتا ہوں کہ اسکا مکافات عمل ہوا تو کیا ہوگا--؟؟"

ملکی کو سزا سے ڈر لگتا تھا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور جو ہونا ہے اسے ٹالنا ممکن نہیں-- کوشش کرو کہ اسے ڈھونڈ سکو-- اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہواں سے معافی مانگنی چاہیئے تم لوگوں کو-- ورنہ مکافات عمل کی لپیٹ میں بہت سے لوگ آئیں گے--!!"

حشام کہہ کر فون بند کر چکا تھا جبکہ ملکی کا دل ایک بار پھر لرز اٹھا تھا۔

آج اسکا بہت بڑا شو ہولے جا رہا تھا وہ ساری رات ہمیں سویا تھا۔۔ اسے وہ آوازیں سونے ہمیں دیتی تھیں۔

نیند اور درد کی شدت سے سرخ آنکھیں لیتے وہ شو میں جانے کیلیئے تیار تھا۔

یہ ردم بینڈ کا اب تک کا سب سے بڑا شو تھا۔ آرچے کی ڈیمانڈ بہت تھی بہت سی میوزک کمپنیاں اس سے جڑنے کو تیار تھیں۔ لیکن وہ مانتا ہی نہیں تھا۔

وہ ساری رات اس نے لاونج میں صوف پر بیٹھ کر گزاری تھی۔۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے حانم یونیورسٹی میں گھومتی نظر آرہی تھی۔۔

اسکا خاص ہونا اسکے لیئے کتنا تکلیف دہ تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔

وہ اپنا درد کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا۔۔ کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔۔ وہ اپنے احساسات کو کوئی بھی نام دے پا رہا تھا۔

وہ دن میں بھی نہیں سویا تھا۔۔ اسکی ٹیم اسے پریکلش کیلیئے بلا قیمتی رہی تھی لیکن وہ نہیں گیا تھا۔

سیاہ پیٹ پر مروں شرٹ اور سیاہ ہی جیکٹ پہنے وہ اچھا لگ رہا تھا۔۔

اسکی بازو پر موجود ٹیو آرچے اسے ایک سنگر بنارہا تھا۔۔ جیسے پوشنل سنگر ہوتے ہیں۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنی گلار اٹھائی اور گاڑی میں بیٹھ کر سفر پر نکل پڑا تھا۔ پچھلے دو دنوں

ایک محیب سی بے پینی اسے اداں لیتے ہوئیے ہی۔

لیکن جانے سے پہلے وہ حanim کی تصویر دیکھنا نہیں بھولا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس سفر پر نکلا تھا۔۔ ایسا سفر جماں موت گھات لگائیے بیٹھی

وہ شاید کبھی واپس نہیں لوٹنے والا تھا۔

رات کے اس وقت اسٹیڈیم لوگوں سے کچپا کچھ بھرا پڑا تھا۔

آرجے کا نام ہر شخص کے لبوں پر گونج رہا تھا۔

روشنیوں میں نہایا اسٹیج اسے اپنی طرف دعوت رہا تھا۔

وہ اسٹیج پر چڑھا تھا۔ لوگوں کے جوش اور نعرے پہلے سے زیادہ بڑھ گئیے تھے۔

آج وہ گانے نہیں جا رہا تھا بلکہ اپنے دل کا حال کو لفظوں کی شکل دینے جا رہا تھا۔

آرجے نے اسٹیج پر کھڑے ہو کر ایک نظر عوام پر ڈالی تھی۔۔

اسکلی نظروں میں تلاش تھی۔۔ کسی اور کی جستجو۔۔ لیکن وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔۔

اس نے ایک گمراہ سانس لیا تھا۔۔ اور پھر گانا شروع کیا تھا۔

"تو سفر میرا

تو ہی میری منزل

تیرے بنا گزارا

اے دل ہے مشکل —

اسکے گائے الفاظ نے ہجوم کو پاگل کر دیا تھا۔

لوگ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے سن رہے تھے۔

آرچے نے آنکھیں بند کی تھیں اور تصور میں خود کو حانم کے سامنے بیٹھے پایا تھا۔۔۔

وہ اسے خفگی سے گھور رہی تھی،

اب وہ مرد کے ساتھ ہنس رہی تھی،

"یہ روح بھی میرا

یہ جسم بھی میرا

اتنا میرا نہیں

جتنا ہوا تیرا —

اس نے آنکھیں کھولی تھیں جن میں نبی پھیلی تھی اور جو سرخ ہو چکی تھیں۔۔۔

"جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائیے گما اور مددوں کو قبروں سے اٹھایا جائیے گما میری

دعا کہ ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہوا _____"

حanim کے جملے اسکے کانوں میں گونجے تھے۔۔۔ کتنا درد دیتے اسکے یہ الفاظ یہ صرف وہی جانتا تھا۔

"تو نے دیا ہے جو

وہ درد ہی سی

تجھ سے ملا ہے تو

انعام ہے میرا

میرا آسمان ڈھونڈے

تیری زمین۔۔۔

میری ہر کمی کو ہے

تو لازمی

آرچے نے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔

"زمین پر نہ سی

تو آسمان میں آمل

تیرے بن اگزارہ

یہ الفاظ میں تھے اسلی شدت ہی اسلی خواہش تھی۔۔۔
اسکے اندر کی ترپ رہی جو لفظوں کا روپ دھار کر باہر نکل رہی تھی۔۔۔

لوگ آج اسکے درد پر عش کر رہے تھے۔ عوام اس سے بات کرنے کیلئے پاگل ہو رہی تھی۔۔۔ وہ اسکا آلوگراف لینا چاہتے تھے۔ اور وہ کسی اور دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔

"ادھورا ہو کے بھی
ہے عشق میرا کامل
تیرے بن اگزارہ
اے دل ہے مشکل"۔۔۔

آر جے نے آنکھیں کھولی تھیں۔۔۔ وہ اسے پھر کمیں نظر نہیں آئی تھی۔
وہ اس سُج سے نیچے اترتا تھا اور پھر سب کے آواز دیتے دیتے بھی وہ اس جگہ سے باہر نکل آیا تھا۔

"واہ کمال کر دیا آج اس لڑکے نے۔۔۔ اتنا درد اتنی شدت۔۔۔ یہی چیز تو چاہتا تھا میں۔۔۔ گاڑی
نکالو مجھے یہ لڑکا چاہیئے"!!
مسٹر رحمن اپنے اسٹوڈیو کے کیپن میں بیٹھا آر جے کی پرفارنس دیکھ کر عش کر اٹھا تھا۔

"جی تھیک ہے بس---"

اسکا سیکرٹری اشبات میں سرہلاتا باہر نکل گیا تھا۔

"کسی بھی قیمت پر وہ بچنا نہیں چاہیتے--"

پسے ڈبل ملیں گے۔ وہ میرا نہیں ہو سکتا تو کسی کا بھی نہیں ہوگا____!!

اس نے روپیوں سے بھرا بیگ دو جرأم پیشہ افراد کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا جو شکل سے خوفناک نظر آتے تھے۔

"کام ہو جائیے گا میدم____!!"

وہ اسے یقین دلاتے بیگ اٹھا کر باہر نکل گئیے تھے۔

"ایم سوری آر جے لیکن میں اپنی پسند کسی اور نہیں دیتی____!!"

وہ افسر دہ لجے میں کہہ رہی تھی۔

رات کے اس پھر وہ تیز رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کی نبی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

اسکا موبائل اور والٹ ساتھ والی سیٹ پر رکھا تھا۔

آج وہ اسے پوری شدت سے یاد آئی ہی تھی اور اسکے نظر نہ آنے پر وہ پاگل سا ہو رہا تھا۔

کچھ دیر کلیئے اسکی نظر سامنے سے ہٹی تھی اور پھر ایک زور دار دھماکہ ہوا تھا۔ سامنے سے آتے ایک تیز رفتار ٹرک نے اسے پوری وقت سے ٹکر مارنے کے بعد اڑا دیا تھا۔

اسے سنبلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

گاڑی اچھل کر دور جاگری تھی۔ آرجے کو ہر چیز گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔

تکلیف کی ایک لہ اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

آرجے نے مشکل سے آنکھیں کھولی تھیں۔۔۔ اسکے سر سے خون نکل رہا تھا
جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولی تھیں اسکی آنکھیں چند ہیاگئی تھیں۔

ایک دھماکہ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھاگئی تھی۔۔۔

اتنی گھری خاموشی جو اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

اسے اوندھے پڑے کو ایک لمبی سے سرنگ نظر آرہی تھی۔۔۔

جہاں بہت تیز روشنی تھی۔۔۔ اس تیز روشنی اور سرنگ کے اندر اسے وہ نظر آیا تھا۔۔۔ دس سال کا روحان جبیل

جو سرنگ میں چل رہا تھا۔۔۔

"ماما--"

وہ کسی کو پکار رہا تھا۔

اور پھر کچھ دیر چلنے کے بعد وہ سرنگ کے آخری سرے پر پہنچا تھا۔ جماں وہ مسکرا رہی تھی۔۔۔

ہاں-- وہ عائی شہ جبیل اسکی ماں

خوبصورت سی مسکرا ہے۔۔۔

"روحان-- آگئیے تم !!

وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماما--"

دس سالہ روحان اپنی ماں کی طرف بھاگا تھا۔

"کام تمام کرتے ہیں--"

ٹرک میں موجود ایک آدمی نے دوسرے سے کہا تھا۔

اور پھر انہوں نے ٹرک کو گاڑی کے اوپر چڑھا کر گاڑی کو بری طرح سے کچل ڈالا تھا۔ آر جے کے جسم نے اتنی تکلیف کبھی محسوس نہیں کی تھی۔۔ وہ چیخ بھی نہیں پایا تھا۔ اور پھر اسکی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

“ماما”

دس سالہ روحان اپنی ماں کی طرف بھاگا تھا۔

”کام تمام کرتے ہیں--“

ٹرک میں موجود ایک آدمی نے دوسرے سے کہا تھا۔

اور پھر انہوں نے ٹرک کو گاڑی کے اوپر چڑھا کر گاڑی کو بری طرح کچلا سے تھا۔

آرجے کے جسم نے اتنی تکلیف کبھی محسوس نہیں کی تھی-- وہ چخن بھی نہیں پایا تھا-- اور پھر اسکی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

وہ دونوں آدمی ٹرک سے نیچے اترے تھے۔ راستہ سنسان پڑا تھا۔ سڑک کے ایک جانب جنگل تھا جبکہ دوسری طرف بیابان--

وہاں اس وقت کوئی می نہیں تھا۔ دونوں آدمیوں کے چہروں پر تھوڑی سی پریشانی تھی۔

انہوں نے رات کے اندھیرے میں جلدی جلدی ٹرک سے پڑول کی ایک بہت بڑی بوتل نکالی تھی اور پھر الٹی پڑی لٹی پھوٹی گاڑی پر اسے چھڑک کر آگ لگادی تھی۔

ان ظالموں کے ہاتھ نہیں کانپے تھے ایسا کرتے ہوئے-- شاید وہ جرم اور ظلم کرنے کے عادی ہو چکے تھے

آس پاس نظریں دوڑائے کے بعد کہ سی نے عصی سے دیلھا تو میں وہ لول ٹرول میں بیٹھ کر واپس چلے گئیے تھے۔

ڈیرڑھ سال سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد، ڈیرڑھ سال کسی کو دیکھنے کیلئے ترڑپنے کے بعد اور پھر اسی ترڑپ کو دل میں لیتے،
وہ شخص ابدی نیند سوچ کا تھا _____ !!

بی جان کا دل شام سے ہی بہت گھبرا رہا تھا وہ بار بار آرے ہے تو کبھی حشام کا نمبر ملا رہی تھیں۔
حشام سے انکی بات ہو چکی تھی جبکہ روحان فون نہیں اٹھا رہا تھا اور اب اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے حشام بیٹا تم روحان کو فون کرونا _____ !!!"
بی جان پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

"میں نے کوشش کی ہے بی جان اسکا نمبر واقعی بند جا رہا ہے"

آج دل تو حشام کا بھی اداں تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ بے سبب اداں کیوں تھیں؟

"رات اسکا شو تھا میں پوچھتا ہوں اسکے کسی دوست سے آپ پریشان نا ہوں _____ !"
وہ بی جان کو تسلی دینے کے بعد فون بند کر چکا تھا۔

کہہ ~ یہ کہہ کے یہ بہت اک کہہ

ہو رہا تھا۔

رات اس نے آرجے کو لے کر ایک برا سا خواب دیکھا تھا، اس نے آرجے کو بہت تکلیف میں دیکھا تھا، وہ اسے شیطان کا بہکاؤہ سمجھ کر خود کو تسلی دے چکا تھا لیکن اب اسکا دل ہول رہا تھا،

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

حشام اداس دل کے ساتھ یونیورسٹی آگیا تھا۔ لیکن اسکا ذہن آرجے میں اٹکا تھا۔

آخری کلاس لینے کے بعد جیسے ہی وہ یونیورسٹی سے باہر نکلا تھا اسے مذکور کی کال آئی تھی۔
وہ بار بار فون کر رہی تھی۔ حشام گاڑی چلاتے ہوئے سے فون نہیں سنتا تھا۔

اسے بار بار فون کرنے کے باعث حشام نے کال اٹھائی تھی۔

"حشام بھائی می--"

مذکور کی دل چیر دینے والی آواز ابھری تھی۔

"کیا ہوا گریا--؟؟"

حشام نے پیار سے پوچھا تھا۔

"شام بھائی"

اس نے پھر دہلا دینے والی چیخ ماری تھی۔ وہ بڑی طرح سے رو رہی تھی۔

"کیا ہوا رو کیوں رہی ہو سب ٹھیک تو ہے نا___؟؟"

حشام کا دل کانپا تھا اور پھر اسکے بعد مذکہ نے جو اسے خبر دی تھی اسے سن کر حشام کی گاڑی کا ایکسپلینٹ ہوتے ہوئے بچا تھا۔

اسے مذکور کے الفاظ کسی بم دھماکے سے کم محسوس نہیں ہو رہے تھے۔

اسکا دماغ سائی پس سائی پس کر رہا تھا۔

پیچ سرک میں وہ گاڑی روکے بے یقینی اور حیرت و خوف سے پھٹے چہرے کے ساتھ موبائل کو دیکھ رہا تھا جس سے مذکور کے رونے کی آواز ابھر رہی تھی۔

"ہانی بچے تمہیں کوئی بار بار فون کر رہا ہے پہلے فون سن لو _____ !!"

لوسی ماں کی آواز ابھری تھی۔

خانم کچن میں حلیمه بی کے ساتھ مل کر کونگ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ پچپن سے لے کر اب تک اپنی پڑھائی میں اتنی مشغول رہی تھی کہ اسے گھر کے کام سیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

"آرہی ہوں لوسی ماں _____"

حائف نے کچن سے ہی جواب دیا تھا۔

وہ خود کو نارمل دکھاتی تھی، دن میں وہ سب کے ساتھ ہوتی تھی، اس نے اپنا درد چھپانا شروع کر دیا تھا۔

البتہ رات کو ماضی کی یادیں اسے کسی زیریلے سانپ کی طرح ڈستی تھیں۔

وہ سنک پر ہاتھ دھونے کے بعد کچن سے نکل کر لاونچ میں آئی تھی۔ جہاں میز پر رکھا اسکا فون بار بار رنگ کر رہا تھا۔

لوسی ماں ایکپوریم میں گھومتی رنگی برلنگی مچھلیوں کو انکی خوراک ڈال رہی تھیں۔

ماہم کی کال تھی۔ حائف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ہیلیو اسلام علیکم !!"

حائف نے خوشنی سے کہتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔

"بانو آپی--"

جواد کی آواز ابھری تھی۔ حائف ایک دم چونکی تھی۔

"کیا ہوا جواد--؟؟"

"ہانو آپی وہ---"

جواد ہچکیاں لے رہا تھا، وہ رو رہا تھا۔

"یا اللہ خیر____"

حانم کا دل دہل گیا تھا اس نے بے ساختہ دعا مانگی تھی۔

"آپی وہ مر گیا---!!"

جواد بری طرح سے رو رہا تھا۔

"اُنک--- کون مر گیا جواد---؟؟"

حانم کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"ہانو آپی آر جے مر گیا____!!"

جواد کے الفاظ اس پر کسی بھلی کی طرح گرے تھے۔ وہ وہیں صوف پر ڈھے گئی تھی۔

"آپی آر جے کا ایکسٹرینٹ ہوا کل رات وہ مر گیا____!!"

حانم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ جواد کو کیا جواب دے۔

وہ جانتی تھی کہ ماہم اور خاص طور پر جواد آر جے کا کتنا بڑا مدارج تھا۔ اسکے تو کمرے میں بھی

آر جے کی فوٹو لگی تھیں۔

"ایسا تمیں ہو سکتا نا آپی-- وہ تمیں مر سکتا نا-- وہ ابھی تو____"

جواد سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

وہ ماشاء اللہ پندرہ سال کا ہوچکا تھا۔ حانم اور ماہم سے قد میں زیادہ لمبا ہوچکا تھا۔ اور ایک سنگر کیلیئے جسے وہ کبھی ملا بھی نہیں تھا اسکے مرنے پر پاگلوں کی طرح رو رہا تھا۔

"ست۔-- تمیں کس نے کہا جواد۔-- میرا مطلب۔--"

حانم نے کپکپاتے لبوں سے پوچھا تھا۔

"ٹی وی پر دیکھا ہر جگہ نیوز چل رہی ہے، پتا ہے رات اسکا شو تھا، اتنا اچھا لگ رہا تھا وہ-- مجھے لگا کہ کہیں اسے نظر نہ لگ جائیے اور۔-- اور۔-- اسے تو موت نے-- ہی۔--"

جواد سے بولا نہیں جا رہا تھا وہ فون بند کرچکا تھا۔

لاشوری طور پر حانم کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا، اسکے گال سے پھسلنے کے بعد اسکی گود میں رکھے ہاتھ پر جا گرا تھا۔ وہ ایک دم چونکی تھی۔

"کیا اس شخص کے مر جانے سے حانم کی اذیت میں کمی آجائی تھی۔--؟ کیا وہ سب کچھ بھول سکتی تھی۔--؟؟

حانم کو سمجھے نہیں آ رہا تھا کہ اسے اس انسان کی موت پر افسوس کرنا چاہیئے یا خوش ہونا

حالتے۔--

اسے اپنے دماغ میں درد لی ایک لہر احتیٰ ہوئی ہی حسوس ہوئی ہی تھی۔
وہ مرے مرے قدموں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"کُلُّ نَفْسٍ ذَالِقَةُ الْمَوْتِ -
ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے"

خالق کائنات اللہ رب العزت نے ہر جاندار کے لیئے موت کا وقت اور جگہ متعین کر دی ہے اور موت ایسی شہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر یا فاجر حتیٰ کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک و شبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفون کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجزو بے لب ہو جاتی ہیں۔

موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سواروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستیوں کو اجائزے والی، جماعتتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، ظالموں کو جسم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور مستقیموں کو جنت کے بالاخانوں تک پہنچانے والی شی ہے۔

ہے، نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت یافتی ہے۔ جب بھی حسم خداوندی ہوتا ہے تو تمام دنیاوی رکاوٹوں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی مطلوب کو حاصل کر لیتی ہے۔

موت نہ نیک صالح لوگوں پر رحم کھاتی ہے، نہ ظالموں کو محنتی ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو بھی موت اپنے لگے لگا لیتی ہے اور گھر بیٹھنے والوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ اخروی ابدی زندگی کو دنیاوی فانی زندگی پر ترجیح دینے والے بھی موت کی آغوش میں سوجاتے ہیں، اور دنیا کے دیوانوں کو بھی موت اپنا لقمہ بنالیتی ہے۔

موت آنے کے بعد آنکھ دیکھ نہیں سکتی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہاتھ پیر کام نہیں کر سکتے۔ موت نام ہے روح کا بدن سے تعلق ختم ہونے کا اور انسان کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کا۔

ترقی یافتہ سائس سمجھنے سے قاصر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان فردیا ہے:

"(فُلِّ الرُّؤْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي)"

روح صرف اللہ کا حکم ہے---"

موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کر دیا جاتا ہے، اور موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزا و سزا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ فبول کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا آخری وقت آجائے۔"

ہم ہر روز، ہر گھنٹہ، بلکہ ہر لمحہ اپنی موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ سال، مہینے اور دن گز نے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہو گئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہو گئے۔

موت ایک مصیبت بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ (سورہ المائدۃ ۱۰۶)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی متعدد آیات میں موت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات پیش خدمت ہیں:

"ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بد لے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کو دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔" (سورہ آل عمران ۱۸۵)

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کا معیار ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حال میں ہماری موت آئے کہ ہمارے لئے جسم سے چھٹکارے اور دخولِ جنت کا فیصلہ ہو جکا ہو۔

"اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پورڈگار لی جلال والی اور فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔" (سورہ رحمن ۲۶-۲۷)

"ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوا ءاللہ کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے، اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔" (سورہ القصص ۸۸)

"(اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چلکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزانے کے لئے بڑی اور اچھی حالتوں میں بتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔۔۔" (سورہ الانبیاء ۳۵ - ۳۴)

"تم جہاں بھی ہو گے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی۔ چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔" (سورہ النساء ۷۸)

انسان بڑے بڑے محل اور قلعے تعمیر کر کے سوچتا کہ اسے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔۔۔ اسے کہجی فنا ہونا ہی نہیں لیکن شاید وہ جانتے نہیں کہ موت قلعوں میں آجائی ہے۔

"(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملنے والی ہے۔ یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اچک لے گی۔" (سورہ الجمیع ۸)

"چنانچہ جب آن لی مقررہ میعاد آجائی ہے تو وہ لھڑی بھر بھی اُس سے آکے پیچھے میں ہو سکتے۔" (سورہ الاعراف ۳۴)

"اور نہ کسی تنفس کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔" (سورہ لقمان ۳۴)

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مرتضیٰ یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوانحِ اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تبعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیر عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحبتِ مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔

لیکن ایک بات تو طے ہے موت بہت برا فعل نہیں ہے-- موت ایک عمل ہے ایک راستہ ہے--

موت کا ایک وجود ہے--

ہم کیوں کہتے ہیں کہ موت آگئی ہی--؟؟ موت آئیے گی--؟؟
یقیناً ایک وجود رکھتی ہے جو جب آتی ہے تو انسان کو ایک دنیا سے کاٹ کر دوسری دنیا سے جوڑ دیتی ہے

وہ صوفے پر نیچی سامنے دیوار میں لی بڑی سی سلمین پر اس حص لی موت لی خبر سن رہی تھی جسے چاہنے کا وہ دعوی کرتی تھی۔

وہ شمائی ل نیازی وزیر خارجہ کی بیٹی جسکے باپ کی دور دور تک پہنچ تھی وہ ایک شخص کو اپنا نہیں بنا سکی تو اسے ختم کر دیا۔۔ وہ وہی تھی جو اس دن یونیورسٹی میں کیفے پر آرجے کو دھمکی دے کر گئی تھی۔

اسکی آنکھوں میں نبی پھیلی تھی لیکن اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اسے یاد تھا کچھ دن پہلے کا واقعہ جب اس نے آرجے کو فون کیا تھا۔

"پلیز آرجے دیکھو مان جاؤ یا مجھے بتا دو کہ مجھ میں کس چیز کی کمی ہے۔۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں مجھے آگنور مت کرو___!"
اس نے آرجے کی منت کی تھی۔

"لیکن میں تمہیں نہیں چاہتا___"

"کیوں۔۔ آخر کیوں۔۔ کون ہے وہ جسکے عشق میں تم گرفتار ہو چکے ہو___؟؟"
وہ چلائی ہی تھی۔

"یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا___!!"

مہماں

"سم لے تو کہا تھا کہ میں جھی سی سے محبت میں ہوں۔۔ یقیناً وہ تمہاری نئی می کمل فرپنڈ ہوگی جسکے لیئے تم مجھے اگنور کر رہے ہو۔۔!"

"محبت ہونا نا ہونے میرا ذاتی مسئی لہ ہے۔۔ اور وہ جو بھی ہے الگ ہے، وہ میرے ساتھ نہیں ہے، مجھے اس سے عشق نہیں ہے۔۔ بس اسے دیکھنے کی چاہ ہے۔۔!

شماں کو تو وہ گویا آگ لگا چکا تھا۔

"میری ایک بات یاد رکھنا میں اسے ختم کر دوں گی۔۔"
اس نے دھمکی دی تھی۔

"اس تک تو میں نہیں پہنچ پایا۔۔ تم کیا خاک پہنچو گی۔۔!
وہ ہنس دیا تھا۔

"انہیں دیکھنے کی جو لوگی
تو،، نصیر،، دیکھ ہی لیں گے ہم
وہ ہزار آنکھ سے دور ہوں
وہ ہزار پرده نشیں سی۔۔!"

"سم لے سی اور کا ہوئے کا سوچانا تو میں ممیں مارڈالوں لی ____ !!
وہ پاگل ہو گئی تھی۔

"مارڈالو۔۔۔ لیکن کسی اور کا ہونا اب میرے بس میں نہیں ____ !!

اسکی بات سن کر شمائی لگنگ رہ گئی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ دوسال پہلے
والا آ رہے تھا جو اسکے ساتھ رہتا تھا۔

"میری زندگی تو فراق ہے
وہ ازل سے دل میں ملکیں سی
وہ نگاہ شوق سے دور ہے
رگ جاں سے لاکھ قریں سی
ہمیں جان دینی ہے ایک دن
وہ کسی طرح وہ کہیں سی ____ !!

وہ خوبصورتی سے گلنگاتا فون بند کر چکا تھا۔۔۔ یعنی وہ مر نے کو تیار تھا لیکن اسے اپنا نے کو
نمیں --

کتنے ہی پل وہ اسکی آواز کے سحر بتلہ رہی تھی اور پھر سمجھ آنے پر فون زور سے دیوار پر دے
مارا تھا۔

"میں مہین مہین بخشوں لی آر جے ___ !!

وہ چلائی تھی اور اب اس نے اپنا دعویٰ سچ کر دکھایا تھا۔
وہ واقعی اپنی جان دے گیا تھا۔ کسی طرح بھی۔ کہیں سی ___ !!!

"میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اپنی تعلیم کو جاری کریں بہت سا وقت ہو گیا آپکو دنیا سے کٹ کر رہتے ہوئے ___ !!"

حمدان انکل پیرس آئیے تھے اور اس وقت حانم کے سامنے بیٹھے انہیں سمجھا رہا تھا۔
انکلی بات پر حانم نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔
اسے تعلیمی اداروں کے نام سے بھی خوف ہونے لگتا تھا۔
وہ خاموشی سے انہیں یکھتی رہی۔

"زندگی کا ہر حداثہ ہمیں ایک نیا سبق دے کر جاتا ہے۔ دو سال ضائع کر دیئیے آپ نے
اپنی زندگی کے۔۔۔ زندگی بہت چھوٹی سی نعمت ہے اسکو مزید ضائیع مت کریں۔۔۔"
حانم کا سر جھک گیا تھا۔

دو سال۔۔ دو سال اس شخص کی وجہ سے حانم نے تنہا گزارے تھے۔۔۔
اب تک تو اسکا ماسٹر بھی کب کا مکمل ہو جاتا تھا۔ اسکے دل میں ہو قائم تھی۔

"میں آپلے سارے کاغذات لے آیا ہوں-- مجھے امید ہے ہانی بیٹا آپ ہم سب کو مایوس نہیں کریں گے !!"

یعنی وہ فیصلہ کر کے آئیے تھے۔

یعنی اسے بس فیصلہ سنایا گیا تھا، اسے بس کرنا تھا۔

اس نے ماہی کی طرف دیکھا تھا جو کندھے اچھا گئی تھی کہ تم لوگوں کا آپس کا معاملہ ہے۔

"یا پھر واپس پاکستان چلو وہاں اپنی ماں-- اپنی فیملی سب کے ساتھ رہو !!
حمدان انکل کی اس بات پر وہ چونک گئی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ اسے واپس کبھی نہیں جانا تھا۔

"میں پڑھائی شروع کر لیتی ہوں"
حائزہ نے اپنے کاغذات والی فائل کو میز سے اٹھا لیا تھا۔
وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

آرجے اب اسے قہقہے لگاتا نظر نہیں آتا تھا، لیکن اسکے الفاظ آج بھی حائزہ کے کانوں میں گونجتے تھے۔

اسے وہ واقعہ آج بھی کسی ڈاؤن نے خواب کی طرح یاد تھا۔

وہ پچھے پلٹ کر دیتھی تو اسے اپنی بربادی صاف دکھائی می دیتی تھی--
وہ شاید اسکے مرنے کے بعد بھی اس سے نفرت کرتی تھی

وہ یونیورسٹی جانے کیلئے تیار ہو رہی تھی۔ اسکا ایڈمیشن ہو چکا تھا۔
اس نے ایک بار پھر ایم ایس سی میں دوبارہ داخلہ لیا تھا۔
زندگی دو اڑھائی می سال ضائع کرنے کے بعد وہ پھر سے شروعات کر رہی تھی۔ شاید اسکا خوف
اس لحاظ سے کم ہو گیا تھا کہ آرجے مرچکا تھا۔

لیکن جو اسکے اندر سب بدل چکا تھا وہ کبھی دوبارہ ٹھیک نہیں ہونے والا تھا۔
اس نے ڈسمن کے پاؤں تک آتا سیاہ رنگ کا گاؤں پہن رکھا تھا۔
چھڑے کے جوتے پہننے سنہری بالوں کو پونی کی شکل دیئیے وہ اس حانم سے بہت مختلف
لگ رہی تھی جو بڑی سی چادر لپیٹ کر یونیورسٹی جاتی تھی۔
ڈوپٹہ ایک چھوٹے سے سکارف کی صورت میں گردن کے گرد لپٹا تھا۔
حانم نے ایک آخری نظر خود پر ڈالی تھی اور پھر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔
دروازے پر پہنچنے کے بعد وہ کی تھی۔
جانے کیوں بنا سر ڈھانپے باہر جانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔

تھا۔

الماری سے Shrug نکال کر اسے اوپر پہنا تھا۔ اب وہ مکمل طور پر cover تھی۔
اسکے shrug پر پیچھے کی جانب بڑا سا Angel لکھا تھا۔
سر کو ڈھانپ کر اسے تھوڑا سکون محسوس ہوا تھا۔

”ماں دیکھ کر ناراض نہ ہو جائیے کہیں
سر پر آنچل نہ ہو تو ڈر لگتا ہے _____ !!“

آسیہ بیگم نے اسے باہر کھلے سر پھرنا نہیں سکھایا تھا۔ وہ گھر تھا جہاں وہ کچھ بھی پہن سکتی تھی کیونکہ اس گھر میں کوئی میرد نہیں تھا۔
لیکن اب وہ باہر جا رہی تھی۔ اور آسیہ بیگم کی بہت سی باتیں اسکے ذہن میں گونج رہی تھی۔
ایک سرسری سی نظر خود پر ڈال کر وہ باہر نکل گئی میں تھی۔

اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کبھی بدلتے ہی نہیں ہیں۔۔ ہمارا اندر اگر اچھا ہو تو وہ کبھی نہیں مرتا۔۔
کیونکہ اچھائی میں کبھی مرتبی نہیں ہے _____ ہم وقتی طور پر کسی اور چہرے کے پیچھے چھپ جاتے ہیں جس سے ہماری تکلیف کم ہو۔۔ لیکن ہم مکمل طور پر بالکل بھی نہیں بدلتے _____ !!!

یونیورسٹی لی دنیا بہت الک ھی۔ وہ جیولوجی ڈپارٹمنٹ کے لیفے پر نیچی ھی۔ اس نے جانے کیوں اس مضمون کا انتخاب کیا تھا۔ اسے پڑھنے میں اب کہاں دلچسپی تھی اسے بس اپنے وقت گزارنا تھا۔

حanim نے سامنے پڑے کافی کے کپ کو اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا۔ لڑکے، لڑکیوں کے گروپس اسے دوستوں کی یاد دلارہے تھے لیکن وہ سوچتا نہیں چاہتی تھی۔

"ہے میڈی وہ دیکھو ہماری نئی گلی کلاس فیلو آئی ہے ____!" ایک لڑکے نے میڈی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ میڈی کلاس کا سب سے شرارتی لڑکا تھا جو نئیے آنے والے سٹوڈنٹس اور پہلے سے موجود سٹوڈنٹس کا جینا حرام کر کے رکھتا تھا۔

"مکدر ہے ____؟؟" میڈی نے پوچھا تھا۔ وہ پہلے کلاس میں موجود نہیں تھا لیکن اب آیا تھا تو اسکے دوست نے اسے بتایا تھا۔

"وہ سامنے دیکھو۔ بلیک ڈریس والی--" جیکی نے اشارہ کیا تھا۔

"اوکے میں ذرا ہیلو ہائی سے کر کے آتا ہوں ____!!" مسٹری شہزاد سے کہتا اٹھا تھا۔

میڈی لی طرف حاکم لی پشت ہی۔ وہ اسلے قریب پہنچ چکا تھا۔
اس نے حانم کے shrug پر بڑا سا انخل لکھا دیکھا تھا۔ وہ اکیلی بیٹھی تھی۔

"انٹر سینگ ---"

وہ مسکراتے ہوئے اسکے سامنے جا کر خالی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔

حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔۔ پھر وہ نارمل ہو گئی تھی وہ جانتی تھی یہ پیرس کی یونیورسٹی اسکی پی یو نہیں جماں لڑکے کم از کم لڑکی کی اجازت کے بنا اسکے پاس نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

"ہیلو انخل-- میں ہوں میڈی--!!"

میڈی نے مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

اس سے پہلے حانم کچھ کہتی، اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا تھا اور سورج کی مدھم سی روشنی حانم چہرے پر پڑھی تھی۔

اسکا پیدائی شی نشان چمکا تھا۔ میڈی حیران رہ گیا تھا۔

"یہ کیا تھا۔۔۔؟"

اس نے کبھی پہلے ایسی کوئی می چیز نہیں دیکھی تھی۔

"ہائیے---"

حائف نے بنا ہاتھ ملائی سے واپس اسکی جانب دیکھتے ہوئی سے جواب دیا تھا۔
جبکہ میدی بس ہونکوں کی طرح اسے گھور رہا تھا۔
اسے سامنے بیٹھی لرکی واقعی انجل لگی تھی۔

"؟؟ What Is This"

اس نے انگلی سے حائف کے چہرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"برتھ مارک---"

وہ کتنے سکون سے جواب دے رہی تھی۔

"یقین نہیں ہوتا---"

میدی کامنہ ابھی بھی حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

وہ پتا نہیں کیوں اس جگہ سے اٹھا تھا اور پھر واپس اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس میں حائف کے سامنے بیٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ جبکہ حائف اسے حیرت سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تو پچھہ مہیں کہا ___ !!

حائفہ نے کندھے اچکائی سے تھے اور پھر کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد وہ اٹھ کر اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

حائفہ نے یونیورسٹی جانا تو شروع کر دیا تھا لیکن اسے لیکچر کی کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ دو سال وہ کتابوں سے دور رہی تھی، دو سال وہ اپنے آپ سے دور رہی تھی، پروفیسر کچھ پڑھا تھا لیکن وہ غائب دماغی سے بس سنے جا رہی تھی۔
پروفیسر اگر اس سے لیکچر کے دوران کچھ پوچھ لیتا تو یقیناً پوری کلاس کے سامنے اسکی بے عزتی لازمی تھی، لیکن صد شکر کہ پروفیسر بس اپنی سنانے والوں میں سے تھا،

کلاس میں کوئی بھی تھا جو اس پر نظر رکھے ہوئے تھا اور وہ تھا میدیٰ۔
اسے شروع دن سے حائفہ تھوڑی عجیب لگی تھی وہ جب سے آئی تھی اس نے کوئی دوست نہیں بنایا تھا، میدیٰ نے اسے ہمیشہ اکیلے پایا تھا۔

لیکچر کب ختم ہوا کلاس کب باہر گئی وہ محسوس ہی نہیں کر پائی تھی۔ وہ اس چونکی جب میدیٰ نے ڈیسک بجا کر اسے ہوش میں لانا چاہا تھا۔
میدیٰ کا ڈیسک بجانا کام آگیا تھا، حائفہ ایک دم چونکی تھی۔
کلاس خالی تھی بس ایک دو سلودنڈس موجود تھے۔

”ہے

وہ عام سے لجے میں بول رہا تھا۔

”شکریہ——!!“

ایک لفظی جواب دینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پھر کلاس سے باہر نکل گئی تھی۔

پیرس میں چمکیلی دھوپ پھیلی تھی۔ حانم اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر میں گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اسکا پڑھنے کی طرف بالکل بھی دھیان نہیں تھا۔

جیسے ہی وہ یونیورسٹی سے باہر نکلی تھی باہر سڑک کے پار ایک نہر تھی اور پھر دوسری طرف سڑک تھی۔۔

یعنی ڈبل وے کے درمیان سے نہر گزر رہی تھی۔
وہ نہر کنارے جا کر بیٹھ گئی تھی۔

کتنی ہی دیر بیٹھ رہنے کے بعد اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔
حانم نے چونک کر اپنے دائی میں جانب دیکھا تھا۔

”میں نے سنا ہے کہ خاموش بہتے پانی کے اندر بہت سا شور ہوتا ہے ____ اگر وہ اپنا یہ شور باہر نکال دے تو دنیا ڈوب جائے ____ !!“

ذ ۲۰۱۴ء۔ ایک نہر نہ کہیں۔

وہ سی اور ڈیپارٹمنٹ سے تھا۔

وہ اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

"اسی لیئے خدا پاک نے پانی کو اسکی اوقات میں یعنی پابند رہنا سکھایا ہے !!!

وہ بولی تو لمحے میں مان تھا۔

اب کی بارچوکنے کی باری لڑکے کی تھی۔

وہ پینٹ پر بنا بازوں کی شرٹ پہننے ہوا تھا۔ یقیناً وہ جنم جاتا تھا۔۔۔ اسکے کسرتی مسلز نمایاں تھے۔

بالوں میں پونی پہنے ہوئے تھی۔

حanim بس گھری سانس لے کر رہ گئی تھی، یہاں ہر انسان اپنے آپ میں ایک عجوبہ تھا۔

"میں ہوں جوڑن اور تمہارا نام کیا ہے ____!"

جوڑن نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"تم مجھے میری کلاس کے نہیں لگتے۔۔۔"

حanim نے گویا تصدیق چاہی تھی۔

"ٹھیک کہا۔۔۔ میں کسی بھی کلاس کا نہیں ہوں"

وہ مسکرا ما تھا۔

"تو پھر تعارف کی ضرورت کیا ہے؟؟"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ بھی خوب کہا ___ !!

وہ پھر مسکرا دیا تھا۔

حانم کو اسکی آنکھوں میں ایک سرد مری نظر آئی تھی۔

اسے جوڑن سے خوف محسوس ہوا تھا، اس نے وہاں سے جانے میں عافیت جانی تھی۔

"ایک تم ہو جو مجھے اس لڑکی تک پہنچاؤ گی جو میرے لیئے جبیل خاندان تک راہ ہموار کرے گی ___ !!

وہ حانم کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یقیناً اس نے حانم کو ماہی کے ساتھ دیکھا تھا اور اب وہ حانم سے اس لیئے مل رہا تھا کہ جو کچھ ماہی کے بارے میں نہیں جانتا وہ جان سکے--

اسے پوری امید تھی ماہی جبیل خاندان کو ضرور جانتی تھی

مسٹر جوزف کی پارٹی سے پر اب تک-- اس نے ماہی کا بہت پچھا کیا تھا--

لیکن وہ کسی ایسے شخص سے نہیں ملی تھی جس کا نام جبیل تھا،

وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھا-- لیکن انتظار مشکل تھا ___ !!

"بھی بھی"

جاڑے کی کہر بھری شام میں
جانے کیوں اداس ہونے کو جی چاہتا ہے
کسی پچھڑے ہوئی کی یاد میں
رونے کو جی چاہتا ہے —
درد کے دھاگوں میں لفظوں کے
موتی پونے کو جی چاہتا ہے
جھٹ پٹے کے اس موسم میں
صرف پرت پرت کھولتے ہیں
میرے اندر دکھ ہی دکھ بولتے ہیں
کبھی کبھی —

جاڑے کی کہر بھری شام میں ---!!"

لاؤنج میں نی وی کی ہلکی آواز ابھر رہی تھی۔ ایلانڈ لز کی پلیٹ پکڑے کھانے میں مگن
تھی۔

باہر موسم ابرآلود ہو رہا تھا۔

تیز ہوائیں روئی کے گالوں کی آمد کا یتادے رہی تھیں۔

جیسے ہی شام ہوئی ھی پہلی دھوپ ایک دم سے غائب ہو جائی ھی۔

وہ لاونچ میں بیٹھی گلاس وند سے باہر نرم نرم گرتے روئی کے گالوں کو دیکھ رہی تھی۔

اسے یاد تھا جب بھی موسم زیادہ ٹھنڈا ہوتا تھا ماہم کچن میں گھس جاتی تھی۔۔ اسے کھانے کا بہت شوق تھا۔

وہ کچھ ناکچھ نیا بناتی رہتی تھی۔

اس وقت حانم کا دل شدت سے اپنے گھر والوں سے ملنے کو چاہا تھا۔

وہ گھری سانس لیتے ہوئے رخ موڑ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد ماہی بھی انکے پاس آکر بیٹھ گئی۔۔

باہر گرتی برف نے ماہی کو وہ دن یاد دلا دیا تھا جب اسے پہلی بار حشام ملا تھا۔۔
وہ مسکرا دی تھی۔

"ایک بات پوچھوں ہانی--؟"

ماہی نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہاں ضرور۔۔"

"تمہیں اتنا عرصہ ہو گیا ہے پیرس آئیے ہوئیے، اور ایک سال ہو گیا ہے یونیورسٹی جاتے

ہوئیے تمہیں ابھی تک پیرس میں کسی سے محبت نہیں ہوئی می۔۔۔

ایسا لیوں--- پیرس میں آکر بھی مہین کوئی می پسند نہیں آیا۔ لیوں _____؟؟
حانم ماہی کا سوال سن کر سٹپٹاگئی تھی اسے اس سوال کی امید نہیں تھی۔

"نہیں میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی۔"

حانم نے سادہ سے لمحے میں جواب دیا تھا۔ ماہی بے اختیار ہی مسکرا دی تھی۔

"محبت کا توجہ سے کیا تعلق---؟؟"

"ہر چیز کا تعلق توجہ سے ہوتا ہے۔ جب انسان کسی چیز میں دلچسپی لیتا اور اس چیز کے متعلق سوچتا ہے تو اکثر وہ ہونا شروع ہو جاتا ہے!!"

"کچھ سمجھ نہیں آیا کہ تم نے کیا بات کی ہے۔!!"
حانم کی بات ماہی کے اوپر سے گزری تھی۔

○ " بتاتی ہوں۔"

حانم اپنی جگہ سے اٹھ کر لاونچ میں رکھے ایکیوریم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ماہی اور ایلا غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ ایکپوریم دیکھ رہی ہونا۔۔ اسلے اندر بہت خوبصورت دنیا ہے۔۔"

روزانہ کتنی بار اسے غور سے دیکھتی ہو۔۔؟"

حائف نے پوچھا تھا۔

"یاد نہیں کب اس پر غور کیا تھا۔۔"

ماہی نے نامسمجھی سے جواب دیا تھا۔

"اب اس پر غور کرو۔۔ اور دیکھو اس میں سب سے خوبصورت مجھلی کو نہی ہے۔۔؟"

حائف پوچھ رہی تھی۔

ایلانے لی وی بند کر دیا تھا۔

اب وہ دونوں غور سے شیشے کے جار یعنی ایکپوریم کے اندر تیرتی مجھلیوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ نیلے رنگ والی۔۔"

ماہی نے کافی غور کرنے پر سب سے الگ اور خوبصورت مجھلی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کمال ہے اتنی خوبصورت مخلوق پر میں نے پہلے توجہ کیوں نہیں دی۔۔"

ماہی بڑبرائی می تھی۔۔ اسے وہ مجھلی واقعی ہی بہت پیاری لگی تھی۔

اسکی بات سن کر حائف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی می تھی۔

"غور کر لے پر---"

ماہی نے جواب دیا تھا۔

"اب تم کیا کرو گی---؟؟؟"

حانم نے پوچھا تھا۔

"میری کوشش ہو گی کہ میں روزانہ اس مچھلی کو دیکھ سکوں---"

ماہی نے جواب دیا تھا۔

"اور پھر---؟؟؟"

"ابھی اسے دیکھنے کے بعد میرا دل کر رہا ہے اسے چھو کر دیکھوں---!"

ایلا نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"اگر تم دونوں ان مچھلیوں پر غور نا کرتیں تو تم دونوں کو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونا تھا کہ انہیں دیکھنا چاہیئے یا چھونا چاہیئے-- یہ بات ثابت کرتی ہے کہ کام کوئی بھی ہوا سے ہماری توجہ خاص بناتی ہے---"

محبت بھی کچھ ایسی ہی منطق رکھتی ہے-- جب تک کسی انسان پر غور نہیں کرو گے وہ عام سا ہو گا--

اسلی اچھائی یا نظر آئی بیں--

آہستہ آہستہ وہ ہمیں پسند آتا ہے۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ
ہمیں اس سے محبت ہو گئی ہے--!!
وہ اپنی لا جک پیش کر چکی تھی--
وہ دونوں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

کچھ ایسا ہی ہوا تھا ماہی کے ساتھ جب اسے پہلی دفعہ حشام نظر آیا تھا۔
سینکڑوں لوگوں میں اس نے حشام پر غور کیا تھا۔ پھر اسے محسوس ہوا تھا وہ کافی وجیہ تھا۔
وہ اس دن جب وہ پہلی بار ایفل ٹاور کے پاس ملا تھا کتنی ہی دیر اسے غور سے دیکھتی رہی
تھی--

وہ اسے بعد میں سوچتی رہی تھی--

وہ اسکے تواسوں پر چھانے لگا تھا۔ وہ اسے جانے کا اشتیاق رکھتی تھی۔ وہ کتنی جگہ ماری
ماری پھری تھی۔

اور بالآخر اسے محسوس ہوا تھا کہ اسے حشام سے محبت ہو گئی ہی تھی۔!!

"میں نے کبھی کسی انسان پر اتنی توجہ نہیں دی کہ میں اس سے محبت کر سکوں۔۔۔
میرا دل اور دماغ ہمیشہ کسی اور رخ میں چلتا رہا ہے۔۔۔ میری سوچ کا دھارا محبت سے کہیں

آکے ان دیکھی چیزوں کی طرف بہتا رہا ہے--!
جانم بتا رہی تھی۔

"لیکن محبت اپنے اختیار میں کب ہوتی ہے-- یہ تو بے اختیار ہوتی ہے!
ماہی نے جانے کس احساس کے تحت کہا تھا۔

"ٹھیک کہا۔ دنیا میں سب سے منہ زور جذبہ محبت کا رہا ہے--
لیکن میں یہاں یہ کہوں گی کہ محبت کے ہونے میں ہمارا بھی ہاتھ ہوتا ہے--
انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے قدرت اس انسان کا رخ اسکی جستجو کی طرف موڑ دیتی۔
اگر انسان چاہے جانے کی طلب رکھے گا تو یقیناً وہ محبت سے ٹکرائیے گا۔

جو چاہے جانے کی طلب رکھتا ہے اسکی آزمائش ہوتی کہ اسے پہلے محبت ہوتی ہے-- اسے کسی
کی طلب میں بمتلا کر دیا جاتا ہے-- اور اسکی یہ خواہش کہ کوئی یہ اسے چاہے وہ اسکی آزمائش
کے بعد پوری ہوتی ہے--

میں نے کبھی اس چیز کی خواہش نہیں کی کہ مجھے کوئی یہ چاہے--
اور اللہ پاک نے بھی کبھی مجھے محبت جیسے جذبے سے روشناس نہیں کروایا،
میرے اندر بڑی بے چین روح ہے-- اسے کچھ اور چاہیئے--

جو لوں کائی نات کو سخیر کر لے نکلتے ہیں وہ اس چیز لی طلب رہتے ہیں--

جن لوگوں نے ماضی میں دنیا فتح کی ہے۔ یقیناً انکی جستجو نے انہیں یہ کام کرنے پر اکسایا ہوگا،

جن لوگوں نے قدرت کا عرفان پایا ہے یقیناً وہ بہت تڑپے ہونگے--

انکی طلب انکی جستجو نے انہیں ان دیکھی چیز کی تلاش میں نکلنے پر مجبور کیا ہوگا--

اور مجھے لگتا ہے کہ ساری کائی نات سمٹ کر اس ایک لفظ طلب یا جستجو میں مقید ہے

جو جس چیز کی کھوج کرے گا وہ اسے پائیے گا

جو چاہے جانے کی طلب رکھے گا اسے پہلے محبت میں بمتلا کیا جائے گا !!

وہ خاموش ہو چکی تھی--

ماہی اور ایلا کو اسکی منطق نے ورطہ حیرت میں بمتلا کر دیا تھا--

"لیکن ایک بات--"

ایک بات تو طے ہے۔۔ انسان کو چاہے جانے کی طلب رکھنی چاہئے--

جو یہ طلب رکھے گا وہ محبت سے ٹکرائیے گا--

جب وہ محبت سے ٹکرائیے گا تو اسے ناپانے کی صورت میں پاش پاش ہو جائیے گا۔۔

جب اسکی ذات ٹکروں میں بٹے گی تب اسے ہر ٹکڑے پر ایک نئی ہی چیز کا احساس ہوگا--

حسوس کرتے ہیں۔۔ اور وہ چیزوں کو دیکھتے ہیں جو عام انسان میں دیکھ سکتا۔۔

اسی لیئے خالق کائی نات نے اس کائی نات کی بنیاد محبت پر رکھی ہے۔۔

یہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑی کھوج ایک بہت بڑی ہے۔۔

شاید یہی وجہ ہے کہ میں بہت سی چیزوں کی کھوج نہیں کر پائی میں !!

لیکن ایک اہم بات۔۔ جو ایلانے کہی کہ خوبصورت مجھلی کو دیکھ کر چھونے کو دل کرتا ہے،

جس طرح اللہ پاک نے انسان کو تسلیم کی اجازت دینے کے بعد اپنی اور انسان کی ذات میں ایک پردہ رکھا ہے وہ چاہے جتنی کوشش کر لے جب تک اللہ ناچاہے وہ اس پردے کو اس حد کو پار نہیں کر سکتا۔۔

بالکل اسی طرح محبت میں بھی کچھ حدود و قیود ہوتی ہیں۔۔

جب ایسے انسان سے محبت ہوتی ہے جس سے ہمارا کوئی می جائی زرشته نہیں ہوتا۔۔ اس محب میں ان حدود کو پار نہیں کیا جاسکتا۔۔

جس طرح انسان اپنی ہٹ دھرمی میں اللہ اور اپنے درمیان حائل پردے کو پار کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فنا ہو جاتا ہے۔۔ کوہ طور کا واقعہ تو یاد ہی ہو گا۔۔

بالکل اسی طرح اگر انسان نامحرم کی محبت میں ان حدود کو پار کرتا ہے جو اسے نہیں کرنی چاہیئی ہے تھیں تو وہ انسان نہیں رہتا۔۔

اپنی خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے —

جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے !!

ماہی کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کس چیز کو زیادہ اہمیت دے کر گئی تھی ---

جستجو کو، طلب کو، تلاش کو یا پھر محبت کو---؟؟

وہ انسان کی طلب سے شروع ہو کر کائی نات کا ذکر کر کے واپس محبت پر آگئی تھی۔

یقیناً کائی نات میں ہر چیز اپنی ایک جگہ رکھتی ہے، خالق کائی نات نے کسی ایک وجود کسی

ایک جذبے کو، خواہ وہ نظر آتا ہو یا نہیں بلا وجہ پیدا نہیں کیا

"اور تم اپنے رب کی کون کو نسی نعمت کو جھٹلاؤ گے !!

"تم نے میرے نوؤں نہیں لیئے---؟؟"

حanim حیرت سے میدی کوتک رہی تھی۔

"پروفیسر میکال بہت ضدی ہیں کل تم غیر حاضر تھی انہوں نے کہا جو سٹوڈنٹس کلاس میں

موجود ہیں صرف انہیں ہی نوؤں ملیں گے باقی کل انکے آفس میں جا کر لے لیں---!!

انکا یہ آخری سمیسٹر چل رہا تھا اور اسی وجہ سے ان پر کافی سختی کی جارہی تھی۔

"اوکے میں لے کر آئی ہوں--"

حانم غصے سے پروفیسر میکال کے آفس کی طرف بڑھ گئی تھی۔
کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد حانم نے دروازہ پر دستک دی تھی۔

"یہ---"

اندر سے آواز آئی تھی۔

"سر مجھے نوُس چاہیے---!"

اندر آفس میں ایک شخص میز کی جانب رخ کر کے کھڑا ہوا تھا۔ حانم کی طرف اس شخص کی پشت تھی۔

آواز پر اس شخص نے جھٹکے سے پلٹ کر حانم کو دیکھا تھا۔

اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حانم کارنگ پیلا پڑا تھا۔

وہ حیرت سے گنگ اس شخص کو دیکھ رہی تھی اور ایسا ہی کچھ حال سامنے والے شخص کا تھا۔

"ام حانم---"

وہ زیر لب بڑھایا تھا۔

حانم کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس شخص سے صرف ایک دفعہ ملی تھی۔

کچھ سال پہلے کاج کے میلنگ والے کمرے میں جہاں اس شخص نے اپنا تعارف حشام بن

حشام حیرت اور خوستی کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے مردی تھی اور آفس سے باہر نکل گئی تھی۔ حانم کا دل دھک کر رہا تھا وہ جانتی تھی کہ آرجے مرچ کا تھا لیکن اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اسکا سامنے آرجے کی فیملی کے کسی شخص سے ہو جائیے گا۔

ایسی ہی کچھ حالت حشام کی بھی تھی۔ پروفیسر میکال سے اسکی اچھی خاصی دوستی تھی آج وہ اسے ملنا آیا تھا۔ لیکن اسے یقین نہیں آہتا تھا کہ قسمت اس پر یوں بھی مہربان ہو سکتی تھی۔ پروفیسر میکال جب آفس میں داخل ہوا تو حشام کو کرسی پر براجمان کسی گھری سوچ میں غرق پایا تھا۔

"کیا ہوا---؟؟؟"

"ام حانم--- تمہاری سٹوڈنٹ ہے---؟؟؟"

حشام نے پوچھا۔

"ہاں---"

پروفیسر میکال نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا تھا۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں پتا چلا---"

"خانم اپنی مخصوص جگہ پر یعنی نہر کے کنارے بیٹھی تھی۔۔
ہوا کی سرسر اہست سے ڈوپٹے کے نیچے سے اسکے بال نکل کر چہرہ چھور رہے۔۔
پانی سست روی سے بہہ رہا تھا۔ قریب ہی دانا چلتے پرندوں کی آواز اسکے کانوں کو بھلی محسوس
ہو رہی تھی۔

وہ وہاں اکیلی بیٹھی تھی جب حشام اسکے پاس آگر بیٹھا تھا۔۔
خانم نے زیادہ نوٹ نہیں کیا تھا۔۔ اس جگہ پر روز نئیے نئیے لوگ اسکے پاس آگر بیٹھتے
تھے۔

"کیسی ہیں آپ ام خانم۔۔؟؟؟"

آواز پر چونک کر خانم نے دیکھا تھا۔ ایک بار پھر اسکے چہرے کا رنگ اڑا تھا لیکن وہ خود پر
کنڑول کر گئی تھی۔

"جی ٹھیک ہوں۔۔۔"

وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

"جب میں اپنے بھائی کے سلسلے میں آپ سے ملنے کا لج گیا اور جب میں وہاں سے واپس آیا

گا--!!

وہ کتنا خوش تھا یہ صرف وہ جانتا تھا وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا۔

اس نے آرجے کا نام نہیں لیا تھا۔

"سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا کہ جس شخص سے میں اتنی نفرت کرتی ہوں اسکے بھائی سے یہاں یوں اچانک ملوں گی--!!"

حanim کے لبھ کاٹ دار تھا۔ حشام کے چہرے کارنگ پھیکا پڑا تھا۔

"لیکن مجھے امید ہے کہ آپکو مجھ سے نفرت نہیں ہوگی--" وہ مسکرا یا تھا۔

حشام اچھے سے جانتا تھا کہ حanim آرجے کیوں نفرت کرتی تھی اس لیئے اس نے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔

حanim نے کوئی می جواب نہیں دیا تھا۔

"میں پچھلے دس سالوں سے پیرس میں رہ رہا ہوں لیکن مجھے پیرس کبھی اتنا اچھا نہیں لگا تھا" اسکی بات پر حanim نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اچھے لوگوں سے مل کر سب اچھا لگنے لگتا ہے اور پھر آپ تو بہت خاص ہیں اس نشان کی وجہ سے--!!"

اس نے حاصل کے برتھ مارل کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کافی اچھی باتیں کر لیتے ہیں آپ۔"

حائزہ مسکرا دی تھی۔

"میں خود بھی بہت اچھا ہوں یہ آپ کچھ دنوں تک جان جائیں گی۔"

وہ پر اعتماد لجے میں کہہ رہا تھا۔

"دیکھتے ہیں۔"

حائزہ نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ کالج میں ہونے والی ملاقات میں ہی جان گئی تھی کہ آر جے اور حشام ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔

اور اب اسے یہ محسوس بھی ہو رہا تھا۔

"اللہ حافظ۔"

خشام کے چپ رہنے پر وہ کہتی یونیورسٹی کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ حشام اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

"ماہی کم حشام جبیل کو بتا یوں میں دیتی کہ کم اسلے ڈیڈ کے بزلس پارنس کی بیٹی ہو۔۔؟" ایلا کو ماہی کی اپنی محبت کے معاملے میں یوں خاموشی کوفت میں بنتلا کر دیتی تھی۔

"اس سے کیا ہوگا۔۔؟"

ماہی نے لیپ ٹاپ پر نظریں پوچھا تھا۔

"اس سے اسے یہ احساس تو ہو گانا کہ تم کوئی ملکی نہیں ہوں۔۔ شاید اسے تمہاری قدر ہو۔۔"

"ایلا تم پاگل ہو۔۔"

ماہی اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔

اسکا ایم بی اے مکمل ہو گیا تھا۔ وہ یہاں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہی تھی، وہ اس وجہ سے کہ اسے کچھ تجربہ ہو جائیے۔۔ تاکہ وہ اپنے باپ حمدان کا بزنس سنہال سکے۔ وہ اکثر بزنس کو لے کر حمدان صاحب سے بحث کرتی رہتی تھی۔۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔"

ایلا نے منہ بنایا تھا۔

اس سے پہلے ماہی کچھ کہتی اسکا فون بجا تھا۔

"بaba کاں ہے--"

ماہی نے کہتے ہوئے کاں اٹھائی تھی۔

"بیٹا پیرس میں ضیاء کا بیٹا رہتا ہے شاید میں نے تمہیں بتایا ہو--"

آج شام ہماری پیرس میں میئنگ تھی جس میں میرا اور ضیاء کا ہونا لازمی تھا۔

کل کچھ مصروفیات کی وجہ سے میں نہیں آسکا اور ضیاء بھی بیمار ہے-- تم بنس کو اچھے سے جان گئی ہو میں چاہتا ہوں میری طرف وہ میئنگ تک اٹینڈ کرو۔ اور اپنے ساتھ حشام جبیل کو بھی لے کر جاؤ۔

میں ابھی تمہیں ساری ڈیلیل بھیج دیتا ہوں۔ اور حشام کا نمبر اور اڈریس بھی۔
سلام دعا کے بعد حمدان صاحب نے کام کی بات کی تھی۔

"جی بابا--"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"لو ہو گئی تھاری خواہش پوری۔ اب پتا چل جائیے گ مسٹر جبیل صاحب کو۔"

ماہی مسکرا دی تھی۔ وہ خوش تھی اور یہ خوشی حشام جبیل سے ملنے کی تھی۔

حشام ماہین حمدان کو دیکھ کر حیران رہ کیا تھا۔۔ اس نے بھی سوچا مہیں تھا کہ ماہین حمدان سیٹھ حمدان کی بیٹی تھی۔۔

وہ دونوں میئنگ کیلئے نکلے تھے۔۔ اسے دیکھ کر ماہی کی آنکھوں میں جگنو سے جل اٹھے تھے یہ ہ محسوس کر چکا تھا۔۔

لیکن اسے دلچسپی نہیں تھی۔۔ اور اب تو ہو بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ اب اسے حانم مل گئی تھی۔

آنکی میئنگ اچھی رہی تھی۔۔

اب حشام اسے گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔

گاڑی میں خاموشی چھائی تھی۔ ماہی کو یہ خاموشی کاٹ رہی تھی۔

"آپکو کیسا لگا یہ جان کر کہ میں سیٹھ حمدان کی بیٹی ہوں۔۔؟؟"

بالآخر ماہی نے پوچھا تھا۔

"کیسا بھی نہیں۔۔"

سرد سے لبجے میں جواب موجود تھا۔

"لیکن مجھے آپ سے مل کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ہم دونوں کبھی ایک ساتھ کسی سفر میں نکلیں گے۔۔!!"

ماہی کے لبھ سے خوستی جھلک رہی تھی۔

حشام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے کی تھی۔

"آپکا گھر آگیا مس ماہین حمدان---!!

وہ بنا اسکی طرف دیکھے کہہ رہا تھا۔ ماہی کا دل اسکے جواب نہ دینے پر کٹ کر رہ گیا تھا۔ لیکن وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ خاموشی سے گاڑی سے نیچے اتری تھی۔

وہ جھک کر کچھ کہنے والی تھی کہ حشام فرائی سے بھرتا گاڑی بھگا کر لے گیا تھا۔

وہ برف کی شہزادی اسے افسوس سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

سارے رشتے بھلائے جائیں گے
اب تو غم بھی گنوائے جائیں گے

جانیے کس قدر نچے گا وہ
اس سے جب ہم گھٹائے جائیں گے

اس کو ہوگی بڑی پشیمانی

۶۱۴

کیا غرض دو ر جام سے ہم کو
ہم تو شیشے چجائیں جائیں گے

میری امید کو بجا کر کر
سب مرا دکھ بڑھائے جائیں گے

کم سے کم تجھ گلی میں جانا
دھوم تو ہم مچائے جائیں گے

زخم پہلے کے اب مفید نہیں
اب نئے زخم کھائے جائیں گے

شا خسارو! تمہارے سارے پند
اک نفس میں اڑائے جائیں گے

لن زمانوں میں پائے جائیں کے

آگ سے کھیننا ہے شوق اپنا
اب تیرے خط جلائے جائیں گے

جمع کیا ہے ہم نے غم دل میں
اس کا اب سود کھائے جائیں گے

شہر کی محفلوں میں ہم اور وہ
ساتھ اب کیوں بلائے جائیں گے

ہے ہماری رسائی اپنے میں
ہم خود اپنے میں آئے جائیں گے

ہم نہ ہو کر بھی شہرِ بودش میں
آئے جائیں گے، جائے جائیں گے

بجھ سے کہتا تھا ٹل یہ شاہ بلوط
سارے سائی سے جلائے جائیں گے

ہو گا جس دن فنا سے لپنا وصال
ہم نہیت سجائے جائیں گے

جون یوں ہے کہ آج کے موسمی
آگ بس آگ لائے جائیں گے

جون ایلیا

حشام بھاؤں بھاؤں سے حانم سے ملنے لگا تھا۔ وہ جماں جاتی وہ بھی اتفاقاً پہنچ جاتا تھا۔ حانم نے
کبھی اس بات کو نوٹ نہیں کیا تھا

آج بھی وہ اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔ بی جان اسے شادی کا کہہ رہی تھیں۔ وہ اس پر دباؤ
ڈال رہی تھیں۔

اور آج وہ اسی سلسلے میں حانم سے ملنے والا تھا وہ اسے اپنے دل کی بات بتانے والا تھا تاکہ بعد

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لیکن وہ پہلے حاصل کی پسند جاننا چاہتا تھا۔

وہ اسے نہر کے کنارے پرندوں کو دانہ ڈالتی نظر آگئی تھی۔

حشام ہاتھ میں پکڑا کیک لیتے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

آج حشام کی برتھ ڈے تھی۔۔

وہ جانتا تھا کہ حانم نہیں جانتی تھی۔۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اسے وش نہیں کرے گی۔۔

لیکن وہ اس دن کو خاص بنانا چاہتا تھا۔

"اسلام علیکم! کسی ہیں آپ؟؟"

حانم کے قریب پنجے پر اس نے پوچھا تھا۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔۔

اور یہ کیک کس لیتے۔۔؟؟"

"آج میرا برتھ ڈے ہے۔۔ اور جب سے میں پیرس آیا ہوں یہ پہلا موقع ہے کہ میں کیک کاٹنے جا رہا ہوں وہ بھی بہت ہی خاص شخصیت کے ساتھ۔۔!!

"پی برتھ ڈے مسٹر حشام جبیل!!"

اسکی مات سن کر حانم مسکرا دی تھی۔

"شلر بیہ---"

وہ بھی مسکرایا تھا۔

"دیر نہیں کرنی چاہیئے پھر ویسے بھی مجھے کیک بہت پسند ہے کھانے میں--"

وہ دونوں ویں کنارے پر بیٹھ گئیے تھے۔

"میں آج آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں !!"

کیک کاٹنے کے بعد حشام سنجیدہ لبھے میں کہا تھا۔

اسکے لبھے میں کچھ تھا۔ حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"آج میرا جنم دن ہے-- اس دن لوگوں کو بہت سے تھائے ملتے ہیں--

مجھے بھی ایک تحفہ چاہیئے-- وہ بھی آپ سے !!

اسکی بات سن کر حانم کو ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تھا۔

آج وہ کسی اور لبھے میں بول رہا تھا۔

"جی مانگیں-- !!"

حانم نے دھڑکتے دل سے کہا تھا۔

"آج اس خوبصورت دن کے اختتام پر-- جس میں آپ میرے ساتھ ہیں-- مجھے آپ سے حانم

مجھ سے شادی کریںگی مس ام حام ____؟؟"

حشام نے گویا دھماکہ کیا تھا۔۔

حانم اپنے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔۔

اسے حشام سے اس بات کی امید نہیں تھی۔

"آج اس خوبصورت دن کے اختتام پر۔۔ جس میں آپ میرے ساتھ ہیں۔۔ مجھے آپ سے حانم

چاہئیے۔۔ آپ میرے لیئے سب سے بڑا تحفہ ہیں،

مجھ سے شادی کریںگی مس ام حانم ____؟؟"

حشام نے گویا دھماکہ کیا تھا۔۔

حانم اپنے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔۔

اسے حشام سے اس بات کی امید نہیں تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟؟"

حانم جیسے خواب سے جاگی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"میں چاہتا ہوں آپکو۔۔ اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔"

حشام نے بھجو، اٹھتے ہوئے، سے اونز، مارٹ، وسائی، ۶، تھم،

"بس--- بس کریں آپ--"

حانم نے ہاتھ اٹھا کر منع کرتے ہوئے سے کہا۔

"آپ نے سوچا مجھی کیسے ایسا--؟؟"

حانم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"آپ اچھے انسان ہیں لیکن مجھے آپ میں دلچسپی نہیں ہے اور ناکبھی تھی--!!"

"لیکن مجھے لگا کہ--"

حشام کا دل ڈوبتا تھا۔

"کہ میں اگر مسکرا کر بات سن لی آپکی تو میں آپ میں دلچسپی لینے لگی ہوں--؟؟ یہ لگا تھا آپکو--؟؟"

حانم کا لجھ کاٹ دار تھا حشام حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اتنی تلخی آر جے کے لجھ میں ہوا کرتی تھی۔

"اگر لڑکی مسکرا کر بات کر لے تو مردوں کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ وہ لائیں پر آگئی ہے____؟؟"

شدت جذبات سے حانم کی آواز کانپ رہی تھی۔

اب لی بار حشام کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔ اسے امید میں ہی کہ حاصل اس طرح ری ایکٹ کرے گی۔ حا

"پلینز حانم۔۔ اس طرح کے الفاظ مت استعمال کرو۔۔ !!"

حشام نے اتنا کی تھی۔

حانم نے آنکھیں بیچ کر ایک گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"دیکھیں آپ۔۔ آپ بہت اچھے ہیں۔۔ لیکن جو آپ چاہ رہے ہیں ویسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔ !!"

اب کی بار حانم نے مرمر لمحے میں کہا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔ کیا کمی ہے مجھ میں۔۔ یا پھر کسی کو اور کو پسند کرتی ہیں آپ۔۔ ؟؟"

حشام کا دل کرلا رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اس جیسی شخصیت کا مالک جب کسی کو پرپوز کرے گا تو اسے آگے سے اس طرح کی باتیں سننے کو ملیں گی۔

"کوئی می کمی نہیں ہے آپ میں۔۔ اور نا میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔۔ لیکن میں کسی انسان سے رشتہ نہیں بنایا سکتی جو مجھے ایک ایسے شخص کی یاد دلائیے جس سے میں نفرت کرتی ہوں۔۔ !!

حامم نے صاف بچے میں کہا تھا۔

حشام ایک گھری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

اس سے پہلے حشام کچھ کھتا سڑک کنارے مانی کی گاڑی آکر کی تھی اسے حانم نے ہی کال کر کے پک کرنے کو کہا تھا-- اور پھر حشام آگیا تھا۔

”مجھے امید ہے آئی ندہ یہ بات دہرائی می نہیں جائیے گی--!!“

وہ کہ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

مانی نے حانم کو حشام کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا

کہ وہ دونوں ایک ساتھ ہونگے

حشام خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

گاڑی کا شیشہ نیچے کیتے مانی حیرت اور خوف کے تاثرات سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

”کیا حانم ماہین کی کمزون ہے--??“

وہ حیرت سے سوچ رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے حانم نے بتایا تھا کہ اسے اسکی کمزون لینے آرہی تھی۔

حانم گاڑی میں بیٹھ چکی تھی اور پھر مانی گاڑی مڑھا کر لے گئی تھی۔

وہ تمہک ہار کر وہیں بیٹھ کیا تھا۔۔۔ کتنا خوش تھا آج وہ اور کیا ہوا تھا اسلئے ساتھ۔۔۔
وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔۔۔ لیکن اس نے اپنے اندر دل کو روٹے محسوس کیا تھا۔۔۔
شاید وہ جان نہیں پایا تھا کہ اسکا رویہ ماہی کو کتنی تکلیف دیتا تھا
سب ختم ہو گیا تھا۔۔۔ وہ اچھے سے جانتا تھا حanim کی نام کبھی ہاں میں نہیں بدلنے والی

آپ دکھا تو رہے ہیں دل مگر!
خیال کجھی گا "خُدا" کو پتا نہ چلے

"تم حشام کو کب سے جانتی ہو حanim۔۔۔؟؟"

ماہی کی آواز پر حanim نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

"کافی سالوں پہلے پاکستان میں ملاقات ہوئی تھی لیکن جان پہچان ابھی کچھ دن پہلے یونیورسٹی میں ہوئی ہے۔۔۔!!"

حanim نے صاف صاف بتادیا تھا۔

"ھمم۔۔۔"

ماہی کا دل دھڑک رہا تھا۔

"آج انکا برتھ ڈے تھا--؟"

ماہی کا سوال تھا۔

"ہاں--"

حانم بس اتنا ہی کہہ پائی ہی تھی۔ وہ حشام والے موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے سر درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔

ماہی کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ یہ وہ بھی جانتی تھی کہ آج حشام کا برتھ ڈے تھا اور وہ اسے صح سب سے پہلے وش کر چکی تھی۔ لیکن حشام نے اسکے سیچ کا جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔

اور خود حانم کے ساتھ کیک کاٹ رہا تھا۔

ماہی نے آنکھوں میں آئی نمی کو مشکل سے اندر کی طرف کھینچا تھا۔

"لیکن تم اسے کیسے جانتی ہو--؟"

اچانک حانم کو احساس ہوا تو اس نے پوچھا تھا۔

"بaba کے بنس پارٹنر کا بیٹا ہے۔ کچھ دن پہلے میں اسی کے ساتھ میئنگ کیلیئے گئی ہی تھی۔!!

ماہی کے لمحے میں نمی سی گھل گئی تھی حسے حانم نے صاف محسوس کا تھا لیکن وہ کیجھ نہ

بولي--

اس نے فیصلہ کر لیا تھا آج کے بعد وہ حشام جبیل کی بات نہیں سننے والی تھی۔

وہ رات حشام کلبیتے بہت بربی گزی تھی۔۔ بیشک وہ ایسی باتوں کو لے کر زیادہ جذباتی نہیں ہوتا تھا۔۔

بیشک وہ اسے کافی سالوں سے چاہتا آرہا تھا۔۔ لیکن اسکے لیئے سب سے زیادہ اہم اسکی بی جان تھیں۔۔

جو بہت اچھی تھیں اور اس سے بہت پیار کرتی تھیں۔۔

محبت کے معاملے میں زبردستی نہیں چلتی۔۔ یہ بات حشام جان چکا تھا۔۔

وہ جیسے ماہی کو اپنا نہیں سکا ویسے ہی حانم نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا تھا
دل تو ٹوٹا تھا اسکا۔۔ جیسے وہ ماہی کا توزتا لیکن اس سے رویا نہیں جا رہا تھا

"میں نے تمارے لیئے سارہ کو پسند کر لیا ہے حشام۔۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے اور سب سے بڑھ کر میری اپنی بھائی ہے۔۔!
بی جان نے گویا بم پھوڑا تھا۔۔

"لیکن بی جان۔۔"

"لین کیا حشام-- کوئی می اور پسند ہے ممیں تو بتاؤ-- لین یاد رکھنا جو بھی پسند ہو مجھے فبول ہوگی بس وہ سید خاندان سے ہو۔۔ تم اپنے خاندان کی روایات کو اچھے سے جانتے ہو ___ !!
بی جان کی بات سن کر وہ اذیت سے آنکھیں مج گیا تھا۔

وہ ہر طرف سے پھنسا ہوا تھا۔ سب سے پہلے تو حانم انکار کر چکی تھی--
اگر وہ مان بھی جاتی تو چھوٹے بابا سائیں یعنی سید جبیل کبھی نامانتے--
اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں حشام---"
بی جان کی آواز ابھری تھی۔

"مجھے سوچنے کیلئے کچھ وقت چاہیئے بی جان--"

"اکتنا وقت--؟؟ اور بات سالوں پر ناجائی سے میں اب تمہارے سر ہر سرا دیکھنا چاہتی ہوں--
تمہاری عمر کے سبھی لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے بس ایک تم ہی رہتے ہو ___ !!
بی جان کا انداز حکمیہ تھا۔

وہ رشتؤں میں بندھا لڑکا---

جسکے لیئے رشتے اسکی محبت سے زیادہ معنی رکھتے تھے، وہ کبھی بغاوت نہیں کر سکتا تھا
یہ بات بی جان اچھے سے جانتی تھیں۔

حائفہ کو امید تھی کہ حشام اسے کچھی تنگ نہیں کرے گا اور وہ اسکی امید پر پورا اتراتھا۔
دو مہینے گزر چکے تھے اسکا حشام سے دوبارہ سامنا نہیں ہوا تھا۔
اسکے آخری سماں سے کے پیپر بھی ختم ہو گئے تھے۔

وہ اس دن کچھ کتابیں اشو کروانے کیلیئے سٹ لائی بریری آئی تھی۔
کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد بھی اسے اپنی مطلوبہ کتاب نہیں ملی تھی۔
حائفہ جھخٹھلاتے ہوئے کاؤنٹر پر موجود لائی بریرین کے پاس گئی تھی۔ لیکن جیسے ہی وہ
کاؤنٹر پر پہنچی اسے وہاں اپنی مطلوبہ کتاب رکھی نظر آگئی تھی۔

"مجھے یہ کتاب چاہیئے--!!"
اس نے وہاں بیٹھے لڑکے سے کہا۔

"یہ کتاب تو آپ سے پہلے کوئی می اور اشو کروا چکا ہے--"
لڑکے نے بتایا تھا۔

"کس نے اشو کروائی می ہے---؟"
حائفہ پوچھ رہی تھی۔

"حشام بن جبیل--- وہ فون سلنے باہر لئیے ہیں--!!

لڑکے نے کہتے ہوئے گلاس ڈور سے باہر اشارہ کیا تھا۔

"اوکے میں ان سے بات کر لیتی ہوں--"

حانم باہر نکل آئی تھی۔

اسے حشام فون کان سے لگائیے بات کرتے ہوئے نظر آگیا تھا۔

"مسٹر حشام جبیل جو کتاب آپ اشو کرواچکے ہیں وہ ام حانم کو یعنی مجھے چاہیئے۔ آپکو کوئی مسٹر لہ تو نہیں---؟؟"

وہ اسکے پیچھے کھڑی اوپھی آواز میں بول رہی تھی۔

حشام کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔ اس نے حیرت سے حانم کو اور پھر گھبرا کر فون کو دیکھا تھا۔

"میں وہ کتاب لے لوں---؟؟"

حانم نے دوبارہ پوچھا تھا۔

حشام نے فوراً فون بند کیا تھا۔ اسکی اس حرکت کو حانم نے محسوس کیا تھا۔

وہ آج اسے دو ماہ بعد دیکھ رہا تھا۔

لجمہ وہی حکمیہ تھا۔---

"آپ کچھ بھی مانک لیں-- حشام جبیل انکار نہیں کر سکتا____!!
وہ چمکتی آنکھوں سے کہہ رہا تھا۔

"اور کچھ نہیں چاہیئے صرف کتاب-- آپ آکر لاٹی بریرین سے بات کر لیں____!!"
وہ گویا حکم دیتی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔
_____ حشام مسکرا کر رہ گیا تھا وہ لڑکی حکم دینے کیلئے بنی تھی

وقت کیسے گزرتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی کل کی ہی بات تھی جب یونیورسٹی میں انکی کلاس کا پہلا دن تھا۔ اور اب وہ لوگ اپنے کورس کے دو سال بھی پورے کر چکے تھے۔

انسان جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے وقت گزرنے پر ان سے انسیت ہوہی جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حanim کے ساتھ ہوا تھا۔

میڈی پوری کلاس کو لے کر کافی شاپ پر آیا تھا۔ یہ وہ کافی شاپ تھی جہاں وہ جاب کرتا تھا۔

اسے پہلی تھواہ ملی تھی اور اسی خوشی میں وہ اپنی کلاس کو اسی شاپ میں کافی پلانے لایا تھا۔
اس شاپ میں اسکی الہڑ سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔

حاکم اس کافی شاپ کو پہلے جانتی تھی۔ وہ پچھلے چھ ماہ سے اس شاپ پر آ رہی تھی۔ اسے یہاں کی چائی سے جوال برد خاص طور پر اسکے لیتے بناتا تھا بہت پسند تھی۔ کلاس نے پوری شاپ میں شورو غل مچا رکھا تھا۔

کلاس کے لڑکے لڑکیاں کھلے دل سے کافی کی تعریف کر رہے تھے جو میڈی نے اپنے ہاتھ سے سب کیلئے بنائی تھی۔

وہ سٹوڈنٹس کے درمیان گھرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا جھکا کر شکریہ ادا کر رہا تھا۔

حanim کی نظریں آج بھی شاپ سے باہر تھیں۔

باہر سڑک پر چلتی گاڑیاں اسے اچھی لگ رہی تھیں۔

اس نے سیاہ رنگ کی جینیز پر گھٹنون تک آتی لمبی قمیض پہنی ہوئی تھی جس پر ٹخنوں سے تھوڑا اوپر تک آتا اونی کوٹ پہن رکھا تھا۔

سر پر اونی ٹوپی تھی جس نے اسکے بالوں کو چھپا رکھا تھا۔

اسکے سامنے رکھے کپ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

اچانک ہی اسے عجیب سی بے چینی شروع ہو گئی تھی۔

اسے خود پر کسی کی نظروں کی تیش محسوس ہوئی تھی۔

حanim نے چونک کر شاپ میں موجود لوگوں پر نظر دوڑائی تھی۔ اچانک اسکی نظر ایک کونے میں رکھی میز مر بیٹھے شخص مر بڑی تھی۔ اسکا چہرہ بدھی سے چھما ہوا تھا۔

حاصم کے دیہنے پر وہ چہرہ کارخ موز چکا تھا۔

جس طرح وہ بیٹھا تھا حانم کو سالوں پہلے کلاس کے آخری بینج پر بیٹھا شخص یاد آیا تھا۔

"آر جے---"

افف میں بھی کیا سوچ رہی ہوں--"

حانم نے اپنی ہی سوچ پر خود کو ڈپٹا تھا۔

کتنی ہی دیر کافی اور ماحول سے لطف انداز ہونے کے بعد اسکی پوری کلاس کے سٹوڈنٹس جا چکے تھے۔

کچھ سوچ کر حانم بھی شاپ سے باہر نکل آئی تھی۔

"اینجل---"

میدی اسکے پیچھے لپکا تھا۔ ان دو اڑھائی می سالوں میں اسکی میدی سے کافی بے تکلفی ہو گئی می تھی۔ میدی تو اسے اپنی سب سے اچھی دوست مانتا تھا۔

"تم اکیلی جاؤ گی گھر میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں--"

حانم کے رکنے پر میدی نے کہا تھا۔

"میں کوئی می بچی نہیں ہوں میدی پیچھے اڑھائی می سال سے میں پیرس میں آوارہ گردی کر رہی

ہوں--

اور مم جھے لھر چھوڑ لے لی بات کمر رہے ہوا!
وہ ہنس دی تھی۔

یہ بات واقعی سچ تھی۔ جیسے اس نے پہلے دو سال گھر میں بند رہ کر گزارے ویسے ہی اب اس نے یہ اڑھائی می سال پیرس کی سڑکوں پر گھومتے گزارا تھا۔

"لیکن پھر بھی---"

"تم اپنی شاپ سنہ بالو۔۔ میں چلی جاؤں گی___!"
وہ مسکرا کر کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔
وہ دونوں سڑک کے درمیان کھڑے تھے۔
ٹریفک زیادہ نہیں تھی اور اس سڑک پر بہت زیادہ گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔
جیسے ہی میڈی اڑا سامنے سے آتی ڈبل ڈیکر بس کو دیکھ کر اسکے ہوش اڑگئیے تھے۔۔ بس کافی اسپیڈ سے آ رہی تھی۔

وہ اچھل کر سائی یڈ پر ہوا تھا۔۔ لیکن یہ کیا۔۔ بس کارخ بھی اسکی طرف ہو گیا تھا۔۔
میڈی نے چلاتے ہوئے جس طرف کو بھی ہوتا تھا بس کارخ بھی اسی جانب ہو جاتا تھا۔۔
لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے۔۔

بس اور اسکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا۔۔ اس سے پہلے کہ بس اسے اڑاتی کسی نے اسے

بازو سے پلڑ کر ھینچا اور بس جس جگہ پر وہ ایک پل پہلے لھڑا تھا وہاں سے کمز کر تھوڑا آکے جا کر کی تھی۔

میدی نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولی تھیں--

اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ڈر کر پیچھے ہوا۔

وہ ایک لڑکا جس نے ہڈی پہنی ہوئی اور اسکے گال پر جلے ہوئے کا نشان تھا۔

لڑکے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"سوری برو۔۔ گاڑی میں کچھ مسائی لہ ہو گیا تھا بیک نہیں لگ رہی تھی۔۔ تمہیں اس شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہیتے جسے مجھے جیل جانے اور تمہیں heaven میں جانے سے بچا لیا۔۔!!
بس سے ایک آدمی نے اتر کر کہا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔!!

میدی نے اس جلے ہوئے چہرے والے لڑکے کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

میدی ایک جذباتی لڑکا تھا اور اسکے ساتھ ساتھ وہ بہت پیار کرنے والا ایک اچھا انسان تھا۔ ویسے تو وہ بہت چالاک اور شرارتی مشہور تھا۔۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنا بڑا ہی بے وقوف بھی تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے--؟"

میڈی نے پوچھا تھا۔

"میرا نام مون ہے اور میں بول نہیں سکتا--"

لڑکے فٹافٹ اپنا موبائل نکال کر اس پر ٹائی پ کر کے بتایا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میڈی کو اشاروں کی زبان سمجھنے نہیں آنے والی تھی۔

"اووه-- آؤ اندر آؤ--!"

میڈی اسے لے کر شاپ کے اندر آگیا تھا۔ وہ اسکا احسان مند تھا۔

"کہاں رہتے ہو تم-- اس شہر میں نئیے ہو کیا؟؟"

میڈی کی بات پر مون نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"ضرور روزگار کیلیئے آئیے ہو گے--"

مون نے پھر اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"خیر کوئی نہیں آج سے تم میرے ساتھ رہو گے--"

میڈی کی بات سن کر مون کی آنکھیں چمکی تھیں اور پھر اس نے میڈی کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جبکہ میڈی اسکے جلے ہوئے چھرے اور قوت گوائی می سے محروم دیکھ کر افسوس کر کے رہ

کیا تھا۔

لگے دن حانم شاپ پر آئی تو میڈی نے اسے سارا واقعہ سنایا تھا۔ وہ ہنس کر پاگل ہو گئی تھی۔

"انجل تم ہنس رہی ہو؟ میں مرجاتا تو--"

میڈی نے خفگی سے کہا تھا۔

"مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آرہی ہے کیا سین ہو گا اس وقت--؟؟" وہ پھر ہنس دی تھی۔ اس سے پہلے میڈی کچھ کہتا مون شاپ میں داخل ہوا۔

"مون---"

میڈی نے اسے آواز لگائی تھی۔ وہ آواز سن کر انکی طرف بڑھا تھا۔

"اس سے ملو یہ انجل ہے-- اور یہ واقعی انجل ہے--!!"

میڈی نے تعارف کروایا تھا۔

مون چمکتی آنکھوں سے حانم کو دیکھ رہا تھا اسے مون کی آنکھوں میں عجیب ساتھ نظر آیا تھا۔

"ہیلو---"

حائف بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

جبکہ مون نے سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے مجھے کچھ کام ہے میں چلتی ہوں--"

حائف اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ دونوں اسے جاتے دیکھ رہے تھے۔

"تمہارا نام مون کیوں ہے؟؟"

حائف کے جانے کے بعد میدی نے پوچھا تھا۔

"کیونکہ میرے چھرے پر داغ ہے۔ اور داغ تو مون پر ہی ہوتا ہے۔!"

مون نے ٹائیپ کر کے اسے بتایا تھا جبکہ میدی نا سمیجھی سے گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔

اور پھر ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جب حائف شاپ میں آتی تھی مون آجاتا تھا اور اسکے جانے کے بعد چلا جاتا تھا۔

وہ جماں بھی جاتی تھی وہ اسکا پیچھا کرتا تھا۔

وہ سارا دن غائب رہ کر رات کو میڈی کے لھر پہنچتا تھا۔
حانم کا پچھا کرنے والی بات سب سے پہلے البرڈ نے نوٹ کی تھی۔

"مجھے لگتا ہے وہ انجل میں دلچسپی لے رہا ہے-- اس سے پہلے وہ کوئی می قدم اٹھائیے تمہیں
کچھ کرنا چاہیتے--!"

البرڈ کی بات نے میڈی کو سوچ میں ڈال دیا تھا۔

وہ خود ڈنی لینڈ پر حانم کے پیچھے موں کو دیکھ چکا تھا۔

اسے احساس ہو رہا تھا جیسے اس نے موں کو اپنے پاس رکھ کر بہت بڑی غلطی کر دی تھی۔
اس سے پہلے موں کچھ کرتا میڈی نے حانم کو پرپوز کر دیا تھا۔ اسکی بات سن کر حانم کتنی دیر
ہنستی رہی تھی۔

"شاید تم عمر میں بھی مجھ سے چھوٹے ہو میڈی-- تم نے ایسا کیوں سوچا--؟"

وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

"جی نہیں میں چھوٹا نہیں ہوں--"

"تم ہو میڈی کیونکہ میں نے اپنے دو سال ضائع کیتے ہیں--"

"کچھ بھی ہو-- مجھے تم اچھی لگتی ہو انجل--"

"اور جو لوں اپچھے للتے ہیں انلی خوشی کا خیال رکھنا چاہیئے۔۔ اور میری خوشی یہ ہے کہ آئی ندہ کم ایسی بات نا کرو۔۔ سمجھ آئی می نا۔۔؟؟"

وہ بات کے آخر میں سنجیدہ ہو گئی تھی۔۔ میڈی دل مسوس کر رہ گیا تھا۔

اس رات وہ بہت دھمکی تھا۔۔ اور پھر گھر جاتے ہوئے اسے کسی نے بری طرح سے پیٹا تھا۔۔ کوئی می کہہ رہا تھا کہ اسکی انجل کو پرپوز کیوں کیا۔۔؟؟۔۔ میڈی تو بری طرح سے ڈر گیا تھا۔۔ جب وہ گھر پہنچا تو مون صوفے ہر لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔۔ اسے ایک پل کیلئے مون پر شک ہوا تھا لیکن وہ تو بول ہی نہیں سکتا تھا۔۔ میڈی کا خون کھول کر رہ گیا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔

حانم نے بھی اپنے ارد گرد مون کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔۔ ناجانے کیوں اسے مون کے چہرے سے خوف آتا تھا۔۔

وہ اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔۔ اور سرد آنکھوں سے دیکھنا۔۔ حانم کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنناہٹ سی ہوتی محسوس ہوتی تھی۔۔

وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔۔
اس روز تو حانم ضبط ہی جواب دے گما تھا۔۔

بھانپ اڑاتے کافی کے کپ کو اس نے اٹھا کر جیسے ہی لبوں سے لگایا اصلی نظر ایک کونے میں بیٹھے شخص پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا نظریں ملنے پر وہ گرڈردا کر چھرے کارخ موڑ گیا تھا۔

حanim کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے کپ کو میز پر پٹھا اور اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد قدم اس شخص کی طرف بڑھا دیے تھے جسکا آدھا چھرہ چھپا ہوا تھا۔
یہ شخص ناجانے کیوں اسکا پچھا کرتا تھا۔

حanim کو اس سے حدر بھے کی کوفت ہوتی تھی۔ آج تو اس نے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

حanim کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبل کر بیٹھا تھا اور اس طرح ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اسے جانتا ہی نا ہو۔

"ایکسکیووڈ می--"

پاس جانے پر حanim نے سخت سے لمحے میں اسے پکارہ۔
وہ چائے پینے میں ایسے لگن تھا جیسے سنا ہی نا ہو۔

"مسٹر مون آپ گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بھرے بھی ہیں کیا؟؟"

اسکی اس بات پر مون نے چونک کر اپنے سامنے کھڑی انجل کو دیکھا تھا جو اس وقت انجل کم

اور ڈائی ن زیادہ لک رہی ھی۔

مون نے اسکے بھرہ کئے پر برا سامنہ بنایا تھا۔

"یس--"

اتکھوں سے اشارہ کیا گیا تھا کہ بولیے۔

"آپ میرا پچھا کیوں کرتے ہیں---؟؟ میں جماں جاؤں آپ وہاں کیوں موجود ہوتے ہیں؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔

"نو--"

مون نے نفی میں سر ہلاایا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

"اوہ تو آپ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔۔؟؟"

انخل نے دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اوپر اٹھا کر خالص برٹش لمحے میں کھا تھا۔

"نو--"

مون نے پھر سر نفی میں ہلایا تھا اور ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کیا تھا۔

"لسن مسٹر مون۔۔ اگر آپ آئی ندہ مجھے اپنے آس پاس نظر آئے نا تو یہ گرم گرم چائے کا کپ منہ پر گرا کر جو آدھا چہرہ بچا ہوا ہے نا وہ بھی جلا دوں گی۔۔ یا پھر۔۔"

وہ جو سامنے گلدار نظر آرہا نا وہ اُحلا کر سر میں ماروئی۔۔ مجھ آئی می۔۔!“
اسکی دھمکی سن کر موں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی می تھیں۔

وہ اتنی خطرناک کب سے ہو گئی می تھی۔۔ موں کو حیرت ہوئی می۔

”سمجھ آگئی می نا۔۔؟؟“

اس کے خاموش رہنے پر اینجل نے دوبارہ پوچھا۔

”نو۔۔۔“

وہ ایک بار پھر سر نفی میں ہلا چکا تھا جبکہ اینجل غصے سے مسٹیاں بھینپختی وہاں سے چلی گئی تھی۔

اسکے لمبے اوورکوٹ کے پیچھے انگلش میں بروکن اینجل لکھا تھا۔

..I am so lonely broken angel

..One and only broken angel

جیسی کے ساتھ گائے گئے گانے کے الفاظ اسکے ذہن میں گونج گئی رہتے۔ اور پھر اسکی دھمکی کو یاد کر کے وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

وہ آخری دن شاید حاصل کی دسمبلی کام کر لئی ہی تھی-- اس دن کے بعد اسے موں میں بھی نظر نہیں آیا تھا۔

وہ لاونچ میں صوفے ایلا کی طرح پر ٹانگ پر ٹانگ جمائی سے بیٹھی نوڈ لز کھانے میں مگن تھی جب ماہی کی آواز نے اسے چونکنے پر مجبور کیا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا میں انسان ہوں کوئی یہ چیز نہیں جسے آپ اپنے بنس کی نظر کر دینگے--"

وہ لاونچ میں ٹھیلتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی۔

"میں یہ شادی ہرگز نہیں کر سکتی-- میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں یہ آپ اچھے سے جانتے ہیں--!!

"یہ ماہی کس لمحے میں بات کر رہی ہے-- اس نے تو ایسے وہ بھی انکل سے کبھی بات نہیں کی--"

حanim کو حیرت ہو رہی تھی۔

"آپ کا بنس ڈوبتا ہے تو ڈوبے-- میں کسی ایسے انسان سے شادی نہیں کر سکتی جسے میں جانتی تک نہیں--!!

وہ اوچی اورچی آواز میں بول رہی تھی۔

لوسی ماں، حلیمه بی اور حانم تینوں حیرت سے اسے تک رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک سمجھ رہے ہیں بابا میں بہت بدل گئی می ہوں--"

تو میں کیا کروں اگر آپکی طبیعت خراب ہے۔۔ میں قربانی نہیں دے سکتی۔۔!!

ماہی کی یکطرفہ بات سن کر حانم کو تو گویا اچھو ہی لگ گیا تھا۔۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ماہی ہی تھی جو اس طرح سے بول رہی تھی۔

"اگر آپکو یاد ہو تو آپکی دو بیٹیاں اور بھی ہیں آپکو قربانی کیلئے میں ہی کیوں نظر آئی می ہوں۔۔؟؟؟"

آپ اپنی دوسری بیٹیوں سے قربانی مانگ لیں مجھے امید ہیں وہ انکار نہیں کر پہنگی۔۔!!

ماہی ایک ایک لفظ چبا کر کہتی حانم پر ایک سرد سی نظر ڈال کر اندر جا چکی تھی۔۔ جبکہ حانم کو

تو جیسے سکتے ہو گیا تھا۔۔

"یہ کیا ہو گیا ہے ماہی کو۔۔؟؟"

وہ سوچ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچتی اسکے سامنے میز پر رکھا فون بجا تھا۔

حانم ایک دم چونکی تھی۔

آسیہ بیگم کی کال تھی۔ حانم نے فون اٹھانے کے بعد سلام کیا تھا۔

"میں کم سے پچھ مانلنے جا رہی ہوں ہانی-- مجھے امید ہے کم انکار میں کروں--"

آسیہ بیگم کی آواز میں پریشانی جھلک رہی تھی۔

حanim کا دل زور سے دھڑک رہا تھا اسے کسی انہوںی کا احساس ہو رہا تھا۔

"بیٹا حمدان کے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے-- تمہیں قربانی دینی ہو گی کیا تم اسکے لیئے تیار ہو____؟؟"

آسیہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔

"امی صاف صاف بات کریں-- میرا دل کبھرا رہا ہے-- کس قربانی کی بات کر رہی ہیں آپ--؟؟"

حanim کو اپنے اندر ہول اٹھتے محسوس ہو رہے تھے۔ جانے آسیہ بیگم اس سے کیا مانگنے والی تھیں ؟

"بیٹا حمدان کے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے-- تمہیں قربانی دینی ہو گی کیا تم اسکے

لئے تیار ہو____؟؟"

آسیہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔

"امی صاف صاف بات کریں۔۔ میرا دل لھبرا رہا ہے۔۔ س قربانی کی بات کر رہی ہیں آپ۔۔؟"

حاجم کو اپنے اندر ہول اٹھتے محسوس ہو رہے تھے۔۔ جانے آسیہ بیگم اس سے کیا مانگنے والی تھیں۔۔؟

"حمدان کے بنس میں کوئی مسئی لہ ہو گیا ہے پوری بات تو میں بھی نہیں جانتی لیکن اگر ہم ان لوگوں سے رشتہ بنا لیں تو تعلقات مزید استوار ہونگے اور حمدان کی سالوں کی محنت ڈوبنے سے بچ جائی سے گی۔۔!"

آسیہ بیگم نے اپنے علم کے مطابق حاجم کو سب بتا دیا تھا۔

"لیکن امی کون لوگ ہیں یہ۔۔؟"
وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔۔ لیکن لڑکا اچھا ہے، ماہی نے تو انکار کر دیا ہے وہ کسی صورت بھی یہ شادی نہیں کرے گی۔۔ اب ہماری امید تم ہو۔۔!"

آسیہ بیگم کی باتوں نے حاجم کے سر میں درد کر دیا تھا۔

"شام تک اچھے سے سوچ لو پھر بتانا۔۔ لیکن مجھے امید ہے کہ تمہارا جواب ہاں میں ہو گا۔۔!"

ب . س . س . ک . ت . م . س . ب . ی . س . م . گ . ء . ت . م .

قربانی بہت بڑی مانگی اسی مار لے۔۔ ناقربانی دینے لی ہمت ھی اور نا انکار کرنے کے حوصلہ--

وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شام ہونے ہی والی تھی--

حanim کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔۔ وہ ماہی سے اس وقت تفصیل بھی نہیں پوچھ سکتی تھی کیونکہ وہ پہلے ہی بہت غصے میں تھی۔۔

اس نے ایک پل کو سوچا تھا کہ ماہم کا نکاح کروادے گھر والوں سے کہہ کر۔۔

لیکن دوسرے ہی پل اس نے اپنے دماغ سے یہ سوچ نکال دی تھی۔

جو کام وہ خود نہیں کر سکتی تھی۔۔ کیسے مطلب پرستوں کی طرح اس چیز کی قربانی ماہم سے مانگ سکتی تھی۔۔؟؟

رات کو ماہی اسکے کمرے میں آئی تھی۔

"تم نے شادی کیلیتے ہاں کر دی۔۔؟؟"

وہ حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے حanim کو دیکھ رہی تھی۔

"شادی تمیں صرف نکاح کبیلیتے۔"

حائزہ نے جواب دیا تھا۔

"ہاں وہی میری جان۔ مجھے یقین نہیں ہوتا کہ تم اتنی جلدی کیسے مان گئی ہو؟؟" مایہن نے آگے بڑھ کر اسکے گال پر پیار کیا تھا، حائزہ سے حیرت سے دنگ اسے دیکھ رہی تھی، یہ صحیح والی ماہی تو کمیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی، یہ تو بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ انتہائی خوش۔

حائزہ نے کچھ دیر پہلے ہی فون کر کے آسیہ بیگم کو اس نکاح کبیلیتے ہاں کر دی تھی اور اب ماہی اسکے کمرے میں موجود تھی۔

"تم دیکھنا تمیں وہ لڑکا ان شاء اللہ بہت پسند آئے گا۔ بہت خوش رکھے گا تمیں !! ماہی اسکا ہاتھ تھامتے ہوئی سے بولی تھی۔

جبکہ حائزہ ابھی تک صدمے کی حالت میں تھی۔

"اب تم آرام کرو۔ پرسوں یعنی جمعۃ المبارک کے دن عصر کے بعد تمہارا نکاح ہے۔ مجھے ایلا کے ساتھ مل کر بہت سی تیاریاں کرنی ہیں۔" وہ اسے تلقین کرتی جا چکی تھی جبکہ حائزہ نا سمجھی سے سوچ رہی تھی کہ آخر یہ ہو کیا رہا تھا

لگے دن حمدن صاحب، آسیہ بیگم، ماہم اور جواد وہ سب لوگ پیرس آگئیے تھے۔
حانم تو انہیں دیکھ کر سکتے میں چلی گئی تھی۔ اسے اتنا بڑا سرپرائیز دیا گیا تھا کہ وہ
حیرت سے گنگ انہیں دیکھ رہی تھی۔

جب ہوش آیا تو سب سے لپٹ لپٹ کر روئی تھی۔
جواد اب لڑکپن کی عمر سے نکل کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔
وہ خواب کی حالت میں سب کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا وہ اتنے سالوں بعد اپنے
گھر والوں سے مل رہی تھی۔

ان لوگوں کے آتے ہی گھر میں رونق بڑھ گئی تھی۔
ماہم، ماہی اور ایلا کے ساتھ مل کر بازار حانم کے نکاح کا جوڑا لینے گئی تھی۔
حانم نے خود جانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ آسیہ بیگم کے ساتھ اپنا وقت بیانا چاہتی تھی۔

سب بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔ حانم کو کہیں سے بھی یہ نکاح قربانی کیلیئے ناخوشی کے انداز
میں کیا گیا نہیں لگ رہا تھا۔

یہ نکاح اسکے لئے مبارک ثابت ہوا تھا کیونکہ اس نکاح میں وہ لپنوں سے مل پائی تھی۔

وہ سرخ و سفید رنگ کے جوڑی دار پنجامے اور سمیض میں نک سک سی تیار ہوئی ہی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

گھر کو بھی روشنیوں سے سجا�ا گیا تھا۔

ہر کوئی ہی تیار تھا صرف دولے صاحب کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

حanim کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ واقعی یہ اسی کے نکاح کی تقریب تھی۔۔۔

سب بہت خوش لگ رہے تھے۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو ہاؤ آپی _____ !!"

جواد اسکے پاس آ کر بیٹھا تو حanim کو مضبوط پناہوں کا احساس ہوا تھا۔

وہ واقعی بہت بڑا ہو گیا تھا ماشاء اللہ۔

حanim نے دل ہی دل میں سب کی نظر اتاری تھی۔

کچھ دیر بعد لڑکے والے آگئیے تھے۔ انہیں ڈرائی نگ رو میں بھٹایا گیا تھا۔

حanim سے کسی نے اپنے کمرے سے باہر آنے کو نہیں کہا تھا اور نا وہ خود گئی تھی۔

اسکا دل تیز تیز دھر ک رہا تھا۔ جذبات و احساسات بالکل نئیے تھے۔

کچھ دیر بعد قاضی نکاح کیلیتے آیا تھا۔

وہ حanim سے اسکو روحان حیدر کے نکاح میں دیئیے جانے کا پوچھ رہا تھا

جبکہ حاکم کو روحان کے نام پر کرنٹ لگا تھا۔ اسے اپنی آنسووں کے سامنے اندر ہیرا چھاتا تھوس ہو رہا تھا۔

وہ اس شخص کے کسی ہم نام سے بھی نہیں ملتی کہاں اسکے ہم نام سے شادی؟؟؟

"ہانی بیٹا بولو--"

آسیہ بیگم نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تھا۔

"جی--"

وہ اشیات میں سر ہلاگئی تھی۔ پانچ منٹ بعد قاضی جاچکا تھا۔۔۔ جبکہ حاکم اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

نکاح ہو چکا تھا۔۔۔ ماہی نے اسے باہر آنے کا کہا تھا تاکہ اسے روحان حیدر کے ساتھ بھٹایا جاسکے۔۔۔

"نہیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔۔"

حاکم نے صاف انکار کر دیا تھا۔ ماہی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

خوبصورت چہرے پر سوچ کی لکیریں واضح تھیں۔

"تمھیک ہے کم آرام کرو____!!"

وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

حانم کو کسی انسان کی بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ ابھی پڑی تھی، اسے پہلے ماہی کا فون پر

اس طرح حمدان انکل سے بات کرنا اور پھر حانم کی ہاں کرنے پر اتنا خوش ہونا۔۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا حقیقت تھی اور کیا دھوکہ تھا____؟؟؟

ڈرائی نگ روم میں کافی چھل پہل تھی۔ روحان حیدر خاموش لیکن پرسکون سا بیٹھا تھا۔

جواد اسکے ساتھ چپکا بیٹھا تھا جبکہ حمدان صاحب روحان کے بڑے بھائی کے ساتھ بیٹھے با توں میں مصروف تھے۔

کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔

"حانم کو بھی کھانا دے آؤ____"

حلیمه بی کی آواز پر ماہی فٹ سے اٹھی تھی۔ اور کھانے کی ڈش لے کر اسکے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"تم بہت خوش نصیب ہو ہانی کہ تمہیں روحان حیدر جیسا لڑکا ملا ہے____

سچی مجھے لگتا تھا کہ دنما میں حشام جبیل سے زیادہ خوبصورت مرد کوئی نہیں، لیکن روحان کو

”دیلھا تو جھے اپنا بیان بدلتا پڑا۔“

وہ مسکرا دی تھی جبکہ حانم حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جان گئی می تھی کہ ماہی حشام کو بہت پسند کرتی تھی۔

شايد اسی وجہ سے اس نے روحان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

حانم نے جو ہلکہ پھلکا زیور پہنا تھا وہ اتار دیا تھا۔ اب لبس چھوڑیاں پہنی تھیں اور نکاح کا جوڑ۔۔۔
وہ تھکلی ہوئی می نظر آ رہی تھی۔

اس نے مشکل سے تھوڑا سا کھانا کھایا تھا۔

جنوری کا مہینہ تھا۔۔ آج 18 جنوری تھی،

یہ کیسا دن تھا۔۔ اور اس دن کیا ہوا تھا حانم کو یاد مجھی نہیں تھا،

”میں سو جاؤں۔۔؟؟“

اس نے ماہی کو لگاتار بولتے دیکھا تو پوچھا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔۔“

ماہی کو ایک دم بیک لگی تھی۔ کمرے میں ہسیر کی گرمائی ش حانم کو سکون پہنچا رہی تھی۔
ماہی چلی گئی می تھی اور وہ اپنے دکھتے سر کے ساتھ سونے کیلیتے لیٹ گئی می تھی۔

نکاح سے پہلے وہ اتنی پریشان میں ھی جعنی نکاح کے بعد ہوئی ہی ھی۔

سب کچھ اچانک، ایک دم، اتنی جلدی بدل جاتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا

صح وہ اٹھی تو ام حانم تھی اور اب اسے روحان حیدر کا بنایا جا چکا تھا

حانم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہوا تھا۔ آرجے مرچکا تھا یہ وہ جانتی تھی اور اسکا
نام روحان جبیل تھا، لیکن اسکا ہم نام ---

اسے شدید کوفت ہو رہی تھی،

نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد اسے سب نے کہا تھا کہ اگر وہ روحان سے ملنا چاہے تو مل
لے--

لیکن وہ ابھی ذہنی طور پر خود کو تیار نہیں کر پائی ہی تھی کہ وہ اس شخص سے ملے جو اسکی
زندگی کا اہم حصہ بن گیا تھا

شاید آج بھی ماضی کا خوف اسکے دل میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

کتنی ہی دیر وہ جاگتی رہی تھی--

وہ پوچھنا چاہتی کہ یہ روحان حیدر کون تھا۔؟ لیکن اسکی ہمت ہی نہیں ہوئی ہی--

شاید اس سوال کے جواب میں اس سے بہت سے سوال کیتے جاتے-- اور وہ ایسا کچھی چاہتی
تھی۔

نکاح سے پہلے اس نے کوئی بھی سوال نہیں کیا تھا تو نکاح کے بعد لیوں ۔۔۔

سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔ رات کو اچانک زور دار آواز پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔

کمرے میں اندر ہیرا تھا۔ حanim نے کھڑکی کے پاس کسی مرد کا ہبیولہ دیکھا تھا۔۔۔
وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر بیدڑ کے ساتھ میز پر رکھا لیمپ آن کیا اور دوبارہ کھڑکی کی جانب دیکھا۔۔۔

لیکن کھڑکی کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ایک بھاری سلیل کا گلدان جو کہ کھڑکی کے ساتھ میز پر رکھا تھا وہ نیچے گرا ہوا تھا۔۔۔ اسی کے گرنے سے حanim کی آنکھ کھلی تھی
کمرے میں ایک عجیب سی خوشبو پھیلی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بھی انسان اسکے کمرے میں کافی دیر موجود رہا تھا۔۔۔

ڈر سے حanim کا حلوق خشک ہو گیا تھا۔۔۔ اسے اپنے دل دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔۔۔ !!

اسے اچھی طرح یاد تھا جب وہ سوئی تھی تو کھڑکی بند تھی، اتنی ٹھنڈی میں وہ اسے کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ لیکن اب وہ کھلی ہوئی تھی۔
یقیناً وہ کسی نے کھولی تھی۔۔۔

حاکم کو خوف حسوس ہو رہا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

اور پھر ڈتے ڈتے کھڑکی بند کی تھی۔

اسے بھاری کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں تھی۔ اور وہ دو دنوں سے ہونے والے واقعات میں اتنی لجھی ہوئی تھی کہ ایسے ہی سوگئی تھی۔

الماری سے ایک سادہ سا سوٹ نکالنے کے بعد وہ ڈیسینگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔
ابھی جو کچھ بھی کمرے میں ہوا حانم کو وہ اپنا وہم لگ رہا تھا۔

وہ لوگ ایک ہفتے بعد واپس چلے گئے تھے۔ حانم کہلیئے یہ اسکی زندگی کے جیسے سب سے خوبصورت دن تھے۔

اس ایک ہفتے میں اسے نا تو آر جے یاد آیا تھا اور نا روحان حیدر۔

سب واپس چلے گئے تھے اور اب سے رونا آرہا تھا۔

گھر کی رونق ایک دم ختم ہو گئی تھی۔

حانم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

"ہائی تمہاری روحان سے مطلب روحان بھائی می سے بات ہوئی ہی--"
حانم لاونچ میں بیٹھی غائب دماغی سے نُہی وی دیکھ رہی جب اسے ایلا نے چھپرا۔

"نن-- نہیں تو__!!
حانم گرڈبرٹا گئی می تھی۔

"کمال ہے۔۔ نکاح ہو گیا ہے اب تو تم دونوں کو بات کرنی چاہیتے ایک دوسرے سے تاکہ اچھے سے ایک دوسرے کو سمجھ سکو۔۔"

"روحان کہہ رہا تھا کہ جب تک حانم اس سے خود بات نہیں کرے گی وہ بھی نہیں کرے گا۔۔ کیونکہ وہ زبردستی سر پر سوار ہونے والوں میں سے نہیں__!!"
ماہی نے ایلا کی بات کا جواب دیا تھا جبکہ حانم خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

"ہونہہ-- آیا بڑا شمنشاہ-- حانم نے تو کبھی خود کو مسیح نہیں کیا--!!
حانم دل ہی دل میں برابرائی می تھی۔

جبکہ وہ دونوں ابھی تک روحان کے گن گانے میں لگن تھیں۔
حانم یہ روحان نامہ سن سن کر تھک گئی می تھی اسے چڑھنے لگی تھی اس شخص سے--
وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی می تھی۔
جبکہ پیچھے ماہی اور ایلا کا قمقہ ابھرا تھا۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب ماہی نے اسکے فون پر ایک ویڈیو سینئر کی تھی۔

وہ ویڈیو ڈاؤن لوڈ کرنے کے بعد بے مقصد ہی اسے دیکھنے لگی تھی۔

ویڈیو میں ایک بہت بڑا ہال دکھایا گیا تھا۔ شاید وہ کوئی می سیمینار ہال تھا۔

ہال کے اندر بہت سے سٹوڈنٹس نظر آرہے تھے۔ دائیں بائیں لمبی قطاریں تھیں جن پر سٹوڈنٹس اوپر کی جانب بنی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

قطاروں میں کافی فاصلہ تھا۔ درمیان میں ایک اوپھی لکڑی کی کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی موٹا سا چشمہ لگائیے بیٹھا تھا۔

حانم کے چہرے پر اجھن ابھری تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کس چیز کی ویڈیو تھی۔

اچانک بائیں جانب والے سٹوڈنٹس کی قطار میں ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا۔

"مسٹر روحان میرا آپ سے ایک سوال ہے--"

روحان کے نام پر حانم کے کان کھڑے ہوئے تھے۔

"اسلام کی بنیاد ہی واحدانیت ہے، اگر اللہ ایک ہے تو اس کے لئے جمع کا صیغہ کیوں؟"

"قرآن مجید میں جہاں اللہ کلام کرتا ہے وہاں لفظ "حُنْ" "ہم" اسلام کیا کیا ہے،
"جیسے ہم نے یہ ذکر اتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

یہاں پر ہم سے مراد کون ہے-- صرف اللہ یا پھر کوئی می بھی اور اسکے ساتھ ہے--؟؟
جیسے میں نے پڑھا کہ قرآن کی آیات کو ایک فرشتہ جبراً میل لے کر آتا تھا۔ تو کیا ہم سے
مراد اللہ اور وہ جبراً میل ہے--

اگر ایسا ہے،

تو کیا اسلام متعدد دیوتاؤں پر ایمان رکھتا ہے؟"

وہ لڑکا یہودی تھا جس نے اپنا نام ایرک بتایا تھا۔

ہال میں اسکے سوال پر تالیوں کی آواز گونج گئی تھی۔ لڑکے کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا تھا۔
اس نے اسلام کی بنیاد پر ہی سوال اٹھایا تھا۔

اب کیمیرے کارخ گھوما تھا۔

دائیں طرف سے ایک سٹوڈنٹ کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً وہ روحان تھا۔
لیکن یہ کیا اسکا چہرہ دھنڈلا تھا۔ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔

حانم کو بہت الجھن ہوئی تھی۔ وہ اسے جواب دیتے دیکھنا چاہتی تھی۔

"آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔ لیکن ان شاء اللہ میں جواب دونگا۔"

"اسلام حتیٰ کے ساتھ توحید کا مذہب ہے، یہ توحید پر ایمان رکھتا ہے اور اس بارے میں کوئی مصالحت گوارا نہیں کرتا۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ ایک ہے اور اپنی صفات میں بے مثل ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اکثر اپنے بارے میں لفظ "نَحْنُ" (ہم) استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان ایک سے زیادہ معبدوں پر ایمان رکھتے ہیں---"

وہ اتنا کہنے کے بعد خاموش ہوا تھا۔

"شاید آپ لوگوں کو پتا ہو کہ متعدد زبانوں میں جمع کے صیغے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عددی جمع کا صیغہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ زیر بحث چیز تعداد میں ایک سے زیادہ ہے، جمع کا دوسرا صیغہ احترام کے لیئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ انگریزی زبان میں ملکہ انگلستان اپنا ذکر "آئی (I) کی جگہ "وی" (We) کے لفظ سے کرتی ہے۔ یہ انداز تھا طب رائل پلور (Royal Plural) یعنی "شاہی صیغہ جمع" کے الفاظ کے سے معروف ہے۔

بھارت کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی ہندی میں کہا کرتے تھے:

"ہم دیکھنا چاہتے ہیں" گویا ہندی اور اردو میں "ہم" رائل پلور ہے۔

اسی طرح عربی میں جب اللہ قرآن میں اپنا ذکر کرتا ہے تو وہ اکثر عربی لفظ "نَحْنُ" استعمال فرماتا

میں سے ایک ستون ہے، ایک اور صرف ایک معبد سیئی کا وجود اور اس کا بے مثل ہونا وہ مضامین ہیں جن کا قرآن مجید میں متعدد بار ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ اخلاص میں ارشاد ہوا:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱)

"کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے"

اگر آپ گرائی مر کو پڑھیں تو آپکو اندازہ ہو گا کہ ہر لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نکلتے ہیں خاص طور پر عربی زبان میں

مجھے امید ہے کہ آپکو سمجھھ آگئی می ہو گی۔۔۔

وہ کہہ کر خاموش ہو چکا تھا۔ ہال میں سننا چھا گیا تھا۔
لیکن اسکا چہرہ ابھی تک بلر تھا۔

ویڈیو ختم ہو گئی می تھی جبکہ حانم ابھی تک اس شخص کی باتوں کے حصاء میں میں تھی۔

"یہ کون ہے--؟؟"

حانم نے ماہی کو مسج کیا تھا۔

"تمہارا شوہر--"

"لیں یہ ہے کون--؟؟"

دبارہ پوچھا گیا تھا۔

"مجھے تو اسلامک سکالر لگ رہا ہے۔۔۔ اگر نہیں ہے تو بن جائیے گا۔۔۔ تمیں کیا لگتا کہ وہ کون ہے۔۔۔؟؟"

ماہی اسے چڑا رہی تھی۔

"لیکن اسکا چہرہ نظر کیوں نہیں آرہا۔۔۔؟؟"

حانم کو اسے دیکھنے کا اشتیاق ہوا تھا۔

"یہ تم خود پوچھ لو نا۔۔۔ تمہارا نکاح ہوا ہے اس سے میرا تو نہیں ____!!

ماہی مسکراہٹ ضبط کرتی اسے جواب دے چکی تھی۔ جبکہ حانم اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

"تمیں اسکی سو شل میڈیا اکاؤنٹ کی آئی ہی ڈی بھیج رہی ہوں فالو کر سکتی ہو تم اسے۔۔۔!!

کچھ دیر بعد ماہی کا مسیح آیا تھا اور ساتھ ہی لنک بھی تھا۔

جبکہ حانم ابھی تک شاکڈ بیٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو اس نے ابھی کچھ دیر پہلے دیکھا کیا وہ سچ تھا ____؟؟

دو دن لی ذہنی سمش اور سوچ و بچار کے بعد حاکم نے لپنا موبائل انٹھایا تھا۔

آج وہ اتنے سالوں بعد پھر سے سوشن میڈیا کو استعمال کرنے والی تھی۔

اس نے فیس بک کر انجل کے نام سے آئی می ڈی بنائی تھی۔ ماہی کا بھیجا گیا لنک اوپن کیا تھا۔

حائزہ کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی می دے رہی تھی۔

وہ اس شخص کو دیکھنے جا رہی تھی جسکا اسے بنادیا گیا تھا۔

اسکا نام لکھا گیا تھا لیکن ناجانے کس زبان میں۔۔ حائزہ زبان سمجھنے سے قاصر تھی۔ شاید وہ جرمن زبان تھی۔ البتہ جرمن زبان میں لکھے گئے نام کے نیچے روحان لکھا تھا جو اسکی نشاندہی کر رہا تھا۔

”کیا دنیا میں کوئی ایسا ذمی روح بھی ہے جس کو کوئی تکلیف ناپہنچی ہو؟ مجھے اتنی تکلیف دی گئی ہے کہ اب میں اس کا خیال ہی نہیں کرتا۔ جب لوگ ہی اس قسم کے ہیں تو پھر کوئی کرہی کیا سکتا ہے۔ اگر اس کا خیال کرو تو کام میں خلل پڑتا ہے۔ اور پھر تکلیف پر دل کرہانے سے وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ یہی ہے زندگی کا عالم۔ زندگی ایسے ہی گذرتی ہے میری ماں۔“

حائزہ کی پسندیدہ کتاب ”ماں“ سے اقتباس لیا گیا جو اسکے About میں لکھا تھا۔

س ب س تھے

حاکم کو یاد تھا اسلی وہ کتاب آج بھی ادھوری تھی۔ وہ سمل میں ہوئی تھی لیلن وہ حصہ شاید مکمل کرچکا تھا۔

وہ اب اسکی فوٹو ز دیکھ رہی تھی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اسکی کسی تصویر میں روحان کا چہرہ واضح نہیں تھا۔

کچھ بہت دور سے لی گئی تھیں کچھ پیچھے سے اور کچھ سائی یڈ۔۔۔
کہیں بھی چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

اب وہ فوٹو ز کو چھوڑ کر ویدیو ز دیکھ رہی تھی۔ اسکے لاکھوں فالورز تھے۔ جن میں زیادہ تعداد یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں کی تھی وہ حیران تھی۔

"جس انسان کے اتنے چاہنے والے ہوں اسے میں کہاں یاد رہ سکتی ہوں۔۔۔"

حانم نے دل میں سوچا تھا۔ اسے اپنا آپ اضافی سامنے محسوس ہوا تھا۔

وہ اسکی شروع سے لے کر اب تک کافی ویدیو ز دیکھ چکی تھی جو سائی نس اور جینیٹس کے متعلق تھیں، جتنے اس سے کمینٹس میں سوال پوچھے گئے تھے وہ سب کے جواب پڑھ چکی تھی۔

اور اسکا دل صدمے کا شکار تھا۔ وہ شخص علم اور معلومات کا چلتا پھرتا انسائی یکلوپیڈیا تھا۔

"بہت خوب--- یعنی میں آتا کہ سی حص کے پاس اتنا علم لیسے ہو سکتا ہے-- کوئی می
اللہ سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے ____؟؟"

حanim نے کمنٹ کیا تھا۔

"کیسی ہو حanim---؟؟"

اسکا سچ آیا تھا حanim تو دھک سے رہ گئی تھی اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا
کہ وہ اسے پہچان لے گا۔

"آپ۔۔ آپ نے مجھے پہچانا کیسے--؟؟"
حanim نے کانپتے ہاتھوں سے سچ ٹائیپ کیا تھا۔

"کمال ہے بھئی-- اپنی وائی ف کو نہیں پہچانوں گا تو کسے پہچانوں گا ____؟؟"
اسکے اللئے سوال پر حanim کی سٹی گم ہوئی تھی۔

اور پھر لفظ "اپنی وائی ف" پر غور کرنے پر حanim کے چہرے کارنگ سرخ ہوا تھا۔

وہ زندگی میں پہلی بار خود کو کسی کے سامنے بے چینی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ کی تصویروں میں چہرہ واضح نہیں ہے-- اسکی کیا وجہ ہے--؟؟"
وہ ہڑبرڑاہٹ میں غلط سوال پوچھ گئی تھی۔

"دیکھنا چاہتی ہو مجھے ____؟؟"

"نن--- نہیں--- ویسے پوچھا--"

حانم نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"اچھا مجھے نیند آئی ہے میں سونے لگی ہوں--"

روحان کے کچھ کہنے سے پہلے حانم نے مسج کیا تھا۔

رات کے دونج رہے تھے۔ وہ تین گھنٹے لگاتار اسکی ویڈیو زدیکھتی رہی تھی۔ وقت کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

"ٹھیک ہے سو جاؤ اپنا خیال رکھنا ____!!"

نرم سے لبجے میں کہا گیا تھا۔

حانم اسکی نرمی پر دنگ سی رہ گئی تھی۔

یہ ان دونوں کی نکاح کے بعد پہلی بات تھی۔

اس نے ایک اسلام کے متعلق ویڈیو کو ڈاؤن لوڈ کیا تھا اب وہ اسے دیکھنے والی تھی۔

جانے کیوں اس سے جڑے رہنے کو دل کر رہا تھا

ویڈیو میں اسکا چہرہ پھر واضح نہیں تھا۔ یہ ویڈیو اس ہال کی نہیں تھی جو ماہی نے اسے سینڈ کی تھی سہ کہیں اور تھی۔

"میں ایک ہندو ہوں اور میں ایک خدا پر میں مانتا۔۔ ہمارے مذہب میں تقریباً 33 کروڑ خداوں پر یقین رکھا جاتا ہے۔۔"

آپ مجھے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اللہ ایک ہی ہے۔۔ اور نہ دوسروں کی طرح مجھے مندر سے نکال کر مسجد میں بھٹا سکتے ہیں۔۔

آپکے پاس کوئی یہ ثبوت ہے کہ خدا ایک ہے۔۔؟؟
ایک ہندو لڑکے کا سوال تھا۔

"آپ نے ایک اچھا سوال کیا ہے۔۔ میں اسکا جواب دوں گا۔۔"

پہلے بات تو یہ کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔۔؟؟

ہندو کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ انڈس کی زمین پر رہنے والوں کو ہندو کہا جاتا ہے۔۔

جب عربی لوگ اس خطے میں آئیے تو انہوں نے جغرافیائی لحاظ سے یہاں کے رہنے والوں کو ہندو پکارا۔

روحان نے بونا شروع کیا تھا۔

"پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب Discovery of India میں لکھا ہے کہ ہندو لفظ کسی مذہبی کتاب میں استعمال نہیں ہوا۔۔"

اب جو لوگ انڈیا کی سر زمین پر رہتے ہیں انہیں ہندو کہا جاتا ہے۔۔ لیکن وقت گزرنے کے

ساتھ یہ لفظ ایک مذہب کے نام سے جڑ کیا۔ اس لئے بتوں لی عبادت کرنے والوں کو ہندو کہا جانے لگا۔

دوسری بات یہ کہ آپ نہیں مانتے کہ خدا ایک ہے--
بلکہ آپ 33 کروڑ خداوں پر یقین رکھتے ہیں-- ایسا ہی ہے نا--؟؟

"جی ایسا ہی ہے--"

لڑکے نے جواب دیا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ خداوں کی تعداد 33 کروڑ ہے---؟؟"
روحان نے سوال پوچھا تھا۔

"سب ہی کہتے ہیں--- میں نے پڑھا اور اپنے باپ سے سنا--"

"تو آپ نے اپنے باپ سے سنا کہ خداوں یعنی بھگوانوں کی تعداد 33 کروڑ ہے--
میں کہہ رہا ہوں کہ خدا ایک ہے-- آپ میری بات پر یقین کیوں نہیں کرتے---؟؟
کیا میں آپکا دشمن ہوں---
وہ مسکرا رہا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں--" لڑکا کھسپا گیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپلے نسب میں بہت سی کتابیں ہیں جیسے شروتی، مہا بھارت اور رامائی ان--"

کیا آپ نے شروتی کو پڑھا جو کہ ہندوؤں کے لحاظ سے سب سے اوپنجی کتاب ہے--
جس کا عمدہ سب سے بڑا ہے--- کیا آپ نے اسے غور سے پڑھا--؟؟
لڑکا خاموش تھا۔

اگر آپ سب سے اوپنجی کتاب شروتی (Chnadogya Upnishad چندوگیا اوپنیشاد) کو پڑھیں جسکے باب نمبر ایک، سیکشن نمبر دو کی پہلی آیت یعنی verse میں لکھا ہے کہ "خدا ایک ہے بنا کسی دوسرے کے _____"
یہ میں نہیں کہہ رہا یہ آپکی کتاب میں لکھا ہے۔

اسی طرح Shvetashvatra Upnishad کے باب نمبر چھ کی نویں verse میں لکھا ہے کہ،

"اس خدا سے بڑا کوئی می نہیں اسکے کوئی می والدین نہیں--"

اسی طرح اسی کتاب کے باب نمبر چار کی انیسویں ورس میں لکھا ہے کہ،
"اس خدا کی کوئی می تصویر کوئی می پریستا نہیں--"

اسی طرح Yajurvedha کے باب بیس اور verse نمبر تین میں بھی یہی لکھا ہے کہ،
اس خدا کی کوئی ملک نہیں، کوئی ملک پینٹنگ نہیں _____ !!

لڑکے کو گویا سانپ سونگ گیا تھا۔۔ وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو اسکے مذہب کی
کتابوں سے حوالے دے رہا تھا۔۔

اسی طرح Yajurvedha کے باب چالیس میں لکھا ہے کہ،
”وہ لوگ اندر ہر کال میں جا رہے ہیں جو لوگ سبوتو کی عبادت کرتے ہیں۔۔۔“
یہاں سبوتو سے مراد غیر فطری چیزیں جیسے آگ، پانی اور ہوا وغیرہ۔۔

اور اسی طرح دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ،
”وہ لوگ اندر ہر کال میں جا رہے ہیں جو لوگ سنبوٹی کی عبادت کرتے ہیں۔۔۔“
یہاں سنبوٹی سے مراد ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔۔ جیسا کہ بت وغیرہ۔۔

”تو میرے بھائی میں آپکو مندر سے مسجد کی طرف لے کر نہیں گیا بلکہ آپکی کتابوں کی طرف
لے کر گیا ہوں۔۔ اور ان سے ثابت کیا ہے خدا ایک ہی ہے۔۔

آپ نے کہا کہ آپ نے اپنے باپ سے اور باقی لوگوں سے سنا کہ خدا 33 کروڑ ہیں۔۔

اگر آپ سے کوئی کہے کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں تو آپ مان لینے گے۔۔؟؟

"ہمیں---"

لڑکے نے جواب دیا تھا۔

"کیوں نہیں مانیں گے--؟ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ دو جمع دو پانچ نہیں بلکہ چار ہوتے ہیں۔

اسی طرح آپکو خدا کا علم نہیں۔ لوگوں نے جیسا کہ آپ نے مان لیا۔

جب آپکے باپ نے کہا کہ خدا 33 کروڑ ہیں تو کیا آپ نے حوالہ مانگا کہ ایسا کہاں لکھا ہے--؟؟--

خاموشی---

"یقیناً نہیں تو میں نے جتنے بھی حوالے اوپر بیان کیتے ہیں آپ انہیں لکھ لیں اور جا کر پڑھیں--

یقیناً ایسا ہی لکھا ہوا ہے--

خدا ایک ہی ہے-- اور وہ اللہ ہے____!!

روحان کا لجھ آخری بات کہتے وقت محبت سے چور ہو چکا تھا

ویڈیو ستم ہو چکی تھی۔

حانم کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل کو بیڈ پر پھینک دیا تھا۔ اسکا دل کیا تھا کہ وہ چیخنے چلائیے اور زور زور سے روئیے۔ دھاڑیں مارے

اسے کس انسان سے نواز دیا گیا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔
آنسو اسکی آنکھوں سے جاری تھی۔

عرصے بعد آج اس نے تمجد کی نماز ادا کی تھی۔
اس نے شکرانے کے نوافل ادا کیئے تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسکی بن مانگی دعا کو یوں قبول کر لیا جائیے گا۔

بیشک اس نے ایک سکالر کی خواہش کی تھی۔
اور وہ پوری ہو چکی تھی۔

اتنے سالوں میں اسکا خدا سے جو فاصلہ برپا گیا تھا وہ یک لخت سمتا تھا۔
حانم کی ہچکیاں بندگئی می تھیں۔
کیسے وہ اپنے اللہ کو بھول گئی می تھی۔ کیسے وہ اس سے دور ہو گئی می تھی۔
یہ شخص کسی مسیحا کی طرح آیا تھا جس نے حانم کا ہاتھ پکڑ کر اللہ سے ملا دیا تھا جس سے وہ ناراض تھی۔

"اور کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے ____ !!"

وہ بار بار ایک ہی آیت پڑھ رہی تھی۔۔ اسکا دل رو رہا تھا

اور نیک لوگ تو قسمت والوں کو ملتے ہیں۔ اسے آج محسوس ہوا تھا وہ کتنا قسمت والی تھی !!

کبھی کبھی زندگی ایسے موڑ لے لیتے ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا

ان پانچ سالوں میں حanim کی زندگی بھی اتنے موڑ لے چکی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا اسکی زندگی
میں کونسا موڑ ابدی ہے کونسا نہیں

جب سے روحان حیدر اسکی زندگی میں آیا تھا اس نے ہر چیز کو خوبصورت پایا تھا۔۔

پیرس کی برف اور بارش۔۔ دونوں میں اسے محبت کی جھلک نظر آئی تھی۔

وہ اسکے لیئے ضروری ہوتا جا رہا تھا۔۔ اور حanim اسے اپنی ضرورت بننے دے رہی تھی، ان پانچ
سالوں میں وہ خود سے، وقت سے، لوگوں سے اور حالات سے اتنا بھاگی تھی کہ اب تھک چکی

تھی

اسے یاد تھا آج وہ بھی دن جب اس نے روحان حیدر سے پہلی بار فون کال پر بات کی تھی۔۔

اسکی آواز دل سوز تھی۔۔

اسلے بات کرنے میں ایک مھراؤ تھا، جبی حاصل کو محسوس ہوتا تھا اسلی مھری ہوئی می پرسکون آواز کے پیچھے ایک گمرا شدت چھپی تھی۔۔۔ جو اسے محسوس ہوتی تھی۔

وہ لان میں بیٹھی تھی ٹھنڈی ہوا میں اڑتے اسکے سنبھال۔۔۔

جواب پہلے کی نسبت لمبے ہو چکے تھے۔ موسم ابر آلود تھا۔۔۔

بارش آہستہ آہستہ شروع ہوئی اور پھر جل تھل پیدا کرنے لگی تھی۔۔۔

وہ اب لان کی جانب کھلنے والے دروازے میں کھڑی بارش کو تک رہی تھی۔۔۔ لیکن اسکا دھیان موبائل میں لگا ہوا تھا۔ وہ خود اسے فون نہیں کرتی تھی بلکہ شاید وہ پر لمحہ اسکے فون کا انتظار کرتی تھی۔۔۔

اسکی امید بھر آئی تھی، موبائل پر زنگ ہوئی تھی۔ حانم نے دھڑکتے دل کے ساتھ فون اٹھایا تھا۔

"بارش انجوائیے کر رہی ہو۔۔۔؟؟"

روحان کے سوال پر وہ دھنگ رہ گئی تھی۔

"آپکو کیسے پتا۔۔۔؟؟"

حانم نے جیرانی سے پوچھا۔

"پیرس میں بارش ہو رہی ہے جو لگاتار تین دن تک جاری رہنے والی ہے۔۔ اب بارش ہو رہی ہے تو یقیناً تم اسے ہی دیکھ رہی ہوگی ۔۔!"

"جی ۔۔"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی می تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ دنیا کی سب سے خوبصورت بارش کہاں ہوتی ہے ۔۔؟؟"

"پنجاب یونیورسٹی میں ۔۔"

لبے ساختہ ہی حانم کے منہ سے نکلا تھا۔۔ لگئے پل وہ زبان دانتوں تلے دبا چکی تھی۔
دوسری طرف خاموشی چھاگئی می تھی۔

"پی یو کی بارش حسین لگتی تھی۔۔ لیکن اب نہیں ۔۔"
حانم نے اپنی بات کی توضیح کی۔

"ایسا کیوں ۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہاں کی بارش سے بہت سی خوفناک یادیں جڑی ہیں ۔۔ جو روح کو گھائی ل کرتی ہیں ۔۔!"
حانم نے آنکھیں مجھتے ہوئے کہا تھا۔ روحان ایک گھری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

"جو براہو اسے بھول جانا چاہیئے۔۔ ہمیشہ اپنی زندگی میں اپنی چیزوں کا تصور کرو۔۔ خوش

رہو۔۔ !"

وہ مسکرا دیا تھا۔

حanim بھی مسکرا دی تھی۔۔

اسے ہر چیز خوبصورت لگنے لگی تھی یہ وہ اسے کیسے بتاتی۔۔

وہ اس شخص کو ہر لمحہ اپنے آس پاس محسوس کرتی تھی۔۔

اور محبت تو ایسی ہی ہوتی ہے جو انسان کے کردار سے ہوتی ہے۔۔

اور جب محبت ہوتی ہے تو ہر چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔۔

"ماسٹر مکمل ہو گیا تمہارا۔۔؟؟"

"جی ایک سال ہونے والا ہے۔۔"

حanim نے بتایا۔

"کس فیلڈ میں مکمل کیا ہے۔۔؟؟"

"جیوجی۔۔ زمین کی اسٹڈی۔۔"

"اچھا۔۔ تو یہ بتاؤ زمین کی شکل کیا ہے۔۔؟؟"

نہ کہ اے سارے تمہ

"؟؟..Geo_spherical"

ح انہم کا انداز سوالیہ تھا۔

"ہمم--گلڈ--"

"لیکن یہ تو سائی نس کہتی ہے-- اللہ نے تو زمین کو بچھا دیا ہے-- مجھے قرآن سے زمین کی چپٹی ہونے کی نشانیاں ملی ہیں--!!
وہ شاید ابھی ہوئی تھی اس لیتے پوچھ رہی تھی۔

"آیت بتاؤ کس میں زمین کے چپٹی ہونے کا لکھا ہے--؟؟"
وہ پوچھ رہا تھا۔

"سورہ نازعات کی آیت نمبر نیس میں لکھا ہے کہ،
وَاللَّذِينَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَّلُوا

اور اس کے بعد زمین کو (ہموار) بچھا دیا۔*

اس آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے نا کہ زمین چپٹی ہے---"

"نمیں ایسا نہیں ہے--"

وہ پھر مسکرا دیا تھا۔

"اس آیت کے آخر میں جو لفظ دھیجا اسلیمال ہوا ہے یہ عربی کے لفظ دھیا" "Duhyea" سے نکلا ہے جسکا مطلب "انڈے جیسی شکل" اور یہ انڈہ عام انڈہ نہیں ہے بلکہ یہ شتر مرغ کا انڈہ ہے جو اوپر اور نیچے سے فلیٹ ہوتا ہے۔

جانم سانس رو کے اسے سن رہی تھی۔

"زمین کی تخلیق آسمان سے پہلی ہوئی لیکن اس کو ہموار آسمان کی پیدائش کے بعد کیا گیا ہے اور یہاں اسی حقیقت کا بیان ہے۔ اور ہموار کرنے یا پھیلانے کا مطلب ہے کہ زمین کو رہائش کے قابل بنانے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اللہ نے ان کا اہتمام فرمایا، مثلاً زمین سے پانی نکالا، اس میں چارہ اور خوارک پیدا کی، پھراؤں کو میخوں کی طرح مضبوط گاڑ دیا تاکہ زمین نہ ہلے۔

لیکن اسکا ہرگز مطلب نہیں ہے کہ زمین چیٹی ہے۔

تقريباً 1579 میں ڈاکٹر فرانسک نے پہلی زمین کی شکل کے متعلق بتایا تھا۔ انہوں نے اسے spherical بتایا تھا جبکہ قرآن پاک میں چودہ سو سال پہلے زمین کی شکل کے متعلق بتادیا گیا تھا۔

وہ نرم لججے میں پوچھ رہا تھا۔

حانم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو۔

اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا۔۔ اسکا دل اللہ کی محبت سے لبریز جا رہا تھا۔

عرصہ ہوا تھا اس نے قرآن کی آیات پر تدبر کرنا چھوڑ دیا تھا۔۔ اب وہ شخص اسے واپس اسی حانم کے پاس لے جا رہا تھا جو ہر چیز میں لا جک ڈھونڈنے والی تھی۔

وہ تیز تیز قدموں سے پتھر سے بنی سڑک پر آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں اسکی ہڈیوں سے ہوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔

اسکا بھاری وزنی اونی کوٹ تیز ہوا چلنے کے باعث پتھر کی جانب اڑ رہا تھا۔ بھاری چنکی ہیلز (جو توں) کی آواز وقفہ وقفہ سے ابھر رہی تھی۔

تیز تیز چلنے کے باعث وہ ہانپ رہی تھی۔

"حانم باہر گھوم رہی ہو کیا ____؟؟"

وہ شاید اسکی کانپتی آواز سے اندازہ لگا چکا تھا۔

"جی کافی عرصہ پہلے لائی بریری سے کچھ کتابیں لی تھی انہیں واپس کرنے جا رہی

....

حاکم نے بایاں ہاتھ کوٹ لی جیب میں اڑستے ہوئی سے بتایا۔

اس سرک پر چلتا ہر شخص جو بول رہا تھا اور سانس لے رہا تھا ان کے منہ سے دھواں بھانپ کی صورت نکل رہا تھا۔

"آج کتابیں واپس کرنی لازمی تھیں کیا" اور ماہی سے کہہ دیتی وہ لائی بریری چھوڑ دیتی تمہیں !!"

وہ فکر مند ہو رہا تھا۔ حانم کا اسے اپنی فکر اچھا لگا تھا۔

"ماہی کو کچھ کام تھا وہ صحیح ہی چلی گئی تھی۔ میں ویسے تو ٹرین میں آئی ہوں بس یہ تھوڑا سا فاصلہ تھا جواب پیدل طے کر رہی ہوں !!"

وہ ہانپتے ہوئی سے بتا رہی تھی۔

ٹھنڈی ہوا اسکے نھنھوں سے ٹکرا کر ناک کے ذریعے اندر چلی گئی تھی۔
حانم کو لوگاتار دو چھینکیں آئی تھیں۔

"الحمد للہ--"

وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔

"یا رحمک اللہ--"

اسے روحان کی آواز صاف سنائی دی تھی۔

وہ اٹالین ریسٹورینٹ کے سامنے سے کمر رہی ہی جو کہ باہر سے بہت ہی شاندار تھا۔ حاکم نے چلتے چلتے بھی پیچھے مڑ کر اس ریسٹورینٹ کو دیکھا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کی طرح بہت بھایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے حanim جب ہمیں چھینک آتی ہے تو ہم الحمد للہ اور اسکے جواب میں یار حمک اللہ کیوں کہتے ہیں--؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

حanim ایک دم پونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

اسے نے روحان کے سوال پر غور کیا تھا لیکن اسے یہ کلمات کہنے کی وجہ معلوم نہیں تھی۔

"جب انسان چھینکتا ہے تو ملی سینکڑ یعنی پل کے ہزاروں حصے کیلیئے انسان کا دل بند ہو جاتا ہے--

اس لیئے ہم مسلمان چھینک آنے کے بعد الحمد للہ یعنی اللہ تیرا شکر ہے کہتے ہیں اور دوسرا اسکے جواب میں یار حمک اللہ کہتا ہے یعنی اللہ تم پر رحم کرے-- اور یہی باقی نان مسلم God Bless You کہتے ہیں--

الحمد للہ اسی لیئے کہا جاتا ہے چھینک آنے کے بعد انسان کا دل دوبارہ دھر کنا شروع کر دیتا ہے-- اسی لیئے شکر ادا کیا جاتا ہے--

اور دوسرا "انسان اللہ تم پر رحم کرے" اسی لیئے کہتا ہے کبھی کبھی چھینکنے کے بعد انسان

وہ کہ کر خاموش ہو چکا تھا۔۔

جبکہ حانم کے تیز قدموں کو بڑی لگی تھی۔ ہر چیز جیسے پس منظر میں چلی گئی تھی۔۔
وہاں سے گزرتے لوگ ساکت ہوئیے تھے، وہ سڑک کے درمیان کھڑی اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سن رہی تھی۔۔ اس نے اپنے دل کو رکتے اور پھر مسرت سے دھڑکتے پایا تھا۔
سکارف کے نیچے سے اسکے سنبھالی بال ایک لٹ کی صورت نکل کر بار بار پھرے کو چھوڑ رہے تھے۔

اس نے ہواؤں کے شور کو سنا تھا۔۔ محسوس کیا تھا،
سرسراتی ہوائیں اسکے اندر سے گزتی کسی کے نام کی ملا جپ رہی تھیں۔۔
حانم نے پہلی بار خود کو بے بس محسوس کیا تھا۔

"اگر ہم چھینک ہی روک لیں تو۔۔ پھر تو دل نہیں بند ہو گانا۔۔؟؟"

حانم نے خود کو نارمل کرنے کیلئے پوچھا تھا۔

"تو مسز جو انسان ایسا کرتا ہے اکسے دماغ کی رگ پھٹ سکتی ہے۔۔ چھینک بہت زور آور ہوتی ہے اسے نہیں روکنا چاہیئے۔۔"

"افف ڈائیں تو مت۔۔"

حانم اسکی بات سن کر جھر جھری سی لے کر رہ گئی تھی۔

حاکم نے حسوس کیا تھا اصلی ہسی بہت خوبصورت تھی-- وہ جھی چھٹ پھاڑ فہقہہ میں لگاتا تھا۔

جانے اسکے مزاج میں اتنی نفاست کہاں سے آئی تھی--

"پیرس کب آرہے ہیں آپ--؟؟"

حانم نے بات کارخ بدلا تھا۔ اسے اب سامنے لائی بریری نظر آگئی تھی۔

"جب تم بلاو گی آجائوں گا--"

اسکے جانتار لجے پر حانم مسکرا کر رہ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر جلدی سے تیاری کر لیں میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں وہ بھی بہت جلد--"
وہ جیسے حکم دے رہی تھی۔

وقت براق کی رفتار سے بھاگ رہا تھا۔

اسے نہ دن کی خبر ہوتی اور نہ رات کی--

اسے یاد تھا تو اتنا کہ روحان پاک کی آیات پر کیا گیا تدبر سننا ہوتا تھا۔

وقت بدل رہا تھا۔ جیسے موسم بدل رہا تھا۔

اور وہ بھی تو بدل رہی تھی

جیسے ہی وہ لائی بریری میں داخل ہوئی تھی اسے سامنے والے میز پر حشام بیٹھا نظر آیا تھا۔
کتنے میلیوں بعد وہ اسکی شکل دیکھ رہی تھی۔

وہ سیدھا اسکی طرف بڑھ گئی تھی۔

"یہ آپکی کتابیں--"

حانم نے کتابوں کو میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

hasham نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

اسکی آنکھوں میں اذیت ابھری تھی۔ جسے حانم محسوس نہیں کر پائی تھی۔

"کیسی ہیں آپ--؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"جی اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں۔ آپ گم ہو گئے ہیں شاید۔"

محبے بتایا تھا ماہی نے اس دن آپ گھر آئے تھے تب میں سوئی ہوئی تھی۔!!

"جانتا ہوں۔"

پھیکی سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیل گئی تھی۔

hanum نے محسوس کیا تھا وہ پہلے سے کافی کمزور ہو گیا تھا۔ اسکی آنکھیں اندر کو دھنسی نظر آ رہی تھیں۔

"آپلی طبیعت تو مھیک ہے--؟"

وہ بے اختیاری میں پوچھ پیٹھی تھی۔

حشام نے ایک شکوہ بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔

حانم کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ اسے حشام کے سامنے نہیں آنا چاہیئے تھا۔

"ابھی تک تو مھیک ہوں زندہ ہوں---"

وہ زخمی مسکراہٹ لیتے کہہ رہا تھا۔

"میرا نکاح ہوچکا ہے--"

حانم نے سخیدہ سے لجھے میں بتایا تھا۔

"جانتا ہوں---"

اسکے جواب پر حانم چونکی تھی۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ماہی نے بتایا تھا۔"

حشام ایک دم سیدھا ہوا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو--"

وہ مشکل سے مسکرا پایا تھا۔

"رسحتی کب ہے-- اور کم روحان سے ملی ہو کیا--؟"

"نہیں ابھی نہیں ملی-- شاید لگئے مہینے ملیں-- ہم سوچ رہے تھے کہ اینیورسٹی پر ملیں--"
حانم مسکرائی می تھی۔

حشام پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔

"آپ اتنی کتابیں کیوں پڑھتے ہیں وہ بھی عشق کی داستانیں--؟"
حانم نے اسکت ہاتھ میں "عشق کے چالیس چراغ" دیکھتے ہوئے سے پوچھا۔

"اچھا لگتا ہے-- مجھے داستانیں پڑھنے کا شوق ہے اور کچھ میرا تعلق انگلش ادب سے ہے تو
شاید اسی لیئے--"

حشام نے جس یونیورسٹی سے خود پڑھا وہ اب وہاں انگلش کا پروفیسر تھا۔
سٹوڈنٹس خاص طور پر لڑکیاں اسکی شخصیت کی گرویدہ تھیں۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ پڑھیں میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام ہے--"
وہ اٹھی تھی۔

"اللہ حافظ۔"

حشام کے الفاظ نے حانم نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

وہ اشبات میں سر ہلا کر آگے بڑھ لئی ہی تھی۔

حشام اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"تم میرے ذہن سے اتر جاؤ

میں تمہیں عمر بھر دعا دوں گا"

وہ آئی یعنے کے سامنے کھڑی اپنے سراپے کا جائی زہ لے رہی تھی۔

садی سی شلوار قمیض پہننے ہوئے تھی۔ سنہری بالوں کی آلبشار ایک بار پھر سے کمر پر پھیل گئی تھی۔

اس نے اب بال کٹوانے بند کر دیئیے تھے۔ روحان کو لمبے بال پسند تھے۔

اسکی ذات میں بہت سی تبدیلیاں آئی ہی تھیں۔ وہ پہلے والی ام حانم بنتی جا رہی تھی۔

وہ پھر سے نکھر گئی تھی۔ جو فردیاں اسکی رنگت میں گھل گئی ہی تھیں وہ پھر سے ختم ہو گئی تھیں۔

"عورت کی خوبصورتی، دلکشی اور نزاکت مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ جتنا اسے خوبصورت کرتا ہے وہ ہوتی جاتی ہے۔"

وہ جتنی اس پر توجہ دیتا وہ اتنی ہی نکھرتی جاتی ہے، دلکش ہو جاتی ہے،

شروع ہو جاتا ہے

اسکی خوبصورتی جیسے بدصورتی میں بدل جاتی ہے۔۔

اسکا حسن ماند پڑ جاتا ہے -- جیسے دھیمک لکڑی کو کھاجاتی ہے ویسے ہی مرد کی لاتعلقی اسکی
لارپا وہی عورت کو کھاجاتی ہے --

وہ گلنے سڑنے لگتی ہے۔۔ اور پھر ختم ہو جاتی ہے _____ !!
حامنم کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔۔ وہ نکھرتی جارہی تھی۔

اسے محسوس ہوتا تھا کہ اسے محبت ہو گئی تھی اب اسے اقرار کرنا تھا۔۔ جو بہت ہی مشکل مرحلہ تھا۔

شام پانچ بجے کے قریب ماہی آفس سے نکلی تھی۔

اسکا آفس آٹھویں منزل پر تھا وہ لفت میں داخل ہوئی تھی۔

اسے گھر جلدی پہنچنا تھا۔

لفٹ میں اسکے علاوہ ایک اور انسان بھی تھا جو دوسری جانب چڑھ کر کے کھڑا ہوا تھا۔

سردیوں میں دن چھوٹے ہونے کے باعث رات کا اندر ہیرا پھیل چکا تھا۔

کچھ سپینڈز ہی گزرے تھے اسے لفت میں داخل ہوئی سے اچانک وہ لڑکا جو دوسری جانب رخ کر

ماہی نہ تو اس حص کو دیلھ پائی می ھی اور نہ پچھ مجھ پائی می ھی--
وہ کچھ ہی پلوں میں بے ہوشی کی دنیا میں جا چکی تھی۔

حشام کے سر میں شدید درد ہوا تھا۔ اس نے میز کے دراز سے میڈیسین نکال کر کھائی می تھی۔ اس سے پہلے وہ سونے کیلیتے لیٹتا اسکے موبائل پر بیل ہوئی می تھی۔
کوئی می انجانا نمبر تھا۔

حشام نے کچھ سوچتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

"اگر اپنی محبوبہ کی ننگی چاہتے ہو تو بنا کوئی می چالاکی کیتے میرے بتائیے ہوئے پتے پر پہنچ جاؤ--"

ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا گیا تھا۔

"ہیلو-- کون---؟؟"

حشام حیرانگ سے بولا تھا لیکن دوسری طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔
حشام کے چہرے پر پیشانی کی لکھیں ابھری تھیں۔
اسکے ذہن میں پہلا خیال حانم کا آیا تھا۔

اس سے مہلے وہ کچھ اور سوچتا ب کی آواز سے اسکے موبائل مر MMS آما تھا۔

وہ ایک ویڈیو ہی۔۔ ماہی لی ویڈیو اسے کرسی سے باندھا کیا تھا۔۔

"مجھے چھوڑ دو۔۔ کون ہو تم۔۔؟؟"

وہ چلا رہی تھی۔

حشام کا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا۔ اسکا دماغ چکرا گیا تھا۔

ایڈریس نیچے لکھا ہوا تھا۔۔ ماہی کو انداز کرنے والے نے پیسوں کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔۔ بلکہ اسے اکیلے کو اس جگہ پر بلا�ا تھا۔

یہ ان دونوں کی بات ہے جب ضیاء جبیل پیرس میں معاشیات پڑھنے آیا تھا۔ خوبرو وجیہہ شخص جو جلد ہی کلاس میں موجود لڑکیوں کی دل کی دھڑکن بن گیا تھا۔
مشرقی مردویسے بھی مغربی عورتوں کی شروع سے کمزوری رہے ہیں ایسے میں مارتا جو کہ ایک عیسائی لڑکی تھی وہ ضیاء جبیل پر بری طرح سے دل ہار بیٹھی تھی
وہ اسے لیکھر کے دوران، کلاس سے باہر غرض کہ ہر جگہ پر جہاں وہ پایا جاتا تھا فرصت سے دیکھتی تھی۔

وہ خوبصورت تھی، ذہین تھی اور کلاس کی ٹاپر لڑکی تھی۔۔

اسکی ضیاء جبیل سے دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی اور اسی وجہ سے پڑھائی می متاثر ہونے لگی تھی۔

— — — — —

وہ بھی اسلی ان ہی محبت میں کرفتار ہوئے لگا تھا۔۔

مارتھا کی اپنے لیئے دیوانگی دیکھ کر وہ کبھی کبھی حیران ہوتا تھا۔۔ اور بہت جلد دونوں کی یک طرفہ محبت اقرار کے بعد ایک رشتے میں بندھ گئی تھی

وقت گزتا گیا اور ایک سال بعد دونوں نے شادی کر لی تھی۔

انہی دونوں ضیاء سے پوچھے بغیر گھر والوں نے اسکا رشتہ سیدہ خدجہ سے کر دیا تھا۔

جب ضیاء نے گھر اپنی پسند اور شادی کا بتایا تو سیدہ حولی میں ایک بھونچال آگیا تھا۔۔ اسے مارتھا کو طلاق دینے کا کہا گیا۔۔

اسے کہا گیا کہ ایک عیسائی میں لڑکی کو کبھی بھی قبول نہیں کیا جائیے گا۔۔

وہ پریشان رہنے لگا تھا۔۔ اسے جائی داد سے عاق کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔

وہ بنس کی دنیا میں بہت آگے جانا چاہتا تھا۔

اور بالآخر اسکا خاندان جیت گیا اور محبت ہار گئی۔۔

ضیاء جبیل نے مارتھا کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

جب مارتھا نے یہ سنا تو وہ پاگل ہو گئی تھی۔

اس نے ضیاء کی بہت منتیں کی تھیں کہ وہ اسے طلاق نا دے مجھے چھوڑ کر چلا جائیے لیکن کبھی اسے طلاق نا دے۔۔

ضیاء جبیل کی سیدہ خدجہ سے شادی ہوئی می ہی۔۔ لیلن وہ اسے وہ محبت میں دے پایا تھا جو وہ مارتا تھا۔۔ یہی وجہ تھی وہ آج بھی سیدہ خدجہ یعنی بی جان سے غافل تھا۔۔

اس نے مارتا کو طلاق نہیں دی تھی لیکن پھر اس سے کوئی میراث نہیں رکھا تھا۔۔ اس نے مارتا کے اکاؤنٹ میں ایک بڑی رقم جمع کروادی تھی جو انکے بیٹے یعنی جورڈن کی پورش میں کام آتی۔۔

وہ وقت کے ساتھ مارتا کو بھولا تھا یا نہیں لیکن مارتا اسے ایک پل کیلئے بھی نہیں بھول پائی می تھی۔۔

اس نے اپنی پوری زندگی جب تک زندہ رہی ضیاء جبیل سے وفا کرتے گزاری تھی۔۔ وہ اسکے دکھ میں گھل کھل کر دنیا سے چلی گئی می تھی لیکن ضیاء کو نہیں بھول پائی می تھی۔۔

جورڈن نے اپنی ماں کو پل پل مرتے دیکھا تھا۔۔ اور اس چیز نے اسے سید جبیل خاندان سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

حشام اس فون کال کے بعد بڑی طرح سے پریشان ہو گیا تھا۔۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اسلی پیرس میں تو کیا لمیں بھی سی سے بھی دشمنی میں ہی پھر کون تھا
وہ جس نے ماہی کو اغوا کر کے اسے ٹراپ کیا تھا۔۔

اسے اپنے سر میں درد کی لہر اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔
کافی دیر سوچ بچار کے بعد وہ اٹھا اور اش شخص کے دیے گئے پتے کی طرف گاڑی بڑھا
دی تھی۔۔

وہ اپنی وجہ سے ماہی کو نقصان نہیں پہنچنے دے سکتا تھا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لایے ہو جنگلی انسان میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔۔؟؟"
ماہی چلا چلا کر پوچھ رہی تھی۔ وہ شخص کو پہچان گئی تھی جس نے پہلے ماسک پہنا تھا
چھرے پر اور اب وہ اسے اتارے پر سکون سا ماہی کے سامنے بیٹھا تھا۔۔ وہ جوڑن تھا۔۔
ایک باکسر۔۔ جو عام روئین میں بھی کسی سے لرھتا تھا تو ہڈی پسلی توڑ کر ہی سکون لیتا تھا۔۔
ایلا نے اسے جنگلی نام کا خطاب دیا تھا جو کہ کافی حد تک درست بھی تھا۔

"چلاؤ مت۔۔۔ تم سے کوئی می دشمنی نہیں ہے۔۔۔ تمہارے بوائیے فرینڈ سے ہے۔۔!!"
جوڑن نے غصے سے جواب دیا تھا۔

"میرا کوئی بی بوائیے فرینڈ میں ہے--"
ماہی نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"اچھا تو پھر حشام جبیل بھائی کیا تھا را--؟؟"
جورڈن نے چھت پھاڑ قہقهہ لگایا تھا۔

اسکی بات سن کر ماہی کا چہرہ فت ہوا تھا۔ وہ حیرت سے گنگ اسے دیکھ رہی تھی۔

"حشام-- حشام سے کیا دشمنی ہے تمہاری---؟؟"

ماہی کو اس جنگلی انسان سے خوف محسوس ہوا تھا۔ اس سے کچھ بعید نہیں تھا وہ کچھ بھی
کر سکتا تھا۔

اسکا نازک سادل کانپ رہا تھا۔

"پتا چل جائیے گا تمہیں--!!"

جورڈن اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ کچن میں آیا تھا فرنج سے جوس کی دو بوتلیں نکالی تھیں۔
اور انہیں لے کر واپس لاؤنج میں آیا تھا۔

"زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے وہ کچھ دیر میں پہنچ جائیے گا یہاں--"
وہ پرسکون سا بتا رہا تھا۔ ٹھنڈ میں بھی ماہی کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔

جورڈن عور سے اسے دیلھ رہا تھا۔ ماہی کے ہونٹ خشک ہو چلے تھے۔ وہ خشک ہوئے لبوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ وہ اٹھ کر ماہی کی طرف بڑھا تھا۔

"مجھے یقین ہے تم بھاگنے کی کوشش نہیں کرو گی کیونکہ تمہارا محبوب ادھر ہی آ رہا ہے۔۔!!"

"میری طرف مت آؤ دور رہو۔۔"

ماہی چلائی ہی تھی۔

جورڈن پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے ماہی کے ہاتھ کھولے تھے۔

اور اسے رسیوں کی قید سے آزاد کیا تھا۔

ماہی نے آزاد ہوتے ہی ایک زوردار تھپڑا سے رسید کیا تھا۔

"جانور ہو تم۔۔"

وہ چلائی ہی تھی۔

جورڈن کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ جب سے ماہی کو یہاں لایا تھا اس نے ماہی سے کوئی ہی بد تیزی اور غیر اخلاقی حرکت نہیں کی تھی اور نہ اسے مارا تھا۔

جورڈن نے مسٹھیاں بھینچ کر خود پر ضبط کیا تھا۔ ماہی ایک مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی تھی وہ جلدی سے واقعات و حادثات سے خوفزدہ نہیں ہوتی تھی۔

جیسے جیسے اسکے دماغ سے غنوڈگی کا اثر ختم ہو رہا تھا ویسے ویسے اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا

"یہ پی لو--"

وہ جوس کی بوتل کرسی کے ساتھ والے میز پر رکھ کر واپس اپنی جگہ پر جا چکا تھا۔
ماہی حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسکے رویے کو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔
وہ اچھے سے جانتی تھی کہ وہ اس جگہ سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔ اور ایسی کوشش کر کے وہ
اپنے ساتھ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ غور سے جوس پینتے جو روڈن کو دیکھ رہی تھی جس کے انداز میں ایک اطمینان البتہ آنکھوں میں
گھری نفرت اور غصہ تھا۔

وہ اسے شخص کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"ہانی پچے کیا تمہاری ماہی پچے سے بات ہوئی می وہ اب تک گھر نہیں آیا۔ فون بند جا ہوا ہے
اسکا--"

لوسی ماں پریشان سی حanim کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"نہیں لوسی ماں۔۔ میری کوئی می بات نہیں ہوئی می۔۔"
حanim نے جواب دیا تھا۔

لوسی ماں کی مات سن کر وہ بھی مریشان ہو گئی تھی۔

"پتا ہمیں کہاں رہ کیا ہے میرا بچہ-- جبی بنا بتائیے لھر سے اتنی دیر باہر ہمیں رہتا۔"

"آپ پریشان نا ہوں لوسی میں اسکا نمبر ملاتی ہوں۔ میئنگ میں ہو گی آجائیے گی--"
حائف نے انہیں تسلی دی تھی۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے بچے-- خدا سب ٹھیک کرے--"

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا آپ پریشان نہ ہوں آپ آرام کریں جا کر میں کرتی ہوں کچھ۔"
حائف کی بات سن کر لوسی ماں چلی گئی تھیں لیکن حائف پریشانی سے ماہی کا نمبر ملا رہی تھی۔

حشام جب جورڈن کے دیے گئے پتے پر پہنچا تو کافی رات ہو چکی تھی۔ یہ ایک سنسان سا علاقہ تھا۔ ساحل سمندر کے قریب۔ جہاں گھر ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔

وہ گاڑی گھر کے باہر کھڑا کر کے اندر گیا تھا۔ گیٹ کھلا تھا اسے کوئی مسٹی لہ نہیں ہوا تھا۔ اسے اپنی نہیں ماہی کی فکر ہو رہی تھی۔

وہ جیسے ہی لائچ کا دروازہ ٹھوں کر اندر داخل ہوا تھا ساکت رہ کیا تھا۔
سامنے کرسی پر ماہی بیٹھی تھی اور صوفے پر جورڈن جس کے ہاتھ میں پسٹل تھا اور اسکا رخ
حشام کی طرف تھا۔

"ویکم مائی سے برا در-- ویکم---"
جورڈن ڈھنائی می سے ہنسا تھا۔

حشام اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آج سے پہلے کبھی جورڈن سے نہیں ملا تھا وہ تو اسکا نام
تک نہیں جانتا تھا۔

"حشام آپکو یہاں نہیں آنا چاہیتے تھا۔۔ آپ جائیں یہاں سے--"
ماہی اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی وہ بری طرح سے رو دی تھی۔

"یقیناً تم مجھے نہیں جانتے ہو گے لیکن میں اچھے سے جانتا ہوں تمیں حشام جبیل--
لیکن کوئی می بات نہیں آج تم مرنے سے پہلے سب جان جاؤ گے--"
جورڈن کی آنکھوں میں گھری سفاکی تھی۔

"آؤ بیٹھو۔۔"

جورڈن کے اشارے پر حشام صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔
وہ حاننا ہاتھا کہ جورڈن اس سے نفرت کھوں کرتا تھا۔۔ اسکی وہ کہا تھی۔

"میں ہوں جورڈن بجیل-- ضیاء بجیل کا بیٹا-- بد سمتی سے تمہارا سوتیلہ بھائی ہی--"

حشام کو لگا تھا جیسے گھر کی عمارت اسکے اوپر گر گئی ہو-- وہ حیرت سے گنگ جورڈن کو دیکھ رہا تھا۔

"یقین نہیں تو اپنے باپ سے پوچھ لو-- سب پتا چل جائے گا--"

وہ مسکرا یا تھا-- زخمی مسکراہٹ

جورڈن نے اپنے پاس صوف پر رکھے بڑے سے ڈبے سے کچھ نکالا تھا اور پھر اسے حشام کی طرف پھینکا۔

"یہ دیکھو-- دیکھو سب--"

وہ مار تھا اور ضیاء کی تصویریں تھیں کچھ شادی سے پہلے کی کچھ بعد کی اور کچھ شادی کی--
حشام پھٹ پھٹ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

اسکے سر میں شدید درد تھا جسے وہ مشکل سے کنٹرول کیتے ہوئے تھا۔

"یہ دیکھو یہ نکاح نامہ-- کوٹ میرج کا--"

"جانتے ہو میری ماں مار تھا ساری عمر تمہارے باپ کی بے وفائی کی وجہ سے روئی رہی۔-- وہ
گھٹ گھٹ کر مر گئی ہے۔--"

میں نے باپ کے ہوئے ہوئیے تھیں لی زندگی کی کمزاری ہے--

مجھے انتہا کی نفرت ہے تم سب سے-- تمہارے خاندان سے--

جب وہ محبت نجھا نہیں سکتا تھا تو کیوں میری ماں کو برباد کیا۔ آخر کیوں--؟؟"

وہ چلایا تھا۔ جورڈن کی آنکھوں میں نبی جبکہ لجھے میں اذیت تھی۔ اسکے چلانے سے ماہی ڈر گئی می تھی۔

جبکہ حشام تو زلزوں کی زد میں تھا۔ اسے آج پتا چلا تھا اسکا باپ اسکی بی جان کو کیوں نظر انداز کرتا تھا۔

جتنی اذیت اس وقت جورڈن کے اندر پھیلی تھی اتنی ہی حشام کی رگوں میں بھی اتری تھی۔ اس نے اپنے بابا سائیں کی زندگی کا یہ رخ تو کبھی دیکھا نہیں تھا۔

"تمہارے باپ نے مجھ سے میری سب سے قیمتی چیز پھینی ہے۔ میرا واحد سہارا میری ماں-- اور آج میں تمہیں مار کر اپنا بدله لوں گا ضیاء جبیل سے--

بہت پیار کرتا ہے نا وہ تم سے۔ آج میں اس سے اسکی قیمتی چیز پھینیوں گا۔" وہ لے رحم ہوا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ تم ایسا نہیں کرو گے جورڈن۔۔"

ماہی چلائی می تھی۔

"بہت پیار کرتے ہو تم دونوں ایک دوسرے سے ہے نا--؟؟"

جورڈن نے ماہی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا۔

حشام نے ماہی کو دیکھا تھا اور پھر نظریں چراگیا تھا۔

"موت جس انسان کا انتظار کر رہی ہو تم اسے کیا مارو گے جورڈن--"

حشام بولا تو اسکے لمحے میں صدیوں کی تھکن تھی۔ جورڈن نے پونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اور میں ماہی سے محبت نہیں کرتا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے-- اسے جانے دو اسکا کوئی ہی قصور نہیں۔ میرا خاندان تمہارا گنگہار ہے ماہی کا نہیں--"

"تمہیں کیا لگتا ہے تم کبو گے اور میں مان لوں گا--"

جورڈن نے قہقہہ لگایا تھا۔

"بہت بار تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھا ہے-- تم ماہی کے گھر بھی آتے جاتے رہے ہو-- مجھے لے قوف سمجھا ہے--"

"غصہ انسان سے اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے-- اگر تم غور کرتے تو جان لیتے--"

"میں یہاں کم دنوں لی بلواس ہرگز میں سننے والا-- کم تو مرد کے حشام جبیل-- کم مرد کے تب ہی مجھے سکون ملے گا۔"

اس نے پسٹل کارخ حشام کی طرف کیا تھا۔

"نمیں تم ایسا نہیں کرسکتے--"

ماہی حشام کی طرف لپکی تھی۔

جوڑن نے ٹریکر پر انگلی رکھی تھی۔

"نمیں جوڑن تم ایسا نہیں کرو گے--"

ماہی رو دی تھی۔ وہ حشام کے آگے کھڑی تھی۔

ماہی کو حشام کیلیئے ترپتا دیکھ کر ایک بار پھر جوڑن کے اندر اذیت پھیلی تھی۔

"موت تو برق ہے ماہی-- اگر اسی طرح لکھی ہے تو اسی طرح سی--"

حشام نے ماہی کا بازو پکڑ کر اسے سائی یڈ پر کیا تھا اور خود چلتا جوڑن کے سامنے آیا تھا۔

"اگر میری موت سے میرے باپ کا گناہ-- جو کہ انہوں نے مجبوری میں کیا مٹ جائیے گا-- اور تمہاری تکلیف کم ہو جائیے گی-- مارتھا مان کی روح کو سکول مل جائیے گا تو ماردو مجھے--!!

حشام کا لمحہ حتمہ تھا۔

جورڈن نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ حشام نے اسلی ماں کو ماں کہا تھا۔۔

وہ رشتؤں کو خود سے بڑھ کر عزت دینے والا شخص تھا۔

ایک پل کیلئے جورڈن کا دل بدلا تھا دوسرے ہی پل اس نے پسٹل کو حشام کی پیشانی پر رکھا تھا۔

"نمیں جورڈن۔۔ پلیز معاف کر دو۔۔ حشام کو کچھ مت کہنا۔۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑنی ہوں ۔۔"

ماہی اسکے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"تممیں اللہ کا واسطہ ہے ہمیں جانے دو۔۔ حشام کو کچھ مت کو۔۔

حشام میری زندگی ہے۔۔ تم کو تو میں تمہارے پاؤں پکڑ لیتی ہوں ۔۔!!
وہ روئیے ہوئیے اسکے پاؤں کی طرف جھکلی تھی۔

اور کوئی می اپنی محبت کیلئے یوں نہ رویا ہوگا ۔۔

جورڈن اسے اپنے پاؤں کی طرف جھکتا دیکھ کر ترپ کر پیچھے ہوا تھا۔

اسے روئی ہوئی می ماہی میں مار تھا نظر آرہی تھی۔

وہ جب بھی اپنے باپ کو مارنے کی بات کرتا تھا مار تھا ایسے ہی روئی تھی۔

وہ اسے بیتی تھی کہ نفترت سے پچھہ حاصل نہیں ہوتا۔۔

محبت کرنا سیکھو۔۔ لیکن سارے رشتؤں کے ہوتے ہوئے بھی اسے محبت نہیں ملی تھی۔

جتنی محبت ماہی حشام سے کرتی تھی اتنی ہی مارتھا ضیاء سے کرتی تھی۔

"ماہی تم روؤ ملت۔۔ یہاں سے تمہیں محفوظ تمہارے گھر پہنچانا میری ذمہداری ہے۔۔"

حشام نے پہلی بار اسے تم کہہ کر بلا یا تھا۔

"مجھے امید ہے کہ مجھے مارنے کے بعد تم ماہی کو سی سلامت اسکے گھر پہنچاؤ گے۔۔!!"

حشام کے الفاظ پر ماہی تڑپ اٹھی تھی۔

"نمیں جورڈن پلیز جانے دو ہمیں۔۔ تمہیں تمہاری ماں کا واسطہ ہے۔۔!!"

اور جورڈن کے ہاتھ سے پسٹل چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔۔

وہ حشام کو مار کر ایک اور مارتھا کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ کبھی اپنی زندگی میں کمزور نہیں پڑا۔

مارتھا کے سامنے کمزور پہنچتا تھا اپنی ماں کے سامنے۔۔۔

اور آج پہلی بار وہ کسی اور عورت کے سامنے کمزور پڑا تھا۔۔ ماہی کے سامنے۔۔ اسکے آنسو ماہی

کو تکلیف دے رہے تھے۔۔ اس نے تو ماہی کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

"جاو یہاں سے--"

وہ صوفے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"تمہیں یہاں آکیلے نہیں رہنا چاہیئے جور ڈن-- تمہیں بابا سائیں سے ملنا چاہیئے--"

حشام نے کہا تھا۔

"میں نے کہا جاؤ یہاں سے--"

وہ چلایا تھا۔

"چلیں حشام--"

ماہی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اس گھر سے نکل آئیے تھے۔

سارے راستے وہ گاڑی میں روئی آئی تھی۔ حشام اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے ماہی کو چپ کروائیے--

بیشک آج اسے بھی بہت بڑا جھٹکا لگا تھا اسکا اپنا دماغ سن ہو کر رہ گیا تھا لیکن ماہی--

"ماہیں پلیز چپ ہو جائیں میں مت روئیں-- میں آپ سے معافی مانگتا ہوں میری وجہ سے سب ہوا--"

ماہی کو اسکا ماہین کہنا بہت اچھا لکھتا تھا۔۔ کوئی می اور موقع ہوتا تو یقیناً وہ بہت خوش ہوئی لیں اس وقت وہ لوگ موت کے منہ سے آئیے تھے۔

"اگر آپکو کچھ ہو جاتا تو میں مر جاتی حشام۔۔ میں تھک گئی می ہوں خود سے لڑتے لڑتے۔۔ مجھ میں مزید ہمت نہیں ہے۔۔!! وہ رودی تھی۔

حشام کو بہت افسوس ہوا تھا۔ وہ نازک سی ماہی کیلیتے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسکے گھر والے ماہی کیلیتے کبھی نا مانتے اور اگر مان بھی جاتے تو اسکا حال مار تھا جیسا ہوتا۔۔ اور وہ ماہی کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ خاص کر اب جب بی جان نے اسکا رشتہ سارہ سے پکا کر دیا تھا۔

وہ بہت بڑی طرح سے پھنسا ہوا تھا۔

حشام نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی مدد سے اپنے سر کو سہلا کیا تھا۔

"ایسا کچھ ہوا تو نہیں نا۔۔ پلیز آپ رونا بند کریں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔!!" حشام نے مشکل سے کہا تھا۔

ماہی نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ اور پھر رونا بند کر دیا تھا۔ گاڑی میں اب خاموشی چھا گئی تھی۔

"جسے اچھا لگا جان کر کہ میرا ایک بھائی می بھی ہے۔۔ کاش وہ بھی مجھے فبول کر لے۔۔" حشام نے پہلی بار ماہی کے سامنے اپنے دل کی کوئی می بات کی تھی۔

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں حشام۔۔ کیوں۔۔؟؟" ماہی کو ایک بار پھر سے رونا آیا تھا۔

"دنیا کا ہر انسان اچھا ہوتا ہے ماہیں۔۔ بس فرق یہ کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں ہمیں اسکے علاوہ کسی اور کی اچھائی می نہیں نظر آتی۔۔" وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی۔

"کہاں تھی تم ہم کب سے پریشان ہو رہے ہیں۔۔؟؟" جیسے ہی ماہی گھر میں داخل ہوئی می تھی ایلا اس پر بگڑی تھی۔ لاونچ میں حلیمه بی، لوسی ماں، ایلا اور حانم پریشانی سے اسکے انتظار کر رہی تھیں۔

"میں حشام کے ساتھ تھی۔۔"

ماہی نے نظریں چراتے ہوئیے کہا تھا۔ رونے کے باعث اسکی آنکھیں سو جن کا شکار ہو گئی می تھیں وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو پتا چلا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیں بتا دینا چاہیئے تھا نا۔۔ ہم سب اتنا پریشان ہوں گئے تھے۔۔۔"
حانم نے فکر مندی سے کہا تھا۔

"موبائل کی بیڑی ختم ہو گئی تھی اس لیئے موبائل بند تھا۔ مجھے نیند آئی می ہے میں سونے
جارہی ہوں۔۔"

ماہی سپاٹ لجھے میں کھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ وہ سب اسے حیرت
سے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

"شکر ہے ماہی بچہ ٹھیک ہے۔۔ سب اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔۔ رات بہت ہو گیا
ہے۔۔"

لوسی ماں کے کھنے پر ایلا اور حانم اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

#18 January

آج کی صبح پیرس کی سب سے حسین ترین صبح تھی۔۔ خاص طور پر حانم کیلئے آج وہ اپنے
روحان سے ملنے والی تھی۔ آج انکی شادی کی پہلی اینیورسٹی تھی
وہ صبح چھ ساتھ بجے کی فلاٹیٹ سے پیرس پہنچنے والا تھا۔ اور حانم اسکا استقبال کرنے والی
تمہ

اس نے ایک خوبصورت سی جگہ پر جہاں لوگوں کا ہجوم لم ہوتا تھا روحان کا ویسٹم کرنا تھا۔۔
 سفید برف سے بچھی قالین پر۔۔ گول میز کے گرد دو خوبصورت کرنسیاں رکھے۔۔
 برف کے قالین پر سرخ گلاب بچھائیے اس نے اس جگہ کو طسماتی بنادیا تھا۔
 وہ خود بھی سرخ و سفید رنگ کی میکسی پہنے ہوئیے تھی۔۔
 سفید رنگ کا اونی کوٹ جس سے اسکا نازک وجود چھپا ہوا تھا۔ وہ ایک گڑیا لگ رہی تھی۔۔
 سر پر خوبصورتی سے حجاب کیا گیا تھا۔۔
 اسے حسین اسکی خوبصورتی اور مسکراہٹ بنارہی تھی۔۔
 وہ آج خوش تھی۔۔ انتہا کی خوش۔۔
 اسے ہر چیز مسکراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

اسکے سامنے میز پر چائیے اور ناشستہ کا سامان رکھا تھا۔۔ روحان نے سیدھا ایڈی رپورٹ یہاں آنا تھا۔۔ وہ دونوں ناشستہ ایک ساتھ کرنے والے تھے۔۔

احساس محبت کا میری #ذات پہ رکھ دو
 تم ایسا کرو ہاتھ میرے ہاتھ پہ رکھ دو

معلوم ہے، دھڑکن کا تقاضا بھی ہے لیکن
 یہ بات کسی خاص #ملاقات پہ رکھ دو

یوں پیار سے ملنا بھی مناسب مہین لکتا
یہ خواب کا قصہ ہے اسے #رات پہ رکھ دو

اظہار ضروری ہے تو پھر کہہ دو زبان سے
یہ دل کی کہانی ہے روایات پہ رکھ دو

یہ پیار کی خوبیوں میں نیا رنگ بھرے گا
اک پھول اٹھا کر میرے #جنبات پہ رکھ دو

ہر وقت تمہارے ہی تصور میں رہوں میں
#جادو سا کوئی میرے خیالات پہ رکھ دو

اک میں کہ میرے شہر میں #بازش نہیں ہوتی
اک تم کہ ملاقات کو #برسات پہ رکھ دو

مانوں گی سحرتب ہی کہ جب بات بنے گی
اس بار میری جیت میری مات میں رکھ دو !!

اس نے خوبصورت الفاظ کو میز پر رکھی خوبصورت سی نوٹ پیڈ پر لکھا تھا جس پر اس نے آج کا
دن تاریخ اور وقت لکھا تھا--

یہاں میں پر اسے لول نظر آرہے تھے جو یقیناً سل تھے اور ناشتے لی غرض سے آئیے تھے۔

یہ ایک اوپن ریஸٹورینٹ تھا۔ جسے آئی س ریسٹورینٹ کا نام دیا گیا تھا۔ وجہ یہاں کی سفیدی تھی۔۔۔

ایک تو طرف پر بنا تھا۔ اور دوسرا یہاں ہر چیز کر سٹل کے برتوں میں پیش کی جاتی تھی۔

حanim نے اپنا میز سب الگ اور دور بک کروایا تھا۔

حanim نے موبائل میں وقت دیکھا تھا۔ آٹھ بج چکے تھے۔۔۔ وہ پہنچنے والا تھا۔ حanim نے اپنے دل کو بہت تیزی سے دھڑکتے پایا تھا۔۔۔

”ھلڈ مارنگ مسز حanim روحان ____ !!“

وہی سحر انگیز آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

حanim کو اپنا سانس اٹلتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور پلٹ کر دیکھا تھا۔۔۔
یقیناً وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

لیکن جیسے ہی حanim کی نظر روحان کے چہرے پر پڑی تھی۔۔۔ اس اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔۔

اس نے خود کو پیرس کی برف میں دفن ہوتا محسوس کیا تھا۔

"مکہ مارنگ مسز حانم روحان____!"

وہی سحر انگیز آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

حانم کو اپنا سانس اٹلتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور پلٹ کر دیکھا تھا۔۔۔
یقیناً وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

لیکن جیسے ہی حانم کی نظر روحان کے چہرے پر پڑی تھی۔۔۔ اس اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔۔

اس نے خود کو پیرس کی برف میں دفن ہوتا محسوس کیا تھا۔

"میری دعا ہے کہ جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھا جائے گا ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو____!"

اس نے کتنی شدت سے دعا کی تھی اور آج چھ سال بعد وہ شخص اسکے سامنے کھڑا تھا۔
زندہ، سی سلامت۔۔۔ جسے اس نے پانچ سال پہلے مرا ہوا تصور کر لیا تھا۔

حانم کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"میں روحان حیدر____!"

"نمیں--"

حاجم کے چہرے پر بے یقینی سی پھسلی تھی۔

"حاجم میری بات سنو--"

وہ شاید اسکی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ وہ ایک قدم اور اسکی بڑھا تھا۔

"اتنا بڑا دھوکہ--"

حاجم چلانا چاہتی تھی لیکن آواز جیسے دم توڑ گئی تھی۔

وہ الٹے قدموں برف پر چل رہی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں ہو سکتا۔۔"

وہ بڑبرڑا رہی تھی۔ اور پھر وہ پلٹی۔۔ اس نے وہاں سے بھاگ جانے میں عافیت جانی تھی۔ وہ اس شخص سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔

وہ بھاگ رہی تھی، فاصلہ بڑھ رہا تھا۔۔ سفید برف پر اسکے جو توں کے نشان واضح تھے۔

کچھ دیر بعد روحان کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ وہ جانتا تھا حاجم کاری ایکشن کچھ ایسا ہی ہو گا۔۔

جیسے ہی وہ ہوش کی دنیا میں لوٹا حاجم کے پیچھے بھاگا تھا۔

"حاجم رک جاؤ میری بات سنو۔۔ پلیز رک جاؤ۔۔"

حاکم اب شہر میں داخل ہوئی تھی۔ وہ انہوں نے طرح بھال رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو سن پایا تھا۔

اور اسی پاگلوں والی حالت میں وہ دائیں طرف سے آتی ایک تیز رفتار سائی یکل سے ٹکرا گئی تھی اور جسے ایک سترہ سال کا لڑکا چلا رہا تھا۔
وہ نیچے گری تھی۔۔۔

حanim نے اپنے دماغ کو گھومتا پایا تھا اور پھر اسکی آنکھوں کے سامنے اندر ہیرا چھا گیا تھا۔

اور ایسا ہی اندر ہیرا روحان کو اپنی زندگی میں چھاتا محسوس ہوا تھا جب اس نے حanim کو سڑک پر گرے پایا تھا اور اسکی پیشانی سے خون نکل رہا تھا۔

"حanim—"

وہ پوری قوت سے چلایا تھا اور پھر تڑپ کر اسکی طرف بڑھا تھا۔

کبھی کبھی انجانے کی گئی غلطیاں انسان کی زندگی کا ناسور بن جاتی ہیں جنہیں نہ کبھی بھلایا جاتا ہے اور نہ انکی معافی دی جاتی ہے۔

پچھے ایسا ہی اسلے ساتھ بھی ہوئے جا رہا تھا۔ وہ ہاسپٹل کے بیڈ پر سیم دراز اپنی اس کائی نات کو دیکھ رہا تھا جسکے لیتے وہ سالوں ترپا تھا۔

کوئی ہی اسکی ترپ سے واقف نہیں تھا۔۔۔ اس نے بھی اندر ہیروں کی زندگی گزاری تھی۔۔۔

حانم کی پیشانی پر چوت لگنے کے باعث گرازخم ہو گیا تھا جس سے خون نکلا تھا۔ اور کسی گمرے صدمے کی وجہ سے وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔

وہ ہاسپٹل میں کمرے کے باہر رکھے انتظار گاہ میں رکھے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ سب اسکی غلطی تھی۔۔۔ اسے محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

وہ سید روحان بن حیدر جبیل جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف اٹھائی تھی، وہ آرجے تھا۔

آرجے سے روحان جبیل کا سفر اس رات شروع ہوا تھا جس رات اسکا ایکسٹرینٹ ہوا تھا۔۔۔ اور سب نے اسے مرا ہوا سمجھ لیا تھا۔

"ماما۔۔۔ کہاں ہیں آپ۔۔۔"

وہ تیز روشنی میں سرگنگ کے اندر بھاگ رہا تھا۔

سرنک کے دوسرے کنارے پر اسے اپنی ماں نظر آئی تھی۔ سیدہ عائی شہ جبیل--
وہ ترڑپ کر اپنی ماں کی طرف بڑھا تھا۔

"روحان بیٹا۔۔۔ آگئی سے تم--" "عائی شہ جبیل اسے دیکھ کر مسکراتی تھیں۔

اسکی ماں اور اسکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا کہ روحان ایک ان دیکھی دیوار سے ٹکرایا تھا جو
ان راستے میں ان دونوں کے درمیان حائل تھی۔

"ماما۔۔۔ مجھے آپکے پاس آنا ہے--" وہ رو رہا تھا۔۔۔ وہ شیشے کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے اس پار اسے اپنی ماں مسکراتی نظر آرہی تھی۔
"واپس چلے جاؤ روحان تمہارا وقت نہیں ہوا مجھ سے ملنے کا--" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"نہیں ماما۔۔۔ مجھے آپکے پاس آنا پے مجھ سے کوئی می پیار نہیں کرتا۔" وہ دس سال کا بچہ رو رہا تھا۔

"جاؤ روحان واپس جاؤ۔۔۔ یہ جگہ تمہارے لیئے نہیں بنی۔۔۔ جاؤ تمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے،
تم تو میرے پیارے روحان ہو۔۔۔ میرے پیارے بیٹے۔۔۔ جاؤ اب۔"۔۔۔

اچانک سرنگ میں اندھیرہ پھیلنا شروع ہوا تھا۔ روشنی دھیرے دھیرے ستم ہو رہی تھی۔۔۔
اسکلی ماں کی شبیہہ دھنلی ہوتی جا رہی تھی۔

"ماما۔۔۔ مت جائیں۔۔۔"

وہ زور زور سے چلا رہا تھا۔

اسے مدھم سی روشنی میں آخری بار اپنی ماں مسکراتی نظر آئی تھی اور پھر ہر طرف اندھیرہ چھا گیا تھا۔

جسم میں اٹھتی تکلیف کے باعث آرہے کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرے پایا تھا۔ اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔

یہ معجزہ تھا یا کچھ اور۔۔۔ جس وقت ٹرک نے اسکی گاڑی کو اڑایا تھا۔ وہ اس سے نکل گیا تھا۔۔۔ ٹرک کی اپنی لائی ٹس بند تھی۔ اندر بیٹھے لوگ اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ اور سڑک کے بائیں طرف بنے اس جنگل میں گرا تھا جو نیچے (گمراہی) پر تھا۔

وہ مشکل سے کمراہتا ہوا زمین سے اٹھا تھا۔ رات ہونے کی وجہ سے اسے ہر چیز دھنلی نظر آ رہی تھی۔

آرہے نے ایسی آنکھوں کو مسل کر دیکھا تھا۔ اسے کچھ فاصلے مر او نجائبی مر سڑک نظر آئی تھی۔

ھی۔

وہ لنگر ڈاتا ہوا چل رہا تھا۔۔ شاید اسکے پاؤ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔

وہ جتنی زور سے سرک پر اور پھر نیچے گرا تھا یقیناً جسم کی بہت سی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہونگی۔

اسے اپنی گردن پر گھرہ سیال مائیع بہتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خون تھا جو اسکے سر سے نکل رہا تھا۔

وہ مشکل سے سرک تک آیا تھا اور اپنی جلتی ہوئی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ آرجے کو اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندر ہیرہ چھاتا محسوس ہو رہا تھا اور پھر وہ سرک پر ڈھنے لگا تھا۔

گاڑی میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔ گاڑی اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"لگتا ہے بچوں کو نیند نہیں آئی ہی آج۔۔"

ڈاکٹر باسط احمد نے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی اپنی بیوی سے کہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب آگے دیکھیں۔۔"

— امیر کے دعوے تھے —

ڈاکٹر باسط نے گاڑی کو بیک لگایا تھا اس میں سرٹ کے درمیان کوئی بھی انسان پڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔ اور پھر آر جے کی طرف بڑھے تھے۔ موبائل کی روشنی میں انہوں نے آر جے کو دیکھا تھا جو بہت ہی زخمی حالت میں تھا۔ جیسے ہی روشنی آر جے کے چہرے پر پڑی تھی۔ ڈاکٹر باسط کی بیوی مقدس اچھلی تھی۔ اسے کرنٹ لگا تھا۔

وہ شخص اسکا محسن تھا جو موت و حیات کی کشتمکش میں پڑا تھا۔

"یہ زندہ ہے-- ہمیں کچھ کرنا چاہیئے--"

ڈاکٹر باسط بولے تھے۔

"یہ میرے محسن ہیں باسط صاحب-- ہمیں ہر حال میں انہیں بچانا چاہیئے--" اور پھر وہ دونوں میاں بیوی اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے گئیے تھے۔ بنایہ جانے کے وہ کون تھا۔؟؟ کہاں سے تھا۔؟؟

ڈاکٹر باسط احمد شر کی ایک معزز شخصیت تھے وہ نا صرف پاکستان کی بلکہ باہر کی دنیا میں بھی

سکالر تھے۔ دنیا بھر کے مسلمان ان سے واقف تھے۔

عمر پچھن سے ساٹھ سال تھی۔ کسی زمانے میں لندن ڈاکٹریت کی ڈگری لینے گئی رہ تھے دل ایسا پلٹا کہ اسلامی دنیا میں ایک بڑا نام کمالیا۔

انکی بیوی مقدس ایک بتیس سالہ عورت تھی جن سے انہوں نے دوسری شادی کی تھی۔

اس رات وہ آرجے کو اٹھا کر اپنے ہا سپیل لائی رہ تھے جس کا نام النور تھا۔

آرجے کی حالت بہت خراب تھی۔ اسکے بچنے کی امید بہت کم تھی۔ پھر بھی ڈاکٹر ز نے اپنی کوشش جاری رکھی۔

اسکے سر پر گھری چوٹ لگی تھی۔ تین دن بعد آرجے کو ہوش آیا تھا۔ اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی رکھیں۔

اسے محسوس ہوا تھا کمرے میں اندھیرا تھا۔

اسے ہوش میں آتا دیکھ کر نرس ڈاکٹر کو بلا نے بھاگی تھی۔

وہ شاید موبائل پر کوئی می خبر سن رہی تھی جسے وہ ہر ہر بڑا ہست میں اس کمرے میں چھوڑ گئی رکھی۔

موبائل پر لینڈر سی کے مرلنے کی خبر دے رہا تھا۔

ملک کا مشہور اور سب کے دلوں میں دھڑکنے والا سنگر آر جے ایک حادثے میں جاں بحق ہو چکا تھا۔

آر جے کو اپنا سائنس اٹکتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ زندہ تھا۔ کیا کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

"میں زندہ ہوں ---"

وہ چلایا تھا۔

"یہاں اتنا اندر ہیرا کیوں ہے--؟؟؟"

وہ چیخ رہا تھا۔ اسے اپنے جسم کے ہر جوڑ سے درد کی ایک لہاظتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کہاں تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔

"یہاں اندر ہیرہ کیوں ہے-- کوئی ہی ہے یہاں--؟؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے ارد گرد چیزوں کو ہاتھ سے ٹوٹ رہا تھا۔ ہاتھ پر لگی ڈپ سے وہ جان چکا تھا کہ وہ ہاسپٹل میں تھا۔ لیکن اسکے کمرے میں اتنا اندر ہیرا کیوں تھا۔

ڈاکٹر باسط اسکے کمرے میں دروازے میں ابھرے تھے۔ وہ حیرت سے پلیوں میں جکڑے آر جے کو دیکھ رہے تھے۔ جسکے سر اور منہ پر بھی پلیاں لگی تھیں۔

لمرے میں بہت تیز نہ سی لیں اپھی خاصی روشنی ہی۔ پھر اسے لیوں انڈھیرا محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ڈاکٹر مریض کے سر پر پچھے کی جانب چوت کے لگنے کے باعث شاید وہ اپنی بینائی می کھو چکے ہیں--!!
ایک دوسرے ڈاکٹر نے ڈاکٹر باسط سے کہا تھا۔ جو افسوس سے سر ہلا کر رہ گئی تھے۔

جب آرجے کو ڈاکٹروں نے بتایا تھا کہ وہ اپنی بینائی می کھو چکا ہے تو اسے یقین نہیں آیا تھا۔
وہ پاگلوں کی طرح ہزیانی انداز میں چلایا تھا۔

وہ تو سکینگ آئی یز رکھتا تھا۔ ایسے کیسے وہ انداہا ہو سکتا تھا۔

جب وہ اپنی اس محرومی پر چلاتا تھا تو اسے دماغ سے درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہوتی تھیں۔۔
تمھوڑا سا اٹھ کر ہلنے کی کوشش کرتا تھا تو جسم لرز جاتا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں انداہا نہیں ہو سکتا۔۔"

وہ چلاتے چلاتے رونے لگ جاتا تھا۔

وہ آرجے جو لاکھوں دلوں کی دھڑکن تھا۔ وہ ہاسپٹ میں گم نام پڑا تھا کسی کو اسکی خبر تک
نہیں تھی۔

آرچے کو اپنا دل پھٹتا حسوس ہوتا تھا۔ جا لے لتنے دن ہولئی سے تھے وہ اپنے چاروں طرف
اندھیرا دیکھ رہا تھا۔

اور اندھیروں میں جینا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے-- بہت زیادہ

سیدوں کی حوالی میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ حشام پاکستان آگیا تھا۔
آرچے کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر پولیس والوں کو اسکا موبائل اور والٹ ملا تھا جس سے اسکی
گاڑی کی شناخت ہوئی تھی۔
پولیس والوں کو اسکی بادی نہیں ملی تھی۔ انکے مطابق اسے جلا دیا گیا تھا گاڑی کے ساتھ
ہی--

حشام تو پاگل ہونے کو ہو گیا تھا۔

"آرچے نہیں مر سکتا۔ ضرور اسے کسی نے کڈنیپ کیا ہے-- وہ جان بوجھ کر گاڑی جلا
گئی سے ہیں--- وہ نہیں مر سکتا۔ مجھے میرا بھائی چاہیئے۔ میں نہیں چھوڑوں گا کسی
کو--"

اس نے زندگی میں پہلی بار اپنا ٹیپر لوز کیا تھا۔ پولیس چھان بین میں لگی ہوئی تھی لیکن
کہیں سے بھی اسکی خبر نہیں آئی تھی۔

سنسان علاقہ تھا وہ۔۔ آس پاس جو علاقے تھے وہاں پتا کیا تھا لیکن میں سے بھی اسلی خبر نہیں ملی تھی۔

جب کمی کو پتا چلا تھا وہ بھی بہت رویا تھا۔۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ لیکن حشام کو یقین تھا آجے مر نہیں سکتا تھا۔۔

ڈاکٹر باسط احمد کی بیوی مقدس آرجے کو ملنے ہا سپیل آئی تھی لیکن اسکی پاگلوں جیسی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔

کمرے کے باہر کھڑے ہو کر وہ اسے کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ جو بے سود بستر پر پڑا تھا۔

اسکے جسم کی کافی ہڈیاں ٹوٹی تھیں جو رفتہ رفتہ ٹھیک ہو رہی تھیں۔

اسے ایک مہینہ ہو گیا تھا اس ہا سپیل میں آئیے ہوئے وہ ایک بس ایک ہی بات بار بار دھراتا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں انداھا نہیں ہو سکتا۔۔ تم لوگ مذاق کر رہے ہو میرے ساتھ۔۔"

وہ پاگلوں کی طرح چلاتا تھا۔ آہستہ آہستہ اسکے جسمانی زخم مندل ہو رہے تھے لیکن اس انداھہ کے نے اسکی روح میں زخم کرنے تھے۔ انداھہ اسکی روح میں پنج گاڑ کر بیٹھ جکا تھا۔

مسن مقدس باسط کم آلمیں لیئے اسے دیلھ رہی گی۔

اسے آج بھی وہ رات یاد تھی جب وہ پیٹ بھرنے کیلئے جسم فروشی کرتی تھی اور ایک ایسی ہی رات میں وہ ملکی اور آرچے سے ملی تھی۔

ملکی نے اسے گاڑی کے اندر بھایا تھا لیکن آرچے نے اسے پیسے دے کر باہر نکال دیا تھا۔

وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اس روز وہ بہت روئی می تھی اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بھوکی مر جائے گی لیکن یہ گناہ دوبارہ نہیں کرے گی۔

پھر اس نے کام کرنے کی بہت کوشش کی۔ لوگوں کے گھروں میں جاتی تو وہاں کے مرد اسے حواس بھری نظروں سے تکتے تھے۔

کتنے ہی گھروں سے وہ بنا پیسے لیئے کام چھوڑ آئی تھی کیونکہ وہ گناہوں کی دلدل میں مزید دھنسنا نہیں چاہتی تھی۔

اور ایک ایسے ہی دن وہ ڈاکٹر باسط احمد جو پاکستان میں مولانا کی حیثیت سے جانا چاہتا تھا اسکے جلسے میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر سے سوال کیا تھا کہ اس پر اور اسکے بچوں پر خودکشی حلال ہو سکتی ہے۔؟؟۔

ڈاکٹر باسط اسکی بات سن کر کانپ اٹھے تھے اور پھر اسکے زندگی کے حالات جان کر انہوں نے مقدس سے ناصرف شادی کی تھی بلکہ اسکے بچوں کو بھی اپنایا تھا

اور مقدس اسے اپنی خوش تھی مجھ رہی تھی زمیں حالت میں آر جے اہمیں ملا تھا۔ لیکن اسلی حالت دیکھ کر دل بہت دکھتا تھا

دو مہینے گزر چکے تھے۔ آر جے کے جسم کے گھاؤ کافی حد تک بھر چکے تھے۔ اب اسکے چلانے میں بھی کمی آگئی تھی۔

ڈاکٹر باسط نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ جیسے ہی جسمانی طور پر مکمل ٹھیک ہوگا اسکی آنکھوں کو آپریشن کیا جائیے گا۔ وہ مکمل ٹھیک ہو جائیے گا۔ لیکن وہ خاموش رہا تھا۔۔۔

اب خاموشی نے اس پر غلبہ پالیا تھا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ کائی نات کسی ایسی ذات کے ہاتھ میں ہے جب تک وہ نہ چاہے کوئی می کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔ اسکا دل روتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے لیکن وہ کس کو سناتا۔۔۔

جب اس سے اسکی فیملی کے متعلق پوچھا گیا تو وہ خاموش رہا تھا۔ اور اس نے کہہ دیا تھا کہ اسکا کوئی می نہیں تھا۔۔۔

اسے حیرت ہوتی تھی کوئی اسکی تلاش میں نہیں نکلا تھا۔۔۔

سب اسے بھول گئیے تھے۔۔۔ وہ جن سے بات کرنے کا وقت بھی نہیں ہوتا تھا آر جے

لیں شاید وہ مہیں جانتا تھا۔۔۔ یہ مکافات حمل تھا۔ اس نے حاصل کو اندر ہیروں کی زندگی میں دھکیل دیا تھا۔۔۔ اور پھر اس سے اسکی بینائی چھین لی گئی تھی، اس نے حانم کو سب سے دور کر دیا تھا اور آج وہ خود سب سے دور تھا۔۔۔

ڈاکٹر باسط اور مقدس اسے اپنے گھر لے آئیے تھے۔ آرچے کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ چکی تھی۔

اسے اس اندر ہیری زندگی میں ہر طرف خدا کی ذات محسوس ہوتی تھی۔
وہ آرچے کتنا بھاگا تھا لیکن وہ ایک عام سی لڑکی کو نہیں ڈھونڈ پایا تھا۔۔۔
وہ آرچے جسے اپنے وجود پر گھمنڈ تھا آج وہ تاریکیوں کی نظر تھا۔۔۔
وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

المقدس نے اسے سب بتا دیا تھا کہ وہ کون تھی۔ وہ آرچے کو اپنا منہ بولا بھائی مانتی تھی۔۔۔
سب جاننے کے بعد بھی اسکے ہونٹوں سے ایک لفظ نہیں نکلا تھا۔

اس اندر ہیرے کی زندگی سے تو موت اچھی تھی وہ محسوس کرتا تھا۔

ڈاکٹر باسط نے خاص اسکی دیکھ بھال کیلیئے ملازم رکھے تھے جو اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے تھے۔

ڈاکٹر باسط کے لہر میں زیادہ تر قرآن پاک لی تلاوت لی ہوئی ھی یا پھر انلے جلسوں لی ریکارڈ
ویڈیو جو مقدس بہت اشتیاق سے سنتی تھی۔

"انسان چاہے جتنے مرضی گناہ کر لے-- اسے اللہ نے آزاد چھوڑا ہوا ہے--- لیکن جب اللہ رسی
کھلینچتا ہے تو انسان تڑپ بھی نہیں پاتا۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو کلمہ گو مرتبے
ہیں--- جنہیں اللہ معافی کا موقع دیتا ہے--
آج بھی وقت ہے توبہ کرو۔۔۔ توبہ کرو۔۔۔ کہ جب میرا رب پکڑنے پر آتا ہے تو کچھ کام نہیں
آتا۔۔۔ بیشک میرے رب کی پکڑ بڑی زبردست ہے۔۔۔!!"

جب جب آرجے انکی باتیں انکے بیانات سنتا تھا اسے خدا کی ذات کا احساس ہوتا تھا۔۔۔ اسے
محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ نہیں تھا۔۔۔ اللہ ہی سب کچھ تھا ہے اور رہے گا۔۔۔
ڈاکٹر باسط کی آواز میں تاثیر تھی۔ وہ لوگوں کے دلوں کو پھیر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ شاید
اسی لیتے اللہ نے آرجے کی ذمہداری انہیں سونپی تھی۔

"میاں اب تو تم کافی حد تک ٹھیک ہو چکے ہو۔۔۔ چاہو تو بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھ سکتے
ہو۔۔۔"

اس رات ڈاکٹر باسط اسکے ماس تشریف لائیے تھے۔

اٹلی بات سن کر آرجے چونکا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کو میں دیکھا تھا۔۔۔ لیکن وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ شخص دیکھنے میں بھی بہت بار عجب ہو گا۔

نماز کا لفظ سن کر اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب نماز پر سوال اٹھانے پر اسے مولوی نے مارا تھا اور شیطان کہا تھا۔۔۔

اس روز وہ بچہ اپنی معصومیت کھو کر شیطان بن چکا تھا۔ جو اللہ کے وجود کا انکاری تھا۔
آج عرصے بعد اس سے کسی نے یہ سوال کیا تھا۔

”کیا ہوا خاموش کیوں ہو۔۔۔؟؟“
وہ پوچھ رہے تھے۔

”میں اللہ کی ذات کو نہیں مانتا۔۔۔“
آرجے کے لجے میں شکستگی تھی۔

”ملحد ہو۔۔۔؟؟“

وہ محبت سے پوچھ رہے تھے۔ آرجے انکے لجے پر حیران ہوا تھا۔ اسے لگا تھا جب ڈاکٹر باسط کو یہ پتا چلے گا کہ وہ ایک ملحد تھا تو وہ اسے گھر سے نکال کر باہر پھینک دے گا۔۔۔

"چلو اپھی بات ہے---"

وہ سن کر مسکرائی سے تھے۔

انکی بات سن کر آرجے کو جھٹکا لگا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔؟؟"

وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔۔۔ بلکہ مبارک ہو میاں تمہارے کہ تم ایک ملحد ہو۔۔۔ تم کافر یا مشرک نہیں ہو۔۔۔!"

آرجے اب بھی انکی بات نہیں سمجھا تھا۔ ایک مولانا ایک ملحد کو اسکے ملحد پر مبارکباد دے رہا تھا۔ وہ حیران نا ہوتا تو کیا کرتا۔

"کافر اور مشرک لوگ کلمے سے انکاری ہوتے ہیں۔۔۔ وہ ایک اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔۔۔ جبکہ مسلمان کلمہ گو ہوتے ہیں جبکہ ملحد انجانے میں کلمہ کے پہلے حصے پر خود ہی پورا اترتے۔۔۔ وہ خود ہی اعتراف کرتے ہیں۔۔۔

ڈاکٹر باسط کہہ رہے تھے جبکہ آرجے کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"ملحد کہتا ہے" There is No GOd کہ کوئی ہی خدا نہیں، اور کلمے کا پہلا حصہ بھی یہی سے کہ "لا الہ" یعنی نہیں کوئی ہی معنوں۔۔۔

میاں پہلے حصے لی گواہی کم خود دے رہے ہو۔۔ بس "الا اللہ" تک پہنچنا ہے "یعنی اللہ کے سوا۔۔"

وہ خوبصورتی سے بیان کر رہے تھے جبکہ آرجے تو انکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔

ملحد کہتا ہے "There is No GOD" کہ کوئی می خدا نہیں، اور کلمے کا پہلا حصہ بھی یہی ہے کہ "لا الہ" یعنی نہیں کوئی می معبد۔۔ میاں پہلے حصے کی گواہی تم خود دے رہے ہو۔۔ بس "الا اللہ" تک پہنچنا ہے "یعنی اللہ کے سوا۔۔"

وہ خوبصورتی سے بیان کر رہے تھے جبکہ آرجے تو انکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔

اسکے ملحد ہونے پر اسے دھنکارا گیا تھا۔۔ نفرت کی گئی می تھی۔۔ یہ کون تھا جو اس سے محبت کر رہا تھا۔۔

آج تک کسی نے اس سے اسکے ملحد ہونے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔۔ بس دھنکارا گیا تھا۔۔ آج کسی نے اسکے ملحد ہونے پر اسے مبارک کہا گیا تھا۔۔

"آپ کون ہیں ____ ؟؟"

"اللہ کا بندہ ہوں، جیسے کم اللہ کے بندے ہو۔"

انہوں نے نرمی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔۔ مجھ سے نہیں۔۔"

آرہے کے لمحے میں دکھ کی آمیزش تھی۔

"کس نے کہا وہ محبت نہیں کرتا تم سے---؟؟"۔

وہ اب یوچھ رہا تھا۔

"اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو مجھے اندریوں میں نہیں دھکپتا۔"

"وہ اگر تم محبت نا کرتا ہوتا تو تمہیں بنا کلمہ پڑھے، بنا توہہ کبیتے موت کے حوالے کر دیتا۔۔ اس نے تمہیں دوسری زندگی دی، تمہیں اپنا آپ بدلنے کا موقع دیا۔۔ اس سے زیادہ محبت کون کرتا ہے کسی سے۔۔؟؟ تم اسکے انکاری ہوں میاں! لیکن وہ رب ہے، وہ اپنے بندوں کو اچھے سے جانتا ہے۔۔ اس نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے۔۔ اور یقیناً انعام بہت بڑا رکھا ہو گا۔۔!!

کہتے ہیں نیک لوگ پھولوں کی طرح ہوتے ہیں جو بھی انکے قریب ہوتا ہے وہ اسے خوشبوؤں سے معطر کر دیتے ہیں۔۔۔

انسان کی صحبت سے اسکی پہچان ہوتی ہے۔ اس لیئے نیک لوگوں میں بنتھنے کا کہا گیا ہے، اور

آرجے دل بدل رہا تھا۔۔ ڈاکٹر صاحب کی اللہ سے محبت دیکھ کر اسے ابھی اس ذات سے محبت ہو رہی تھی۔۔

واقعی وہ رحیم تھا۔۔ اس نے آرجے کے جسم کا کوئی می حصہ مفلوج نہیں کیا تھا۔۔
وہ جسمانی طور پر مکمل تھا۔۔ بس اس سے بینائی می چھین کر آزما�ا گیا تھا۔۔۔۔۔۔

"اور کہتے ہیں جب کچھ نہیں نظر آتا تب اللہ نظر آتا ہے
اور آرجے کو ہر جگہ اللہ نظر آنے لگا تھا" _____ !!!

کہتے ہیں جب انسان کی خواہشات، اسکے ارادے اور اسکا بھرم ٹوٹتا ہے تو انسان اللہ کی پہچان کرتا ہے

چار مینے گزر گئی سے تھے۔۔

آرجے کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا۔ آج اسکی آنکھوں سے پٹی اتری تھی۔ اور اسکا دل کٹ کر رہ گیا تھا جب وہ کچھ دیکھ نہیں پایا تھا

اس نے اندھیرے کی زندگی میں روشنی کی شدید خواہش کی تھی، جانے کیا کیا سوچا تھا،
لیکن روشنی نہیں بلکہ ایک بار پھر اندھیرا ہی اسکا منتظر ٹھہرا تھا۔۔

غم اتنا بڑا تھا کہ ایک آنسو اسکی آنکھ سے ٹپکا اور گال پر پھسلتا چلا گیا تھا

"اللہ لی ذات سے مایوس ہمیں ہوتے، یقیناً اس میں بھی اللہ لی ہی کوئی بھتری ہوئی اس پر
بھروسہ رکھو وہ سب ٹھیک کرے گا" _____
ڈاکٹر باسط نے اسکا آنسو پوچھا تھا۔

"شاید میری تقدیر میں ہی اندر ہیرا لکھ دیا گیا ہے--!!"
آرجے بولا تو اسکی لمحے میں تڑپ واذیت تھی۔
وہ قسمت پر یقین نہ رکھنے والا شخص آج تقدیر کی بات کر رہا تھا _____
"جانتے ہوں میاں قسمت اور تقدیر کیا ہے---؟؟"
ڈاکٹر باسط پوچھ رہے تھے۔

"یہی کہ میں اپنی باقی زندگی اندر ہیروں میں گزاروں گا اور کبھی اپنے من پسند لوگوں کو نہیں دیکھ
پاؤں گا--!!!"
اس وقت حانم اسے شدت سے یاد آئی می تھی۔
اس نے خواہش کی تھی کہ جب اسکی پٹی اترے گی اور وہ دیکھ پائیے گا تو کاش اس وقت
حانم اسکے سامنے ہو اور وہ اسے دیکھے--
لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

"بالکل میں-- چلوآج میں ممیں قسمت کا حیل سناتا ہوں--"

ڈاکٹر باسط نے نرم لبھے میں کہا تھا۔

"جب اللہ کسی انسان کو دنیا میں بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب جانتا ہے کہ یہ انسان نیک ہو گا یا بد ہو گا--"

کچھ چیزیں انسان کی زندگی میں Fix ہوتی ہیں جیسے انسان کا پیدا ہونا اور اسکا صرنا وغیرہ جنہیں اللہ فکس لکھتا ہے اور جنہیں کوئی یہ نہیں بدل سکتا-- اور رہی بات باقی چیزوں کی تو سنو۔

اللہ تعالیٰ کے پاس "علم الغیب" ہے -- جانتے ہو علم الغیب کے کہتے ہیں ؟؟

اس چیز کا علم رکھنا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے--- ؟؟

قسمت یہ نہیں ہے کہ اللہ نے لکھا تھا اس لیتے تمہارا ایکسیڈیٹینٹ ہوا--

قسمت یہ نہیں کہ اللہ نے لکھا تھا کہ تم ایک ملحد بنو گے اس لیتے تم ملحد ہو

اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جس انسان کو وہ دنیا میں بھیج رہا ہے وہ دنیا میں جا کر کیا کرے گا-- چونکہ اللہ کو پہلے سے علم ہوتا کہ یہ انسان نیک بنے گا۔ اس لیتے اسے نیک لکھا جاتا ہے--

ناکہ قسمت ہے کہ اللہ نے اس انسان کو نیک لکھا اس لیتے وہ نیک بنا۔ ہرگز نہیں

اللہ پاں نے انسان کو Free Will دیا ہے، اسے سوچنے بھنے کی صلاحیت دی ہے، اور گناہ اور نیک اعمال کرنے کی صلاحیت دی ہے۔

چونکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ ایک انسان دو راستوں میں سے غلط راستہ چنے گا۔۔۔ وہ ایک طرح سے سکرین پر فلم کی طرح انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے جو وہ کرے گا سب دیکھ رہا ہوتا ہے۔۔۔

اور جو جو انسان کرتا ہے اللہ وہی لکھتا ہے

اگر ایک مجرم دو پائی لٹس جنوں نے نیا نیا جہاز اڑانا سیکھا ہو، ان میں سے ایک پائی لٹ کو کے کہ یہ بہت اچھا جہاز اڑائیے گا جبکہ دوسرے کو کہے کہ اسکا جہاز گر جائیے گا۔۔۔ اور جب واقعی وہ دونوں جہاز اڑائیں اور پہلے والا اچھی اڑان بھرے جبکہ دوسرے والے کا جہاز کریش ہو جائیے وہ مر جائیے تو کوئی می بھی اسکے جہاز کے کریش ہونے کا الزام مجرم پر نہیں لگا سکتا۔۔۔

مجرم نے صرف پیشین گوئی کی تھی کیونکہ اس نے دوسرے پائی لٹ کو دورانِ ٹریننگ جہاز پر کم توجہ دیتے دیکھا تھا۔

کوئی می یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجرم نے کہا تھا اس لیتے اسکا جہاز کریش ہوا۔۔۔ بالکل نہیں

ڈاکٹر باسط نے ایک گھر سانس لیا تھا۔ آرجے غور سے انہیں سن رہا تھا۔

" تو میاں اللہ کو پتا ہوتا کہ اس انسان نے دنیا میں جانے کے بعد توحید سے انکار کرنا ہے، تو اللہ اسے کافر لکھتا ہے--"

لیکن وہ اس انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دیتا ہے۔

جو لوگ کافر سے مسلمان ہوتے ہیں یہ بھی اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے اس لیئے اللہ لکھتا ہے کہ یہ ایک وقت پر مسلمان ہو گا۔۔۔ کیونکہ اللہ کو پتا ہوتا ہے کہ یہ انسان ایک وقت میں میری کھوج کرے گا اور پھر ایمان لے آئے گا۔۔۔ اس لیئے اللہ اسکی تقدیر میں مسلمان ہونا لکھتا ہے،

نہ یہ کہ اللہ نے اسکی تقدیر میں مسلمان ہونا لکھا اس لیئے وہ ہو گیا۔۔۔

اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس انسان پر کونسی مشکل آئی سے گی۔۔۔ اور پھر وہ انسان دعا مانگے گا۔۔۔ چونکہ اللہ کو پہلے سے پتا ہوتا ہے کہ یہ انسان دعا مانگے گا تو اللہ لکھ دیتا ہے کہ یہ ایک وقت پر مصیبت کے ٹل جانے کی دعا مانگے گا لاحاظہ اس انسان پر سے اس مصیبت کو ٹال دیا جائی سے گا۔۔۔

اسکو کہتے ہیں دعا سے تقدیر بدلتا۔۔۔

دراصل تقدیر بدلتی نہیں جاتی بلکہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے کہ ایک وقت پر انسان دعا کرے گا۔۔۔ جسکا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے اس لیئے اللہ وہ مصیبت ٹال دیتا ہے،

سب پچھ پہلے سے للھا جا چکا ہے--- لیکن اللہ نے سب پچھ پہلے سے دیکھنے کے بعد للھا ہے،
کیونکہ اللہ عالم الغیب رکھتا ہے

وہ ہر انسان کی فطرت کو اچھے سے جانتا ہے، وہ سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر چلنے والی سیاہ کیڑی
کی حرکت کو بھی پہچان لیتا ہے، تو کیا وہ دلوں کے راز سے واقف نہیں ہوگا _____ ؟؟
کیا وہ اپنے پیدا کردہ انسان کی فطرت سے لا علم رہ سکتا ہے--- ؟؟
نہیں ہرگز نہیں

یہ اب تمہارے ہاتھ میں میاں کہ تم اللہ کے وجود کا اقرار کرو گے یا انکار--- ؟ کیونکہ اس نے
تمہیں ہر طرح کی چھوٹ دے رکھی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت---
غور کرنے والی عقل

ان سب کے باوجود تم کیا اپناتے ہو یہ تمہارے ہاتھ میں اللہ نے تمہیں مجبور نہیں کیا

یہ بات میں نہیں جانتا لیکن اللہ جانتا ہے کہ تم اللہ کے وجود کا اب انکار کرو گے یا اقرار--- اور
اسی لحاظ نے اس نے تمہاری تقدیر میں تمہارے مسلمان یا ملحد ہونے کا لکھا رکھا ہے

اگر تم توبہ کرو گے تو یہ مت سمجھنا کہ اللہ نے لکھا کہ میں توبہ کروں گا تو اس لیتے بنا کچھ سوچے
سمجھے توبہ کر رہا ہوں

بلکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ تم توبہ کرو گے یا نہیں--- اگر کرو گے تو اس نے لکھا ہے کہ یہ

اور اکر میں کرو کے تو یہ بھی للھا اللہ نے کہ یہ انسان سوچنے جھنے کی صلاحیت کے باوجود توبہ
نمیں کرے گا

لوگ اپنی نا سمجھی کا بوجھ تقدیر پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں--
جبکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کرنا تھا یہ اللہ پہلے سے جانتا تھا اس لیتے اللہ پاک
نے ایسا لکھا

"تم پر اللہ کا خاص کرم ہے-- مجھے پتا ہے کہ تم ضرور اسکی ذات کے متعلق سوچو گے-- تم
حالات و واقعات کو سمجھو گے-- اور پھر اگر تمہارے ہدایت کی طلب ہوگی-- اور تم ہدایت
چاہتے ہو تو اپنے دل سے پوچھو-- اگر ایسا ہے
تو یقیناً اللہ لکھ چکا ہے کہ اس شخص کو ہدایت کی طلب ہوگی-- اور اسے ہدایت دی جائیے
گیا !!

ڈاکٹر باسط تو جاچکے تھے لیکن آرجے کو ایک نیا رخ دکھاگئیے تھے۔
گھرے اندر ہیرے میں اسے روشنی کی ایک کرن نظر آئی تھی۔

"کاش-- کاش آرجے نہ مرتا-- کتنا اچھا ہوتا کہ وہ زندہ رہتا۔ اور مرجان کیلیتے کام
کرتا !!

یہ رسمن اسٹوڈیو تھا جہاں مسٹر رسمن پچھلے چار میلیوں سے روزانہ ایک ہی بات دہراتے تھے۔ انہیں آرجے کی موت کا گمرا صدمہ پہنچا تھا۔ ابھی تو انہیں نے آرجے کی آواز میں وہ جادو محسوس کیا تھا جسکی انہیں تلاش تھی، اور اس سے پہلے کہ وہ اس جادو کو قید کر سکتے وہ شخص ہی مر گیا تھا۔

کتنے ہی لوگ تھے جو مسٹر رسمن کی طرح آرجے کی موت کا غم منارہ ہے تھے۔۔
جبکہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کہہ رہے تھے کہ
”ایسے لوگوں کو ایسی ہی بھیانک موت ملتی ہے، اور پھر ایسے گنگار، کافر لوگ ساری عمر جہنم میں سڑتے ہیں۔۔“

بنا اپنے اعمال کا جائی زہ لیتے ہر شخص اسکی ذات پر تبصرہ کر رہا تھا۔۔

اور ایک آرجے تھا جو اندرھیروں میں روشنی کو تلاش کر رہا تھا۔۔
بنا یہ جانے کہ لوگ اسکے متعلق کیسی کیسی باتیں بنارہے تھے۔۔
جانے لوگ اپنا تجذیب کیوں نہیں کرتے۔۔

جب دل تمہارا اپنا ہو
د ساتد سادھ اسک د

ور سربر سی سی ہر
 جب حد درجہ مصروف ہو تم
 وہ یاد اچانک آئے تو
 جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں
 تم پاس اسے ہی پاؤ تو
 پھر خود کو دھوکہ مت دینا
 اور اس سے جا کے کہ دینا
 اس دل کو محبت ہے
 تم سے _____
 اس دل کو محبت ہے
 تم سے !! _____

وہ آنکھیں بند کیتے صوفے سے ٹیک لگائیے بیٹھا تھا۔
 چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔۔ یقیناً تصور میں وہ کسی کو اپنے بہت قرب
 محسوس کر رہا تھا

”کیا سوچ رہے ہو روحان، کس کے خیالوں میں گم ہو۔۔۔؟؟“
 اچانک مقدس نے اسے پکارہ تھا۔ وہ کب سے اسکے سامنے بیٹھی اسے خیالوں میں مگن دیکھ رہی
 تھی۔

"اے مقدس آپ آپ کب آئیں۔۔؟"

آرچے کی کوئی بڑی بہن نہیں تھی۔ جب مقدس نے اسے اپنا منہ بولا بھائی کہا تھا۔ تب سے آرچے کے دل میں اسکے لیئے جگہ بڑھ گئی تھی۔ وہ اسے آپ کہتا تھا اور اسے یہ اب محسوس ہوا تھا کہ رشتے کتنے خوبصورت ہوتے ہیں۔۔

مذکور اسے بھائی کی بھائی کہتی تھی وہ اکثر اسکا دماغ خراب کر کے رکھتی تھی لیکن اب تو مہینے گزر گئے تھے کسی اپنے کی آواز سنے۔۔

اسے اب احساس ہوا تھا کہ اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں

اب کوئی فون کر کے اسے ڈالنے والا نہیں تھا، کوئی اسے گدھا کہنے والا نہیں تھا۔
ہمارا المیہ ہے جب تک ہم سے نعمتیں چھن نہیں جاتی ہمیں انکی قدر نہیں ہوتی۔۔

"تب آئی جب تم کسی کو محسوس کر کے مسکرا رہے تھے !!

مقدس نے شرارت سے کہا تھا۔

آرچے پھیکلی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

"دعا کریں میری بینائی لوث آئیے۔۔ بہت کچھ دیکھنے کی شدت سے خواہش پیدا ہو چکی
ہے۔۔ !!

وہ جانے کس جذبے کے تحت کہہ رہا تھا۔

" ان شاء اللہ سب تھیک ہو گا۔۔۔!"

مقدس نے پورے یقین سے کہا تھا۔

آرچے حیران ہوتا تھا وہ دونوں میاں بیوی نہ تو اس پر غصہ کرتے تھے اور نہ نفرت کرتے تھے۔۔۔

لبے لوس محبت کرتے تھے۔۔۔ اسے احساس ہو رہا تھا۔۔۔ خدا کی بنائی گئی کائی نات میں اچھائی اپنے پورے وجود کے ساتھ موجود تھی۔

آج صبح سے ہی موسم کافی خشکوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں یہ روح کو معطر کر رہی تھیں۔
گرمی کا موسم رخصت ہونے کو تھا۔

نو ستمبر کا دن تھا۔۔۔ آرچے کو اچھی طرح یاد تھا یہ حanim کا جنم دن تھا۔۔۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوش ہوئیے یا روئیے۔۔۔

آج ڈاکٹر باسط بھی گھر پر ہی تھے۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکال لائیے تھے۔ اب انکارخ لان کی طرف تھا۔

وہ آرچے کو کمرے میں بند رہنے سے منع کرتے تھے۔

"یہاں نیچے بیٹھو نرم گھاس پر۔۔ دیکھنا نیچے بیٹھنا کتنا سلوں دیتا ہے۔۔

انسان کو اپنی عاجز ہونے کا احساس ہوتا ہے۔۔!!

وہ لان میں رکھی کرسیوں کو چھوڑ کر صاف، ستری نرم و ملائیم گھاس پر بیٹھ چکے تھے۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔۔ آپ سے رشتہ کیا ہے میں نہیں جانتا۔۔ لیکن آپکو سننا اچھا لگتا ہے۔۔!!

شاید موسم کا اثر تھا یا خوبصورت دن کا۔۔ آرجہ خوشی سے کہہ رہا تھا۔

"چلو میاں آج اس خوبصورت موسم میں تمہیں سب سے خوبصورت کلمات سناتا ہوں۔۔ اپنی سب سے من پسند سورت۔۔ کیا سننا چاہو گے ترجمہ کے ساتھ میری پسندیدہ ترین آیات کو۔۔؟؟" کو

وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی ضرور۔۔"

آرجہ نے اثبات میں سر ہلاکا تھا
ڈاکٹر باسط حافظ قرآن تھے اور اس وقت باوضو تھے۔۔
انہوں نے خوبصورتی سے پڑھنا شروع کیا تھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہلیت رحم کرنے والا

ہے !!

آرچے کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا۔۔ اسے وہ محلے کی مسجد یاد آگئی تھی جس میں بچے زور زور سے سر ہلا کر پڑھتے نظر آرہے تھے۔۔
وہ خود بھی انہیں بچوں میں شامل تھا۔۔

"جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے انکے اعمال باطل کر دیئے۔۔"

سورہ محمد، آیت نمبر ۱

یہ سورہ محمد تھی۔۔ ڈاکٹر باسط کی پسندیدہ ترین سورت تھی۔۔

"جو لوگ ایمان لائیے نیک عمل کرتے رہے اور جو کتاب مُحَمَّدٌ ﷺ پر نازل ہوئی ہی اسے مانتے رہے جو کہ انکے رب کی طرف سے برحق ہے۔۔ انکے گناہ دور کر دیئیے گئے اور انکی حالت سنوار دی گئی ہی۔۔"

آیت ۲

آرچے کو اپنے جسم پر رو نگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔۔ اسے ایک عجیب سا۔۔ جانا پہچانا احساس ہو رہا تھا

"اور جو لوں کافر ہیں انہے لیتے آخر کار ہلاکت ہے اور وہ انہے اعمال کو برباد کر دے گا"

آیت ۸

آرجے کو اپنے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ اس لیتے کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی انہوں نے اسکو ناپسند کیا تو اللہ نے انکے اعمال اکارت کر دیئیے۔۔" آیت ۹

آرجے کو یاد تھا وہ قرآن پاک میں اکثر سائی نُفیق غلطیاں نکالا کرتا تھا۔ کسی نے اسکو سمجھایا نہیں تھا۔ بیشک اس نے وہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا لیکن اسے اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا تھا۔

ڈاکٹر باسط کی آواز بہت خوبصورت تھی اور وہ ایک لہر میں پڑھ رہے تھے۔

"(اے منافقو) تم سے عجب نہیں اگر تمہیں اختیار مل جائیے تو معاشرے میں فساد پیدا کر دو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہی توڑ ڈالو۔۔" آیت ۲۲

اسے یاد آیا تھا جب وہ امریکہ گیا تھا۔۔ وہاں پر غصہ ہونے کی صورت میں جھگڑا کیا تھا، لڑکوں کو مارا پیٹا تھا اور پھر اپنے نہیاں کو چھوڑ کر ان سے تعلق توڑ کر واپس آگیا تھا۔

"اور یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انکو بہرا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔۔"

آیت ۲۳

آرجے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئیے تھے۔ اسے اپنے دل پر اپنی روح پر آری کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔

"اور جو لوگ کافر ہوئیے اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے اور پھر کافر ہی مر گئیے اللہ انکو ہرگز نہیں بخشنے گا۔" آیت ۳۴

اب آرجے کی باقاعدہ ہچکی بندگئی می تھی۔

"اللہ —

لبے ساختہ اسکے منہ سے نکلا تھا۔

وہ زمین پر بیٹھا تھا اور یہ آیت سننے کے بعد وہ سجدے میں گر گیا تھا۔
اس نے اپنے کافرنہ ہونے پر سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ اس نے کبھی دوسروں کو اللہ کے راستے سے نہیں روکا تھا۔

اس نے شکر کیا تھا کہ اللہ نے اسے ملحد مرنے سے بچایا تھا اسے ایک اور موقع دیا تھا۔

(کافروں لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا انکار کرتے ہیں باقی بتؤ اور دوسری چیزوں کو خدا مانتے ہیں
مشرک لوگ اللہ کی ذات میں شرک کرتے ہیں وہ ایک خدا پر یقین نہیں رکھتے جیسے عیسائی می جو
حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور اسے بھی خدا کہتے ہیں۔

جبکہ ملحد وہ لوں ہوتے ہیں جو لختے ہیں کائی نات اپنے آپ ہی بنی ہے دنیا میں کوئی می خدا نہیں

جبکہ کچھ ملحد اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کائی نات کو کوئی می سپر نیچرل پاور کنٹرول کر رہی ہے۔ لیکن نا تو وہ اس پاور کو اللہ کا نام دیتے ہیں اور نا گھوان کا۔ وہ اپنے طریقے سے جیتے ہیں)

"اور تم ہمت مت ہارو اور اسلام کی دعوت دیتے رہو۔ آخر کار تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے ان اعمال کو بلا نتیجہ نہیں چھوڑے گا" آیت ۳۵

ڈاکٹر باسط خاموش ہو گئی ہے تھے۔ وہ خود بھی رو رہے تھے۔ انہوں نے آرجے کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"مبارک ہو میاں تم لا الہ (نہیں کوئی می معبد) سے الا اللہ (سوائی سے اللہ کے) تک کا سفر کرنے میں کامیاب رہے ہو۔"

وہ سرشار سے کہہ رہے تھے۔ آرجے سجدے سے اٹھ کر انکے گلے لگ گیا تھا۔ آج اس خوبصورت موسم میں جب ہوائیں بھی سلام کرتے ہوئے گمز رہی تھیں۔ اس نے کلمہ توحید پڑھا تھا۔ اس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو دل و جان سے قبول کیا تھا۔ وہ اسلام کی طرف Revert ہو گیا تھا۔

"آرجے مرکیا۔۔ ستم ہو کیا وہ حص جو خدا کے وجود سے انکاری تھا۔۔ روحان جبیل زندہ ہو کیا ہے۔۔ اور تمہیں پتا ہے روحان جب ایک انسان دائی رہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسکے پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے، اسکی برائیوں کو نیک اعمال میں بدل دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔۔ جیسے ابھی جنم لیا ہو۔۔ اور اسی لیئے تم آج سے روحان ہو۔۔ روحان جبیل۔۔ روحوں جیسا پاک صاف ____ !!"

ڈاکٹر باسط اسکی پچھلی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے۔

اور انکے ان الفاظ نے روحان کو روح تک سرشار کر دیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔۔ اس نے اپنی روح کو بہت ہی ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔۔۔

اور عائی شہ جبیل نے اپنے منتوں مرادوں سے مانگے گئی سے بیٹے کا نام روحان کیوں رکھا تھا۔۔

یہ راز آج کھلا تھا ____ اسے ہدایت دی گئی تھی
اور بیشک ہدایت اسے ملتی ہے جسے طلب ہو۔۔ اور اللہ ہر انسان کی طلب سے خوب واقف
ہے ____ !!

سات مہینے گزر چکے تھے۔۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔۔ رات کے وقت ہوا میں خنکی بڑھنے لگی تھی۔۔

اسے یاد تھا جب وہ حاکم کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاٹل ہو کیا تھا اور اس روز بخار لی حالت میں نبپ رہا
تھا تو حشام نے اس سے کچھ کہا تھا۔۔

جسے وہ سمجھا نہیں تھا لیکن آج اسے سمجھ آگئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے آرجے تم نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔۔ مجھے ڈر ہے اس گناہ اور ظلم کی زد میں
کہیں ہمارا پورا خاندان نہ آجائی۔۔

"ایسا کیا کر دیا میں نے۔۔؟؟؟"
وہ نقاہت کی وجہ سے مشکل سے بول پایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے اس معصوم لڑکی کا نام ام حنفہ۔۔ پتا ہے حانم کا مطلب کیا ہے۔۔ حانم
کا مطلب عورت ہے۔۔ یعنی مقدس چیز۔۔ جسے اللہ نے آدم کی پسلی سے بنایا ہے تاکہ فرشتوں
کو بھی اسکا علم نہ ہو۔۔ اور تم نے ایک عورت کے تقدس کو پامال کرنے کی کوشش
کی

تمہیں ایک راز دیا گیا۔۔ جو تمہیں انجانے میں معلوم ہوا۔۔ تم نے اس راز کو اجاگر کرنے کی
کوشش کی جسے اللہ نے خود چھپایا ہوا تھا۔۔ تم اسے دنیا کو بتانا چاہتے تھے۔۔
بیشک عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ نے اسکا پردہ بھی رکھ لیا لیکن تم۔۔
تم نہیں سمجھ سکے۔۔

حشام کی بات سن کر اسے غصہ آیا تھا۔ وہ بار بار اسے اسلی علیحدی یاد کروادیتا تھا۔ اسے کوفت ہوئی می تھی۔۔ وہ فون بند کر چکا تھا۔۔

لیکن آج اسے شدت سے یہ الفاظ یاد آئیے تھے۔ آج وہ واقعی ڈر گیا تھا۔۔
حانم کو دیکھنے اور ڈھونڈ کر اس سے معافی مانگنے کی طلب بڑھ گئی می تھی۔۔ اسے یاد آیا تھا
اسکی ایک رضائی می بہن تھی۔۔

مدتکھے۔۔ جو شادی شدہ تھی۔۔ لیکن پھر بھی اسے خوف محسوس ہوا تھا۔۔
اور اس نے صدق دل سے حانم کے مل جانے کی دعا کی تھی۔۔ تاکہ اس سے معافی مانگ سکے۔

روحان اور ڈاکٹر باسط لندن آئیے تھے۔ روحان کا دوبارہ آپریشن ہونا تھا آنکھوں کا۔۔
ڈاکٹر باسط نے اسے کہا تھا کہ وہ چاہے تو اپنے گھر والوں کو خبر کر دے۔۔ ان سے مل لے۔۔
لیکن آر جے اس حالت میں ان سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔۔
اس نے ابھی ملنے سے انکار کر دیا تھا۔۔

اور یوں ڈاکٹر باسط اسے اکیلے کو ہی لندن لے آئیے تھے۔

"مجھے کچھ دیر لان میں بھا دیں میں ٹھنڈی ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں تب تک آپ ڈاکٹر
سے روپریس کے متعلق بات کر لیں ۔۔!!"

آرجے لی بات سن کر ڈاکٹر باسط اسے لان میں رلے پتھر کے بینچ پر بھٹا کر خود ہا سپیل کے اندر چلے گئیے تھے۔

وہ لوگوں کی آوازیں سن سکتا تھا۔ محسوس کر سکتا تھا لیکن دیکھ نہیں سکتا۔

وہ اندر سے ہی نہیں باہر سے بھی بدل چکا تھا۔

"تم احسن کو لے کر اندر جاؤ میں ذرا فون سن کر آتا ہوں۔"

اس نے اپنے ایک دوست کو کہا تھا جو دوسرے دوست یعنی احسن کو لے کر اندر کی جانب چلا گیا تھا۔ یہ حشام تھا جو لندن اپنے دوستوں کے ساتھ ٹور پر آیا تھا۔

احسن کی طبیعت خراب تھی۔ اسکی آنکھیں کچھ دنوں سے سو جھن کا شکار تھیں۔ وہ اسی کے چیک اپ کیلئے آئیے تھے۔

حشام جیسے ہی فون کال رسیو کر کے لان میں داخل ہوا تھا۔ سامنے پتھر کے بینچ پر بیٹھے وجود کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ آرجے تھا۔

اسکا سب کچھ۔

وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

پتھر جیسے سکلتہ ٹوٹا تھا۔

"آرجے—"

حشام جیسے ہی فون کال ریسیو کر کے لان میں داخل ہوا تھا۔ سامنے پھر کے بینچ پر بیٹھے وجود کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ آرجے تھا۔۔

اسکا سب کچھ۔۔

وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

پھر جیسے سکتے ٹوٹا تھا۔

"آرجے ____"

وہ خوشی سے چلاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

"آرجے یہ تم ہی ہونا۔۔؟؟"

حشام اسے چھو کر دیکھ رہا تھا۔ حشام کی آواز سن کر روحان کی روح فنا ہوئی تھی۔ وہ بھی

اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا تھا لیکن اس حالت میں نہیں۔۔

"شامو کا کا۔۔"

اسکے لب پھر پھرائیے تھے۔ وہ بے دھیانی میں ہاتھ مار رہا تھا۔

"آرجے تم زندہ ہو۔۔ میں جانتا تھا تم زندہ ہو۔۔"

۔ ۔ ۔ " "

وہ جسے مر لے کی خبر سن کر سید حبیبی کے لول پچھلے لئی می میں سے رو رہے تھے اسے سامنے اور زندہ دیکھ کر حشام کی حالت غیر ہو چکی تھی۔

وہ اتنا خوش تھا کہ اپنی اس خوشی میں روحان کا عجیب طرح کا انداز نوٹ ہی نہیں کر پایا تھا۔

"روحان بیٹا چلیں" _____

اچانک ڈاکٹر باسط کی آواز ابھری تھی۔

"ڈاکٹر یہ حشام ہے۔۔ میرا بھائی ہی۔۔"

روحان کی آواز کانپ رہی تھی۔ حشام نے چونک کر ڈاکٹر باسط کو دیکھا تھا۔

"اور شامو کا کا یہ ڈاکٹر باسط ہی۔۔ میرے رہنمای میرے محسن۔۔ انکی وجہ سے آج میں زندہ

ہوں" _____ !!

روحان کی بات سن کر حشام ڈاکٹر باسط کی طرف بڑھا تھا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔۔ آپ نے سید حبیبی جان بچائی می ہے۔۔"

خشام ڈاکٹر باسط کے گلے لگے انکا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔ جسے اللہ بچائیے اسے کوئی می مار نہیں سکتا۔۔"

ڈاکٹر باسط نے نرمی سے کہا تھا اور پھر روحان کی طرف دیکھا جسکے چہرے پر الگ ہی چمک تھی۔

روحان نیچ کے ساتھ رہی Stick اٹھا کر لھڑا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حشام کو اپنی روح فنا ہوتے محسوس ہوئی تھی۔ اسکے پھرے کارنگ زرد پڑ چکا تھا۔

”فکرنا کرو۔۔ بہت جلد روحان اپنی آنکھوں سے اس دنیا کو تسخیر کرے گا۔۔!“
حشام کی حالت سمجھتے ہوئیے ڈاکٹر باسط کے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا تھا۔
حشام بس سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا۔ اور پھر روحان کی طرف بڑھ گیا۔

تین ماہ بعد

وقت گزر رہا تھا۔ ان تین میینوں میں وہ شخص سرتاپیر بدل گیا تھا۔
لکنے خوش ہوئیے تھے سید حویلی کے نفوس جب وہ زندہ سلامت اپنے پیروں پر چل کر حویلی میں داخل ہوا تھا۔

لبی جان تو باقاعدہ گلے لگ کر روئی می تھیں۔ مقدس آپی کی دعائیں قبول ہوئی می تھیں۔
روحان کا یقین رنگ لے آیا تھا۔ اللہ نے اسے اسکی آنکھوں کی بینائی می لوٹا دی تھی۔

سید حویلی میں سب اسے زندہ سلامت دیکھنے سے زیادہ اسے بدلا ہوا دیکھ کر حیران ہوئیے تھے۔

— — — — —

روحان کو نماز پڑھتے دیلھا تھا۔

وہ بہترین طریقے سے نماز ادا کرتا تھا۔ سید جبیل بہت روئے تھے جب انہیں آرجے کی موت کی خبر ملی تھی۔

"میں شتوں مرادوں سے مانگی گئی تھی تمہاری اس نعمت کی حفاظت نہیں کر سکا۔ مجھے معاف کر دینا عائی شہ مجھے معاف کر دینا ___ !!

وہ دنیا کے سامنے مضبوط نظر آنے والا شخص اکیلے کمرے میں اپنی محبوبہ بیوی کی تصویر کے سامنے خوب رویا تھا۔

"تم دیکھنا حیدر۔۔۔ مجھے پورا یقین ہے میرا روحان ایک دن دنیا میں وہ روشن ستارہ بن کر چمکے گا جسکی روشنی لوگوں کے وجدان کو منور کر دے گی۔۔۔ وہ دنیا کو وہ راہ دکھائیے گا جس پر چلنے سے لوگ خدا کو پالیں گے ___ !!"

آج عائی شہ جبیل کی بات اسے سچ ہوتے محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو سید صاحب۔۔۔ اللہ نے آپکو بہت بڑا تحفہ دیا ہے۔۔۔"
اسے نماز پڑھتے دیکھ کر محلے کے لوگوں نے سید جبیل کو مبارکباد دی تھی۔
مسرت جذبات سے سید جبیل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

حالات و واقعات نے ملی یعنی سسیم کو بدل ڈالا تھا۔

وہ روحان سے ملنے آیا تو حیران رہ گیا تھا۔

"تو آرجے واقعی مرچکا ہے--"

وہ پھریکا سا مسکرا یا تھا۔

"ہاں-- آرجے مرچکا ہے--- لیکن روحان جبیل زندہ ہے--!"

اس نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

مرہو کی امی کی وفات ہو چکی تھی۔ مرہو اور ملکی کی شادی ہو چکی تھی۔

ملکی کو حانم کے الفاظ نے بدلتے میں بہت مدد کی تھی۔

"اللہ نے ہمیشہ مستقیم کو صراط کے رکھا ہے-- تم تو مستقیم تھے تم کیسے بھٹک

گئیے--!"

آج بھی حانم کے الفاظ اسکے کانوں میں کسی ہستھوڑے کی ماند لگتے تھے۔

ملکی کی دو بہنیں تھیں ایک بڑی جو شادی شدہ تھی اور ایک چھوٹی جسکی شادی طے تھی۔

اسے خوف تھا کہ انہوں نے جو حانم کے ساتھ کیا تھا اسکا بدلہ لیا جائیے گا۔ وہ جانتا تھا

مکافات عمل طے ہے۔

اس نے بہت دعا ائیں کی تھیں کہ اسکے گناہوں کی سزا کی لیبیٹ میں اسکی بہنیں نہ

آجائی میں --

لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا تھا کہ بڑی بہن بیوہ ہو گئی اور چھوٹی بہن کا رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔

شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے والوں نے بنا وجہ بتائیے رشتہ توڑ دیا تھا۔
وہ اپنے رب کے حضور بہت رویا تھا۔

جانے کیوں انسان گناہ کرنے سے پہلے نہیں سوچتا۔--
اس پر جو مشکل وقت آیا تھا اس نے ملکی کو بدل دیا تھا۔--
اسے مستقیم بنا دیا گیا تھا۔ اور وہ اب اپنے آپکو پرسکون محسوس کرتا تھا۔-- بس حanim سے معافی مانگنی باقی تھی۔

"وقت سب کچھ بدل دیتا ہے -- مجھے خوشی ہے اللہ نے ہمارا رخ گمراہی کے رستے سے موڑ دیا !!"

مستقیم کہہ رہا تھا۔

"شادی شادی بہت بہت مبارک ہو--"
روحان مسکرا یا تھا۔

"میں نے میں بہت یاد کیا۔۔ بہت۔۔ میری ہر پریشانی کو سٹوں میں ستم کرنے والا میرا دوست میرے ساتھ نہیں تھا۔۔"

مستقیم کی آنکھیں نم ہوئیں۔۔

"میں نے بھی تمہیں اپنی ہر آوارہ گردی میں بہت یاد کیا جس میں، میں نے اکیلے ہی حانم کو بہت ڈھونڈا۔۔ تم چلے گئیے تھے لکی۔۔ تم بھی چھوڑ گئیے تھے حانم کی طرح ۔۔!
شاید اسے بھی سب یاد تھا۔۔

"معاف کرو مجھے۔۔ میں ڈر گیا تھا مجھے لگا کہ جو ہم نے۔۔ خاص طور پر تم نے کیا اسکی سزا ہر آگر میں تمہارے ساتھ رہوں گا تو مجھے بھی ملے گی۔۔ لیکن میں بھول گیا تھا جو میں نے کیا اسکی سزا تو مجھے ہی ملنی تھی۔۔"

وہ روحان کے لگے لگا تھا۔۔ اور روحان کو ایک بار پھر سب یاد آگیا تھا۔۔

وقت ظالم تھا تو مہربان بھی ہوا تھا۔۔ تین سال پہلے بچھڑے دو دوست ایک بار پھر سے مل گئیے تھے۔۔!

رات کا ناجا لے کو نسا پھر تھا۔

ہوا میں خنکی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ آرام دہ بستر پر پرسکون نیند کے زیر اثر نظر آنے والا وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ روحان جبیل۔۔ وہ آج بھی درد کی لپیٹ میں تھا

"کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں"

"اکہ انسان بچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا"

لیمپ کی مدھم روشنی میں چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں واضح تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اذیت کی ایک لراس شخص کے چہرے پر پھیل گئی۔

حوالہ بحال ہونے پر اس نے غصے سے سائی یڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ ہاتھ بڑھا کر نیچے پھینک دیا۔ سسکیوں کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی۔ اور یہ آواز اسکی روح کو کسی تلوار کی طرح زخمی کر رہی تھی۔ بالآخر اسکی برداشت جواب دے گئی۔

"Shut up.. just shut up"

وہ چیخنا۔

وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر اس آواز سے بچنا جا رہا تھا۔۔ لیکن شاید کسی نے رونے کی قسم اٹھائی ہوئی تھی۔

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔۔ پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس آواز

اور پھر ایک بھٹلے سے وہ اٹھا۔۔۔ اب اسکا رخ اس سعیق ہستی کے کمرے لی طرف تھا بسلی آغوش اسے سکون پہنچاتی تھی۔

اپنے مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ جانتا تھا اندر وہ شفیق ہستی جاگ رہی ہوں گی۔

"آجاو"

دستک پر اندر سے آواز ابھری تھی۔

وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

سامنے وہ ہستی اپنے بستر پر بیٹھی سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔

"بی جان"

وہ ترੱپ کر انکی طرف بڑھا۔

بی جان نے یسین کو عقیدت سے چوم کر سائی یڈ ٹیبل پر رکھے اونچے طاق پر رکھا۔

"شah بیٹا تم۔۔۔ سب خیریت تو ہے نا۔۔۔؟"

بی جان کے چہرے پر پیشانی ابھری۔ روحان کی شخصیت میں ان دونوں اتنا وقار پیدا ہوا تھا کہ بی جان انہیں شاہ کے نام سے پکارنے لگی تھیں۔

"وہ بی جان -- وہ میں--"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں کا ایک گولا سا اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔

"آج پھر کوئی می برا خواب دیکھا کیا--؟"

بی جان پیار بھرے لمحے میں پوچھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اسکے بالوں میں انگلیاں بھی پھیر رہی تھیں۔

جانے دو آنسو کیسے اسکی آنکھوں سے پھسل کر بی جان کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔

"کوئی می اتنا کیسے رو سکتا ہے بی جان--- کیسے--؟"

وہ اذیت سے دوچار لمحے میں پوچھ رہا تھا۔

بی جان نے اسکی بات پر ایک گھرہ سانس لیا۔

"کوئی می تین سالوں سے لگاتار رو رہا ہے بی جان-- وہ ایک رات وہ چھپ نہیں ہوا

کوئی می اتنا کیسے رو سکتا ہے ____؟؟؟"

وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

"چشمِ یعقوب کی____ مانند ہیں برستی آنکھیں____!!

بی جان کا ٹیجہ جیسے اپنے بیٹے کی بات پر پھلنی سا ہو کیا تھا۔

"کیا وہ شخص تمکتا نہیں بی جان۔۔۔ کہاں سے آتے ہیں اسکے پاس اتنے آنسو۔۔۔ وہ چپ کیوں نہیں ہوتا بی جان۔۔۔"

کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے۔۔۔؟"

روحان بار بار ایک ہی بات دھرا رہا تھا۔

"زخم گمرا دیا ہے تم نے بیٹا۔۔۔ اتنا گمرا زخم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"

بی جان نے کہنے کے بعد اسکے سر پر پھونک ماری جیسے ساری بلائی میں ٹالنا چاہتی ہوں۔

"اُسے کہہ دیں کہ وہ چپ کر جائے بی جان۔۔۔ چپ کر جائے خدا کا واسطہ ہے۔۔۔"

وہ کہہ رہا تھا۔۔۔ اور بی جان سن رہی تھیں۔۔۔

کتنی ہی دیر وہ یہی الفاظ دھراتا رہا اور پھر تمک ہار کریا شاید اس سکون کے باعث جو اسے بی جان کی گود میں ملا تھا وہ ایک بار نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔

روحان نے بی جان کو بتایا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی اور اب اسے ڈھونڈ رہا تھا تاکہ اس سے معافی مانگ سے۔۔۔

بی جان پوری بات تو نہیں جانتی تھیں لیکن اتنا ضرور جانتی تھیں کہ ایک لڑکی کے کردار پر انگلی اٹھانا۔۔۔ اسے زندہ در گور کرنے کے متادف ہوتا سے

"میں دعا کروں میرے بچے کہ وہ لڑکی رونا بند کر دے-- وہ جہاں بھی ہے اللہ اسے سب پچھ
بھلا کر بہت ساری خوشیاں دے تاکہ تم بھی سکون سے جی سکو۔!!"

بی جان نے جھک کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔
اور صدق دل سے اسکے لیئے دعا کی تھی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ روحان لیپ ٹاپ کھولے سکرین پر نظر آتے ڈاکٹر باسط سے
بات کرنے میں مگن تھا۔

ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے سید حویلی آئیے ہوئے۔ وہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھ رہا تھا۔ اس
نے ڈاکٹر باسط کے ہر بیان ہر لیکچر کو سنا تھا۔
اسے جو بھی الجھن ہوتی تھی وہ سب سے پہلے انہیں کال کرتا تھا۔
اور ایک ایسی ہی الجھن لیئے وہ آج بھی حاضر تھا۔

قرآن پاک وہ کتاب ہے جسے سمجھنے کیلئے ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ معلم جو صحیح
علم رکھتا ہو۔

جسکا دل صاف ہو اور اللہ کی محبت سے لبریز ہو۔ اور روحان جبیل کو ڈاکٹر باسط سے بہتر معلم
نہیں مل سکتا تھا۔

" حقیق انسان لس سے ہوئی ہی ہے ڈاکٹر صاحب ___؟

" ایک مقام پر قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو نطفہ (مادہ منویہ) سے پیدا کیا گیا جبکہ ایک دوسرے مقام پر کہا گیا ہے کہ آدمی کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کیا یہ دونوں آیات باہم متصادم نہیں ؟ ؟ آپ سائی نسی طور پر کیسے ثابت کریں گے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے - - ؟ ؟

مجھے یہ چیز اجھارہی ہے آپ میری الجھن کو دور کریں۔

روحان کی بات سن کر ڈاکٹر باسط مسکرا دی ئی سے تھے۔ اور پھر انہوں نے بولنا شروع کیا تھا

" تم بالکل ٹھیک کہ رہے ہو قرآن کریم میں بنی نوع انسان کی حقیر ابتدا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسے مادہ منویہ کے ایک قطرے سے پیدا کیا گیا۔ یہ بات متعدد آیات میں کہی گئی جن میں سورہ قیامہ کی حسب ذیل آیت بھی شامل ہے:

آَمِ يَكُ نُطْفَةٌ مِّنْ مَيْهَنَ (۳۷)

" کیا وہ (ایک حقیر) پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے۔"

(سورہ قیامہ 75 آیت 37)

قرآن کریم متعدد مقامات پر اس بات کا ذکر بھی کرتا ہے کہ بنی نوع انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ حسب ذیل آیت میں بنی نوع انسان کی تخلیق اور ابتداء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهُمَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرْابٍ (۵)

"لوگو! اگر تمہیں زندگی بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو (تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بے شک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔"

(سورة الحج 22 آیت 5)

اگر تم غور کرو تو دوسرے سوال کا جواب کہ انسان مٹی سے بننا ہے آسانی سے جان سکتے ہو۔

موجودہ دور میں ہمیں معلوم ہے کہ جسم انسانی کے عناصر یعنی کے Elements، جن سے مل کر انسانی جسم وجود میں آیا ہے، سب کے سب کم یا زیادہ مقدار میں مٹی میں شامل ہیں، سو یہ اس آیتِ قرآن کی سائنسی توجیہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا

اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ انسانی جسم ایک Matter ہے-- اور matter یعنی مادے میں مٹی بھی شامل ہے۔

قرآن کی بعض آیات میں اکر یہ فرمایا کیا ہے کہ آدمی لطف سے پیدا کیا جبکہ بعض اور آیات میں کہا گیا ہے کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا، تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ تضاد سے مراد تو ایسے بیانات ہیں، جو باہم مختلف ہوں یا متصادم ہوں اور بیک وقت صحیح نہ ہوں۔ ڈاکٹر باسط خاموش ہوئیے تھے۔

"بعض مقامات پر قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ انسان کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ مثال کے طور پر سورۃ الفرقان میں کہا گیا:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ لَبَشَّرًا ف (۵۴)

"اور وہی (اللہ) ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا۔

(سورۃ الفرقان 25 آیت 54)

اس سے کیا مطلب ہوا۔۔۔۔۔؟"

روحان پوچھ رہا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں کھانے میں کیا پسند ہے؟؟"
ڈاکٹر باسط نے نہایت Unrelated سوال کیا تھا۔

روحان سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"اس وقت تو مجھے چائیے پسند ہے--"

روحان نے اپنے سامنے رکھی چائیے کے کپ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا-- فرض کچھے میں یہ کہتا ہوں کہ چائے کا کپ تیار کرنے کے لیے پانی درکار ہے لیکن اس کے لیے چائے کی پتی اور دودھ یا ملک پاؤڈر بھی درکار ہوتا ہے۔ تو کیا یہ دونوں بیانات متضاد ہیں۔؟؟؟"

ڈاکٹر باسط پوچھ رہے تھے۔

"نمیں--- کیونکہ چائیے ان ساری چیزوں سے مل کر بنتی ہے---!!"
آرجے نے جواب دیا تھا۔

"تو میاں تم اپنے سوال کا جواب خود دے چکے ہو۔ کیونکہ پانی اور چائے کی پتی دونوں ہی چائے کی پیالی تیار کرنے کے لیے ضروری ہیں، مزید براں اگر میں میٹھی چائے بنانا چاہوں تو اس میں چینی بھی ڈال سکتا ہوں، لہذا قرآن جب یہ کہتا ہے کہ انسان کو نطفے، مسٹی اور پانی سے تخلیق کیا گیا تو اس میں کوئی تضاد نہیں بلکہ تینوں میں انتیاز قائم کیا گیا ہے۔ چیزوں میں انتیاز (Contradistinction) کا مطلب ایک ہی موضوع کے ایسے دو تصورات کے بارے میں بات کرنا جو باہم متصادم نہ ہوں، مثال کے طور پر اگر میں یہ کہوں کہ انسان ہمیشہ سچ بولتا ہے اور عادتاً جھوٹا ہے تو یہ ایک متصاد بات ہوگی لیکن اگر میں یہ کہوں کہ یہ آدمی

دیانت دار، مہربان اور محبت کرنے والا ہے تو یہ اس کی مختلف صفات میں امتیاز ظاہر کرنے والا ایک بیان ہوگا۔

اس لیئے کوئی می بھی قرآنی آیت دوسری آیت کے متضاد نہیں ہے-- بلکہ ساری آیتیں ایک دوسرے کے متصادم ہیں جو مختلف جگہ پر انسانی جسم کی تخلیق کے مختلف عناصر کو بیان کرتی ہیں--

"سمجھ گئیے میاں--؟؟"

وہ اب خوشی سے پوچھ رہے تھے۔

"جی--- جی-- بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب--!!

روحان سرشار سا کہہ رہا تھا۔ اسکی ایک اور الجھن دور ہو گئی تھی۔

اسکے دل نے اس پل شدت سے خواہش کی تھی کہ وہ ڈاکٹر باسط کی طرح علم والا بن جائیے۔

وہ ایسا ہی ایک عام سادن تھا۔ روحان لاؤنج میں ٹی وی لگائیے خبریں سن رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔

روحان کو اپنے باپ کی طرح نہ تو سیاست پڑھنے میں دسپسی ہی اور نہ ہی ضیاء جبیل لی طرح
معاشیات میں --

حشام نے بھی دونوں سے الگ انگریزی ادب کو چنا تھا اور روحان بھی Genetics میں ایم
فل کرنا چاہتا تھا۔

وہ اس وقت مختلف یونیورسٹیوں میں داخلے کیلئے اپلائیے کر رہا تھا جب ٹی وی پر چلنے والی
خبر نے دھماکہ کیا تھا۔

لیپ ٹاپ پر پھسلتی انگلیاں کانپ کر کی تھیں۔

ٹی وی پر اینکر کسی لڑکی کی خودکشی کی خبر دے رہی تھی۔

"محترمہ ام حانم اس دارالامان میں کچھ دن پہلے آئی تھیں۔ انکا چہرہ جھلسا ہوا تھا۔۔ کہتے ہیں
کسی لڑکے نے انکے چہرے پر تیزاب پھینک کر مارنے کی کوشش کی تھی۔

لیکن خوش قسمتی سے وہ پنج گئیں لیکن بد قسمتی کے انکا چہرہ جلس گیا۔۔ کل رات
دارالامان کے ایک کمرے میں پنکھے سے لٹک کر ام حانم نے خودکشی کر لی۔۔

جیسے کہ آپ دیکھ سکتے ہیں ناظرین پولیس تفسیش و تحقیق کیلئے یہاں پہنچ چکی ہے۔۔!!

اینکر کچھ اور بھی کہہ رہی تھی لیکن روحان کو حوالی کی عمارت اپنے سر پر گرتی محسوس ہو رہی
تھی۔

"ام حاکم---"

اسکے لب پھر پھرائیے رہے تھے۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور سامنے رکھے میز سے گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔

روحان کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ گھر سے باہر نکلا تھا۔

"شاہ بیٹا کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟؟"

بی جان لان میں مالی کے سر پر کھڑیں اچھے سے پودوں کی کانت چھانٹ کروارہی تھیں۔ روحان کو جاتے دیکھا تو آواز دی لیکن وہ سن کہاں رہا تھا۔
وہ لرکھڑاتا گاڑی لے کر حولی سے باہر نکل گیا تھا۔ تھا۔

"کیا آپ لوگ بتائیں گے یہاں کیا ہوا تھا۔۔۔؟؟"

وہ کانپے وجود کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ اسکے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔

روحان اس دارالامان میں پہنچ چکا تھا۔ پولیس انسپکٹر جانتا تھا کہ وہ سید جبیل کا بیٹا تھا۔ اسے اندر حانے دما گما تھا۔

ام حاکم کو دفنایا کیا تھا۔ روحان کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔
وہاں پر کوئی بھی شخص ام حاکم کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا۔
وہ کچھ دن پہلے وہاں آئی تھی۔

"کیا وہ لڑکی یہی تھی؟؟"

روحان نے موبائل سے تصویر نکال کر اس لڑکی کے سامنے کی تھی جسکے ساتھ ام حاکم ٹھہری تھی۔

"پتا نہیں جی۔۔۔ جب وہ یہاں آئی تو اس کا چہرہ جلا ہوا تھا۔ شاید وہ پہلے ایسی ہی ہو____!!
لڑکی نے عام سے لمحے میں جواب دیا تھا۔

کسی کو بھی مرنے والی لڑکی کے نام کے سوا کچھ معلوم نہیں تھا۔
روحان کو اپنے سامنے ہر منظر دھنڈلاتا محسوس ہوا تھا۔ اسکی آنکھوں میں نی پھیل گئی تھی۔ اس نے اپنے دل کو دھاڑیں مارتے پایا تھا۔
وہ وہاں کے ایک ملازم کے ساتھ قبرستان آیا تھا۔
تازہ قبر۔۔۔ نم مٹی۔۔۔ تازہ پھول۔۔۔

"حاکم۔۔۔"

وہ لوری قوت سے چلایا تھا۔

"کم ایسے میں مر سلتی-- میرے ساتھ ایک بار پھر اتنا بڑا صدم میں ہو سکتا--"

وہ رو دیا تھا۔ ان تین سالوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا جب اس نے حانم کونہ سوچا ہو۔

وہ اسکی سوچوں میں رچ بس گئی تھی۔

جانے وہ اس قبرستان میں بیٹھا کتنی دیر تک روتا رہا تھا۔۔۔

آہستہ آہستہ وہ اپنے حواس کھو رہا تھا، اور پھر اس نے سب ختم ہوتے محسوس کیا تھا لپنا آپ

بھی۔

ایک مہینہ گزر گیا تھا۔ روحان پتھر کا ہوچکا تھا۔ مسکراہٹ اسکے لبوں سے چھن گئی تھی۔

سید حبیلی کے لوگ اسکی حالت پر کڑھنے لگے تھے۔

کمرے میں گہری خاموشی چھائی تھی۔ اور اس خاموشی میں ارتعاش اسکے فون پر ہونے والی

بیل سے پیدا ہوا تھا۔

مدتحہ کا فون تھا۔ وہ رخصت ہو کر اپنے گھر جا چکی تھی۔ اس نے پتا نہیں کیا سوچ کر فون اٹھا

لیا تھا۔

"کیسے ہیں بھائی آپ--؟؟"

وہ لویحہ رہی تھی۔

"کم سیسی ہو کریا۔۔۔؟؟"

روحان نے اپنے لجھ کو ہشاش بنانے کی کوشش کی تھی جو کہ ناکام رہی تھی۔
ام حانم کی موت کا یقین کرنا دنیا میں سب سے مشکل کام تھا۔

"جی بھائی میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

مدتکھ جیسے زبردستی مسکرائی می تھی۔

"تم انتہائی ذلیل اور گھٹیا عورت۔۔۔ تمہیں میں آج نہیں چھوڑوں گا۔۔۔
فون سے آواز ابھری تھی۔ یہ مدتکھ کے شوہر فرقان کی آواز تھی روحان اچھے سے پہچانتا تھا اس
آواز کو۔۔۔

اچانک مدتکھ کی چیخنے کی آواز ابھری تھی اور پھر فون بند ہو گیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ مدتکھ کیا تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟"

روحان ایک دم کھڑا ہوا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے فرقان نے مدتکھ کو مارا تھا۔

وہ کچھ دیر پیشانی سے کمرے میں ٹھلتا رہا۔ وہ بار بار مدتکھ کا نمبر ملا رہا تھا جو بند جا رہا تھا۔
کچھ سوچنے کے بعد پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

مذکحہ کا سرال ملتان میں ہی تھا۔ وہ اسلے سرال پہنچ کیا تھا۔

"مذکحہ کہاں ہے---؟؟"

اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔ جو روحان کو دیکھ کر گھرا گئی تھی۔

"وہ جی-- وہ--"

ملازمہ بری طرح سے ہٹکلا رہی تھی۔

"مذکحہ---" وہ اب آوازیں دے رہا تھا۔

"وہ نج-- جی-- اپنے کمرے میں ہے--"

ملازمہ نے اوپر کمرے کی جانب اشارہ کیا تھا۔

وہ سیڑھیاں پھلانگتا اسکے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

کمرے میں اندر ہیرا تھا۔ لائیٹ جلانے پر مذکحہ کی حالت دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔

وہ نیچے قالین پر بے سود پڑی تھی۔ پیشانی اور ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔

"مذکحہ گڑیا کیا ہوا تمیں اٹھو--"

روحان اسکی جانب بڑھا تھا۔

ہائی وے پر جہاز کے پہلوں سے رکڑ کھالے لی آواز ابھری گھی۔

وہ غنوگی کی حالت سے ایک دم بیدار ہوا تھا۔

چھرے کا رخ موڑ کر جہاز کے شیشے سے باہر دیکھا تھا۔

جہاز لینڈ کر چکا تھا۔ وہ لندن پہنچ چکا تھا۔ جہاز کے شیشے پر ہلکی ہلکی بارش کی بوندوں نے باہر کے منظر کو دھنڈا کیا تھا۔

روحان کا یہاں کی یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا تھا۔

وہ اپنی آگے کی پڑھائی کیلئے یہاں آیا تھا۔

وقت کیسے سرکتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔۔۔ وہ سب کی یادیں لیتے لندن آگیا تھا۔۔۔ اور اپنے ساتھ بہت سی اداسیاں لیا تھا۔

جہاز اب پارکنگ اسٹینڈ ٹیوب سے جا لگا تھا۔ روحان نے آنکھیں بند کر کے ایک گھری سانس لی تھی۔

اس نے حanim کی خوشبو کو اپنے آس پاس محسوس کیا تھا۔

محبت زاد ہے 'مجھ میں

کوئی فرhad ہے 'مجھ میں

نہیں ویران' اندر سے

وہ سب مجھ

جو ہر دم 'ساتھ رہتا ہے
 میرا ہم زاد ہے ' مجھ میں
 میں خود سے ' کٹ نہیں سکتا
 میری بیاند ہے ' مجھ میں
 اگرچہ میں ' قفس میں ہوں
 کوئی آزادے ' مجھ میں
 جو مجھ کو ' صید رکھتا ہے
 عجب صیاد ہے ' مجھ میں
 ضمیر زندہ ' کی صورت
 میرا استاد ہے ' مجھ میں
 نہیں اب میں ' نہیں ساحر
 کہ وہ آباد ہے ' مجھ میں ___ !!

پارکنگ اسٹینڈ پر لگی ٹیوب سے مسافر جہاز سے ٹرینل پر اتر رہے تھے۔

روحان بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ٹرینل سے لاونچ کی طرف بڑھا۔۔۔

ک تہ ک ک ک . . . ب ۔

لاؤج میں کاغذات لی کاروائی می کے بعد وہ لاؤج سے باہر نکلا تھا
 پتھر سے بنے فرش گیلے ہو گئے تھے۔ خوبصورت، مدھوش اور ٹھنڈی ہوانے اسکا استقبال کیا تھا۔

سبیل اسے لینے آنے والا تھا مگر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ وہ وینگ ایمیا میں رکھے پتھر کے بینچوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا تھا

کندھے پر لٹکے بیگ اور ایک سوٹ کیس کے علاوہ وہ کچھ نہیں لایا تھا۔۔

پتھر کے بینچ پر بیٹھنے کے بعد روحان نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا

وقت نے اس منظر کو قید کیا تھا، وقت یہ منظر پہلے بھی دھرا چکا تھا
 پنجاب یونیورسٹی میں لکڑی کے بینچ پر چہرہ آسمان کی طرف کیتے وہ خلاؤں میں جانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔۔

بارش کی بوندوں نے روحان کے چہرے کو چھوا تو وہ اس لڑکی کے سحر سے باہر نکلا تھا۔
 کچھ من چلے لڑکے لڑکیوں کو اس نے بارش میں بھیگتے دیکھا تھا۔

وہ خود بھی تو بھیگ رہا تھا۔۔ وہ اپنا باطن جل تھل کرنا چاہتا تھا جو صدروں سے کسی آگ کی بھٹٹی میں جل رہا تھا

لیکن اندر جلتی آگ کو بچانا مارش کے بس میں بھی نہیں ہوتا۔۔

یہ بس ظاہر کو بھیگا سلتی ہے-- بھرتے شعلوں کو لس نے دیلھا ہے۔
کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ وہ کتنا کچھ بدل کر آیا تھا۔
روحان نے بینچ کے پچھلے حصے سے کمر ٹکائی می اور آنکھیں موند لی تھیں۔
دور کیں ہر چیز گڈڑ ہونے لگی تھی۔

روحان نے اپنے آپکو اس قبرستان میں پایا تھا جہاں وہ ام حانم کی قبر پر پاگلوں کی طرح رویا تھا۔ اسے ابھی قدرت کے فیصلوں کی اتنی سمجھ نہیں آئی تھی۔
اسے ابھی سفر طے کرنا تھا۔۔۔ جدائی کی آگ کو سینے میں لے کر جو سفر طے کیا جانا ہے وہ مزید مشکل ہو جاتا ہے۔۔۔ پیروں میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔
خاردار جھاڑیوں سے جو راستے پر آگی ہوتی ہیں پاؤں لہو لہان ہو جاتے ہیں۔۔۔
لیکن منزل کا نشہ انسان کو رکنے نہیں دیتا۔۔۔

کئی می دور اسکے دل میں بھی ایک موہوم سی امید باقی تھی۔۔۔ اس ساحرہ کے مل جانے کی امید۔۔۔ کہیں اچانک نظر آجائے کی خواہش

اور خواہشات کو پورا ہونے میں وقت درکار ہوتا ہے۔۔۔

اک لمسافر طے کرنا رہتا ہے۔۔۔ اور روحان نے اس سفر کا آغاز کر دما تھا۔

اس روز اسے قبرستان سے ملازم اٹھا کر لائی رہئے تھے۔ وہ لکھے دن تک بیویوں رہا تھا۔ تیز بخار سے اسکا جسم پھنسک رہا تھا۔

”یا اللہ میرے بچے کو صحت و تند رسی عطا کرے!!“
بی جان اسے پانی کی ٹھنڈی پلیاں کرتے ہوئے دعائیں کر رہی تھیں۔
ڈاکٹر نے انجیکیشن لگایا تھا۔ دھیرے دھیرے رات کے کسی پھر میں اسکا بخار زور توڑ گیا تھا۔
لیکن جب اسکی آنکھ کھلی تو روحان کو اپنے دل کے بین کرنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

آنکھوں میں نبی گھل گئی تھی۔ وہ اسے کتنا چاہت تھا یہ آج پتا چلا تھا۔

”دنیا میں کسی مرد نے کسی عورت سے اتنی محبت نہیں کی ہوگی جتنی روحان بن حیدر جبیل
نے ام حanim سے کی تھی!!“

اسے تو خود اپنی محبت کی شدت کا اندازہ نہیں تھا۔

”حوالہ رکھو میاں! قدرت کے فیصلوں میں چھپی مصلحت ہم نہیں جانتے۔ یہ لب خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ تم خود کو مضبوط بناؤ تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔۔۔
اور یاد رکھنا اس مشکل سفر میں تمہاری محبت ہی تمہاری طاقت بنے گی یہ میرا وعدہ ہے تم سے“!!

ڈاکٹر باسط کی بات سن کروہ مسلم رادیا تھا۔

وقت بہت بڑا کھلاڑی ہے۔ وقت سے زیادہ شاطر کوئی نہیں۔۔۔ یہ انسان کو توڑنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا۔۔۔

جب ایک انسان وقت و حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ وقت اس پر حالات کی ایسی کاری ضربیں لگاتا ہے کہ انسان بلبلہ کر رہ جاتا ہے۔۔۔

وقت نے روحان کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ کیا تھا۔ اسکی جان سے پیاری اکلوتی بہن کو اسکے شوہر نے بڑی طرح سے مارا تھا۔ اسکے جسم پر جگہ زخموں کے نشان تھے۔ روحان غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر ہاسپیٹل لے کر آیا تھا۔

مدتحہ کے زخموں پر جگہ پلیاں کی گئی تھیں۔۔۔ اور پلیوں میں جکڑے اسکے وجود کو دیکھ کر روحان کا دل کر رہا تھا کہ وہ سب کو آگ لگادے۔

لیکن وہ مدتحہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ اس سے تفصیل سے بات کر سکے۔

ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر نے اسکے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تھی۔

"مدتحہ۔۔۔"

..... . سماں ۔۔۔ سرسری ۔۔۔

سوجن کا شکار ہیں۔

وہ پہلے سے بہت زیادہ کمزور ہو گئی تھی۔ میڈیکل کی طالبہ ہونے کے باوجود مذکحہ اپنا بہت خیال رکھتی تھی۔ وہ جبیل خاندان سے تھی اور اس خاندان میں موجود تمام نفوس کی طرح وہ بھی بہت پیاری تھی۔

بیڈ پر پڑا وہ وجود کہیں سے بھی روحان کو مذکحہ جبیل کا نہیں لگا تھا۔

"بھائی ہی--"

مذکحہ نے اسے پہچاننے کے بعد پکارہ تھا۔

"کیا ہوا گڑیا رو کیوں رہی ہو۔ اور یہ سب کیا ہوا ہے۔"
روحان نے اسکا ہاتھ تمہامتے ہوئی سے پوچھا تھا۔

وہ بڑی طرح ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اسکا نازک وجود کانپ رہا تھا۔ روحان کو اپنا دل کلتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے تو آج تک گھر میں کسی کو مذکحہ کو ڈالنٹے تک نہیں دیا اور کہاں اب اسے جانوروں کی طرح تشدید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔ مجھے بتاؤ تو اور رونا بند کرو۔"

روحان نے اسے اپنے قریب کیا تھا۔

"بھائی میں مجھے وہاں مہیں جانا-- وہ فرقان-- وہ اچھے انسان مہیں ہیں۔ انہوں نے مجھ پر الزام

لگایا اور مجھے روز مارتے ہیں۔

وہ مجھے بدکردار کرتے ہیں ____ !!"

مدتکہ کی باتیں سن کر روحان کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔

اسکے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں۔ غصے کی شدید لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ مدتکہ جس ادارے میں پڑھتی تھی وہاں اسکا ایک کلاس فیلو تھا ارحم نام کا جو اسے بہت پسند کرتا تھا اور کتنی بار اپنی پسندیدگی کا اظہار کرچکا تھا۔

پسند تو مدتکہ بھی اسے کرتی تھی لیکن اس نے کبھی اقرار نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے خاندان کو جانتی تھی۔ وہ جانتی اسکی شادی اسکے بڑے بابا اور چھوٹے بابا سائیں کی مرضی سے ہوگی۔

اس سے پہلے اس پسند کو اظہار موقع ملتا آناً فاناً اسکا رشتہ پکا ہوا اور نکاح ہو گیا۔
وہ کتنے دل یونیورسٹی نہیں گئی۔

"کیا ہوا مدتکہ تم مٹھیک ہو۔ اتنے دنوں سے یونیورسٹی نہیں آئی ہی۔؟؟؟"
ارحم کا میسج پڑھ کر اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ انکی کبھی فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ ارحم کا پہلی دفعہ میسج آما تھا۔

"میرا نکاح ہو چکا ہے۔۔۔ جبھے اب تنک مت کرنا۔۔"

وہ اسے جواب دے چکی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔۔ تم کسی اور سے کیسے شادی کر سکتی ہو۔۔؟؟"

اسکے سوالوں سے تنگ آکر وہ فون بند کر چکی تھی۔

اور پھر وہ ہوا جسکا کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔ آرجے کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اسکے مرنے کی خبر ملی تھی۔

دکھ اتنا بڑا تھا کہ مذکحہ لپنا دکھ بھول گئی تھی۔ اور پھر ایک دن لڑکے والوں کی طرف سے زور دینے پر اسکی رخصتی کر دی گئی۔۔

اسی رات جب فرقان کمرے میں آیا تو مذکحہ بیڈ پر نہیں تھی۔ یقیناً وہ واشروم میں تھی۔۔
البتہ اسکا موبائل بیڈ پر پڑا ہوا تھا جو کب سے رنگ کر رہا تھا۔

فرقان نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا تھا۔

"گھاں مصروف ہو تم مذکحہ۔۔ بات کیوں نہیں کرتی ہو۔۔ میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔ پھر تم نے کسی اور سے شادی کیوں کی۔۔ میں اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھجنے

ارجم نان سٹاپ بول رہا تھا۔ سی لڑکے کے منہ سے اس طرح لی باتیں سن کر فرقان کا پارہ بائی می ہوا تھا۔ اس نے موبائل کو غصے سے دیوار میں مارا تھا۔

کچھ لوٹنے کی آواز سن کر مذکحہ باہر نکلی تھی۔ وہ اپنے کپڑے بدل چکی تھی۔ مسلسل بھاری کپڑوں میں بیٹھنے کی وجہ سے اسکی کمر اکڑ گئی تھی۔ رات کے سارے ہے تین کا وقت تھا۔ وہ اب آیا تھا۔

مذکحہ نے حیرت سے پہلے فرقان اور پھر موبائل کو دیکھا جو کئی ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔ مذکحہ کو اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ سید فرقان اور کچھ نہیں بلکہ ایک پڑھا لکھا جا ہل تھا۔

وہ غصے پھنکاتا مذکحہ کی طرف بڑھا تھا اس سے پہلے وہ کچھ کہتی فرقان نے اسکے منہ پر تمہیر مارا تھا۔

وہ نیچے گری تھی۔ مذکحہ کے توہوش اڑگئے تھے۔

"بد ذات عورت۔۔ تمہیں میں نہیں چھوڑوں گا۔۔"

وہ اب منہ سے غلاظت بک رہا تھا۔

اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں تھا۔ سال ہونے والا تھا وہ ایسے ہی فرقان کے تشدید کا نشانہ بنی تھی۔

— — — — —

وہ سنتی تو لس سے سنتی--

بی جان نے رخصتی کے وقت کہا تھا کہ اب اسکا سب کچھ فرقان ہی ہے-- وہ تمہارا محافظ ہے۔
لیکن یہاں تو وہ اسکے لئے موت کا فرشتہ بن کر آیا تھا۔۔۔

اسکی خوش قسمتی تھی کہ آج روحان نے فون پر سب سن لیا۔۔ ورنہ مزید کچھ دنوں میں وہ مر ہی جاتی۔۔۔

اپنی بہن کے منہ سے دل دھلا دینے والی باتیں سن کر روحان کے پورے جسم میں اذیت کی لہر پھیل گئی تھی۔۔۔

"بھائی مجھے فرقان کے ساتھ نہیں رہنا۔۔ وہ بہت برا ہے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔"
وہ رو رو کر بتا رہی تھی۔۔۔

"تم فکر نہ کرو میں کرتا ہوں اسکا علاج--"
وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔

"بھائی وہ بہت خطرناک ہے۔۔ وہ آپکو بھی نقصان پہنچائیے گا۔۔۔"
وہ ڈر گئی تھی۔۔۔

"تم فکر نہ کرو اور پر سکون ہو جاؤ۔۔ اب سب ٹھیک ہو گا۔۔"

اس سے پہلے وہ دروازے تک پہنچتا فرقان اندر داخل ہوا تھا۔

اسکے پھرے پر گھبراہٹ تھی۔ لیکن وہ خود پر قابو پاچکا تھا۔

"یہاں کیوں لائیے ہو اسے-- لیڈی ڈاکٹر گھر آجائی--"

فرقان غصے سے بولا تھا۔

اسکی بات سن کر روحان کا دماغ گھوما۔

"یہ کیا کیا ہے تم نے میری بہن کے ساتھ--؟؟"

روحان غصے سے سرخ آنکھیں لیئے دھارا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کرنے کیلئے مسٹیاں بھینچ رکھی تھیں۔

"کچھ نہیں کیا میں نے-- یہ تمہاری بہن-- دیکھ رہے ہو اسے۔ چکر چلاتی ہے دوسرے لڑکوں سے-- بدکردار ہے یہ--!!"

فرقان کے لجے میں حقارت تھی۔ ایک ل کیلئے روحان سن ہوا تھا۔

"بدکراد ہو تم مس ام حانم۔ بدکراد ہو تم--"

اسکے اپنے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائیے تھے۔

آج پتا چلا تھا اسے یہ الفاظ سننا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اسکے الفاظ وقت نے آج اسے لوٹائیے تھے۔

یہ بس ایک پل تھا۔ لکھے ہی پل وہ فرقان کی طرف بڑھا تھا اور ایک زور دار گھونسا اسلے منہ پر رسید کیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ باتیں کہنے کی-- تم جانتے بھی ہو وہ تمہاری بیوی ہے-- اور تم اس پر ہی کچڑا چھال رہے ہو--!"
روحان کا گھونسا کھا کر فرقان لڑکھڑایا تھا۔

"میں جانتا ہوں وہ میری بیوی ہے لیکن تم شاید بھول گئیے ہو-- وہ میری ہے میں جو چاہے کروں اور یہ ہمارا آپس کا مسئلہ لہ ہے--"
حوالہ بحال ہونے پر فرقان چینا تھا۔ مذکور تو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ تمہاری بیوی ہے تمہاری غلام نہیں جو تم جو چاہے سلوک کرو--"
روحان کو غصہ آرہا تھا۔

"ایسی گھٹیا اور بدکردار بیوی اسی قابل ہے--!"

اس سے پہلے فرقان مزید کچھ کھتا روحان نے اسے پکڑ لیا تھا اور اب وہ اسے بری طرح پیٹ رہا تھا۔

نقابت کی وجہ سے مذکور کی چیخ بھی نہیں نکل رہی تھی۔ وہ بیڈ سے اتنا چاہتی تھی لیکن ہاتھ

"میرا ایمان اور عقیدہ بدلہ ہے-- میری فطرت بدلی ہے-- میرا رخ اللہ کی طرف مڑا ہے-- لیں یہ مت سمجھنا کہ میں لڑتا بھول گیا ہوں-- میں تم جیسے گھٹیا لوگوں کیلئے آج بھی آر جے ہوں-- اگر تم نے دوبارہ کسی لڑکی کو چھوایا اسکے ساتھ ایسا سلوک کیا تو تم میں جان سے مار ڈالوں گا____!"

وہ دبی دبی آواز میں چینا تھا۔ کمرے میں رکھی چیزوں سے انکے ٹکرانے کے باعث نیچے گر کر آوازیں ابھری تھیں۔ جسے سن کر نر سیں اور ڈاکٹر کمرے میں آئیے تھے۔
دونوں کو مشکل سے چھڑوایا گیا تھا۔

دونوں بری طرح سے ہانپ رہے تھے۔ فرقان جو اپنے آپکو شیر سمجھتا تھا روحان سے اچھی خاصی دلائی می کروانے کے بعد اب صدمے میں تھا۔ وہ گھو گھور کر مذکوم کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ لوگوں کو پتا نہیں کہ یہ ہسپتال ہے-- جائیں یہاں سے--"

ڈاکٹر نے فرقان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔
وہ غصے سے سب کو دیکھتا چلا گیا تھا۔

"تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا روحان تم جانتے ہو وہ تمہارا بہنوئی می ہے--!!"

حکا کر رؤے تم

"ڈیڑ وہ جاہل آدمی انسان لملائے کے لائیق نہیں--"

روحان نے دوبدو جواب دیا تھا۔

"جو بھی ہے-- مسئی لہ جو بھی تھا بیٹھ کر سلچھایا جا سکتا تھا۔--!!

ضیاء جبیل کہا تھا۔

"بڑے ڈیڑ اس مسئی لے کا صرف ایک ہی حل ہے-- مذکور کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔-- بہتر یہی ہوگا کہ فرقان اسے طلاق دے۔--!!

وہ آرام سے اپنی بات کہہ چکا تھا۔-- لیکن اسکی اس بات نے سید حولی کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔
بی جان نے دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شاہ بیٹا۔-- ایسا نہیں ہو سکتا۔--"

بی جان نے کہا تھا۔

"یہ میرا نہیں مذکور کا فیصلہ ہے اور میں اسکا ہر قیمت پر ساتھ دونگا۔-- میں اسے مرنے کیلئے اس جانور کے حوالے نہیں کر سکتا۔--!!"

"لیکن اس خاندان میں کبھی کسی نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا۔-- اور تم کتنی آسانی سے یہ سب کہہ رہے ہو۔--؟؟"

"ضروری نہیں جو پہلے نہ ہوا ہو وہ اب بھی نہ ہو--
آپ لوگوں کو اپنی اکلوتی بیٹی پیاری ہے یہ پھر اس حوصلی کی روایات ____؟؟"

روحان نے کاری ضرب لگائی تھی۔

وہ بنا انکا جواب سے باہر نکل گیا تھا۔

جو بات سالوں پہلے اسے سمجھ نہیں آئی تھی آج آگئی تھی۔
حانم نے تو طلاق کی بات سمجھانے کیلئے اتفاقاً اسکی بہن کا نام لیا تھا۔
لیکن جب آج اس پر گزری تو-- وہ جان گیا تھا کہ اللہ نے طلاق کو کیوں رکھا ہے--!!

"تم ٹھیک تھی حانم-- تم ہر بات میں ٹھیک تھی-- جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے-- مجھ سے پر گزرتی تو میں نے اللہ کو جانا-- آج جب اتنا کچھ دیکھا تو دل پھٹ سا گیا--
جو باتیں مجھے آج سمجھ آئی ہی وہ تم سالوں پہلے جان گئی تھی--
تم اللہ کے احکام کو مجھ سے پہلے سمجھ گئی تھی--!!"
وہ اپنے کمرے میں نم آنکھیں لیئے اسکی تصویر سے مخاطب تھا۔

وہ روحان بن حیدر جبیل ہی کیا جو اپنی بات سے پچھے ہٹ جائیے یا پھر ظلم کے خلاف نہ
ولے--

حشام کو جب پتا چلا تھا تو اس نے بھی روحانی حملہت لی تھی۔
اور روحان نے کر دکھایا تھا۔ فرقان نے مذکور کو طلاق دے دی تھی۔

"آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔۔ میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔۔"
مذکور اسکے سامنے روپڑی تھی۔

"پگلی گڑیا یہ میرا احسان نہیں بلکہ میرا فرض تھا۔۔ اور میں نے اپنا فرض نبھایا ہے۔۔"
وہ مسکرا�ا تھا تو مذکور بھی مسکرا دی تھی۔ اسکے زخم آہستہ آہستہ مندل ہو رہے تھے۔

"ہاتھ ہولا رکھنا تھا روحان غلام دین بتا رہا تھا تم نے فرقان کے جبڑے ہلا دیے۔۔!!"
حشام کی بات سن کر روحان بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"شکر کرو شامو کا کا کہ وہ بچ گیا۔۔ اسکا میں وہ علاج کرتا کہ ساری عمر کسی لڑکی کو ہاتھ لگانا تو
درکنار دیکھتا بھی نہیں۔۔!!"

روحان کو واقعی بہت غصہ تھا اس پر۔۔

"لندن کب جا رہے ہو۔۔؟؟"

حشام نے پوچھا تھا۔ اسے پتا تھا روحان کا یونیورسٹی آف لندن میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔

"ابھی ایک اور کام بانی ہے-- پھر مجھ دلوں تک جاؤں گا--"

روحان نے رازدانہ لمحے میں کہا تھا۔

"مجھے ارجمند پسند آگیا ہے-- میں بہت جلد ڈیڈ سے بات کروں گا--"

وہ پرسکون سا کہہ رہا تھا۔ مذکحہ تو اسکی بات سن کر ہونک بنی اسے تک رہی تھی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہو-- آج ہی مل کر آیا ہوں اسے-- تم سے محبت کرتا ہے-- خوش رکھے گا--!!

روحان کی بات سن کر مذکحہ سپیٹائی می تھی۔

"نمیں بھائی می-- مرد ذات سے یقین اٹھ گیا ہے-- میں اب اکیلے جینا چاہتی ہوں اور اپنی پڑھائی می دوبارہ شروع کرنا چاہتی ہوں-- میری ڈاکٹری کا آخری سال ہے-- میں ڈاکٹر بن کر انسانیت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں--!!" مذکحہ اداس لمحے میں کہہ رہی تھی۔

روحان کو حanim یاد آئی تھی۔ اس نے جو حanim کے ساتھ کیا تھا۔ کیا وہ کسی پر یقین کر سکتی تھی۔ نمیں اور شاید کسی لڑکے کو انکار کرنے کی وجہ سے اس نے حanim کا چہرہ جلا دیا ہو گا۔

یہ خیال اتنا تکلیف دہ تھا کہ وہ آں میں بند کر کیا تھا۔۔ اسے لپنا دل کرلاتا ہوا حسوس ہو رہا تھا۔۔

اسے اپنے اندر سے دل کے رونے اور چیخنے کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔ جتنا وقت چاہے لے لو۔۔ لیکن تمہارا فیصلہ ارحم کے حق میں ہونا چاہیئے۔۔
وہ تمہارے انتظار میں ہے۔۔!!"

روحان نے اسکا گال تھپٹھپایا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔
وہ نہیں چاہتا تھا کہ مذکور اسکی آنکھوں میں نمی دیکھے۔۔

"وہ جو نجھڑا تو یہ رمز بھی اس نے سمجھائی
روح ایسے نکلتی ہے لوگ یوں مرا کرتے ہیں۔۔!!"

"مذکور کی عدت پوری ہونے کے بعد وہ لوگ منگنی کیلئے آئیں گے۔۔ مجھے امید ہے آپ ڈیڈ
اور بڑے ڈیڈ دونوں کو سمجھا لیں گی۔۔!!"

روحان بی جان کا ہاتھ پکڑے انہیں بتا رہا تھا۔ روحان کے لجے میں نرمی تھی۔ بی جان حیرت
سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔

یہ لمکا پل پل میں رنگ بدلتا تھا۔۔ بھی اتنا غصہ کہ سب پچھ مس مس کر دے۔۔ اور بھی
لبے حد شفیق

"تم اتنے بڑے کب سے ہو گئیے ہو۔۔؟؟"
بی جان نے اسکے چہرے کو چھوتے ہوئے پوچھا۔
ابھی تین سال پہلے کی تو بات تھی وہ دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کیا کرتا تھا۔
گٹار کندھے پر لکھائیے، سیئی بھاجانا وہ آس پاس کے لوگوں کو کر دیکھنے پر مجبور کر دیتا
تھا۔

وہ تب بھی لوگوں کو شاک کر دیتا تھا اور آج بھی ٹھیکنے پر مجبور
وہ کیا تھا بی جان بھی سمجھ نہیں پائی تھیں۔
"وقت اور حالات انسان کو بہت جلد سب سمجھا دیتا ہے بی جان۔۔ اور مجھے افسوس ہے
میرے معاملے میں وقت نے تھوڑی دیر کر دی۔۔"
وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"خوش رہو سلامت رہو۔۔ آمین۔۔"

بی جان نے اسکی پیشانی پوچھتے ہوئے صدق دل سے دعا دی تھی۔

"ماموں جلدی واپس آنا۔۔ آپلے لئے پر ممکنی بھی ڈھونڈی ہے ____ !!
مقدس آپ کے بیٹے ریان نے اسکا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

وہ سب لوگ ایؤر پورٹ پر موجود تھے۔ روحان لندن جا رہا تھا۔ سید جبیل نے اسے زور سے گلے^گ کیا تھا۔ روحان کو بہت سکون ملا تھا۔
سب بہت خوش تھے اور ساتھ ہی اداس بھی۔

"ممکن آپکے ماموں نے ڈھونڈلی ہے دعا کرو بس وہ ماموں کو مل جائیے--!!"
مقدس آپ نے ریان کو سمجھایا تھا۔

"رئی بی بی ماموں۔۔ پہلے نہیں بتایا آپ نے؟؟؟"
ریان شرارت سے پوچھ رہا تھا۔۔
روحان بس مسکرا دیا۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا۔۔ کبھی کبھی وہ مان لیتا تھا کہ حanim مرچکی
ہے۔۔
اور کبھی کبھی دل بغاوت کر جاتا تھا۔۔

"وہ مجھے ملے نا ملے۔۔ وہ یہاں بستی ہے۔۔ اور یہیں رہے گی ____ !!"
روحان نے اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے مقدس آپ کی بات کا جواب دیا تھا۔
وہ انشات میں سر ہلا گئی تھیں۔

"ایک بہت بڑی دنیا۔۔ جس میں روشنی لم اور اندر ہیرا زیادہ ہے تمہارے انتظار میں ہے۔۔ یہ

ایک نیا سفر ہے۔۔

النور انٹرنیشنل مسلم سکول کو تم نے سنہالانا ہے۔ اور پہلے اس قابل بننا ہے کہ تم النور کی رہنمائی کر سکو !!

ڈاکٹر باسط نے اسے کندھوں سے پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ انکا لندن میں ایک انٹرنیشنل اسلامک سکول تھا جس کا نام النور تھا۔ جہاں نئیے مسلمان ہونے والے لوگوں کیلیبیتے رہنے کی جگہ تھی جنہیں انکے خاندان قبول نہیں کرتے تھے۔

مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کی جاتی تھی اور ہر ویک اینڈ پر النور میں بہت بڑا اجلاس ہوتا تھا جس میں نان مسلم اور ملحد لوگوں کے اسلام پر اعتراض اور مختلف سوالات کے جواب دیے جاتے تھے۔ اس اجلاس میں دنیا کے بہترین مسلم سکالرزم اپنا لیکچر دیتے تھے۔

"ان شاء اللہ،" روحان نے گھرے یقین سے کہا تھا۔

"خیر سے جاؤ اور کامیاب ہو۔۔"

قدس آپی نے اسے دعا دی تھی۔

پاکستان میں بھی موسم ابرآلود تھا۔ اسکی فلاٹیٹ میں بس پندرہ منٹ باقی تھے۔

"اپنے عصے پر قابو کرنا سیلھو۔۔ عصے انسان لی سوچنے جھنے کی صلاحیت کو ستم کر دیتا ہے۔۔ جانتا ہوں ابھی تم سیکھنے کے مراحل میں ہو۔۔ لیکن تم سب سے الگ سب سے خاص ہو۔۔

"جاو بربخودار۔۔ جاؤ اور فتح کرلو۔۔ تمہارا سب سے بڑا ہستھیار محبت ہے۔۔!!

ڈاکٹر باسط نے اسے گلے لگایا اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیا تھا۔

"اس سے پہلے کہ بارش تیز ہو ہمیں نکلنا چاہیئے۔۔!!
ضیاء جبیل نے کہا تھا۔

وہ سب اپنی گاڑیوں کی طرف جکہ روحان اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"سوری آر جے۔۔ میں تھوڑا لیٹ ہو گیا۔۔ کورٹ میں کچھ کام تھا۔۔!!
سبیل نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ بارش میں بیٹھا بھیگ رہا تھا۔ روحان نے اسکے اوپر چھاتہ کیا تھا جو گھری سوچ میں غرق تھا۔۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔

"آر جے---"

سبیل نے اسے کندھ سے پکڑ کر ہلایا۔

وہ چونک کر ماضی سے حال میں واپس آیا تھا۔ ہاں وہ لندن پہنچ چکا تھا۔

"سوری-- آنکھ لگ گئی تھی شاید--"

روحان اٹھ کر سبیل کے گلے لگا تھا جسے وہ سالوں بعد مل رہا تھا۔

"کمال ہے بھئی-- اتنی تیز بارش میں جو انسان کو چھرے کو چھورہ ہو-- اور برف جمادینے والی ٹھنڈی میں تمہیں نیند کیسے آگئی؟؟؟"

سبیل نے پوچھا تھا۔

"میرا تعلق محبت کے قبیلے سے ہے-- اور محبت کرنے والوں کو آس پاس کی دنیا کی کوئی می خبر نہیں ہوتی____!"

روحان پھیلی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

"اگریٹ-- تو مسٹر محبت کے دیوتا-- گھر چلیں-- کیونکہ یہاں پر بہت سی محبت کی دیوبیان تمہیں کسی اور دنیا میں پہنچے ہوئیے دیکھ کر کافی دیر سے حیرت سے تمہیں تک رہی ہیں ایسا نا ہو کہ محبت کا دیوتا انہیں پسند آجائیے اور پھر مشکل ہو جائیے--!!"

سبیل لی بات سن کر روحان نے حیرت سے ارد کرد دیلھا تھا۔ پتھر کے تیچوں پر چھاتہ لیئے اسے کچھ لڑکیاں نظر آئی می تھیں جو اسے ہی گھور رہی تھیں۔

"لا حوله ولا قوت"

روحان بربڑایا تھا۔ اس بات پر دونوں کا قہقہہ ابھرا تھا اور پر وہ دونوں ہنستے ہوئے کارڈی کی طرف بڑھ گئی۔

جب وہ دونوں گھر پہنچے تو بارش کافی تیز ہو چکی تھی۔ روحان غور سے اس ٹاؤن کو دیکھ رہا تھا جسکے پہلی لائیں کو چھوڑ کر دوسری لائیں میں سبیل کا گھر تھا۔

سبیل اسکے ماموں کا بیٹا تھا جو یہاں لندن میں لاء کی پڑھائی می مکمل کرنے کے بعد اب شہر کی سٹی عدالت میں پریکٹس کر رہا تھا۔

روحان یہاں ایم بی اے کا ایک سال مکمل کرنے کے بعد آیا تھا۔ جب وہ زندگی سے بھرپور تھا اور جلد ہی اپنی گلی یعنی لائیں میں اپنی خوبصورت آواز کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔

پچھے بھی تو میں بدلا تھا۔۔ لندن ویسا کا ویسا تھا۔۔

لیکن وہ بدل گیا تھا۔۔ سرتا پیر۔۔

اب ایک اداسی اسکے ارد گرد بکھرنے لگی تھی۔

سبیل نے گاڑی گھر کے اندر پورچ میں داخل کی۔

"محبت کے دیوتا۔۔ آپکا شاہی دربار آچکا اتر جائیں"

سبیل کی بات پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اور پھر اپنے بیگ کو اٹھا کر گاڑی سے باہر نکلا۔

جیسے ہی وہ گاڑی سے باہر نکلا اسے اپنا خون جمٹا محسوس ہوا تھا۔ گاڑی میں ہیٹھ لگا تھا اسے زیادہ ٹھنڈ محسوس نہیں ہوئی تھی۔۔ اسکے کپڑے مجھیکے ہوئے تھے اور اب ٹھنڈ کا احساس ہوا تھا۔

"چلیں۔۔" سبیل چابی کو انگلی پر گھماتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اور روحان اثبات میں سر ہلا کر اسکے پیچھے گھر میں داخل ہوا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں۔۔۔؟؟"

وہ اپنے کمرے میں آرام دہ کرسی پر آتش دان میں لگے ہیٹھ کے سامنے بیٹھا تھا۔

جب سبیل کی آواز کو بھی۔ روحان نے بند آنہ میں کو لھولا اور مسلرا کر سبیل کی طرف دیکھا۔

"تمہارا گھر ہے جب چاہے جہاں چاہے آ جا سکتے ہو۔۔ اجازت کی ضرورت نہیں۔۔!!

"نہیں۔۔ میں آرجے کے کمرے میں بنا اجازت گھس نہیں سکتا۔۔!!
سبیل نے ڈنے کی اداکاری کی۔

وہ اب روحان کے سامنے دیوار پر رکھے صوفے پر براجمان ہو چکا تھا۔

"اچھا کیا تم نے کپڑے بدل لیئے۔۔"
اسے خاموش دیکھ کر سبیل نے کہا۔ اس نے محسوس کیا تھا روحان کے چہرے پر اب ہر وقت ایک مسکان ہوتی تھی۔ پہلے جیسی سختی نہیں تھی اب اسکے چہرے پر۔۔
الدبت آنکھوں سے ادا سی جھلکتی تھی۔

"حشام نے بتایا مجھے اس لکھی کا۔۔ سن کر بہت افسوس ہوا۔۔ لیکن خدائی کاموں میں ہم انسان دخل نہیں دے سکتے۔۔

ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم برانا مانو۔۔ جب سے تمہاری کہانی سنی ہے یہ سوال ذہن میں گونج رہا ہے۔۔!!

سبیل نے کہا تھا۔ روحان نے سوالہ نظرؤں سے اسے دیکھا۔

"جب تم اس لرٹی سے اتنی محبت کر لے تھے تو اسے جانے لیوں دیا--؟؟"

سبیل کے سوال نے روحان کی روح کو اندر تک چھلنی کر دیا تھا۔ وہ بس تڑپ کر رہ گیا تھا۔
کچھ دیر خاموشی چھائی می رہی

"مجھے لگتا ہے میں نے غلط سوال پوچھ لیا ہے--!!"
سبیل نے اسے خاموش دیکھ کر معذرت کی۔

"کوئی می بات نہیں شاید ابھی مجھ میں وہ حوصلہ نہیں ہے جس سے میں اپنی کمانی کو بیان
کرسکوں--!!

"کوئی می بات نہیں-- چھوڑو ان باتوں کو چلو کھانا کھاتے ہیں-- میں ملازم سے کہہ کر آیا
تمہا۔ اس نے لگا دیا ہو گا--!!"
سبیل ایک دم کھڑا ہوا۔

روحان کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن وہ سبیل کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا اس لیتے اسکے پیچھے
پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ لائج میں بنی ٹھریلی میں آکیا تھا جو باہر لان میں ھلتی ھی۔ سبیل اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اسے آفس کا کام کرنا تھا۔

روحان نے جیسے ہی کھڑکی کھولی تو ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکہ اسکے چہرے سے ٹکرایا تھا جو اسے اندر تک سرشار کر گیا تھا۔

یہ تازہ ہوا بھی قدرت کی کتنی بڑی نعمت تھی۔ جو انسان کو ایک پل کیلیئے مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی۔

جیسے ہی روحان کی نظر لان میں برستی بارش پر پڑی وہ حیران رہ گیا تھا۔ وہ وہاں تھی۔ بارش میں بھیگ رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔ کھلکھلا رہی تھی۔ اسکی ہنسی سے فضا میں ایک عجیب سا جلتزنگ پیدا ہو رہا تھا۔

وہ محبت یا عشق کے اس حصے میں داخل ہو گیا تھا جہاں محبوب کا ناظروں کے سامنے ہونا یا نہ ہونا کوئی می اہمیت نہیں رکھتا۔

وہ ناجانے کہاں تھی۔ تھی بھی یا نہیں تھی۔

لیکن روحان کو وہ اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ ہو رہی تھی۔

"روحان آؤ نا--"

اس نے روحان کو پکارہ تھا۔ وہ ایک ٹرنس کی کیفیت میں کھڑکی کے رستے ہی باہر لان میں کوڈا تھا۔

اب وہ حanim کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہوا تھا

"کیا تمہیں پتا ہے محبت کسے کہتے ہیں--؟؟"

وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"نمیں---"

روحان نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"بہت اچھی بات ہے مجھے بھی نہیں پتا۔"

وہ شرارت سے مسکرائی تھی۔۔۔ روحان کہلیئے یہ سب ایک سیراب تھا۔۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا واقعی اس وقت تک حanim محبت کے جذبے سے انجان تھی۔۔۔
وہ نہیں جانتی تھی محبت کا لمس اور احساس کیسا ہوتا ہے۔

"محبت وہ جذبہ ہے۔۔۔ وہ آگ ہے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔۔۔

..... ک : س مرشد

ہر بار میں کاغذ کے پتوں کو جلتے پایا ہے۔۔ میں جب بھی اپنی محبت کو سی چیز کے حوالے کرنا چاہتا ہوں وہ چیز خون اگلتی ہے۔۔ جل جاتی ہے۔۔ ختم ہو جاتی ہے۔۔!!“
بارش کے پانی میں روحان کی آنکھوں کی نی گھل سی گئی تھی۔

”اف۔۔ اتنی خطرناک اور خوفناک محبت
کیسے کمری تم نے روحان۔۔ کیسے۔۔؟؟“
وہ سرپائی سے سوال تھی۔

”نمیں جانتا۔۔ شاید زبردستی کروائی گئی۔۔“

وہ ہنسا تھا۔ خاک کردینے والی درد بھری مسکراہٹ

”سب ختم ہو جاتا ہے۔۔ محبت بھی۔۔ جیسے تمہاری محبت ختم ہوئی تھی۔۔ ایک پل میں۔۔
ایک لمحے میں۔۔ بنا سچائی کی جانے

محبت کا کوئی می وجود نمیں ہے۔۔!!“

وہ اب رفتہ رفتہ روحان سے دور ہو رہی تھی۔

”رکو۔۔ نمیں۔۔ محبت ختم نمیں ہوئی تھی۔۔ محبت کی تو شروعات ہوئی تھی۔۔!!“
روحان نے دہائی دی تھی۔ اسکا دور جانا روحان کو برا لگ رہا تھا۔

"ہمیں-- مجھے سب یاد ہے-- سب یاد ہے-- !!"

اس نے حانم کے لجے میں اذیت محسوس کی تھی۔

اس سے پہلے وہ مزید دور جاتی۔ روحان نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا تھا۔ لیکن وہ دھوان

بن کر فضا میں تخلیل ہو گئی تھی _____

اور یہ شاید اسکے لیئے اذیت کی آخری حد تھی۔

بارش کی برسی بوندوں نے، جب دستک دی دروازے پہ

محسوس ہوا تم آئے ہو، انداز تمہارے جیسا تھا

ہوا کے ہلکے جھونکے کی، جب آہٹ پائی کھڑکی پر

محسوس ہوا تم گزرے ہو، احساس تمہارے جیسا تھا

میں نے گرتی بوندوں کو، روکنا چاہا ہاتھوں پر

ایک سرد سا پھر احساس ہوا، وہ لمس تمہارے جیسا تھا

تنہا میں، چلا پھر بارش میں، تب ایک جھونکے نے ساتھ دیا

میں سمجھا تم ہو ساتھ میرے، وہ ساتھ تمہارے جیسا تھا

پھر ک گئی وہ بارش بھی، رہی نا باقی آہٹ بھی

سے مم تھا گ

ملازم سبیل کے کمرے میں چائیے دینے گیا تھا۔ دستک دینے پر سبیل نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔

"آرجے کو چائیے پہنچا دی تم نے---؟؟"
سبیل نے پوچھا۔

"نمیں وہ اپنے کمرے میں نمیں ہیں---"

"ہائیں۔۔۔ کمرے میں نمیں تو پھر کہاں گیا۔۔۔؟؟"
ملازم کی بات سن کر سبیل حیران ہوا۔

"وہ باہر لان میں بارش میں بھیگ رہے ہیں۔۔۔"
ملازم کی بات سن کر سبیل نے اثبات میں سر ہالیا۔

"لگتا ہے موصوف کا آج ہی سارے کپڑے گیلے کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔!!
سبیل نے چائیے کی چسکی لیتے ہوئے سوچا۔

"کیا انہیں کوئی می نفسیاتی مسئی لہ ہے۔۔۔؟؟"
ملازم نے ڈلتے ڈلتے لوچھا۔

"لیوں ایسا لیوں کہہ رہے کم--؟؟"

سبیل نے ابرو اٹھا کر غصے سے اسے گھورا۔

"نمیں-- وہ دراصل میں نے ابھی انہیں لان میں کسی سے باتیں کرتے دیکھا۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔!!"

ملازم کی بات سن کر سبیل چونکا۔

"جاؤ تم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور اپنے کام سے کام رکھا کرو۔!!

سبیل نے سخت سے لبجے میں کہا تو ملازم شکر کرتا وہاں سے بھاگا۔

جبکہ پیچھے سبیل کو روحان کے متعلق جان کر افسوس ہوا تھا۔

الگے دن اتوار تھا۔ سبیل کام کے سلسلے میں گھر سے باہر گیا تھا۔ روحان اکیلا الائچے میں بیٹھا تھا۔ پچھلی رات وہ کتنی دیر تک جاگتا رہا تھا۔ پرنہ جانے کب اسلکی انکہ لگی تھی۔

لیکن وہ شاید سویا نہیں تھا۔ نیند تو وہ ہوتی ہے جسکے بعد ہم اٹھیں تو پر سکون ہوں۔ جبکہ روحان کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔

وہ سوتے میں جا کتا تھا۔۔ اور جاتے میں سوتا۔۔
کچھ دیر وہ بیٹھا رہا۔۔ پھر اٹھا اور ظهر کی نماز ادا کی۔
نماز کے بعد وہ ترنجھے والا قرآن کھول کر بیٹھ گیا تھا۔۔
کل رات اس نے اپنی الماری بھی سیٹ کی تھی۔۔
وہ پاکستان سے اپنے بیگ اور سوت کمیں میں کپڑے کم کتابیں زیادہ لایا تھا۔۔ اسے جن
کتابوں پر شک تھا کہ لندن سے نہیں ملیں گی وہ ان سب کو اٹھا لایا تھا۔۔ جن میں زیادہ تر
اسلامی کتابیں تھیں۔۔
قرآن پاک کو پڑھنے کے بعد اسکے ذہن میں ایک سوال ابھرا تھا جو وہ ڈاکٹر باسط سے پوچھنا چاہتا
تھا۔

اس نے ابھی کچھ دیر پہلے مومنین کی صفات پڑھی تھیں۔۔
روحان کو حیرت ہو رہی تھی وہ مومن تو کیا اچھا مسلمان بھی نہیں تھا، وہ ابھی دھوکے باز
سمجھتا تھا خود اور جھوٹا بھی۔۔

ابھی تک وہ بڑوں کی ہربات نہیں مانتا تھا بلکہ اپنی مرضی کرتا تھا۔
اس نے ڈاکٹر باسط کے اکاؤنٹ کو کھولا اور اور وہاں اپنا سوال لکھا تھا۔۔
اسے امید تھی سرچ کرنے پر جواب مل جائے گا۔۔ شاید اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں
نے یہ سوال کیا ہو۔۔

"اسلام اور مسلمانوں کے حمل میں واسح فرق لیوں؟

"اگر اسلام بہترین مذہب ہے تو بہت سے مسلمان بے ایمان کیوں ہیں اور دھوکے بازی، اور رشوت اور منشیات فروشی میں کیوں ملوث ہیں؟"

یہ سوال کسی ملحد نے کیا تھا۔ اور ڈاکٹر باسط کا جواب موجود تھا۔

"میں آپکی بات سے اتفاق کرتا ہوں براہو۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

ڈاکٹر باسط نے تحمل سے سوال سئنے کے بعد بولنا شروع کیا۔

"اسلام بلاشبہ بہترین مذہب ہے لیکن میڈیا مغرب کے ہاتھ میں ہے جو اسلام سے خوفزدہ ہے، میڈیا مسلسل اسلام کے خلاف خبریں نشر کرتا وہ اسلام کے بارے میں غلط معلومات پہنچاتا ہے وہ اسلام کے بارے میں غلط تاثر پیش کرتا ہے، غلط تواریخ دیتا ہے اور واقعات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے، جب کسی جگہ کوئی بم پھٹتا ہے تو بغیر کسی ثبوت کے سب سے پہلے مسلمانوں پر الزام لگا دیا جاتا ہے۔ وہ الزام خبروں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں جب یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذمہ دار غیر مسلم تھے تو یہ ایک غیر اہم اور غیر نمایاں خبر بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی پچاہ برس کا مسلمان کسی پندرہ سالہ لڑکی سے اس کی اجازت سے شادی کرتا ہے تو مغربی اخبارات میں وہ پہلے صفحے کی خبر بنتی ہے، لیکن جب

ایک معمولی سی خبر کے طور پر شائع ہوتا ہے۔ امریکہ میں روزانہ حصمت دری کے 2713 واقعات پیش آتے ہیں لیکن خبروں میں جگہ نہیں پاتے کیونکہ یہ امریکیوں کی طرز زندگی کا ایک حصہ ہے---!!

ہر معاشرے میں ناکارہ لوگ ہوتے ہیں، میں اس بات سے باخبر ہوں کہ ایسے مسلمان یقیناً موجود ہیں جو دیانتدار نہیں اور دھوکے بازی اور دوسرا مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ لیکن مبیناً یہ ثابت کرتا ہے کہ صرف مسلمان ہی ان کا ا Zukab کرتے ہیں، حالانکہ ایسے افراد اور جرأم دنیا کے ہر ملک اور ہر معاشرے میں ہوتے ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت سے مسلمان بلا نوش ہیں، اور غیر مسلموں کے ساتھ مل کر شراب نوشی کرتے ہیں۔

لیکن مسلم معاشرے کی مجموعی حالت بہتر ہے، اگرچہ مسلمان معاشرے میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں مگر مجموعی طور پر مسلمانوں کا معاشرہ دنیا کا بہترین معاشرہ ہے۔ ہمارا معاشرہ دنیا کا وہ سب سے بڑا معاشرہ ہے جو شراب نوشی کے خلاف ہے، یعنی ہمارے ہاں عام مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مجموعی طور پر ہمارا ہی معاشرہ ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ خیرات کرتا ہے۔ اور جہاں تک حیا، متانت، انسانی اقدار اور اخلاقیات کا تعلق ہے دنیا کا کوئی معاشرہ ان کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ بوسنیا، عراق اور افغانستان میں مسلمان قیدیوں سے عیسائیوں کا سلوک اور برطانوی خاتون صحافی کے ساتھ طالبان کے بہتاو میں واضح فرق صاف

اس بات کو میں ایک مثال سے بھاتا ہوں،

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ مرسیدیز کار کا نیا مادل کیسا ہے اور ایک ایسا شخص جو ڈرائیور
نہیں جانتا سٹینگ پر بیٹھ جائے اور گارڈی کمیں دے مارے تو آپ کس کو الزام دیں گے؟
کار کو یا ڈرائیور کو ہ فطری بات ہے کہ آپ ڈرائیور کو الزام دیں گے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کار
کتنی اچھی ہے، ڈرائیور کو نہیں بلکہ کار کی صلاحیت اور اسکے مختلف پہلوؤں کو دیکھنا چاہیئے کہ
یہ کتنی تیز چلتی ہے، ایندھن کتنا استعمال کرتی ہے، کتنی محفوظ ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اگر یہ بات محض دلیل کے طور پر مان بھی لی جائے کہ مسلمان خراب ہیں تب بھی
ہم اسلام کو اس کے پیروکاروں سے نہیں جانچ سکتے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کتنا
اچھا ہے تو اسے اس کے مستند ذرائع سے پرکھیں، یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث سے!

اسلام کو محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی سے پرکھیں،

اگر آپ عملی طور پر یہ دیکھنا چاہیں کہ کار کتنی اچھی ہے تو اس کے سٹینگ وہیں پر کسی
ماہر ڈرائیور کو بھائیں، اسی طرح یہ دیکھنے کے لیے کہ اسلام کتنا اچھا دین ہے تو اس کا بہترین
طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ کو سامنے رکھ کر دیکھیں، مسلمانوں کے علاوہ بہت
سے دیانتدار اور غیر متعصب غیر مسلم مؤذون نے علانیہ کہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ بہترین
انسان تھے، مائیکل ایچ مارٹ نے "تاریخ مراثر انداز ہونے والے سو انسان" کے عنوان سے

کتاب ہی جس میں سرفہرست پیغمبر اسلام محمد ﷺ کا اسم کرامی ہے، غیر سلموں کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں انہوں نے نبی ﷺ کی بہت تعریف کی ہے، مثلًاً تھامس کا لائل، لا مارٹن وغیرہ۔

تو یہ آپ کا کہنا درست ہے۔۔۔ مسلمان اور اسلام میں کے عمل میں واضح فرق ہے۔۔۔ لیکن چونکہ مسلمان ایک انسان ہے جو آدم کی اولاد ہے اور غلطی اسکی فطرت میں شامل ہے۔۔۔ تو بہتر ہے آپ اسلام کے بہترین لوگوں کو دیکھیں۔ آپ کو پتا چل جائیے گا کہ اسلام کتنا مضبوط دین ہے۔۔۔

ڈاکٹر باسط خاموش ہو چکے تھے۔۔۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔۔۔
روحان سکتے کی حالت میں انہیں سن رہا تھا۔

"مسلمان پرفیکٹ نہیں ہیں جبکہ اسلام پرفیکٹ ہے مسٹر آر جے۔۔۔ تو آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں۔۔۔"

ام حنم کے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائیے تھے۔۔۔ اس سوال کا جواب تو دو جملوں میں بہت پہلے دے چکی تھی۔۔۔

وہ کیوں نہیں سمجھا تھا۔۔۔ شاید ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔۔۔ اور شاید سمجھنے کا بھی

ویڈیو دیکھنے کے بعد روحان جلدی سے انہا اور کپڑے بدلتے۔۔۔ اسے النور ادارے میں جانا تھا جو ڈاکٹر بسط کا تھا۔۔۔ وہ وہاں سے تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔

سبیل گھر نہیں تھا اور ناہی گاڑی تھی۔ اور روحان نے ابھی گاڑی نہیں لی تھی۔ اس نے ٹرین سے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پتہ اسے معلوم تھا۔

تقرباً پندرہ منٹ بعد وہ ٹرین میں بیٹھا تھا۔ شیشے سے وہ پیچھے کی جانب بھاگتے نظاروں کو دیکھ رہا تھا۔

اسکے سامنے سیٹ پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی بیٹھے تھے۔

"تو تمara اپنی گرل فرینڈ سے بریک اپ کیوں ہوا۔۔۔؟"

لڑکی نے لڑکے سے سوال کیا تھا۔ شاید وہ دونوں دوست تھے۔

"تم جانتی ہو میری گرل فرینڈ بہت مذہبی قسم کی تھی۔ ایک دن وہ کہنے لگی کہ اسے خدا سے عشق ہے۔۔۔"

مجھے حیرت ہوئی می۔۔۔ میں نے کہا کہ تم خدا سے عشق نہیں کر سکتی۔۔۔ تمہاری اتنی اوقات نہیں۔۔۔ ہاں البتہ تم چاہو تو اسے عاشق بنا سکتی ہو۔۔۔!"

بس اتنی سی بات تھی وہ اٹھی اور چائی سے گاکپ میرے سر پر مار کر چلی گئی۔۔۔"

لڑکے لی بات سن کر لمبی خوب ہسی ھی البتہ روحان مھنگا تھا۔
 اسے وہ رات یاد آگئی تھی۔۔ اس رات جب وہ حانم کو ڈھونڈتے ہوئے اسکے گھر پہنچ گیا
 تھا۔ جب وہاں پر اس نے فقیر نے اس پلٹ جانے کو کہا تھا۔۔
 لیکن روحان میں اتنی ہمت نہیں تھی۔۔ وہ وہیں گھٹنے زین پر لٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔
 اسکی حالت غیر ہو رہی تھی۔۔ وہ ہر حالت میں حانم سے ملنا چاہتا تھا۔

"ایک بات کہوں۔۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو سب کچھ تماری منشا کے مطابق ہو گا۔۔"

فقیر کے پراسرار لمحے میں کہنے پر وہ چونکا تھا۔

"جاؤ۔۔ اور جا کر اللہ کو عاشق بنالو۔۔ جب تو اسے اپنا بنالے گا اور اسکا بن جائیے گا تو
 سب مل جائیے گا تجھے جو نامکمن ہے۔۔
 سب ممکن ہو جائیے گا۔۔"

فقیر کی بات سن کر آرچے کو حیرت ہوئی تھی۔۔ اسے اتنا پتا تھا کہ اللہ کو عاشق کہنا غلط تھا۔
 وہ جانتا تھا اسکے گھر میں اللہ سے عشق کرنے کی باتیں کی جاتی ناکہ اسے عاشق بنانے کی۔۔
 اسے فقیر پر کس پاگل کا گمان ہوا تھا۔۔

"سوچ کیا رہا ہے۔۔ اب جایہاں سے۔۔"

اس سے پہلے وہ پچھ کہتا فقیر اپنی جملہ سے اٹھا اور اسلے پاس سے کمز کر ٹھی میں نہیں
غائب ہو گیا تھا۔۔۔

روحان کو وہ رات یاد آگئی تھی۔ وہ فقیر کی بات کو نظر انداز کرچکا تھا لیکن آج پھر اسکے
سامنے کسی نے وہی بات کی تھی۔

اسے حیرت ہو رہی تھی۔ روحان کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔۔ وہ اس لڑکے سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اللہ
سے عشق کیوں نہیں کیا جا سکتا۔؟؟

لیکن شاید انکا اسٹیشن آگیا تھا اور وہ دونوں اتر گئیے۔۔۔
روحان الجھ کر رہ گیا تھا۔

وہ النور سکول پہنچ چکا تھا۔ گیٹ پر گارڈ نے اسکا شناختی کارڈ چیک کیا تھا اور پھر اسے اندر
جانے کی اجازت دے دی تھی۔

یہ ادارہ بہت خوبصورت تھا۔۔۔ بہت بڑا تھا۔۔۔ اور بہت خوبصورتی سے سجا گیا تھا۔
وہ نفاست سے قدم اٹھاتا ریسپیشن کی طرف بڑھا تھا۔

ریسپیشن پر ایک لڑکا بیٹھا تھا جو شاید مغرب کا ہی رہنے والا تھا۔

"السلامُ صَيْمٌ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ،"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا اس لڑکے نے روحان کو سلام کیا تھا۔ جسکا جواب روحان نے حیران ہوتے ہوئے دیا تھا۔

"جی آپکا نام---؟"

لڑکے نے پوچھا تھا یقیناً وہ مسلمان تھا۔

"روحان جبیل--"

"اووہ-- کیا واقعی-- ماشاءالله ماشاءالله ڈاکٹر صاحب نے بتایا تھا کہ انکا بیٹا آئیے گا اس جگہ پر اسکا خاص خیال رکھنا ہے--"

وہ لڑکا کہتا ہوا روحان کے گلے لگ گیا۔ جبکہ روحان تو حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ڈاکٹر باسط اسے اپنا بیٹا مانتا تھا۔ شدت جذبات سے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا وہ لڑکا اسے لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

لگے دن کورٹ جاتے ہوئے سبیل نے اسے یونیورسٹی چھوڑا تھا۔

"بیسٹ آف لک--- محبت کے دیوتا اور بیماں محبت کی دیلوں سے بچ کر رہنا--"

وہ ایک کھری سالس لے کر یونیورسٹی میں داخل ہوا تھا۔
کچھ دیر آوارہ گردی کرنے کے بعد اسے اپنا ڈیپارٹمنٹ مل گیا تھا۔
یہاں کا ماحول بالکل ویسا ہی تھا جیسا ایک یونیورسٹی کا ہوتا ہے۔۔

ہر طرف قہقہے۔۔ زندگی سے بھرپور سٹوڈنٹس۔۔ شرارتیں کرتے کچھ ٹین انج
وہ سب دیکھ کر بس ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔۔ اسے لمبی سے ساتھ گزارے اپنے دن یاد آگئیے
تھے۔

پہلے لیکچر میں کیا پڑھایا گیا تھا اسے کچھ خاص سمجھ نہیں آئی تھی۔ اسکا دماغ کل والے
سوال میں اٹکا تھا۔ وہ جلد ڈاکٹر باسط سے بات کرنا چاہتا تھا۔

پہلا لیکچر کب ختم ہوا۔۔ پروفیسر کب کلاس سے گیا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔
وہ تب چونکا جب دوسرا پروفیسر کلاس میں داخل ہوا

روحان کلاسز شروع ہونے کے بعد ایک ہفتہ لیٹ آیا تھا۔
سب کا تعارف یقیناً ہو چکا تھا۔۔ اسے وہاں ابھی تک کوئی میں جانتا تھا۔

"ہے یو۔۔ کہاں گم ہو۔۔؟؟"

پروفیسر نے اسے گھری سوش میں غرق دیکھ کر پوچھا۔ شاید پروفیسر کافی تیز نظر تھے۔

"یہ پر فیسر۔۔"

وہ پونک کر سیدھا ہوا۔

”کیا نام ہے تمہارا--؟؟؟“

وہ اب پوچھ رہے تھے۔

”روحان جبیل--“

روحان نے کھڑے ہوتے ہوئیے بتایا۔

پروفیسر کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی۔

"کیا تم سچ میں وہی ہو۔۔ ہمیشہ سے گولڈ میڈل حاصل کرنے۔۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے

مالک--؟؟

وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

"---جی"

روحان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اتنے چیراں کیوں ہو رہے تھے۔

"میں نے تمہاری فائیل دیکھی تھی اور تب ہی تمہیں اس یونیورسٹی میں ایڈمیشن کیلیے اوکے کیا تھا۔ لیکن شک تھا کہ شاید اپنے من آفس والے تمہیں ری جیکٹ نا کر دیں۔"

پروفیسر کے اسلی تعریف کرنے پر کلاس میں ہچل سی بچ لئی می تھی۔ سوڈنس پیچھے مرٹ مرٹ کر اسے دیکھ رہے تھے۔

"Thank you so much professor"

روحان نے بس اتنا ہی کہا تھا۔

اور پروفیسر جسٹن اسے گھری نگاہ سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ البتہ چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

کلاس کے بعد وہ لان میں بنے بینچ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ موسم خوشنگوار تھا۔ لان کے بیچوں بچ ایک خوبصورت سا فوارہ تھا جس پر پرندوں کا ہجوم تھا جو وہاں سے پانی پی رہے تھے۔

انکی چھپاہٹ کانوں کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔

روحان نے کچھ سوچتے ہوئی ڈاکٹر باسط کا نمبر ملایا تھا۔ دو تین بیل جانے کے بعد اسکی کال ریسیو کلی گئی تھی۔

سلام دعا کے بعد روحان اپنی بات پر آیا تھا۔

"مجھے کچھ پوچھنا ہے آپ سے ڈاکٹر۔"

"جی ضرور پوچھو۔۔ کم میرے سب سے زیادہ سوال کرنے والے شاکر ہو۔۔!!" وہ مسکرائی سے تھے۔ روحان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی۔

"اللہ سے عشق کیوں نہیں کیا جاسکتا۔۔ میں نے ایک فقیر کے منہ سے سنا تھا اللہ کو عاشق بنالو۔۔ اس سے عشق کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔۔ اسکی کیا وجہ ہے۔۔؟؟" روحان کی بات سن کر ڈاکٹر باسط مسکرائی سے تھے۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ عاشق کون ہوتا ہے۔۔؟؟"

"عاشق وہ جو محبوب کے کرنے پر چلے۔۔ اسکا خاص خیال رکھے۔۔ جو محبوب کرے وہ وہی کرے۔۔ محبوب بھوکا ہو اور کچھ ناکھائیے تو وہ بھی بھوکا رہے۔۔!!" روحان نے اپنی طرف سے ایک عاشق کی خصوصیات بیان کردی تھیں۔

"بالکل۔۔ تو مجھے بتاؤ کہ اگر تم اللہ سے عشق کرنا چاہو تو ان سب خصوصیات پر پورا اتر سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ کو اونگ نہیں آتی کیا تم اسکے لیئے ساری زندگی جاگ سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ تمیں ہر وقت دھیان میں رکھتا ہے کیا تم اسے ہر وقت دھیان میں رکھ سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ تمہارے دل کے راز جانتا ہے کیا تم اللہ کو اتنا جان سکتے ہو۔۔؟؟ اللہ تمیں بہت سی نعمتیں عطا کرتا ہے تم اللہ کو کیا دے سکتے ہو۔۔؟؟"

"عاشق کا درجہ بہت بڑا ہے جس پر صرف اللہ ہی پورا اتر سکتا ہے--
وہ ان سب خصوصیات پر پورا اترتا ہے جو ایک انسان کے بس کی بات نہیں--
اس لیئے جو فقیر نے کما وہ اس نے اپنی طرف سے ٹھیک کہا تھا۔--
انسان تو بس اللہ کے احکام مان کر اسے اپنا بنا کر اسکا محبوب بندہ بن سکتا ہے-- وہ کبھی بھی
عشق کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر سکتا--!!
وہ کبھی عاشق نہیں بن سکتا--!!"

ڈاکٹر باسط خاموش ہو چکے تھے-- اور روحان ایک سکتے سے باہر آیا تھا۔
بات تو ٹھیک کی تھی ڈاکٹر باسط نے-- یقیناً وہ فقیر اور وہ لڑکا اس راز کو جان گیا تھا کہ انسان
عشق کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر سکتا۔--
یہ ایک بہت مشکل کام ہے-- شاید دنیا میں کچھ ایسے لوگ گزرے ہوں جنہوں نے اللہ سے
عشق کیا ہو

یہ ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ ابھی اسی سوچ میں غرق تھا جب ایک ادھیر عمر آدمی اسکے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔
"لگتا ہے کوئی یہ بہت اہم راز پایا ہے-- تسبیحی چہرہ اتنا چمک رہا ہے--!!
اس آدمی نے کہا تھا-- روحان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"لگتا ہے کوئی می بہت اہم راز پایا ہے-- تبھی چہرہ اتنا چمک رہا ہے--!
اس آدمی نے کہا تھا-- روحان نے چونک کرا سے دیکھا۔

کچھ دیر پہلے وہ آدمی اس فوارے کے قریب کھڑا وہاں آس پاس اڑتے پندوں کو دانہ ڈال رہا تھا۔

"جی-- راز پایا ہے کہ عشق کے تقاضے بہت کڑے ہیں--"
روحان نے جواب دیا تھا۔

"تو کیا عشق کرنا انسان کے بس کی بات نہیں--؟؟"
اس نے دوبارہ پوچھا۔

"جنوں نے عشق کیا وہ نارمل نہیں پاگل کمالی سے ہیں--!"

"یعنی، عشق تو فنا کرتا سے--؟؟"

ایک اور سوال حاضر تھا۔

”عشق تو بقا عطا کرتا ہے، ایک انسان جب فنا ہوتا ہے تب ہی بقا پاتا ہے----!!“
روحان کے پاس جواب موجود تھا۔

”گیا خدا سے عشق ہو سکتا ہے-- کیا کبھی کسی نے اس ذات سے عشق کیا ہے--؟؟؟“

”یہی تو راز پایا ہے کہ عشق کے تقاضے کرئے ہیں--- خدا سے عشق کرنا جتنا مشکل ہے اتنا
ہی آسان ہے--!!“

”میں نے سنا ہے خدا اپنے بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے-- تو خدا کو عاشق کہنا
درست ہوگا--؟؟؟“

روحان چونکا تھا۔

”آج کل ہم نے عشق اور محبت کو اتنا غلط رنگ دے دیا ہے جب ہم عاشق کی بات کرتے
ہیں تو بہت ہی غلط تصور ذہن میں ابھرتا ہے-- حالانکہ خدا نے ہر جذبے کو پیدا فرمایا ہے لیکن

"تو ایسی صورتحال میں کیا کرنا چاہیتے--؟؟ لفظ عاشق خدا کیلئے استعمال کرنا کچھ عجیب سالگتا ہے--!!"

"وہی تو کہہ رہا ہوں-- کہ ہم نے جذبات کو تو غلط رنگ دیا ہی تھا اسکے ساتھ الفاظ کی شناخت کو بھی مسخ کر دیا ہے-- انسان بہت ظالم واقع ہوا ہے-- اس نے عشق کو ایسا رنگ دے دیا ہے کہ جب لفظ عاشق زبان پر آتا ہے تو دماغ اس لفظ کا تمسخر اڑاتا ہے--، میرے خیال سے خدا کو عاشق کرنے سے بہتر ہے اپنے آپ کو خدا کا محبوب بندہ بنایا جائیے--!!"

روحان نے پہلی بار کسی سوال کا جواب دیا تھا۔

"بہت خوب--- خدا کا محبوب بندہ _____ سن کر اچھا لگا--!!
لیکن اب میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ خدا کا محبوب بندہ کیسے بنا جا سکتا ہے-- کیونکہ اسکے لیئے مجھے اپنا عقیدہ بدلتا ہو گا--!!"

روحان مسلم رایا۔

"ہیلو۔۔ میرا نام تھامس ہے۔۔ مجھے تمہارا جواب بہت پسند آیا ہے۔۔ بہت عرصے بعد کوئی یہ ایسا شخص ملا ہے جو الفاظ کا ہیر پھیر جانتا ہے۔۔ تم سے مل کر اچھا لگا مسٹر۔۔؟؟" اس آدمی نے روحان کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا یقیناً وہ اسکا نام نہیں جانتا تھا۔

"روحان جبیل۔۔"

روحان کے اسکے سوالیے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اسکا ہاتھ تھامہ اور اپنا نام بتایا۔

"نائیں س نیم۔۔ میں سامنے والے فلاسفی ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر ہوں۔۔ پچھلے تیس سالوں سے یہاں پڑھا رہا ہوں۔۔ لیکن آج پہلی بار کسی سے سوال و جواب کر کے مزہ آیا ہے۔۔!! پروفیسر تھامس نے سرشار سے لبجے میں بتایا۔

"اوہ آپ پروفیسر ہیں۔۔ معاف کیجیئے گا میں یہاں نیا ہوں مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ایک استاد ہیں۔۔!!"

"بیٹھ جاؤ برخودار، مجھے استاد سے زیادہ دوست بننا اچھا لگتا ہے--"

پروفیسر تھامس مسکرائی سے تو روحان بیٹھ گیا۔

"جینیکس پڑھنے آئیے ہو--؟؟؟"

پروفیسر تھامس پوچھ رہے تھے۔

"جی--"

روحان بس اتنا ہی کہہ پایا۔

"بہت خوب--، اچھی بات ہے-- انسان کو اپنے بارے میں جانا چاہیئے--!!"

"معدالت-- لیکن میں آپکی بات سمجھا نہیں--"

روحان کے چہرے پر اچھن ابھری۔

پروفیسر تھامس نے رازدانہ انداز میں کہا تھا۔

روحان تو انکی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے برخودار میں اب چلتا ہوں میرے لیکچر کا وقت ہو رہا ہے-- بہت جلد ملاقات ہو گی چائی سے پر۔۔!!"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا پروفیسر تھامس اپنی جگہ سے اٹھے اور مسکرا کر کہتے آگے آگے بڑھ گئی۔۔

روحان حیرانی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے رہا تمہارا یونیورسٹی کا پہلا دن---؟؟؟"

رات کے کھانے پر سبیل اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اچھا رہا ہے۔"

"کوئی می سئل تو میں پیش آئی می محبت کے دیوتا کو--؟؟"

سبیل کا لمحہ شراری تھا۔

"نمیں--"

روحان کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"کوئی می محبت کی دیوی ملی--؟؟"

سبیل شاید اسکا مزاج خوشگوار بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کوئی می ایک ہو تو بتاؤ، یہاں تو دیویوں کی بھرمار ہے--"

"ھاھا۔ درست فرمایا۔ ایسی ایسی دیویاں ہیں انسان بس دیکھتا رہ جائیے--"

روحان کا جواب سن کر سبیل کا قہقہہ ابھرا تھا۔

"اسی لئے میں نمیں دیکھتا اب--"

"وہ اس لئے کہ تمہارے دل پر سی اور کا سایہ ہے-- مم اسلے سحر سے باہر نکلو تو دیلھونا--"

سبیل نے کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔ جبکہ روحان خاموش رہا تھا۔ وہ اپنی محبت پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چائے پیو گے--؟؟"

سبیل پوچھ رہا تھا۔

"اگر مل جائے تو نوازش ہوگی--"

روحان زبردستی مسکرایا۔

"تمہاری اردو کافی اچھی ہو گئی ہے-- ایڈیٹ، سٹوپڈ کہنے والا شخص معذرت اور نوازش پر اتر آیا ہے-- کمال ہے۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو-- میں تمہیں ایڈیٹ کہوں--؟؟"

مد مقابل بھی روحان تھا۔

"میں-- میں-- میں تو بس ایسے ہی ایک بات کر رہا تھا-- !!"

سبیل سٹپٹایا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ روحان کا کوئی بھروسہ نہیں وہ اسے سب کے سامنے You idiot کہہ دیتا۔

سبیل کے سٹپٹا نے پر روحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا تھا۔ جبکہ سبیل کچن کی طرف بڑھ گیا۔

روحان نے النور جانا شروع کر دیا تھا۔ اب وہ باقاعدہ وہاں کا ایک طالب علم تھا۔ اسکی قراءت اچھی تھی۔

وہاں بہت اچھے معلم موجود تھے جو بچوں کو اور نئی سے آنے والے مسلم کو پڑھاتے تھے۔ روحان حیران ہوتا تھا۔ وہ جب کچھ پڑھنا شروع کرتا تھا تو لفظ بہترین انداز میں اسکے منہ سے ادا ہوتے تھے۔ اسے یاد آیا تھا وہ قرآن پاک مکمل کرچکا تھا اور حفظ کر رہا تھا جب مولوی نے اس پر شیطان کا ڈھپے لگا کر اسے مسجد سے نکال دیا تھا اور پھر اسکی ماں نے اسے پڑھانا شروع کیا تھا۔

روحان کو اب سمجھ آیا تھا وہ سب آیات-- وہ سب الفاظ وہ اسکے لاشعور میں کہیں محفوظ ہو گئیے تھے-- اور اب اسے یہ جان کر خوشی ہوتی تھی کہ وہ کبھی اس پاک کلام سے جڑا رہا تھا۔

اس دن روحان کلاس میں داخل ہوا تو وہاں ایک عجیب سی ہلچل مجھی تھی۔ کلاس میں کوئی بھی پروفیسر موجود نہیں تھا بلکہ پروفیسر کی جگہ پر ڈائیز کے قریب ایک لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اسکی کلاس فیلو تھی۔

روحان نے اسے پہلے بھی دیکھا تھا۔

"کیا کوئی خاص اعلان ہے آج ابی--؟" ایک لڑکے نے پوچھا تھا۔

ابی نے مسلما کر جواب دیا۔

تو اسکا نام ابی تھا۔ روحان کو ابھی کسی سٹوڈنٹ کا زیادہ نہیں پتا تھا۔ وہ وقت پر کلاس میں آتا اور پھر چلا جاتا تھا۔

وہ مسلمان تھا۔۔ اسکے کلاس فیلو جو کہ زیادہ تر عیسائی ہی اور یہودی تھے اسکے مسلم ہونے سے خار کھاتے تھے۔۔ اور شاید اسی وجہ سے کوئی ہی اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔۔ اور ناہی روحان نے کسی سے دوستی کرنے کی کوشش کی تھی۔
وہ کلاس میں زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔

"جیسے کہ سب کو معلوم ہے آج ہماری یونیورسٹی کی شان۔۔ ہماری کلاس کی جان #ایلیف لوٹ آئی ہے جو کہ ایک ٹورپرگئی ہی تھی۔۔"

ایک تو یہ بہت بڑی خوشخبری ہے۔۔!!"

ابی کی بات سن کر ایلیف کے نام پر کلاس میں ہوٹنگ ہوئی ہی تھی۔
سارے سٹوڈنٹس پہلی سیٹ پر بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جسکی روحان کی طرف پشت تھی۔

"اور ایلف ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہماری کلاس کے لئے ایک Honour لے کر آئی ہی ہے--"

چیمپر آف ڈسکشن کا آنر-- جو وہ خود بتائیے گی--!!"

ابھی کی بات پر زور شور سے ہونگ ہوئی تھی۔ وہ ڈائیز سے نیچے اتر آئی تھی۔
اور پھر ایلف اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

ایلف کے کھلے بال کندھوں پر بلکھرے ہوئے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔
روحان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور پھر اپنے چھرے کا رخ کھڑکی کی موڑ لیا۔
اب وہ باہر کچھ تلاش کر رہا تھا۔ آسمان کی وسعتوں میں--

"ہیلو گائیز۔ مجھے امید سب نے مجھے مس کیا ہوگا۔ ہے نا؟؟"
وہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔ اسکی آواز روحان کے کانوں سے ٹکر رہی تھی۔
اسکے بولنے کا انداز اچھا تھا۔

"تو جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ چیمپر آف ڈسکشن میں ڈسکشن کا حصہ بننا بہت ہی مشکل ہے اور بہت کم لوگ اس ڈسکشن میں حصہ لے سکتے ہیں۔۔۔ اور یقیناً وہ لوگ خوش قسمت

پروفیسر بسٹن نے ہمیں ایک اسائی منٹ دی ہے۔۔۔ ہر سوڈنٹ کا ٹاپک الک ہے۔۔۔ اور پروفیسر جسٹن چاہتے ہیں کہ ہم سب اپنی اس اسائی منٹ کو چیمبر آف ڈسکشن میں پریزنس کریں۔۔۔"

روحان چیمبر آف ڈسکشن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔۔۔ وہ بس خاموشی سے ایلف کو سن رہا تھا۔

"اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ جو انسان ایک بار اس چیمبر کا حصہ بن جائیے وہ مشہور ہو جاتا ہے۔۔۔"

"ہاں بالکل۔۔۔ جیسے کہ تم ایلف۔۔۔ تم ہر بات اپنی ریسرچ اور اپنی پریزنسیشن کو چیمبر میں پیش کرتی ہو۔۔۔ اور شاید اسی لئے تمہیں پوری یونیورسٹی جانتی ہے۔۔۔!"
چچھے سے ایک لڑکے کی آواز ابھری تھی۔۔۔ ایلف نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"میں اس چیمبر کا حصہ اس لئے ہوں کہ مجھ میں یہ قابلیت ہے۔۔۔ اگر تم لوگ اس قابل ہو

ایلف کے لجے میں طزر لی آمیزش ہی۔

"ویل-- یہ کچھ سٹوڈنٹس کے نام اور انکے ٹاپکس میں جو پروفیسر جسٹن نے دیئیے ہیں--
اپنا نام اور اپنا ٹاپک دیکھ لیں اور جو سٹوڈنٹ اپنی پریزنسٹیشن کو چھیبر میں پیش کرنا چاہے وہ مجھے
کلاس کے بعد مل لے-- اور خیال رکھیتے گا-- صرف وہی لوگ آئیں جو اس قابل ہوں-- ورنہ
چھیبر میں مذاق بھی بن سکتا ہے--!!"
وہ اپنی بات مکمل کر کے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی--
سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم بورڈ کی طرف لپکا تھا۔

کچھ سٹوڈنٹس خوشی سے اچھل رہے تھے-- جبکہ کچھ ماپوس تھے۔ روحان پر سکون سا اپنی جگہ پر
بیٹھا تھا۔

"رو-- رو-- حان جا بیل--"
کسی نے اسکا نام پکارہ تھا۔ روحان نے چونک کر
آواز کی سمت میں دیکھا تھا۔

"تمہارا نام ہے اس لسٹ میں-- اپنا ٹاپک دیکھ لو--"

وہ ابھی تھی۔ جسکے بال بہت چھوٹے تھے بالکل لڑکوں جیسے۔ با مشکل کانوں کو چھوڑ رہے تھے۔

روحان کو حیرت ہوئی تھی۔ اتنی جلدی اسکا نام آگیا تھا لسٹ میں۔۔۔
وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ بورڈ پر اپنا نام اور ٹاپک دیکھ کر وہ کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔۔۔ یقیناً
آج کلاس نہیں ہونے والی تھی

روحان کلاس روم سے سیدھا لائی بریری گیا تھا۔ سینٹ ہاؤس لائی بریری۔۔۔ جس نے روحان کی
توجه اپنی جانب مبزول کروائی تھی۔ وہ لائی بریری کا کارڈ پہلے ہی بنوا چکا تھا۔

لائی بریری میں اپنے ٹاپک سے متعلقہ کتابیں ڈھونڈنے کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔
اب اسے ایلف سے ملنا تھا۔ وہ اپنی پریزنسیشن کو چیمپر آف ڈسکشن میں پیش کرنے والا تھا۔
اسکا ٹاپک بہت ہی دلچسپ تھا جسے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

لائی بریری سے باہر اسے اپنا ایک کلاس فیلو نظر آیا تھا۔

"ہیلو کیا تم نے ایلف کو دیکھا ہے ؟؟"

روحان نے پہلی بار کسی کو مخاطب کیا تھا۔

"ہاں وہ کیفے میں ہے اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ--"

"اوکے تھینک یو--"

روحان جلدی سے کہتا کیفے کی طرف بڑھا تھا۔

کیفے پہنچنے کے بعد وہ پہلی نظر میں ہی اسے پہچان گیا تھا۔

وہ باوقار چال کے ساتھ اسکی طرف بڑھا تھا۔

"ایکسکیوڈ می مس ایلف--"

اس نے ایلف کے پاس جا کر اسے مخاطب کیا تھا۔ ایلف نے چونک کرا سے دیکھا۔

"میرا نام روحان جبیل ہے اور مجھے پروفیسر بسن لے پریزیسٹن دی ہے۔۔ آپ میرا روئمنبر اور ٹائپ لکھ لیں میں چیمبر آف ڈسکشن میں اپنی پریزیسٹشن دونگا۔۔!!" وہ اسکی طرف دیکھے بنا اپنی بات کہہ کر واپس مردا تھا۔

"رکو۔۔"

ایلف نے اسے یوں جاتے دیکھا تو پکارا۔

روحان رک گیا تھا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکی طرف بڑھی۔ چھرے پر سخت سے تاثرات تھے۔

"کیا نام بتایا تم نے اپنا۔۔؟؟" وہ اسکے پیچھے کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"روحان بن حیدر جبیل۔۔"

روحان نے رخ اسکی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

وہ سیئھے چتوں سے پوچھ رہی تھی۔

"جَلِيلَ الْحَمْدُ لِلّهِ"

روحان کا جواب سن کر ہوائی میں مسکرائی تھیں۔

"تم ایک مسلم-- تم چیمیر آف ڈسکشن میں حصہ لے لو گے-- تم؟؟؟"

وہ کاٹ دار لبجے میں پوچھ رہی تھی۔ اسکے لبجے میں چھپے طز کو محسوس کر کے روحان چونکا تھا۔

"کیوں نہیں لے سکتا؟؟"

سپاٹ سے لبجے میں پوچھا گیا۔

"تم جانتے بھی ہو چیمیر آف ڈسکشن ہے کیا؟؟"

وہ استراہیہ ہنسی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں لیکن نام سے ظاہر ہے کہ اس چیمیر میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی ہوگی-- سوال

اور روحان جبیل سے اپنی بحث کون کر سکتا ہے---؟"

روحان نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پینٹ کی جیب میں ڈال کر ایک قدم آگے بڑھ کر ایلف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اسکا اعتماد دیکھ کر ایلف ایک پل کیلیئے حیران ہوئی تھی۔

آس پاس بیٹھے سٹوڈنٹس حیرت سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"پر اعتماد ہونا اچھا ہے -- لیکن میں لکھ کر دے سکتی ہوں کہ تماری پریزنسیشن پہلے مرحلے میں ہی رد کر دی جائے گی-- سب سے پہلے یہ پریزنسیشن پروفیسر جسٹن کے پاس جائے گی اور وہ خود ہی تمیں رجیکٹ کر دے گے!!

"دیکھتے ہیں۔۔ پروفیسر جسٹن نے کچھ سوچ کر پہلی بار میں ہی پریزنسیشن کیلیئے مجھے منتخب کیا ہوگا۔۔ خیر آپ لکھ لیں مس ایلف۔۔ کیا پتا آپکو اپنا لکھا ہوا مٹانا پڑھ جائے گے--!"

روحان نے مسکرا کر کہا تھا۔

ایلف اسکی بات سن کر آگ بگولہ ہو گئی تھی۔

"ہے ایلف-- لیس گو-- آج میری پرفارمنس ہے-- چلو چلتے ہیں-- تمہیں پسند آئے گی--"

یہ ایک لڑکا تھا جس کا حلیہ دیکھ کر روحان ایک پل کیلیئے ساکت رہ گیا تھا۔
سیاہ جینز، سیاہ شرت اور اس پر سیاہ جیکٹ۔ کندھے پر لٹکتی سیاہ رنگ کی گٹار۔
لبھے بال لڑکے کے کندھوں پر بکھرے پڑے تھے۔ ماتھے پر بندھا ایک بینڈ۔
روحان اسے حیرت سے تک رہا۔

"آر جے-- آر جے--"

اسکے چاروں طرف سے شور ابھرا تھا وہ ایک پل کیلیئے ماضی میں پہنچ گیا تھا۔
ایلف اسے ایک گھوری سے نوازتی اس لڑکے کے ساتھ چلی گئی تھی اور ان دونوں کے
پیچھے انکے گروپ کے باقی سٹوڈنٹس بھی لپکے تھے۔

اس لڑکے کی جیکٹ کے پیچھے بڑا سا آر جے لکھا تھا اور اسکے اوپر تصویر بنی تھی۔ یعنی ایک
پرنٹ۔ جسے روحان پہلی نظر میں پہچان گیا تھا۔ وہ اسی کی تصویر تھی جب وہ آر جے تھا۔
اسکی ایک طرف سے لی گئی تصویر جس میں اس نے ایک ہاتھ میں گٹار پکڑا تھا اور اسکی

روحان نے اپنے دائی سیں ہاتھ سے بائی سیں ہاتھ کی کلائی می پر سے جیکٹ کے کف کو فولڈ کیا
تمھا۔ اور اسکی کلائی می پر آرچے کا ٹیٹھو چمک رہا تھا۔۔

وہ ایک گھری سانس لے کر کیفے سے باہر نکل آیا تھا۔
اسے ایسا کرتے کسی نے گھری نظروں سے دیکھا تھا۔
”مسٹر جابیل۔۔“

وہ کچھ قدم ہی چلا تھا جب اسے اپنے عقب سے آواز سنائی تھی۔
روحان رکا اور پھر پلت کر دیکھا۔ اسکے پیچھے ابھی کھڑی تھی۔۔ چھوٹے بالوں اور لمکوں جیسے حلیے
والی وہ لمکی۔۔ جسکا پھرہ معصوم تھا۔

”یہ۔۔“

روحان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”آ۔۔ وہ۔۔ تمہارا نام اتنا مشکل کیوں ہے۔۔۔؟؟؟“

روحان کے پھرے پر ایک نرم سی مسلم رہٹ پھیل لئی گئی۔

"نمیں تو۔۔ لیکن شاید آپکو مشکل لگتا ہو۔۔"

وہ جواب دینے کے بعد پلٹا اور چلنا شروع کیا۔ ابھی نے بھی اسکا ساتھ دیا۔

"ہو سکتا ہے۔۔ لیکن تمیں کیا لگتا ہے پروفیسر جسٹن ایک مسلم لڑکے کو چیمبر آف ڈسکشن کا حصہ بننے دھنگے۔۔؟؟"

ابھی نے سوال کیا۔

"کیوں۔۔ کیوں نمیں بننے دھنگے۔۔ انہیں مسلمانوں سے ڈر لگتا ہے کیا۔۔؟؟"

روحان کے الٹے سوال پر ابھی گریٹر گئی تھی۔

"نمیں میرا یہ مطلب نمیں تھا۔۔"

ابھی نے وضاحت دینی چاہی۔

تبھی ایلف کے گروپ سے شورا بھرا تھا۔ وہ لوگ اب ڈیپارٹمنٹ کے گروپ کی طرف بڑھ رہے

"وہ رونڈ جیکب عرف آر جے ہے۔۔ آر جے جو ایک سنگر تھا اسکا بہت بڑا فین۔۔"

ابنی نے اسکے نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے بتایا۔

روحان حیران ہوا تھا۔۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ آر جے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں دلوں پر راج کرتا تھا۔

"یاد آیا۔۔ تم بھی تو پاکستان سے ہونا۔۔ کیا تم نے آر جے کو دیکھا ہے۔۔ کیا تم کبھی اس سے ملے ہو۔۔ وہ بھی پاکستان سے تھا۔۔۔ بہت اچھا گاتا تھا۔۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں تو حیران ہوتی ہوں کہ پاکستان جیسے ملک میں بھی کوئی آر جے جیسا انسان پیدا ہو سکتا ہے۔۔ کیسے؟؟ خیر۔۔ میں بھی اسکی بہت بڑی فین ہوں۔۔ لیکن اسکی موت کا سن کر بہت افسوس ہوا۔۔ اور سچ مانو تو مجھے یقین ہی نہیں ہوتا کہ وہ مرچکا ہے۔۔"

ابنی بنا بریک بولے جا رہی تھی۔۔ شاید اس نے چپ رہنا یا دوسرے شخص کی بات سننا نہیں سیکھا تھا۔

"میں نہیں جانتا کسی آر جے کو۔۔"

"آج پھر یہ اپنی بے سری آواز سے لوگوں کے کانوں کو پکانے والا ہے۔۔۔ بے وقوف ہے۔۔۔ خود کو آر جے کھلواتا ہے۔۔۔ لوگ اسے اس لئے پسند کرتے ہیں کہ یہ خود کو آر جے جیسا بنا کر رکھتا ہے۔۔۔ لیکن شاید اسے پتا نہیں کہ رونڈ سے R اور جیکب سے J لینے پر کوئی آر جے تھوڑی بن جاتا ہے۔۔۔!!"

ابی کے لجے میں رونڈ کیلیئے طنز جبکہ آر جے کیلیئے ستائیش تھی۔ روحانِ ابی کو بس دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔

وہ اسے کیسے بتاتا کہ آر جے سے روحان تک کا سفر اس نے کتنا مشکلوں سے طے کیا تھا۔۔۔ اور یہاں سب آر جے پر مرتے تھے۔

"ٹھیک کہا آپ نے۔۔۔ آر جے نام کھنے سے کوئی آر جے تھوڑی بن جاتا ہے۔۔۔!!
وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

ابی اس بار چونکی تھی۔ موسم کافی خراب ہو رہا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں ان دونوں کی ہڈیوں سے میں گھسی جا رہی تھیں۔۔۔

روحان نے اپنی جیک کے کالر کو لھڑا کیا تھا۔ اسے یقین تھا پچھ دیر تک بارش شروع ہوئے والی تھی۔

اس سے پہلے انہی کچھ کہتی بارش کے نئے نئے قطروں نے زمین کو چھوا تھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں پہلے کہیں دیکھا ہے۔۔ تمہارا چہرہ کسی سے ملتا ہے۔۔"

ابی نے اسکے چہرے کو نظروں کے حصار میں قید کرتے ہوئے کہا تھا۔۔ لیکن کوشش کے باوجود بھی وہ اس سے یہ نہیں کہہ پائی تھی کہ اسکا چہرہ آرجے سے ملتا تھا۔۔

اسکی سحر انگیز مسکراہست اسکا اٹیبیوڈ

"کس سے ۲۲؟"

روحان نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"آرجے سے۔۔ شاید کچھ کچھ۔۔ لیکن نہیں وہ کافی الگ تھا۔۔ اسکا انداز ہی الگ تھا۔۔ لیکن۔۔ بے ساختہ جب میری پہلی بار تم پر نظر پڑی تھی تو مجھے لگا تھا کہ میں آرجے

کو دیکھ رہی ہوں-- لیکن پھر تمہارے حلیے پر غور کرنے سے پتا چلا کہ شاید وہ میرے دماغ پچھ زیادہ ہی حاوی ہو چکا ہے-- اس لئے نظر آنا ہے--!!

ابی کی باتیں سن کر روحان کا قمقہ لگانے کو دل کیا تھا۔ لیکن وہ خود پر ضبط کر گیا تھا۔

"آپکو غلط فہمی ہوئی ہے مس ایما رچرڈ-- میں روحان بن حیدر جبیل ہوں-- آرجے نہیں-- دنیا میں بہت سے لوگوں کی شکل دوسروں سے ملتی ہے۔ شاید آرجے کی بھی مجھ سے ملتی ہو۔ لیکن ایک بات تو طے ہے۔ آرجے بھی ایک ہی تھا۔۔۔ اس جیسا کوئی ہی نہیں تھا اور روحان جبیل بھی ایک ہی ہے۔ آرجے روحان جبیل جیسا نہیں ہو سکتا۔!! وہ پراسرار سے لجے میں کھڑا مسکرا�ا تھا۔ اور پھر ابی کو گد بائی کے کھڑا مضبوط قدم اٹھاتا۔۔۔ اس سے دور ہوتا چلا گیا تھا

ابی رم جھم برستی بارش میں کھڑی اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ بہت سحر انگیز باتیں کرتا تھا۔ ابی کو وہ پہلے دن سے سب سے الگ لگا تھا۔ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ لیکن اسکا سنجیدہ انداز ابی کو بات کرنے ہی نہیں دیتا تھا۔ لیکن آج۔۔۔ آج ابی کو اسکا اعتماد

وہ اسے دور تک جاتے دیکھتی رہی گھی جب تک وہ نظروں سے او بھل میں ہو کیا تھا۔۔ اور پھر
مسکرا کر آگے بڑھ گئی می تھی۔

اس رات روحان نے گھر آکر سب سے پہلے اپنے پرانے آر جے والے اکاؤنٹ کو اوپن کیا تھا۔۔
سالوں بعد۔۔

اور پھر اس نے اس اکاؤنٹ کو ہمیشہ کلیلیتے ڈیلیلیت کر دیا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ آر جے کو
بھول جائیں ہمیشہ کلیلیتے۔۔

لیکن اسکے چاہنے سے کیا ہونا تھا۔۔

لوگ خاص لوگوں کو جلد نہیں بھول پاتے۔۔ اور آر جے بھی خاص لوگوں کی فہرست میں سب
سے اوپر تھا

اسلی سوچ بس ایک انسان کے کرد لھوم رہی تھی۔۔ اس نے اپنے دل کو تڑپتے پایا تھا۔۔
ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی جب اسے کمرے میں ایک ماوس سی خوشبو کا احساس ہوا تھا۔۔
وہ آگئی تھی۔۔ ہاں وہ اسکے تصور پر حاوی ہو گئی تھی۔۔

”آگئی ہوتم۔۔ آج کافی دیر نہیں کر دی۔۔؟“
روحان آنکھیں بند کیئے پوچھ رہا تھا۔۔ اسے ڈر لگتا تھا آنکھیں کھولنے سے۔۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ
آنکھیں کھولے گا تو وہ چلی جائیے گی۔۔
وہ اندرھیروں میں جب وہ بینائی سے محروم ہو فیا تھا تب بھی اسکی ساتھی رہی تھی۔۔

”آج تم نے بہت اچھا کام کیا۔۔“
وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔۔

”جانتا ہوں۔۔ آرجے کا اکاؤنٹ ڈیلیٹ کر دیا میں نے۔۔ اس پر جتنی بھی گانے کی ویڈیوز تھیں
سب ختم ہو گئیں۔۔ لیکن بہت سے لوگوں کے پاس یقیناً ابھی بھی محفوظ ہونگی۔۔ اور انہیں
ختم کرنے کیلئے مجھے ہیکر بننا پڑے گا۔۔!!“

"ہاں مجھے یہ کام پسند آیا۔۔ دنیا کو چاہئے کہ وہ آرجے کو بھول جائیے۔۔ اور روحان جبیل کو یاد رکھے۔۔"

وہ اسکے بہت آس پاس تھی۔۔ آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"مجھے پتا تھا تمہیں پسند آئیے گا۔۔ تمہیں آرجے نہیں پسند تھا دیکھو میں نے آرجے کو ختم کر دیا۔۔!!

کمرے کے باہر ملازم اس سے چائیے کا پوچھنے آیا تھا اور پھر اسکے کمرے سے باتوں کی آوازیں سن کر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ ڈرتے ڈرتے اس نے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر دیکھا تھا۔۔

سامنے کرسی پر ٹیک لگائیے روحان بول رہا تھا۔۔ وہ باتیں کر رہا تھا کسی سے۔۔ لیکن کمرے میں کوئی می نہیں تھا۔۔

ملازم کا یہ منظر دیکھ کر سانس خشک ہوا تھا۔۔ اسے تو پہلے ہی دن سے روحان پر شک تھا۔ روحان کو یوں کسی سے باتیں کرتے دیکھ کر ملازم اتنا ڈر گیا کہ دروازہ بند کیتے بنایا ہی نیچے کی جانب دوڑ لگادی تھی۔۔ یقیناً اب وہ دوبارہ اسکے کمرے کا رخ نہیں کرنے والا تھا۔۔

"بہت بدل لئیے ہو کم--"

وہ زیرلب بربڑائی می تھی۔ لیکن روحان اسکی سرگوشی سن چکا تھا۔

"تمہیں جب کبھی ملیں
فرستیں _____

میرے دل سے بوجھ اتار دو،

میں کئی می دنوں سے اداس ہوں
مجھے کوئی می شام ادھار دو،

کسی کو میرے حال سے
نہ غرض ہے نہ کوئی واسطہ

میں بکھر گیا ہوں

سمیٹ لو

سنوار دو _____ !!

کمرے میں روحان کی پرسوز آواز سرگوشیوں کی صورت میں بکھری تھی-- وہ جاچکی تھی-- کمرے میں کوئی یہ نہیں تھا-- صرف وہ تمبا اسکی تہنائی تھی--
ایک آنسو اسکی بند آنکھ کے کونے سے نکلا تھا-- اور پھر کنپٹی سے ہوتا ہوا پیچھے کرسی کی نرم و گداز گدی میں جذب ہو گیا تھا

روحان پورے دھیان سے اپنی اسائی منٹ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ابھی اسے اکثر لائی بریری میں کتابوں کے درمیان سر جوڑے بیٹھے پاتی تھی۔ زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ روحان جبیل اپنی پڑھائی کو لے کر اتنا سنجیدہ ہوا تھا۔

"یہ چاہے جتنی مرضی کوشش کر لے-- یہ چھیبر تک نہیں پہنچ سکتا____!!"
ایلف نے اسے پڑھتے دیکھا تو تنفر سے کہا تھا۔

"جسے وہ کافی ذہین للتا ہے--"

ابنی نے سرگوشی کی تھی۔

"جتنا بھی ذہین ہو۔۔۔ ایلف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔۔!"

ایلف کو خود پر پورا بھروسہ تھا۔

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔ ایلف کا مقابلہ کرنا واقعی آسان نہیں۔۔۔"

اسکی بات سن کر ابنی مسکرا دی تھی۔

روحان النور اسکول آیا تھا۔ آج وہاں پر ایک بہت بڑا جلسہ تھا جسے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد جمع تھی۔

مولانا قاسم جو کہ ادارے کے ایک بہت بڑے معلم اور سکالر تھے عوام سے خطاب کرنے والے رہے تھے۔

روحان جلسے لی تیاری میں بڑی طرح سے مصروف تھا۔ لوگوں کو اتفاق اور سلوں کے ساتھ بھٹانے کے ساتھ ساتھ انکی حفاظت کا بھی باخوبی انتظام کیا گیا تھا۔

مولانا قاسم پہنچنے والے تھے جب ایک بڑی خبر نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مولانا دوسرے شہر سے تشریف لارہے تھے جب اچانک انکی طبیعت گزگزئی۔۔ ہسپتال جانے پر معلوم ہوا کہ انہیں ہارت اٹیک ہوا تھا۔

نازک وقت تھا۔ عیسائی یوں، یہودیوں، ملحدوں اور سائینس کے پیروکاروں سے ہال بھرا پڑا تھا۔ ڈاکٹر باسط احمد بھی پاکستان میں تھے۔ ان دو ہستیوں کے علاوہ بھی بہت سے معلم ادارے میں موجود تھے لیکن یہ صرف مسلمانوں کا جلسہ نہیں تھا جس میں مسلمانوں سے بیان کرنا تھا۔ بلکہ یہ ایک بڑا جلسہ تھا جہاں دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے سوالوں کے جواب دیے جانے تھے۔

"مجھے یقین ہے میاں تم یہ کام کر سکتے ہو۔"

"مُم-- میں کیسے-- آپ جانتے ہیں ڈاکٹر صاحب میں ابھی اس قابل نہیں ہوا--"

روحان انکی بات سن کر گربرا گیا تھا۔

"تم بہت قابل ہو روحان بیٹا۔ مجھے پورا بھروسہ ہے تم اس امتحان میں کامیاب ٹھہرو گے--

شروعات تو کرنی ہی ہے تم نے-- کیوں نا آج سے--؟؟"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔ جیسے آپکو بہتر لگے--"

روحان نے ایک گھری سانس لی تھی اور پھر آنے والے وقت کیلئے خود کو تیار کیا تھا۔

لندن اور النور ادارے کی عوام ڈاکٹر باسط اور مولانا قاسم کو اچھے سے جانتی تھی لیکن آج انکے سامنے ایک جوان لڑکا تھا۔ جنمیں وہ نہیں جانتے تھے۔

لیں جب روحان بن حیدر بسیل نے اللہ کے بارے میں بولنا شروع کیا تو لوں حیران رہ گئیے تھے۔ سب سے پہلے اللہ اور اسکی نعمتوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ اس انداز میں کہ لوگ حیران رہ گئیے تھے۔ اسکے بعد سوال جواب کا سسیشن شروع ہوا تھا۔

سب سے پہلا سوال جو تھا ایک ملحد کی طرف سے کیا گیا تھا۔

"میں یہاں پر ڈاکٹر باسط کیلیئے آیا تھا کیونکہ میرے اکثر سوالات کو بہت اچھے سے سمجھتے ہیں اور انکا جواب بھی دیتے ہیں۔۔۔ لیکن وہ یہاں نہیں ہیں تو میں سوال چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔ بلکہ اب اور مزہ آئیے گا۔۔۔ پتا چلے گا کہ ڈاکٹر باسط نے اپنے سٹوڈنٹس کو کتنا سکھایا ہے۔۔۔" اس ملحد کی بات سن کر روحان مسکرا دیا تھا۔ وہ ہزاروں کے مجمع کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ اسکا دل جذبہ ایمان سے بھر پور تھا۔۔۔ وہ خوش تھا کہ اللہ نے اپنے پسندیدہ کام کیلیئے اسے چنا تھا۔

"میرا سوال یہ کہ کفار کے دلوں پر مہر لگنے کے بعد وہ قصور وار کیوں؟"

اگر اللہ نے کافروں، یعنی غیر مسلموں کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو پھر انہیں اسلام قبول نہ کرنے کا قصور وار کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے؟؟؟"

روحان نے غور سے اسکا سوال سنا تھا اور پھر مسلم رادیا تھا۔

آپ نے ٹھیک کہا اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 6 اور 7 میں فرمایا ہے کہ،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ إِنَّهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۶) خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشاوةٌ وَلَعْنَمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۷)

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے یکساں ہے، خواہ آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں، بہر حال وہ ایمان لانے والے نہیں، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پرده پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

(سورہ البقرہ 2 آیات 6 اتا 7)

یہ آیات عام کفار کی طرف اشارہ نہیں کرتیں جو ایمان نہیں لائے۔ قرآن کریم میں ان کے لیے (إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، یعنی وہ لوگ جو حق کو رد کرنے پر تلے

"تم خبردار کرو یا نہ کرو، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے وہ سمجھتے ہیں نہ ایمان لاتے ہیں، بلکہ معاملہ بر عکس ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کفار بھر صورت حق کو مسترد کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور آپ انہیں تنبیہ کریں یا نہ کریں، وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ لہذا اس کا ذمہ دار اللہ نہیں بلکہ کفار خود ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف گمراہ کرنے یا دلوں پر مہر لگانے کی نسبت اس لیے درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسول بھیج کر اور آسمانوں سے کتابیں نازل فرمایا کر انسانوں کے لیے راہِ حق واضح کر دی۔ اب جنہوں نے حق قبول کیا وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ٹھہرے اور جنہوں نے حق سے منہ موڑا اور انبیاء و رسول کو ستایا، اللہ نے انہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیا اور حق کی توفیق نہ دی۔

ایک مثال سے وضاحت کرتا ہوں،

فرض کیجیئے ایک تجربہ کار استاد آخری (فائل) امتحانات سے قبل یہ پیش گوئی کرتا ہے کہ

مہیں دیتا اور اپنے ہوم ورل بھی کر کے میں لاتا۔ اب اگر وہ امتحان میں ناکام رہتا ہے تو اس کا قصور وار کسے ٹھہرایا جائے گا۔ استاد کو یا طالب علم کو؟ استاد کو صرف اس وجہ سے کہ استاد نے پیش گئی کردی تھی۔ اس لیے اسے طالب علم کی ناکامی کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پیشگی علم ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے حق کو ٹھکرانے کا تمہیہ کر رکھا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

لہذا وہ غیر مسلم خود ایمان اور اللہ سے منہ موڑنے کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ نے تو علم الغیب کا علم رکھتے ہوئے انہیں صدا کیلیتے اس بھنوں میں چھوڑ دیا ہے کیونکہ دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے۔ اور اسے پتا ہے کہ کچھ بھی کرو یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

"ایک اور سوال ڈاکٹر روحان حیدر—"

اس لڑکے نے دوبارہ کہا تھا۔

"جی آپ سوال پوچھ سکتے ہیں لیکن میں ڈاکٹر نہیں ہوں--"

وہ مسکرا یا تھا۔

"اوکے--- ڈیس کریٹ-- لیں میرا یہ سوال میرے پہلے سوال سے ہی جڑا ہے،

"فُمْ وَادْرَاكْ كَامِرَكَزْ دَلْ يَا دَمَاغْ ؟؟

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اللہ نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ دوسری طرف سائنس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ فُمْ وَادْرَاكْ اور ایمان لانا دماغ کا کام ہے۔ دل کا نہیں، تو کیا قرآن کا دعویٰ سائنس کے متضاد ہے؟؟؟"

سوال سن کر روحان مسکرا دیا تھا۔۔۔ کبھی وہ خود سائینس اور مذہب کی جنگ میں سوال کر کے لوگوں کو دھنگ کر دیتا تھا۔۔۔ اور آج پھر وہ اس جنگ کا حصہ تھا۔۔۔ یقیناً اس بات بھی وہ لوگوں کو لا جواب کرنے والا تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:-

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ إِنَّهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (٦) خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ
وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَمْ يَأْتِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (٧)

"بے شک جن لوگوں نے لفڑ کیا، ان کے لیے یہاں ہے خواہ آپ میں خبردار کریں یا نہ کریں، بہر حال وہ ایمان لانے والے نہیں، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

سب سے پہلی بات تو یہ کہ قلب کا مفہوم سمجھا جائیے۔۔۔
وہ اسٹیج پر مائیک کے سامنے کھڑا دلسوز آواز میں بول رہا تھا۔

عربی زبان میں لفظ "قلب" کے معنی دل کے بھی ہیں اور ذہانت کے بھی، ان آیات میں جو لفظ قلب استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد دل بھی ہے اور ذہانت بھی، لہذا مذکورہ بالا آیات کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر مر لگا دی ہے۔ اور وہ نہ تو بات کو سمجھ پائیں گے اور نہ ایمان لائیں گے۔

عربی زبان میں "قلب" سے فہم و ادراک کا مرکز بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور یہ فہم و ادراک کے مفہوم میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

لفظ Lunatic کا لغوی مطلب ہے چاند کا مارا ہوا یا چاند کی زد میں آیا ہوا۔ موجود دور میں لوگ خوب جانتے ہیں کہ کوئی پاگل یا ذہنی خلل میں بیتلہ آدمی چاند کا ڈسا ہوا نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود میڈیکل ڈاکٹر بھی یہی لفظ استعمال کرتا ہے۔ یہ زبان کے عمومی ارتقاء کی ایک مثال ہے۔ ویسے "لینینیٹک" "معنی" "دیوانہ" کی اصطلاح اس باطل تصور کے تحت گھڑی گئی چاند میں ہونے والی تبدیلیوں کا شدید اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ شعراء چاندنی سے عشق و دیوانگی کی کیفیت پیدا ہونے کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔

Disaster*: ایک منحوس ستارہ:

لفظ Disaster کا معنی و مطلب منحوس ستارہ ہے لیکن آج کل یہ لفظ اچانک نازل ہونے والی بد قسمی یا آفت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بد قسمتی کا کسی منحوس ستارے سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا!

Trivial * : تین سڑکوں کا سنگم:

لفظ Trivial کا لغوی مطلب وہ مقام ہے جہاں تین سڑکیں ملتی ہوں۔ آج کل یہ لفظ کسی معمولی نوعیت کی یا بہت معمولی اہمیت کی حامل چیز کے لیئے بولا جاتا ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ اگر کوئی چیز معمولی قدر و قیمت رکھتی ہو تو اسے تین سڑکوں کے سنگم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

طلوع آفتاب (Sunrise) اور غروب آفتاب (Sunset):

سن رائز (Sunrise) کا لغوی مطلب ہے سورج کا چڑھنا، آج جب لفظ Sunrise یا طلوع آفتاب کہا جاتا ہے تو لوگ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوتے کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ سورج کہیں چڑھ نہیں رہا ہوتا۔ اس کے باوجود ماہرین فلکیات بھی لفظ Sunrise ہی استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس بات سے بھی واقف ہیں کہ "غروب آفتاب یا Sunset کے وقت سورج کہیں غروب نہیں ہوتا۔ اس کے

محبت اور جذبات کا مرکز :

انگریزی زبان میں محبت اور جذبات کا مرکز دل ہی کو کہا جاتا ہے اور دل سے مراد وہ عضو بدن ہے جو خون کو پمپ کرتا ہے۔ یہی لفظ دل کے خیالات، محبت اور جذبات کے منبع اور مرکز کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ آج ہمیں معلوم ہے کہ خیالات، محبت اور جذبات کا مرکز دماغ ہے، اس کے باوجود جب کوئی شخص جذبات کا اظہار کرتا ہے تو اکثر یہی کہتا ہے :

”میں تم سے دل کی گھرائیوں سے محبت کرتا ہوں۔“

تصور کیجیئے! ایک سائسدان جب اپنی اہلیہ سے ان الفاظ میں اظہار محبت کرتا ہے تو کیا وہ یہ کہے گی کہ تمہیں سائنس کی اس بنیادی حقیقت کا علم بھی نہیں کہ جذبات کا مرکز دماغ ہے، دل نہیں؟؟

کیا وہ اسے یہ مشورہ دے گی کہ تمہیں کہنا چاہیئے کہ میں تم سے اپنے دماغ کی گھرائیوں سے محبت کرتا ہوں؟؟

روحان کے عام سے انداز میں کیتے گئے سوال نے ہال میں موجود لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"لین میں -- وہ ایسا میں حتی بلکہ خاوند کے دل لی کھائیوں سے محبت کے دعوے کو تسلیم کرتی ہے۔ لفظ قلب، مرکز خیالات اور ادراک کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔

کوئی عرب کبھی یہ سوال نہیں پوچھے گا کہ اللہ نے کافروں کے دلوں پر کیوں مہلگائی ہے کیونکہ اسے بخوبی علم ہے کہ اس سیاق و سبق میں اس سے مراد انسان کا مرکز خیالات و جذبات ہے۔

قرآن پاک عربی کی سب سے بڑی گرامر کی کتاب ہے-- اس میں ایک لفظ کے بہت سے معنی نکل آتے ہیں-- مجھے امید ہے آپ سمجھ گئیے ہونگے !!

وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

"دیکھا میں نے کہا تھا ناکہ یہ لڑکا بہت آگے جائیے گا کمال کر دیا ہے اس نے تو" ڈاکٹر باسط اپنے ٹوپی پر اجلاس کو براہ راست دیکھ رہے تھے۔

مقدس آپی بھی مسلمان دی ہی۔ اور آج کے اس اجلاس میں لوگوں کو لاجواب کرنے والا روحان جبیل پورے ادارے میں چھا گیا تھا۔

کلاس کے نولس بورڈ پر ایک جگمنٹا تھا۔ سٹوڈنٹس یہ جاننے کیلئے بیتاب تھے کہ کن خوش نصیب سٹوڈنٹس کی اسائی ممنٹ چیمپین میں پیش ہونے کی سند پاچکی ہے۔
سارے سٹوڈنٹس پروفیسر جسٹن کو اپنی اسائی ممنٹ Mail کر چکے تھے۔ اور ایلف کی جیرانی کی انتہا نہیں رہی جب اس نے اپنے نام کے بد روحان جبیل کا نام نولس بورڈ پر دیکھا تھا۔
صرف دس سٹوڈنٹس کو اسائی ممنٹ ملی تھی جن میں سے صرف دو کی پاس ہوئی تھی۔
اور وہ دو لوگ ایلف آسکر اور روحان جبیل تھے۔

یہ چیمپین آف ڈسکشن کا اندروانی منظر تھا۔ چیمپین آف ڈسکشن کی ظاہری صورت اور ترتیب کمرہ

جو کہ بڑے سے میز کے پیچے ایک اوپھی کرسی پر براجمان تھا۔

اسکے سامنے دونوں طرف سٹوڈنٹس کی دو قطاریں تھیں۔

چھمیر آف ڈسکشن میں ہر طرح کے موضوعات پر بحث کی جاتی تھی۔

چاہے وہ سائنس سے متعلق ہوں یا پھر مذہب سے--

پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سٹوڈنٹس یہاں اپنی ریسروچ پیش کرتے تھے۔

یونیورسٹی کی انتظامیہ کے علاوہ بڑے بڑے موقعوں پر شہر کی معزز ہستیوں کو بلایا جاتا تھا۔

پہلے پریزنٹیشن ایلف نے دی تھی جو مکمل طور پر تیار تھی۔ اور بہترین انداز میں اپنی ارتقاء پر کی گئی تحقیق کو پیش کیا تھا۔

چھمیر میں موجود سٹوڈنٹس اور پروفیسرز اسکی قابلیت سے واقف تھے۔

اور جب روحان جبیل اسٹیج پر آیا تو پروفیسر جسٹن چونا ہو گئی سے تھے۔ وہ جانتے تھے یہ لڑکا کچھ نیا کرنے والا تھا۔

اور میوڈیشنر پر ہی لئی می اسائی نمنٹ کو جب اس نے چھیبر میں پیش کیا سب دنگ رہ گئی رہ تھے۔ اس نے اس طرح سے ہر چیز کو بیان کیا تھا کہ کسی بھی شخص کے ذہن میں کوئی می سوال نہیں ابھرا تھا۔

اور جب میوڈنٹس پر اٹھنے والے ایک سوال کے جواب میں ٹرائی سومی پر اس نے اپنی مثال پیش کی تو پورا چھیبر ہل گیا تھا۔

”کیا واقعی وہ ایک میوڈنٹ ہے۔۔ پوری یونی میں روٹ ہونے والے ان تین کیسز میں سے ایک۔۔ جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔۔!!“
ایلف دنگ رہ گئی تھی۔۔ وہ اسے کیا سمجھ رہی تھی اور وہ کیا نکلا تھا۔۔

ایلف آسکر کا نام کہیں چھپ سا گیا تھا۔۔ پورے چھیبر اور ڈیپارٹمنٹ میں بس روحان جبیل کا نام گونج رہا تھا۔

"میں جانتا تھا۔۔ جسے یقین تھا۔۔ جسے یقین تھا کہ تم پچھالک کرو گے۔۔ تم نے کر دکھایا مسٹر روحان جبیل۔۔ آج سے تم میرے ساتھ کام کرو گے۔۔ میری لیب میں۔۔ لندن کی سب سے بڑی لیب میں۔۔ ایک سائینسدان کے طور پر !!"

پروفیسر جسٹن کی بات سن کر روحان حیران ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ پروفیسر جسٹن جو ایک سائینسدان بھی تھا وہ اسے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر رہا تھا۔۔

یہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔۔ اسکا نام بنتا جا رہا تھا۔۔ لوگ اسکے گرویدہ ہوتے جا رہے تھے۔۔

وہ یہاں یہ سب کرنے نہیں آیا تھا۔۔ وہ تو علم حاصل کرنے آیا تھا۔۔ النور سے دینی اور یونیورسٹی سے دنیاوی۔۔

لیکن ڈاکٹر باسط نے ٹھیک کہا تھا۔۔ وہ تو یہاں لوگوں کو فتح کر رہا تھا۔۔
کیسے۔۔ کیوں۔۔ کیا چیز اسکی مدد کر رہی تھی وہ خود نہیں جانتا تھا

ان چار سالوں میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ایلف نے اپنے نام سے زیادہ سی اور کے نام کی گونج سنی تھی۔

وہ چار سالوں سے جینیٹکس پڑھ رہی تھی لیکن اسکے پاس اتنا علم اتنی معلومات نہیں تھیں جتنی روحان جبیل کے پاس۔

"یقین نہیں ہوتا کہ کوئی می اتنا علم کیسے کر سکتا ہے--؟؟"

وہ روحان کے سامنے کھڑی استفسار کر رہی تھی۔

"اور میں بھی حیران ہوں کہ ایک لڑکی اتنی اچھی رسروچ کیسے کر سکتی ہے--؟؟"

وہ شرارت سے کہہ کر مسکرا�ا تھا۔ ایلف نے غور کیا تھا وہ وجہہ تھا۔

اسکے بات کرنے کا انداز اسکی شخصیت میں وقار لاتا تھا۔

"زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے-- ابھی فائی نل اگر امز باقی ہیں-- اور یقیناً پچھلے چار سالوں کی طرح اس بار بھی ایلف ٹاپ کرنے والی ہے۔"

وہ خود کو نارمل کرتے ہوئی سے بولی تھی۔

"یقیناً ایلف آسلر ٹاپ کرنے والی ہے-- میں نے کب انکار کیا-- وش یو گڈ لک--"

وہ مسکرا کر کھتا آگے بڑھ گیا تھا۔۔ اسے ٹاپ کرنے سے کوئی می سروکار نہیں تھا۔۔ وہ یہ کام پچین سے کرتا آیا تھا۔۔

اسکے نزدیک اب اس چیز کی کوئی می اہمیت نہیں تھی۔۔

ہاں البتہ اور بہت سے کام تھے جو اسے سرانجام دینے تھے۔۔

"تو تم نے اپنے سلفائی بٹ (خاص) ہونے کا ثبوت دے ہی دیا۔۔ جان کر اچھا لگا۔۔"

لگے دن وہ اپنی پسندیدہ جگہ پر اس فوارے پر بیٹھا تھا جسکے ارد گرد پنڈے اڑ رہے تھے اور کبھی نیچے بیٹھ کر دانہ چلتے تھے۔۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا پروفیسر تھامس۔۔ مجھے جو کام ملا تھا وہی پورا کیا ہے۔۔"

"تم نے چیمبر کو پہلی باری میں ہی ہلا دیا ہے مسٹر جبیل۔۔ حیران ہوتا ہوں کہ تم آگے کیا

پروفیسر تھامس بھی اسلے متاثرین میں نظر آرہے تھے۔

"دیکھتے ہیں پروفیسر۔۔ لیکن میرا چیز ہلانے کا ارادہ نہیں ہے۔۔"

وہ اداسی سے مسکرا یا تھا۔

"چائی سے ہوجائی سے ایک ساتھ۔۔ شام کو میرے اپارٹمنٹ آ جانا۔۔ مجھے تمہارے ساتھ چائی سے پی کر اچھا لگے گا۔۔!!"

پروفیسر تھامس اسے چائی سے کی دعوت دے کر جا چکے تھے جبکہ روحان انہیں جاتا دیکھ رہا تھا۔۔ اسکا جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن وہ پروفیسر کو انکار بھی نہیں کر سکتا۔۔

"اس لڑکے کی شکل کسی سے تو ملتی ہے۔۔ لیکن کس سے۔۔؟؟؟"

ایلف اپنے کمرے میں بڑی طرح سے چکر کاٹ رہی تھی۔ آج اس نے روحان کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔۔ اسے اسکے چہرے میں کسی کی شبہست نظر آئی تھی۔

وہ پریشان ہولئی ہی تھی۔ کوئی بھی پہلی بار اسلے مقابلے پر آیا تھا۔۔ ایلف کو حیرانی ہو رہی تھی۔

وہ لندن کے میئر کی بیٹی۔۔ اپنی ذات میں بے مثال تھی۔۔ پھر ناجانے کیوں وہ اس چہرے کو بھول نہیں پا رہی تھی۔

اچانک اسکے ذہن میں ایک جھمکہ ہوا تھا اور وہ میز پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ کی طرف لپکی

رات کے اس پھر کافی ٹھنڈ تھی۔ وہ پروفیسر تھامس کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا تھا۔
کوٹ کے کالر کو کھڑا کر کے اس نے خود کو ٹھنڈ سے بچایا ہوا تھا۔
کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تھا۔

”مسٹر روحان جبیل۔۔ ویلکم۔۔“

پروفیسر تھامس جیسے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئیے تھے۔

روحان نے جیسے ہی اندر قدم رکھا اسے ایک کرم سا احساس ہوا تھا۔ پورا لھر ہسپٹر لی کرمائیش سے گرم تھا۔

روحان کی ہڈیوں کو جیسے سکون ملا تھا۔

"معاف کرنا میں نے دروازہ دیر میں کھولا۔۔ ملازم جاچکا ہے میں خود چائی سے کا سامان میز پر لگا رہا تھا۔۔"

"کوئی می بات نہیں پروفیسر۔۔ آپکو معدالت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"
روحان شرمندہ ہوا تھا۔

"آجاؤ چائی سے ٹھنڈی ہو جائیے گی۔۔"

پروفیسر نے ڈائی نگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تھا۔۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا کر انکی پیروی کی۔

"تم النور جاتے ہو۔۔ کیا سیکھنے۔۔؟؟"

"ہاں میں وہاں سے دینی تعلیم حاصل کر رہا ہوں--"

روحان نے پروفیسر کے ہاتھ سے چائیے کا کپ پکڑتے ہوئیے جواب دیا تھا۔

"تعلیم حاصل کر رہے ہو یا تعلیم دے رہے ہو؟ کافی اچھا بول لیتے ہو تم بھی۔ میں نے وہ ویدیوز دیکھی ہیں جن میں تم ایک سکالر کا کام کر رہے ہو۔"

روحان اس بار سی معنوں میں پچونکا تھا۔

"نمیں۔۔ میں سکالر نہیں ہوں۔۔ میں بس اپنے مذہب کے بارے میں جو لوگوں کی انجمنیں ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔"

روحان نے چائیے کا گھونٹ بھرتے ہوئیے جواب دیا تھا۔

"ہم۔۔ اچھی بات ہے۔۔"

پروفیسر تھامس نے سوچتے ہوئیے کہا تھا۔

وہ پوچھ رہے تھے۔

"کچھ زیادہ نہیں-- انگریزی، اردو، فرانسیسی جانتا ہوں جبکہ اور عربی سیکھ رہا ہوں--"

روحان نے سچ بتایا تھا۔

"اگر میں ہسپانوی زبان میں تم سے کچھ سوال کروں تو کیا تم جواب دے سکو گے---؟؟"

"نہیں--"

روحان نے ابھتے ہوئیے جواب دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ پروفیسر یہ سب کیوں پوچھ رہے تھے۔

"ھمم---"

پروفیسر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئیے تھے اور بند کھڑکی میں جا کر کھڑے ہو گئیے تھے جس کے دھنڈ جمے شیشوں سے لدن دھنڈلا سا نظر آ رہا تھا۔

"عہدِ است کے بارے میں جانتے ہو۔۔؟" خدا نے اس زبان میں وعدہ لیا تھا ہر انسان سے۔۔؟"

پروفیسر کے سوال پر روحان چونکا تھا۔۔ اسے اب سمجھ آیا تھا کہ وہ مختلف زبانوں کا ذکر کیوں کر رہے تھے۔

"یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میرے ناقص علم کے مطابق وہ گفتگو عربی میں ہوئی تھی۔۔"

روحان نے جواب دیا۔

"کیوں۔۔؟"

سوال حاضر تھا۔

"کیونکہ یہ اللہ کے محبوب نبی ﷺ کی زبان ہے۔۔ اسی زبان میں آخری کتاب کو نازل کیا گیا تھا۔۔ اور بہت سی روایات میں آیا ہے کہ عربی ہی جنت کی زبان ہوگی۔۔!!"

"میں نے پڑھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان سے عربی زبان میں پچھ سوال لیتے جائیں گے۔۔۔ اور عدالت کی پوچھ گوچھ ہوگی ۔۔۔ جن لوگوں کو عربی زبان نہیں آتی وہ کیا کریں گے۔۔۔؟"

پروفیسر کی بات سن کر روحان مسکرا یا تھا۔ وہ انکا سوال سمجھ چکا تھا۔
وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پروفیسر کے برابر میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"مسلمانوں کا ایمان ہے اور بعض روایات میں ہے کہ روز قیامت یا قبر میں حساب عربی میں ہو گا، ہمارے اُستاد کا خیال تھا کہ ہماری ہی زبان میں ہو گا
سوال و جواب کسی زبان میں بھی ہوں ہمیں بس اس وقت کیلئے تیار رہنا ہوگا۔۔۔"
روحان نے کہنا شروع کیا۔

النور میں میرا ایک دوست ہے جو کہتا یہ حساب کسی زبان میں ہو گا ہی نہیں یہ سارا معاملہ ایسے مفہوم کے دو طرفہ ابلاغ اور منتقلی سے وقوع پذیر ہو گا جسے سمجھنے سے ہم ابھی اس جسم میں رہتے ہوئے قادر ہیں۔

لیکن مفہوم کی یہ زبان قرآن کے مطابق ہم پہلے بھی استعمال کر چکے ہیں۔ آپ نے قرآن

پہلے کیا تھا، تب نہ مجھے اردو آئی ہی نہ انگریزی نہ عربی نہ ہی آپلو پنجابی سرائیں سندھی وغیرہ آتی تھی لیکن پھر بھی ہم نے ایک ایسا اہم ترین حمد کر لیا جسکا تعلق ایک نئی دنیا میں جانے جیسے بہت بڑے فیصلے سے تھا۔۔۔۔۔

پروفیسر نے چونک کر روحان کو دیکھا تھا جو اپنے دوست کی سوچ کو ہو بھو اسکے الفاظ میں بیان کر رہا تھا۔

"مرتے ہی ہم جو صورت اختیار کر لیں گے یہ وہی صورت ہو گی جو پیدائش سے پہلے وہ حمد کرتے وقت ہماری شخصیت کا حصہ تھی۔

یعنی ہم جسم سے واپس اُس کیفیت میں شغل ہو جائیں گے جو ہماری حقیقی شخصیت تھی۔ یہ ہاتھ یہ پیر یہ ٹانگیں یہ کان ناک تو میرے ہیں میں یہ نہیں ہوں، میں تو وہ ہوں جو جسم سے نکل جاوں تو یہ جسم لاش کملاتا ہے۔ میں یہ جسم پہننے ہوئے تو ہوں یہ میں نہیں ہوں۔ اس جسم سے نکلتے ہی میں پہلے کی طرح انگریزی کی زبان اور مفاہیم سمجھنے سمجھانے لگوں گا۔

یعنی مجھے اپنی وہ زبان دوبارہ استعمال کرنا آجائے گی جو الفاظ کی محتاج نہیں۔ حساب اُسی زبان میں ہو گا۔ میرا گمان ہے کہ وہ محسوسات کی زبان ہو گی۔۔۔!!"

یہ میرے دوست کا گمان ہے۔۔ اور میں مانتا ہوں کہ کبھی کبھی کوئی گمان انجانے میں

اسکے کہنے کا مطلب بس یہ ہے کہ اگر آپ کو عربی نہیں آتی تو گھبرا نے کی ضرورت نہیں بشرطیہ کہ آپ متوازن زندگی گزار کر اپنی حقیقی شخصیت میں منتقل ہوئے ہیں۔ وہاں آپ الفاظ کے محتاج نہیں ہونگے۔ آپکے احساسات آپکے حق میں یا آپکے خلاف گواہ ہونگے۔۔۔

میں نے اپنے دوست کے گمان کو آپ سے اس لئے بیان کیا اگر آپ دین اسلام پر یقین نہیں رکھتے اور عربی کو نہیں جانتے۔۔ اور یہ بہانہ بنانے کی کوشش کر رہے کہ آپکو عربی نہیں آتی اور آپ حساب کتاب سے بچ جائیں گے تو ایسا سوچنا سراسر بے وقوفی ہے۔۔

جس زبان میں ہم نے وعدہ کیا تھا اسی زبان ہم جوابدہ ہونگے۔۔ چاہے وہ زبان عربی ہو یا کچھ اور۔۔

ہمیں بس خود کو اس قابل بنانا ہے کہ جب خدا ہمارا نام لے کر ہمیں مخاطب کرے گا تو ہماری زبان نا لرکھڑائی ہے۔۔ ہمارا دل نا کانپے۔۔ بلکہ خدا کی پکار پر ہم سرشار سے اسکی طرف چلتے جائیں۔۔

"اور جو خدا انسان کو پیدا کر کے دنیا میں بیج سکتا ہے-- جو خدا موت کے بعد انسان کو زندہ کر سکتا ہے--- کیا لگتا ہے آپکو کہ وہ ایک انسان سے عربی میں حساب نہیں لے سکتا۔۔۔ وہ صرف کن کئے گا۔۔۔ فیکون ہوجائیے گا۔۔۔ اگر عربی نہیں آتی تو انسان مشین کی طرح بولنا شروع کر دے گا اور بیشک اس خدا کیلئے کچھ مشکل نہیں" _____ روحان مسکرا کر کہتا کھڑکی سے ہٹا تھا۔

"چائیے اچھی بنی ہے پروفیسر--"

وہ اب کپ کو میز پر رکھ چکا تھا۔۔۔ جبکہ پروفیسر حیرت و بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئیے تھے۔۔۔

انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ روحان جبیل سے اسکے دین کے متعلق سوال کر کے نیچا دکھانا انکے بس کی بات نہیں" _____

ایلف آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر ابھرنے والی تصویر کو تک رہی تھی۔۔۔

بھی لمبے بال تو بھی سائی ڈ کٹ۔۔ آئی می برو پر لگا ہوا کٹ۔۔

کافی دیر ایڈنگ کرنے کے بعد وہ کامیاب ٹھہری تھی اور اب اپنے سامنے موجود تصویر کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

"آر جے۔۔"

وہ نیر لب بڑبڑائی تھی۔

انکے پہلے سمیسٹر کے فائی نل پیپر شروع ہو گئیے تھے۔ ایلف گھری نظروں سے روحان کا مشاہدہ کر رہی تھی۔

"ایلف یہ دیکھو۔۔ یقین نہیں ہوتا۔۔ What a Man"

پیپر کے بعد ابھی اچھلتی کو دتی اسکی طرف بڑھی تھی۔ ایلف تو اچانک افتاد پر گر گر بڑا ہی گئی تھی۔

ابھی کے ہاتھ میں موبائل تھا جس میں ایک ویڈیو چل رہی تھی۔۔ روحان کی ویڈیو جس میں وہ

"Unbelievable"

ابنی حیران تھی۔

"اوہ تو وہ مسلم اپنے دین کی تبلیغ کرنے آیا ہے-- کیا پتا وہ ایک دہشت گرد ہو جس نے روپ بدل کھا ہو--!"
ایلف نے دل میں سوچا تھا۔

"کہاں گم ہو گئی ہی-- میں نے کہا تھا ناکہ وہ سب سے الگ ہے-- دیکھا تم نے-- اس نے سائی نس کی بھی چھٹی کر دی--"
ابنی سرشار سی کہہ رہی تھی۔ اور ایلف کو کہیں اور متوجہ پا کر آگے بڑھ گئی تھی۔ جبکہ ایلف ایک بار پھر شدید الحجم کا شکار ہو چکی تھی۔

"تو کم انجالے میں ہی سی سی لین اس رستے پر بھل پڑے ہو بسلی حاکم نے بھی خواہش لی تھی۔"

فون سے حشام کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ پاکستان گیا ہوا تھا۔ مدتحہ اور ارحم کا سادگی سے نکاح کیا جا رہا تھا۔

روحان اپنے آگزامز کی وجہ سے نہیں جا پایا تھا۔

"یہ رستہ میں نے خود نہیں چنا۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی می ہاتھ پکڑ کر مجھے اس رستے پر لے جا رہا ہو۔ جب کبھی کوئی مشکل آتی ہے تو سامنے حانم مسکراتی نظر آتی ہے۔" وہ میری ہمت بڑھاتی اور میں چلتا جاتا ہوں۔" روحان کسی ٹرانس کی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔

جب بھی حانم کا ذکر ہوتا تھا وہ یوں ہی پاگل سے لگنے لگتا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔"

حشام فون بند کر چکا تھا۔ جبکہ روحان کی سوچیں حانم کے گرد بھٹک رہی تھیں۔

انکا آخری پیپر تھا۔۔ Viva چل رہا تھا۔۔ ان دونوں ایلف بری طرح سے پریشان رہی تھی۔۔ وہ جتنا روحان سے چھکارہ چاہتی تھی اسکی کوئی ناکوئی بات ایلف کو متوجہ کر لیتی تھی۔۔ اسکی ذات کے بہت سے پہلو تھے۔۔ جنہیں وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

ابھی وائی یوا کے دوران وہ پانچ میں سے ایک سوال کا بے دھیانی میں غلط جواب دے چکی تھی۔۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا۔

روحان اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔ اسے وہ ابھی ابھی نظر آئی تھی۔۔ وہ ایک زندہ دل لڑکی تھی۔۔ جو سچ بولتی تھی اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کیلیے تیار رہتی تھی۔

اب روحان کی باری تھی۔۔ پہلے تین سوالوں کے وہ درست جواب دے چکا تھا۔۔ ایلف کا رنگ فق ہوا تھا۔۔ اسے پہلی بات ہارنے کا خود ہوا تھا۔۔ وہ ڈر گئی تھی۔۔

روحان نے اسکے چہرے پر خوف محسوس کیا تھا۔

وہ لندن کے میئر کی بیٹی ہی-- اسکا باپ ایک بڑی شخصیت کا مالک تھا-- اور یہ جو بڑی شخصیات کے پچے ہوتے ہیں انہیں عام بچوں کے مقابلے میں اپنے ماں باپ کی نظروں میں کچھ بننے کیلیئے بہت محنت کرنا پڑتی ہے

چونکہ ماں باپ خود کامیاب ہوتے ہیں انکے نزدیک بچوں کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔

ایسے پچے بہت سی محرومیوں کا شکار رہ جاتے ہیں-- وہ اگر ٹاپ کرتے ہیں تو انکے ماں باپ، عام ماں باپ کی طرح جو کہ اپنے بچوں کی ایسی کامیابی پر پھولے نہیں سماتے، جھٹ سے انہیں گلے نہیں لگا لیتے۔ بلکہ ایسے بچوں کو اپنا آپ منوانے کیلیئے-- اپنی شخصیت بنانے کیلیئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔

اور ایسی ہی ایک زندگی ایلف جی رہی تھی-- وہ سالوں سے ٹاپ کر رہی تھی-- اور اپنا ایک نام بنانے میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ لیکن اب-- اب روحان جبیل کے آنے سے وہ مٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ اور اسی دکھ میں روحان نے ایلف کو گھلتے پایا تھا

سر جسٹن نے اس سے چوتھا سوال پوچھا تھا۔ اور روحان ایلف سے نظریں ہٹا کر کچھ سوچ رہا تھا۔ اور پھر جب اس نے جواب دیا تو پروفیسر جیران رہ گیا تھا۔ جواب غلط تھا۔

اسلے چھرے پر سلوں پھیل کیا تھا۔

لیکن لگے سوال کا جواب بھی غلط دینے پر ایف چونکی تھی۔۔ وہ حیرت سے روحان کو دیکھ رہی تھی جسکے چھرے پر گمرا سکون چھایا تھا۔

پروفیسر بے یقینی سے کبھی روحان تو کبھی ایف کو دیکھ رہے تھے۔۔

کلاس ختم ہو چکی تھی۔۔ وہ باہر نکل چکا تھا۔۔

ایف نے کچھ دیر اسے جاتے دیکھا تھا۔۔ اور پھر کرنٹ کھا کر اسکے پیچھے لپکی تھی۔۔

وہ جان گئی تھی سوال اتنے مشکل نہیں تھا جنکا روحان جبیل کو جواب نہیں آتا۔۔ پھر

اس نے غلط جواب کیوں دیا تھا _____ ؟؟

وہ چونکی تھی۔۔ اور اسے کچھ سمجھ آ رہا تھا۔

"رکو مسٹر۔۔"

وہ ہانپتی اس تک پہنچی تھی۔ روحان کے قدم رک گئیے تھے۔

وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔

"روحان جبیل یا پھر آر جے--؟؟"

ایلف نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان کے قدم ساکت ہوئیے تھے اور پھر وہ کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔

"رکو مسٹر--"

وہ ہانپتی اس تک پہنچی تھی۔ روحان کے قدم رک گئیے تھے۔

"روحان جبیل نام ہے میرا--"

وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔

"روحان جبیل یا پھر آر جے--؟؟"

ایلف نے کویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان کے قدم ساکت ہوئی رے تھے اور پھر وہ کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔

ایلف اپنے دونوں گھٹنؤں پر ہاتھ رکھے جھکی ہوئی تھی وہ اپنا تنفس بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

روحان نے ایک پل میں اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل کیا تھا۔

”کون آر جے---؟؟“

وہ اب حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

ایلف سیدھی ہوئی می۔ وہ سیاہ اور میلے رنگ کے مغربی کپڑوں میں ملبوس تھی۔ بالوں کی اوپنجی پونی ٹیل کیتے وہ ایم فل کی نہیں بلکہ کاج کی سٹوڈنٹ لگ رہی تھی۔

”وہی-- روحان جبیل عرف آر جے-- ایک پاکستانی سنگر جسکے پاکستان سے زیادہ یورپ میں فین ہیں__!!“

ایلف نے روحان کے چہرے کے تاثرات کو جانچتے ہوئی رے کھا تھا۔

"مرچکا ہے یا روپ بدل لیا ہے--؟؟"

وہ کاٹ دار لبجے میں پوچھ رہی تھی۔

روحان نے اسکی بات کا کوئی می جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے ایک نظر ایلف کو دیکھا، کندھے اچکائی سے اور پھر واپسی کیلیتے قدم بڑھائی سے--

"کیوں کیا تم نے ایسا____؟؟"

وہ کچھ دور تک چلا تھا جب اسے ایلف کی چلانے کی آواز آئی تھی۔

"کیا کر دیا ہے اب میں نے____؟؟"

وہ بالکل اس انداز میں پوچھ رہا تھا جس میں کبھی سید حویلی کے افراد اسکا نام سن کرتے تھے

کہ "اب کیا کر دیا آر جے نے--؟؟"

"تم نے دو سوالوں کے غلط جواب کیوں دیئیے--؟؟"

ایلف اپنی جگہ پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔

وہ جان لئی می ھی کہ روحان نے جان بوجھ کر دوسوالوں کے غلط جواب دے کر اپنی پرستیج کو نیچے گرا کیا تھا۔۔ لیکن وہ حیران تھی اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔۔

"مجھے نہیں آتے تھے اس لئے۔!!"

وہ اب عام سے لمحے میں جواب دے رہا تھا۔

"جھوٹ۔۔۔ سراسر جھوٹ۔۔۔ مسٹر روحان جبیل کو کسی سوال کا جواب نا آتا ہوا ایسا ہو نہیں سکتا۔۔۔"

وہ انجانے میں ہی سی لیکن اسکی تعریف کر گئی تھی۔ روحان کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوڑا تھا۔

"روحان جبیل کی اتنی مجال کہ وہ چھمیر پر راج کرنے والی لڑکی کا مقابلہ کرے یا اسے ہرائیے۔۔۔"

وہ اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ سیٹھے لجھے میں پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں بالکل نہیں۔۔۔ جو باتیں اور چیزیں تمہارے لئے اہمیت کی حامل ہیں مجھے ان میں دلچسپی نہیں۔۔۔ میں یہاں مقابلہ کرنے نہیں آیا۔۔۔"

اسکا لمحہ سنبھال لیکن لبؤں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔

ایلف جیرانی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ جانے کون تھا۔۔۔ کیا تھا۔۔۔ کیوں تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی۔

وہ پروفیسر جسٹن کی لیب میں تھا۔۔۔ یہ ایک جدید طرز کی بہت بڑی لیباٹری تھی۔

انکے پہلے سمیسٹر کا رزلٹ آچکا تھا اور ہمیشہ کی طرح ایلف ٹاپ پر تھی۔

"تم نے جان بوجھ کر خود کو ہرا�ا۔۔۔ ایسا کیوں؟؟"

پروفیسر جسٹن پوچھ رہے تھے۔

"جیتنے کا شوق میں رہا اب مجھے--" وہ لیب پر نظریں دوڑائے ہوئیے بتا رہا تھا۔

"لیکن تمہیں جیتنا چاہیئے تھا--"

پروفیسر جسٹن کہہ رہے تھے۔

"آپکی لیب بہت کمال کی ہے-- مجھے لگتا ہے آپکے ساتھ کام کر کے میں بہت کچھ سیکھ پاؤں گا--"

وہ بات بدل گیا تھا۔

"ہاں-- میں تمہیں اسی لئے یہاں لایا ہوں-- وراشی بیماریاں جو کہ ناقابل علاج ہیں انکا علاج دریافت کرنے میں تم میری مدد کرو گے--"

پروفیسر جسٹن کو جیسے یاد آیا تھا۔

"مجھے اچھا لگے گا اگر میں ابنا مرل بچوں کیلیئے کچھ ایسا کر سکوں کہ وہ نارمل زندگی گزار سکیں--"

روحان کے ارادے اچھے تھے۔

"ویری گڈ--"

پروفیسر جسٹن اسکا کندھا تھپٹھپاتے ہوئیے بولے تھے اور لیب کے دوسرے حصے کی طرف
برٹھ گئیے تھے۔

"تمھیں کیا ملے گا کہ میں آر جے نہیں ہوں۔" کیونکہ میں جانتی ہوں
یہ ایلف کی نہیں آر جے کی جیت ہے۔"
ایلف اسے ڈیپارٹمنٹ میں ملی تھی۔

"کیا مجھے لکھ کر دینا پڑے گا کہ میں آر جے نہیں ہوں۔"
وہ خفگی سے بولا تھا۔

ایلف کو اسکا خفا ہونے اچھا لگا تھا۔

"تم چاہے لکھ کر دے دو لیکن ایلف جانتی ہے کہ تم آر جے ہو۔"

روحان نے کہی نظروں ایلف کو دیکھا تھا۔

”لیکن تم فکر مت کرو مجھے آرجے پسند تھا اور میں لوگوں کو نہیں بتاؤں گی کہ تم آرجے ہو۔۔۔ وہ اس لئے کہ لوگ پہلے ہی روحان جبیل سے بہت متاثر ہیں اگر میں نے یہ راز کھول دیا کہ روحان جبیل کی آرجے ہے تو ہر طرف روحان جبیل ہوگا۔۔۔ ایلف کو گم ہونا پڑے گا۔۔۔ اور میں ایسا نہیں چاہتی“

بات کے آخر پر ایلف کے منہ کے زاویے بگڑے تھے۔ ایلف کی بات سن کر روحان بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

”تم Crazy ہو ایلف۔۔۔“

وہ ہنسنے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ایلف نے محسوس کیا تھا ہونٹوں پر مسکراہٹ کے باوجود اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

”مجھے کچھ کام ہے۔۔۔ پھر ملتے ہیں۔۔۔“

وہ مسکرا کر کھتا جا چکا تھا۔

"جادوکر--"

ایلف کے لیوں سے پھسلا تھا۔

سارے سٹوڈنٹس ایک بار پھر چمپیر میں موجود تھے۔ آج کا موضوع سائی نس اور ٹیکنالوجی تھا۔۔۔
صدر ایلبس اپنی اوپھی صدارتی کرسی پر براجمان سائی نس کے پیروکار جو سٹوڈنٹس تھے انکی
تحقیقات کو سراہ رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ جو لوگ مذہب کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی
چاہیئے کہ مذہب کچھ بھی نہیں۔۔۔ جو کچھ ہے بس سائی نس ہے۔۔۔"
سائی نس کے کرشمات پر تقریر کرنے والے لڑکے نے اپنے رائے کا اظہار کیا تھا۔ یقیناً وہ
ایک ملحد تھا۔

"مداخلت کرنے پر معذرت لیکن میں اس بات سے مستحق نہیں ہوں۔۔۔"

دوسری جانب سے روحان اٹھا تھا۔ وہ ان سوڈنس کی قطار میں بیٹھا تھا جو مذہب سے علق رکھتے تھے۔

”آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہیں گے مسٹر جبیل--“
صدر ایلیبس نے روحان کو پہچان لیا تھا۔ وہ انکی یونیورسٹی میں سب سے خاص سوڈنٹ تھا۔

”میرے دوست نے جو مذہب کے بارے میں کہا کہ مذہب کچھ نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہب بہت کچھ ہے--“
روحان نے اس لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں سائینس کے مقابلے میں مذہب کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں مائیے لورڈ کے سائینس روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ جبکہ مذہب رکا ہوا ہے۔ اپنی پرانی اور بوسیدہ تعلیمات کو رکھے ہوئے ہے۔ مذہب میں کوئی می ترقی نہیں ہو رہی۔“
لڑکے نے اپنا بیان دیا تھا۔

صدر ایلیبس نے اسکی بات سے اتفاق کرتے ہوئے سراشبات میں ہلایا تھا۔

"آپ کیا لختے ہیں اس بارے میں--؟؟"

اب وہ روحان سے پوچھ رہے تھے۔ لڑکے کی بات سن کر روحان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر اس لڑکے کی تیوری چڑھی۔

"کیا مذہب ہے تمہارا اور کونسے ملک سے ہو تم--؟؟" وہ اب روحان سے پوچھ رہا تھا۔ لمحہ کاٹ دار تھا۔

"میں پاکستانی مسلمان ہوں--"

روحان نے فخر سے بتایا۔

"Bloody Terrorist"

روحان اس لڑکے کی سرگوشی کو اسکے لبوں کی حرکت سے سن چکا تھا۔

"میرے دوست کا کہنا ہے کہ مذہب رکا ہے جبکہ سائینس متھرک ہے۔۔ روزنئی میں نئی می انجادات کر رہی ہے۔۔ لیکن مذہب کے پاس پرانی تعلیمات ہیں۔۔"

لین اسلام کی لعلیات میں کوئی بھی تبدیلی میں آئی بلکہ چودہ سو سال سے وہ اپنی لعلیات کو لئے ہوئی رہے۔۔۔

روحان بول رہا تھا۔۔ جبکہ رونڈ، ایمی، ایلف اور باقی صدر سمیت تمام سٹوڈنٹس اور پروفیسر اسے دم سادھے سن رہے تھے۔

"میرا آپ سے ایک سوال ہے۔۔ آپ لندن میں رہتے ہیں انگلینڈ میں ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔۔ درست کہانے میں نے۔۔؟ جبکہ میں پاکستان سے ہوں جو کہ ایک ترقی پذیر ملک ہے۔۔؟ وہ سوالیہ انداز لیتے پوچھ رہا تھا۔

"کیا آپ بتائیں گے کہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر میں کیا فرق ہے۔۔؟؟

یقیناً آپ کہیں گے کہ ترقی یافتہ ممالک وہ ہیں جو ترقی کر چکے ہیں۔۔ جو معاشی لحاظ سے مضبوط ہیں جو تعلیم کے لحاظ سے آگے ہیں یعنی جو ہر طرح سے ممکن ہیں۔۔؟؟"

"ہاں ایسا ہی ہے۔۔"

"میرا ملک ایک ترقی پذیر ملک ہے۔۔ وہ آہستہ آہستہ ترقی ہے۔۔ اس میں بہت سی چیزوں کی کمی ہے۔۔ جبکہ انگلینڈ میں ایسا نہیں ہے۔۔"

"اب آپ نے کہا کہ سائی نس ترقی کر رہی ہے تو اسکا مطلب ہوا وہ مکمل نہیں ہوئی۔۔ اس میں کمی ہے اس لئے وہ ترقی کر رہی ہے۔۔ جبکہ مذہب مکمل ہو چکا ہے۔۔ یعنی وہ ترقی یافتہ ہے۔۔ اس لئے آپکو ساکن لگتا ہے۔۔"

روحان کی بات سن کر ایک پل کیلیئے چھیبر کے سارے لوگ جیسے سکتے میں چلے گئے تھے۔

"اگر آپ دنیا میں سب سے اوپر مقام پر جانا چاہیں تو کہاں جائیں گے۔۔؟؟ زمین کی بات کر رہا ہوں خلا کی نہیں۔۔"

روحان کا ایک اور سوال موجود تھا۔

"مائونٹ ایورسٹ۔۔ کیونکہ وہ زمین پر سب سے اوپر مقام ہے۔۔"

"بالکل-- ماؤنٹ ایورسٹ-- جو چیز چوٹی پر پہنچ جائے وہ اس سے اوپر کھاں جائے گی--

وہ اور کیا ترقی کرے گی--؟؟--؟؟

آپ ماؤنٹ ایورسٹ پر جانے کے بعد کھاں جائیں گے--؟؟ کیونکہ زمین پر اس سے اونچا مقام کوئی می نہیں ہے-- یقیناً آپ رک جائیں گے--

تو میرے عزیز ہمارا مذہب چوٹی پر پہنچ چکا ہے۔ جب وہ مکمل ہو چکا ہے تو کیا ترقی کرے گا--؟؟--؟؟

ترقبہ وہ کرتا ہے جس میں کچھ کمی ہو--

سائی نس مکمل نہیں ہوئی می اس لیئے ترقی کر رہی ہے-- جبکہ مذہب مکمل ہو چکا ہے اس لیئے آپکو ساکن لگتا ہے--!!

روحان خاموش ہو چکا تھا۔

چھیبر میں کچھ دیر خاموش چھائی می رہی تھی۔ اور پھر سب سے پہلی تالی ابی نے بجائی می تھی اسکے بعد چھیبر تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

"لیں علمیات تو پرانی ہیں نا۔ خاص طور پر تمہارے مذہب کی۔ جس میں عورت کو باندھی بنا کر رکھا جاتا ہے۔"

وہ لڑکا اب تنفس سے کہہ رہا تھا۔

"یقیناً اسلام کے متعلق آپکا علم بہت کم ہے۔۔۔ جو حقوق مغرب نے عورت کو پچھلی صدی میں دیے وہ اسلام پچودہ سو سال پہلے عورت کو دے چکا ہے۔۔۔"

روحان نے پرسکون سے لمحے میں جواب دیا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو۔۔۔ مذہب سائینس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔۔ سائینس اور مذہب دو الگ اور الٹ چیزیں ہیں۔۔۔"

"کیا آپ اپنی بات کو تفصیل سے بیان کریں گے کہ مذہب سائینس کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتا۔۔۔؟"

روحان پوچھ رہا تھا۔

"ذہب کہتا ہے کہ دنیا خدا نے بنائی ہی-- جبکہ سائیس بک بینگ کی تھیوری پیش کر چلی ہے-- یہ دنیا ایک دھماکے سے وجود میں آئی ہی تھی--!!"

"یہ جو آپ نے گھڑی پہنی ہے کیا یہ خود خود بن گئی ہے--؟؟-

"نمیں--"

"تو کیا آپکی عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ایک گھڑی تو خود بن نہیں سکتی-- پوری دنیا کا نظام کیسے خود خود چل رہا ہے--؟؟-

اور رہی بات بگ بینگ کی-- کیا آپ بتائیں گے بگ بینگ کی تھیوری کب پیش ہوئی اور سائینسدان کو نوبل پرائیز کب ملا--؟؟-
وہ ایک ساتھ دو سوال کر رہا تھا۔

"I think in 1973"

"درست فرمایا۔۔۔ یہی کوئی می تقریباً چالسیں پچاس سال پہلے ۔۔۔
لیکن ہماری مذہبی کتاب قرآن پاک میں یہ بات چودہ سو سال پہلے بتادی گئی تھی ۔۔۔

قرآن پاک میں سورہ انبیاء، آیت میں نمبر تیس میں لکھا ہے کہ،

آَوَمِ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَسَقْتُنَا هُنَّا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٌّ صَافِلًا
یؤمِنُونَ (30)

کیا منکروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا جدا کر دیا، اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا، کیا پھر بھی یقین نہیں کرتے۔

اس سے رؤیت عینی نہیں، رؤیت قلبی مراد ہے۔ یعنی کیا انہوں نے غور فکر نہیں کیا؟ یا انہوں نے جانا نہیں؟۔۔۔

رُثُقُ کے معنی، بند کے اور فُثُقُ کے معنی پھاڑنے، کھولنے اور الگ الگ کرنے کے ہیں۔ یعنی

لے ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا، آسمانوں کو اوپر کر دیا جس سے بارش برستی ہے اور زمین کو اپنی جگہ پر رہنے دیا، تاہم وہ پیداوار کے قابل ہو گئی۔

**- اس سے مراد اگر بارش اور چشمیں کا پانی ہے، تب بھی واضح ہے کہ اس کی روئیگی ہوتی ہے اور ہر ذی روح کو حیات نو ملتی ہے اور اگر مراد نطفہ ہے، تو اس میں بھی کوئی اشكال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کے باعث وہ قطرہ آب ہے جو نر کی پیٹھ کی ہڈیوں سے نکلتا اور مادہ کے رحم میں جا کر قرار پکرنا ہے۔

اگر آپ غور کریں تو آپ جانیں گے یہ آیت بگ بینگ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے-- زمین و آسمان کو پھاڑ کر الگ کیا گیا۔

یقیناً ایک دھماکہ ہوا ہو گا-- جو نا آپ نے دیکھا اور نامیں نے--

سائی نس جو باتیں آج کہ رہی ہے۔ وہ ہماری مذہبی کتاب چودہ سوں پہلے بتا چکی ہے-- تو میرے عزیز دوست آپکو مان لینا چاہیئے کہ مذہب صدیوں پہلے مکمل ہو چکا ہے۔ وہ پوری ترقی کر چکا ہے۔ جبکہ سائی نس نامکمل ہے۔ اسی لیئے آج وہ انکشافات کر رہی ہے۔ جو ہمارے مذہب نے صدیوں پہلے کر دیے تھے--!!

ڈیسک پر تالی بجائے لی آواز ایک بار پھر سے کوچ لئی گئی۔

"تم نے کمال کر دیا ہے مسٹر روحان جبیل۔۔۔ میں حیران ہوں تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے۔۔۔؟؟۔۔۔ چیمبر کے باہر ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے اسے ابھی ملی تھی۔

Proud " ..of You Man
" میں جانتی تھی تم آج مجھی کوئی دھماکہ کرنے والے ہو۔۔۔ اور تم نے کر دیا
وہ دل سے خوش تھی۔

"میرا ایسا کوئی می ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جب اس نے مذہب کا سائینس سے مقابلہ کیا تو مجھے بولنا پڑا۔۔۔"

وہ عام سے لجھے میں کہہ رہا تھا۔

"خیر یہ سب چھوڑو کم آرہے ہونا--- ایلف نے ٹاپ کرنے لی خوشی میں پوری کلاس کو ٹریک دی ہے--- تم آؤ گے نا---؟"

وہ روحان سے ایسے بات کرتی تھی جیسے وہ جیسے وہ اسکا بچپن کا دوست تھا۔
روحان کی نظر تب اچانک اپنے گروپ کے ساتھ کھڑی ایلف پر پڑی تھی جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی اور اسکی آنکھوں میں عجیب ساتھ تھا۔

"نمیں--- مجھے ابھی تک دعوت نہیں دی گئی می---"
روحان نے ایلف کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی--- مجھے لگا تھا ایلف سب سے پہلے تمہیں انوائیٹ کرے گی---"
ابھی الجھن زدہ سی کہہ رہی تھی۔

"خیر وہ تمہیں ضرور بلائیے گی میرا باسکٹ بال کا مج ہے میں ذرا پریکٹس کرلوں پھر ملتے ہیں---"

یاد آنے پر ابھی اسے کہتی گراؤنڈ کی طرف لیکی تھی۔ وہ بہت اچھی کھلاڑی تھی۔

جبکہ روحان وہاں سے لیفے کی طرف بڑھ کیا تھا اسے بھول لی گئی وہ پھر کھانا چاہتا تھا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں--؟؟"

وہ ایک میز پر اکیلا بیٹھا چائی سے پی رہا تھا جب ایلف وہاں آئی۔

"ضرور۔۔ یونیورسٹی ایلف کی ہے وہ جہاں چاہے بیٹھ سکتی"

"ظفر کر رہے ہو--؟؟"

"نمیں میری اتنی مجال---"

وہ ڈرنے کی ایکلنگ کرتے ہوئے بولا تھا۔

جبکہ ایلف اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔

"باتیں اپھی کرتے ہو کم--- آج چیمبر کے ساتھ ساتھ کم لے بہت سے لوگوں کے عقیدے کو ہلا کر رکھ دیا ہے--- سچ سچ بتاؤ تم لندن کس مقصد سے آئے ہو---؟؟ کہیں تم دہشت گرد تو نہیں ہو---؟؟"

"تمہیں ایسا لگتا ہے؟؟"

"ہاں--- کیونکہ جس قدر تم مذہب ہو اور اپنے مذہب کا پرچار کر رہے ہو۔۔ اس سے تو تم ایک دہشت گرد لگتے ہو---"

ایلف کا اشارہ یقیناً النور کی طرف تھا۔ جسے روحان سمجھ گیا تھا۔
وہ اسکی بات سن کر ہنس دیا تھا۔۔ اذیت سے بھرپور ہنسی۔۔

کمال تھا۔۔ جب وہ پاکستان میں تھا تو ایک ملحد تھا۔۔ اسکا کوئی یہ مذہب نہیں تھا۔ لوگ لا دین کہتے تھے اب جب وہ لندن آیا تھا اور دین کو اپنایا تھا لوگ اسے دہشت گرد سمجھ رہے تھے۔۔۔

وہ کچھی نارمل رہا نہیں تھا اور نا لوگوں نے سمجھا تھا

شاید اسے نارمل بنایا ہی نہیں گیا تھا

"کیا واسعی تمہاری مذہبی کتاب اتنی دلچسپ ہے--؟"

اسے خاموش دیکھ کر ایلف نے پوچھا تھا۔

"ہمارا تو پورا مذہب ہی بہت دلچسپ ہے---- یقین نہیں آتا تو مطالعہ کر کے دیکھ لو--"

"میں ضرور کروں گی--- مجھے پہلی بار جینیٹکس سے زیادہ کوئی ہی اور چیز دلچسپ لگی ہے-- میں ضرور کروں گی مطالعہ---"

ایلف نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر میں تمہیں انوائی بیٹ کرنے آئی ہوں-- میں ایک چھوٹی سی ٹریٹ دے رہی ہوں پوری کلاس میرے گھر مدعو ہوگی-- مجھے امید ہے تم ضرور آؤ گے--"

ایلف اسے اپنے گھر کا پتہ بتا چکی تھی-- جس پر روحان مسکرا دیا تھا--

یہ تو اسکا ٹاؤن تھا-- اور اسی لائی ن میں ایلف کا گھر تھا جہاں وہ سبیل کے ساتھ رہتا

تھا

النور میں ایک عیسائی می لڑکا آیا تھا جو اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اسکے کچھ سوال تھے جنکے جواب وہ روحان جبیل سے جاننا چاہتا تھا۔۔۔ اور روحان جبیل دل و جان سے حاضر تھا۔

"کیا اسلام تشدد اور خونریزی کی دعوت دیتا ہے؟"

کیا اسلام تشدد، اور خونریزی کی اور ہنریت کو فروغ دیتا ہے۔ اس لیے قرآن کھاتا ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جہاں کہیں کفار کو پائیں انہیں قتل کر دیں؟" لڑکے نے بہت اہم سوال اٹھایا تھا۔

"قرآن کریم سے بعض مخصوص آیات کا غلط طور پر اس لیے حوالہ دیا جاتا ہے کہ اس غلط تصور کو قائم رکھا جاسکے کہ اسلام تشدد کی حملیت کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں پر زور دیتا ہے کہ وہ دائمہ اسلام سے باہر رہنے والوں کو قتل کر دیں۔"

سورہ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت کا اسلام کے ناقدین اکثر حوالہ دیتے ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ اسلام تشدد، خون ریزی اور وحشت کو فروغ دیتا ہے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدُّوكُمْ (۵)

"تم مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ، انہیں قتل کردو۔"

(سورہ التوبہ ۹ آیت ۵)

آیت کا سیاق و سبق :

در حقیقت ناقدین اسلام اس آیت کا حوالہ سیاق و سبق سے ہٹ کر دیتے ہیں۔ آیت کے سیاق و سبق کو سمجھنے کے لیئے ضروری ہے کہ اس سورت کا مطالعہ آیت نمبر 1 سے شروع کیا جائے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جو معاهداتِ امن

عرب میں شرل اور مشرکین کا وجود عملًا خلاف قانون ہو کیا لیونکہ ملک کا غالب حصہ اسلام کے زیر حکم آچکا تھا۔ ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ یا تو لڑنے پر تیار ہو جائیں یا ملک چھوڑ کر نکل جائیں یا پھر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے نظم و ضبط میں دے دیں۔

مشرکین کو

اپنا رویہ بدلتے کے لیے چار ماہ کا وقت دیا گیا۔

ارشاد الہی ہوا:

فَإِذَا أُنْسَلَحَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدُوكُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ
فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَخُلُّوا بَيْنَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۵)

"پس جب حرمت (دی گئی مہلت) والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جماں کہیں پاؤ قتل کر دو اور ان کر پکڑ لو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوہ دیجئے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بڑا بخشنسے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

میں آپکو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں---،
روحان نرم لجھے میں بول رہا تھا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ایک وقت تھا امریکہ ویٹ (ریاست) نام پر برسر پیکار تھا۔ فرض کیجئے کہ صدر امریکی یا امریکی جرنیل نے جنگ کے دوران میں امریکی سپاہیوں سے کہا: جہاں کہیں ویٹ نامیوں کو پاؤ انہس ہلاک کر دو۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے اگر آج میں سیاق و سبق سے ہٹ کر یہ کہوں کہ امریکی صدر یا جرنیل نے کہا تھا کہ جہاں کہیں ویٹ نامیوں کو پاؤ انہیں قتل کر دو، تو یوں معلوم ہو گا کہ میں کسی قصائی کا ذکر کر رہا ہوں۔ لیکن اگر میں اس کی یہی بات صحیح سیاق و سبق میں بیان کروں تو یہ بالکل منطقی معلوم ہو گی کیونکہ وہ دراصل جنگ کے حالات میں اپنی سپاہ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایک ہنگامی حکم دے رہا تھا کہ دشمن کو جہاں کہیں پاؤ ختم کر دو، حالت جنگ ہونے کے بعد یہ حکم ساقط ہو گیا۔

حالتِ جنگ کا حکم:

اسی طرح سورہ توبہ کی آیت نمبر 5 میں ارشاد ہوا کہ "سم مشرکوں کو جہاں ہمیں پاؤ امہیں نہ کر دو۔" یہ حکم جنگ کے حالات میں نازل ہوا اور اس کا مقصد مسلم سپاہ کا حوصلہ بڑھانا تھا، قرآن کریم درحقیقت مسلمان سپاہیوں کو تلقین کر رہا ہے کہ وہ خوفزدہ نہ ہوں اور جہاں کہیں دشمنوں سے سامنا ہو انہیں قتل کر دیں۔

ارون شوری کی فربہ کاری :

ارون شوری، بھارت میں اسلام کے شدید ناقدوں میں سے ہے۔ اس نے بھی اپنی کتاب "فتاویٰ کی دنیا" کے صفحہ 572 پر سورہ توبہ کی آیت نمبر 5 کا حوالہ دیا ہے۔ آیت نمبر 5 کا حوالہ دینے کے بعد وہ دفعتاً ساتویں آیت پر آجاتا ہے، یہاں ہر معقول آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر آیت نمبر 6 سے گریز کیا ہے۔

قرآن سے جواب :

سورہ توبہ کی آیت نمبر 6 اس الزام کا شافی جواب دیتی ہے کہ اسلام (نعوذ باللہ) تشدد، بہمیت

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَ كَفَّاجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ تُسْمَمَ أَلْيَغْهُ مُأْمَنَهُ ذَلِكَ بِإِنْهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ
(۶)

"(اے نبی!) اگر کوئی مشکر آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجیئے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجیئے، یہ (رعایت) اس لیئے ہے کہ بے شک وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔"

(سورۃ التوبہ ۹ آیت 6)

قرآن کریم نہ صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مشکر حالات جنگ میں پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے بلکہ یہ حکم دیتا ہے کہ اسے محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے، ہو سکتا ہے کہ موجود بین الاقوامی منظر نامے میں ایک رحم دل اور امن پسند جرنیل جنگ کے دوران میں دشمن کے سپاہیوں کو امن طلب کرنے پر آزادانہ جانے دے لیکن کون ایسا فوجی جرنیل ہو گا جو اپنے سپاہیوں سے یہ کہ سکے کہ اگر دوران جنگ دشمن کے سپاہی امن کے طلب گار ہوں تو انہیں نہ صرف یہ کہ رہا کر دو بلکہ محفوظ مقام پر پہنچا بھی دو؟

اس لیئے جب کوئی می حص قرآن کی سی آیت کا حوالہ دے تو اسلئے آیت کے سیاق و سبق
کو دیکھ لینا چاہیئے۔

وہ پہلا دن تھا جب کسی مشکر نے روحان جبیل کے سامنے کلمہ پڑھا تھا۔۔ روحان کا رواں
روان خدا کا مشکور تھا۔۔ اسے آج سے پہلے اتنا سکون کبھی محسوس نہیں ہوا تھا جتنا آج ہوا
تھا۔۔

اسے کسی کسی نعمتوں سے نواز دیا گیا تھا وہ حیران تھا۔۔

ایلف کے گھر پوری کلاس جمع تھی۔۔ وہ یہ جان کر حیران رہ گئی تھی کہ روحان اور وہ
دونوں ایک ہی لائیں میں رہتے تھے۔۔

پوری پارٹی کے دوران ایلف کی نظریں روحان پر جمی رہی تھیں۔۔ وہ اسے جتنا باہر سے پرسکون
نظر آتا تھا اندر سے اتنا ہی بے چین اور اداس لگتا تھا۔۔

وہ اسکی اداسی کی وجہ نہیں جانتی تھی لیکن جانا چاہتی تھی۔۔

وہ روحان کے پاس جانا چاہتی ہی جو والک تھلک بیٹھا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی انہی اسلے پاس چلی گئی ہی--

انہی کو روحان کے ساتھ دیکھ کر ایلف کے چہرے پر ناگواری ابھری--

"اکیلے بیٹھے ہو؟؟"

"جی--- اچھا لگتا ہے اکیلے بیٹھنا"

"مجھے لگتا تھا کہ صرف میں ہی تم سے متاثر ہوں لیکن اب لگ رہا ہے کہ یونیورسٹی کی ملکہ روحان جبیل کی ذات کا شکار ہو چکی ہے--"

انہی نے ایلف کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

روحان چونکا تھا۔

"ایسی بات نہیں وہ سیدھا ہو کر بیٹھا"

"ابنی لی پھٹی حس بہت تیز مسٹر جبیل-- میں جو سنتی ہوں وہ بچ ہوتا ہے-- اور دیلھ لینا ایک دن تم بھی ایلف کے آگے سرنگوں ہو جاؤ گے--"

ابنی نے ہوا میں تیز چلایا تھا-- روحان اسکی بے وقوفی کی باتیں سن کر بس مسکرا دیا تھا۔

پوری پارٹی میں روحان سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا-- اب وہ اسے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔

لائیں کے آخر پر روحان کا گھر تھا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر آر جے کہ تم میرے بلا نے پر آئیے ہو--"

"شکریہ کی بات نہیں-- جب پارٹی کلاس کیلیئے تھی تو مجھے آنا چاہیئے تھا--"

"تم نے شراب کو نہیں چھووا-- یقیناً تمہارے مذہب میں حرام ہوگی-- لیکن یہ بتاؤ تم اپنی

ایلیف نے جیب سا سوال کیا تھا۔ اس نے ہمیشہ روحان کو پینٹ ٹخنوں سے اوپر فولڈ لیتے ہوئے سے پہنے دیکھا تھا۔

"اوہ یہ-- اسلام میں مردوں کو چاہے شلوار ہو یا پینٹ ٹخنوں سے اوپر کھنے کا حکم دیا گیا ہے--!!"

روحان نے اپنے پاؤں کی جانب دیکھتے ہوئے سے جواب دیا تھا۔

"لیکن اب تو سردی بڑھ رہی ہے-- ٹھنڈ نہیں لگے گی؟؟؟"

"تو موزے پہن لونگا--"

وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں اپنا مذہب اتنا عزیز ہے--؟"

"اس سے بھی زیادہ--"

"ایک شہزادہ ہے سرد مزاج سا کمانی میں
ایک شہزادی ہے جو دل سے اس پر مرتی ہے"

"سائنس" اور "فلسفی آف سائنس" میں فرق —

"ملحدوں اور دہریوں کے مکر و فریب میں یہ سب سے بڑا مکر ہے جو یہ لوگ سادہ لوح انسانوں کا ایمان بگاؤنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ "فلسفی آف سائنس" کو "سائنس" بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ "لوہہ" کو "سونے" میں ملا کر سونے کا تاثر دے کر بنتے ہیں۔

"سائنس" اور چیز ہے اور "فلسفی آف سائنس" اور چیز ہے۔ پیور سائنس نہ تو خدا کا انکار کرتی ہے اور نہ ہی اثبات۔ البتہ خدا کے اثبات کی ایک علامت ضرور ہو سکتی ہے۔ اس لیے "پیور سائنس" کبھی بھی دہریہ نہیں ہو گا بلکہ یا تو خدا کا اثبات کرے گا جیسا کہ اکثر کا معاملہ ہے، یا پھر عاجزی کا اظہار کرے گا کہ مجھے نہیں معلوم، یا یہ سائنس کی ڈوین نہیں ہے۔

اس کے برعکس "فلسفی آف سائنس" نرا احاداد ہے، جو سائنس کے نام سے پڑھا پڑھایا جا رہا ہے۔ "فرکس" کہ جس کا لیبارٹری میں اثبات کیا جاتا ہے، وہ پیور سائنس کا ڈوین ہے اور "نظرياتي فركس" کے اکثر مباحث "ظن و تخمين" سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔

"نظرياتي سائنس" میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے، وہ سائنس کا مذہبی ورثن ہے، وہ سائنس فکشن ہے، جسے ماننے کے لیے سائنسدانوں پر اس سے زیادہ ایمان لانا پڑتا ہے کہ جتنا کسی نبی اور رسول پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے---

اس لیئے ملحدوں سے گزارش ہے کہ اپنی فلسفی آف سائینس کو اپنے پاس سنبھال کر رکھیں-- اسے سائینس بنا کر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے—"

اسکی جلسے میں کی گئی تقریر نے آگ لگادی تھی۔ یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس دھڑا دھڑ النور جوائیں کر رہے تھے--

لوگ سچ کی تلاش میں نکل پڑے تھے—

کچھ ملحد اپنے سوالوں الجھ کر رہ گئیے تھے— وہ لوگوں کو انکے طریقے سے ڈیل کر رہا

اسکے پاس سائی نس سے متعلق جواب ہوتا تھا--

سُوڈنُس نے اپنے مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا تھا--

اور وہ حیران رہ گئی تھے جب انہوں نے اسے ہر چیز سے آگے پایا تھا

"تم کہتے ہو کہ خدا سے زیادہ علم کسی کے پاس نہیں-- تو آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سائی نس کس طرح خدا کو پیچھے چھوڑ رہی ہے"

جبیسے ہی وہ ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوا اسے چھیبر والا لڑکا مل گیا تھا جو ملحد تھا جس سے بحث ہوئی می تھی۔

"قرآن کریم کہتا ہے کہ کسی ماں کے رحم میں موجود بچے کی جنس صرف اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اب سائنس ترقی کر چکی ہے اور ہم باسانی الٹراسونو گرافی کے ذریعے سے جنین

روحان نے سنجیگی سے اسکا سوال سنا تھا۔
اور پھر بولنا شروع کیا۔

"بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف اللہ ہی رحم مادر میں جنین کی جنس کو جانتا ہے، اس سلسلے میں قرآن مجید کہتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْضِ حَامِ (۳۴)

"بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ جو کچھ ماؤں کے پلیٹوں میں ہے۔"

(سورۃ لقمان ۳۱ آیات 34)

اس طرح کا ایک پیغام مندرجہ ذیل آیت میں دیا گیا ہے:

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا سِلَّمَ أَنْتِ وَمَا لَعِيشَ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَمَا تَنْعِي إِعْنَدَهُ بِمُقْدَارٍ (۸)

"اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ اور ارحام کی کمی بیشی بھی، اور اس کے باہم ہر چیز کی مقدار (مقرر) ہے۔

(سورة الرعد 13 آیت 8)

الٹراسونوگرافی سے جنس کا تعین:

موجودہ سائنس ترقی کرچکی ہے اور ہم الٹراسونوگرافی (Ultrasonography) کی مدد سے حاملہ خاتون کے رحم میں پچے کی جنس کا تعین بآسانی کر سکتے ہیں۔

قرآن اور جنین کی جنس:

یہ درست ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کے متعدد تراجم اور تشریحات میں یہ کہا گیا ہے کہ

کا عربی متن پڑھیں تو آپ دیھیں کے کہ انگریزی کے لفظ جس (Sex) کا کوئی تبادل عربی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ درحقیقت قرآن کریم جو کچھ کہتا ہے، وہ یہ ہے کہ ارحام میں کیا ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ بہت سے مفسرین کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ اللہ ہی رحم مادر میں پچے کی جنس سے واقف ہے۔ یہ درست نہیں،

یہ آیت جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ رحم مادر میں موجود پچے کی فطرت کیسی ہوگی۔ کیا وہ اپنے ماں باپ کیلئے بارکت اور باسعادت ہوگا یا باعث زحمت ہوگا؟

کیا وہ معاشرے کے لیے باعث رحمت ہوگا یا باعث عذاب؟ کیا وہ نیک ہوگا یا بد؟
کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟
ان تمام باتوں کا مکمل علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے، دنیا کا کائی سائلس دان، خواہ اس کے پاس کیسے ہی ترقی کے آلات کیوں نہ ہوں، رحم مادر میں موجود پچے کے بارے میں کبھی ان باتوں کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا۔۔۔

روحان کو بولتے دیکھ کر بہت سے سُودُنُس انکے گرد جمع ہو گئی ہے تھے۔۔۔ انہیں روحان کو

"ابتدائی مراحل میں جب نطفہ اور علقہ رحم مادر میں ہوتا ہے تو کوئی سائنسدان بھی اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ اس کی جنس کیا ہے۔ پھر آلات کے ذریعے سے معلوم کرنا تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی آپریشن کر کے کہ مجھے اس کی جنس معلوم ہو گئی ہے، حالانکہ یہ اسباب کے بغیر معلوم کرنے کی نفی ہے۔ اور ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں کہ ڈاکٹر کی رپورٹ کے خلاف نتیجہ نکلا ہے، یعنی ڈاکٹری رپورٹ حقیقی اور یقینی نہیں--"

امید ہے آپ سمجھ گئیے ہونگے-- راستہ ڈیجیٹی میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے--"

وہ ایکسکیوویز کرتا سٹوڈنٹس کے ہجوم سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"تم اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے ایڈیٹ--"

ابھی جانے کیا سے وارد ہوئی تھی اور اس لڑکے کو کندھے زور دار ٹکر مارنے کے بعد روحان کے پیچھے بھاگی تھی۔

سٹوڈنٹس میں ایک بار پھر ہلچل سی مج گئی تھی۔

تجھ سے جودھیاں کا تعلق ہے
 پکے ایمان کا تعلق ہے
 میری چپ کا تیری خاموشی سے
 روح اور جان کا تعلق ہے
 تو سمجھتا ہے میرے لبھ کو
 اور یہ مان کا تعلق ہے
 تجھ سے میرے خیال کا رشتہ
 یعنی وجدان کا تعلق ہے
 تو رہتا ہے دل میں یوں جیسے
 گھر سے سامان کا تعلق ہے —

روحان نے اپنے آپکو بہت مصروف کر لیا تھا۔ صبح ڈیپارٹمنٹ پھر النور اور پھر لیب۔۔۔ وہ سارا
 دن مصروف رہتا تھا۔۔۔ لیکن ایک بھی پل ایسا نہیں تھا جب اسے حانم کا خیال نہیں آتا
 تھا۔۔۔

وہ تمکھ بار کر رات کو جب سونے لیٹتا تھا تو آنلوں کے پردے پر چشم سے اتر آئی ھی---
کبھی کبھی وہ بہت اداس ہو جاتا تھا۔۔ اور کبھی کبھی اسکو سوچنا اچھا لگتا تھا

ابھی وہ بھی اسی کے خیالوں میں گم تھا جب دروازے پر ہونے والی دستک نے اسکی تنہائی
میں خلل ڈالا۔

روحان نے آنکھیں کھولیں تو سبیل کھڑا تھا۔

"پورے لندن کو ہلانے کے بعد محبت کا دیوتا ادھر آرام فرمارہا ہے۔۔ کمال ہے۔۔"
سبیل نے اسے چھپیرا تھا۔

"آجاؤ اندر۔۔"

روحان کے بلانے پر وہ اندر آیا تھا۔

"سارا دن کھاں غائب ہوتے ہو نظر ہی نہیں آتے۔۔؟؟"

"ادھر ہی ہوتا ہوں--"

روحان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں تم بہت تیز جا رہے ہو شہزادے اپنی رفتار تھوڑی آہستہ کرو یہ لندن ہے !!"

سبیل نے سنجیدہ لجئے میں کہا تھا۔ جبکہ روحان اسکی بات سن کر پونکا تھا۔

میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں تم بہت تیز جا رہے ہو شہزادے اپنی رفتار تھوڑی آہستہ کرو یہ لندن ہے !!"

سبیل نے سنجیدہ لجئے میں کہا تھا۔ جبکہ روحان اسکی بات سن کر پونکا تھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو"

"مجھے لگتا تھا شاید تم جانتے ہو۔۔ خیر تمیں ہر چیز پر نظر رکھنی چاہیتے اور مذہبی کمیونٹیوں سے دور رہنا چاہیتے___!!

"لیکن کیوں--؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"تمہاری مذہب کے متعلق کی گئی تقریر نے لوگوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔۔ بہت سی یہودی اور عیسائی ی مذہبی کمیونٹیاں ایکٹو ہو چکی ہیں___ تم انکی نظروں میں آگئیے ہو۔"

"لیکن میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔ جو کیا ٹھیک کیا۔"

"دیکھو روحان میں تمیں سمجھانا چاہتا ہوں۔۔ یہ پاکستان نہیں ہے اور نا ہی ایک اسلامی ریاست ہے۔۔ تمہاری وجہ سے بہت سے سٹوڈنٹس اور بہت سے لوگ اپنے عقیدے سے ہٹ رہے ہیں لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔۔"

"تو اس میں غلط کیا ہے؟؟"
روحان کے لجھے میں الجھن تھی۔

"اگر تم ایک غیر اسلامی ریاست میں آکر وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرو گے--
اور انکے مذہبی عقیدے کو کمزور ثابت کرو گے تو حکومت تمہیں غلط ہی سمجھے گی___!
سبیل اسے سمجھانا چاہتا تھا۔

"میں اسلام کی طرف راغب نہیں کر رہا کسی کو-- میں اس قابل نہیں ہوں کہ اسلام کی
تبیغ کر سکوں-- میں بس لوگوں کی الجھنیں دور کر رہا ہوں-- لوگ خود سچائی کی تلاش میں
نکل پڑے ہیں---"

اور ویسے بھی ڈاکٹر باسط عرصہ دراز سے یہ کام کر رہے ہیں انہیں تو کبھی کسی نے کچھ نہیں
کہا-- تو پھر میں کیوں؟؟"

"کیونکہ تمہارا تعلق یونیورسٹی سے ہے-- تمہیں نوجوان طبقہ فالو کر رہا ہے-- یہاں کی مذہبی
کمپیونٹیوں کو لگ رہا ہے کہ تم انکی نوجوان نسل کو گمراہ کر رہے ہو-- جو نوجوان اسلام قبول کر

رہے ہیں وہ اس ملک کا سفیل ہیں۔۔ اگر ایسا چلتا رہا تو یقیناً دوسرے مذاہب کو بہت نقصان ہو گا۔۔!!

"تو تمیں لگتا ہے میں یہ سب غلط کر رہا ہوں۔۔؟؟"

روحان جاپچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سے پوچھ رہا تھا۔

"ہا۔۔۔ شاید۔۔۔ تم یہاں جس کام کیلیئے آئیے وہ کرو اور واپس جاؤ"

کچھ لمبے خاموش رہنے کے بعد سبیل نے جواب دیا تھا۔

اسکا جواب سن کر روحان نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ اسے سبیل کی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چیبیر جانا چھوڑ دوں گا۔۔"

روحان سمجھ گیا تھا۔۔ وہ یونیورسٹی کو اب صرف اپنی پڑھائی می کیلیئے رکھنا چاہتا تھا۔

"اور وہ ایلف آسکر۔۔ تم جانتے ہو وہ کون ہے۔۔ یہاں کہ میئر کی بیٹی ہے۔۔ اگر اسکے باپ کو بھنک بھی پڑی ناکہ تم اس میں دلچسپی لیتے ہو یا وہ لیتی ہے تو یقیناً وہ تمیں یونیورسٹی

سبیل اسے سنپیہ کر رہا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے ایف میں کوئی دلچسپی نہیں ہے-- اور دوسری بات یہ کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔--!!"

روحان نے دلوں جواب دیا تھا۔

"جانتا ہوں--- تم ڈرتے نہیں ہو--- یہی تو سارا مسئلہ ہے-- اور یہی میں تمیں سمجھانے آیا ہوں کہ تھوڑا خوف رکھو۔ یہاں کامذہبی مافیا بھی بہت مضبوط ہے-- کب کیا کر دیں کچھ پتا نہیں چلتا--"

سبیل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ روحان اسکی بات سمجھ رہا تھا لیکن کسی کے ڈر سے وہ اپنے مقصد سے پچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ اسے النور سنہالنا تھا۔

اور ابھی تو وہ النور کا Head بھی نہیں بناتھا۔ ابھی تو وہ صرف ایک سٹوڈنٹ تھا۔ لوگ پہلے ہی ڈر گئیے تھے۔

"دیکھو روحان میں چاہتا ہوں کہ تم خوش رہو۔ تمہاری زندگی میں کبھی کوئی مسئلہ نہ

سبیل اسکا خیر و خواہ تھا۔

"میں آئی نہ احتیاط کروں گا۔"

روحان اسکی بات سمجھتے ہوئی سے مسکرا دیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔ مجھے تم سے سمجھداری کی امید تھی۔!!"

سبیل کے تنے ہوئی سے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

لگے دن روحان یونیورسٹی گیا تو عجیب ہی سماں تھا۔ سٹوڈنٹس کا ہجوم اسکی طرف لپکا تھا۔

"روحان تم فکر مت کرنا ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔"

ابھی پر عزم تھی۔

روحان نے حیرت سے پوچھا۔

”کیا تمہیں نہیں پتا۔۔۔؟“

ابی چونکی۔۔۔

”ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔۔۔ یہ غلط ہے۔۔۔“

ایک اور لڑکا روحان کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

”یہ سب کیا ہو رہا تھا۔۔۔ اور سب لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔۔۔؟“

سٹوڈنٹس کا ہجوم ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر موجود تھا۔

”شاید تمہارے علم نہیں ہے۔۔۔ ڈیپارٹمنٹ والوں نے تمہیں دس دن کیلیئے یونیورسٹی سے معطل کر دیا ہے۔۔۔“

ابی نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

روحان کے پھرے پر ابھن ہی۔

"انکا کہنا ہے کہ تم نے چیمبر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی ہو سراسر قوانین کے خلاف ہے--"

ابھی نے بتایا۔

"لیکن میں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔-- میں نے تو بس کچھ سوالوں کے جواب دیے تھے-- اور سر ایلبس جانتے ہیں وہ تبلیغ میں نہیں آتا۔--"

روحان کو حیرت ہو رہی تھی دو دن کے اندر کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

"روحان تمہیں پروفیسر ایلبس نے بلا�ا ہے۔-- لیکن تم پریشان مت ہونا۔-- ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔--!!"

ایلف سنجیدہ سی انکی طرف بڑھی تھی۔

"تم سب لوگ کلاس میں جاؤ۔-- میں پروفیسر سے بات کرتا ہوں۔-- اور یہ میرا مسائی لہ

روحان نے سوڈنس کو مجھایا تھا۔ وہ اہمیں وہاں چھوڑ کر پروفیسر ایلیبس کے جو کہ چیمبر کے صدر تھے انکے آفس کی طرف بڑھا تھا۔

”گیا میں وجہ جان سکتا ہوں کہ میرے ساتھ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟؟؟“

”تم نے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے--“
پروفیسر ایلیبس سپاٹ لجھ لیتے کہہ رہے تھے۔

”لیکن پروفیسر آپ اچھے سے جانتے ہیں میں نے بس کچھ سوالوں کے سائی نسی حوالے سے جواب دیے تھے۔ میں تبلیغ کرنے نہیں آیا یہاں۔ اور اگر ایسا تھا تو آپ مجھے پہلے دن کہہ سکتے تھے نا کہ میں آئی نہ مذہب پر بات نا کروں۔“
روحان ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"میں پتا ہونا چاہیئے تھا۔۔۔ لیکن اب کچھ میں ہو سکتا۔۔۔ مم لے قوانین توڑے ہیں۔۔۔ اور اب مجھی تم دیکھ رہے ہو تماری وجہ سے یہاں کا ماحول کتنا خراب ہو چکا ہے۔۔۔ سلوڈنٹس باغی ہو رہے ہیں ۔۔۔ !!"
یہ پروفیسر نہیں تھے جو چشمیر میں پائیے جاتے تھے۔

"میں معذرت کرتا ہوں پروفیسر باہر جو ہو رہا ہے مجھے قطعاً اسکا علم نہیں تھا۔۔۔ مجھے ابھی پتا چلا اور شاید آپ لوگ ایک خود ایک قانون توڑ رہے ہیں۔۔۔
آپ جانتے ہیں کسی بھی سلوڈنٹ کو معطل کرنے سے پہلے اسے وارن کیا جاتا ہے۔۔۔ لیکن مجھے خبردار نہیں کیا گیا۔۔۔ مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔۔۔"
روحان بری طرح سے سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"مسٹر چارلس کا کہنا ہے کہ انہوں نے تمہیں وارن کیا تھا۔۔۔ لیکن تم نے انکی بات نہیں سنی۔۔۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے پروفیسر۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔۔"

"ویل-- پچ جھوٹ کا فیصلہ میں کر سکتا-- اب فیصلہ ہو چکا ہے-- ممیں اسکا احترام کرنا ہوگا--"

انکی بات سن کر روحان کو انتہا کا غصہ آیا تھا۔ لیکن وہ خود پر ضبط کر گیا تھا۔

سبیل ٹھیک کہہ رہا تھا-- یہاں جو ہو رہا تھا سمجھ سے باہر تھا--

روحان کو حیرت ہو رہی تھی کسی نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی--

وہ خاموشی سے آفس سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ کوئی بدمگی نہیں چاہتا تھا۔

کچھ ناکچھ تو ایسا ضرور چل رہا تھا جس سے وہ بے خبر تھا۔

روحان بہت مشکل سے سٹوڈنٹس کو سمجھا بجھا کر یونیورسٹی سے واپس آگیا تھا۔

سٹوڈنٹس اس زیادتی کے خلاف تھے جو ڈیپارٹمنٹ والوں نے روحان کے ساتھ کی تھی-- لیکن

روحان نہیں چاہتا تھا کہ سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف کھڑے ہوں۔

امی چاہتی ہی کہ ڈیپارٹمنٹ والوں کے خلاف یونیورسٹی لی Justice CORT FOR STUDENTS میں کیس درج کروایا جائیے۔۔۔ لیکن وہ منع کر آیا تھا۔ اسکے ساتھ جو ہوا تھا اسے سمجھنے کیلئے روحان کو کچھ وقت چاہیئے تھا۔۔۔ وہ سوچنا چاہتا تھا۔۔۔ اور ایسا تب ہوتا جب اسکا دماغ ٹھنڈا ہوتا۔۔۔ اسی لیئے وہ یونیورسٹی سے نکل آیا تھا۔

اور اب اسکا رخ النور کی طرف تھا۔

النور میں ماہانہ ہونے والا جلسہ منعقد تھا۔۔۔ اور روحان سب سے آگے تھا۔۔۔ وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا تھا

"میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ میں قرآن کو انگریزی میں پڑھا ہے۔۔۔ قرآن میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ گانا بجانا اور موسيقی حرام ہے۔۔۔ پھر اسلام میں حرام کیوں ہے ____؟؟"

سوال ایسا تھا جس نے روحان کو اندر تک چھیر کر رکھ دیا تھا-- وہ خود زندگی کے بائی میں سے چوبیس سال تک اس چیز سے منسلک رہا تھا۔ ایک ہی پل میں ماضی کی پوری فلم اسکے ذہن میں گھوم گئی تھی۔

"آپ نے درست کہا-- قرآن پاک میں مو سیقی کے متعلق کوئی می آیت نہیں ہے البتہ اللہ ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ،

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَكْثُرُ عَنِ الْحَدِيثِ لِيُضْلِلَ عَنِ سَبِيلِ السَّبِيلِ عِلْمٌ وَيَتَخَذِّلَهَا هُرُونًا ۚ أَولَئِكَ لَعْنُمْ عَذَابُ الْمُمْهِنِ۝ سورۃ القمان"

ترجمہ،

"لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو لغوباتوں کو مول لیتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے"

جمهور صحابہ و تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک احوالحدیث عام ہے جس سے مراد گانا بجانا اور

رہنمائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بد نعمتوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور سازو موسیقی، نغمہ و سرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلات طرب و شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اسی طرح اسلام میں قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی بڑا درجہ حاصل رہا ہے--
رسول پاک ﷺ فرمایا "ہر وہ چیز جو انسانی دماغ کے نارمل تسلسل میں خلل پیدا کرے وہ حرام ہے"

اب ان چیزوں میں شراب، موسیقی، گانا بجانا، ایسے قصہ و واقعات جو انسانی ذہن کو غلط سمت میں بھکائیں اور اسکے ساتھ ساتھ ایسا ادب یا ناول-- جو فحاشی و بے حیائی سے بھر پور ہوں سب شامل ہیں--

"لیکن ان سب چیزوں کو حرام کیوں قرار دیا گیا ہے-- وجہ کیا ہے؟؟"
وہ دوسرا سوال پوچھ رہا تھا۔

"اُبھی میری بات پوری ہمیں ہوئی می-- اگر آپلو معلوم ہو تو آپ نے سنا ہوگا کہ اسلام دف (موسیقی کا آله) بجانے کی اجازت دی گئی می ہے۔ اور اس پر آپ وہ الفاظ گا سکتے ہیں جو لغونہ ہوں--

اور رہا آپکا سوال کہ منع کیوں گیا ہے-- تو اسلام میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے-- جسکی معافی نہیں ہے۔

جب انسان ہیجان خیز موسیقی سنتا ہے-- اور گاتا ہے تو اسکا دماغ نارمل تسلسل سے نہیں چلتا۔ اور ایسا ہی کچھ شراب پی ہو کر ہونا ہے۔

آپ نے آج کل کے گانوں پر غور کیا ہوگا۔ جن میں ایسے الفاظ استعمال ہوئیے ہیں جو قابل مذمت ہیں۔

کہیں پر محبوب کو خدا کہا جاتا ہے۔ اور کہیں پر اسے سجدہ کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ جو کہ شرک ہے۔

اس گناہ سے بچنے کیلئے ان چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اسکے بندے جذبات میں بھس کر کوئی می ایسا گناہ کرے جسکی معافی

”میں مسلمان ہوں اور میں ایک شاعر ہوں۔ جب سے میں دین کی طرف متوجہ ہوا ہوں میں نے فخش شاعری لکھنا بند کر دی ہے۔۔۔ میری بیوی چاہتی ہے کہ میں اسکے لیئے کچھ لکھوں اور گنگناؤں۔۔۔ کیا ایسا کرنا گناہ ہو گا۔؟؟“

ایک شخص نے سوال کیا تھا۔

روحان نے غور سے اسکی بات سنی تھی۔

”پہلی بات تو یہ کہ دف بجانے کی اجازت دی گئی ہے۔۔۔ لیکن ہیجان خیز موسمیقی اور لغو باتوں سے منع کیا گیا ہے۔۔۔ بیوی کو خوش رکھنا آپکا فرض ہے۔۔۔ آپ انکے لیئے کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن خیال رہے وہ شرک کے زمرے میں نا آتا ہو۔۔۔“

آپ انہیں گنگنا کر سنا سکتے ہیں لیکن خیال رہے آپکی آواز کوئی اور عورت نا سنبھال سکتی ہے اور پھر آپکی طرف مائل ہو۔۔۔

اسلام نے کچھ حدود طے کی ہیں آپ ان سے باہر نا نکلیں۔۔۔ باقی آپ اپنی بیوی کو خوش رکھنے کیلیئے ہر جائی ز کام کر سکتے ہیں۔۔۔

وہ خود لتنے دنوں تک ترپتا رہا تھا جب وہ اپنے گانوں کو مختلف چینیز پر چلتے دیکھتا تھا۔ اس نے سرچ کر کے ہر وہ چینیل ہر وہ سائیٹ نکالی تھی جہاں اسکے گانے موجود تھے۔

حشام کی مدد لے کر چینیل والوں سے بات کر کے اس نے اپنے گانے بند کروائیے تھے۔ بہت کچھ وہ خود ختم کر چکا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ خیال اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا کہ لوگ خاص طور پر لڑکیاں اسکی آواز کی دیوانی تھیں۔

عرصہ پہلے اس نے یہ گناہ چھوڑ دیا تھا۔ اگر وہ کچھ گنگنا تھا تو بھی اکیلے میں اور اس لڑکی کیلئے جو موجود نہیں تھی لیکن کبھی اس نے کوئی می غلط خیال اپنے ذہن میں آنے نہیں دیا تھا جس سے وہ گناہ گار کھلا تا۔

شام نے شہر میں اپنے خوبصورت پر پھیلائیے تھے۔ موسم اچانک ہی ابراً لود ہوا تھا۔ بادلوں کی گرج و چمک کی آواز سے ایلف کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

وہ اسلامی چینیل پر چلنے والی روحان کی ویدیو دیکھ رہی تھی جو کل کی تھی۔

یونیورسٹی میں اسکی کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ تمام سٹوڈنٹس اسکے ساتھ

اچانک وہ چونکی تھی اور لپک کر اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھی جو باہر سڑک کی جانب کھلتی تھی۔

انکی لائیں میں دونوں طرف گھر تھے اور درمیان میں گلی تھی جو صرف نام کی گلی تھی لیکن حقیقی طور پر وہ ایک بہت کشادہ سڑک تھی۔ ہر گھر کے سامنے لان تھا جو چاروں طرف سے باڑ میں قید تھا۔

ایلف نے کھڑکی سے گردن باہر نکال کر لائیں کے آخر میں موجود روحان کے گھر کی طرف دیکھا تھا۔

بارش نے آہستہ آہستہ لندن کو بھیگانا شروع کیا تھا۔

تحوڑی دیر بعد توقع کے عین مطابق اسے روحان آتا دکھائی می دیا تھا۔

اس نے برساتی کوٹ پہن رکھا تھا۔ ایلف کو امید تھی وہ ضرور باہر آئیے گا۔

اسکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جسے وہ غور سے دیکھ رہا تھا۔

ایلف نہیں جانتی تھی وہ صرف کاغذ نہیں تھا روحان کمیلیتے سب کچھ تھا۔

وہ غور سے نکاح نامے کو دیلھ رہا تھا۔ سب ایک ڈرامہ ہی سی لین اس ڈرامے نے حاصل کواں سے جوڑا تھا۔ اور اسے یہ جوڑ پسند آیا تھا۔

بارش تیز ہوئی تو اس نے نکاح نامے کو تمہہ کر کے اپنی جیکٹ کی اندر والی جیب میں ڈالا تھا۔ وہ اسکے دل کے بہت قریب تھا اب ایلف غور سے اسکی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔

”مہرو یہ دیکھو یہاں بارش کتنی پیاری لگ رہی ہے۔“
حانم کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ روحان کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔
وہ اب ہنس رہی تھی اور بچوں کی طرح مہرو کے ساتھ کاغذ کی کشتیاں جن پر انکا نام لکھا ہوا تھا
بنا کر پانی میں چھوڑ رہی تھی۔

”حانم۔۔۔“

وہ اس آواز کے پیچھے بھاگا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ روحان نے ایک بار پر خود کو فنا ہوتے محسوس کیا تھا۔

تمھک ہار کر اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے۔ آواز آنا بند ہولئی می ھی۔۔ البتہ بارش جاری تھی۔۔ جسکا حanim سے گمرا تعلق تھا۔

اس نے چرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا۔۔۔ بارش کی بوندیں اسکے چہرے پر گردی تھیں۔

"بارشیں جب اچانک ہوئیں
تو لگا تم شہر میں ہو

وہ دھیمی آواز میں گنگنا یا تھا۔

"رات بھر پھر وہ جب نارکیں
تو لگا تم شہر میں ہو

ایلف اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ آر جے تھا۔۔ وہ یہ بھی جانتی تھی اسکے لب کچھ گنگنا رہے تھے۔۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی وہ کس کو یاد کر کے گنگنا رہا تھا

"لیں ال ساز ہے کو جی

تیری آواز ہے گونجی

میری خاموشیوں کو کر دے

اب بیاں

تیرے بن بے وجہ سب ہے

تو اگر ہے تو مطلب ہے

نمیں تو لوٹا سا ادھورا

کارواں

وہ روحان کو بہت شدت سے یاد آئی تھی-- وہ اسے بھولنا بھی چاہتا تو ایسا ممکن نہیں تھا۔

"شام پھر خوبصورت ہوئی

تلگا تم شہر میں ہو

دور ہو کر بھی نظروں سے تم

ہر لمحہ ہر پھر میں ہو

وہ الیلا بھیلی سڑل پر۔۔ دسمی آواز میں لکننا تا اسلی نظروں سے او بھل ہو کیا تھا
ایلف نے اسے دور تک جاتے دیکھا تھا۔۔

وہ گہری سانس لے کر کھڑکی سے ہٹ گئی تھی۔ اسکے جانے کے بعد ایلف کو محسوس ہوا
تھا کہ وہ خود بھی بھیگ چکی تھی۔

کتنی عجیب بات تھی۔۔ کبھی کبھی انسان کسی دوسرے میں اتنا مگن ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ
محسوس نہیں ہوتا

یہ پاگل پن انسان سے عجیب و غریب کام کرواتا ہے۔۔ جیسے کچھ دیر پہلے روحان حانم کو
سوچتے ہوئے بارش میں بھیگ رہا تھا۔۔ ویسے ہی وہ خود اسے دیکھنے میں مگن ہو کر خود بھیگ
چکی تھی۔

روحان جبیل، ایلف آسکر کیلیئے ایک معمر تھا

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر اسکے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ آرجے سے روحان جبیل
بنا۔۔ یہ وہ جانا چاہتی تھی اور اسے امید تھی وہ ضرور جان لے گی۔

وہ دریائیے ٹیمز کے کنارے پر بیٹھا تھا جب ایلف اسے ڈھونڈتے وہاں پہنچی تھی۔

"مجھے امید تھی تم یہاں ملو گے--"
وہ اسکے پاس بیٹھ چکی تھی۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ والوں نے کسی کو معطل کیا ہو اور سٹوڈنٹس پانچ دنوں کے اندر ہی اسے پوری یونیورسٹی کو ہلا کر اسے واپس لے آئی ہے--"

اسکی بات سن کر روحان چونکا تھا۔

"ہاں--- تمہیں واپس بلا�ا گیا ہے۔۔۔ ابھی نے سٹوڈنٹس کی عدالت میں تمہارا کمیس درج کیا تھا۔ جانچ پرستال کے بعد انہیں پتا چلا کہ تم بے قصور ہو۔۔۔"

ایلف نے اسے دیکھتے ہوئے بتایا۔

"پروفیسر ایلبس تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ عدالت میں جو پروفیسرز بطور نجح فیصلہ سناتے ہیں

اور میں حیران ہوں۔۔ ایسا لیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟"

"انکا کہنا ہے پروفیسر ایلیبس نے بنا تحقیق کیتے اپنا فیصلہ سنایا۔۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ اور پروفیسر جسٹن نے تماری گواہی دی ہے کہ تم نے ایسا کچھ غلط کام نہیں کیا۔۔!!

آج تو ایلیف اسے حیران کر رہی تھی۔۔

"اس میں پروفیسر ایلیبس کا کوئی قصور نہیں تھا۔۔"
روحان بولا تو ایلیف نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"فیصلہ انہوں نے سنایا تھا۔۔ جو کہ غلط تھا۔۔"

"کیا پتا انہیں اس کام کیلیئے مجبور کیا گیا ہو۔۔"

روحان نے پراسرار لمحے میں کہا تھا جسے ایلیف سمجھ نہیں پائی تھی۔۔

"خیر صور سی کا بھی ہو۔۔ میں خوش ہوں کہ تم بے صور ہو۔۔ اور اب واپس آچلے ہو۔۔"

وہ مسکرائی تھی۔ جبکہ روحان کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب

کیا ہو رہا تھا۔

ایلف نے عجیب سے لمحے میں پوچھا تھا۔ اس سے پہلے روحان کوئی می جواب دیتا اس نے پھر سے پولنا شروع کیا۔

"میں آج تک دنیا میں بس ایک انسان سے متاثر ہوئی می تھی-- میں اسکی بہت بڑی مدد
تھی-- الیگزینڈر جانتے ہوا سے-- جو بیس سال کی عمر میں بادشاہ بناتھا اور 33
سال کی عمر میں مر گیا--

اس نے سترہ لاکھ مریع میل رقبہ فتح کیا تھا۔۔ دنیا نے اسے بادشاہوں کے بادشاہ سکندر اعظم کا خطاب دیا تھا

اور مجھے لگتا ہے کہ تم بنا کسی ہستھیار اور فوج کے دنیا فتح کرنے نکلے ہو۔

تم نے پورے لندن کو ہلا کر رکھ دیا ہے--- تم نے لوگوں کو چونکے پر مجبور کر دیا ہے

ایلف واصحی حیران ہی۔

"تم نے صرف الیگزینڈر یعنی سکندر اعظم کے بارے میں سنا ہے۔۔ لیکن ایک اور شخص ایسا گزرا ہے جو حقیقت میں بادشاو کے بادشاہ کے خطاب کا حقدار تھا۔۔ لیکن وہ مسلمان تھا شاید اس لیتے دنیا نے اس پر غور نہیں کیا۔۔ اور اسی وجہ سے آج کی نوجوان نسل کو خاص تو غیر مسلم کو الیگزینڈر دی گریٹ تو یاد ہے لیکن وہ عظیم ہستی کا نہیں پتا۔۔۔"

"کیا واقعی۔۔ کون تھا وہ۔۔۔؟؟"

ایلف حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ"

الیگزینڈر بادشاہ کا بیٹا تھا، اسے دنیا کے بہترین لوگوں نے گھر سواری سکھائی، اسے ارسٹو جیسے استادوں کی صحبت ملی تھی اور جب وہ بیس

سال کا ہو گیا تو اسے تخت اور تاج پیش کر دیا گیا، جب کہ اس کے مقابلے

کزراتھا، اپ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چراتے چراتے بڑے ہوئے تھے اور آپ نے تلوار بازی اور تیر اندازی بھی کسی اکیڈمی سے نہیں سیکھی تھی۔

سکندر اعظم نے آرگانائزڈ آرمی کے ساتھ 10 برسوں میں 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا تھا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 10 برسوں میں آرگانائزڈ آرمی کے بغیر 22 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور اس میں روم اور ایران کی دو سپر پاؤں بھی شامل تھیں۔

آج کے سیٹلائٹ، میزائل اور آبدوزوں کے دور میں بھی دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی سلطنت نہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف گھوڑوں کی پیٹھ پر فتح کرائی تھی، بلکہ اس کا انتظام و انصرام بھی چلایا تھا، الیگزینڈر نے فتوحات کے دوران اپنے بے شمار جرنیل قتل کرائے، بے شمار جرنیلوں اور جوانوں نے اس کا ساتھ چھوڑا، اس کے خلاف بغاوتیں بھی ہوئیں اور ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کر دیا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ ہوئی۔

ایکزینڈرنے 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا، لیکن دنیا کو کوئی نظام، کوئی سسٹم نہ دے سکا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیے جو آج تک پوری دنیا میں رائج ہیں، آپ کا یہ فقرہ آج انسانی حقوق کے چار ٹرکی حیثیت رکھتا ہے۔ ”مائیں بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے انہیں کب سے غلام بنالیا۔“ ایک بار خود ہی فرمایا میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں۔ ”عمر بدل کیسے گیا۔“

آپ اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے، جنہیں ”امیر المؤمنین“ کا خطاب دیا گیا۔

دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے، اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں۔ آپ کے عدل کی وجہ سے عدل دنیا میں عدلِ فاروقی ہو گیا۔

جن کے بارے میں مشریعین اعتراف کرتے ہیں کہ "اسلام میں اکر ایک عمر اور ہوتا تو آج دنیا میں صرف اسلام ہی دین ہوتا۔۔" جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا،
"میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔"

اگر تم انکے متعلق جانو تو تمہیں محسوس ہو گا کہ الیکنینڈر دی گریٹ بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔۔
ہماری بد قسمتی یہ کہ آج مسلمان اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں۔۔ ورنہ مغربی سائی نسدانوں کے کارنامے جو آج تم سنتی ہو انکی بنیاد رکھنے والے بھی مسلمان تھے۔۔ چونکہ وہ مسلمان تھے اس لیئے بڑی چالاکی سے انکا نام اور کام صاف کر دیا گیا ہے

لیکن سچ تو سچ ہے۔۔ اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔۔

لیکن میں حیران ہوتا ہوں کہ مغرب کے لوگ مسلمانوں سے اتنے خوفزدہ کیوں ہیں۔۔؟؟
مسلمان بھی تو انسان ہی ہیں

"اب ایسی بھی بات نہیں۔۔ میں تو نہیں ڈرتی۔۔"

"میری مثال دیکھ لو۔۔ ابھی میں نے کچھ بھی نہیں کیا اور لوگوں کو خوف محسوس ہونے لگا ہے مجھ سے۔۔ ایسا کیوں؟؟"

روحان نے حقیقت بیان کی تھی۔ ایلف لا جواب ہو چکی تھی۔

"جس ہستی کے متعلق تم نے بتایا ہے اگر وہ سچ ہے تو مجھے بہت خوشی ہو گی جب میں الیگزینڈر کا نام ٹاپ سے ہٹا کر دوسرے نمبر پر لکھوں گی۔۔" وہ مسکرائی تھی۔

"تم اسلامی تاریخ سے واقف نہیں ہو ایلف۔۔ اگر تم اسلامی تاریخ کو پڑھو اور جانو تو یقین مانو الیگزینڈر عرف اسکندر اعظم کا نام تمہاری لسٹ میں کہیں بھی نہیں رہے گا۔۔!" وہ پراعتماد لجے میں کہہ رہا تھا جبکہ ایلف بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اسے یونیورسٹی میں واپس دیلھ کر بہت سے سوڈننس خوش ہوئیے تھے۔ روحان حیران تھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ سوڈننس اسے اتنا پسند کرنے لگے تھے۔

وہ بھی کچھ دنوں کیلئے اس ہنگامے دور رہنا چاہتا تھا۔ ابھی وہ سوڈننس کے درمیان گرا اس صورتحال پر سوچ رہا تھا جب اسے پروفیسر ایلبس کا بلاوا آیا۔

وہ وہاں سے سیدھا پروفیسر ایلبس کے آفس میں آگیا تھا۔

"تم جو کھیل کھیل رہے ہو نا وہ میں سب سمجھ رہا ہوں۔ یہ تمہارا آخری موقع ہے۔۔۔ اگر تھوڑی سی بھی غلطی کی تو تم پنج نہیں پاؤ گے۔۔۔"

وہ کاٹ دار لجھے میں کہہ رہے تھے۔ روحان نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا تھا۔۔۔ وہ پروفیسر ایلبس کو ٹھیک سمجھ رہا تھا لیکن یہاں معاملہ الٹ نکلا تھا۔

"جاو اب یہاں سے۔۔۔ اور دھیان رکھنا۔۔۔"

روحان بنا کوئی جواب دیے واپس آگیا تھا۔ اسکا دماغ بری طرح سے گھوم گیا تھا۔

"آج میرا Birthday ہے۔۔ کیا تم میرے ساتھ میری پسندیدہ جگہوں پر چلو گے۔۔"
اس دن ہفتہ تھا۔۔ اسے صحیح ایلف کا میسج موصول ہوا تھا۔

"میں نہیں آسکتا۔۔ مجھے کام ہے۔۔"
ابھی وہ یہ الفاظ ٹائیپ کر رہا تھا کہ ایلف کی گزارشیں شروع ہو گئیں۔۔

"پلیز روحان۔۔ پلیز۔۔"

"اوکے۔۔"

وہ کچھ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

باہر برف باری ہو رہی تھی۔۔ وہ موٹے اونی کپڑے پہنے ہوئیے تھا۔

"Happy Birthday"

وہ اسے دیکھ کر مسکرا یا تھا۔

"بہت بہت شکریہ--"

روحان کے ساتھ ایلف کو اپنا یہ دن بہت خاص لگ رہا تھا۔

وہ سب سے پہلے چرچ گئی تھی۔ روحان کو کوئی می اعتراض نہیں تھا۔ اسکے بعد اس نے اپنے پسندیدہ ہوٹل سے چائی سے پی تھی۔

"تمہارے لیئے ایک سرپرائز ہے--"

روحان نے چائی سے پیتے ہوا تھا۔ ایلف حیران ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنا یہ دن اکیلے مناتی تھی۔ اسکا باپ کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اسکا یہ خاص دم مزید خاص بناسکے۔

"کیا واقعی--؟؟"

"ہاں چلو۔۔"

روحان اسے لے کر مطلوبہ جگہ پر تھا جو ابھی کا گھر تھا اور وہاں پر ایلف کیلیئے سرپرائیز پارٹی تھی۔ روحان مزید اسکے ساتھ اکیلے گھومنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیئے اس نے ابھی کو سب بتا کر پارٹی کا انتظام کروایا تھا۔

ایلف سب دیکھ کر حیران ہوئی تھی اور بہت خوش تھی۔ اسکی پوری کلاس وہاں موجود تھی۔

"میں جو جی رہا ہوں۔۔"

"وجہ تم ہو۔۔"

اچانک ہی نقلی آر جے یعنی رونڈ جیکب نے گٹار پر دھن چھیڑ دی تھی۔ روحان کا دل دھڑکا تھا۔ اسے وہ شام یاد آئی تھی جب اس نے یہ گانا گا کر حانم کو بڑی طرح سے زچ کیا تھا۔

وہ کچھ ذہن پلوں کیلیئے اسکے ذہن سے اتری تھی کہ زمانے نے پھر یاد کروادیا۔

روحان کو اب وہ پارنی فضول لک رہی ہی۔ وہ سب لی نظروں سے بچتے ہوئے وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔ لیکن اسے ایسا کرتے برف کی ملکہ نے دیکھ لیا تھا۔

"رک جاؤ روحان--"
وہ اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"پلیز رک جاؤ--"

ایلف سے بھاگا بھی نہیں جا رہا تھا۔ باہر برف نے سفید قالین بچھا دیا تھا۔
ناچاہتے ہوئے بھی اسے رکنا پڑا تھا۔

"کیا ہوا--؟؟"
وہ پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں--"
روحان کے لجے میں سنجیدگی تھی۔

"جھے پچھ کہنا ہے--"

ایلف نے اپنا تنفس بحال کرتے ہوئے کہا۔

"جلدی بولو مجھے کچھ کام ہے--"

"ویسے تم بہت تیز ہو-- میں یہ دن صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اور تم نے-- خیر مجھے بہت اچھا لگا سب-- بہت بہت شکریہ میرا یہ دن اتنا خاص بنانے کیلیئے--" وہ مسکرا رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں ایک الہی سی چمک تھی۔ کچھ نرم گرم جذبوں کی شدت تھی۔

"کوئی می بات نہیں-- کلاس فیلو کیلیئے اتنا تو کیا جا سکتا ہے نا--"

"کیا تم صرف مجھے کلاس فیلو سمجھتے ہو--؟؟"

وہ حیران ہوئی۔ روحان خاموش رہا تھا۔ اسکی خاموشی سے ایلف کو تکلیف ہوئی۔ اسکا جواب سمجھ چکی تھی۔

"اوکے-- کوئی ہی بات نہیں-- لیلن میں ممیں بہت خاص بھتی ہوں-- اور بہت ہی خاص

رشته بنانا چاہتی ہوں"

وہ مسکرائی تھی۔ روحان چونکا تھا۔

"میں نہیں جانتی ایسا کب ہوا؟ کیوں ہوا--؟ میں نے خود پر بہت ضبط کیا لیکن میں بے بس ہوں مسٹر جبیل-- میں ہارگئی ہوں-- ایلف آسکر نے زندگی میں پہلی بار ہار مانی ہے-- وہ دل و جان ست ہارگئی ہے-- مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب تم سے محبت ہوگئی ہی۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں روحان۔ بہت زیادہ—"

اسکا الجھ جذبات کی آنچ سے دہک رہا تھا۔ روحان نے حیرت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر ایک سرد آہ بھر کر سر جھکا لیا۔

"جواب نہیں دیا تم نے____؟؟"

برف کی ملکہ برف کے قالین پر اپنے سامنے سر جھکائیے کھڑے اس شخص سے پوچھ رہی تھی جو اپنے درد ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"پوری دنیا کے مستقل سے مستقل سوالوں کے مسلما کر جواب دینے والا حص میرے سامنے سر جھکائی سے کھڑا ہے۔۔ اچھا نہیں لگ رہا ___ !!"

وہ محبت کے دیوتا کو بولنے پر اکسار ہی تھی۔ شاید محبت کے دیوتا کا ضبط ٹوٹا تھا۔۔ وہ مرید کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر ایک نظر اپنے سامنے کھڑی برف کی ملکہ کو دیکھا تھا ___ جو چیز برآف ڈسکشن کے ساتھ ساتھ پورے لندن پر راج کرتی تھی۔۔ لوگ اس سے جڑتا چاہتے تھے۔۔ اور وہ محبت کے اس دیوتا کو جسکی محبت کی دیوی کب کی روٹھ چلی تھی اسے اپنا بنانا چاہتی تھی۔

محبت کے دیوتا نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تھا ___ شدید دھند میں روئی کے گالے ان دونوں کو چھوڑ رہے تھے۔

اس نے ایک گھری سانس لی تھی اور پھر بنا کچھ کسے پلٹا اور جانے کیلیئے قدم بڑھایا۔

"تم میرے سوال کا جواب دیئیے سے بنا نہیں جا سکتے ___ !!"

برف کی ملکہ نے اسکا ہاتھ تھاما۔ وہ اسے جانے سے روک رہی تھی۔ برف کی ملکہ کا دل تیز دھڑک رہا تھا۔

"کیوں ڈرتے ہو۔ دل نہیں توڑوں گی۔ ہمیشہ ہر قدم پر ساتھ نبھاؤں گی۔ ایک بار میرا ہو کر تو دیکھو سارے دکھ بھلا دونگی۔!!"

برف کی ملکہ کے لجے میں اتجا تھی۔۔ اسکی آنکھوں میں رد کیتے جانے کا خوف تھا۔ محبت کا دیوتا اسکا درد سمجھ سکتا تھا۔۔ لیکن وہ بے بس تھا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"جانتا ہوں تم ساتھ نبھاؤ گی۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔۔ اسکی یہ مسکراہٹ اسکی نازک جان لڑکی کی روح فنا کرنی تھی۔

"لیکن کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں۔" محبت کے دیوتا نے اسکے نازک ہاتھ سے، جو ٹھنڈ کی شدت کی وجہ سے برف بن چکا تھا، نرمی سے لپنا ہاتھ پھڑایا۔

"لیکن

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"پھر مت کنا۔۔ میں سی کو بھی تکلیف میں دے سکتا۔۔ جسے جسکا ہونا تھا میں ہوچکا

ہوں۔۔ کسی اور کا ہونا میرے اختیار میں نہیں۔۔!"

محبت کے دیوتا نے اس سے چپ رہنے کی اتجاہی۔

برف کی ملکہ کو اسکے انکار پر اپنے رگوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ اسے کھو نہیں سکتی تھی۔۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔۔

"لیکن۔۔ مم۔۔ میں۔۔

برف کی ملکہ کے ہونٹ پھر پھرائیے تھے۔

"شش۔۔"

وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے پھر سے چپ رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

اب وہ الٹے قدموں پیچھے کی جانب چل رہا تھا۔ اسکا سر نفی میں مل رہا تھا۔۔ اسکے ہونٹوں پر

جان لیوا مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں کی نی کو وہ واضح محسوس کر سکتی تھی۔۔

اسکے قدم دوری بڑھا رہے تھے، برف کی ملکہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

پچھے دیر الٹے قدموں چلنے کے بعد وہ پلٹا تھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دھنڈ میں لمبیں غائی بہو گیا تھا۔

برف کی ملکہ اسکے قدموں کے نشان تک رہی تھی۔ ہوا سائیں سائیں کرتی اسکے وجود سے ٹکرا رہی تھی۔ اسے بھی اپنے سامنے ہر منظر دھنڈلا ہوتا محسوس ہوا تھا شاید اسکی آنکھیں نم ہوئی ہی تھیں !!

"تو تم نے اسکے سب سے خاص دن پر اسکی محبت ٹھکرا کر اسکا دن خراب کر دیا۔"

یہ کچھ دن بعد کی بات تھی۔ روحان نے حشام کو سب بتایا تھا۔ اسکے دوسرے سمیسٹر کے پیپر ختم ہونے والے تھے۔ اسے لندن آئیے ہوئے سال ہونے والا تھا۔

"تم جانتے ہو حشام۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کسی اور کا ہونا میرے بس میں نہیں۔"

"تمیں اب شادی کر لینی چاہیئے روحان۔ تم حانم کو بھول جاؤ اب۔"

Hasham کا الجھ سخت تھا۔

"ایسا مہیں ہو سکتا۔۔ یہ ناملن ہے۔۔"

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔۔ ایف اچھی لڑکی ہے تم نے خود بتایا تھا۔۔ اب تو وہ تم سے محبت بھی کرتی ہے۔۔ پھر کیا مسئی لہ ہے۔۔؟؟"

حشام کو غصہ آگیا تھا۔۔ پچھلے کچھ مہینوں سے حانم کے ذکر پر وہ ایسے ہی رد عمل کا اظہار کرتا تھا۔ جسے روحان سمجھنے سے قاصر تھا۔

حشام چاہتا تھا کہ روحان جلد سے جلد شادی کر لے کسی سے۔

"لیکن میں اس سے محبت نہیں کرتا۔۔ اور ناکبھی کر سکوں گا۔۔ میں نے بس ایک لڑکی کو چاہا ہے یہ تم جانتے ہو۔۔"

"وہ لڑکی اب نہیں رہی روحان۔۔ اگر زندہ بھی ہوئی می تو تم سے شاید شدید نفرت کرتی ہوگی۔۔"

حشام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"نفرت منظور ہے مجھے۔۔ بس کہیں ناکہیں وہ مل جائیے۔۔ میرا دل کھتا ہے وہ کہیں آس

روحان نے بتایا تھا۔

"مسٹر حشام جبیل جو کتاب آپ اشو کرواچکے ہیں وہ ام حانم کو یعنی مجھے چاہیئے۔ آپکو کوئی مسئی لہ تو نہیں---؟؟"

חשام کے فون سے آواز ابھری تھی۔ اور روحان کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔

وہ لیٹا ہوا تھا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ آواز ام حانم کی۔ روحان اس آواز کو اچھے سے پہچانتا تھا۔

חשام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں وہ کتاب لے لوں---؟؟"

آواز دوبارہ ابھری تھی۔

روحان کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"خشام وہ حانم ہے---؟؟"

"خانم-- یہ خانم تھی-- یہ پیرس میں-- کیسے--؟؟"

روحان کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"میں وہ کتاب لے لوں--؟؟"

آواز دوبارہ ابھری تھی۔

روحان کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"حشام یہ خانم ہے--"

وہ کانپتی آواز میں پوچھ رہا تھا۔ جبکہ حشام نے فون بند کر دیا تھا۔

"خانم-- یہ خانم تھی-- یہ پیرس میں-- کیسے--؟؟"

روحان کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"کیا یہ میرا وہم ہے--؟"

روحان اب بڑپڑا رہا تھا۔

"کیا واقعی وہ حانم تھی-- لیکن وہ تو نہیں وہ زندہ ہے-- میں جانتا ہوں-- میرا دل کہتا تھا کہ حانم زندہ ہے"

خوشی کی لہ روحان کے پورے جسم میں دوڑگئی تھی۔

وہ اب بار بار حشام کا نمبر ملا رہا تھا جو فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

"حشام فون اٹھاؤ--"

وہ اب کمرے میں ٹھیل رہا تھا۔

روحان کا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔ اسکا پورا وجود کیپکا رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد حشام نے اسکا فون اٹھایا تھا۔

"حشام تم فون کیوں نہیں اٹھا رہے میرا-- وہ اور وہ لڑکی-- وہ حانم کی آواز تھی-- اور اس

اسلی زبان سے الفاظ لُٹ پھوٹ کر نفل رہے تھے۔

"تم خاموش کیوں ہو حشام بولونا۔۔۔ وہ حانم تھی نا۔۔۔؟؟"

روحان کو حشام کی خاموشی ناگوار گزر رہی تھی۔

اسکی باتوں کو سننے کے بعد حشام نے ایک گمراہانس لیا تھا۔

"ہاں وہ ام حانم ہی تھی"

حشام نے سپاٹ سے لبجے میں کہا تھا۔ روحان کے چہرے کارنگ فق ہوا۔

اسے اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ ایک دم بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

"تم جانتے تھے نا کہ وہ زندہ ہے۔۔۔ تم نے مجھ سے چھپایا حشام۔۔۔ کیوں۔۔۔"

روحان کے لبجے میں بے یقینی سی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا حانم کے ملنے پر خوش ہو یا

حشام کے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اتنا بڑا سچ چھپانے پر دکھی۔

"لیوں کیا مم لے ایسا حشام--؟"

وہ دوبارہ پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کروں گا--"

وہ سخت لمحے میں کہتا فون بند کر چکا تھا۔

"بات سنو حشام-- سنو--"

لیکن حشام فون بند کرنے کے بعد نمبر بند کر چکا تھا۔

جبکہ روحان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے--

اسکا دل رقص کرنے کو چاہ رہا تھا۔

"وہ زندہ تھی ____ جو اسکا سب کچھ تھی ____ !!"

آج اسے ساری رات خوشی سے نیند نہیں آئی تھی۔

صح اسکا پیپر تھا لیکن حانم کے زندہ ہونے کی خبر سن کر وہ سب بھول گیا تھا۔

بہت انتظار کیا تھا اس نے-- ساڑھے چار سال سے بھی اوپر ____

میری زندگی تو فراق ہے
 وہ ازل سے دل میں مکیں سی
 وہ نگاہ شوق سے دور ہے
 رگ جاں سے لاکھ قریں سی
 ہمیں جان دینی ہے ایک دن
 وہ کسی طرح وہ کمیں سی
 ہمیں آپ کمی پھئے دا...

وہ کبھی ملے وہ کمیں ملے
 وہ کبھی سی وہ کمیں سی
 نہ ہوان پہ کچھ میرا بس نہیں
 کہ یہ عاشقی ہے ہوس نہیں
 میں انہی کا تھا میں انہی کا ہوں
 وہ میرے نہیں تو نہیں سی
 مجھے میٹھنے کی جگہ ملے

تیری اجمن میں اکر مہیں
 تیری انجمن کے قریں سی
 میری زندگی کا نصیب ہے
 نہیں دور مجھ سے قریب ہے
 مجھے اس کا غم تو نصیب ہے
 وہ اگر نہیں تو نہیں سی
 جو ہو فیصلہ وہ سنائیے
 اسے حشر پر نہ اٹھایے
 جو کریں گے آپ ستم وہاں
 وہ ابھی سی وہ یہیں سی
 انہیں دیکھنے کی جو لوگی
 تو "نصیر" دیکھ ہی لیں گے ہم
 وہ ہزار آنکھ سے دور ہوں
 وہ ہزار پردہ نشیں سی ___ !!

اور اب دیکھنے کا وقت ہوچکا تھا ___ روحان جبیل کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور خوبصورت
 مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

گیراج کے گارڈی نکالنے کے بعد سبیل جیسے ہی گیٹ کی جانب بڑھا اسے ایلف آسکر اندر آتی دھائی می تھی۔ وہ ایک پل کیلئے حیران رہ گیا تھا۔

"ایلف یہاں--"
وہ انجن بند کر کے گارڈی سے باہر نکل آیا تھا۔

"قاتل یہودی حسینہ"
اسے دیکھ کر سبیل کے ذہن میں یہی تاثرا بھرتا تھا۔

"مُحَمَّد مارنگ مسٹر سبیل--"
وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"مُحَمَّد مارنگ--"
سبیل حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آر جے اندر ہے--؟؟"
ایلف نے صاف پوچھا تھا۔

سبیل تو اسکے آر جے کہنے پر اچھل پڑا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی ایلف نے آر جے کو پہچان لیا

"ہاں-- وہ مجھے لکتا ہے ابھی انہما میں ناشستہ بھی میں کیا--"
سبیل با مشکل بول پایا تھا۔

"کوئی می بات نہیں مجھے ضروری کام ہے میں انتظار کروں گی--"
وہ مسکرا کر کہتی اندر داخل ہو چکی تھی۔ جبکہ سبیل حیرانی سے کندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر وہ کھڑا رہا۔ اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر عدالت کی طرف روانہ ہو گیا۔

"آپ سے ملنے کوئی می لمکی آئی می ہے--"
ملازم نے اسے خبر دی تھی۔

"لمکی--؟" روحان چونکا۔ اسکے ذہن میں انہی کا خیال آیا تھا۔
وہ ساری رات نہیں سویا تھا۔ جاگتا رہا تھا۔ وہ حشام سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اسکا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔

تمکھ ہار کر اس نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد کتابیں اٹھائی می۔ آج ایک بجے اسکا آخری پیپر تھا۔

روحان کتابوں کو بند کر کے کرسی سے اٹھتا ملازم کے ساتھ ہی نیچے آیا تھا۔

الاوج میں صوفے پر ایلف کو براجمان دیلھ کر جیران رہ کیا تھا۔

ایلف کی نظر سیڑھیاں اترتے روحان پر پڑی تو وہ کھڑی ہو گئی۔

"سوری مسٹر آر جے-- میں یہاں آگئی-- لیکن مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے--"

ایلف کے لجے میں بے تابی نمایاں تھی۔

"جی بیٹھ جاؤ--"

روحان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ اب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا--؟؟"

وہ پوچھ رہی تھی۔

"کوئی بات---؟؟"

وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے سے بولا۔

ایلف کے چہرے کارنگ پھیکا پڑا تھا۔

"کیسے بھول سکتے ہو تم-- میں ایک رات بھی ٹھیک سے نہیں سوئی-- میں ٹھیک سے پڑھ

جواب مل جائیے۔۔ اور تم کہہ رہے ہو کوئی بات۔۔؟"

وہ پھٹ ہی پڑی تھی۔ روحان سٹپنا گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایلف سنجیدہ تھی۔

وہ تو اب تک ایلف کی محبت کے اقرار کو بھول بھی گیا تھا۔

"میں نے آپکو اسی وقت جواب دے دیا تھا۔۔ شاید آپ بھول چکی ہیں۔۔"

وہ تم سے آپ پر آگیا تھا۔ ایلف کو وہ ایک دم ہی بہت اجنی سالگا تھا۔

"مجھے ابھی نے بتایا تھا کہ شاید وہ لڑکی تمہیں چھوڑ کر جا چکی ہے۔۔ جسے تم نے چاہا تھا۔۔ اس نے دھوکہ دیا شاید۔۔ لیکن میرا یقین نہیں کرو میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔۔"

ایلف کی آواز بھرا گئی تھی۔۔ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ محبت جیسے منہ زور جذبے نے اس نازک لڑکی کو تؤڑ کر رکھ دیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔ میں پہلے بتا چکا ہوں مجھے جس کا ہونا تھا ہو چکا ہوں اب سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔۔"

"آخر کیوں۔۔ جب وہ ہے ہی نہیں تو اسکی یاد میں رونے یا اداس ہونے کا کیا فائدہ۔۔ کیوں

تم خود کو میرا نہیں کر دیتے۔۔ !"

ضبط کرنے کے باوجود بھی ایلف رو دی تھی۔

"پیز ایلف آپ روئی میں مت میں جانتا ہوں محبت نا ملنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے" میرا مقصد آپکی دل آزاری کرنا نہیں تھا۔ آپ رکیں میں آپکو کچھ دکھاتا ہوں" وہ کہتے ہوئے صوفے سے اٹھا اور اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ پیجھے ایلف اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس ایک ماہ میں وہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ محبت کے جذبے نے جہاں اسے ایک دوسری دنیا کی سیر کروائی تھی وہیں روحان کے انکار پر محبت جیسے اسے جسم میں پھینک آئی تھی۔ وہ روز جل رہی تھی۔

چند منٹ بعد روحان اسے واپس آتا دکھائی دیا تھا اسے۔۔۔ اسکے ہاتھ میں کچھ تھا۔۔۔ ایک کاغذ۔۔۔ جسے اس نے ایلف کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ دیکھیں"۔۔۔

ایلف نے کپکپاتے ہاتھوں سے اس کاغذ کو تھاما تھا۔

اور پھر چند پلوں تک نظریں اس کاغذ پر جمائیے کہنے کے بعد ایلف ایک جھٹکے سے وہ کاغذ کاٹکر اسکے خوبصورت نازک ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ تم Married ہو۔۔۔؟؟" ایلف کے لمحے میں حیرانی اور لے یقینی دونوں واضح تھیں۔۔۔

روحان جھک کر اسلے پیروں کے پاس سے وہ نکاح نامہ اٹھایا تھا جو تقریباً چھ سال پرانا تھا۔

"جی-- میں میرڈ ہوں--"

روحان پر اعتماد لجئے میں کہہ رہا تھا۔

ایلف کو لاونج کی چھت اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے آرجے-- کیوں چھپایا اتنا بڑا سچ--؟؟"

ایلف ناچاہتے ہوئی سے بھی چلا اٹھی تھی۔ اسکا نازک وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"آپ جان چکی ہیں کہ میں آرجے ہوں-- یہ سچ ہے-- میں آرجے ہی ہوں--"

ایلف کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

وہ آنسوؤں سے لبریز چھرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

"معصوم روحان سے آرجے اور پھر آرجے سے روحان جبیل تک کا سفر آسان نہیں تھا"

روحان اب سینے پر ہاتھ باندھ کر لاونج میں لگی کھڑکی میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ باہر آسمان کو تک رہا تھا اسکی وسعتوں اور خلاؤں میں جانے وہ کیا تلاش کرتا تھا

"کیا ہوا تھا ایسا کہ تم اتنا بدل گئیے--؟؟"

ایلف آنسو صاف کرتے ہوئی سے پوچھ رہی تھی۔

"دنیا میرے مزاج سے الگ ھی بہت
اپنا ایک الگ جہاں بسانا پڑا مجھے —"

روحان نے ایک گمرا سانس لینے کے بعد بولنا شروع کیا تھا۔

"بہت ترپا ہوں اسے ایک نظر دیکھنے کیلیئے -- ایک بار ملنے کیلیئے -- خوش قسمت ہوتے ہیں وہ
لوگ جنکا محبوب انکی نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور وہ اسے اور کچھ نہیں دیکھ تو سکتے ہیں
نا — میں یہ پونے پانچ سال اسے دیکھنے کی خاطر دربار پھرا ہوں — مجھے کہیں اسکا نشان
نہیں ملا —"

دو گھنٹوں سے وہ ایلف کو اپنی کہانی سنارہا تھا۔ حانم کے ذکر پر اسکی آنکھوں میں نبی ابھری
تھی۔

ایلف اسکی کہانی سنتے سنتے رو دی تھی۔ حانم کی موت کا سن کر اسکی سسکیاں ابھری
تھیں۔

"مجھے معاف کر دو آر جے -- میں بہت خود غرض ہوں -- میں نے صرف اپنی محبت کا سوچا —
وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"اے میں آپ آپ روئی میں بلکہ یہ وقت تو خوش ہولے کا ہے۔ آج تک وہ مجھے نہیں ملی تھیں لیکن رات۔۔ شاید میری خوش قسمتی مجھے اسکا سراغ مل گیا۔!"

ایلف نے پونک کر اسے دیکھا تھا جسکے چہرے پر الوہی سی چمک تھی۔

"یہاں سے میری زندگی کا ایک اور سفر شروع ہوا ہے۔۔ تو بہت مشکل ہے۔۔ جو مجھے اکیلے ہی طے کرنا ہے۔۔ مجھے اس سفر میں کسی اور کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔ اگر میں نے کسی اور کا ہاتھ تھاما تو میری منزل کھو جائیے گی۔۔ کبھی نہیں ملے گی۔!!" روحان نے ایلف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ایلف اسکا اشارہ سمجھ چکی تھی وہ نظر جھکا گئی۔ اذیت کی اہر اسکے جسم میں سریت کر گئی تھی۔ لیکن اسے خوشی ہوئی تھی کیونکہ وہ شخص خوش تھا جسے وہ چاہتی تھی۔

"لیکن ہاں مجھے اس سفر میں بہت سی دعاؤں کی ضرورت ہے۔۔ جو حانم تک پہنچنے میں میری مدد کریں۔۔ وہ تو پہلے ہی مجھے ناپسند کرتی تھی اب تو نفرت کرتی ہوگی۔۔ آگ کے دریا کو پار کرنے کا وقت آگیا ہے۔۔ اور میں نے سنا ہے اچھے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔!!"

"بٹنگ Buttering کر رہے ہو تم۔۔" ایلف اسکی مات سن کر مسکرا دی تھی۔

"جی بالٹ--"

وہ بھی مسکرا دیا۔

”کب چارہے ہو اسے لینے--؟؟؟“

ایلف پوچھ رہی تھی۔ انکے پیسے ختم ہو چکے تھے۔

ایلف کیلیئے یہ سب سے مشکل دن تھے--- اور ابھی اسکی تکلیف بڑھنی تھی جب وہ دونوں کو ایک ساتھ دیکھے گی

"بہت جلد۔۔ لیکن ڈرگ رہا ہے اسکا رد عمل جانے کیا ہوگا۔۔ جو چھرہ ایلف کو اچھا لگتا ہے

اس پھر سے نفرت ہے حانم کو۔۔

وہ پھیکی مسکراہٹ لیئے کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت دریائیے ٹیمز کے کنارے پر بیٹھے تھے۔

"کوئی می خاص بات بتاؤ نا اسکی۔۔ تمہیں وہ کیوں پسند آئی۔۔؟؟"

جانے کیوں لیکن ایلف جاننا چاہتی تھی۔

"وہ لڑکی جو فطرتاً خاموش طبع تھی وہ جب میرے سامنے آتی تھی تو یقین کرو یہ پرے ولتی تھی۔"

۱۰۷

میری تعریف کرتے تھے تو وہ ایسی السٹ کرنی ہی کہ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ اس کستاخ لمٹکی کی زبان کاٹ دینی چاہیئے۔ پھر ناجانے کب۔۔ اسکا سب سے کم بات کرنا اور مجھ سے لڑتا مجھے اچھا لگنے لگا۔۔ اسکی شایمیں برباد کر کے مجھے خاصا سکون ملتا تھا۔۔ لیکن جب وہ نظروں سے او جھل ہوئی می تو میرا سارا سکون اپنے ساتھ لے گئی می۔۔!!
بات کے آخر میں اسکا لجھ پھر بھاری ہو گیا تھا۔
ایلف سن کر مسکرا دی تھی۔۔

"میں اس سے ملنا چاہوں۔۔ میرا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔۔ اور ایک سلفائیٹ۔۔ یقین نہیں ہوتا۔"

"ان شاء اللہ بہت جلد ملاؤں گا۔۔" وہ پراعتماد تھا۔
"تم نے کہا وہ اس چہرے سے نفرت کرتی ہے۔۔ تو تم اسے ابھی یہ چہرہ ہی مت دکھاؤ۔۔!!
کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایلف نے مشورہ دیا تھا جسے سن کر روحان چونکا تھا اور پھر اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔۔

روحان پیرس آگیا تھا۔۔ مون کے روپ میں

ہوئی سے ماسک سے چھپانا پڑا اور کونلے ہوئے کاتاٹک کیا
اسکا مشورہ اسے ایلف نے دیا تھا۔ وہ فی الوقت حانم کو دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ ویسی ہی تھی یا بدل گئی تھی

اور جب حانم اینجل کے روپ میں سامنے آئی تو وہ حیران رہ گیا تھا۔

اسے ابھی جیسی چالاک اور ایلف جیسی بہادر لڑکیاں اچھی لگی تھیں۔ اسکا ماننا تھا کہ لڑکیوں کو اتنا مضبوط ہونا چاہیتے کہ مردوں کے الفاظ تو کیا انکے فعل بھی لڑکیوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا تھا۔ وہ حانم تو کہیں سے بھی نہیں تھی۔

خاموش اور رحم دل حانم۔۔ یہ تو اینجل تھی۔۔ جو اینجل کم اور ڈائی ن زیادہ تھی

یہ ابھی کی طرح چالاک اور ایلف سے زیادہ بہادر تھی۔

لیکن حانم کو سرتا پیر بدلا ہوا دیکھ کر روحان کا دل کر لایا تھا۔

وہ بہادر اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ مادرن بھی ہو گئی تھی۔۔ بڑے سے ڈوپٹے والی اسکی حانم کہیں گھم ہو گئی تھی۔۔

اسے اندازہ تھا اسکا یہ سفر کافی مشکل تھا۔۔ لیکن اب حانم کو دیکھ کر وہ جان گیا تھا نگے پیروں انگاروں پر چلنے کا وقت آگیا تھا۔

پیرس جیسے شہر میں حاکم کو ڈھونڈنا مستقل تھا ناممن مہیں۔ روحان نے حشام پر نظر رھی تھی۔ وہ ایک دو بار کام کے سلسلے میں ماہی کے گھر گیا تھا اور وہیں روحان کو اینجل یعنی حانم ملی تھی۔

روحان کو اب سمجھ آیا تھا کہ ضیاء جبیل یعنی اسکے بڑے ڈیڈ نے اسے کیوں ڈانتا تھا۔ وہ لڑکی حانم ہی تھی جسے نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ اسکی اتنی بڑی حالت کا ذمہ دار وہی تھا۔ روحان کا دل پھر سے جلنے لگا تھا۔ دکھ اور پچھتاوا اسے نوچنے لگے تھے۔

لیکن اسے بہت کچھ کرنا تھا اب۔۔ حانم کے ملنے کے بعد اس نے حشام کو چھوڑ کر حانم پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی اور پھر وہ میڈی تک پہنچ گیا۔

میڈی تھوڑا معصوم اور بے قوف لڑکا تھا۔۔ اسکو ایکسیڈٹ سے بچا کر جو وہ خود کرو رہا تھا۔۔

روحان اسکے گھر میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔۔ جب میڈی نے پہلی بار روحان کو حانم سے ملوا یا تو الوہی چمک لئے اسے دیکھتا رہا تھا۔۔ اسکے اس طرح دیکھنے سے حانم کو کوفت ہوئی تھی۔ اور پھر وہ ہر جگہ مون بن کر اینجل کے پیچھے رہنے لگا۔

اسکو میڈی کا اینجل کے ساتھ گھومانا پسند نہیں تھا۔

اور جب میڈی نے اینجل کو پرپوز کیا تھا تو مون یعنی روحان نے اچھی خاصی دھلائی کی تھی اسکی۔۔

دو تین ماہ وہ مون بنا حاکم کے پیچھے ٹھومتا اور جس روز حاکم نے اسے دسمی دی کہ وہ اسکا بچا ہوا پچھہ جلا دے گی۔۔ اس روز وہ خوب ہنسا تھا اور اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔

لگے روز وہ حشام کے پاس جانے والا تھا۔۔۔ مون نہیں بلکہ روحان جبیل بن کر

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟" حشام اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیوں کیا مجھے نہیں آنا چاہیئے تھا؟" روحان کا لجہ کاٹ دار تھا۔

"نہیں میرا مطلب۔۔۔ کافی دنوں سے تم سے رابط نہیں ہوا آج یوں اچانک۔۔۔؟" حشام کے وجہ پر پیشانی کی لکھیں واضح تھیں۔

"کچھ سوالوں کے جواب لینے آیا ہوں۔۔۔"

روحان جبیل سنجیدہ تھا۔۔۔ اتنا سنجیدہ اسے کبھی حشام جبیل نے نہیں دیکھا۔

"کیسے جواب۔۔۔؟"

"کم جانتے تھے حاکم زندہ ہے-- کم یہ بھی جانتے تھے کہ میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں-- پھر بھی تم نے چھپایا۔۔ کیوں۔۔؟؟"

اسے حشام سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ اسکا سب سے اچھا دوست اور بھائی تھا۔ روحان کو دکھ ہو رہا تھا۔

"بولو حشام۔۔ پچھلے پانچ سالوں سے میں گناہ کی آگ میں سلگ رہا ہوں۔۔ پچھتاوا مجھے جینے نہیں دیتے۔۔ اسے دیکھنے کی تڑپ مجھے سکون نہیں لینے دیتی۔۔ تم سب جانتے تھے پھر بھی۔۔ پھر بھی تم نے مجھ سے چھپایا۔۔ کیوں۔۔؟؟"

وہ دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔ حشام اس سے چھ سال بڑا تھا لیکن اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

ان دونوں میں کہیں بھی کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں خوبرو تھے۔
دونوں ہی ایک لڑکی کو چاہتے تھے۔

روحان کی باتیں سن کر حشام دنگ رہ گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ روحان اس قدر چاہتا تھا حانم کو۔۔ اسے لگتا تھا کہ بس وہ اس سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہے۔۔ لیکن یہاں تو وہ پورا کا پورا گھائی ل تھا۔

"تمہاری خاموشی تمیں گنگا بنارہی ہے حشام کچھ تو بولو۔۔"

"چھ ماہ پہلے پتا چلا مجھے کہ حاکم زندہ ہے۔ اس سے پہلے میں بھی اسے مرا ہوا مجھ رہا تھا۔۔۔
لیکن سچ تو یہ حانم مر چکی ہے۔۔ جو زندہ ہے سانسیں لے رہی ہے وہ حانم نہیں اپنے
ہے۔۔ میں تمہارا بھائی ہوں صرف اسی وجہ سے وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔۔ سو جو تم سے
کتنا نفرت کرتی ہوگی !!"

جس تکلیف سے حشام نے وہ الفاظ بولے تھے اتنی ہی گھری اذیت روحان کے جسم میں سن کر
اتر گئی تھی۔

"میں صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ خوش رہے۔۔ تم تو اسے مردہ سمجھ ہی چکے تھے۔۔ اگر تمہیں
بتا دیتا تو یقیناً تم پہلے کی طرح اسکی زندگی میں دخل اندازی کرتے !!"
hasham اب بیٹھ چکا تھا۔ روحان نے اذیت سے آنکھیں موند لی تھیں۔

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد روحان بولا تو حشام کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔؟؟"

"وہی جو تم نے سنا۔۔ میں ام حانم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔"
وہ اب پرسکون سا اپنی بات دھرا رہا تھا۔

"مہیں کیا للتا ہے وہ آرجے سے شادی کرے لی-- وہ آرجے جس نے اسے انہیروں لی دنیا میں دھکیل دیا تھا۔؟"

حشام حیران تھا۔ اسکے ایک طرف حانم تھی تو دوسری طرف روحان۔ وہ دونوں سے محبت کرتا تھا۔ اور دونوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"آرجے سے نا سمی۔ روحان بن حیدر جبیل سے تو گر لے گی نا۔؟؟"

روحان پر عزم تھا۔

"روحان تم سمجھنے کی کوشش کرو تم اب اسکا پچھا چھوڑ دو۔ وہ بہت مشکلوں سے نارمل زندگی کی طرف لوٹی ہے۔ اگر تم زندگی میں جاؤ گے تو اچھا نہیں ہوگا۔" حشام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ ممکن نہیں۔ وہ میری ہے۔ اور میری ہی رہے گی۔"

"وہ تمہارے لئے نہیں بنی۔ اگر بنی ہوتی تو مل جاتی اب تک تمہیں !! حشام کی بات سن کر روحان کے لبؤں پر خوبصورت سی مسکراہست کھیل گئی تھی۔ وہ حشام کی بات سے لطف انداز ہوا تھا۔

"کس نے کہا ہے وہ میرے لئے نہیں بنی۔ وہ میرے لئے ہی بنی ہے اور سالوں پہلے میں

روحان کی بات نے حشام کو چونلنے پر بجور کر دیا تھا۔ اس نے جیب سے وہ نکاح نامہ نکال کر حشام کو دکھایا تھا۔

جسے دیکھ کر حشام سکتے میں چلا گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں یہ سب ایک ڈرامہ تھا۔ لیکن اس ڈرامے میں ہم دونوں جڑچکے بیں شرعاً ناسی قانونی طور پر یہ نکاح نامہ گواہ ہے کہ وہ میری بیوی ہے۔ اس سے بڑا کیا ثبوت چاہیئے تمہیں حشام کہ وہ میری نہیں ہے۔"

روحان کی بات سن کر حشام نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ وہ ہار گیا تھا۔

"اور جہاں تک بات ہے حانم کے مرنے اور بگڑ کر انخل بننے کی تو تم فکر مت کرو۔ میں نے بگڑا تھا میں ہی سنواروں گا۔ وہ چاہے نفرت کرے یا محبت۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ سے ہی کرے۔"

حشام اسکا پاگل پن دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے حشام۔ تم جانتے ہو ہمارے خاندان میں خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے۔"

"میں جانتا ہوں چھوٹے بابا سائیں ۔۔ لیکن روحان ان باتوں کو سمیں مانتا۔۔ اور وہ اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔۔ آپ اسے اچھے سے جانتے ہیں نکاح کرنا اسکا حق ہے۔۔ اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو وہ بابا سائیں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ نکاح کر لے گا۔۔ بہتر ہو گا ہم سب دل سے اسکی خوشی میں شریک ہوں ۔۔"

حشام نے ہی روحان کے نکاح کی بات گھر کی تھی۔ یہ سزا اسے روحان نے دی تھی۔

"لیکن اسے اتنی عقل نہیں کہ باہر شادی کرنے سے نسل ۔۔

"ڈیڑ نسل مردوں سے چلتی ہے عورتوں سے نہیں ۔۔ مجھے امید ہے آپ اپنی مرضی سے اس رشتے کی اجازت دیں گے۔"

روحان نے سید جبیل کی بات پوری ہونے سے پہلے حشام کے ہاتھ سے فون لے کر اپنی سنا کر فون بند کر چکا تھا۔

"تم بہت ہی ۔۔

"میں بہت ہی ذلیل آدمی ہوں ۔۔ یہی کہنا چاہتے ہوں ۔۔"

روحان نے جل کر کہا تھا۔

ناچاہتے ہوئی سے بھی اسکی بات سن کر حشام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لکھر گئی تھی۔

حشام نے ماہی اور ایلا کو بلایا تھا اور انہیں ساری صورتیاں سے آگاہ کیا تھا۔

الدبتہ ملکی والی بات نہیں بتائی ہی تھی۔ روحان نے یہ بتایا تھا کہ اس نے حانم پر الزام لگایا تھا کچھ جسکی وجہ سے وہ اس سے ناراض ہو کر پاکستان چھوڑ کر آگئی ہی تھی۔

ایلا تو آنکھیں پھاڑے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا وہ اتنا بدل گیا تھا۔

"ہمیں دونوں کی شادی کروانی ہوگی--"

حشام دل پر پتھر رکھ کر سب کر رہا تھا۔ وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ حانم اسکے لیے نہیں بنی۔۔۔

"بس اتنی سی بات۔۔۔ آپ لوگ پریشان نا ہوں سب ٹھیک ہو جائیے گا۔۔۔"

ماہی پر خوش سی کہہ رہی تھی۔

اور پھر حمدان انکل کے فون آنے۔۔۔ اور ماہی کے بد تیزی کرنے سے نکاح ہونے تک سب کچھ ماہی کا پلان تھا۔

سوائیے آسیہ بیگم جنہیں بنس میں نقصان کا کما گیا تھا سب کو حقیقت معلوم تھی۔ اسی لئے سب خوش تھے

سب سے زیادہ خوش جواد تھا۔۔۔ جواب بچہ تو نہیں رہا تھا لیکن آرچے کیلیے وہ اب بھی پا گل

اسے ایک نئی سامنے روپ میں اپنے سامنے دیکھ کر وہ خوشی سے آنکھیں کم کر بیٹھا تھا۔
روحان جبیل نے کھینچ کر اسے اپنے گلے لگایا تھا۔

ماہم مجھی اسے نکاح والے دن دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

آرجے کی موت کے دکھ سے کہیں زیادہ خوشی جواد کو روحان جبیل کے ملنے کی ہوئی تھی۔
یہ روحان کے حق میں اچھا رہا تھا کہ حانم نے اسے دیکھنے یا ملنے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں
کی تھی۔ اور یوں سادگی سے نکاح ہوا تھا۔

جواد اسکے ساتھ ہی چپکا بیٹھا تھا۔

نکاح پر صرف حشام اور سید ضیاء جبیل تھے۔ الیکشن کے دن تھے سید جبیل آنکھیں سکے تھے۔
باقی رخصتی پر سب اکٹھے ہونے والے تھے۔

یہی وقت تھا جب جورڈن نے حشام اور ضیاء جبیل کو ایک ساتھ دیکھا تھا۔ اور پھر اس نے
حشام کو مار کر اپنا بدلا لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

"اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں--؟؟؟"

روحان ماہی کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"ہمارے انکار کرنے سے آپ کو ناصل جائیں گے مسٹر روحان جبیل-- جائیں دیلھ لیں--"

وہ مسکرائی تھی اور روحان حanim کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ سرخ و سفید سادہ سے جوڑے میں دلمن کا روپ لیئے بہت پیاری لگی تھی۔
وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا تھا۔

روحان کو یقین نہیں ہوا تھا وہ اب ہر طرح سے اسکی تھی۔

"تمہارا اور میرا وہ تعلق ہے
جو کسی کتاب میں درج نہیں
تمہاری یاد اور
میری سماعت نے
ہم دونوں کے درمیان
ایک ربط قائم کیا ہے—

ہمارے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہے
پھر بھی ہم دونوں ایک دوسرے کیلئے
لازم و ملزم ہیں—!!

کم میرے لیئے بہتے دریا کی مانند ہو جو
ہر رشتے کو سیراب کرتا ہے ____ !!

"تم نہیں جانتی حانم میں کہاں کہاں بھٹکا ہوں صرف تمہیں ایک نظر دیکھنے کیلیئے-- میں جانتا ہوں جب تمہیں سچائی پتا چلے گی تو تمہیں بہت برا لگے گا-- لیکن میرا یقین کرو میں سب ٹھیک کر دوں گا !!

وہ اسکے بیڈ کے پاس بیٹھتے ہوئی کے کہہ رہا تھا۔

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو-- اتنی پیاری کہ میں نے کچھی اتنی پیاری لڑکی نہیں دیکھی--
لیکن تم بہت ظالم ہو-- چہرہ جلانے جیسی خوفناک باتیں کرتی ہو-- !!"
وہ ریسٹورینٹ کا منظر یاد کر کے مسکرا دیا تھا۔

کتنی ہی دیر وہ سرگوشیوں میں سوئی ہوئی ہی حانم سے باتیں کرتا رہا تھا-- لیکن جب وہ جانے لگا تو کھڑکی کے پاس رکھا گلدان نیچے گر گیا۔ جس سے حانم اٹھ گئی ہی تھی۔
لیکن وہ نکل آیا تھا۔

"آج تو بچت ہو گئی ہی-- ورنہ نکاح کے دن ہی میرا قتل ہوتا ____ !!"
وہ بڑبراتا واپس آگیا تھا۔

وہ لندرن واپس چلا کیا تھا۔ ایک سمسٹر فریز کروا کر آیا تھا۔ سب سے زیادہ خوشی اسے حانم سے بات کر کے ہوتی تھی۔ اسکی محبت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔

اسے خوف تھا کہ کہیں حانم اسکی آواز ناپہچان لے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ اسے کبھی کبھی احساس ہوتا تھا کہ حانم بعد میں سے دھوکے باز سمجھے گی۔ لیکن اسکا قصور بھی نہیں تھا اسی نے ملنے اور دیکھنے سے منع کیا تھا۔

وہ دونوں ایک سال بعد اٹھارہ جنوری کو اپنے نکاح کے دن ملنے والے تھے۔ انکا پہلا نکاح جو نکاح کا ایک ڈرامہ تھا وہ بھی اٹھارہ جنوری کو ہوا تھا۔ اور اصل نکاح بھی۔ اور آج بھی اٹھارہ جنوری تھی جب روحان جیل کی محبت ام حانم جو شاید اب اس سے شدید محبت کرتی تھی پیرس میں اسے خوش آمدید کہنے والی تھی۔

روحان جہاں خوش تھا وہیں اسکا دل ڈر بھی رہا تھا۔ وہ حانم کے رد عمل کو لے کر خوفزدہ تھا۔ اور کبھی کبھی جس بات کا ہمیں ڈر ہو۔ جوانہوںی ہمیں خوفزدہ کرتی ہو۔ وہ پورا ہو جاتا ہے۔ وہ انہوںی ہو جاتی ہے۔

حانم نے اسکی توقع سے بھی زیادہ شدید رد عمل کا اظہار کیا تھا۔ اور اب ہسپتال میں سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے بے سود پڑی تھی۔

تکلیف تو بہت ہوئی ہی روحان کو۔۔ لیں وہ ہار مہین ماننا چاہتا تھا چھ سال بعد آج ملن کا دن آیا تھا۔۔ وہ اس سے بڑی طرح ناراض ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا ہانی کو۔۔ وہ ٹھیک تو ہے نا روحان ؟؟" ماهی کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ روحان چونک کر خیالوں سے باہر آیا تھا۔

زندگی کا ایک پھر اور گمز گیا تھا ایلا اور ماهی دونوں اسکے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ دونوں جانتی تھیں آج روحان آنے والا تھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔۔ لیکن سر پر پھوٹ لگی تھی۔۔" روحان نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"شاک لگا ہے اسے شاید۔۔ اسی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے۔۔!!" روحان افسردہ لمحے میں کہہ رہا تھا۔

"یہ بیچاری ہانی کی قسمت کہ اسے شاک (Shock) دینے والا شوہر ملا ہے۔۔ اسے معلوم ہی نہیں روحان جبیل تو لندن کی بڑی بڑی شخصیات کو گھرے Shocks دیتا ہے۔۔ اور یہ وہ تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہے۔۔ ایلا شرارتی لمحے میں کہہ رہی تھی۔

"یہ بیچاری ہانی کی تھست کہ اسے شال (Shock) دینے والا شوہر ملا ہے-- اسے معلوم ہی نہیں روحان جبیل تو لندن کی بڑی بڑی شخصیات کو گھرے Shocks دیتا ہے-- اور یہ وہ تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہے۔!"

ایلا شرارتی لجے میں کہہ رہی تھی۔

ایلا کی بات سن کر ماہی نے اسے گھورا تھا جبکہ روحان پریشان کھڑا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آگے کیا ہو گا۔؟

وہ حانم کے رد عمل سے نابلد تھا۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟؟"
ماہی نے پوچھا۔

"انہوں نے کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے جب ہوش آجائے تو گھر لے جاسکتے ہیں۔"

"ہم-- میں دیکھتی ہوں--"

ماہی کہتی کمرے کے اندر چلی گئی می تھی۔

جبکہ ایلا غور سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"ایک سال بعد ملی ہوں آج آپ سے-- مجھے آج بھی یقین نہیں ہوتا کہ آپ آر جے ہیں

"مطلب کوئی می اتنا کسے مدل سکتا ہے ۶۶"

ایلا نے اپنے دل کی بات کر رہی تھی۔

روحان نے گھری نظروں سے ایلا کو دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اسکے اس طرح دیکھنے پر ایلا سٹپٹا گئی تھی۔

"یہ تو سچ میں آر جے ہے--"

ایلا زیرلب بڑھائی۔ روحان کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر اسے وہ دن یاد آگیا تھا جب اس نے حشام اور لکی کے ساتھ بیٹھے آر جے کا آلوگراف لیا تھا۔
اسکی آنکھوں کی چمک اور ذہانت اسکے آر جے ہونے کی گواہ تھی۔

"کوئی می بھی انسان کبھی بھی بدلتا نہیں ہے-- وہ وہی رہتا ہے-- اسکا اصل وہی ہوتا ہے
بس یا تو وہ بگڑ جاتا ہے یا پھر سدھر جاتا ہے ____ اور ہم سمجھتے ہیں انسان بدل گیا ہے ____ !!
وہ گھرے سنجیدہ لجے میں کہہ رہا تھا۔

اس سے پہلے ایلا کچھ کہتی اچانک حانم کے کمرے سے شور کی آوازیں ابھری تھیں۔

"تم سب نے مل کر مجھے دھوکا دیا ہے ____ سب نے مجھے بے وقوف بنایا ہے"
حانم دبی دبی آواز میں چلا رہی تھی۔ شدت جذبات سے اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ جس شخص کا وہ نام سننا بھی گنووارا نہیں کرتی تھی۔ وہ اسکی زندگی کا سب سے اہم فرد بن گیا تھا ____ اور تو اور وہ انجانے میں اسی شخص سے محبت کر بیٹھی تھی۔

"ہانی تمیں سی نے دھوکا میں دیا۔۔ وہ روحان بن حیدر جبیل ہے آرجے میں"

ماہی نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئیے پیار سے سمجھایا۔

"سب سمجھ آہا ہے مجھے اب۔۔ سب سمجھ رہی ہوں۔۔"

حانم نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن گلے میں کچھ اٹک گیا تھا۔

ایلا بھی کمرے میں آگئی تھی۔ جبکہ روحان کمرے سے باہر کھڑا اسکی باتیں سن رہا تھا۔

"اپنے دل سے پوچھو ہانی۔۔ تمیں محسوس ہو گا تمیں کسی نے دھوکا نہیں دیا۔ سب تم سے پیار کرتے ہیں۔۔ سب —"

ماہی نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اشارہ کیا تھا۔

حانم آنسوں ضبط کرتی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"چلو اٹھو اب ہم نے گھر جانا ہے۔۔ اور اس سے پہلے روحان سے مل لو۔۔ کب سے باہر بیٹھا تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہے۔۔"

ماہی اسکا ہاتھ دباتی ایلا کو لے کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

حانم نے تھک ہار کر بیڈ سے ٹیک لگائی تھی۔

وہ تھک گئی تھی۔ وہ ماضی کو نہیں سوچنا چاہتی تھی۔۔ روحان کے آنے سے اسکی نندگی

سُنی خوبصورت ہوئی می ھی۔ وہ جیسے سارے سُم بھول لئی می ھی--

اور اب روحان کو دیکھ کر جیسے اسکے سارے زخم ہرے ہو گئیے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے--??

دماغ جیسے سن ہو کر رہ گیا تھا۔

کوشش کے باوجود بھی اسکی بند آنکوں سے ایک آنسو نکلا اور کنپی پر پھسلتا چلا گیا۔

"میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں کبھی تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں آنے دوں گا۔ اور آج مجھے خود پر افسوس ہو رہا ہے ___!!

روحان کی آواز پر وہ کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔ وہ اسکے سامنے کھڑا تھا اپنی تمام تر وجہت کے ساتھ۔

سفید رنگ کی شرت کی بازو پر سرخ داعنگ لگے تھے۔ وہ شاید حانم کا خون تھا جو پیشانی پر چوٹ کی وجہ سے نکلا تھا۔

یعنی وہ اٹھا کر لایا تھا۔ حانم یہ سوچ پر دنگ رہ گئی می تھی۔

وہ چہرہ دوسری جانب پھیر چکی تھی۔ اور ہونٹوں کو سختی سے ایک دوسرے میں بھینچ لیا تھا۔

روحان اسکے یوں چھرے کا رخ بدلنے پر حیران ہوا تھا۔ اسے لگا تھا کہ وہ چیخنے کی برا بھلا کے

گی۔ لیکن نہیں۔ وہ خاموش تھی

"حاکم--"

کتنے جذب سے پکارہ تھا اس نے۔ حانم نے آنکھیں بیچیں۔ اسکا دل دھڑکا تھا۔ ایسے ہی وہ اسے فون پر پکارا کرتا تھا۔

"میں آر جے نہیں رہا اب میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اور نا ہی معافی مانگوں گا۔ شاید مجھے اسکا حق نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ تم سے گزارش ہے کہ میری محبت کو مت دھتکارنا!!

اسکا نرم گرم لمحہ جذبات کی آنچ سے دہک رہا تھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔ آنسوؤں کو ہاتھ کی ہتھیلی سے صاف کیا تھا۔

کتنا خوش تھی وہ آج کے دن لیکن پھر ساری خوشیاں جیسے آنسوؤں میں بدل گئیں۔ کچھ پل گھری خاموشی کی نظر ہوئیے تھے۔ حانم اپنے چہرے پر اسکی گھری نظروں کی نیش کو محسوس کر رہی تھی۔ حانم کو لوگا تھا اسکا سانس رک جائیے گا۔

وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

"دھیان سے--"

روحان بیتابی سے اسکی جانب لپکا تھا۔ وہ اسے پکرتا چاہتا تھا۔

"میں تھیک ہوں--"

حانم نے ہاتھ بڑھا کر اسے دور رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ اسکا لمحہ سرد تھا۔

روحان ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے سکارف کو اچھی طرح سر پر لپیٹتے ہوئیے اب جوتے پہننے کی کوشش کر رہی تھی۔

روحان سنجیدہ چہرہ لیے بغور اسکا جائی زہ لے رہا تھا۔ وہ ناراض اور مصروف سی اچھی لگ رہی تھی۔

سال بعد اسے اپنی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

نیچے جھک کر جوتے پہننے پر درد کی ایک ٹھیس اسکے سر میں اٹھی تھی۔

شايد نیچے گرنے کی وجہ سے گردن پر بھی چوٹ آئی تھی۔ اسے کراہتے دیکھ کر وہ حانم کی طرف لپکا۔

"مجھے لگا تھا کہ ان چھ سالوں میں تم بھی بدل گئی ہوگی۔ لیکن نہیں۔ مجال ہے جو ام

حانم بدل جائے۔ وہ آج بھی ویسی ہی ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔!!

اسکے خوبصورت جوتے کو نیچے سے اٹھا کر اسکی جانب بڑھاتے ہوئیے وہ گھمیر سنجیدہ لمحے میں کہہ رہا تھا۔

حانم نے اسکے قریب آنے پر گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔ اب یہ جوتا میرے سر میں مت مار دینا۔۔ پہننے کے لیئے دیا

ہے !!

اسکے تینیکھے لجے پر حانم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ انتتا کا صاف گو تھا۔

"ست۔۔ تم۔۔"

وہ کہنا چاہتی تھی لیکن تم کا لفظ اسکی زبان سے ادا نہیں ہوا تھا۔ وہ پورا ایک سال اسے آپ آپ کہتی رہی تھی۔ محبت سے زیادہ وہ روحان حیدر سے عقیدت رکھتی تھی۔

"میں خود پہن لوں گی۔۔"

حانم نے ایک جوتا پہننے کے بعد دوسرا اٹھانے کیلئے دوبارہ جھکی۔

"مجھے ضدی اور ہٹ دھرم لڑکیاں نہیں پسند"

وہ ایک گھٹنا زمین ہر لگائی سے بیٹھا تھا۔ نظریں حانم کے چہرے پر تھیں۔

جبکہ حانم اسے دیکھنے سے گمز کر رہی تھی۔

اس ایک سال میں اس نے روحان کی ہر بات مانی تھی۔ وہ کافی تاباعدار ثابت ہوئی می تھی۔

اب آرجے کو اپنے سامنے دیکھ کر اس میں ہانی والی روح جاگ اٹھی تھی۔

حانم اب دوسرا جوتا بھی پہن چکی تھی۔ اس نے خود کو سخت الفاظ کہنے سے روکا ہوا تھا۔

"چلیں"

روحان نے کھڑے ہو کر اسکی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"شکریہ--"

حanim اسکے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر کے بیڈ سے اٹھی تھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔
روحان بس ایک سرہ آہ پھر کر رہ گیا تھا۔

انہیں گھر چھوڑنے کے بعد روحان حشام کے گھر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

پورا راستہ وہ خاموش سی گاڑی سے باہر دیکھتی رہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا روحان جیسے ہمسفر کے ملنے پر ہنسے۔ یا آر جے کے لوٹ آنے پر روئیے۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ قمst کی اس ستم ظریفی پر وہ کیا کرے
حanim کو اب افسوس ہو رہا تھا کہ کاش وہ نکاح والے دن اسے دیکھ لیتی لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا

گاڑی رکنے پر وہ سب سے پہلے گاڑی سے اتری تھی اور پھر بنا پیچھے دیکھے وہ بلڈنگ کی طرف مرڑھی تھی۔

"پریشان مت ہونا روحان-- وہ تھوڑی پاٹل ہے-- کم بھی جانتے ہو-- میں سب تھیک ہو جائیے گا--"

ماہی نے اسے تسلی دی تھی جس پر وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔

ح انم اپنے کمرے میں پریشانی سے ادھر ادھر ٹھیل رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

اگر وہ آسیہ بیگم سے بات کرتی تو یقیناً وہ سب پوچھتیں۔

"تم سب نے مل کر دھوکا دیا ہے مجھے--"
ح انم کی سماعت سے اسکے اپنے الفاظ ٹکرائیے۔

"ہانی تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا۔ وہ روحان بن حیدر جبیل ہے آر جے نہیں"
ماہی نے کہا تھا۔

"افف"

ح انم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما تھا۔ وہ انجانے میں کیا بول گئی تھی لیکن جو جواب ماہی نے دیا تھا اسے اب احساس ہو رہا تھا یقیناً وہ بہت کچھ جانتی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ--؟؟"

حانم کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا تھا۔

وہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے لیٹ گئی تھی۔ آنکھوں کو بند کیا تھا۔ وہ سوچانا چاہتی تھی۔۔۔

پریشانیوں سے نجنسے اور غلط سوچوں کو اپنے ذہن سے نکالنے کا یہی ایک بہترین طریقہ تھا۔

وہ اس وقت کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی _____ سب کیا ہوا تھا کیوں ہوا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔

وہ کتنی ہی دیر آنکھیں موندے لیٹی رہی تھی اور پھر شاید ابھی تک وہ دواؤں کے زیراثر تھی اسی لیئے سوگئی۔

"کیسا لگا حانم سے مل کر۔۔۔؟؟"

یہ ایلف تھی۔ وہ جانتی تھی روحان آج اس سے ملنے والا تھا۔ اسی لیئے اس نے رات کو فون کیا تھا۔

"مجھے خود سمجھ میں نہیں آہتا تھا۔ مجھے جس رد عمل کی توقع تھی وہ نہیں ہوا۔۔۔ لیکن جو نہیں

سوچا وہ ہو رہا ہے _____ وہ خاموش ہے۔ اس نے کچھ نہیں کہا مجھ سے _____"

روحان نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایلف کو بتا دیا تھا۔ وہ اچھی لڑکی تھی اور ہمیشہ مفید مشورہ دیتی تھی۔

"یعنی ایک سلفائیٹ نے دوسرے سلفائیٹ کو حیران کر دیا ہے--"
وہ مسکرائی تھی۔

"ہاں بہت زیادہ--"
روحان نے اعتراض کیا تھا۔

"یقیناً وہ صدمے کے زیراثر ہوگی-- اسے کچھ وقت دو-- حالات کو سمجھنے کا اور تم خود اسے سمجھنے کی کوشش کرو-- امید ہے سب بہتر ہوگا--"

ایلف کی بات سن کر روحان کے تنے ہوئیے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ ایلف فون بند کر چکی تھی۔ جبکہ روحان ایک بار پھر گھری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

"صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے ماہم کی شادی میں-- میں چاہتی ہوں ماہی بیٹا اب تم بھی شادی کرو۔-- حanim کی بھی ہو چکی ہے-- میں چاہ رہی ہوں ماہم کے ساتھ ہی حanim کی بھی رخصتی ہو جائیے۔-- بس ایک تم رہ گئی می ہو۔"

آسیہ بیگم کا فون تھا۔ ماہی غور سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

"آپ میری چاہت سے واقف ہیں چھوٹی امی-- میں حشام کے علاوہ سی اور کامیں سوچ سکتی ____ جب تک وہ شادی نہ کر لے میں بھی نہیں کروں گی-- میں اسکا انتظار کروں گی--"

ماہی اب انہیں چھوٹی امی کہہ کر بلا قی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پر خلوص تھیں۔

"حمدان تمہیں لے کر پیشان رہتے ہیں ماہی-- اور مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ میری اپنی بیٹیوں کی شادی ہو جائیے اور تمہاری نہیں ____ میں تمہیں بھی اپنے گھر میں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں بابا بھی یہی چاہتے ہیں-- آگر آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہیں تو میرے لیئے دعا کیا کریں-- میری خوشی حشام ہے-- صرف حشام--"

"لیکن ماہی بیٹا اسکا تورشہ ہو چکا ہے-- منگنی بھی-- تم ابھی بھی--"

آسیہ بیگم بات ادھوری چھوڑ گئی تھیں۔

لبی جان نے حشام کا رشتہ اپنی بھانجی سارہ سے کر دیا تھا۔

انکی بات سن کر ماہی کو اپنے اندر کچھ کلتا محسوس ہوا تھا۔ لیکن وہ آنسو ضبط کر گئی تھی۔

"جانتی ہوں اور ابھی نکاح نہیں ہوا-- نکاح ہونے تک مجھے انتظار کرنا ہے"

ماہی کا لمحہ اٹل تھا۔ آسیہ بیگم گھری سانس لے کر رہ گئی تھیں۔

وہ پین سے کرم دودھ کو گلاس میں ڈال رہا تھا جب دروازے پر ہوئے والی سسل بیل نے اسکی توجہ اپنی جانب مزول کروائی۔

"آرہا ہوں صبر کرو۔"

جورڈن نے چھوٹے سے کچن سے ہی ہانک لگائی تھی۔ وہ اس وقت نی شرت اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔

بالوں کو اس نے پونی میں قید کیا ہوا تھا۔ نی شرت سے اسکے کستی بازو نمایاں تھا۔ اسے باکسنگ اور جم جانے کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ اور آہستہ آہستہ باکسنگ کا شوق اسکا پیشہ بن گیا تھا۔

دودھ کے گلاس کو لاونج میں پڑے میز پر کھنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا باہر کھڑے لوگوں کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ پہلے وہ حیرت سے حشام جبیل، روحان جبیل اور ضیاء جبیل کو دیکھتا رہا تھا اور پھر اسکی آنکھوں میں نفرت کے شعلے بھڑکے۔

ایک ہی پل میں غصے سے اسکا دماغ گھوما۔ جورڈن نے اپنی مسٹھیوں کو بھیجن کر سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا جو اسکا باپ تھا۔ جسے وہ اپنی ماں کا قاتل سمجھتا تھا۔

جورڈن نے بنا کچھ کے دروازہ بند کرنا چاہا جسے آگے بڑھ کر حشام نے پکڑا تھا۔

"پیز جوڑن ایک بات ہماری بات سن لو۔"

حشام نے منت کی تھی۔ ضیاء جبیل کی آنکھوں میں اپنے کرٹیل جوان بیٹے کو دیکھ کر نمی ابھری تھی۔ وہ مارتا تھا سے بہت مشاہد رکھتا تھا۔

وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیوں آئیے ہو تم لوگ۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے میں تم سب سے نفرت کرتا ہوں۔"
جوڑن دھاڑا تھا۔

"ہم چلیں جائیں گے میرے بچے۔ بس ہماری بات سن لو ایک بار۔"

ضیاء جبیل نے بھرائی می آواز میں کہا تھا۔ جوڑن نے غصے سے دونوں دانتوں کو بھینچا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ سامنے کھڑے شخص کا خون کر دیتا۔

ضیاء جبیل کو پیرس حشام نے بلا�ا تھا۔ جوڑن سے ملنے کے بعد کتنے ہی دن حشام پریشان رہا تھا۔ وہ اپنے باپ سے ناراض رہا تھا۔ غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس نے اب ضیاء جبیل کو بلا�ا تھا تاکہ وہ جوڑن سے معافی مانگ سکیں اور اسے اپنائیں۔

"محبے کوئی بات نہیں سننی جاؤ یہاں سے۔۔۔"

وہ پھر چینچا۔

"میں مار تھا تائی می امی کی سُم ہے جورڈن-- ایک بار بات سن لو--"

روحان کے کہنے جورڈن کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ وہ تھک گیا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کر کے انہیں اندر آنے دیا تھا۔

ضیاء جبیل نے جورڈن سے معافی مانگی تھی وہ اسے پاکستان لے جانا چاہتے تھے۔ وہ اسکا خون تھا۔

جورڈن خاموش بیٹھا رہا تھا۔

"آپ مجھے میری ماں واپس نہیں لوٹا سکتے۔ میری محرومیوں والی زندگی اور بچپن کا مداوہ نہیں کر سکتے۔ آپ کچھ نہیں کر سکتے پھر کیوں آئیے ہیں آپ یہا۔ مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے۔ میری ماں آپکی بے وفائی کے دکھ میں مری ہے۔ مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے جائیں یہاں سے"

وہ دبی آواز میں چلا رہا تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میرے بچے۔ میں تمیں اتنے سالوں میں ایک پل کیلیئے بھی نہیں بھولا۔ مجھے معاف کردو۔" صبا جنیل رو دیئیے تھے۔

"یقیناً تائی می امی نے مہیں معاف کرنا سلھایا ہوگا جورڈن۔۔ معاف کردو بڑے ڈیڈ کو۔۔ وہ ابھی اتنے سالوں سے سکون کی نیند نہیں سوئی۔۔ پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہے ہیں ۔۔" روحان نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور جورڈن کو مار تھا یاد آگئی تھی۔۔ جو اسے معاف کرنے اور محبت کا درس دیتی تھی۔

حشام سارا وقت خاموش رہا تھا۔ وہ ان دونوں باپ بیٹوں کو اپنے اپنے دل کی باتیں کہہ دیتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔

"ہانی پیلکنگ ہوگئی تھی تماری ۔۔ ۔۔ ۔۔" ماہی اسکے کمرے میں داخل ہوتی پوچھ رہی تھی۔ جو بے دلی سے سوٹ کیس میں اپنے کپڑے رکھ رہی تھی۔

"کمر رہی ہوں ۔۔"

حانم نے سرد سے لجے میں جواب دیا تھا۔ وہ سب لوگ پاکستان جا رہے تھے۔ ماہم کی شادی تھی۔

شام کی فلاٹ تھی انکی۔ حانم ماہی اور ایلا کے ساتھ ساتھ سب سے ناراض تھی۔ وہ کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔ ان چھ سالوں میں وہ پہلی بار پاکستان جا رہی تھی۔

بسی وجوہ سے وہ پاکستان چھوڑ کر آئی می تھی وہ اب اسلی زندگی کا سب سے اہم حصہ بن کیا تھا۔ اب پاکستان سے کیا دشمنی تھی۔

ماہی نے غور سے حانم کو دیکھا تھا جسکے چہرے پر سخیگی چھائی می تھی۔ ماہی جانتی تھی حانم بہت غصے میں تھی۔ اگر وہ کم غصے میں ہوتی تھی تو لرجھکر لیتی تھی۔

لیکن بہت زیادہ غصہ اسے صدمے میں پہنچا دیتا تھا۔ اور اس وقت بھی وہ گھرے صدمے میں تھی۔ اسی لیتے خاموش تھی۔

"ٹھیک ہے اچھی بات ہے۔۔۔ پیکنگ کر کے آجائو ناشستہ کرلو۔۔۔ روحان بھی آیا ہے۔۔۔"

ماہی اسے اطلاع دیتی جا چکی تھی۔ جبکہ حانم کی غصے سے تیوری چڑھی۔

وہ تینوں جورڈن کے پاس سے واپس آگئیے تھے۔ جورڈن نے ناچاہتے ہوئے بھی انہیں معاف کر دیا تھا۔ لیکن پاکستان جانے سے منع کر دیا تھا۔

وہ کسی صورت پاکستان جا کر انکے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔

ضیاء جبیل نے بہت منتیں کی تھیں۔ لیکن وہ لوگ اسے نہیں منا پائیے۔۔۔

ایک بوجھ سا ضیاء جبیل کے دل سے اتر گیا تھا۔

جبکہ جورڈن کے انکار نے اسیں منید ایک بوجھ تلے دبا دیا تھا۔
وہ بوجھل دل کے ساتھ واپس آگئی سے تھے۔

وہ تیار شیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ نیچے کھانے کی میز پر سب کے ساتھ روحان موجود تھا۔

حanim انہیں نظر انداز کرتی باہر کی طرف بڑھی تھی۔

"ہانی کماں جاہی ہو تم-- ناشستہ نہیں کرنا کیا--؟؟"

ماہی نے اسے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے--"

وہ سرد لبجے میں کہتی باہر نکل گئی تھی۔ ماہی نے سوالیہ نظروں سے روحان کو دیکھا تھا جس نے کندھے اچکا کر اپنی بے خبری کا اظہار کیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کماں جا رہی تھی۔

حشام پوری توجہ سے کلاس کو لیکچر دے رہا تھا جب کلاس روم کے دروازہ پر ہونے والی دستک

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے مسٹر حشام جبیل--"
حانم کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ پوری کلاس کبھی حشام کو تو کبھی حانم کو دیکھ رہی تھی۔
وہ کلاس سے معدزت کرتا باہر نکل آیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے لان میں موجود تھے۔

"خیوبیت مسز حانم روحان جبیل کو آج میری یاد کیسے آئی ہے؟؟"
وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ تھا۔

"آپ بھی سب کے ساتھ ملے ہوئے تھے نا۔؟؟"

حانم کے خوبصورت چہرے پر غصہ تھا۔

ہلکی ہلکی دھوپ نے سردی کی شدت کو تھوڑا کم کیا تھا۔ لیکن دھوپ کا یہ دورانیہ بہت ہی کم ہوتا تھا۔

اسکی بات سن کر حشام نے ایک گھر اسنس لیا تھا۔

"مجھے جو ٹھیک لگا وہی کیا۔"

خشام نے نرم لمحے میں جواب دیا تھا۔

"آپ جانتے تھے نا کہ میں آرجے سے نفرت کرتی ہوں آپ نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ زندہ

ہے-- اور اور--"

شدت جذبات سے حانم کی آواز کانپ رہی تھی۔

"سالوں تک روحان بھی تمہیں مرا ہوا سمجھتا رہا ہے-- ہر سکے کے درخ ہوتے ہیں حانم-- آپ نے بس ایک دیکھا ہے ____ جب آپ دوسرا دیکھیں گی تو یقیناً آپ کو آپکے ہر سوال کا جواب مل جائیے گا--"

وہ سنجیدہ لجے میں کہتا اسکی بات کاٹ چکا تھا۔

حانم بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

خاموشی ____ گہری خاموشی

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی حشام کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے نا--؟ مجھے آرجے کے ساتھ نہیں-- کیا آپ مجھ سے شادی کریں گے اگر میں اس سے طلاق لے لوں--"

وہ چاہ کر بھی "روحان سے طلاق" کا لفظ استعمال نہیں کر پائی تھی۔

حشام تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ حیرت سے حانم کو دیکھ رہا تھا جو کافی پرسکون کھڑی تھی۔

کچھ دیر تک وہ حانم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا جیسے تصدیق چاہتا ہو کہ وہ مذاق کر رہی تھی یا سچ

سورج کی روشنی خاص زاویے سے حاکم کے چہرے کو چھوڑی گئی۔ اور پھر اسکا پیدائی تھی نشان چمکا تھا۔ تیز روشنی حشام کی آنکھوں سے ٹکرائی ہی تو وہ رخ پھیرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

یہ روشنی ہمیشہ اسکی نظروں کو حاکم کے چہرے سے ہٹا دیتی تھی۔ اور یہ ثابت کرتی تھی اسے دیکھنا کا حق حشام کو نہیں۔

"ہرگز نہیں۔"

Hasham بولا تو اسکا لجھ سخت تھا۔

"لیکن کیوں۔؟"

حاکم نے پوچھا۔

"آپ پاگل ہو گئی ہیں ام حاکم۔ آپ میرے بھائی کی بیوی ہیں۔ میرے لیئے قابل احترام۔ لگتا ہے روحان کو زندہ دیکھ کر آپکے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کام کرنا چھوڑ گئی ہے۔ لیکن اسکا زندہ ہونا اللہ کا حکم اور مرضی ہے۔ میرے دل میں جو جذبات تھے وہ دو سال پہلے تھے اب نہیں رہے۔ بہتر ہو گا آپ حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور آئی زندہ اس طرح کا خیال اپنے ذہن میں مت لائیں۔"

Hasham کا لجھ سخت تھا۔ وہ کافی غصے میں تھا۔

حاکم اسلی بات سن کر لاجواب ہو چلی تھی۔ وہ کافی دیر خاموش لھڑی رہی اور بنا پچھ لئے وہاں واپس چلی گئی۔

حشام جورخ موڑے کھڑا تھا اسکے جانے کے بعد پلٹا اور نم آنکھوں سے اسے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔

بہت مشکل ہوتا ہے اس شخص کا دل توڑنا جسے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں

وہ دھیرے دھیرے اسکی نظروں سے دور ہو رہی تھی۔ اسے حانم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔

"میں جانتا ہوں

کہ یہ تعلق بہتِ دنوں تک نہیں رہے گا
کسی سفر کی کسی سڑک پر بغیر پوچھے بغیر بولے
بغیر اک دوسرے کو دیکھے

نظر جھکائے

خود اپنی اپنی مسافتوں پر نکلنا ہو گا
میں جانتا ہوں کسی پڑاؤ پہ عمر بھر کے لئے اچانک بچھڑنا ہو گا
سوالیسا کر لیں

ہم اک دوھے کو دل میں بھر لیں

میں بھھ کو سارے کا سارا رٹ لوں

تو مجھ کو سارے کا سارا پڑھ لے

ستا ہے لمبی مسافتوں کے سفر میں زاد سفر نہ ہو

طویل رستے نہیں گزرتے ___ !!

حشام نے اسے جاتے ہوئی سے دیکھ کر سوچا تھا۔ لیکن وہ یہ اچھے سے جانتا تھا صرف وہی اسکو دل میں بھرنے والا تھا۔ صرف وہی اسے رٹنے والا تھا ___ نہ وہ اسے چاہتی تھی اور نہ کبھی ایسا ممکن تھا۔ وہ اس وقت غصے میں تھی۔ کچھ سوچ نہیں پا رہی تھی۔
لیکن وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا کہ وہ صرف روحان جبیل سے محبت کرتی تھی

وہ تمام لوگ اس وقت ای ائی رپورٹ پر موجود تھے۔ ماہی، ایلا، حانم، روحان، حشام اور ضیاء جبیل
وہ سب پاکستان جا رہے تھے۔

ماہم کی شادی تھی۔ جو کافی دھوم دھام سے ہونی تھی۔

حانم کی دوبارہ ابھی تک براہ راست روحان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

وہ اس سے چھپ رہی تھی۔ اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ روحان یہ بات اچھے سے جانتا تھا۔ وہ خاموش تھا وہ چاہتا تھا کہ حانم تھوڑا وقت لے اور سب سمجھنے کی کوشش کرے۔

ماہی غور سے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ اسے خوستی ہو رہی تھی وہ انلے ساتھ جا رہا تھا۔ پچھلے دیر بعد ماہی کو احساس ہوا تھا کہ حشام کے چہرہ کارنگ زرد پڑ چکا تھا۔

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کافی کمزور ہو گیا تھا۔ لیکن وہ پوچھ نہیں پائی تھی۔

شام کے اس پہر میں وہ پیرس کو خیر آباد کر کے پاکستان کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

حشام اور ضیاء جبیل اکٹھے بیٹھے تھے۔ حانم کی سیٹ ماہی کے ساتھ لیکن اسکی سیٹ پر ایلا بیٹھ چکی تھی۔

"یہ میری سیٹ ہے--"

حانم نے دہائی تھی۔

"سوری لیکن مجھے اور ماہی کو ایک ساتھ سفر کرنے کی عادت ہے۔ ویسے بھی میرا دل خراب ہو جاتا ہے۔ میں اپنے کرش کے پاس بیٹھ کر اسکا بھی دل خراب نہیں کر سکتی--"

ایلا شرارت سے کہہ رہی تھی۔ حانم نے اسے گھورا تھا۔

"جاؤ اپنے شوہر کے ساتھ جا کر بیٹھو ایسا موقع بار بار نہیں ملتا--"

ایلا نے ایک آٹکھ دباتے ہوئے سے کہا تھا۔ حانم کا چہرہ سرخ ہوا۔ وہ مزید ایلا کی باتیں نہیں سن سکی تھے۔

"جھے اس طف بیٹھنا ہے--"

روحان کے پاس پہنچ کر اس نے جیسے حکم دیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ____ !!"

روحان نے مسکراہٹ دبا کر اسے گزرنے کی جگہ دی۔

حانم نے بیٹھنے کے بعد چہرے کا رخ شیشے کی جانب موڑ لیا تھا۔

"کیا ہم بات--

"بالکل نہیں--"

روحان کی بات مکمل ہونے سے پہلے حانم انکار کر چکی تھی۔

"کیوں"

"میری مرضی"

حانم نے منہ بنایا۔ روحان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

"لیکن مجھے تو بولنے کی عادت ہے۔"

وہ جان بوجھ کر اسے چڑا رہا تھا۔ حانم نے ایک سرد سی نظر اس پر ڈال کر پھر سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں، بند کر لے تھیں۔

اس نے خود کو اب حالات کے حوالے کر دیا تھا۔

اسے اب افسوس ہو رہا تھا۔ طلاق کا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

لیکن جانے کیسے اس نے یہ لفظ اپنے منہ سے نکالا تھا۔

اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ غصہ واقعی بہت بڑی چیز ہے۔۔۔ انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر دیتا ہے۔

حمدان والا میں ایک دم ہی بہت رونق ہو گئی تھی۔ وہ لوگ رات کو پہنچے تھے۔

آسیہ بیگم ماہی اور حانم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ وہ دونوں سالوں بعد پاکستان آئی تھیں۔

ماہم بہت خوبصورت اور خوش نظر آری تھی۔

رات کا کھانا بہت اچھے ماحول میں کھایا گیا تھا۔

کھانے کے بعد حشام اور ضیاء جبیل اپنے گھر چلے گئیے تھے جو پاس ہی تھا۔ البتہ روحان حمدان صاحب کے ساتھ بیٹھا کچھ اہم باتیں کر رہا تھا۔

حمدان انکل اس سے شادی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

اہمیں لؤجھ میں باتوں میں ملن دیکھ کر حاصل چن میں آسیہ بیگم کے پاس آلئی ہی جو چائی سے بنارہی تھیں۔

جبکہ ایلا اور ماہم کے کمرے میں اسکی شلپنگ دیکھ رہی تھیں۔

"بہت خوشی ہوئی آج مجھے اپنے بچوں کو گھر میں دیکھ کر--"
آسیہ بیگم واقعی خوش نظر آرہی تھیں۔

"مجھے بھی--"

حانم مسکرا دی تھی۔

"میں نے اور حمدان نے فیصلہ کیا ہے کہ ماہم کے ساتھ ہی تمہاری بھی رخصتی کر دیں--"
آسیہ بیگم نے مصروف سے لبجے میں کہا تھا۔
سٹول پر بیٹھی حانم ایک دم اچھلی تھی۔

"اگر-- کیا مطلب--؟"
وہ ہکلائی ہی۔

"ہاں-- تمہیں بھی ساتھ ہی رخصت کیا جائیے گا-- دو تین دنوں میں اپنی شادی کی تیاری کرو--"

~ گا تھے رہ بگ بک رہ تمہ

"میری رخصتی لیوں-- خیرت--؟"

"کیوں-- تم نے رخصت ہو کر اپنے گھر نہیں جانا۔۔ ویسے بھی تمہاری ساس کہہ رہی تھی کہ انکی سید حولی ویران پڑی ہے-- وہ تمہیں اب اپنی حولی میں دیکھنا چاہتی ہیں۔۔"
حانم کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا۔

"ایسے کیسے میں رخصت ہو کر چلی جاؤں؟ آپ لوگوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ لڑکا کماتا بھی ہے یا نہیں۔۔ اماں آپکو پتا بھی ہے آپکا داماد بے روزگار پھرتا ہے۔۔"
حانم نے گویا اپنے دل کی بھروس نکالی تھی۔

"بے روزگار۔۔؟"

آسیہ بیگم نے حیرت سے اسے پلت کر دیکھا۔

"ہاں اور نہیں تو کیا۔۔؟ کیا کام کرتا ہے وہ؟"
حانم ناک منہ چڑھا کر پوچھ رہی تھی۔

"پڑھ رہا ہے ساتھ ساتھ۔۔ اور بتا رہا تھا ایک بہت بڑی لیب میں ایک سائی نسداں کے طور پر کام کرتا ہے۔۔ اتنا کم ہے کیا تم مستقبل کے ایک عظیم سائی نسداں کی بیوی ہو۔۔"
حانم حیرت سے منہ کھولے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جو روحان کے متاثرین میں شامل تھی۔

"اور تو اور دین کا کام بھی کر رہا ہے ماشاء اللہ اتنے اچھے بیان کرتا ہے سن کر خوش ہو جاتی ہے۔"

حاجم نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔ یہاں اسکی دال نہیں گلنے والی تھی۔

"اتنا نیک شریف بچہ ہے۔ اتنے ادب سے بات کرتا ہے۔"

"اماں میں تھک گئی ہوں سونے جا رہی ہوں"
حاجم مزید اسکی تعریفیں نہیں سن سکتی تھیں۔

"ارے چائے تو پی لو اب۔"
وہ چائے کپ میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"نہیں بس ٹھیک ہے۔"

وہ جانے کیلیے پلٹی تھی اور پھر دروازے میں ایستادہ روحان کو دیکھ کر گھر بڑاگئی تھی جو
گھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ اپنے داماد کو پلا دیں چائے۔"
وہ روحان کو گھورتی اسکی جانب بڑھی تھی جواب دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"راسٹے دیں--"

حانم نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا۔ البتہ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"میری براہی یاں کی جا رہی تھیں--؟؟"

وہ شراری لمحے میں پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں"

حانم نے منہ پھلا کر جواب دیا۔

"ارے بیٹا تم یہاں-- میں بس آہی رہی تھی چائیے لے کر۔"

آسیہ بیگم اسے کچن کے دروازے میں دیکھ کر بوکھلا گئی تھیں۔

روحان نے سیدھے ہوتے ہوئے حانم کو راستہ دیا جو بنا کچھ کہے سنے وہاں سے روپوچکر ہو گئی تھی۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟؟"

وہ اب خوشدلی سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں رخصتی کی بات کر رہی تھی حانم سے--"

"پھر کیا کہا اس نے؟؟"

"جھے مجھ میں آرہی کہ وہ کیا چاہتی ہے--"

آسیہ بیگم نے صاف بات کی۔

"آپ پریشان نا ہوں-- میں کرلوں گا بات اس سے" وہ انہیں تسلی دے رہا تھا۔ آسیہ بیگم اسکی بات سن کر مسکرا دیں۔

وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

حanim کو لگا کہ ملازمہ چائی سے دینے آئی ہوگی۔

"آجاؤ--"

وہ اب لیٹ چکی تھی۔ کمبل اوپر لیا۔ تھک گئی تھی۔ اسے ہمیشہ سفر کے بعد بہت نیند آتی تھی۔

تجھی دروازہ کھلا اور وہ اندر آیا۔

"بیگم صاحبہ کو نیند آگئی ہے؟؟"

وہ سنجیدہ لجے میں پوچھ رہا تھا۔ حanim کرنٹ کھا کر اٹھی۔

"آپ-- آپ یہاں کیا کر رہے ہیں--؟؟"

”آج جب میں نے یہ لھر دیلھا تو مجھے احساس ہوا کہ سالوں پہلے جب بارش میں بصیرتی ایک لڑکی اس گھر سے باہر نکلی تھی تو وہ واقعی تم تھی۔۔ لیکن اس وقت میں نے اسے اپنا وہم سمجھا تھا“

وہ اب کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حانم اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اسکے کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔

”کتنا پاگل ہوں نا میں بھی۔۔ جب تم پاس تھی تو خبر نہیں تھی کہ کہاں رہتی ہو۔۔ اور جب دور ہوئی تو یہاں بس گئی۔۔“

روحان کھڑکی میں کھڑے ہوئے اپنے سینے پر دل کے مقام پر انگلی رکھے بتا رہا تھا۔
حانم حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں سوچتا تھا کہ کیا کبھی مجھے کسی سے محبت ہوگی؟؟ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ ناجانے مجھے کتنی شادیاں کرنی پڑیں گی۔۔“
وہ خود ہی مسکرا دیا۔

ایک پل کیلیئے حانم اسکی مسکراہٹ میں گھم سی ہو گئی تھی۔

”لیکن جب محبت نے مجھ پر حملہ کیا تو میں دنگ رہ گیا۔۔ ایک لڑکی کیلیئے میں درد پھرا ہوں۔۔ شاید تم یقین نہ کرو مسز ام حانم لیکن روحان جبیل کو ام حانم سے شدید محبت

وہ پھر مسلم را دیا تھا۔

حانم اسکی بات سن کر سٹپٹاگئی می تھی۔

"سنو-- تم جو چاہو سزا دے لو-- لیکن مکی والی بات کو کسی کے سامنے مت لانا-- میں تمہارا نام کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا-- !"

روحان کے لجھے میں انتبا تھی۔

حانم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی می تھی۔ اسکی پلکیں جھک گئی می تھیں۔

وہ جانتی تھی وہ اس شخص سے بد تیزی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اس پر چیخنے چلائیے۔ اسے برا بھلا کئے۔ لیکن جب بھی وہ سامنا آتا تھا۔ حانم کی زبان سے کوئی گلط لفظ ادا ہی نہیں ہوتا۔ وہ اب آرجے نہیں تھا جسے سے آگ لگانے والے جملے سناتی تھی۔

وہ روحان جبیل تھا — سید روحان بن حیدر جبیل —

کچھ لوگوں کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ لوگوں کے دلوں میں انکار عرب اور عزت ڈال دیتا ہے۔ اور شاید روحان جبیل ان خوش نصیب لوگوں میں سے ایک تھا جسے اللہ نے ہمیشہ بہت عزت سے نوازا تھا۔

"جھوٹ بھول رہے ہیں آپ۔ کوئی محبت نہیں کرتے۔ نہ مجھے یقین ہے۔"

حانم نے ہمت کر کے کہا تھا۔

"لیسے یعنی کروکی--؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر سوچ میں پڑھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی روحان جبیل کیلیتے کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ اس سے شدید نفرت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ اس شخص کے سامنے بے بس ہو گئی تھی۔

وہ کافی دیر سوچتی رہی تھی۔

"مجھے سید حبیلی چاہیئے۔"

حانم نے سوچنے سمجھنے کے بعد ڈیمانڈ کی تھی۔ وہ جان بوجھ کر ایسا بول رہی تھی۔ وہ بس روحان کا رد عمل دیکھنا چاہتی تھی۔

اسکی بات سن کر حیرت زده رہ گیا تھا۔ وہ بنا کچھ کے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

حانم کارکا ہوا سانس بحال ہوا۔

"شکر ہے جان چھوٹی۔ یا اللہ کہاں پھنسا دیا ہے مجھے۔"

وہ پھر سے سونے کیلیتے لیئی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

ابھی پاچ منٹ ہی کمزے تھے-- حاکم سیم عنودی لی حالت میں ھی جب لمرے کا دروازہ جھٹکے سے کھلا۔

حانم ہر طبقاً کر اٹھ بیٹھی۔

”اب کیا ہے--؟؟“

وہ سرخ آنکھیں لپیے پوچھ رہی تھیں۔

لـوـسـمـا

روحان نے ایک فائیل حanim کے سامنے بیڈ پر پھینکی۔

"پہ کیا ہے۔؟؟"

وہ نیم غنودگی کی حالت میں پوچھ رہی تھی۔

روحان کو وہ نیند سے بو جھل آنکھیں لیتے بہت دلچسپ لگ رہی تھی۔

"کھول کر دیکھ لو۔۔"

روحان کے کہنے پر حانم نے فائیل کو کھول کر دیکھا تھا۔ اور پھر اسکی نیند اڑن چھو ہوئی۔

وہ سید حمیلی کے کاغذات تھے۔

"ہمارے خاندان میں روایت ہے جو شخص گدی پر بیٹھتا ہے اسکی بیوی کے نام سید حویلی کو

جسے میں نے دوستوں سے شرط لگا کر دھوکے سے مام کے سائیں کروا کر اپنے نام کروالیا تھا۔ یہ میرے نام تھی۔ اور اب تمہاری ہوئی می۔ یہ بتاؤ اور کچھ۔!!

وہ پرسکون سے انداز میں بتاتا حانم کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔ وہ منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اللہ جانے وہ شخص کیا چیز تھا۔!!

"ہمارے خاندان میں روایت ہے جو شخص گدی پر بیٹھتا ہے اسکی بیوی کے نام سید حبیلی کو کیا جاتا ہے۔ جب میرے ڈیڈ نے گدی سنہالی تو یہ حبیلی میرے مام کے نام ہو چکی تھی۔ جسے میں نے دوستوں سے شرط لگا کر دھوکے سے مام کے سائیں کروا کر اپنے نام کروالیا تھا۔ یہ میرے نام تھی۔ اور اب تمہاری ہوئی می۔ یہ بتاؤ اور کچھ۔!!"

وہ پرسکون سے انداز میں بتاتا حانم کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔ وہ منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اللہ جانے وہ شخص کیا چیز تھا۔!!

"کیا آپ نے صرف زندگی میں دھوکہ دینا ہی سیکھا ہے؟؟" حانم نے نیند سے بوجھل آنکھیں لئے پوچھا تھا۔ روحان کا چہرہ اسکی بات سن کر فق ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔؟؟"

"جسے میں لتا ایک سلفائیٹ کو مطلب مجھانے کی ضرورت ہے--"

وہ سخت سے لبھ میں کہہ رہی تھی۔ کاغذات والی فائیل اٹھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھی۔

"یہ حوالی ابھی آپ کے نام ہے-- جب میرے نام ہو جائیے گی تو بات کیجیئے گا۔ آپ چاہیں تو یہ فائیل لے جاسکتے ہیں--"

وہ بیڈ پر لیٹ کر کمبل سر تک تان چکی تھی۔

روحان بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر وہ فائیل اٹھائی تھی جسے وہ کچھ دیر پہلے اپنے قریبی گھر سے لایا تھا۔

فائیل اٹھانے کے بعد اس نے ایک نظر حانم پر ڈالی تھی جو اسی پوزیشن میں لیٹی تھی۔

وہ فائیل اٹھانے کے بعد لیمپ بند کرتا اسکے کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

اس نے ہرگز نہیں سوچا تھا کہ حانم اسکی بات سے غلط مطلب نکال لے گی۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے سیر ہیاں اتر رہا تھا۔

سبھی لوگ شاید اپنے کمرے میں سونے جا چکے تھے۔

روحان گھری سوچ میں غرق باہر کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔

"جی وکیل صاحب۔۔ جی بس آپ جلدی سے کاغذات تیار کروادیں۔۔"

"لس سے بات لی جا رہی ہی؟؟"
سید جبیل نے کمرے میں داخل ہوتے اپنی محبوب بیوی سے پوچھا تھا۔

"وکیل صاحب سے--"
سیدہ عائی شہ جبیل نے سچ بولا تھا۔

"خیریت--؟؟"
سید جبیل چونکے۔

"حوالی کے کاغذات بنوارہی تھی--"
عائی شہ جبیل نے جواب دیا تھا۔

"حوالی کے کاغذات--؟؟ لیکن کس لئے--؟؟"
اب کی بار سید جبیل صحیح معنوں میں ٹھیک تھے۔

"روحان دس سال کا ہونے والا ہے-- اور میرے بیٹے نے مجھ سے فرمائیں کی ہے اس
ساگرہ پر میں اسے وہ تحفہ دوں جو آج تک اس خاندان میں کسی ماں نے اپنے بیٹے کو نہیں
دیا__!
وہ پرسکون سی کہہ رہی تھیں۔

"عائی شہ کم پاٹل ہوئی می ہو؟" سید جبیل نے تیکھے چتوں سے پوچھا تھا۔

"میں یہ حولی روحان کے نام کر رہی ہوں جبیل۔ میں اپنے بیٹے کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں--"

"عائی شہ۔ عائی شہ۔ تم اپنے بیٹے کی محبت میں پاگل ہوگئی می ہو۔ اس حولی پر روحان کا حق نہیں ہے بلکہ اس لڑکی کا حق ہوگا جو کل یہاں دلمن بن کر آئیے گی۔ جو لڑکے کی جو اس گدی کو سنہالے گا۔"

سید جبیل نے انکے پاس بیٹھنے ہوئے سمجھایا تھا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے نا۔ کل جب روحان کی دلمن آئیے گی وہ اسے یہ حولی تھے میں دے دیگا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ روحان اس خاندان کی گدی کو سنہالے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ روحان ایک پاگل بچہ تھا۔ ضدی اور ہست دھرم۔ آج تم حولی اسکے نام کرو گی کل ناجانے وہ حولی کو کسی داؤ پر لگا کر بار جائیے۔ پھر۔۔۔؟"

سید جبیل نے مستقبل کا انگلیشہ بیان کیا تھا۔
عائی شہ جبیل سورج میں مرگئی می تھیں۔

"اگر تو آپ تمیک رہے ہیں۔۔ میں۔۔"

"لیکن کچھ نہیں۔۔ تم یہ حوالی روحان کے نام نہیں کرو گی۔۔ یہ کسی اور کی امانت ہے۔۔
سمجھ گئی ہی نا۔۔؟؟"

وہ اب پیار سے سمجھا رہے تھے۔

"جی۔۔"

وہ اثبات میں سر ہلا چکی تھیں۔

"اچھا تو ڈیڈ میرے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔۔ میں ایسا نہیں ہونے دونگا۔۔ یہ گھر میرا
ہے۔۔ اور میرا رہے گا۔۔"

باہر دروازے پر کھڑے روحان نے کسی شاطر عورت کی طرح سوچا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے اپنی
ماں سے بات کرنے آیا تھا اور پھر اندر سے آتی آوازوں پر باہر ہی رک کر ساری بات سنی تھی۔

اسکے معصوم چھرے پر تیوری چڑی ہوئی ہی تھی۔ وہ گھری سوچ کا شکار نظر آ رہا تھا۔

اور پھر وہی ہوا تھا جو روحان چاہتا تھا۔ لگئے دن جب وکیل کاغذات دے کر گیا تو عائی شہ جبیل
نے ان کاغذات کو الماری کے اوپر والے خانے میں سنبھال کر رکھ دیا تھا۔
انہوں نے ابھی سائیں نہیں کئے تھے۔ انکے جانے کے بعد روحان کمرے میں داخل ہوا تھا۔

وہ دس سالہ بچہ جس کا ہاتھ اوپر تک نہیں جاتا تھا۔ اس نے سوول کو الماری کے سامنے رکھ کر وہ فائیل نکالی تھی۔ اور پھر اسے لے کر دبے پاؤں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

عائی شہ جبیل سے سائیں کروانا مشکل نہیں تھا۔

"ماما آنکھیں بند کر کے سائیں کریں نا۔"

وہ چھرے پر معصومیت سجائیے کہہ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سائیں بھی کروا چکا تھا۔ اور کسی کو پتا بھی نہیں چلا تھا۔

ایک ماہ بعد عائی شہ جبیل اس دنیا سے چلی گئی تھیں۔

اور حولی کے کاغذات کا راز کمیں دب کر رہ گیا تھا۔

جب روحان لاہور پڑھنے آیا تو وہ اس فائیل کو ساتھ لے آیا تھا۔ وہ اسکے بھریہ والے گھر میں ہی پڑی تھی جسے اب وہ حانم کے کہنے پر لے کر آیا تھا۔

وہ حانم کو بتا چکا تھا کہ اس نے وہ سائیں دھوکے سے کروائیے تھے۔

لیکن جب حانم نے اسے دھوکے باز کہا تو اسے اچھا نہیں لگا۔ بلکہ دکھ ہوا تھا۔

بات ہے انسان اپنے حال میں چاہے مومن ہی کیوں نا ہو۔ اگر اسکا ماضی داغ دار ہے تو وہ

اُسکے حال میں کبھی بنسی خوشی جینے نہیں دے سکتا۔

سلطہ ہم تہ بہ نہ سے

بیں

"بدکردار ہو تم حانم۔۔ بدکردار"

آوازوں کا شور اس کی سماحت سے ٹکرا رہا تھا۔

رات کا ناجانے کون سا پھر تھا جب حانم ہربڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

اس نے خواب میں آرجے کو دیکھا تھا جو اس پر ہنس رہا تھا۔

ماضی کی پوری فلم حانم کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگی تھی۔ جو ذہن سے اتر چکا تھا وہ سب یاد آگیا تھا۔

ایک اذیت کی لہ اسکے پورے جسم میں پھیل چکی تھی۔ روحان کا خیال آتے ہی اسکے اندر نفرت کا ابال اٹھا تھا۔

حانم نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامہ تھا۔ آج پاکستان میں اسکی پہلی رات تھی۔۔ اور پہلی ہی رات وہ آسیب اس سے چھٹ گیا تھا۔

"میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی مسٹر آرجے۔۔ کبھی نہیں۔۔"

آوازوں سے خوفزدہ ہو کر وہ رو دی تھی۔

لکھے پورے دن روحان حمدان والا مہیں آیا تھا۔ حاکم نے اسلئے نا آئے پر شلزادا کیا تھا۔ رات والے خواب کے بعد اسے وہ پھر سے زیر لگنے لگا تھا۔

"حاکم میں چاہتی ہوں آج تم ماہی اور ماہم کے ساتھ جا کر اپنی شادی کا جوڑا لے آؤ۔۔۔ اگر تم روحان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن چونکہ دن بہت کم رہ گئیے ہیں تو تم اپنی تیاری مکمل کرلو۔۔۔"

آسیہ بیگم نے اسے اپنے کمرے میں بلا یا تھا جہاں ماہم پہلے سے موجود تھی۔

"میری شادی کا جوڑا کس لئے۔۔۔؟"

حاکم کی پیشانی پر بل پڑے۔

"کیوں کہ تمہاری رخصتی بھی ساتھ ہی ہو رہی ہے۔۔۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔۔۔"

آسیہ بیگم نے زیور کا ایک ڈبہ اٹھا کر ماہم کی طرف بڑھایا تھا۔ بیڈ پر تین خوبصورت زیور کے سیٹ تھے۔۔۔ جن کا ڈیزائی مختلف تھا۔۔۔ ان تینوں میں سے ایک ماہی، ایک حاکم اور ایک ماہم کیلیتے تھے۔

"امی میں پہلے بتا چکی ہوں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

حاکم نے دہائی دی۔

"کم بھول چلی ہو حاکم-- تمہاری شادی ہو چلی ہے-- بس رخصتی بانی ہے--"

آسیہ بیگم نے یاد دہانی کروائی۔

حانم کا دل آسیہ بیگم کی بات سن کر کٹ کر رہ گیا تھا۔

کتنا خوش تھی وہ اس شادی سے-- لیکن اب-- سب بدل گیا تھا۔

"شام کو چار بجے تیار رہنا-- تمہیں مارکیٹ جانا ہے-- سمجھ آگئی ہی نا۔ اور ان میں سے ایک

سیٹ پسند کرو۔ میں نے زیادہ فضول خرچی نہیں کی بس ایک ایک سیٹ بنوایا ہے۔"

آسیہ بیگم کا لجھ کافی سخت تھا۔ وہ اب حانم کو مزید ڈھیل نہیں دینا چاہتی تھیں۔

حانم کچھ دیر کھڑی آنسو ضبط کرتی رہی اور پھر بنا کچھ کے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔
ماہم نے بند دروازے کو دیکھ کر افسوس سے سر ہلا�ا تھا۔

"امی آپ ماہی آپی سے پوچھ لیں میں ابھی آتی ہوں--"

ماہم سنجیدہ لجھ میں کہتی کمرے سے باہر نکلی تھی اب اسکارخ حانم کے کمرے کی طرف تھا۔

"آخر تمہیں رخصتی سے مسئی لہ کیوں ہے؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تم اس شادی سے کافی

خوش تھی نا۔ پھر اب اچانک کیا ہو گیا ہے؟"

ماہم اسے سامنے بیٹھی حانم سے لوحہ رہی تھی جسکی آنکھیں روئے کے ماعث سرخ ہو چکی

۔۔۔

وہ اب سر جھکائی سے بیٹھی تھی۔

"پہلے کی بات اور تھی۔۔۔ لیکن اب میں اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔۔۔"

"لیکن کیوں۔۔۔؟؟"

"کیونکہ اس نے دھوکے سے نکاح کیا ہے مجھ سے۔۔۔"

حانم دبی دبی آواز میں چلائی یہ تھی۔

"جی نہیں۔۔۔ کوئی یہ دھوکہ نہیں دیا تمہیں روحان بھائی یہی نے۔۔۔ تم نے خود شادی سے پہلے تصویر دیکھنے سے انکار کیا تھا۔۔۔ اور نکاح کے بعد ملنے سے بھی۔۔۔"

ماہم نے اسے یاد دلایا۔

"لیکن تم اور ماہی۔۔۔ تم دونوں جانتی تھیں ناکہ وہ آرجے ہے۔۔۔ تم نے مجھے نہیں بتایا۔۔۔ کسی نے بھی نہیں بتایا۔۔۔ سب نے مل کر مجھے دھوکہ دیا۔۔۔"

حانم کی آواز بھرگئی یہ تھی۔

"ہانی۔۔۔ تم غلط سوچ رہی ہو۔۔۔ تمہیں کسی نے دھوکہ نہیں دیا۔۔۔ وہ حالات ہی ایسے تھے۔۔۔ اور روحان بھائی یہ۔۔۔ وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے۔۔۔ پچھلے دونوں

"وہ میرا پاٹل پن تھا۔۔۔ تب میں میں جانتی ہی کہ وہ آر جے ہے۔۔۔ ورنہ میں بھی بھی ایسی غلطی نہیں کرتی۔۔۔"

"آخر انہوں نے تمہارے ساتھ کیا برا کیا ہے ہانی۔۔۔ کیوں نفرت کرتی ہوان سے۔؟؟"

"کیونکہ کرادر پر انگلی اٹھانے والے شخص سے محبت نہیں نفرت کی جاتی ہے۔۔۔
حanim کے لجے سے نفرت جھلک رہی تھی۔

"کرادر پر انگلی۔۔۔ شاید تم بھول گئی میں ام حanim کہ تمہارے کرادر پر بات تو زیادہ آپ نے بھی کی تھی۔۔۔

شاید تم بھول گئی ہو کہ تمہیں بدکرادر تو طارق نے بھی کہا تھا۔۔۔ کیا تم آج بھی ان سے نفرت کرتی ہو۔۔۔؟؟"

ماہم کی بات سن کر حanim ایک دم چونکی تھی اور اسے سالوں پہلے اپنے پرانے گھر کا واقع یاد آگیا تھا۔

"جب انہوں نے تمہارے کرادر پر انگلی اٹھائی میں تب تو تم ڈپریشن میں نہیں گئی تھی۔۔۔
تب تو تمہیں نروس بیک ڈاؤن نہیں ہوا تھا
پھر آر جے کے کہنے پر ایسا کیوں ہوا؟؟

لیوں---؟؟"

اسے ماہم سے ان سوالوں کی امید نہیں تھی۔

وہ سن سی پیٹھی ماہم کو دیکھ رہی تھی جو اسکے سامنا کھڑی تھی۔ اور کافی سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

حanim نے محسوس کیا تھا اب وہ بچھی نہیں رہی بلکہ ایک سمجھدار لڑکی بن گئی تھی۔

" بتاؤ اب۔ خاموش کیوں ہو۔؟؟"

ماہم پوچھ رہی تھی۔

" کیونکہ آرجے نے پوری یونیورسٹی کے سامنے مجھے ذلیل کرنے کی۔"

" بس کرو ہانی۔ تم شاید بھول گئی ہو۔ لیکن مجھے روحان بھائی نے بتایا تھا۔ اس روز بہت سے ڈیپارٹمنٹ کی چھٹی تھی۔ اور جوانوں نے تم سے کہا وہ صرف دو لوگوں نے سنا تھا۔ ایک وہ خود اور ایک تم۔ اور کون تھا وہاں۔؟؟؟"

ماہم کافی غصے میں تھی۔ شاید روحان لکھی کی بات گول کر گیا تھا۔ اسکا مقصد اپنی غلطی چھپانا نہیں بلکہ وہ حanim کی غلطی کو عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا دوبارہ سے۔ اور نا ایک بار پھر وہ لکھی کے ساتھ انکا برداشت کر سکتا تھا۔

" اور شاید تم بھول گئی ہو۔ جب طارق نے تم پر الزام لگایا تھا تب تقریباً پورا محلہ جمع تھا۔ پھر تمہیں اس وقت نرس سرک ڈاؤن کیوں نہیں کیا ہوا۔"

اور ایک ملحد کے غلط بات کرنے پر تم صدمے میں چلی لئی ہی--؟ آخر کیوں--؟ میں تو نفرت تھی نا آر جے سے-- پھر تمیں صدمہ کس بات کا تھا--؟ ماہم آج اسے بخششے کے موڑ میں نہیں تھی۔

"اتنی منافقت کس لئے ہانی---؟ تم دھرا رویہ اپنائیے ہوئیے ہو-- آخر کیوں--؟" حanim اسکی بات سن کر ترپ گئی تھی-- اسے منافق لفظ تیر کی طرح چھبا تھا۔ جو روحان کو منافقت سمجھتی تھی وہ خود پر منافقت کا ڈھپہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

انسان کو یہ حق کسی نے نہیں دیا کہ وہ دوسرے انسان کے ایمان پر انگلی اٹھائیے-- اسکے نیک یا بد ہونے ہو نشانہ بنائیے-- اللہ ﷺ کو یہ بات نہیں پسند۔

"روحان بھائی جو اس وقت آر جے تھا وہ تمیں تب بھی چاہتا تھا۔ وہ تمیں کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکا۔ اور اپنے غصے میں ایک غلط کام کر دیا۔ لیکن تمیں تو نفرت تھی نا آر جے سے-- پھر-- پھر ایسا کیوں کیا تھا تم نے اپنے ساتھ کہ خود کو پورا کا پورا بد لیا۔؟؟

اسکے پاس ماہم کے سوالوں کا جواب نہیں تھا۔ اس نے کبھی خود کا تجزیہ کیا ہی نہیں تھا۔ اس ڈپریشن میں اور کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔

"کم مان لو ہانی کہ اس وقت آر جے بھی تمہارے لئے پچھ خاص تھا۔۔
تم جانتی تھی کہ وہ تمہیں سب سے الگ سمجھتا ہے۔۔ اور تم یہ بھی جانتی تھی کہ وہ تمہیں سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔۔ شاید کہیں نا کہیں تم نے اسکی آنکھوں میں اپنے لئے چاہست دیکھی تھی۔۔ شاید اسی لئے جب اس نے تم پر الزام لگایا تو تم سے برداشت نہیں ہوا۔۔

تمہارا دماغ اس بات کو قبول نہیں کر پایا تھا۔۔ اور تم گھرے صدمے میں چلی گئی تھی۔
ہانی ہمیں دکھ اس بات پر نہیں ہوتا جب کوئی ہمارے کرادر پر انگلی اٹھاتا ہے۔۔ بلکہ تب ہوتا ہے جب "کوئی ہی اپنا" ہم پر الزام لگاتا ہے۔۔

تم اتنے سال پیرس میں رہی ہو اگر تم سڑک پر کسی لڑکے کے ساتھ کھڑی ہو اور تمہیں کوئی ہی دوسرا لڑکا آکر کہے کہ یہ تمہارا بوائی سے فریبند ہے۔۔ یا کچھ اور ہے۔۔ تو تم کیا کرو گی۔۔؟ کیا تم صدمے میں چلی جاؤ گی۔۔؟؟۔۔
نہیں نا۔۔ بلکہ تم اسے نظر انداز کرو گی۔۔

تو تم آر جے کو نظر انداز کیوں نہیں کیا تھا۔۔؟ وہ بھی تو ایک ملحد تھا۔۔؟ پھر۔۔؟؟۔۔

بات کرادر پر انگلی اٹھانے کی نہیں بلکہ ہماری توقعات کی ہوتی ہے۔۔ ایک ایسا انسان جس سے ہماری توقعات جڑی ہوں اگر وہ ہمارا مان توڑ دے ہم تب صدمے میں جاتے ہیں ہانی۔۔

لی ہی--- اس نے تمہیں سی سلامت ہا سئل پہنچایا تھا ____ وہ تمہیں دوسری لڑکیوں لی طرح
نمہیں سمجھتا تھا۔ وہ تمہیں عزت دیتا تھا ہانی۔ اور اس اہمیت کی جو آرجے تمہیں دیتا تھا
لاشوری طور عادی ہو گئی تھی۔ اور جب اس نے تمہیں دی گئی اہمیت واپس لی تو
تمہارا شعور براشت نہیں کر سکا۔

”تم صدمے میں چلی گئی تھی۔ یہی حقیقت ہے تم مان جاؤ اب۔“

”لیکن اس نے میرے ساتھ بہت غلط کیا تھا۔ تم نہیں جانتے۔“

حanim نے ایک کمزور سی دلیل دینا چاہی تھی۔

”کتنا غلط کیا تھا۔؟؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے ان لڑکیوں کا جنکاریپ (عصمت دری) ہوتا
ہے۔ جتنیں جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔؟؟“

کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔؟؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے جب ایک مرد بنا عورت کی مرضی
کے اسکے جسم کو چھوٹا ہے تو وہ کس کرب سے گزرتی ہے۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔؟؟
تمہیں لگتا ہے روحان بھائی نے تمہارے دھوکہ دیا ہے۔

کیا تم نے کبھی سوچا ہے ان لڑکیوں کا جتنیں محبت میں دھوکہ ملتا ہے اور وہ کسی کو ٹھے کی
زینت بن جاتی ہیں ____ وہ ہر رات مرتی ہیں اور پھر زندہ ہو جاتی ہیں۔

کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔ کیا روحان بھائی نے تمہیں ایسا دھوکہ دیا۔؟؟۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تمہارے ساتھ آرجے نے برا کیا تھا ہانی جو ایک ملحد تھا۔۔

آرجے مرچکا ہے۔۔ اور جب انسان دائی رہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسکے پچھلے تمام گناہ مٹا دیتے جاتے ہیں۔۔ آرجے نے جو اپنی نادانی، اپنے غصے یا پاگل پن میں گناہ کیا تھا وہ کب کام کا چکا ہے بلکہ اسکے تمام گناہ نیکیوں میں بدل گئی ہے ہیں۔۔ پھر تم اسے کس گناہ کی سزا دے رہی ہو؟؟؟

تمہارے ساتھ تو روحان بھائی نے نکاح کیا ہے۔۔ تمہیں اپنی عزت بنایا ہے۔۔ اور تم ماضی کو لے کر بیٹھی ہو۔۔ کیوں؟؟؟

حanim کو اپنے سر میں درد کی ٹھیکی محسوس ہوئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے حanim تم پچھلے چھ سالوں سے۔۔ یا شاید اس سے بھی پہلے سے تم آرجے سے نفرت کرتی آرہی ہو۔۔ اور نفرت انسان کے اعمال کو اس طرح کھاتی ہے جیسے دیک لکڑی کو کھاتا ہے۔۔

تم سوچو تمہیں اس نفرت نے کیا دیا ہے؟؟؟

تمہیں پتا ہے چھ سال پہلے جب تمہیں نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔۔ تب تم گھرے صدمے میں چلی گئی تھی۔۔

تم اب نارمل نظر آتی ہو۔۔ ایسا سب کو لگتا سے کہ تم نارمل ہو چکی ہو۔۔ لیکن میں حانتی ہو

ہانی-- ممیں آج بھی اسی صدمے کے زیر اثر ہو-- اور اس بات کا ثبوت ہے یہ کہ کم سوچ سمجھنے نہیں پاتی--

تم ایک روبوٹ کی زندگی جی رہی ہو جسکے پاس سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی--

وقت گزر گیا ہے-- لیکن تم آج بھی وہیں کھڑی ہو--

اس صدمے سے باہر نکل آؤ ہانی-- باہر نکل آؤ اس صدمے سے--

اپنے دماغ پر زور ڈالو-- حالات و واقعات کو سمجھنے کی کوشش کرو

اللہ نے تمہیں عقل دی ہے-- اسے استعمال کرو--

تم وہ حانم نہیں ہو جو اپنی سوچ کی وجہ سے مشہور تھی۔

پتا ہے روحان بھائی می کہتے ہیں دنیا میں تین طرح کے سلفائیٹ پائیے جاتے ہیں
نمبر ایک وہ اپنی سوچ اور اپنے عمل دونوں میں خاص ہوتے ہیں-- جو اپنی سوچ اور اعمال
دونوں سے لوگوں کو چونکا دیتے ہیں-- اور اسکی مثال روحان بھائی می خود ہیں

نمبر تین ایسے لوگ جو اپنی سوچ میں سلفائیٹ نہیں ہوتے لیکن اپنی عملی زندگی میں بہت
خاص ہوتے ہیں-- وہ بنا سوچے سمجھے بھی انکھے کام کر جاتے ہیں-- جو ایک خوشگوار اور
خاص زندگی گزارتے ہیں--

جبکہ نمبر دو پر وہ انسان آتے ہیں جو اپنی سوچ میں خاص ہوتے ہیں-- جو لوگھا سوچتے ہیں

کم بھول لئی می ہو۔۔ کم اپنے حمل میں لیمن اپنی سوچ میں سلفائی بیٹ تھی۔۔ اس حادثے نے تم سے تمہارا سلفائی بیٹ ہونا پھر لیا تھا۔۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔ تم سلفائی بیٹ تھی۔۔ تمہیں مضبوط رہنا چاہیئے تھا۔۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔ پتوںکہ تم ایک لڑکی تھی۔۔ جو کہ کمزور ہوتی ہے۔۔ شاید اسی لیئے۔۔

لپنا خاص پن واپس لے آؤ ہانی۔۔ تم ایک سلفائی بیٹ کی بیوی ہو۔۔ جو دنیا کا سامنا کرنے کیلیئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔۔

اگر تم ایک عام لڑکی بن کر نفرت کے جال میں اور ماضی کے گرادر ب میں پھنسنی رہو گی تو تم ہمیشہ کیلیئے لپنا سلفائی بیٹ ہونا یعنی خاص پن کھو دو گی۔۔ تم کبھی انکے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل پاؤ گی۔۔ تم مشکل حالات میں انکا ساتھ نہیں نجا پاؤ گی۔۔ واپس آجائو حانم۔۔ لوٹ آؤ۔۔ نکل آؤ عام لوگوں کی نفرت اور صدمے کی اس دنیا سے جس نے تمہیں بدل کر رکھ دیا ہے۔۔ !!

ماہم کی آواز آخر میں رندھ گئی تھی۔۔ وہ حانم کا ہاتھ دبائیے کہہ رہی تھی۔۔ جبکہ حانم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

واقعی وہ اندریوں کی زندگی گزار رہی تھی۔۔ آج اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے کتنے قیمتی سال برباد کیئے تھے۔۔ وہ چاہتی تو کچھ کر کے دکھا سکتی تھی۔۔ وہ چاہتی تو آرجے کو

جواب دے سلتی ہی۔۔ لیکن وہ بزدلوں کی طرح دماغی توازن لھو نتھی ہی۔ اور آج تک ذہنی بیماری کا شکار تھی۔

ایک لڑکی کو اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ اپنوں یا غیروں کی باتیں سن کر صدمے میں چلی جائیے۔۔ جینا چھوڑ دے۔۔ روبوٹ بن جائیے۔۔ بلکہ اسے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیئے اسے ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ کمزور نہیں ہے۔۔ وہ مضبوط ہے۔۔ وہ سلفاؤیٹ ہے۔۔ وہ خاص ہے۔۔ اپنی سوچ اور اپنے اعمال دونوں میں خاص ہے وہ عام نہیں ہے۔۔ چھ سالوں کے طویل سفر کے بعد بالآخر حانم آج یہ سمجھ گئی تھی۔۔ اور کبھی کبھی کچھ برقے حادثے ہمیں ایک بڑا سبق دے کر جاتے ہیں

وہ سہ پہر ساری ہے تین بجے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ آنکھوں کے پپوٹ روئے کے باعث سونچھے ہوئے تھے۔۔

”کیا ہوا ہانی تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟؟؟“
آسیہ بیگم نے پوچھا تھا۔

”جی ٹھیک ہے۔۔ زیادہ سولی ہوں شاید اس لیئے آپکو ایسا محسوس ہو رہا ہے۔۔“

۔۔۔ کءے۔۔۔ تمہ۔۔۔ س۔۔۔ س۔۔۔ تہ۔۔۔

وہ جان لئی می ھی روحان جبیل سے اسلی شادی خدا کا فیصلہ تھا۔۔ اور ایک انسان کیلئے اپنی چاہت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت اپنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔۔

وہ جان گئی می تھی اسے ایک لمبی جنگ لڑنی تھی۔۔ اپنے نفس کے خلاف۔۔ شیطان کے خلاف۔۔ جو اسے ماں کی جھلکیاں دکھا کر اسے روحان سے جو اسکا شوہر تھا بدظن کرنا چاہتا تھا

اس نے آج سوچنا شروع کیا تھا۔۔ اور وہ رات والے خواب کا مطلب سمجھ گئی تھی۔۔
شیطان کا کام وسو سے ڈالنا ہوتا ہے۔۔ اور یہ کام جاری رہنا تھا۔۔ شاید تب تک جب تک وہ روحان جبیل سے الگ نہیں ہو جاتی

آج اسکا سلفائیٹ والا ذہن واپس آیا تھا۔۔ جب واپس آیا تھا تو اسے ہر چیز صاف نظر آنے لگی تھی۔۔ بلکہ وہ سب کچھ بھی نظر آنے لگا تھا۔۔ جو کچھی پہلے نظر آتا تھا۔۔ جسے وہ دوسرا جہاں قرار دیتی تھی۔۔ جسے وہ کہتی تھی کہ دیکھنے کیلئے بصیرت کی ضرورت پڑتی ہے۔۔ جو عام آنکھ سے نظر نہیں آتا۔۔

اسے لاونچ میں صوفے پر جواد کے ساتھ بیٹھے ہوئے روحان کے بائیں طرف ایک بھی انک شکل والی مخلوق نظر آئی تھی۔۔ جو یقیناً شیطان تھا۔۔ جو ایک نیک انسان کا پچھا نہیں چھوڑتا

تھا

حاجم غور سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ حاجم پر نظر پڑنے پر وہ چونکا تھا۔ اور پھر سے جواد کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

اور پھر حاجم کو روحان کے دائیں طرف ایک سفید لباس میں ملبوع بزرگ نظر آیا تھا۔۔۔ جسکے چہرے پر شفیق مسکراہست تھی

جو یقیناً بزرگی کی علامت تھا۔ جواد کا دھیان گفتگو سے بھٹکا تھا۔۔۔ اسے ماہی نے پکارا تھا۔ تبھی روحان نے آنکھیں بند کی تھی۔

اسکے لب مل رہے تھے۔۔۔ حاجم نہیں جانتی تھی کہ کیا پڑھ رہا تھا۔۔۔

تحوڑی دیر بعد اچانک سفید دودھیا روشنی اس بزرگ کے وجود سے نکل ہر روحان کے چاروں طرف پھیلی تھی۔۔۔ اور وہ بھیانک شکل والا شیطان دم دباتا بھاگ گیا تھا

وہاں موجود کوئی شخص یہ منظر نہیں دیکھ پایا تھا۔۔۔

صرف اور صرف ام حاجم دیکھ پائی تھی

حاجم نے ایک لمبا سانس اندر کو کھینچا تھا اور پھر اپنے تنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا۔ اب اسکا رخ کچن کی طرف تھا۔۔۔ وہ آسیہ بیگم کو رخصتی کیلئے ہاں کرنے جا رہی تھی

وہ جان گئی تھی اسے ایک بڑی جنگ لڑنی تھی اور یہ جنگ اسکے اور روحان جبیل کے

اپنی من مانی کر لے پر اکساتا تھا ____ یہ جنگ اسلے اور ماضی کے درمیان ٹھی جو جو سانپ لی طرح پھسن پھیلائی سے منہ کھولے اسے نکلنے کو تیار تھا تاکہ پھر سے وہ ادھیروں کی دنیا میں چل جائیے _____

کبھی جنگ انسانوں کے درمیان نہیں ہوتی -- بلکہ ایک انسان اور ان دیکھی چیزوں کے درمیان جاری ہوتی ہے ____ وہ سلفائیٹ تھی ____ وہ لوٹ آئی تھی ____ اور وہ پہلی ہی نظر میں سب سمجھ گئی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا ____ کیوں ہو رہا تھا ____ اور اسے کیا کرنا تھا _____

روحان جبیل ایک نیک انسان تھا وہ یہ اچھے جانتی تھی ____ وہ آرجے سے نفرت کرتی جواب نہیں تھا ____ اس نے اپنے شوہر کو ان دیکھے انجانے میں چاہا تھا ____ لیکن وہ روحان جبیل نکلا تھا _____

وہ جان گئی تھی محبت کرنا اتنا آسان نہیں تھا -- وہ جسے محبت سمجھ رہی تھی وہ محبت نہیں تھی -- وہ بس چاہت تھی ____ اور وہ حیران تھی -- روحان جبیل نے محبت کیسے کمری تھی ____ ؟؟ اور اسے ایک جنگ اور لڑنی تھی -- محبت اور نفرت کے پیچ کی جنگ ____ اور نفرت تو عام لوگوں کا کام ہے -- خاص لوگ تو محبت کی داستانیں رقم کرتے ہیں ____ اور

محبتِ اعلانی ہے _____
 اور حاں نے ساری جنگیں لڑنے کا فیصلہ کیا تھا _____ اس طویل خاردار سفر پر نکلنے کا فیصلہ
 کیا تھا _____ یقیناً مشکل سفر کی منزلِ حسین ہوتی ہے _____ !!

جواد ان چاروں کو لے کر مارکیٹ آیا تھا۔ حاں نم اور ماہم دونوں نے شادی کا جوڑا خریدنا تھا اور باقی
 ساری شلپنگ بھی کرنی تھی۔

حاں نم پر سکون تھی۔۔ وہ ماہی، ماہم اور ایلا کے ساتھ مل کر دل سے چیزیں خرید رہی تھی۔۔ وہ
 چاروں پر حوش تھیں۔ البتہ جواد تھک چکا تھا۔

وہ انکے ساتھ آکر پچھتا رہا تھا۔

"اور کتنی دیر لگے گی میری بہنو۔۔؟؟"

وہ رونی صورت لیئے پوچھ رہا تھا۔

"بس۔۔ تھوڑی دیر اور۔۔ تھوڑی سی شلپنگ رہ گئی ہے۔۔"
 ماہی نے جواب دیا تھا۔ البتہ انکی یہ تھوڑی دیر ایک گھنٹے پر مشتمل تھی۔

اٹلی شلپنگ ستم ہو لے پر جواد نے شلر ادا کیا تھا اور توبہ کر لی آئی نہ انلے ساتھ میں آنا۔۔۔
رات آٹھ بجے وہ سب واپس آئیے تھے۔

حanim کچن میں چائیے بنارہی تھی۔ ضیاء، جبیل، روحان اور حشام تینوں لاونچ میں حمدان انکل کے پاس بیٹھے تھے۔

وہ مصروف سی چائیے کے لوازمات ڈش میں رکھ رہی تھی جب اسے پنے پیچھے آہٹ سنائی تھی۔ حanim نے پلٹ کر دیکھا تو روحان ہاتھ میں فائیل لئے کھڑا تھا۔
حanim نے اسے تیکھے چتوں سے گھورا تھا۔

"کسی ہو مسز۔۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا

"یہ پوچھنے آئیے ہیں آپ؟؟"

حanim نے کاٹ دار لمحے میں پوچھا۔

"اگر تم بتا دوگی تو اچھا لگے گا۔۔۔"

تھا۔

اور اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں--"

"چلو اللہ کا شکر ہے-- یہ لوفائل--"

اس نے فائل کوشیف پر رکھا۔

"یہ کیا ہے؟؟"

"حوالی کے کاغذات-- کھول کر دیکھ لو میں تمہارے نام کردی ہے حوالی--"
وہ عام سے لجھے میں کہہ رہا تھا۔ حانم چونکی تھی۔

"کیوں؟؟"

وہ سرد لجھے میں پوچھ رہی تھی۔

"بس ویسے ہی-- میرا دل کیا اس لئے--"

وہ مسکرا یا۔

وہ کروڑوں کی ملکیت کی حوالی۔۔ صرف دل کے کہنے پر اسکے نام کر رہا تھا۔۔ حیرت تھی۔

"جی میں-- جھوٹ بول رہے ہیں آپ-- میں نے ثبوت مانگا تھا آپ سے شاید اسی لئے--"
حامنہ اب اسے چڑا رہی تھی۔

"تم روحان جبیل کو نہیں جانتی۔ روحان جبیل کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کرتا۔ یہ تو میں نے پہلے سے سوچ رکھا تھا۔ اسی لئے تو کاغذات کو سنبھال کر رکھا تھا۔!!
ملازمہ کے کچھ میں داخل ہونے پر روحان خاموش ہو گیا تھا اور پھر حامنہ کے جواب نادینے پر وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ حامنہ وہ فائیل اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔
ملازمہ کو اس نے چائے لے جانے کا حکم دیا تھا۔

حمدان صاحب اب جلدی سے ماہین بیٹی کلبیتے بھی رشتہ ڈھونڈ لو۔ اب جلدی سے اسکے ہاتھ
بھی میلے ہو جانے چاہیئے۔"
سید ضیاء جبیل مسکرا کر کہہ رہے تھے۔

"اب دیکھو نا روحان کی شادی ہو جائے گی۔ حشام کا رشتہ پکا ہو چکا ہے۔ کچھ دنوں میں اسکی آزادی بھی ختم ہو جائے گی۔ سارے بچوں کی شادیاں ہو جائیں گی میں چاہتا ہوں کہ لگے ہاتھوں ماہین بیٹی کی خوشی بھی دیکھ لوں۔"

"اکل-- آپ پریشان نا ہوں-- لڑکا میں ڈھونڈ چلی ہوں-- لیکن---"

ماہی نے بات ادھوری چھوڑی۔

"لیکن کیا بیٹا۔۔؟؟"

وہ حیران ہوئی۔ حمدان صاحب بھی اسکی پسند سے واقف تھے۔
اسی لیے وہ بلا جھگٹ بتا رہی تھی۔

"لیکن انکل جس کو میں نے پسند کیا وہ انسان کم ظرف نکلا۔ اسے محبت کی قدر نہیں
ہوئی ہی--"

ماہی کا لجھ کاٹ دار تھا۔ حشام نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔
وہ حیران تھا۔ جبکہ ماہی کے لبوں پر زخمی مسکراہست ابھری تھی۔

"میں کم ظرف نہیں ہوں--"

حشام کی آنکھوں نے دہائی دی تھی۔

اک تازہ حکایت ہے
سن لو تو عنایت ہے
اک شخص کو دیکھا تھا
تاروں کی طرح ہم نے
اک شخص کو چاہا تھا
انہ کے طریقے

س سے پر سے ہر
کب ذکر تمہارا ہے
کب تم سے تقاضا ہے
کب تم سے شکایت ہے
اک تازہ حکایت ہے
سن لو تو عنایت ہے

ماہی کی نظروں میں شکایتوں کے علاوہ گھرہ دکھ اور ملال تھا۔ اور ساتھ ہی سرد پن بھی جسے
حشام جبیل بخوبی سمجھ گیا تھا۔

ماہی کی نظروں میں شکایتوں کے علاوہ گھرہ دکھ اور ملال تھا۔ اور ساتھ ہی سرد پن بھی جسے
حشام جبیل بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"میں کم ظرف نہیں ہوں ماہین--"

حشام جبیل کی نگاہیں بول رہی تھیں جنہیں ماہین حمدان بخوبی سن سکتی تھیں۔
ماہی کا دل تڑپا تھا۔ اس سے پہلے کوئی یہ کچھ بولتا یا پوچھتا وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنے
کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شام کو مایوں یعنی ابین لی رسم ہی۔ ماہم بہت خوش نظر آرہی ہی۔ حارث یعنی ماہم کا ہو بے والا شوہر ایک بہت ہونہمار لڑکا تھا۔

وہ کسی امیر خاندان سے نہیں تھا بلکہ یتیم کا جسکی ایک بہن اور ماں تھی۔ وہ حمدان صاحب کی کمپنی میں ہی کام کرتا تھا اور حمدان صاحب کا چمیتا Employ تھا۔ اس نے اپنی ذہانت، محنت اور لگن سے بہت جلد اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔

کل اسکے پاس کچھ نہیں تھا لیکن آج وہ ایک خوبصورت گھر، گاڑی اور ہر چیز کا مالک تھا۔ اسکی محنت اور لگن سے متاثر ہو کر حمدان صاحب نے ماہم کا رشتہ حارث سے کر دیا تھا جسے حارث نے دل و جان سے قبول فرمایا تھا۔

ابیں کیلئے بنائیے گئیے پیلے جوڑے۔ اور چوڑیاں۔ گھر میں تیاریاں جاری تھیں۔ ایلا کو یہاں کا ماحول بہت پسند آیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ بنی سنوری پھر رہی تھی۔ ماہم کو اچھے سے تیار کیا گیا تھا۔ اسکی نند اور ساس نے رسم کرنے آنا تھا۔

"ہاں اب اچھا لگ رہا ہے۔"

حانم نے اسکا ڈوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہانی تم سے ملنے کوئی آیا ہے۔"

ماہی نے جو ابھی نیچے سے آئی تھی اسے اطلاع دی تھی۔

"جھ سے ملنے--؟؟"

وہ حیران ہوئی۔

"ہاں جا کر دیکھ لو۔"

ماہی کے کہنے پر وہ نیچے آئی تھی اور پھر لاونج کے صوفے پر بیٹھی شخصیت کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

وہ مہرو تھی۔۔ ہاں مہروالنساء اسکی بچپن کی دوست۔۔

"ہانی۔۔"

مہرو اسے دیکھ کر خوشی سے چلائی تھی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر حanim کی طرف بھاگی۔ اس نے شدت سے حanim کو گلے لگایا تھا۔ حanim تو گنگ رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مہرو اسے یوں اچانک مل جائیے گی۔

وہ دونوں سالوں بعد ملی تھیں۔ مہرو کو حanim سے بہت سے شکوئے تھے۔ جنہیں وہ اب روتے ہوئے کر رہی تھی۔

"یار رو کیوں رہی ہو؟؟؟"

"سم چھوڑ کر چلی لئی میں ہی ہانی-- جھی رابطہ بھی میں کیا۔"

"ذرا یاد کرو-- چھوڑ کر کون گیا تھا؟ تم گئی تھی پہلے مہرو-- جب تم نہیں رہی تو میرا بھی دل نہیں لگا اس لیئے مجھے بھی جانا پڑا--"

"لیکن تم رابطہ تو کر سکتی تھی نا--؟؟"

"ہاں-- اسکے لیئے میں معدالت کرتی ہوں-- اب رونا بند کرو--"
حanim مسکرائی تھی۔

"ماشاء اللہ تمہارا بیٹا بہت پیارا ہے--"
حanim نے مہرو کے تین سالہ بیٹے کو گود میں اٹھایا تھا۔
جس پر مہرو مسکرا دی تھی۔

سید جبیل، بی جان، مدتحہ اور اسکا شوہر ارجمند سب لاہور آپکے تھے۔ اب سب نے شادی تک یہیں رہنا تھا۔

روحان اور حشام دونوں ایک ہی لمرے میں تھے۔ حشام تیار ہو کر رہا تھا۔ روحان اسے کھڑی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حشام کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے شامو کا کا۔"

روحان نے اسے مخاطب کیا تھا۔ کف کے بُن بند کرتے حشام کا ہاتھ رکا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟"

وہ چونکا۔

"مطلب صاف ہے شامو کا کا۔۔ تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔۔"

روحان ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔۔؟"

خشام نے انجان بنتے ہوئے سے پوچھا۔

"ماہی کی بات کر رہا ہوں۔۔ تم اسکے ساتھ اچھا نہیں کر رہے۔۔"

روحان کی بات سن کر حشام گنگ رہ گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ سب جانتا تھا۔

"کیا غلط کیا میں نے اسلے ساتھ؟؟"

حشام کا لجہ کاٹ دار تھا۔

"تم اسکا معصوم دل توڑ رہے ہو۔۔ جبکہ وہ تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے۔۔"

"تم نے بھی تو ہزاروں لڑکیوں کا دل توڑا ہے۔۔۔ کیا میں نے کبھی کچھ کہا۔۔۔؟؟"
حشام کا لجہ تلخ ہوا۔ روحان پونکا تھا۔ یہ اسکا شامو کا کام نہیں تھا۔

"میری بات اور ہے حشام۔۔ تھیں ماہی کا دل نہیں توڑنا چاہیئے۔۔"

"کیوں۔۔۔؟ کیا مجھے اپنی مرضی سے زندگی جینے کا حق نہیں ہے کیا؟؟"
وہ دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔ روحان کو حیرت ہو رہی تھی۔ وہ آج بدلا بدلاس لگ رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔ لیکن سارہ سے شادی کرنا۔۔ یہ بھی تو تمہاری مرضی نہیں ہے۔۔"
روحان نے نرم لجہ میں کہا تھا۔

"وہ بی جان کی پسند ہیں مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے روحان کے میں تمہاری طرح اپنی محبت کیلیئے بی جان کے سامنے کھڑا ہو سکوں۔۔ نہیں ہے مجھ میں اتنی ہمت۔۔"
وہ تلخ لجہ میں کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ پیچھے روحان کے چہرے پر پریشانی کی
لکیریں ابھری تھیں۔

بھریہ ٹاؤن میں پاس پاس موجود دونوں گھروں کو دلہن کی طرح سجا�ا گیا تھا۔ دونوں گھروں میں خوشیوں کے شادیاں بج رہے تھے۔

لبی جان اور مدتحہ اس وقت حمدان ولہ میں موجود تھیں۔

لبی جان اور مدتحہ دونوں کو حانم بہت پسند آئی تھی۔ حانم نے بھی دونوں سے پیار سے بات کی تھی۔

مدتحہ کی ایک سالا بیٹی جس میں روحان کی جان تھی حانم کو بہت پسند آئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ روحان بھائی می کی پسند عام نہیں ہو سکتی۔ اور آج آپکو دیکھ کر یہ یقین بھی ہو گیا ہے۔"

مدتحہ حانم سے کہہ رہی تھی۔ جبکہ حانم اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔

اس خاندان کے سبھی لوگ بہت اچھے تھے۔ خاص طور پر لبی جان جو بہت شفیق خاتون تھیں۔

"جب تک روحان بیٹا آر جے تھا میں ہمیشہ ڈرتی رہتی تھی۔ لیکن جب وہ شاہ بنا تو میرا ڈر ختم ہو گیا تھا۔ تب میں پرسکون ہو گئی تھی کہ اب جب بھی وہ شادی کرے گا جویں کے مقام کی بھولائیے گا۔"

حانم کو لبی جان کی مات تھوڑی عجیب لگی تھی لیکن وہ پھر بھی مسکرا دی تھی۔

بیلے سادہ سے جوڑے میں ملبوس دونوں بھنوں کو ابین لگایا تھا۔
 حanim نے شکر ادا کیا تھا روحان ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔
 رسم کے بعد بی جان، مدتحہ اور مہرو تینوں سید ہاؤں جا چکی تھیں۔
 اور انکے تھوڑی دیر بعد ماہم، ماہی ایلا اور آسیہ بیگم بھی۔--
 صرف حanim نہیں گئی تھی۔ اور اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔
 چونکہ فروری کا مہینہ تھا سردی کی شدت میں ابھی تک کمی نہیں ہوئی تھی۔
 باہر موسم ابر آلود ہوا تھا۔ حanim کو سونے کا موقع ملا تھا اور وہ کمبل اوڑھ کر سو گئی تھی۔

لاؤنچ میں موجود سبھی لوگ روحان کو گھیرے بیٹھے تھے جسے شدید کوفت ہو رہی تھی۔ وہ ابین نہیں لگوانا چاہتا تھا لیکن اسے کوئی می بھی نخشنا کے مود میں نہیں تھا۔

"بی جان کیا یہ ضروری ہے؟؟"
 وہ روپی صورت لیتے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں شاہ بیٹا۔ سکون سے بیٹھ جاؤ اب۔ یہ ہم سب کی خوشی ہے۔--"
 بی جان نے اسے سمجھایا۔

"بی جان مجھے کوفت ہو رہی ہے-- میرے کپڑے خراب کر دیے ہیں مذکح لے--"

روحان نے اپنے سفید کلف لگے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا جس پر ابٹن لگ چکا تھا۔

"ارے بھائی می آپ پریشان نا ہوں-- جتنا آپ ابٹن لگوائیں گے اتنا ہی حانم بھا بھی کو آپ سے پیار ہو گا--"

مذکح نے شراری لجھ میں کما تھا۔

"کیا واقعی--؟؟"

روحان کا منہ حیرت سے کھلا تھا۔

"ہاں نا-- سچ کہہ رہی ہوں میں-- آپ چاہیں تو یہاں موجود ساری لڑکیوں سے پوچھ سکتے ہیں--"

"نمیں نہیں مجھے یقین ہے اب جتنا چاہے لگادو-- میں تیار ہو--"

روحان کی باچھیں کھلی تھیں-- اسکی بات سن کر سب نے قتمہ لگایا تھا۔

حشام اپنے کمرے میں تھا اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس نے میز کے دراز سے اپنی دوائی نکالی تھی اور پھر یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا کہ دوائی می ختم ہو چکی تھی۔

"شٹ--"

حشام نے اپنے جسم میں اٹھتی درد کی ٹھیکیوں کو برداشت کرتے ہوئے سے کہا تھا۔
کچھ دیر کمرے میں ادھر ادھر ملئے کے بعد اس نے ڈاکٹر کا نمبر ملا�ا تھا۔

سلام و دعا کے بعد اس نے اپنی طبیعت کا بتایا تھا۔ تکلیف کے باعث حشام کے چہرے پر
لپسینہ نمودار ہوا تھا۔

"مسٹر حشام جبیل آپکی روپریس تیار ہیں۔۔ آپ ہر حال میں ہسپتال آجائیں میں آپکو پچھلے دو
دن سے کال کر رہا ہوں جبکہ آپ کوئی ریسپانس نہیں دے رہے ہیں۔۔"
ڈاکٹر کا لمحہ سخت تھا۔

"معذرت ڈاکٹر صاحب۔۔ میرے بھائی کی شادی ہے۔۔ بس اسی لیتے نہیں آسکا۔۔"
حشام نے شرمende لمحے میں بتایا تھا۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ کل صح بلكہ ہو سکے تو ابھی ہسپتال پہنچ جائیں۔۔"
ڈاکٹر صاحب اسے تلقین کرتے فون بند کر چکے تھے جبکہ حشام ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا تھا۔
اسکے چہرے پر کرب کے سائیے واضح تھے۔

لکھے دن ڈاکٹر باسط اور مقدس آپی اپنے نجیوں سمیت سید ہاؤس میں پہنچ چلے تھے۔ ایسا حملہ نہیں تھا کہ روحان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی میں وہ دونوں شامل نا ہوتے۔۔

"زندگی کی نئی می شروعات کرنے جا رہے ہو برخودار خدا تمہیں ہزاروں خوشیوں سے نوازے۔۔"

ڈاکٹر باسط نے اسے دل سے دعا دی تھی۔

روحان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اسے تو اس بات پر یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ حanim رخصتی کیلئے مان گئی تھی۔

لیکن پہنچنے والے دو دونوں سے اسکا حanim سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ اس سے مل کر پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ خوش تھی یا نہیں لیکن موقع نہیں مل پا رہا تھا۔

وہ حanim سے ملنے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا جب سید جبیل اسکے کمرے میں داخل ہوئے۔۔

"ڈیڈ آپ۔۔؟؟"

وہ حیران ہوا تھا۔

"محبے بلا لیا ہوتا۔۔ میں آ جاتا۔۔"

سفید کلف لگے سوٹ پہنے کندھوں پر چادر پھیلائیے سید کی جبیل کی شخصیت اور رعب ہی

الک ہوتا تھا

روحان نے ہمیشہ انہیں ایسے ہی کپڑوں میں دیکھا تھا جو انکی شخصیت پر خوب بچتے تھے۔

"کاش آج عائی شہ زندہ ہوتی وہ اپنی آنکھوں سے تماری اس خوشی کو دیکھتی--"

سید جبیل کی آواز بھرا گئی تھی۔ انہیں اس موقع پر وہ بہت یاد آئی تھیں۔

"ڈیڈ آپ پریشان نہ ہوں--"

روحان جبیل نے انہیں تسلی دی تھی۔ یہ الگ بات تھی جب سے وہ آرجے سے روحان جبیل بناتھا اسے اپنی ماں شدت سے یاد آتی تھی۔

"تمارے لیئے وہ خاندان کی ہر روایت کو توڑنے کیلیئے تیار رہتی تھی۔ اور میں نے بھی صرف اسکا سوچ کر تمہیں خاندان سے باہر شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ کہ کہیں قیامت کے روز وہ میرا گریبان ناپکڑ لے--"

وہ حقیقت بیان کر رہے تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ایک خوشگوار زندگی جیو۔"

سید جبیل نے اسے کندھوں سے پکڑ کر کما تھا۔

"شلمبیہ ڈیڈ۔"

روحان مسکرا کر انکے گلے لگ گیا تھا۔ باہر رم جہنم برستی بارش میں اندر دونوں کے دل بھیگ گئیے تھے۔

مہندی کی رسم جاری تھی۔ ماہم اور حانم دونوں سمجھی سنوری بیٹھی تھیں۔

آسیہ بیگم نے دونوں کی نظر اتاری تھی۔ ماہم اور ساس اور نند اپنی بہو کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہی تھیں۔

پورے گھر میں گما گھمی تھی۔ ماہی کی خوبصورت آنکھوں میں انتظار کے دیپ جل رہے تھے۔
وہ حشام کو ایک نظر دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ کل سے نہیں آیا تھا۔ اسکی بیتاب نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔
لیکن نا اسے آنا تھا اور نا ہی وہ آیا تھا۔ ماہی دل مسوس کر رہ گئی ہی تھی۔

"کتنی دیر اور لگے گی۔؟؟"

حانم نے تحکمن سے بھرپور لمحے میں پاس بیٹھی ماہی سے پوچھا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟؟"

"اتنا بھاری سوٹ میں پہنا جا رہا تھا سے ہلن ہو رہی ہے--"

حانم نے اپنی پریشانی بیان کی۔

"منہ بند کر کے بیٹھ جاؤ۔۔ ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔۔ ماہم کو دیکھو کتنے مزے سے بیٹھی ہے اور کتنی خوش نظر آ رہی ہے۔۔ جبکہ تم سارا دن سوتی ہو۔۔ پھر بھی تھکن۔۔؟؟" مہی نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا تھا جس پر حانم خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

رات کے ایک بجے کا وقت تھا۔ حانم سنگھار میز کے سامنے بیٹھی اپنا زیور اتار رہی تھی۔

کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ اسکا بھاری بھر کم ڈوپٹہ بید پر پڑا تھا۔

وہ پوری توجہ سے چوڑیاں اتار رہی تھی جب کمرے میں کسی کے موجودگی کے احساس سے چونکی۔۔

حانم نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو دھک سے رہ گئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر سینے پر بازو باندھے، دیوار سے ٹیک لگائیے۔۔ روحان کھڑا تھا۔ جو فرصت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آ۔۔ آپ۔۔ یہاں۔۔؟؟"

کہ کہ کہ کہ کہ

"سیبی ہو مسرز؟؟"

وہ چمکتی آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ وہ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ سیاہ رنگ کی واسلکیٹ پہنے اسکی شخصیت نکھر آئی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟"

حanim نے اپنے لمحے میں غصہ سموتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں میں یہاں نہیں آسکتا۔۔؟؟"

الٹا سوال کیا گیا تھا۔

وہ اب آہستہ آہستہ اسکی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

"نہیں۔۔"

حanim نے سخت لمحے میں جواب دیا تھا۔

"کیوں۔۔ میرے سر کا گھر ہے میں کیوں نہیں آسکتا۔۔؟؟"

وہ اب بیٹھ پر پڑا اکسا بھاری ڈوپٹہ اٹھاتے پوچھ رہا تھا۔ اسکا لمحہ شوخ تھا۔ حanim کو حیرت ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے پھر آپکو اپنے سر سے اس وقت ملاقات کرنی چاہیئے۔۔ میں انہیں بلا قیمتی کر رہا ہوں گے۔۔"

حاکم عصے سے لتے ہوئی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے مسز۔ ظالم سماج کو درمیان میں مت لاؤ۔ پہلے ہی بی جان میں مجھے مہندی کی رسم میں شریک نہیں ہونے دیا۔"

وہ اسکے راستے میں حائل تھا۔ اسکا دکھ سن کر حانم نے با مشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

"تمیں بتا ہے پچھلے دو تین دنوں سے میں نے تمیں نہیں دیکھا۔ یقین مانو سب کچھ پھیکا لگنے لگا تھا۔"

حانم کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی روحان جبیل تھا جسے وہ پچھلے ایک سال سے جانتی تھی۔
یہ اتنا شوخ کیسے ہو سکتا تھا۔

روحان نے ہاتھ بڑھا کر وہ ڈوپٹہ حانم کے سر پر اوڑھایا تھا۔

حانم کے سنبھال کر پر بکھرے پڑے تھے۔ ہلکے میک اپ سے مزین چہرہ ڈوپٹے کے ہالے
میں مزید خوبصورت ہو گیا تھا۔

"یقین نہیں ہوتا۔ کوئی می اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔؟؟؟"

وہ اسے آنکھوں میں جذب کرتے پوچھ رہا تھا۔

"ایسا لک رہا ہے جیسے ہزاروں چراغ جل اُنھے ہوں--"

وہ حانم سے کچھ فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ حانم کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی می دے رہی تھی۔

"ڈائیلاگز اپچھے بول لیتے ہیں آپ--"

حانم نے رخ بلٹتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اب آئی یہنے کے سامنے کھڑی باقی چوڑیاں اتار رہی تھی۔ مقصد صرف روحان سے دوری تھی۔ وہ اپنے تیز دھڑکتے دل کو نارمل کرنا چاہتی تھی۔

"تمہیں میری باتیں ڈائیلاگز لگتی ہیں؟؟؟"

روحان کو صدمہ ہوا۔

"جی بالکل--"

حانم نے نظریں جھکائیے کہا تھا۔

"مجھے لگا شاید تم بھی ملنا چاہتی ہو۔ میں اسی لیتے آگیا۔"

وہ لمحے میں بچاگی سموتے کہہ رہا تھا۔

"خوش فہمیاں بہت ہیں آپکو۔"

حانم نے طنز کیا۔

"سی نے ایک سال تک محبت لی ہے مجھ سے۔۔ خوش فہمیاں تو ہوتی نا۔۔ اب اکرم بھول گئی ہو یا نامانو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔۔"

حanim کے جھمکے اتارتے پاتھے ایک پل کو ساکت ہوئی۔۔

"سب میں غلط فہمی میں بنتلا تھی۔۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ میں جسے شخص کو چاہنے کی حماقت کر رہی ہوں وہ چہرے سے ایسا ہو گا۔۔"
حanim نے سچ کہا تھا۔۔

"میری بد نصیبی کہ میرا چہرہ آرجے سے ملتا ہے۔۔ میں تو چہرہ بدل کر تمہارے سامنے آیا تھا۔۔ در حقیقتیت جلے ہوئے چہرے کے ساتھ۔۔ لیکن اللہ توبہ تم نے تب بھی مجھے قبول نہیں کیا۔۔"

"اک۔۔ کیا مطلب۔۔؟؟"

اسکی بات سن کر حanim کو جھٹکا لگا تھا۔۔ اس نے رخ مود کر روحان کو دیکھا تھا جو اسکے بیڈ پر آرام سے بیٹھا تھا اور نظریں حanim پر جمی تھیں۔۔

"مجھے لگا تھا کہ انخل ایک نرم دل لڑکی ہو گی۔۔ لیکن اس سے ملنے کے بعد پتا چلا کہ وہ تو ڈائی ان ہے۔۔"

روحان نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بتا۔۔

حاکم کرنٹ کھا کر اپھلی تھی۔

اسے اب کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔

"تو۔۔ آپ۔۔ ہی مون تھے؟؟"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں لیے پوچھ رہی تھی۔

"ہا۔۔ مون بننا پڑا تھا مجھے۔۔"

روحان نے بید کے ساتھ میز پر کھی پلیٹ سے سیب اٹھایا تھا۔۔ اور اب وہ مزے سے کھارہا تھا۔

جبکہ حانم حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔۔ اسے شاک دے کر وہ کتنا پر سکون تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ کون ہیں؟ آرجے، مون یا پھر روحان جبیل؟؟"

اسکی بات سن کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ سیب کو واپس پلیٹ میں رکھنے کے بعد وہ ایک بار پھر اسکے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھوں میں حانم کیلیتے جذبات مچل رہے تھے۔

جبکہ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

"میں ہانی کیلیتے آرجے، اینجل کیلیتے مون جبکہ ام حانم کیلیتے روحان جبیل ہوں" _____ تم زندگی کے سارے پھروں میں جتنے بھی روپ بدلو گی _____ ہر پھر میں ایک نئی سے روپ میں،

بجھے اپنے ساتھ پاؤ لی _____

روحان نے حانم کا ہاتھ تھامتے ہوئی سے کہا تھا۔

"تم چاہے سات برا عظموں کی سیر کو جاؤ یا سات سمندروں کی _____ تم چاہے ساتویں آسمان کو چھو کر آؤ یا سمندر کی گھرائی سے سیپ نکالنے جاؤ _____ تم مجھے ہر جگہ پر اپنے ساتھ پاؤ گی _____ میں نے زندگی کے بہت سے پھر تمہارے بنا گزارے ہیں _____ میں اب تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں _____ تم میرا ہر قدم پر ساتھ نبھاؤ گی تو میں ہر مشکل کا مقابلہ کروں گا _____ میں ہر طوفان سے ٹکرا جاؤں گا _____ کیا تم مجھے اپنے ساتھ دیکھنا چاہتی ہو؟ کیا تم میرا ساتھ نبھاؤ گی؟؟"

وہ دل سوز آواز میں سحر پھونک رہا تھا۔

حانم نے اسکے پھونکے گئے سحر میں اپنے وجود کو گم ہوتے محسوس کیا تھا۔

کتنے ہی پل خاموشی کی نظر ہوئی سے تھے۔

"بولو حانم _____ میری طاقت بن کر میرا ساتھ نبھاؤ گی؟؟"

اسکی آواز سن کر حانم جیسے ہوش میں آئی تھی۔ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ وہ سٹپٹاگئی تھی۔ اس نے روحان کا یہ روپ آج دیکھا تھا _____ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے کتنے روپ تھے۔

”آپلو اب جانا چاہیئے -- مجھے سونا ہے -- شدید نیند آئی ہے اور اگر سی لے آپلو یہاں دیلھ لیا تو۔۔۔

”کوئی میں دیکھتا حانم -- بس تم میرے سوال کا جواب دو --“
روحان نے اسکی بات کائی۔۔۔

”ماہی آجائیے گی -- کہاں نا آپ جائیں یہاں سے --“

”کہاں نا نہیں آئیے گی -- وہ جانتی ہے میں ایسے موقعوں پر تمہیں دیکھنے ضرور آتا ہوں --“
وہ ایک بار پھر اسے چونکا گیا تھا۔

”کیا مطلب آپکا؟؟؟“
حانم ٹھھٹھکی۔۔۔

”مطلوب وہ جانتی ہے کہ جب میں نکاح والے دن تمہیں دیکھنے آسکتا ہوں تو آج کیوں
نہیں --؟؟؟“

یہ دیا تھا ایک اور شاک روحان جبیل نے ام حانم کو -- وہ بے بسی سے اپنے سامنے کھڑی اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو رشتے میں اسکا شوہر تھا لیکن حانم کا اس وقت دل کر رہا تھا کہ کوئی میں چیز مار کر اسکا سر پھاڑ دے۔۔۔

حاںم نے خاموشی سے الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور ڈریسنک روم کی طرف بڑھ لئی۔

"جواب تو دیتی جاؤ--"

وہ احتجاجاً چلایا۔

"اگر آپ میرے باہر نکلنے سے پہلے یہاں سے نہیں گئے تو سچی میں--
حاںم نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم سر پھاڑ دوگی--"
روحان نے اسکی بات پوری کی۔

"آپ-- آپکو تو میں بعد میں پوچھوں گی__!!"
حاںم نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا اور ٹھاہ کی آواز سے دروازہ بند کیا۔
شیجھے روحان کا قہقہہ گونجا تھا جسے وہ کب سے ضبط کیتے ہوا تھا۔
وہ روح تک سرشار ہو گیا تھا۔ اسکا رواں رواں خدا کا شکر گزار تھا جس نے اسے اسکی محبت سے
نوازا تھا۔

دونوں بارائیں آچکی تھیں۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ دونوں دلے بہت وجیہہ لگ رہے تھے۔

حشام لی نظریں سی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

کچھ دیر ڈھونڈنے کے بعد اسے ماہی نظر آگئی تھی۔ وہ ایلا کے ساتھ تھی۔

اسے ماہی سے ضروری بات کرنی تھی۔ وہ ماہی کی جانب بڑھا۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔!"

حشام نے ماہی سے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"میں ابھی آتی ہوں"

ایلا نے وہاں سے کھسکنا ضروری سمجھا۔

"جی بولیں۔"

وہ سنجدہ لمحے میں بولی تھی۔ دو دنوں سے وہ اس دشمن جان کو دیکھنے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اور آج جب وہ سامنے آیا تو نظروں نے دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پلکیں جھک گئی تھیں۔

"کیسی ہیں آپ؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

ماہی نے چونک کر اسے دیکھا جو دن بدن کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اتنے سالوں بعد آج ماہی کی

طبعت کا خیال آیا تھا۔ ایک پھاس سی ماہی کے کلے میں اٹک لئی می ھی۔ آنلوں میں بھی
ابھری۔۔ جسے دیکھ کر حشام نظر چرا گیا تھا۔

"تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟"

جی چاہے تو پیار جتاوہ

جی چاہے تو ہاتھ چھڑا کر

گم ہو جاؤ

دل چاہے تو مجھ سے میرے بارے پوچھو

کسی ہوں؟

کیسا دن گزرا؟

کیا کھایا؟

کیسا دن گزرا؟

اور دل چاہے تو،

مرتی بھی رہوں —

تب بھی خاموشی اور ہے

تم میرے ہونے کو نہ ہونا کر ڈالو

تم کو میں ماگل لگتی ہوں؟

بجھ پر لازم ہے ہر پل میں سم کو سوچوں

جو لکھوں بس تم پر لکھوں

جو بھی بات کروں اس میں ہو ذکر تمہارا

جو بھی خواب بتوں اس خواب کے راجہ ہو تم

اور تم جب دل چاہے —

بیگانے ہو جاؤ

کون ہوں ،؟ کیا ہوں؟؟

اس سے انجانے ہو جاؤ

میرے سب جذبوں کو کھیل تماشہ کہہ دو

جو دل میں آتا ہے مجھ کو ویسا کہہ دو

اور یہ چاہو —

میں پھر بھی دل کے مندر میں تمہیں سجاوں

اپنی ہر اک سانس تمہارے نام لگاؤں

تم کو پانے کی خواہش میں خود کو کھو دوں

جب تم بولو ہنس دوں جب تم بولو رو دوں

تم کو میں پا گل لگتی ہوں؟

جھوٹ میں _____

میں ایسی ہی ہوں

تم کو جیسی لگتی ہوں _____

میں ویسی ہی ہوں _____

تم کو پاگل میں لگتی ہوں،

تمہارے لیئے پاگل ہوں _____ !!

"دل توڑنے کی معافی تو نہیں ہوتی لیکن میں پھر بھی معافی مانگتا ہوں آپ سے--"

حشام نے اپنے اندر اٹھتے درد کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا جو جسم کے ساتھ ساتھ دل میں بھی اپنے پنجے گاڑے بیٹھا تھا۔

"جب آپ جانتے ہیں کہ معافی نہیں ہوتی تو مانگ کیوں رہے ہیں؟؟"

ماہی نے نم آنکھیں لیئے پوچھ رہا تھا۔

"ماہی بیٹا ادھر آؤ--"

اس سے پہلے حشام کچھ کہتا آسیہ بیگم نے اسے پکارہ تھا۔

اور وہ شکاہت، نظر، سے حشام کو پکھتا، انکہ، طرف رہ گئے، تھے۔

حشام ایک سرد آہ بھر کر رہ کیا تھا۔

پہلے ماہم کی رخصتی ہوئی تھی وہ مہرون بھاری کامدار لئنگے میں روایتی دلمن بنے بہت خوبصورت لگی تھی۔

آسیہ بیگم نے ابھی اسے بھیگی آنکھوں سے نم کیا ہی تھا جب سید جبیل نے رخصتی کی بات کی تھی۔ وہ سب لوگ شادی ہال میں تھے۔

اور خراب موسم کے پیش نظر جلدی نکلنا چاہتے تھے۔ آج روحان جبیل بہت خوش تھا۔ اتنا کہ اسکی خوشی کا کوئی نعمل وبدل نہیں تھا۔

اس نے حانم کو ایک نظر دیکھا تھا۔ اپنے بالوں سے امتزاج یعنی گولڈن رنگ کے لئنگے میں وہ سمجھی سنوری روحان کے دل کے ساز چھپیر گئی تھی۔

حشام جبیل جو کافی فاصلے پر موجود ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جنہیں شاید ایک دوسرے کیلئے بنایا گیا تھا۔

روحان کے چہرے سے چھلکتی خوشی اسکے چہرے کی مسکراہٹ نے جہاں حشام کو خوش کیا تھا وہیں ام حانم پر نظر پڑتے ہی اکے اندر اذیت کی ایک گھری لہ اٹھی تھی۔

اپنی محبت کو چھوڑ دینا اتنا آسان نہیں ہوتا اسے اب ماہی کی محبت کا احساس ہوتا تھا جسے

وہ تو حاکم کے قیچے ایک بار کیا تھا جبکہ ماہی تو پاؤں ھی اسلے لیئے
 لیکن محبت صرف پالینے کا نام ہی تو نہیں ہے کچھ لوگوں کے حصے میں بس ہجر اور قربانی ہی
 آتی ہے۔

اور یہ ہجر حشام کے حصے میں آیا تھا۔ اور کون جانتا تھا وقت کے ساتھ ساتھ شاید سمجھی لوگ
 ہجر کی آگ میں جلنے والے تھے

ح انم کیلئے یہ سب بہت مشکل تھا۔ آسان نہیں تھا اس شخص سے شادی کرنا جسکے ساتھ
 اسکی ماضی کی ایک خوفناک یاد جڑی ہوئی تھی۔

بیشک آرے اب روحان جبیل بن چکا تھا۔ لیکن انسان تو انسان ہوتے ہیں وہ دوسرے انسان
 کے مرنے کے بعد بھی اسکی غلطی نہیں بھولتے جو غلطی ہم انجانے میں کرتے اور جو
 غلطی ہمارے نزدیک غلطی نہیں ہوتی وہ دوسروں کے نزدیک گناہ کا درجہ رکھتی ہے۔
 اور اس انسان کی الجھنوں کو کون سمجھ سکتا ہے جسے نفرت بھی اور چاہست بھی ایک ہی شخص
 سے ہوئی ہو

شام سات بجے کے قریب وہ لوگ بارات واپس لے کر سید ہاؤس پہنچ چکے تھے۔

سردی اور خراب موسم کے پیش نظر مختلف رسومات سے جلدی فارغ ہونے کے بعد حاکم کو

کے مدد گیری

حاکم نے ایک مبی سالس خارج کی ہی اور پھر اپنے تنے ہوئیے اعصاب کو ڈھینلا چھوڑ دیا تھا۔

وہ آنکھیں بند کیتے بیڈ سے پشت لگائیے بیٹھی تھی جب اچانک امڑی آوازوں اور شور نے اسے ہرڑبرڑا نے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ شادی ہال میں ہی تھا جب حشام کو اپنے سر میں شدید درد اٹھتا محسوس ہوا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے ہسپتال آنے کی ہدایت کی تھی جسے وہ نظر انداز کر کے شادی کی تیاریوں میں ممکن ہو گیا تھا۔

بارات سے واپسی پر حشام کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ اسکے پورے جسم میں شدید درد تھا۔ وہ ناجانے کیسے ضبط کیتے ہوئیے تھا۔

”حشام تمہاری طبیعت مٹھیک ہے؟؟“

وہ کانپتے ہاتھوں سے پانی کا گلاس تھامے کھڑا تھا جب روحان اسکے پاس آیا۔

”ہاں میں مٹھیک ہوں--“

وہ زبردستی مسکرا یا تھا۔

"تمہارا رنگ پیلا پڑ رہا ہے--"

روحان کو تشویش لاحق ہوئی می۔

"نمیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔ بس ہلکہ ساخن تھا۔"

وہ پھر مسکرا دیا تھا۔ ناجانے کیوں روحان کو اپنا دل دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔

حشام اسکے لیئے بہت معنی رکھتا تھا۔ وہ اسکا سب کچھ تھا۔ اسکا شامو کا کا

اس سے پہلے حشام کچھ کہتا روحان اسکے لگے لگ گیا تھا۔ وہ حشام سے چھ سال چھوٹا تھا اور حشام نے اسکی ہر خواہش اور لاد کو سر آنکھوں پر رکھا تھا۔

حشام اسکی اس حرکت پر دھک سے رہ گیا تھا۔

"تم میں پتا ہے شامو کا کامیری زندگی میں دو لوگ ایسے آئیے ہیں جنکا نام ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہوتا ہے۔۔ ایک حشام اور دوسری حانم۔۔ میں تم دونوں سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔ تم دونوں روحان جبیل کی طاقت ہو۔۔ اسکے مسکرانے کی وجہ ہو۔۔"

"تم پاگل ہو روحان۔"

حشام اسکی بات سن کر مسکرا دیا تھا۔

"ہاں میں پاگل ہوں۔۔ سنو۔۔ مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا۔۔ !!"

تھا۔ ہلو میں آساؤں کا ایک کولہ سا اٹک کیا تھا۔ حشام نے اپنے دائیں ہاتھ سے روحان کے بالوں کو سہلایا تھا۔

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا ہمیشہ تمہارے دل کے بہت قریب !!"

حشام نے اپنے ساتھ لگے روحان کے کان میں سرگوشی کی تھی۔
روحان کسی ضدی پچے کی طرح اس سے چپکا ہوا تھا۔
حشام کی آنکھوں کے سامنے ماضی کی فلم چلنے لگی تھی۔
بچپن میں ایسا ہی ہوتا تھا۔

جب حشام چودہ سال کا تھا اور روحان آٹھ سال کا۔
حشام اسے اپنے ساتھ سکول لے کر جاتا تھا۔ جب مجھی روحان کو غصہ آتا تھا یا اسے کچھ چاہیئے ہوتا تھا وہ حشام سے کہتا تھا کہ "شامو کا کا نیچے بیٹھو"
اور حشام ایک گھٹنے کے بل بیٹھ جاتا تھا۔ اور روحان پھولے گالوں کے ساتھ اپنی چھوٹی چھوٹی بازوں کو حشام کے گلے میں ڈال لیتا تھا اور اسکے چپک جاتا تھا۔
اور کتنی دیر تک ایسے ہی حشام سے لپٹا رہتا تھا۔ پھولے منہ سے اپنے غصے کی وجہ بتاتا تھا یا پھر اپنی خواہش ظاہر کرتا تھا۔
اس وقت حشام کو اس معصوم بچے پر ٹوٹ کر پیار آتا تھا اور وہ اسکی ہر جائی ز اور ناجائز خواہش کو لوری کرتا تھا۔

آہستہ آہستہ بڑے ہوئے آج وہ حشام کے قد کے برابر آکیا تھا لیں تھا ویسا ہی

ضدی

آج بھی اسی انداز میں اس سے لپٹا کھڑا تھا اور ضد کر رہا تھا کہ وہ ہمیشہ روحان کے ساتھ رہے--

ایسا ممکن کب ہے؟؟

انسان کب کسی کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، انسان تو بے وفا ہے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

"لگتا ہے آج دونوں بھائیوں میں خاصا پیار ہو رہا ہے--"

عقب سے مذکور کی آواز ابھری تھی۔ وہ ان دونوں کو اس طرح دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

اسے اپنے دونوں بھائیوں کی بہت عزیز تھے۔

روحان کا حصار بہت تنگ تھا۔ ناجانے کیوں آج اسکا دل ڈر رہا تھا وہ حشام کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

"گھیرا کھلا کرو جناب اب بچے کی جان لو گے کیا؟؟"

حشام نے شرارتی لمحے میں کہا تھا۔

"دیلھو شامو کا کا جھے دھوکہ دینے لی کوستش لی ناتو میں مہیں جان سے ماڑ ڈالوں گا۔"

روحان بے ضدی لجھے میں کما تھا اور پھر اس سے الگ ہوا۔

"ماشاء اللہ آپ دونوں کا پیار یونہی سلامت رکھے۔"

مذکح نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"ادھر آؤ۔"

حشام نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بلا یا تھا۔ اور مذکح تیز تیز قدموں سے بھاگنے کے انداز میں ان دونوں کی جانب بڑھی۔

"اللہ تم لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔"

حشام نے مذکح کے سر پر پیار کرتے ہوئے کما تھا جسے مستقیم نے کمیرے کی آنکھ میں مقید کر لیا تھا۔

"واہ۔۔ پیار ہو تو ایسا ہو۔۔"

وہ مسکرا یا تھا۔

وہ روحان کے بلانے پر ہی شادی میں آیا تھا۔

اور بہت خوش تھا۔ اس نے سالوں پہلے جب حانم یونیورسٹی آئی تھی تب سے اسے روحان

کے ساتھ دیکھا تھا۔

وہ ان دونوں کبیلیتے دل سے خوش تھا۔

"بھائی می آپکو تو بخار ہو رہا ہے--"

مدتکہ کو احساس ہو گیا تھا۔ حشام کا جسم تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔

"ارے نہیں تو۔۔ ایسی کوئی می بات نہیں"

"دکھاؤ ادھر۔۔"

روحان نے اسکی پیشانی کو چھو کر دیکھا تھا۔

"ہاں تمہیں واقعی بہت بخار ہے۔۔"

روحان پریشان ہوا تھا۔

"نہیں تم لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"

hasham نے ٹالنا چاہا تھا۔

"بھائی میں ڈاکٹر ہوں۔۔ آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔۔ آپکو واقعی بہت تیز بخار
ہے۔۔"

مدتکہ خفگی لیتے کہہ رہی تھی۔

"چلیں اندر میں آپلو دوا دیتی ہوں اور چائی سے بھی--"

مدتحہ نے اسکا ہاتھ کھینختے ہوئی سے کہا تھا۔

وہ تینوں اسے کچن کے باہر سے لاونچ میں لے آئی سے تھے۔ وہ اسے صوفے پر بیٹھا چکے تھے۔
حشام کی رنگت اب نیلی پڑ رہی تھی۔

"بھائی آپ ٹھیک تو ہیں نا۔؟؟"

مدتحہ نے حشام کی نبض چیک کرتے ہوئی سے کہا تھا۔

"مدتحہ کہاں ہو تم اسے سنہالو۔"

ارحم کی آواز ابھری تھی۔ اسکی ایک سالہ بیٹی رو رہی تھی جو ارحم کی گود میں تھی۔

جبکہ مدتحہ پوری سنجیدگی سے حشام کی نبض ٹول رہی تھی جو آنکھیں بند کیتے صوفے سے ٹیک لگائی سے بے سود سا پڑا تھا۔

"بھائی -- کب سے ہے آپکو بخار اور آپ نے بتایا نہیں۔"

مدتحہ نے حشام کو مخاطب کیا جسے کوئی می ہوش نہیں تھی۔ اسکے جسم میں جو درد تھا وہ اسے بے ہوشی کی دنیا میں جانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"کیا ہوا حشام جواب دو--"

روحان نے اسکا گال تھپٹھپاتے ہوئیے کہا تھا لیکن روحان کے پاٹھ لگاتے ہی حشام صوف پر ایک جانب ڈھلک گیا تھا۔

"بھائی کیا ہوا آپکو آنکھیں کھولیں--"

"حشام--- حشام آنکھیں کھولو--"

ہر طرف چیخ و پکار تھی۔ حشام نے چینوں کی آواز سن کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں کر پایا تھا۔ تیز ابھرتا شور مذہم ہوا تھا۔ اور پھر ایک گھری خاموشی چھاگئی تھی۔

شور کی آواز حانم کے سماخت سے ٹکرا رہی تھی۔

"یا اللہ خیر--"

وہ اپنا بھاری بھر کم لہنگا سنبھالتے ہوئیے بید سے نیچے اتری تھی۔

ابھی وہ کمرے کے دروازے تک نہیں پہنچی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور ملازمہ اندر داخل ہوئی۔ اسکے پاٹھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

"کیا ہوا ہے یہ آوازیں لس چیز لی ہیں--؟؟ سب تھیک تو ہے نا--؟؟"
حانم نے سخیہ لمحے میں پوچھا تھا۔

"وہ جی چھوٹے سائیں کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے سب انہیں ہسپتال لے کر
گئیے ہیں--"
ملازمہ نے بتایا تھا۔

"کون چھوٹے سائیں ہیں؟؟"
حانم کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"روحان کی بات کر رہی ہیں آپ؟؟"
حانم سوالیہ انداز لیتے پوچھ رہی تھی۔

"نمیں جی-- میں حشام سائیں کی بات کر رہی ہوں--"
ملازمہ کی بات سن کر حانم سن سی رہ گئی تھی۔
اسے نمیں پتا تھا کہ حشام کو کیا ہوا تھا۔

"بی جان کہاں ہیں؟؟"

"وہ جی نیچے ہیں-- باقی سب ہسپتال چلے گئیے ہیں--"

"اچھا ٹھیک ہے آپ جائیں میں آئی ہوں--"

حانم نے اپنے بھاری ڈوپٹے کو سر سے آزاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سے کہا تھا۔
اسے حالات کا کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔

"جی اچھا--"

ملازمہ سر کو ہلاتی جا چکی تھی۔ جبکہ پیچھے حانم کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اسکا نازک سادل
تیزی سے دھڑک رہ تھا۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ سادہ سے ہلیے میں لاؤخ میں بی جان کے پاس بیٹھی تھی۔ بی جان
کافی پریشان نظر آ رہی تھیں۔ انکا جوان بیٹا جو بے ہوش ہو چکا تھا اور وجہ بھی نہیں معلوم تھی۔۔
بی جان کے دل میں سو طرح کے وسو سے سرا بھار رہے تھے۔ جتنیں وہ جھٹکتی دعا مانگنے میں
مشغول تھیں۔

"بی جان پریشان نا ہوں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا--"

حانم نے بی جان کا ہاتھ دباتے ہوئے سے کہا تھا۔

"ان شاء اللہ"

بی جان اپنے آنسوں ضبط کر رہی تھیں۔

"بیٹا کم نے دلمن کا جوڑا لیوں اتار دیا۔۔ پہنچ رہتی بلکہ آرام کرو اپنے کمرے میں سب ٹھیک ہو گا۔"

بی جان کچھ سنبلیں تو حانم کو اس حلیے میں دیکھ کر پیار سے کہا۔

"کوئی می بات نہیں بی جان۔۔ میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔۔" حانم نے تسلی دی تھی۔

پورا گھر دلمن کی طرح سجا ہوا تھا۔

"غلام دین شاہ بیٹے کو فون ملاؤ اور پتا کرو حشام کیسا ہے اب۔۔" بی جان نے اپنے برسوں پرانے ملازم سے کہا تھا جو سر جھکائی سے ایک جانب کھڑا تھا۔

"جی بی بی جان ابھی کرتا ہوں۔۔"

غلام دین نے حکم کی پیروی کی تھی۔

بی جان جو ایک بلند حوصلہ خاتون تھیں صبر کیتے بیٹھی تھیں۔

ایک ہی پل میں سب بدل گیا تھا۔ خوشیوں والے گھر میں اب ایک گھری خوفناک خاموشی چھائی می تھی۔

روحان کا دماغ سائی سر سائی سر کر رہا تھا۔ وہ ہستال کی راہ دری میں کھڑا تھا۔

وہاں موجود ہر حصہ پریشان تھا۔ ابھی پچھپل ہی کمزئے تھے جب روحان لی جیب میں رکھا فون تمہر تھرا یا۔

یہ حشام کا موبائل تھا جسے وہ آتے ہوئے بے دھیانی میں صوف سے اٹھا لایا تھا۔
کسی ڈاکٹر راحیل کی کال تھی۔

روحان نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

"مسٹر جبیل آپ آج پھر نہیں ہا سپیٹل آئیے۔ آپ جانتے ہیں آپکی جان کو کتنا خطرہ اور
نا آپ اپنی روپرُس لائیے میں جو میں نے آپکو کہا تھا۔" کسی مرد کی آواز ابھری تھی جسے سن کر روحان گنگ رہ گیا تھا۔

"ڈاکٹر راحیل۔"

روحان کا نپتی آواز میں بولا تھا۔

"یہ۔" دوسری جانب سے کہا گیا تھا۔

"میں روحان جبیل ہوں۔ حشام جبیل کا بھائی ہی۔"

روحان خود پر ضبط کرتے راہداری سے نکل آیا تھا۔

باہر بارش ہو رہی تھی۔ جوا بھی ہلکی تھی۔ موسم خراب ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ڈاکٹر

روحان اب پارکنک ایريا میں آگیا تھا۔ ڈاکٹر راحیل اس سے پچھ کہہ رہا تھا۔
جسے فتح ہوتے چھرے کے ساتھ روحان سن رہا تھا۔ اور پھر فون بند کر کے وہ گاڑی نکالنے کے بعد تیز رفتاری سے اسے بھگاتے ہوئے گھر کی جانب جا رہا تھا۔

"بی بی جان کوئی بھی فون نہیں اٹھا رہا۔"

غلام دین نے اطلاع تھی۔

"یا اللہ رحم کر میرے مالک۔"

باہر بادلوں کی گرجنے کی زور دار آواز گونجی تھی۔

بی جان کا دل کانپ کر رہ گیا تھا۔

حانم خود مأوف ہوتے ذہن کے ساتھ بیٹھی تھی۔ پیشانی اسکے چھرے سے جھلک رہی تھی۔

دس منٹ بعد پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔ غلام دین باہر کی جانب بھاگا تھا۔

"کیسے ہیں حشام بابا اب؟"

غلام دین بھیگے کپڑوں کے ساتھ اندر آتے روحان سے پوچھ رہا تھا۔

جبکہ روحان ان سنبھالتا حشام کے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ گلی ہو چکی شیروانی کے بنیں کھول رہا تھا۔

روحان کو دیلہ کر حاصل کو تھوڑا حوصلہ ہوا تھا۔

لیکن وہ جس انداز میں حشام کے کمرے کی جانب بڑا تھا حاصلم کو تشویش ہوئی تھی۔

پانچ منٹ بعد وہ ایک فائل سمیت کمرے سے باہر نکلا تھا۔

"شاہ بیٹا حشام کیسا ہے؟؟"

بی جان نے پوچھا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے بی جان آپ دعا کریں--"

روحان زبردستی مسکرا�ا تھا۔ حاصلم اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ حاصلم سے نظریں ملنے پر وہ نظریں چراگیا تھا۔

اور باہر کی جانب لپکا۔ اسکے گیلے ہوچکے بال پیشانی پر پڑے تھے۔ چہرے کارنگ اڑا ہوا تھا۔

"میں آپکے ساتھ چلوں--؟"

حاصلم کی آواز پر روحان کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

"یہاں بی جان اکیلی ہیں۔ تم ابھی بی جان کے پاس رہو۔"

روحان نے نرم لمحے میں کہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ اور اکیلی نہیں ہوں۔"

"تمہیک ہے-- آپ جائی میں مھول لئی می ہی-- میں ادھر ہی رلتی ہوں--"
جانم کا جواب سن کر وہ تیز قدم اٹھاتا باہر کی جانب لپکا تھا۔

کبھی کبھی اچانک قیامت آجائی ہے-- اس طرح وارد ہوتی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں
سکتا۔ ساری خوشیاں جیسے ملیا میٹ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

روحان ڈاکٹر راحیل سے مل کر بار نکلا تھا۔ وہ سن دماغ اور ہمارے ہوئیے جواری کی طرح
راہداری سے گزر رہا تھا۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو اسکے کانوں نے سنا وہ سچ تھا۔۔۔؟؟؟

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

وہ بڑھایا تھا۔

حشام کو blood cancer تھا۔ کب سے تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا اور نا حشام نے بھنک
پڑنے دی تھی۔

ڈاکٹر راحیل نے بتایا تھا کہ اکثر اسے سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی۔ رات کو اسکا سانس اکھڑ
جاتا تھا۔

سینے میں اکثر درد رہتا تھا۔ اسکی صحت تیزی سے گرفتاری تھی۔

روحان کا دل چاہا تھا کہ وہ پیجھے چلائیے-- وہ لیوں اسلی تکلیف کو مہیں مجھ پایا تھا۔

جانے کتنے سالوں سے وہ اس بیماری میں مبتلا تھا۔

پاکستان آکر ڈاکٹر راحیل کے کہنے پر اس نے دوبارہ ٹیسٹ کروائیے تھے۔

فائل کو گاڑی میں رکھنے کے بعد وہ کتنا ہی دیر تیز برستی بارش میں گاڑی سے ٹیک لگائیے کھرا تھا۔ اسکے جسم کے ساتھ ساتھ جیسے اسکی روح بھی جل رہی تھی۔

کچھ آنسو اسکی آنکھ سے نکلے تھے اور بارش میں پانی میں مل کر بہہ گئیے۔

حanim نے فون کر کے حمدان صاحب کو سب بتا دیا تھا۔ کچھ ہی دیر وہ سب لوگ گھر آگئیے تھے۔

"میں ہسپتال جانا چاہتی ہوں--"

حanim نے جواد سے کہا تھا جس نے کچھ سوچنے کے بعد اسے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی تھی۔

اب بی جان کے پاس سب تھے۔

حمدان صاحب لھر سے ہی ہسپتال روانہ ہوئیے تھے۔
کوئی می کچھ نہیں بتا رہا تھا۔ بی جان کا ڈر اور خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

مذکور کو جب حشام کی بیماری کا پتا چلا اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔
ضیاء جبیل جیسے ڈھنسے گئیے تھے۔
ہر شخص شدید صدمے کے زیر اثر تھا۔
حشام کو انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رکھا تھا۔ اسے آکسیجن لگی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ز نے کہا تھا کہ وہ لوگ کافی لیٹ ہو گئے تھے لیکن وہ اپنی طرف سے حشام کا علاج کرنے کی پوری کوشش کرے گے۔

انہوں نے کہا تھا بلڈ کینسر کے مریض کبھی کبھی تو کافی عرصہ جی لیتے ہیں لیکن کبھی کبھی
بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں

"میرے بھائی کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے۔"

روحان نے اپنے سامنے براجمان ڈاکٹر سے کہا تھا۔

"دیکھیے مسٹر جبیل امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی ہر نو منٹ میں ایک انسان بلڈ کینسر
سے مر جاتا ہے۔ تو پھر پاکستان سے البتہ ہم اوری کوشش کرے گے۔"

ڈاکٹر کی بات پر روحان بس امہیں دیلھ کر رہ کیا تھا۔

پورے جبیل خاندان میں ایک خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔

ماہی کو اپنا آپ ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔

وہ بناپانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ جذبات و احساسات کو کس سے بیان کرے؟؟

وہ اندر ہی اندر رو رہی تھی۔ خاک ہو رہی تھی۔ وہ حشام کو دیکھنا بھی چاہتی تھی اور دیکھنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔

"تم مجھے یوں دھوکہ نہیں دے سکتا مسٹر حشام جبیل-- سنا تم نے-- تم دھوکے باز نہیں ہو سکتے--"

وہ موبائل میں اسکی تصویر دیکھتے ہوئے چلائی می تھی۔ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

ضیا، جبیل کی طبیعت کافی خراب ہو گئی می تھی۔ جوان بیٹے کی بیماری کا سن کر وہ سسم گئیے تھے۔ مذکور کو اور انہیں گھر بھج دیا تھا گیا تھا۔

ہسپتال میں موجود ہر حص ایک دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا۔
سب لوگ اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہے تھے حالانکہ ان میں سے کسی کا قصور نہیں تھا۔

садے سے جوڑے میں بڑی سی چادر لپیٹے وی ہسپتال آئی تھی۔
راہداری میں رکھے صوفے پر روحانِ آکیلا بیٹھا تھا۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا۔
حanim نے اسے اس طرح دیکھا تو اسکی جانب بڑھی۔
وہ اسکے پاس بیٹھ چکی تھی جبکہ روحان کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔
حanim نے اپنا سرد ہاتھ روحان کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ وہ ایک دم چونکا۔ چہرہ اٹھا کر دیکھا تو حanim کو
اپنے پاس پایا تھا۔

"سب ٹھیک ہو جائیے گا پریشان نا ہوں"
وہ تسلی دے رہی تھی۔ روحان کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں۔ ان میں نمی جھلملارہی تھی۔ وہ
جانے کیسے خود پر ضبط کیتے بیٹھا تھا۔

"حشام میرا سب کچھ ہے۔"
وہ بس اتنا ہی کہہ پایا تھا۔ حanim نے اسے کبھی اتنا دکھی اور سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود ڈر
گئی تھی کہ حشام کی حالت جانے کتنی خراب تھی۔

حشام کے ساتھ پیرس میں کزارے وہ دن اسلی آنسوؤں کے سامنے لھومنے لئے تھے جب وہ ایک اچھے سامعین اور ایک اچھے ہمدرد کی صورت میں موجود تھا۔

اس نے روحان کو نہیں بتایا تھا بتایا تھا کہ حانم زندہ تھی۔
وہ اسکی خوشی میں خوش تھا۔ ایک بار اپنی خواہش کا اظہار کرنے اور حانم کا انکار سننے کے بعد
اس نے کبھی حانم کو تنگ نہیں کیا تھا۔

وہ سطحی مرد ہرگز نہیں تھا۔ اسکی باتوں میں، اور اسکی ذات میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ حانم نے اسے
شدت پسند نہیں پایا تھا۔

وہ مضبوط کردار کا مالک تھا۔ جانے اللہ نے اسے کس مٹی سے بنایا تھا کہ کبھی کوئی می شکوہ
نہیں کیا تھا اس نے
ہمیشہ روحان کا ساتھ دیا تھا۔

حانم نے آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگا لیا تھا۔ اسکا ہاتھ ابھی تک روحان کے ہاتھ پر
تھا۔

روحان کو اسکے ہاتھ کا سرد پن محسوس ہوا تھا جو ٹھنڈا اور موسم کی وجہ سے تھا۔ اس نے اپنے
دونوں ہاتھوں میں حانم کا نازک ہاتھ دبایا تھا۔ وجہ اپنے گرم ہاتھوں سے اسکے سرد پڑتے ہاتھ
کو گرمائی ش پہچانا تھا۔

بارش میں بھی رات آہستہ آہستہ سرلنے لی گی۔

لگے دن شام کے وقت حشام کو ہوش آیا تھا۔ بی جان بھی ہسپتال میں موجود تھیں۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر سب سے ملا تھا۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا لیکن پھر بھی حوصلے پر تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہوتا کہ شامو کا کام مجھے دھوکہ دے سکتا ہے--"
روحان نے شکوہ کیا تھا۔ حشام مسکرا دیا تھا۔ پھیکی سی مسکراہٹ

"میں حانم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں--"
حشام نے اپنی خواہش ظاہر کی تھی۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

حانم اسکی خواہش کا سن کر حیران رہ گئی تھی۔ رات بھر جانے کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں گلابی پن ابھر آیا تھا۔ وہ کافی تھکی ہوئی تھی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ کانپتے قدموں سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ حشام کو اس طرح بستر پر لیٹے دیکھ کر حانم کو دکھ ہوا تھا۔ ڈاکٹر ناجانے کن کن ٹیسٹوں کیلیئے اسکی رگوں سے خون نکال رہے تھے۔ حانم کو اپنے سامنے دیکھ کر حشام کی آنکھوں میں ایک دم چمک ابھری تھی۔ وہ ہلکہ سا مسکرا دیا تھا۔

ساحروں والی مسلسلہ ہست
جانم اسکے بیڈ سے کچھ فاصلے پر رکھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔

"معاف کر دو مجھے میں نے آپکی زندگی کی سب سے حسین پل تباہ کر دیے ہیں--"
جانم نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے-- آپ جلد ٹھیک ہو جائیں گے--"
جانم کی بات سن کر حشام کے لبوں پر استراہیہ مسکراہست ابھری تھی۔ وہ جیسے خود پر ہنسا تھا۔

"میں آپکو آج ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں-- ایک خوبصورت کہانی--"
حشام کی بات پر جانم الجھی۔

"یہ کہانی ہے ہانی اور آر جے کی
یہ کہانی ہے انجل اور موں کی
یہ کہانی ہے ام حانم اور روحان جبیل کی

اور یہ داستان ہے زندگی کے سات پھروں کی
میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کتابیں پڑھی ہیں ____ عشق کی داستانیں ____ لیکن آج میں
اپنی پسندیدہ داستان سنانے جا رہا ہوں ____ کیا سنیں گی آپ

دو سلفائی پس لی داستان ____؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"جی--"

حائف نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"یہ کہانی جو ہانی اور آرچے سے شروع ہوئی میں ایک بہت ہی عجیب موڑ سے--

جس میں میں ناجانے کیاں سے شامل ہو گیا تھا ____؟؟"

مجھے خود سمجھ نہیں آئی میں۔"

ایک لڑکی کا پیدائی شی نشان-- جس نے مجھے سالوں پاگل کیتے رکھا۔ مجھے باندھے رکھا لیکن وہ

چمک وہ نشان میرے لیئے نہیں تھا

میں جب بھی اسے دیکھنا چاہا اس نشان کی چمک نے مجھے نظریں جھکانے اور رخ موڑ نے پر مجبور کیا کہ مجھے دیکھنے کی اجازت نہیں

ہر کہانی میں ایک تیسرا ہوتا ہے لیکن میں حیران ہوں اس کہانی میں کسی تیسرے کو آنے ہی

نہیں دیا گیا

جب ملکی نے آنے کی کوشش کی تو آرھے موجود تھا۔

جب میدی لے آئے لی کوستش لی تو مومن موجود تھا۔

جب حشام نے آنا چاہا تو روحان جبیل دیوار بن کر کھڑا تھا۔

کسی تیسرے کو آنے ہی نہیں دیا گیا۔

دو لوگوں نے ایک دوسرے سے نفرت کی۔ اور پھر محبت بھی۔

ناکوئی یہ تیسرا ان لوگوں کو بدظن کر سکا اور نا ہی ملا سکا۔

آپکو لگتا ہے کہ آرجے نے آپکے ساتھ غلط کیا تھا۔ لیکن اگر وایسا نہیں کرتا تو کیا ہوتا؟؟

کیا وہ کبھی آرجے سے روحان جبیل تک کا سفر طے کر پاتا۔

اللہ کچھ بندوں کو چن لیتا ہے جنہیں آزمایا جاتا ہے اور انہی کے ذریعے دوسروں کو امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔۔

آپکو لگتا ہے کہ آپکے ساتھ برا ہوا؟ کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر ایسا نا ہوتا تو کیا ہوتا؟؟

اگر اللہ نے کسی اور کو چن لیا ہوتا تو کیا آج آپکو روحان ملتا۔۔؟ یقیناً نہیں اسی لڑکی کو ملتا جسے

اس کرب سے گمراہ جاتا۔

آپ خوش نصیب ام حانم۔ آپکو آزمایا گیا اور آزمائش اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کی ہی کرتا ہے۔۔

جو آرجے نے کیا وہ ایک سلفائیٹ کی طرف سے فطری عمل تھا۔

"وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ انسان کو شدت پسند ہونا چاہیئے-- امریکہ میں اسکا سلول بچپر تھا جو کہتا تھا کہ فیل ہو جاؤ یا ٹاپ کر جاؤ-- یہ پاس ہونے والے لوگ مجھے نہیں پسند۔"

اور یہ شدت پسندی اسکی شخصیت کا خاصہ بن گئی۔
وہ کمی والی بات جان کر دو طرح سے ہی رد عمل کا اظہار کر سکتا تھا۔
وہ ایک سلفائی بیٹ ہے-- جو یا تو بالکل خاموش رہتا۔ اسے فرق ہی نہیں پڑتا اور نمبر دو ویسا ہی کرتا جیسا آرجے نے کیا تھا۔

وہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھا جو تھوڑا غصہ کرتا ناراض ہوتا یا پھر مان جاتا۔۔۔
اس نے وہی کیا جو اسکی فطرت میں تھا جو ہمارے نزدیک گناہ ہے۔

حanim غور سے اسے سن رہی تھی۔

"پانی--"

حشام کا گلہ خشک ہو چکا تھا۔

حanim نے اٹھ کر اسے گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔

حشام نے گھونٹ گھونٹ پیا تھا۔

"مجھے لگتا تھا کہ وہ صرف ام حanim سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔۔۔ اسکی محبت کا اندازہ بعد میں ہوا۔۔۔

میں شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی پسندیدی لی وجہ سے شادی کا کہا۔ حالانکہ مجھے اسکا کوئی میں حق نہیں تھا۔

پتا ہے جس دن اس نے نکاح کا ڈرامہ کیا تھا اسی دن اسکی زندگی سے ہر لڑکی نکل گئی میں تھی۔ اسے لگتا تھا کہ اسکا دل بھر گیا ہے۔ لیکن یہ معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ جو مجھے بعد میں سمجھ آیا۔

دو سال پہلے میں حج پر گیا تو روحان سے کہا کہ چلو حج پر چلتے ہیں۔ اس نے کہا کہ "میں نے حanim سے کہا تھا نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی۔ آج مجھے لگ رہا ہے کہ یہ محاورہ مجھ پر ہی فٹ ہوتا ہے۔ میرا ضمیز اجازت نہیں دیتا کہ وہاں جاؤں۔" شرم آتی ہے مجھے اللہ سے۔ کسی کا دل دکھا کر کسی کو موت کے منہ میں دھکیل کر اس مالک کے گھر پر حاضری لگاتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔" اور پھر میرے بار بار کہنے پر بھی وہ نہیں گیا۔

لندن میں وہ اکبیلا نہیں تھا۔ ام حanim کی یادیں اسکے ساتھ تھیں۔ اس نے شماں ل نیازی کے ہاتھوں خود کی جان کو گنوایا تھا۔

اور پھر ایلف کو نہیں اپنایا جو ایک بہترین لڑکی تھی۔ میں جب سوچتا ہوں تو حیران ہوں کوئی اتنی محبت بھی کر سکتا ہے؟

اس داستان کے چھ پھر کمزور چلے ہیں۔

نمبر ایک جس میں حانم اور آرجے کی ابتدائی زندگی تھی

نمبر دو جس میں وہ دونوں یونیورسٹی میں اکٹھے ہوئیے

نمبر تین جس میں حانم اندرھیروں کی دنیا کی بasi بنی، جس میں اس نے انجل کی زندگی

جی

نمبر چار جس میں آرجے کی ترپ کا دور چلا، اس نے نگرنگر حانم کو ڈھونڈا

نمبر پانچ جس میں آرجے کو اندرھیروں کا بasi بنایا گیا اس سے اسکا سب کچھ چھین کر اللہ نے
اسے انسان کی اوقات دکھائی می

اور نمبر چھ جس میں وہ آرجے روحان جبیل بنا لوگوں کے دلوں کو فتح کیا حانم کو دوبارہ

پایا

اور اب-- نمبر سات سب سے خوبصورت پھر کا آغاز ہوا ہے-- جو سب سے مشکل بھی ہے اور
سب سے حسین بھی

مشکل اس لیتے کہ روحان جبیل نے جو راستہ چنا ہے وہ سچائی کا راستہ ہے مشکلات سے بھرا

ہوا-- لیکن حسین اس لیتے ہے کہ آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہو

ہر مشکل میں ہر قدم پر اور ہمیشہ ساتھ رہو گے

حانم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ اسکے لب کلپکائیے تھے۔ لیکن وہ کچھ بول نہیں پائی

"میری ایک آخری خواہش ہے-- کیا آپ اسے پورا کر سکتی ہیں؟؟
حشام نے بات پر حانم نے ترپ کر اسے دیکھا تھا۔

"روحان جبیل کا ساتھ کبھی بھی مت چھوڑنا ام حانم____ اس نے اپنی زندگی میں بہت تکلیف برداشت کی ہے____ اسکا ہر قدم پر ساتھ نہ جانا____ شاید میں نہ رہوں اسکی مشکل میں اسے حوصلہ دینے کیلئے____ اسکے پاس صرف آپ رہو گی____ صرف آپ____ ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہونے والی حانم____ م یعنی محبت____ جو لوگ محبت پر ختم ہو جاتے____ اور آپ کا نام بھی م پر ختم ہوتا____ حانم کی انتہا بھی محبت ہی ہے____ وعدہ کریں مجھ سے____ آپ روحان کا ہمیشہ ساتھ نجاییں گے____!!"

"میں وعدہ کرتی ہوں-- ہمیشہ ساتھ نجاوں گی--"
حانم نے روتے ہوئے مشکل سے جواب دیا تھا۔ حشام کے اندر سکون سا اتر گیا تھا۔
اسے بس یہی چاہیئے تھا۔ اور اسے پورا یقین تھا حانم ساتھ نہ جانے والوں میں سے تھی۔

حاکم نے روئے ہوئیے مشکل سے جواب دیا تھا۔ حشام کے اندر سلوں سا اتر کیا تھا۔ اسے بس یہی چاہیئے تھا۔ اور اسے پورا یقین تھا حانم ساتھ نہ جانے والوں میں سے تھی۔

حشام نے سکون سے آنکھیں موندھ لی تھیں۔ شاید اس سے مزید بولا نہیں جا رہا تھا۔ حانم کپکپاتے لبوں اور گلابی آنکھوں سے اپنے سامنے پڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو شہنشاہوں جیسا مزاج رکھتا تھا۔

جو پیرس میں ایفل ٹاور کے قریب اگر ک کر ایک نظر کسی کو دیکھ لیتا تھا تو اسے پتھر کا بننے پر مجبور کر دیتا تھا

"حش--شام--"

ٹوٹے پھولے الفاظ اسکے لبوں میں دم توڑ گئے تھے۔

"کچھ لوگوں کے منہ سے اپنا نام سننا بہت اچھا لگتا ہے—" حشام نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اسکی پلکیں نم تھیں۔

"اب آپکو جانا چاہیئے — ورنہ سانس لینا مشکل ہو جائیے گا" وہ زبردستی مسکرا کیا تھا۔ حانم کو اپنا آپ لرزتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

"حاکم کم ٹھیک ہو--؟"

روحان جو باہر انتظار کر رہا تھا حانم کو یوں لڑکھراتے دیکھا تو اسے کندھوں سے تھامستہ ہوئی۔
پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں--"

حانم نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"تمیں گھر جانا چاہیئے حانم۔ مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ تم کافی کمزور نظر
آرہی ہو--"

روحان فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔

حانم واقعی بہت تحک گئی تھی۔ پہلے شادی کی تحکمن اور اب کل سے وہ ہسپتال میں
ہی تھی۔ ٹھیک سے کھا نہیں پائی تھی اور اوپر سے پریشانی۔

"ٹھیک ہے--"

حانم نے جانے کیلیئے حامی بھری تھی۔ وہ مزید یہاں نہیں رک سکتی تھی۔
اسے رونا آرہا تھا۔

"تم بیٹھو یہاں میں جواد کو بلاتا ہوں--"

حشام نے اسے صوفے ر بھاتے ہوئیے کہا تھا اور خود ماہر کی حان قدم مرڑھا دیئیے۔

"تمہیں کھانے پر توجہ دینی چاہیئے۔ مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔۔" روحان اسے زبردستی کھانا کھلا رہا تھا۔ جبکہ حشام نخرے کر رہا تھا۔

"تم ہونا۔۔ سمجھدار انسان۔۔" حشام مسکرا�ا تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا۔۔" روحان نے اسے گھوری سے نوازا۔

"میں بھی سخیدہ ہوں۔۔" حشام کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"دیکھو شامو کا کا نیادہ Over acting کی ضرورت نہیں ہے۔۔ یہ نخرے اپنی بیوی کو دکھانا مجھے نہیں۔۔ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔۔" روحان چڑھ گیا تھا۔ جبکہ حشام اسکی بات سن کر ہنس دیا تھا۔ اسے روحان کا یہ انداز بہت پسند تھا۔

ماہی نے یہ منظر کمرے کے باہر سے دیکھا تھا۔ شیشے کے اسے پار فاصلہ کم تھا اسکے اور

وہ کم آنکھیں لیتے اسے دیکھ رہی تھی۔ حشام کو ہنستا دیکھ کر وہ بھی مسلراڈی تھی۔ اور اسکی حالت دیکھ کر پھر سے روئی تھی۔

کچھ دیر بعد روحان کمرے سے باہر نکلا تو وہ رخ بدل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ڈوپٹے کی مدد سے آنکھوں میں امڑتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"یوں رونے سے کیا ہو گا؟؟"

عقب سے روحان کی آواز ابھری تھی۔ ماہی ایک دم اچھلی۔

"کب-- میں تو نہیں رو رہی--"

وہ بڑبرائی می۔

"ایک بار بات کر لیں اس سے-- اچھا لگے گا--"

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا جا چکا تھا جبکہ ماہی ایک بار پھر حشام کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ جواب آنکھیں موندھے لیدھا تھا۔

"تو مجھ کو بھولتا ہی نہیں

میں نے کوشش رہی سی کری"

"یہ مت کہنا کہ ماہین حمدان مجھے معاف کر چلی ہے--"
حشام اسکی موجودگی کو محسوس کر چکا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیتے ہی جواب دے رہا تھا۔
ماہی اسکی بات سن کر حیران ہوئی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ ماہین حمدان مجھے کبھی معاف ناکرے بلکہ نفرت کرے"
"ماہین حمدان تو بس محبت کرنا جانتی ہے اس نے اور کچھ سیکھا ہی نہیں"

حشام نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔ ان آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ الہی
چمک

کچھ دیر تک گھری خاموشی چھائی ہی رہی تھی۔ حشام اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ پلٹی اور کمرے
سے باہر نکل گئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر میں محسن وہ پتھر ٹوٹ جائیے گا
میں اسکی سرد مری پر محبت مار آیا ہوں"

کبھی کبھی ہماری تمام دعائیں جیسے آسمان تک پہنچ ہی نہیں پاتیں امیدیں جیسے ٹوٹ جاتی
ہیں کچھ ایسا ہی سید جبیل خاندان میں ہوا تھا

پھر دو دنوں تھیک کر کے نجھے جبکہ شام سے حشام طبیعت بلڈ لئی گئی۔ اسے سالس نہیں آ رہا تھا

سینے میں شدید درد تھا اور پھر وہی ہوا تھا جس سے ہر شخص ڈر رہا تھا وہ چلا گیا تھا ہمیشہ کیلئے کبھی نا واپس آنے کیلئے روحان اسکے پاس تھا جب اسکی روح نے پرواز کیا تھا

قيامت کا لمحہ تھا۔ اسکے چہرے پر پسینہ اور اسکی ٹوٹی سانسیں روحان جبیل کو پتھر کا بنا گئی گئی تھیں۔

"حشام تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ سنا تم نے۔ تم دھوکا نہیں دے سکتے ہمیں!"
لیکن جانے والے کب پلٹتے ہیں، وہ کب آہیں سنتے ہیں انہیں کب ترس آتا ہے سکیوں پر انہیں تو بس جانا ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کو جانے کی بہت جلدی ہوتی ہے۔ اور حشام جبیل ان میں سے ایک تھا

روحان جبیل کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ باہر بادل زور سے گرجا تھا اور اندر جیسے روحان جبیل کا دل پھٹ گیا تھا۔

وہ حشام جبیل کے بے جان وجود سے لپٹ گیا تھا۔

ڈاکٹر معدزت کر لے کے بعد جا چلے تھے۔

ماہی کے ہر طرف گھٹی گھٹی سکیاں گونج گئی تھیں۔

ماہی کو لوگا تھا وقت رک گیا تھا۔

اس نے شیشے کے پار حشام کے بے جان وجود کو ایک نظر دیکھا تھا۔ مذکور اس سے لپٹی ہوئی تھی۔

لبی جان جیسے بے جان ہو چکی تھیں۔

ہر شخص کے چہرے پر خوف پھیل گیا تھا۔

"میں تمہیں یہی ملوں گا۔ آج کے دن اسی وقت۔"

ایفل ٹاور کے قریب وہ جادوگر سحر پھونک رہا تھا۔

ماہی کا دل ڈوب گیا تھا۔

دس سال بے لوس محبت کی تھی اس نے حشام جبیل سے-- کہہ دینا آسان ہے-- کوئی میں

دس سالوں کو محبت میں گزارے تو پتا چلے اور اس سال وہ سب کو چھوڑ گیا تھا۔

وہ شخص جتنا مضبوط تھا اتنا ہی کمزور ثابت ہوا تھا۔ نا وہ اپنی خوشی پوری کر سکا تھا، نا لبی جان کی اور نا ماہی کی

وہ کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ آج سب کو ایک گمراخنم دے گیا تھا۔

"بھائی می اٹھ جائی میں نا۔ آپ تو بھی اتنی سی کو پریشان میں کرتے تھے۔ بھی سی کو رونے نہیں دیتے تھے۔ آج سب رو رہے ہیں آپ اٹھیں آنکھیں کھولیں۔ دیکھیں نا۔ سب آنکی وجہ سے پریشان ہیں۔"

مذکور جیسے پاگل ہو گئی تھی۔ ارحم سے اسے سن بھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

ماہی نے ایک نظر بی جان اور ضیاء جبیل کو دیکھا جنکی زندگی کی جمع پونچی جیسے لٹ گئی تھی۔

بی جان ضیاء جبیل کے سینے سے سر ٹکائیے رو رہی تھیں۔

"چپ کر جاؤ سب۔ حشام سورہا ہے۔ اسے نیند آئی ہے۔"

روحانِ دبی آواز میں چلا یا تھا اور پھر اسکے سرہانے کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اسکے خوبصورت ہاتھوں کو تھام رکھا تھا۔

اس شخص کے درد کا اندازا تو ماہی بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ جو بچہ پیدائیش کے بعد چار سال تک خاموش رہا تھا۔ جب وہ بولا تو پہلا لفظ اسکی زبان نے "حشام" ادا کیا تھا۔ اور حشام آج اسے چھوڑ گیا تھا اسکا مرتنا یقینی تھا۔

وہ شخص جو اپنی ماں کے مرنے پر نہیں رویا تھا۔ وہ اب حشام کے پہلو میں بیٹھا اسے اٹھنے کی گزارشیں کر رہا تھا۔

ایک دم سب پچھ ساکت ہوا تھا۔ ماہی نے اپنا دھڑکتا دل بند ہوئے حسوس کیا تھا۔
اسکی سماحت جواب دے گئی تھی۔ اسکا دماغ سن ہو چکا تھا۔ وہ تو حشام سے محبت کی
دعوے دار تھی--

وہ جا چکا تھا اور وہ اب تک زندہ تھی۔

"ماہی--"

کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ پلٹی تھی۔
حانم اسکے پاس کھڑی تھی۔ مجھیکی پلکیں لیتے اسکے نازک ہونٹوں پر خشکی تھی۔ اسکے چہرے
پر جیسے ویرانی تھی۔

"ہانی-- وہ-- وہ حشام--"

ماہی کے لب پھر پڑائیے تھے۔

"حوالہ کرو ماہی--"

جانے یہ الفاظ حانم کے منہ سے کیسے ادا ہوئے تھے۔

"وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا نا۔ وہ زندہ ہے نا۔ حشام زندہ ہے نا۔"
ماہی نے حانم کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ حانم نے پھوٹ پھوٹ کر روڈی تھی۔

"بولو نا۔ حشام کو پچھہ نہیں ہوا۔۔۔ حشام زندہ ہے نا۔۔۔"

وہ ہنریانی انداز میں چلائی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے نا۔۔۔ وہ زندہ ہے۔۔۔ بولو نا۔۔۔ وہ زندہ ہے۔۔۔"

آہستہ آہستہ ماہی کی آواز مدھم ہو گئی تھی۔ وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔ اسکا وجود
ہو لے ہو لے کانپ رہا تھا

اسکے دماغ ماننے سے انکاری تھا کہ وہ حشام جا چکا تھا۔

نا آسمان پھٹا تھا اور نا ہی زمین ہاں البتہ آسمان رو ضرور رہا تھا

"حشام کو کچھ نہیں ہوا۔۔۔ حشام زندہ ہے۔۔۔۔۔ حشام زندہ ہے۔۔۔"

ماہی کی زبان حشام کا ورد کر رہی تھی۔

حانم اسکے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔

"چپ کر جاؤ نا سب لوگ۔۔۔ میرا حشام سویا ہوا ہے۔۔۔"

اندر روحان حشام کے چہرے کو تکتے ہوئے سب کو چپ کروا رہا تھا۔

"بولو نا۔۔۔ حشام ٹھیک ہے نا۔۔۔ سب سے کہ دو خاموش ہو جائیں۔۔۔ اسے تنگ نا کریں۔۔۔"

باہر ماہی اس سب سے خاموش ہونے کی التجا کر رہی تھی۔

ان دو لوگوں نے ایک شخص سے جسے عشق کیا تھا۔ اسکی ذات سے اسکے کردار سے

"إِنَّا سُوَّا إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ"

سید جبیل نے آگے بڑھ کر حشام کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اچھے بند کیا تھا۔
روحان نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا جو رو رہے تھے۔

اور پھر جیسے اندر چھا گیا تھا۔۔ ماہی کو سب پس منظر میں جاتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ حواس کھو رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد ہر طرف مکمل اور گھری خاموشی چھا گئی تھی !!

"بچھڑا اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص بھرے شہر کو ویران کر گیا۔"

وہ ایفل ٹاور کے سامنے بیٹھی تھی۔ آج ایک ماہ ہو گیا تھا۔
ماہی نے نم آنکھوں سے ایفل ٹاور کو دیکھا تھا۔ جہاں وہ شخص پہلی بار اس سے ملا تھا اور پھر یہیں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

اسے وہاں ہنسنے مسکراتے لوگ محبت کے پنجھی کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔
اسے اپنے سامنے وہ شخص کھڑا نظر آ رہا تھا جو اسکا سب کچھ تھا۔

وہ دونوں اسلے سامنے لھڑے تھے۔ مابین حمدان اور حشام جبیل۔۔۔

وہ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک شخص کی آنکھوں میں پاگل پن تھا تو دوسرا تھوڑا بیزار تھا۔۔۔

"میں تمہیں یہی ملوں گا"

جانے اس نے یہ جملہ کیوں کہا تھا۔

وہ آج تک سمجھ نہیں پائی می تھی۔ اسکے اجری حالت اور ویران آنکھوں پر پیرس بھی اداں ہو گیا تھا۔

لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ وہ آج ہی پیرس آئی می تھی۔ یہ ایک مہینہ اس نے پاکستان میں کیسے گزara تھا یہ بس وہی جانتی تھی۔

کچھ دکھ ناقابل بیان ہوتے ہیں۔۔۔ کچھ حد اُٹے ناقابل فراموش ہوتے ہیں۔۔۔
ماہی کا دکھ کوئی می نہیں لکھ سکتا تھا۔۔۔ وہ زندہ تھی لیکن زندگی تو جیسے روٹھ گئی می تھی۔

"ماہی چلو اٹھو بہت دیر ہو چکی ہے۔۔۔"

ایلا نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔ اس سے ماہی کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔
ماہی بنا کوئی می ضد کیتے اٹھ گئی می تھی۔ اور ایلا کسی روبوٹ کی طرح پکڑ کر اسے وہاں سے لے گئی می تھی۔

حاںم چائیے کا کپ ہاتھ میں پلڑے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ کمرے میں نیچے قالین پر روحان بیٹھا تھا اسکے ہاتھ میں حشام کی تصویر تھی۔ مسکراتا ہوا حشام جبیل

روحان اس سے باتیں کر رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حانم کا دل جیسے پھٹتا تھا۔ لیکن وہ پچھلے ایک مہینے سے یہی منظر دیکھتی آ رہی تھی۔

روحان جبیل دوسروں کے سامنے کتنا ہی مضبوط اور سمجھدار کیوں نا نظر آتا ہو۔ لیکن اکیلے میں وہ یہی کام کرتا تھا۔ حشام سے باتیں

حانم کبھی اسکے اس کام میں دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ لیکن آج وہ روحان کی طرف بڑھی تھی۔

وہ چائیے کا کپ میز پر کھنے کے بعد روحان کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔ اور غور سے حشام کی تصویر دیکھنے لگ گئی تھی۔

”حشام آپ سے زیادہ پیارے تھے۔۔ ہیں نا۔۔؟؟“
وہ عام سے لجے میں پوچھ رہی تھی۔

روحان نے کوئی میں جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے حشام کی تصویر کو سینے سے لگا لیا تھا۔

حانم نے ہاتھ بڑھا کر وہ فول فریم روحان کے ہاتھ سے لیا تھا۔
جس مر روحان نے یونک کر حانم کو دیکھا تھا۔

"چھ لوگوں سے باتیں کرنے لیئے ہمیں چیزوں کی ضرورت نہیں پڑی--"
وہ مسکرائی تھی۔

"کچھ لوگ یہاں بستے ہیں-- ہنسنے مسکراتے ہیں-- کچھ لوگوں کو مسکن یہ ہوتا ہے--"
اس نے روحان کے سینے پر دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔
روحان نم آنکھیں لیئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ یہاں جھانک کر دیکھیں وہ آپکو یہاں ملے گا"

حانم کی بات سن کر روحان نے آنکھیں بند کی تھیں۔

"مسٹر سلفاؤ بٹ تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے--"
حشام جبیل اسے چڑا رہا تھا۔ روحان نے فٹ سے آنکھوں کھول دی تھیں۔

"کچھ لوگ ہمارے اندر بستے ہیں-- وہ ہم سے دور کبھی نہیں جاتے-- اور بھول گئیے آپ
جب ام حانم کو آپ نے مردہ سمجھا تھا کیا وہ آپکو چھوڑ کر گئی تھی--؟؟ وہ ہمیشہ
آپکے ساتھ رہی تھی نا۔ یقین کریں حشام ہمیشہ آپکے ساتھ رہے گا--"
حانم نے روحان کا ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔

روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی نم آنکھوں سے لگایا تھا۔

..... تھے

وہ اسلے درد کو لم میں کر سلتی ہی لیں بانٹ تو سلتی ہی نا۔ اور وہ ایسا ہی کر رہی ہی۔

وہ بی جان کے کمرے میں انکے گھٹنوں سے ٹیک لگائیے بیٹھا تھا۔ بی جان صوفے پر بیٹھی تھیں۔

باہر چمکیلی دھوپ نکلی تھی لیکن ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میں حاشام کی جگہ نہیں لے سکتا بی جان۔" لیکن میں Try کروں گا کہ اس جیسا بن سکوں۔"

وہ کافی حد تک بہتر اردو بول رہا تھا۔

اسکا لجہ برٹش تھا۔

"تمہیں پتا ہے بیٹا۔" حاشام کہا کرتا تھا کہ اس حولی میں اسکی دلمن بن کر ایسی لڑکی آئیے گی جو اس حولی کی شان و شوکت کا مقابلہ کرسکے۔ جو پروقار ہو اور مجھے اپنے حاشام کیلیئے ایسی لڑکی مل چکی ہے، اب تم میرے لیئے حاشام ہو جاؤ اس لڑکی کو لے آؤ۔ جسکی تلقین تھیں حاشام نے کی ہے"

بی جان نم آنکھوں اور بھیگے لجے میں کہا تھا۔

جوڑاں نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

جورڈن کو حشام کے انتقال لی خبر ایلا لے دی گئی۔ جسے سن کر وہ دنک رہ کیا تھا۔ جسے وہ خود اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتا تھا وہ شخص تو خود ہی دنیا چھوڑ گیا تھا۔
وہ پاکستان آگیا تھا۔

جب وہ حولیٰ پہنچا تو ضیاء جبیل اس سے لپٹ کر روئیے تھے۔
جورڈن کا دل سخت نہیں تھا بلکہ وہ بدلتے کی آگ میں اتنا سخت دل بن گیا تھا۔
اس نے ایک بار ماہی کے اسکی ماں کے واسطہ دینے پر ہاتھ سے پسٹل پھینک دیا تھا۔
وہ آنا نہیں چاہتا تھا لیکن ناجانے کیوں وہ آگیا تھا۔

اور بی جان کو دیکھ کر اسے اپنی ماں یاد آگئی تھی۔

وہ ایک دم ڈر گیا تھا اسے لگا تھا اسے دھنکار دیا جائیے گا
لیکن نہیں بی جان نے آگے بڑھ کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔
وہ اسکا بھی بیٹا تھا۔ سگانہ سی سوتیلا ہی سی۔۔

حشام نے مرنے سے پہلے بی جان کو سب بتا دیا تھا اور وعدہ کیا تھا بی جان جورڈن کو اپنا بیٹا ہی سمجھیں گی۔۔

اس نے ساری زندگی یتیمی میں گزاری تھی

اور پھر بی جان جانتی تھی نفرت کو نفرت سے نہیں محبت سے ختم کیا جاتا ہے۔

سید جبیل نے بھی جورڈن کو لھلے دل سے فبول کیا تھا۔

حشام خود تو چلا گیا تھا لیکن خاندان کی خود ساختہ روایات پر کاری ضرب لگا کر گیا تھا جنہوں نے مار تھا کی جان لے تھی۔

ضیاء جبیل کو کبھی خوش نہیں ہونے دیا تھا۔

بی جان کو اداں رکھا تھا۔ حشام کو باندھ کر رکھا تھا جنہوں نے ماہی کا دل توڑا تھا۔ اسکی موت ایک بہت بڑا پیغام چھوڑ گئی تھی جسے سب پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں بی جان میں حشام کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔" جورڈن نے صدق دل سے وعدہ کیا تھا۔ اور بی جان نم آنکھیں لیتے مسکرا دی تھیں۔

"مسٹر آر جے عرف سلفائیٹ۔ آپ سے ملنے کوئی می آیا ہے۔ جلدی تشریف لے آئیں۔" جورڈن نے اسٹڈی روم میں کتابوں کے درمیان بیٹھے روحان سے کہا تھا۔ روحان نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ اسکا انداز بالکل حشام جیسا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اسے تکتا رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

جورڈن نے سوالیہ نظروں سے پوچھا تھا۔

روحان نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا تھا۔ وہ کافی حد تک حشام سے مشابہت رکھتا تھا۔ وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور جورڈن کی طرف بڑھا تھا۔

جورڈن کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیوں دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا رہا نے اسکے لئے میں اپنے بازو ڈال دیئیے تھے۔ بالکل ویسے ہی جیسے وہ حشام کے ساتھ کیا کرتا تھا۔

اب وہ اس سے لپٹا کھڑا تھا۔ اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"حشام نے کہا تھا وہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہے گا"

اور آج روحان کو اسکی بات کی سمجھ آئی تھی۔ وہ دونوں بھائی می تھے اور ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتے تھے۔

جورڈن اسکی اس حرکت پر دنگ رہ گیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ جورڈن تم اس حوالی میں آئیے ہو۔"

روحان نے اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ ایک لمبی بات ہے۔ جس میں میرا معافی مانگنا بھی بتا ہے لیکن اس وقت تم سے

"محیک ہے--"

روحان اشبات میں سر ہلاتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

روحان لاونج میں آیا تو حانم صوفے پر بیٹھی تھی اور اسکے پاس وہیل چھوئی رپر ایک لڑکی بیٹھی تھی جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔

"شمائل نیازی-- اور بھی ملتان میں"

روحان کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ وہیل چھوئی رپر تھی۔

روحان کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نی ابھری تھی۔

"میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں-- میں نے اپنی ضد اور انا میں تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی اور اپنی طرف سے لے بھی چکی تھی-- لیکن میں بھول گئی تھی یہ دنیا مکافات عمل ہے۔ دیکھو آج میں چلنے کے قابل نہیں میں خود کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا--" وہ ندامت و شرمنگی لینے کہہ رہی تھی۔

"آپکو کیا لگتا ہے مس شمائیل نیازی کہ مجھے خبر نہیں ہو گی میرے ساتھ یہ حادثہ کس نے کروایا تھا--؟"

روحان کی مات روہ یونکی تھی۔

"ٹھیک ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا اور سراغ بھی لگایا تھا۔ لیکن جب پتا چلا کہ اس حادثے کے پیچے تمہارا ہاتھ تھا تو خاموش ہو گیا اور معاف کر دیا۔ شاید تم اپنی جگہ ٹھیک تھی۔"

شمائل اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہوا تھا کہ اسکے سامنے بیٹھا شخص آر جے ہی تھا۔

"میں آر جے نہیں ہوں۔ آپکا تعلق اور دشمنی آر جے سے تھی۔ میں روحان جبیل ہوں مجھ سے نا آپکا کوئی تعلق ہے اور نا کوئی دشمنی۔" وہ جیسے اسکی سوچ پڑھ گیا تھا۔

شمائل کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ بڑے حادثے بڑے بڑے لوگوں کا غرور تواریخیتے ہیں۔ اور شمائل نیازی بھی منہ کی کھاچکی تھی۔

"تمہیں اب واپس آجانا چاہیئے روحان بیٹا انور کو تمہاری ضرورت ہے" ڈاکٹر باسط اسے لندن واپس جانے کا کہہ رہے تھے۔ سب کچھ ادھورا تھا۔

یہاں ملتان کی زمین میں حشام دفن تھا۔ روحان کا دل نہیں کرتا اس شہ کو چھوڑ جانے کو۔

"میں کوستش کروں گا--"

"کوشش نہیں تمہیں جلد آنا ہوگا-- اور حشام بھی تو یہی چاہتا تھا ناکہ تم بہت آگے جاؤ"

"جی--"

روحان نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے امید ہے تم سب سنہال لو گے کیونکہ تم اب حشام ہو--"

روحان نے اپنے سامنے کھڑے جوڑن سے کہا تھا۔

وہ اور حانم لندن واپس جا رہے تھے۔

"اپنے حشام پر پورا بھروسہ رکھو-- سب ٹھیک ہو جائے گا--"

اس نے مسکرا کر یقین دلایا تھا۔

بی جان نے حانم کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

وہ انکے حشام کی پسند تھی اور انکے شاہ بیٹے کی بیوی--

بی جان کو وہ ہر لحاظ سے عزیز تھی۔

ایک بو جھل شام میں ڈھیروں دعاؤں کے حصار وہ دونوں لندن کیلیتے روانہ ہو چکے تھے۔

وہ کلف لگے سفید کپڑے پہنے، کندھوں پر سیاہ چادر پھیلائی سے لاونچ میں اس دیوار کے سامنے کھڑا تھا جس پر ایک تصویر لگی تھی۔

حشام جبیل کی تصویر،

وہ بھی کلف لگے سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، کندھوں پر چادر پھیلائی سے، ٹانگ پر ٹانگ جمائی سے وہ خوبصورتی سے مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں الوہی سی چمک تھی۔ تصویر کے باہر کھڑا حشام تصویر کے اندر موجود حشام کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو آج میں نے بہت کچھ سنہمال لیا ہے۔" جیسا تم چاہتے تھے۔ تم نے اپنی آخری خط میں جو جو کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا ہے۔ بس ایک کام رہ گیا ہے۔ سب سے اہم کام۔ میں کل پیرس جا رہا ہوں۔ تم دعا کرنا کہ وہ مان جائیے۔" وہ تصویر سے مخاطب تھا۔

واقعی اس نے سب سنہمال لیا تھا۔ علاقے کے معاملات۔ گدی پر بیٹھنے کے معاملات، سید جبیل اس سے بہت خوش تھے۔

"میں پتا ہے انسان زندہ ہوئے ہوئیے دنیا ح کرتا ہے اور کم نے مر سب پھر ح کر لیا۔"

وہ نم آنکھیں لیتے کہہ رہا تھا۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ روحان اور حanim کو ملوا گیا تھا۔

وہ بی جان اور سید ضیاء جبیل کے درمیان کی سرد مہری کو ختم کر گیا تھا۔

وہ اسے اس خاندان کا حصہ بنان گیا تھا۔

وہ سید جبیل کو انکی خود ساختہ روایات سے باہر نکلنے پر مجبور کر گیا تھا

اس نے کیا خاص کام کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس نے صرف محبت کی تھی۔

ہر شخص سے۔ انسان سے محبت کی تھی اس نے۔ اور آج محبت نے اسے فاتح بنادیا تھا۔

"حشام بیٹا۔"

عقب سے بی جان کی آواز ابھری تھی۔

وہ پونک کر سیدھا ہوا۔

"جی بی جان۔۔؟"

وہ انکی طرف بڑھا تھا۔

"میرا بیٹا اہم مقصد سلیتے جا رہا ہے-- اللہ اسے کامیاب کرے-- آئین--"
بی جان نے اسکا صدقہ اتارا تھا۔ انکی آنکھیں جھلمنلا رہی تھیں۔

"آپ فکر نا کریں میں کامیاب لوؤں گا--"
وہ پڑا عتماد تھا۔

"مجھے یقین ہے میرے بچے-- یقین ہے مجھے--"
بی جان نم آنکھوں سے مسکرا دی تھیں۔

آج دو نومبر تھا۔ ماہی اسی گکہ پر بیٹھی تھی جہاں پہلی بار اسے حشام جبیل ملا تھا۔ اس نے کہا
تھا وہ دوبارہ یہیں ملے گا۔
اور ماہی کو یقین تھا۔

اسکی دنیا جیسے اجر گئی تھی۔ چہرے کی ادا سی آنکھوں کی ویرانی۔ وہ ایک زندہ لاش لگتی
تھی۔ لیکن پھر بھی اسکے ملنے کے انتظار میں تھی۔

کتنے مہینے گز گئے تھے۔ لیکن اسکے وجود میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ ساکت پتلیوں سے ٹاور کو گھور رہی تھی جب اسکی آنکھوں کی پتلیوں میں جیسے جنبش ہوئی تھی

ایک لڑکا جو اس سے کافی فاصلے پر تھا چلتا ہوا ٹاور کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر تھیک اسی جلہ پر جا کر رک گیا تھا جہاں حشام اسے پہلی بار کھڑا نظر آیا تھا۔

"حشام--"

ماہی کے لب پھر پھرائی سے تھے۔

"حشام--"

وہ اٹھتے ہوئے چلائی می تھی اور اس طرف بھاگی تھی جہاں وہ کھڑا تھا۔

ہانپتی کانپتی وہ اس تک پہنچی تھی جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹاور کو گھو رہا تھا۔
ماہی نے کندھے سے پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ وہ اس وقت پاگل نظر آرہی تھی۔
اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی می تھی۔

"جو۔۔ جور ڈن تم--؟؟"

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا وہ وہی تھا۔۔ حشام جیسا۔۔ لیکن جور ڈن۔۔؟؟

"سوری۔۔ آپکو غلط فہمی ہوئی می ہے۔۔ میرا نام حشام بن جبیل ہے۔۔"
وہ آنکھوں سے چشمہ اتارتے ہوئے بتا رہا تھا۔

ماہی کے چہرے کارنگ فق ہوا تھا۔

ماہی بے یعنی سے اسے دیلھ رہی گی۔ وہ واسعی حشام جبیل لک رہا تھا۔۔۔ چہرے پر وہی نرم سی مسکراہٹ۔۔۔ آنکھوں میں وہی محبت لوٹاتی الوہی سی چمک۔۔۔

وہ جورڈن تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔

"میں تمہیں یہیں ملوں گا۔"

حشام جبیل نے وعدہ کیا تھا اور آج وہ واقعی آگیا تھا۔۔۔ وہیں اسی جگہ پر۔۔۔ انہی کپڑوں میں۔۔۔ سفید شرت پر کالی جیکٹ پہنے۔۔۔

وہ حشام جبیل تھا۔۔۔ اسکی شکل حشام سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔۔۔ شاید وہ دونوں بھائیوں تھے اس لیتے۔

جبکہ جورڈن تو جیسے ایک جانور تھا۔۔۔ جانوروں جیسے کمر پر بکھرے لمبے بال،
چہرے پر کرختگی، الفاظ میں سختی جبکہ آنکھوں میں نفرت۔۔۔ یہ جورڈن تو نہیں تھا۔۔۔
یہ تو حشام جبیل تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

ماہی ایک قدم پیچھے ہوئی می تھی۔

"میری بات سنو ماہی۔۔۔"

"سم حشام میں ہو۔۔ سم اسلی جکہ میں لے سلتے۔۔"
وہ بیجانی انداز میں چلائی می تھی۔

"میری بات تو سنو۔۔"
حشام اسکی طرف لپکا تھا۔
"نمیں سننی مجھے کوئی می بات۔۔"
وہ پاگل ہو گئی می تھی اور پھر وہاں سے بھاگی تھی۔

"تمہارے لیئے میرے پاس حشام کی طرف سے ایک پیغام ہے۔۔"
ماہی کے قدم ساکت ہوئیے تھے۔
اس نے پٹ کر بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

حشام پروقار طریقے سے چلتا ہوا اسکی طرف آیا تھا۔
ماہی کو ایک بار پھر اس پر حشام کا ہی گمان ہوا تھا۔
اور کیوں نا ہوتا وہ اب تھا ہی حشام جبیل

"یہ لو۔۔"

حشام نے جیکٹ کی جیب سے ایک لفافہ نکال کر ماہی کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ تمہارے حشام کا تمہارے لیئے آخری پیغام ہے--"

اسکی بات سن کر ماہی کا سانس اٹکا تھا جیسے۔۔

اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر عقیدت سے وہ لفافہ تھاما تھا جس میں حشام کا آخری خط تھا۔

جو ماہیں حمدان کیلئے آب حیات کی مانند تھا۔

"میرے لیئے-- حشام کا خط--"

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بھر رہے تھے۔

"مجھے آپکے آنسو تکلیف دیتے ہیں مس ماہیں حمدان--"

وہ جذبات سے چور لجھے میں کہہ رہا تھا۔

ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔ یہ تو اسکے حشام کا لمحہ تھا۔ وہ ایسے پکارتا تھا اسے اور

ہسپتال میں بھی ایسے ہی پکارہ تھا۔

ماہی کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا۔ اسکے پھرے پر حیرانی پھیلی تھی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے حشام جبیل کو دیکھ رہی تھی۔

اور پھر بھاگنے والے انداز میں تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

پیچھے حشام کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

لھر آئے کے بعد سُنی ہی دیر وہ اس خط کو آنکھوں سے لکھیے نیچھی رہی تھی۔ وہ اسلئے حشام نے اسکے لیئے لکھا تھا۔ ماہی کو یقین نہیں ہوا تھا۔

رات کے ناجانے کو نے پھر اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ خط کھولا تھا

"وہ نام لیتی ہے اور جان ڈال دیتی ہے
الگ مزاج ہے اور معجزاؤں جیسا ہے"

ماہین حمدان کے نام،

ایک خوبصورت شعر اسکا نام خط کے شروع میں چمک رہا تھا۔ ماہی کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسا اسکا خط نہیں بلکہ حشام خود اس سے مخاطب ہو۔

"وہ نام لیتی ہے اور جان ڈال دیتی ہے
الگ مزاج ہے اور معجزاؤں جیسا ہے"

ماہین حمدان کے نام،

ایک خوبصورت شعر اسکا نام خط کے شروع میں چمک رہا تھا۔ ماہی کے ہوٹوں پر دللت
مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسا اسکا خط نہیں بلکہ حشام خود اس سے مخاطب
ہو۔

"سمجھ نہیں آرہا کیا لکھوں _____ پچھلے کئی گھنٹوں سے میں قلم ہاتھ میں لئے بیٹھا
ہوں _____ ایک اتنی اچھی شخصیت کیلئے کیا لکھوں الفاظ نہیں مل رہے--
میں جانتا ہوں جب تم اس کاغذ کے ٹکڑے کو پڑھوں گی تب تک میں دوسرے جہاں میں جا
چکا ہوں گا _____

یہ ایک تکلیف دہ فعل ہے، لیکن میں مطمئن ہوں،
ماہین حمدان میں جب بھی آپکو دیکھتا ہوں حیران ہوتا ہوں، یقین نہیں ہوتا کوئی اتنی
لبے لوں محبت کیسے کر سکتا ہے؟؟
کوئی اتنا اعلیٰ ظرف کیسے ہو سکتا ہے کہ کم ظرف حشام جبیل سے اتنی محبت کرے؟؟
مجھے لگا تھا "محبت" صرف حشام جبیل نے کی ہے لیکن جب ماہین حمدان کی محبت کو دیکھا تو
دل رک سا گیا تھا،
وہ رات، جب جور ڈن حشام کو ختم کرنا چاہتا تھا اس رات مجھ پر ماہین حمدان کی محبت کی شدت
عیاں ہوئی تھی _____ کوئی اپنی محبت کیلئے کسی شخص کے پاؤں کیسے پکڑ سکتا ہے؟؟

اور اسی رات مجھ پر ایک اور محبت آشکار ہوئی می گھی۔

جو رُدن بن جبیل کی محبت ____ حیران کن،

ماہی کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ ناجانے وہ کس راز سے پرده اٹھانے والا تھا۔

"آپکو پتا ہے ماہین ایک انسان جسکے پاس جان لینے کے سارے اختیارات ہوں اور پھر وہ جان بخش دے تو کیسی الگتا ہے ؟؟

ہم عام لوگوں کیلئے یہ ایک معجزہ ہوتا ہے، اور ایسے معجزے صرف محبت میں ہوتے ہیں۔ !!

میں نے اس رات دو پاگلوں کو دیکھا تھا، دونوں ہی محبت میں پاگل تھے،
ایک جان بچانے کیلئے پاگل تھا،
اور دوسرا جان بچانے والے کیلئے،

میں نے ان آنکھوں میں نفرت کی چنگاریوں کو محبت کی برسات میں بُجھتے دیکھا تھا۔

میں اکثر سوچتا تھا کہ ماہین حمدان جیسی لڑکی جو حشام جبیل سے عشق کرتی ہے، حشام جبیل اسے اپنا کیوں نہیں لیتا؟؟

اگر حشام جبیل چاہتا تو غلط بھی کر سکتا تھا،

انسان نظر بھر کر دیلہ بھی مہیں سکتا،
شاید کوئی اور اس سے عشق کرتا ہے، اور یہ عشق کب شروع ہوا ماہین حمدان اپھے سے
جانتی ہے،

پتا ہے اس رات اس لڑکے نے میرا دل جیت لیا تھا صرف اس وجہ سے نہیں کہ اس نے
میری جان بخشتی تھی۔۔ بلکہ اس لئے کہ اسکی نفرت پر محبت بھاری پڑ گئی تھی، جس انداز
سے اس نے گن کو نیچے پھینکا تھا، جتنی اسکی آنکھوں میں اذیت تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے،
ماہی کو وہ رات یاد آگئی تھی جب جور ڈن نے اسکی منتیں کرنے پر حشام کی جان بخشدی
تھی،

مجھے امید ہے آپ اسکا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گی، آپ اعلیٰ ظرف ہیں ۔۔ اور میں یہ بھی
جانتا ہوں کہ دو نومبر کو حشام جبیل اسی جگہ آپ سے ملے جس جگہ وہ پہلی بار ملے گا،
اور اس بار حشام جبیل ماہین حمدان سے اسکا ساتھ مانگے گا، اور مجھے امید ہے ماہین حمدان انکار
نہیں کرے گی،

ماہی کا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ حشام نے اس سے کی مانگ لیا
تھا؟

وہ آنکھیں بھاڑے اسکے الفاظ مر غور کر رہی تھیں۔۔

یہ میری آخری خواہش ہے _____ اسے میری گزارش مجھ لیں، محبت کو دم توڑ لے مت دیجیئے
گا،

اور رہی بات حشام جبیل اور ماہین حمدان کے رشتے کی تو حشام جبیل کو ماہین حمدان سے محبت
نہیں لیکن عقیدت ضرور ہے، ماہین حمدان کی محبت سے حشام جبیل کو عقیدت ہے بے انتہا،
بے پناہ _____ !!

ایک کم ظرف انسان
حشام بن جبیل

وہ الفاظ نہیں تھے، جانے کیا تھے؟
ماہی کو سمجھ نہیں آہتا تھا کہ وہ ہنسے یاروئیے، وہ اسکا خط اسکے الفاظ پڑھ کر ہنسی تھی اور
اسکی گزارش پر پھوٹ پھوٹ کر روڈی تھی۔

"مجھ کو معلوم نہ تھی ہجر کی یہ رمز، کہ تو
جب میرے پاس نہ ہو گا تو ہر سو ہو گا"

موبائل پر ہوتی بیل نے حانم کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔
کہ — سید سعید شاہ — سے تھا

اس نے لمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی میں لمرہ کافی حد تک صاف ہو چکا تھا۔
پھر اس نے آگے بڑھ کر میز کی دوسری جانب رکھے موبائل کو اٹھایا تھا۔
ماہم کی کال تھی۔

"کیسا لگا لندن؟؟"

سلام و دعا کے بعد ماہم نے پوچھا تھا۔

"لندن ایک قدیم شر ہے اور تم جانتی ہوں ماہم کہ مجھے قدمت پسند ہے"
حامنم نے کھڑکی سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ باہر بڑے بڑے قدیم گھر تھے۔
اور سامنے ہی سبیل کا گھر تھا جہاں روحان پہلے رہتا تھا۔
لیکن جب وہ حامنم کو لندن لے کر آیا تو اس نے گھر بدل لیا تھا۔

"روحان بھائی می کیسے ہیں؟؟"

ماہم نے سوال کیا تھا۔

"اچھے ہیں _____ خاموش ہو چکے ہیں رات گئی سے تک باہر رہتے ہیں _____ !!"
حامنم نے ایک گھری سانس لیتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"خیال رکھا کرو انکا۔ اکیلے ہو چکے ہیں وہ--"

۔ ۔ ۔ نہ س تھے

اور حاکم نے اشبات میں سر ہلا دیا تھا۔

آج روحان کو النور کا ہسپڈ بنایا جانا تھا۔ وہ پورا د وہاں مصروف رہا تھا۔
اسے حانم سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ ورنہ وہ روزانہ اس سے دن میں دو تین بار
فون کرتا تھا۔

چھوٹی سی تقریب سے فارغ ہونے کے بعد، جس میں النور کو اسے سونپ دیا گیا تھا، روحان نے
موباائل نکالا تھا۔

وہ حانم کو فون کرنے والا تھا جب اچانک ابھی کی طرف سے بھیجی گئی میں ایک تصویر کو دیکھ
کر حیران رہ گیا تھا۔

وہ جیسی تھی۔۔ جیسی مارٹر، جسکے ساتھ مل کر کبھی اس نے گانے گائے تھے۔

اس نے خودکشی کر لی تھی۔ روحان کیلئے یہ خبر کافی حیران کن تھی۔

اسے یقین نہیں ہوا تھا کہ جیسی جیسی لڑکی خودکشی کر سکتی تھی۔

اس نے فوراً انٹرنیٹ پر جیسی کے متعلق سرچ کیا تھا۔

لوگ کافی صدمے میں تھا۔ وہ اچھی گلوکارہ تھی۔

کچھ لوگ اسکی خودکشی سے دکھی تھے جبکہ کچھ لوگ اسے قتل کردار دے رہے تھے۔

روحان کھری سوچ میں پڑھ کیا تھا۔

"تم لوگوں نے کہا تھا کہ آر جے مرچکا ہے-- لیکن نہیں وہ زندہ ہے-- اور اس روپ میں زندہ ہو گا میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔"

یہ وہی سیاہ کھڑکیوں اور دیواروں والا کمرہ تھے۔

اور اس تکونی میز کے گرد آج سالوں بعد بھی وہی تین لوگ موجود تھے۔ ایک بس اور دونوں وہ۔

"باس آپکو غلط فہمی ہوئی ہے-- آر جے مرچکا ہے--"

لمرٹکی جو کہ سر سے پاؤں تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"آر جے زندہ ہے-- اور اس لڑکے کو دیکھ رہے ہونا-- یہ آر جے ہی ہے-- پہلے میں اسے زندہ چاہتا تھا۔ اپنے مقصد کیلیئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔" لیکن اب یہ دشمنوں میں شمار ہو چکا

ہے-- اسے ہر حال میں ختم کرنا ہو گا۔ ہر طرح سے--"

باس کے چہرے پر کرتگی چھائی تھی۔

وہ لمرٹکی اور لڑکا اشبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھے۔

شام چار بجے کا وقت تھا جب حاصلہ کی آنکھ ٹھلی ہی۔ وہ کافی دیر سوئی رہی ہی۔ اس لئے سب سے پہلے بیدڑ پر ہی تھوڑا فاصلے پر رکھا موبائل اٹھایا تھا۔ روحان نے اسے کافی دفعہ فون کیا تھا لیکن چونکہ موبائل سائی لنٹ پر تھا اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔

"اوو چار بج گئیے-- آج تو روحان کا مذکورہ ہے--"

وہ ایک دم اچھلی تھی اور پھر بیدڑ سے نیچے اتر کر ٹی وی روم کی طرف بھاگی تھی۔ اسے روحان کے لیکچر سننا اچھا لگتا تھا۔

"صرف اسلام ہی کی پیروی کیوں؟؟"

"تمام مذاہب لوگوں کو اچھے کام کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، پھر ایک شخص کو اسلام ہی کی پیروی کیوں کرنی چاہیے؟ کیا وہ کسی دوسرے مذہب کی پیروی نہیں کرسکتا؟"

روحان سے سوال کیا گیا تھا۔ حانم آنکھیں سکیڑے غور سے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ وہ روحان کا جواب سننا چاہتی تھی۔

"تمام مذاہب بنیادی طور پر انسان کو سچ راہ پر چلنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن اسلام ان سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ ہمیں صحیح راہ پر چلنے اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے برائی کو خارج کرنے میں عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام انسانی فطرت اور معاشرے کی پیچیدگیوں کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسلام خود خالق کائنات کی طرف سے رہنمائی ہے۔ اس لیے اسلام کو دین فطرت، یعنی انسان کا فطری دین کہا گیا ہے۔ اسلام اور دوسرے مذاہب کا بنیادی فرق درج ذیل امور سے واضح ہوتا ہے،

اسلام اور ڈاکہ زنی کا تدارک:

تمام مذاہب کی تعلیم ہے کہ ڈاکہ زنی اور چوری ایک بُرا فعل ہے۔ اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے، پھر اسلام اور دوسرے مذاہب میں فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ اسلام اس کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ کہ ڈاکہ زنی اور چوری بُرا کام ہے۔ اسیاً سماجی ڈھانچہ بھی فراہم کرتا ہے جس میں لوگ ڈاکے نہیں ڈالیں گے۔ اس کے لیے اسلام درج ذیل انسدادی اقدامات تجویز کرتا ہے۔

زکوٰۃ کا حکم:

اسلام انسانی فلاح کے لیئے زکوٰۃ کا نظام پیش کرتا ہے۔ اسلامی قانون کہتا ہے کہ ہر وہ شخص جس کی مالی بحث نصا، 85 گرام سونے ماس کی مالیت کو پہنچ جائے تو وہ ہر سال اس

میں سے اڑھانی فیصلہ اللہ کی راہ میں سسیم کرے۔ اگر ہر امیر حص ایمانداری سے زکوٰۃ ادا کرے تو اس دنیا سے غربت، جو ڈاکہ زنی کی اصل محکم ہے، ختم ہو جائے گی اور کوئی شخص بھی بھوک سے نہیں مرے گا۔

چوری کی سزا:

اسلام چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطُلُوْا أَيْرِبِيمَهَا جَزَاءً بِمَا كَسْبَاهُنَّا لَا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورۃ المائدہ ۵ آیت)

(38)

"چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ کی طرف سے ان دونوں کے کیئے ہوئے جرم کی سزا ہے۔ اور اللہ بہت طاقتوں اور بہت حکمت والا ہے۔"

اس پر غیر مسلم یہ کہ سکتے ہیں کہ "20 ویں صدی میں ہاتھ کاٹے جائیں؟ اسلام تو ایک ظالم اور وحشیانہ مذہب ہے" لیکن ان کی یہ سوچ سطحی اور حقیقت سے بعید ہے۔

عملی نفاذ:

امریکہ کو دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے۔ بد قسمتی سے وہاں جرائم، چوری، دلکشی، وغیرہ کو شرعاً بھی سب سے زیادہ سے۔ فرض کرو، کہ امریکہ میں، اسلامی شریعت نافذ کی

جانی ہے اور ہر امیر آدمی نصاب کے مطابق ، یوں 85 کرام سولے سے زائد مال پر ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور ہر چور کا ہاتھ سزا کے طور کاٹ دیا جاتا ہے تو کیا امریکہ میں چوری اور ڈکیتی کی شرح بڑھ جائے گی ، کم ہو جائے گی ، یا اتنی ہی رہے گی ؟ یقیناً کم ہوگی ۔ مزید برآں یہ سخت قانون ممکنہ چوروں کو ازنکا ب جرم سے روکنے میں مدد گار ثابت ہوگا ۔

میں اس بات سے مستفیق ہوں کہ اس وقت دنیا میں چوری کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اگر قطرید کی سزا نافذ کی گئی تو لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کے ہاتھ کٹلیں گے ۔ لیکن یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ جو نہی آپ اس قانون کو نافذ کریں گے ۔ چوری کی شرح فوری طور پر کم ہو جائے گی ، تاہم اس سے پہلے اسلام کا نظام زکوٰۃ کار فرما ہو اور معاشرے میں صدقات و خیرات اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور غریبوں اور ناداروں کی مدد کا جذبہ فراواں ہو اور پھر سزاوں کا نظام نافذ ہو تو چوری کرنے والا پچوری کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا کہ وہ اپنا ہاتھ کٹنے کا خطرہ مول لے رہا ہے ۔ عبرتاک سزا کا تصور ہی ڈاؤں اور چوروں کی حوصلہ شکنی کرے گا، بہت کم چوری کریں یا ڈاکہ ڈالیں گے ۔ پھر چند ہی عادی مجرموں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور لاکھوں لوگ چوری اور ڈکیتی کے خوف کے بغیر سکون سے رہ سکیں گے ۔ اس طرح اسلامی شریعت کے عملی نفاذ سے خوشگوار نتائج بھی برآمد ہوں گے ۔

عورتوں کی عصمت دری کا سدباب :

تمام مذاہب کے نزدیک عورتوں سے چھیر چھاڑ اور ان کی عصمت دری ایک سلسلیں جرم ہے۔ اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے۔ پھر اسلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات میں فرق کیا ہے؟؟ فرق اس حقیقت میں مضمرا ہے کہ اسلام محض عورتوں کے احترام کی تلقین ہی نہیں کرتا اور خواتین سے چھیر چھاڑ اور ان کی عصمت دری جیسے سنگین جرائم سے نفرت ہی نہیں کرتا بلکہ اس امر کی بھرپور رہنمائی بھی کرتا ہے کہ معاشرے سے ایسے جرائم کا خاتمه کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے آپ درج ذیل زین اصول ملاحظہ کیجیئے:

مردوں کے لیے حجاب :

اسلام کے حجاب کا نظام اپنی مثال ہے۔ قرآن مجید پہلے مردوں کو حجاب کا حکم دیتا ہے اور پھر عورتوں کو۔ مردوں کے حجاب (پرده) کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

قُلْ لِلّٰهِ مِنِّيْنَ يَغْضُوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَخْفَظُوا فُرُونِجَمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (سورة النور

(30) آیت 24

"(اے نبی!) مومن مردوں سے کہ دیکھیئے کہ وہ اپنی نگاہیں نجی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور اللہ ان تمام باتوں سے نجوبی واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

— — — شہ کا ہر رکھ نہ ہر

عورتوں کے لیے حجاب:

عورتوں کے حجاب کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَمَخْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهُنَا وَلِيَضْرِبُنَّ
ثِخْمُرٍ هِنَّ عَلَى جُبُودِهِنَّ وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِيَبْعُدُوا لَتِّينَ أَوْ آبَاءِ بُعْوَلَتِّينَ أَوْ أَبْنَاءِ
بُعْوَلَتِّينَ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَاءِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكُتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ الْئَاعِنَ غَيْرِ أُولَيِ
الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الْطَّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهِرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (سورة النور 24 آیت 31)

"(اے نبی) مؤمن عورتوں سے کہ دیکھیئے کہ وہ اپنی نگالیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی نمائش نہ کریں سو اس کے جواز خود ظاہر ہو۔ اور ان کو چاہیئے کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہر پر یا اپنے باپ پر یا اپنے سسر پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر یا اپنے دائیں ہاتھ کی ملکیت (کنیزوں) پر یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے لوگوں پر یا عورتوں سے چھپی باتوں سے ناواقف لڑکوں پر، اور وہ (عورتیں) اپنے پاؤں زور زور سے زمین پمارتی نہ چلیں کہ ان کی زینت ظاہر ہو جائے جسے وہ چھپاتی ہیں۔ اور اے مومنو! تم سب اللہ سے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورة النور 24 آیت 31)

حفاظتی حصار:

اللہ تعالیٰ حجاب کا حکم کیوں دیتا ہے؟ اس کی وضاحت سورۃ الاحزاب کی مندرجہ ذیل آیت میں کی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا زُوْجَكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يَدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرِفُنَّ
فَلَا يُؤْذِنَنَّ وَكَانَ اللَّهُ عَفْوًا رَّحِيمًا (سورۃ الاحزاب آیت 33) (59)

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہ دیکھیئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ لیا کریں (جب وہ باہر نکلیں) یہ (بات) ان کے لیے قریب تر ہے کہ وہ (حیا دار مؤمنات کے طور پر) پہچانی جائیں اور انہیں ایذا نہ دی جائے (کوئی چھیر چھاڑ نہ کر سکے) اور اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

قرآن کے مطابق حجاب کا حکم عورتوں کو اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ باحیا عورتوں کے طور پر پہچانی جاسکیں اور چھیر چھاڑ سے محفوظ رہیں۔

عصمت دری کرنے والے کے لیے موت کی سزا:

اسلامی شریعت عصمت دری کرنے والے کی سزا موت قرار دیتی ہے (ڈاکٹر ذاکر نائیک نے عصمت دری کرنے والے (Rapist) کی سزا کو "سزا لئے موت" لکھا ہے جبکہ اسلامی

ترجم (سنگسار) اور کوڑے۔

زانی اگر شادی شدہ ہے تو رجم (سنگسار) کیا جائے گا اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی (یا قید) کی سزا دی جائے گی۔۔ غیر مسلم خوفزہ ہوں گے کہ اتنی بڑی سزا! بہت سے لوگ اسلام کو وحشی اور ظالمانہ مذہب قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ سوچ غیر حقیقت پسندانہ ہے۔ میں نے یہ سوال سینکڑوں گیر مسلموں سے پوچھا ہے کہ فرض کبھیئے خدا نخواستہ کوئی آپ کی بیوی، آپ کی ماں یا آپ کی بہن کی عصمت دری کرے اور آپ کو منصف بنایا جائے اور جرم کرنے والے کو آپ کے سامنے لایا جائے۔ آپ اس کے لیے کیا سزا تجویز کریں گے؟ سب نے کہا: "ہم اسے قتل کر دیں گے۔"

اور کچھ اس حد تک گئے کہ "ہم اس کے مرنے تک اسے تشدد سے ترپاتے رہیں گے۔" اب اگر کوئی آپ کی بیوی یا بیٹی یا آپ کی ماں کی عصمت دری کرے تو آپ اس مجرم کو قتل کرنا چاہیں گے۔ لیکن جب کسی اور کی بیوی، بیٹی یا ماں کی عصمت دری کی جاتی ہے تو مجرم کے لیے سزاۓ موت و حشیانہ کیوں کہا جاتا ہے؟ آخر یہ دوہرا معیار کیوں؟

امریکہ میں عصمت دری کے روز افزوں واقعات:

امریکہ کو دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے۔ 1990ء کی ایف بھی آئی کی رپورٹ کے مطابق عصمت دری (Rape) کے 1,02,555 مقدمات درج کئے گئے۔ اس

1990ء میں پیش آمدہ عصمت دری کے واقعات کی اصل تعداد معلوم کرنے کے لیے 16/100 یعنی 6.25 سے ضرب دی جائے تو وہ 6,40,968 بنتی ہے۔ اور اگر اس مجموعی تعداد کو سال کے 365 دنوں سے تقسیم کیا جائے تو روزانہ اوسط 1,756 نکلتی ہے۔

بعد کی ایک اور رپورٹ کے مطابق امریکہ میں اس برس عصمت دری کے اوستاً 1900 واقعات روزانہ پیش آئے، امریکی محکمہ انصاف کے نیشنل کرامم سروے بیورو کے اعداد و شمار کے مطابق صرف 1996ء میں آبرویزی کے 3,07,000 واقعات کی رپورٹ کی گئی اور یہ اصل تعداد کا صرف 31 فیصد تھی۔ اس طرح عصمت دری کے واقعات کی اصل تعداد 9,90,332 بنتی ہے جو دس لاکھ کے قریب ہے۔ گویا امریکہ میں اس سال ہر 32 سکینڈ کے بعد عصمت دری کا ایک واقعہ پیش آیا۔ ہو سکتا ہے اب امریکہ میں ایسے گھاؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے والے اور دلیر ہو گئے ہوں۔ 1990ء کی ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق وہاں عصمت دری کے جتنے بھی واقعات کی رپورٹ کی گئی ان کے مجرموں میں سے صرف 10 فیصد گرفتار کئے گئے جو زانیوں کی کل تعداد کا صرف 1.6 فیصد تھے۔ اور گرفتار شدگان میں سے بھی 50 فیصد کو مقدمے کی نوبت آنے سے پہلے ہی چھوڑ دیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ صرف 0.8 فیصد مجرموں کو مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے لفظوں میں اگر ایک شخص 125 مرتبہ یہ جرم کرتا ہے تو اسے صرف ایک بار سزا ملنے کا امکان ہے۔ ایک دوسری رپورٹ کے مطابق 50 فیصد لوگ جن کو ان مقدمات کا سامنا کرنا پڑا انہیں ایک سال سے بھی کم قدر

لی سزا سنائی نئی۔ اکرچہ امریلی قانون کے مطابق ایسے جرم کے مرتلب افراد کی سزا سات سال قید ہے مگر پہلی دفعہ ایسا گھناؤنا جرم کرنے والے کے ساتھ حج نرمی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ ذرا تصور کریں کہ ایک شخص 125 دفعہ یہ جرم کرتا ہے اور اس کے مجرم ٹھہرائے جانے کا امکان ایک فیصد ہوتا ہے اور اس میں بھی نصف مرتبہ حج کا رویہ اختیار کرتے ہوئے اسے ایک سال سے بھی کم کی سزا دیتا ہے۔ اور 2018 میں 101,151 کیس رپورٹ ہوئیے ہیں۔

اسلامی شریعت کی برکت:

فرض کریں امریکہ میں اسلامی شریعت کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی عورت کی طرف دیکھا ہے تو وہ اپنی نگاہ پنجی کر لیتا ہے اور ہر عورت اسلامی حجاب، یعنی پردے میں رہتی ہے اور اس کا پورا جسم سوا لے ہاتھوں اور چہرے کے ڈھکا ہوتا ہے یا چہرہ بھی ڈھکا ہوتا ہے۔ اس صورتِ حال کے باوجود اگر کوئی عصمت دری کرتا ہے اور مجرم کو سزا لئے موت دی جاتی ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا کہ اس طرح عصمت دری کی شرح بڑھ جائے گی، وہی رہے گی یا کم ہو جائے گی؟ یقیناً شرح کم ہو جائے گی اور یہ اسلامی شریعت کے نفاذ کا با برکت نتیجہ ہوگا۔

اسلام میں تمام مسائل کا عملی حل:

اسلام بہترین طرز زندگی ہے کیونکہ اس کی تعلیمات محض نظریاتی ہی نہیں بلکہ وہ انسانیت کو درپیش مسائل کے عملی حل بھی پیش کرتی ہیں۔ لہذا اسلام انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر بہتہ

نتاج حاصل کرتا ہے۔ اسلام بہترین طرز زندگی ہے لیونہ یہ قابلِ حمل عالمیہ مذہب ہے جو سی ایک قومِ نسل تک محدود نہیں، اسی لیے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کو اپنا کر انسان اپنی شاہراہ حیات بالکل سیدھی بنانا کر اخروی زندگی میں کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اخروی کامیابی ہی حقیقی کامیابی ہے--!!

حanim نے دچپ نظروں سے ٹُی وی پر چلتی تقریر کو سنا تھا اور پھر اسکے چھرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

رات کے تقریباً پونے بارہ بجے کا وقت تھا۔ حanim نیند سے بوجھل آنکھیں لیتے لاونج میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔

وہ روحان کا انتظار کر رہی تھی۔ ملازمہ کب کی سوچکی تھی اور حanim کو شدید غصہ آیا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد روحان اندر داخل ہوا تھا۔ حanim کو صوفے پر بیٹھا دیکھ ہر وہ چونکا تھا۔
اسلام و علیکم!

روحان نے سلام کرتے ہوئے کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا۔

حanim اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس نے سلام کا جواب بھی دل میں ہی دیا تھا۔

ہے مجھے-- کافی بھول لی ہے--"

روحان نے بند آنکھوں سے کہا تھا۔ وہ صوف سے ٹیک لگائی سے بیٹھا تھا۔ حانم کا پارہ ہائی می ہوا۔

"جہاں اتنی رات تک رہتے ہیں وہاں کھانا بھی کھالیا کریں--"

حانم نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ وہ صوف سے اتر کر جوتے پس رہی تھی۔

روحان نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا یہ جواب حانم نے ہی دیا تھا؟؟

وہ لندن آنے کے بعد کافی پرسکون ہو گئی تھی۔ اسے کام بنا کے کر دیتی تھی۔
اور آج-- آج کیا ہوا تھا اسے؟؟

"لوگر سمجھا ہوا ہے مجھے-- پاگلوں کی طرح جاگتی رہوں-- ہنہ"

وہ ڈوپٹہ ٹھیک کرتی بڑبردا رہی تھی۔

روحان اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکا پھولا ہوا منہ دیکھ کر روحان کے چہرے پر گھری مسکراہست پھیل گئی تھی۔

"تمہارے غصہ میرے کھانا مانگنے پر آیا ہے یا لیٹ گھر آنے پر؟؟"

روحان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کافی تھکا ہوا تھا۔

سچ سچ چلے جاتا تھا رات دیر سے واپس آتا تھا۔ دن میں فون کر لیا کرتا تھا لیں بھی بات ہو جاتی تھی کبھی کبھی نہیں۔۔

وہ اتنا الجھ گیا تھا پچھلے دنوں میں کہ حانم پر دھیان ہی نہیں دے پا رہا تھا۔

"میں کوئی میشین نہیں ہوں جسے سارا دن اکیلے رکھا جائیے گا تو رہ لوں گی۔۔
میں سارا دن یہاں اکیلی ہوتی ہوں، آپکو احساس بھی ہے؟؟"
وہ کچن کی طرف قدم بڑھاتی غصے سے کہہ رہی تھی۔

روحان کو اسکا خالص بیویوں والے انداز میں شکوئے کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہے۔

"میں نے فون کیا تو تم نے اٹھایا نہیں۔۔"
وہ اسکے پیچھے لپکا تھا۔

"میں سوئی می ہوئی می تھی اس وقت"
حانم نے دوبدو جواب دیا۔

"تو اس میں کس کی غلطی ہے؟؟"
روحان نے پوچھا تھا۔

"آپی مسٹر روحان ببیل--"

حانم کا جواب سن کر روحان حیران رہ گیا تھا۔

"آپ نے اس وقت فون کیوں کیا جب میں سورہی تھی--"

وہ اب ساپن گرم کر رہی تھی۔

"مجھے کیسے پتا ہوگا تم اس وقت سورہی ہو؟؟"

وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا۔

"ہاں تو مجھے کیسے پتا ہوگا کہ آپ نے کس وقت فون کرنا ہے--؟؟"

حانم کا جواب سن کر روحان کا قہقہہ اجھرا تھا۔

اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ حانم سے کم از کم ان معاملات میں نہیں جیت سکتا۔

"سوری میں آئی نہ خیال رکھوں اور جلدی گھر آؤں گا--"

وہ اب سنبھیدہ لمحے میں کہہ رہا تھا آنکھوں میں البتہ شرارت ناج رہی تھی۔

حانم نے اسکا جواب سن کر کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا حانم کو واقعی نیند آرہی تھی۔

وہ اب سپاٹ سا چہرہ لیئے کھانا چھوٹی سی میز پر لگا رہی تھی جو کچن میں ہی رکھی تھی۔

اسے دیکھ کر جیسے روحان کی ساری تھکن اتر سی گئی تھی۔ وہ اب دلچسپ نظروں سے

کھانا لگانے کے بعد وہ کچن سے جانے لگی تو روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم نہیں کھاؤ گی؟؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے"

"اچھا چلو پاس تو بیٹھ سکتی ہو نا؟؟"

"جی نہیں مجھے نیند آئی ہے۔ میں مزید نہیں جاگ سکتی۔"

وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر جا چکی تھی۔

"یہ کیسے کرے گی مجھ سے محبت۔ اسکو تو نیند ہی بہت آتی ہے۔ سارا دن سوتی ہے۔ پھر رات کو بھی سوتی ہے۔ پھر بھی اسکی نیند پوری نہیں ہوتی۔ اور اوپر سے غصہ بھی مجھ پر ہی کرتی ہے۔"

روحان سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ اور پھر سر جھٹک کر میز کی طرف بڑھ گیا۔

کھانے کے بعد روحان جب کمرے میں آیا تو حانم سر تک کمبل تانے گئی نیند سوئی ہوئی تھی۔ کمرے میں ہیٹر کی گرمائی ش تھی۔

وہ جانتا تھا حاکم سے سردی برداشت میں ہوئی گی۔ پیرس میں بھی اسکا یہی حال تھا اور اب یہاں آکر بھی۔

"پاگل--"

روحان اسے دیکھ کر زیرلب بڑھایا تھا۔ چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اسکی نظروں کے سامنے تھی۔

وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ کچھ دنوں سے اپنے اکاؤنٹس میں کچھ غیر معمولی حرکات محسوس ہو رہی تھیں۔ آج وہ جائی زہ لینا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں تھا؟

اور اوپر سے جیلنی کی موت نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

اسے آج بھی وہ رات یاد تھی جب وہ جیلنی کے ساتھ جانے والا تھا لیکن اسکے پینڈنٹ میں اسے منی کیمراہ نظر آیا تھا۔

اسکے سو شل میڈیا اکاؤنٹس کو ہیک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اور آج سالوں بعد دوبارہ سے اسے وہی حرکات محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ سخیدہ چہرے کے ساتھ اپنی سکینگ آٹکوں کو لیپ ٹاپ پر جمائیے ہر چیز کا باریک بینی سے جائی زہ لے رہا تھا۔

کیجھ تو تھا جو ٹھیک نہیں تھا۔

اگلی صبح وہ کافی دیر سے جاگی تھی۔ روحان جا چکا تھا اس نے ناشتے کیلئے حانم کو نہیں اٹھایا تھا۔

"اچھا کیا نہیں اٹھایا اب انہیں یہ تو لگے گانا کہ میں ناراض ہوں اس لیئے نہیں اٹھی"

دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی اسکے موبائل پر تھر تھراہٹ ہوئی تھی۔ حانم نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو روحان کا ہی مسیح تھا۔

"گھر میں دھیان سے رہنا، بلاوجہ کسی کیلئے بھی دروازہ مت کھولنا، اور مشکوک افراد سے ہرگز بات مت کرنا، اور گھر سے باہر بھی مت نکلنا۔"

روحان کا مسیح پڑھ کر حانم کی تیوری چڑھی تھی۔

آج تو اس نے بستی (ٹاؤن) میں گھومنے کا ارادہ کیا تھا۔

آج ہی وہ اسے گھر میں رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔

"میں کوئی بھی نہیں ہوں جو یہاں کھو جاؤں گی میں باہر لازمی جاؤں گی۔"
حانم نے جواب دیا تھا۔

اسے خود سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اس سے کیوں ناراض تھی۔

خنوں سے ذرا اوپر تک کے اوور کوٹ میں وہ پوری طرح سے چھپ لئی می تھی۔
اپنے پسندیدہ چتنکی بند جوتے پہننے کے بعد چھاتہ لے کر باہر نکل گئی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو میں کوئی می چار سال کی بیگنی ہوں یا مجھے لندن کا نہیں پتا، بی جان سے
شکایت کرنی پڑے گی۔ مجھے یہاں قید کر کے رکھا ہے ____"
وہ زیر لب بڑھا رہی تھی۔

باہر موسم کافی سرد تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صح صح ہی شام کا گمان ہو رہا تھا۔
یقیناً کچھ دیر تک برف باری ہونے والی تھی۔

گھروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اچانک اسکی نظر ایک گھر پر پڑی تھی۔ ہر گھر کے
سامنے باڑ لگی تھی اور اندر جانے کیلئے جنگلے نما گیٹ۔

"ایلف آسکر--"

دروازے کے ایک طرف ایلف کا نام پڑھ کر وہ چونکی تھی۔

اس نے یہ نام پہلے بھی سنا تھا۔ اچانک ایک جھماکہ ہوا اور اسے یاد آگیا تھا۔ حشام نے یہ نام لیا
تھا ____ اس نام کی لڑکی کو روحان نے زنجیک کیا تھا۔

"اچھا تو موصوف کی پنکھیاں پر ادھر ہی رہتی ہیں--"

وہ خود سے مانیں کر رہی تھی۔

اپنے حلیے سے وہ ہر کمز کوئی می پاکستانی لڑکی میں لک رہی تھی۔ اسکا سر پہلے سکارف اور پھر اونی ٹوپی سے ڈھکا ہوا تھا۔

اور پورا جسم بھاری بھر کم کوت سے--
وہ بنا کسی خود کے ہرچیز کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"پاکستان والپس چلیں--"

حشام پوچھ رہا تھا۔ جب ماہی کی آنکھیں رونے سے سوچھ چکی تھیں۔

"اس طرح سے روؤگی تو آپکے حشام کو سکون کیسے ملے گا۔؟؟"
اسکے کچھ نا بولنے پر وہ دوبارہ پوچھ رہا تھا۔

"سنو۔۔ بہت ہو گیا یہ رونا دھونا۔۔ بی جان بہت خفا ہیں، انہیں رونے دھونے والی بھو نہیں پسند۔۔"

ماہی نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ عجیب تھا وہ شخص جانتا بھی تھا وہ پور پور کسی اور کی محبت میں ڈوبی تھی۔ پھر بھی۔۔؟؟

"سید حولی کی شان کے برابر ایک ہی لڑکی ہے اور وہ آپ ہیں مس ماہین حمدان۔۔"
حکایہ سیکھا

"میری لو اسٹوری تھوڑی بحیب ہے، ہاں میں جانتا ہوں میں ایک جنتی انسان ہوں، جب میں پہلی بار ماہین حمدان سے ملا تھا تو اسکا سر پھاڑ دیا تھا _____ لیکن یقین کرو میں ماہین سے حشام کی طرح محبت کرتا ہوں--"

Hasham Jibil نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔

اور ماہی-- وہ تو Hasham Jibil کی آخری خواہش سے بندھ گئی تھی _____

"آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے کبھی محبت نہیں ہوگی، میں ہمیشہ صرف اسی کو چاہوں گی پھر بھی آپ--؟؟"

وہ بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

"ماہین حمدان کو صرف Hasham Jibil سے محبت ہے، اور مس ذرا توجہ فرمائیں میں Hasham Jibil ہوں--"

وہ خوشلی سے مسکرایا تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہی--"

"آپکو لگتا ہے مس ماہین میں آپ سے اتنے اہم موضوع پر مذاق کروں گا--؟؟"

وہ اب سنبھالہے پھر لیئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

ماہی چونلی ھی۔ ایسی ہی سبجیکی حشام کی آنلوں میں ہوئی ھی۔
وہ اسے غور سے دیکھنے کے بعد نظریں چراگئی تھیں۔

”آپ اچھی طرح سوچ لیں مس ماہین حمدان میں کل واپس جا رہا ہوں، علاقے کے بہت سے معاملات دیکھنے ہیں، چھوٹے بابا سائیں اکیلے ہیں، اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو بی جان نے مجھے زبردستی کرنا نہیں سکھایا۔۔۔“
وہ عام سے لجے میں کہتا ماہی کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

”یہ جنگلی جانور بدل کیسے گیا؟؟ یقین نہیں ہوتا یہ وہی ہے۔۔۔“
کچھ فاصلے پر بیٹھی ایلانے اسے دیکھ کر پہلو بدلا تھا۔

دو بجے کے قریب وہ گھر واپس جا رہی تھی جب اسے جواد کا فون آیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے ہانی آپی؟؟ اور آپ کہاں ہیں آپ ٹھیک تو ہیں نا؟؟“
وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

”کیا ہوا۔۔۔؟؟“

حاسم حیران ہوئی۔

"آپلو میں پتا؟؟"

جواد حیران ہوا۔

"نمیں تو۔۔ لیکن ہوا کیا ہے؟؟"

وہ پریشان ہوئی۔

"آپ ذرا خبریں دیکھیں۔ روحان بھائی اس وقت پولیس کی حراست میں ہیں، اور پورے سو شل میڈیا پر عجیب عجیب سی خبریں پھیلی ہوئی ہیں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔"

"کیا۔۔ پولیس۔۔؟؟"

ح انم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"ہاں آپ خبریں دیکھیں اور گھر سے باہر مت نکلیئے گا۔۔ انکے بہت سے سارے دشمن ہیں۔۔"

جواد نے تلقین کی تھی اور پھر وہ فون بند کر چکا تھا۔

ح انم کا دماغ سائی میں سائی میں کر رہا تھا۔

وہ جانتی تھی اسکے بہت سارے دشمن ہو سکتے تھے اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ لوگ اسے بدنام کرنے کیلئے کچھ بھی کر سکتے تھے۔۔ لیکن ابھی سے؟؟

ابھی تو اس نے شروع کیا تھا۔۔

حانم کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی تھی۔ وہ جلد گھر پہنچ کر صورتحال کا اندازہ لگانا چاہتی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا اپنی رفتار آہستہ کرلو یہ لندن ہے۔"

سبیل اسکے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکے پھرے پر سنجیدگی چھائی می تھی۔

"تو تمیں لگتا ہے یہ سب میں نے کیا ہے؟؟"

روحان نے موبائل اسے واپس تھمایا جس میں وہ کچھ ویڈیوز دیکھ رہا تھا۔

ان ویڈیوز میں روحان جبیل تھا۔ جو اسلام کے خلاف باتیں کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی دوسرے مذاہب کو نشانہ بنایا تھا۔

اسکے ساتھ کچھ لوگ تھے جنکا چہرہ چھپا ہوا تھا اور وہ حلیے سے دہشت گرد لگ رہے تھے۔

یہ ویڈیوز صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ روحان جبیل کا تعلق دہشت گروں سے تھا۔

"میرے ماننے یا ناماننے سے کیا فرق پڑتا ہے--؟؟ فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ تمہاری پیروی کرنے والے تمہارے خلاف ہوگئیے ہیں ____ اور دہشت گروں سے تعلق رکھنے پر لندن کی بڑی شخصیات اور مذہبی کمیونٹیاں بہت زیادہ غصے میں ہیں ____!"

"میرا صرف ایمان بدلا ہے -- میرا دماغ آرجے والا ہی ہے ____ یہ جو میرے خلاف سازش کی گئی ہے اسکا تو میں پتا چلا ہی لونگا--"

روحان کا لمحہ اٹل تھا۔

"یہ کافی مشکل کام ہے، تمہارا دشمن کافی شاطر ہے۔ تمہارے بینک اکاؤنٹ ملین ڈالرز ٹرانسفر ہوئیے ہیں ____ اور اس ویڈیو کے مطابق تم نے یہ لندن میں دہشت گردی پھیلانے کا معاوضہ لیا ہے۔"

"کمال ہے -- یہ تو پتا چل گیا کہ میرے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر ہوئیے ہیں یہ معلوم نہیں کیا کسی نے کہ یہ کہاں سے آئیے ہیں کیسے ٹرانسفر ہوئیے ہیں -؟؟"

"یہی کام ہے ہمارا۔ میں ایک وکیل ہوں اگر ہم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئیے کہ یہ پیسے کیسے ٹرانسفر ہوئیے ہیں تو یقیناً تم بے گناہ ثابت ہو گے۔ فی الوقت تو میں تمہاری ضمانت کرواتا ہوں۔"

سبیل نے میز پر رکھی فائیل اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ روحان گھری سوچ میں تھا۔ اسے اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ لوگ اسے کیا سمجھ رہے تھے بلکہ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اسکے خلاف اتنی بڑی سازش کس نے کی تھی۔

حاںم نے لھر پہنچنے کے بعد نی وی لگایا تھا۔ نیوز پلیٹ پر چلتی خبروں کو سن کر وہ کنک رہ گئی می تھی۔

روحان کی ویڈیو بار بار دکھائی می جا رہی تھی۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد انور کے باہر جمع ہو گئی می تھی۔

لوگ اسے برا بھلا کہ رہے تھے۔
اسکا سر چکرا گیا تھا۔

"روحان ایسا نہیں کر سکتا۔"

وہ بڑبڑائی می تھی اور پھر فون کی گھنٹی بجھنے پر چونکی تھی۔

"ڈیڈ یہ آپ کیسے بیان دے رہے ہیں؟؟"
ایلف مسٹر آسکر سے سخت لمحے میں پوچھ رہی تھی۔

"وہ لڑکا ایک دہشت گرد ہے۔ جس سے پورے لندن کو خطرہ تم نے ویڈیو نہیں دیکھیں؟؟"

"ڈیڈ وہ ایسا نہیں ہے میں اسے اچھے جانتی ہوں۔ یہ اسکے خلاف سازش کی گئی ہے۔ آپ تو سمجھنے کی کوشش کریں۔"

اور لندن سے نکالنے کی بات کر رہے تھے۔

مذہبی کمپونٹیاں الور کو بند کرنا چاہتی تھیں انکا کہنا تھا کہ یہ ادارہ دہشت گرد پیدا کر رہا تھا۔

"کوئی می سازش نہیں ہے صاف ظاہر ہے اس نے لاکھوں ڈالرز لیے ہیں اس کام کیلیے۔"

مسٹر آسکر غصے میں تھے۔

ایلف نے تنگ آکر فون بند کر دیا تھا۔ وہ دوسرے شہر آئی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کے شہر۔۔

وہ جانتی تھی روحان حانم کے ساتھ واپس آگیا تھا اور ایلف میں انکا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ لیکن اب بات روحان کی آگئی تھی

وہ اٹھی اور اپنا بیگ پیک کیا۔ آج شام کی ٹرین سے وہ واپس لندن جا رہی تھی۔

"ان لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی تھیں گرفتار کرنے کی میں چھوڑوں گا نہیں کسی کو بھی۔۔"

ڈاکٹر باسط کافی غصے میں تھے۔ انکی رسائی کافی اوپر تک تھی۔ انہیں غصہ تھا۔ روحان کے سر الرزام لگایا جا رہا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ڈاکٹر صاحب۔ میں ابھی تو گھر جا رہا ہوں سبیل ہے میرے ساتھ۔۔ یہ سب اتنا احناک ہوا ہے کہ مجھے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے۔۔ میں گھر حاکر دیکھتا ہوں۔"

روحان کافی پرسلوں تھا۔ اسلی ضمانت حملن نہیں تھی۔ یہ تو سبیل کا کام تھا وہ کافی ذہین اور شاطر وکیل تھا۔

کھیل کافی چالاکی سے کھیلا گیا تھا۔ جسکی روحان کو بھنک بھی نہیں پڑی تھی۔

روحان جب گھر پہنچا تو حیران رہ گیا تھا۔ ابھی آدھی سے زیادہ کلاس کے ساتھ اسکے گھر میں موجود تھی۔

"Hey Man are you okay?"
روحان کو دیکھ کر وہ بے تابی سے اسکی جانب بڑھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

وہ مسکرا�ا تھا۔ حanim حیرت سے کبھی اسے تو کبھی ابھی کو دیکھ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم بھا بھی--"

سبیل کی آواز پر وہ چونکی تھی اور سر ہلا کر آہستہ سے جواب دیا تھا۔

"مجھے لگا تمہاری وائی ف اکیلی ہو گھر میں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے اس لیتے میں فرینڈز کے ساتھ یہاں آگئی می تھی۔"

"بہت اچھا کیا۔ میں بھی حاکم کے الیئے ہوئے کی وجہ سے پریشان تھا۔"

روحان نے حاکم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

حاکم کے چہرے پر عجیب ساتھ تھا۔ جسے وہ سمجھنے نہیں پایا تھا۔

"اوکے اب ہم چلتے ہیں پھر آئیں گے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو ہمیں بتانا۔ ہمیں تم پر پورا بھروسہ ہے۔"

ابھی نے اسے یقین دلایا تھا۔ روحان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ کم از کم وہ تو اسے بے گناہ سمجھتی تھی۔

انکے جانے کے بعد روحان صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ کافی تھک چکا تھا۔ یہ جسمانی نہیں بلکہ ذہنی تھکاٹ تھی۔

کچھ ہی دیر بعد حاکم چائے لے آئی تھی۔

"مجھے تمہارے سارے اکاؤنٹس کی ڈیٹیل چاہیئے۔ اور یہ بھی یاد کرو کہ ان ویڈیوز پر جو وقت درج ہے اس وقت، اس دن اور اس تاریخ کو تم کہاں تھے۔

کہنے کو تو یہ کمیرہ سے لی گئی ویڈیوز ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ تم جانتے ہو۔

اگر ہمارے پاس ثبوت مضبوط ہوں تو کورٹ میں پہلی پیشگی پر ہی ہم تمہیں بے گناہ ثابت کر سکتے ہیں۔"

سبیل کافی سنجیدی سے کہہ رہا تھا۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا�ا تھا۔ ان دونوں کو مصروف دیکھ کر حانم وہاں سے کھسک گئی تھی۔

سبیل سے اہم باتیں کرنے کے بعد وہ کمرے میں آیا تو حانم کھڑکی میں کھڑی تھی۔ کمرے میں کافی ٹھنڈ پھیل چکی تھی۔ باہر اندر ہیرا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ وہ گھری سانس لے کر دھیئے قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

"narash hoo mujhe se--???"
وہ اسکے سامنے کھڑے ہوتے پوچھ رہا تھا۔

"Mujhe kya prerot hے narash hone ki ???"
حانم کا لجھ خفگی اور غصہ ظاہر کر رہا تھا۔

"Lگ تو رہا ہے--"
اسکا پھولا ہوا منہ دیکھ کر وہ ہولے سے مسکرا�ا تھا۔

"آپکو تو پتا نہیں کیا کیا لگتا رہتا ہے سب سچ تو نہیں ہوتا نا--"
حانم نے غصے سے گھوڑتے ہوئیے کہا تھا اور پھر رخ باہر کی جانب موڑ لیا تھا۔

"مثلا کیا لکتا ہے مجھے؟؟"

وہ اسے بولنے پر اکسارہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔"

وہ کہتے ہوئی سے مردی تھی۔ جب روحان نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"ناراض کیوں ہو؟؟ یا پھر مجھ پر یقین نہیں ہے؟ تمیں لگتا ہے جو دکھایا جا رہا ہے وہ سب چ ہے؟؟"

وہ اب سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ حanim نظریں جھکاگئی تھیں۔

"بولو حanim۔۔ تمہارا یقین میرے لیے سب سے اہم ہے۔"

"اگر یقین اتنا اہم ہے تو پھر مجھے سب بتاتے کیوں نہیں ہیں آپ؟؟ مجھ سے کچھ بھی شیئر نہیں کرتے ہیں آپ۔۔ میں کیا ہوں؟؟ میری کیا حثیت ہے اگر آپکو مجھ پر یقین ہی نہیں۔۔؟؟"

وہ بولی تو آواز بھراگئی تھی۔ روحان کو اسکی الجھن سمجھاگئی تھی۔

"میں اپنی الجھنیں تم سے اس لیے شیئر نہیں کرتا کہ میں تمہارے پریشان نہیں کرنا چاہتا اور میں خود ہی سلمجھا سکتا ہوں۔"

روحان نے صفائی می دی ھی۔

حائزہ کو لگتا تھا کہ روحان کے نزدیک اسکی کوئی می اہمیت نہیں تھی۔

"تم میرے لیے سب سے اہم ہوا م حائزہ-- جب سب نے مجھے غلط سمجھا تب پہلا خیال تمہارا آیا تھا میرے ذہن میں-- جانے تم مجھ پر بھروسہ کرو گی یا نہیں--!!" وہ بھی کہیں اندر سے ڈرا ہوا۔

"آنکھوں دیکھا بعض اوقات سچ نہیں ہوتا۔ میں جانتی ہوں یہ سب جھوٹ ہے-- لیکن مجھے کہ اس بات کا ہے کہ آپ مجھے کچھ بتاتے نہیں ہیں--!!!!"

"اوکے-- اس بات کیلیے میں معافی مانگتا ہوں۔ آئی ندہ سے ہر بات تم سے شیئی رکیا کروں گا۔ اگر تم ناراض نا ہوئی می تو۔ ویسے تم ہر وقت مجھ سے خفا ہی رہتی ہو۔" روحان نے اسکے چہرے پر آئی می لٹ کو انگلیوں کی مدد سے کان کے پیچھے کیا تھا۔

"میں کب ناراض ہوتی ہوں۔ آپ منہ پھلا کر رکھتے ہیں ہر وقت۔ اور تو اور مجھ سے لڑائی می بھی کرتے ہیں۔ مجھے گھر میں قید کر کے رکھتے ہیں۔ یہ سب آج میں نے بی جان کو بتایا ہے۔"

حائزہ نے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے کہا تھا۔ روحان کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"تم نے بی جان سے میری شکلیت لی ہے؟"

وہ گھرے صدمے میں تھا۔

"جی ہاں۔"

حانم نے اقرار کیا تھا۔

"کیا واقعی حانم۔ پچ میں تم نے میری شکلیت کی ہے؟"

اسکے اس طرح بار بار پوچھنے پر حانم نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ روحان کا منہ دیکھ کر اسے ہنسنے آئی تھی جسے ضبط نہیں کر پائی می تھا اور قہقهہ لگا کر ہنس دی تھی۔

اسکے اس طرح ہنسنے پر روحان کو اسکی شرارت سمجھ میں آئی تھی۔

"تم بہت تیز ہو گئی می ہو لندن آکر۔"

وہ اسے ہنستا دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔

"ہونا پڑتا ہے۔ آپکی پنکھیاں ہی اتنی ہیں۔ بی جان نے مجھے ہوشیار رہنے کو کہا تھا۔"

حانم نے پچ اگلا۔

"کیا۔؟ بی جان نے تمہارے یہ سکھایا ہے؟"

روحان کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

"جھے یقین نہیں ہو رہا کہ میری ماں اور میری بیوی-- دونوں میرے خلاف سازش کر رہی

ہیں۔!"

حانم اسکے اس طرح کرنے پر ایک بار پھر ہنس دی تھی۔

روحان سرشار ہو گیا تھا یہ جان کر کہ وہ اس پر اعتبار کرتی تھی۔

اور اس نے دل میں عہد کیا تھا کہ وہ اپنی لجھنوں کو حانم سے ضرور ڈسکس کیا کرے گا۔ آخر کو وہ اسکی بیوہ تھی اور اس رشتے کے ناطے اسکا حق تھا کہ وہ حانم کو اپنی ذاتی زندگی میں اتنی اہمیت دیتا۔

"قسم سے حانم-- تم بہت بڑی۔"

"میں بہت بڑی فلم ہوں۔۔۔ یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟؟"

حانم کی ہنسی کو بیک لگی تھی۔ وہ اب پھر سے روحان کو گھور رہی تھی۔

"نن-- نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

روحان گر بڑا گیا تھا۔

"سب جانتی ہوں میں۔۔۔ یہ بھی بی جان کو بتاؤں گی کہ انکا بیٹا مجھے ڈرامہ کوئی یہ اور فلم کہتا ہے اور کچھی کچھی تو پرانی سی ڈی اور VCR سے تشبیہ دیتا ہے۔۔۔"

وہ کمال سمجھی سے لئے ہوئیے کمرے سے باہر بھل لئی می تھی۔
جبکہ اسکی باتوں سے یوں اپنے مطلب کے معنی نکالنے پر روحان اپنا سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

شہر میں ایک بے چینی سی پھیل گئی می تھی۔ لوگ کشمکش کا شکار تھے۔ کچھ روحان جبیل
کے ساتھ تھے تو کچھ اسکے خلاف ہو چکے تھے۔
شدت پسند لوگ سڑکوں پر نکل آئیے تھے۔ انکا کہنا تھا کہ روحان جبیل کو سزا دی جائیے
اور اسے لندن سے نکالا جائیے۔

لوگوں کو اسکے گھر کا نہیں پتا تھا۔ سب النور کے باہر جمع تھے۔ روحان کو حیرت ہو رہی تھی کہ
یہ نوجوان جو شاید اسے جانتے بھی نہیں تھے وہ اسکے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ کون تھے یہ
لوگ ??

شہر میں امن کی خراب صورت حال کا ذمہ دار اسے ٹھہرایا جا رہا تھا۔
وہ ساری رات سو نہیں پایا تھا۔

صح ہوئی می تو ایلف اسکے گھر آگئی می تھی۔

"میں رات کو ہی لندن پہنچ لئی گئی۔ پھر پہلے تمہارے پاس آئے لی گئی پھر سوچا اب تمہاری واٹی ف بھی تمہارے ساتھ ہے اس لیے نہیں آئی گی۔" وہ مسکرائی گئی تھی۔

"کوئی گئی بات نہیں۔" روحان نے اسے لاوچ میں بھٹایا تھا۔

"آپ بیٹھیں میں چائی سے بناؤ کر لاتا ہوں۔"

"خانم کدھر ہے؟؟" ایلف نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"وہ سوئی گئی ہوئی ہے۔ ملازمہ ابھی آئی گئی نہیں شاید اسے بھی مجھ سے ڈالک رہا ہوگا۔" اپنی بات سے وہ محفوظ ہوا تھا۔

"پھر تو مجھے بھی ڈالنا چاہیے۔" ہے نا؟؟"

"یقیناً۔"

وہ مسکرا کر کہتا کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکے اتنے پرسکون ہونے پر ایلف حیران تھی۔ اور کوئی گئی انسان ہوتا تو شاید ڈپریشن کا شکار ہو جاتا۔ لیکن وہ پرسکون اور مطمئن تھا۔

دس منٹ بعد وہ چائیے لے کر واپس آکیا تھا۔

"میں نے رات اپنے کچھ فینڈز کو بلا�ا تھا وہ ہیلینگ کی دنیا سے واقف ہیں۔ تمارے اکاؤنٹ میں پیسے کہاں سے ٹراسفر ہوئے ہم نے اسکا پتہ لگا لیا ہے۔" ایلف نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

روحان تو ابھی بارے میں سوچ ہی رہا تھا اور وہ اسکا آدھا کام آسان کر چکی تھی۔

"میں نے باقی کی تفصیل نہیں نکالی۔ ہو سکتا ہے تمara کوئی می جاننے والا ہو۔ تم خود چیک کر لینا۔"

ایلف نے لیپ ٹاپ اسکے سامنے کیا تھا۔

"بہت بہت۔ شکریہ آپ نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔" وہ مسکرا یا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ان لوگوں کی تم پر بہت گھری نظر ہے۔ شاید سالوں سے۔" ایلف نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ سالوں پہلے میرے ساتھ کچھ ایسی سرگرمیاں ہوئی تھیں۔ میرے اکاؤنٹس کو ہیک کیا گیا تھا۔" اور ابھی بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔"

ایلف نے کہی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ اچھا لک رہا تھا _____ پھر پچھ یاد آئے پر وہ نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی۔

البتہ دل میں ایک ہول اٹھا تھا۔

اسی دورانِ ایلف کی نظریں سیرہیاں اترتے نفوس پر پڑی تھیں۔
وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور حیران تو حانم بھی ہوئی تھی ایلف کو دیکھ کر۔۔۔

گرم ٹراؤ زر پر گھٹنے تک آتی گرم شرٹ پہنے اور اس پر کپ شال لینے _____ سر کو اونی ٹوپی سے ڈھانپے وہ حانم تھی۔۔۔ ام حانم۔۔۔ ایلف اسے پہچان گئی تھی۔

لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا _____ اسے لگتا تھا کہ روحان کی پسند کوئی می بہت ہی رعب دار لمکی ہوگی _____ جسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی می ہوگی _____ لیکن یہ کیا؟؟ وہ تو بالکل لمکی سی تھی۔

اسکے ذہن میں پاکستانی لمکیوں کو جانے کیا خاکہ بنا ہوا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت حانم اسے نین نقش کے علاوہ کہیں سے بھی پاکستانی نہیں لگی تھی۔

"حانم تم اٹھ گئی می ہو۔۔۔ شکر ہے۔۔۔ آؤ ایلف سے ملو۔۔۔"

روحان نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔

وہ سیرہیاں اترتی انکی طرف بڑھی تھی۔

"مکمل مارنگ۔۔"

ایلف مسکرائی می تھی۔

"مکمل مارنگ۔۔" حانم نے خوشی سے جواب دیا تھا۔

"یہ تو بہت خوبصورت ہے۔۔"

حانم نے دل میں اعتراف کیا تھا۔

"میری سب سے بڑی خواہش بن چکی تھی کہ میں ام حانم سے ملوں۔۔ اور آج یہ پوری ہو گئی می ہے۔۔ ویسے میں ایلف ہوں۔۔ آر جے کی کلاس میٹ۔۔"

ایلف نے دھماکہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا جسے حانم نے تحام لیا تھا۔

"میں نے بھی اکثر روحان سے آپکا ذکر سنا ہے۔۔ آپ بہت اچھی ہیں۔۔"

وہ دونوں اب بیٹھ چکی تھیں۔

"اور آپ خوش نصیب ہیں۔۔"

ایلف کے منہ سے نکلا تھا۔ حانم نے چونک کرا سے دیکھا تھا جسکی آنکھوں میں عجیب ساتھ تھا۔

"جی۔۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔۔"

مزید بچھ دیر بتھنے کے بعد ایلف چلی لئی می ہی-- یا شاید ان دونوں کو ساتھ دیلھ کر اس سے مزید وہاں بیٹھا نہیں گیا تھا۔

حانم نے اسے ناشتے کیلیے روکا تھا لیکن وہ نہیں کہی تھی اور کہیں ناکہیں حانم اسکی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔

یہ ایک پرانا سا علاقہ تھا۔ جہاں موجود عمارتیں کافی بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ یقیناً یہاں پر بہت ہی غریب یعنی کے تھرد کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے تھے۔

روحان نے سر اٹھا کر اپنی کئی می منزلہ عمارت کو دیکھا تھا۔

اور پھر ہڈی سے سر ڈھانپ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔

لفٹ خراب تھی۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اپنی مطلوبہ فلیٹ تک پہنچ چکا تھا۔

ایک گھری سانس لے کر روحان نے بیل بجائی تھی۔

جس اکاؤنٹ سے اسے پیسے ٹرانسفر ہوئیے تھے۔ اس اکاؤنٹ کی ڈیٹیل نکال چکا تھا وہ

جس انداز میں اسے پھنسایا گیا تھا وہ بھی اسی انداز میں ان تک پہنچا تھا۔

یہ اس لمکی کا گھر تھا جسکے اکاؤنٹ سے پیسے ٹرانسفر ہوئیے تھے۔ وہ کوئی می مس روزی تھی۔

پانچ منٹ لھڑا رہنے کے بعد بھی دروازہ میں لھلا تھا۔

روحان نے دوبارہ بیل بجائی می تھی۔

اب کی بار دروازہ کھلا تھا۔ اور اپنی سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا۔

"شالنی--"

وہ بڑھا یا تھا۔ وہ اسے پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا۔

اور شالنی کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ وہ روحان کو دیکھ کر گنگ رہ گئی می تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ان تک پہنچ جائیے گا۔

اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ پکڑا تھا۔

"مس شالنی-- کیسی ہیں آپ--؟؟"

روحان کا لجہ تیکھا تھا۔ شالنی کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی می تھیں۔

اس نے دروازے کو چھوڑ کر اپنے دایاں ہاتھ منہ کی طرف بڑھایا تھا۔

روحان کی نظر پڑ چکی تھی۔ اس نے ایک انگوٹھی پہنی ہوئی می تھی۔ جس میں جڑا نگینہ یقیناً زمریلہ تھا۔

روحان نے دھکا دیا تھا۔ شالنی لڑکھڑائی می تھی۔

اس سے پہلے وہ دوبارہ ایسی حرکت کرنی وہ اسکا ہاتھ پڑ چکا تھا۔ اور اس پوری قوت لگا کر وہ انگوٹھی نکال لی تھی۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔ تم یہاں کیا لینے آئیے ہو۔۔۔؟؟" وہ دھاڑی تھی۔

"آج اتنے سالوں بعد آخر تم سے ملاقات ہو ہی گئی ہے۔۔۔ تم تو میری بڑی پکی مداخ نکلی۔۔۔ آٹھ نو سال ہو گئی سے ابھی تک میرا پچھا نہیں چھوڑا۔۔۔" روحان نے اسے ایک جھٹکا دیا تھا۔ وہ پیچھے صوفے پر گر گئی تھی۔

"جان لینے کی غلطی مت کرنا۔۔۔ تم ابھی آرجے کے رحم و کرم پر ہو۔۔۔ مس شالنی۔۔۔ اور تم آرجے کو اچھے سے جانتی ہو۔۔۔ بہتر ہو گا تم خود ہی سب سچ بتا دو۔۔۔" روحان نے سفاک لجے میں کہا تھا۔ شالنی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔

چلو پھر لوٹ جائیں ہم
جہاں پر کچھ نہیں بدلا
نہ ماہ و سال بد لے ہیں

وہاں ہم لوٹ جائیں پھر

جہاں معلوم ہو ہم کو

نہیں کچھ اور ہے بدلا

فقط ہم تم ہی بدلتے ہیں

وہی مٹی، وہی خوشبو

وہی سوندھی فضائیں ہیں

وہی گلزار منظر ہیں

وہی من چاہی را ہیں ہیں

وہی پچپن، وہی بوڑھے

وہی سب ہیں جواں قصے

مگر اب میں نہیں ہوں وہ

مگر اب تم نہیں ہو وہ

وہی بادل وہی بارش

وہی کشتی ہے کاغذ کی

وہی دھوپیں، وہی سائلے

وہی روق، وہی خوشیاں

وہی جیسے کی چاہت ہے

مگر بے کار ہے سب کچھ

کہ اب ہم تم نہیں ہیں وہ

سچھی کچھ پھر خیالوں میں

یہاں کیوں جی رہا ہوں میں

جو گھاؤ بھر چکا کب کا

یونہی پھر سی رہا ہوں میں

سچھی کچھ وہ پرانا ہے

سچھی کچھ پھر سہانا ہے

اگر کچھ ہے نیا تو بس

یہاں پر اب نہیں ہم تم

گیا وہ لوٹ آئے پھر

یہاں ایسا نہیں ہوتا

یہ رستہ ایک طرفہ ہے

ملر کب کوئی مجھا ہے
مگر کب کوئی مانا ہے
سچھی مرڑ مرڑ کے تکتے ہیں
گئے وقتوں پہ مرتے ہیں

چلو پھر لوٹ جائیں ہم
جہاں پر کچھ نہیں بدلا
نہ ماہ و سال بدلتے ہیں
نہ ماضی حال بدلتے ہیں

ماہی خاموشی سے اپنا بیگ پیک کر رہی تھی۔ آج اسے واپس جانا تھا پاکستان۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ____ جو حشام باہر بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا وہ اس سے محبت کرتا تھا ____ لیکن جس حشام سے اس نے محبت کی تھی وہ اسے بہت بڑی آزمائش میں ڈال گیا تھا۔
باہر انتظار کرتا حشام جانتا تھا کہ وہ اس سے شاید کبھی بھی محبت نہیں کر پائے گی۔ لیکن وہ اسے پھر بھی لینے آیا تھا ____ کیونکہ وہ اسے چاہتا تھا ____ اور محبت میں صرف دیا جاتا ہے۔ واپس نہیں لیا جاتا ____
”میں تمہیں بہت یاد کروں گی ماہی۔۔ لیکن میں خوش ہوں تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔۔“

"میں حشام کی خواہش لیسے میں پوری کرنی؟؟ اس نے پہلی اور آخری بار پچھ مانگا تھا
میں کیسے انکار کر دوں؟؟"
وہ رودی تھی۔

"ہم سب بہت خوش میں ماہی-- اور مجھے یقین ہے تم بھی بہت خوش اور پرسکون رہو
گی حشام تمہیں بہت خوش رکھے گا"
ایلا نے یقین دلایا تھا ماہی صرف اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

شالنی کا تعلق ایک خفیہ تنظیم سے تھا جس کا نام اینٹی اسلامک لیگ تھا۔ اس تنظیم کا کام
اسلام کے خلاف کام کرنا تھا۔ یہ تنظیم مسلمانوں میں انتشار پھیلاتی تھی۔
شک و شبہات والے سوال نکال کر نوجوان نسل کی برین واشنگ کر کے انہیں ملحد بنانا
تھا۔

اس تنظیم کا سربراہ کون تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ البتہ شالنی جس شخص کیلئے کام
کرتی تھی وہ ایک ہندو ہی تھا۔ تنظیم میں بہت سے دوسرے مذاہب کے لوگ بھی شامل
تھے۔

جنکا راج سو شل مسٹر ایک تھا۔

سالوں پہلے شالنی کی نظر آر جے پر پڑی ھی۔ جو ایک ملحد تھا اور اسے لکتا تھا کہ وہ لوں بہتر طریقے سے اسے اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔

لیکن آر جے نے شالنی کو نظر انداز کیا تھا۔ پھر جیسی مارٹر کو بھیجا گیا تھا اسے انگو کر کے مارنے کی دھمکی دی گئی می تھی لیکن اس رات وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ حشام کی دعاؤں نے اسے بچا لیا تھا۔ جیسی کو انہوں نے نشہ آور ادویات کا عادی بنایا تھا اور اسے زندگی میں اتنا الجھا دیا تھا کہ اس نے خودکشی کر لی تھی

شالنی نے روتے روتے سب بتایا تھا۔ روحان کو سب جان کر افسوس ہوا تھا۔

"اگر تم ایسے ظالم لوگوں کا پردہ فاش کرنے میں میری مدد کرو میں تمہاری مدد کروں گا میں تمہیں ان ظالموں کے چنگل سے نکال سکتا ہوں--"

روحان نے تسلی دی تھی۔

شالنی اور اس جیسی کئی لڑکیاں جو روزی کی تلاش میں نکلتی ہیں اور پھر غلط لوگوں کے ہاتھ لگ جاتی ہیں

"میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی--"

"یہ تو مجھے پتا چل ہی چکا ہے وہ پیسہ تمہارے اکاؤنٹ سے ہوا ہے ____ میں عدالت میں پیش کروں گا۔ تم ماری جاؤ گی ____ اس سے بہتر ہے تم میرا ساتھ دو ____ !!"

"اب تک ان لوگوں کو خبر مل چکی ہوگی کہ کوئی می مجھ سے ملنے آیا ہے-- اور وہ سارے ثبوت مٹا دینگے--"

شالنی ٹھیک کہہ رہی تھی۔

"تم بس میری بے گناہی ثابت کرنے میں مدد کرو-- ایسے لوگوں کے خلاف میں بعد میں جنگ لڑوں گا--"

اسکی بات سن کر شالنی سوچ میں پڑ گئی تھی۔

آج روحان نے کورٹ میں پیش ہونا تھا۔ ایک ہفتے کا وقت ملا تھا اسے-- ڈاکٹر باسط بھی لندن آچکے تھے۔

اس پر کیس دائی رکرنے والے وکیل نے پہلے اپنے ثبوت پیش کیتے تھے۔ سبیل بھی پوری طرح سے تیار تھا۔

عدالت لوگوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔

اور اس سسیم کے خفیہ لوں بھی یقیناً وہاں موجود تھے۔

دو گھنٹے بعد وہ لوگ عدالت سے باہر نکلے تھے۔ اور پہلی ہی پیشگی پر روحان جبیل کو باعزت بری کر دیا گیا تھا۔

شالنی نے سچ اگلا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ زیادہ نہیں جانتی لیکن اس نے اپنی کہانی بتائی تھی۔ اسے استعمال کیا گیا تھا۔ شالنی کو گواہ کے طور پر دیکھ کر عدالت میں ایک کھلبی سی مج گئی تھی۔

یقیناً تنظیم کے لوگ چونکے ہو گئے تھے۔

روحان نے شالنی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے حفاظت سے جہاں وہ چاہے وہاں پہنچا دے گا۔ لیکن شاید شالنی جانتی تھی وہ دنیا کے دوسرے کونے پر بھی چلی جاتی تو اسے ڈھونڈ لیا جانا تھا۔

اسے النور پہنچا دیا گیا تھا۔

لیکن رات کے وقت اس نے ویدیو ریکارڈ کرنے کے بعد پنکھے سے لٹک کر خودکشی کر لی تھی۔

یہ خبر بہت بڑی تھی۔ شالنی کے دیے گئے بیانات سے ایک بار پھر سو شل میڈیا پر کھلبی سی مج گئی تھی۔

جو لوگ روحان کو غلط سمجھ رہے تھے وہ اب خاموش تھے۔

"کم جیت لئیے روحان جبیل ____ بہت بہت مبارکباد"
ایلف نے سیج کیا تھا۔

"ابھی تو جنگ شروع ہوئی ہے، ابھی تو میں نے شروعات کی ہے ____ ابھی ہار جیت کا
فیصلہ نہیں ہوا ____ لیکن بہت بہت شکریہ آپ نے اتنی مدد کی میری ____ !!
وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہاری بے گناہی نے ثابت کر دیا کہ گورے آج بھی اسلام سے ڈرتے ہیں--"
سبیل نے اسکا کندھا تپھتھپایا تھا۔

"لندن میں ایک بار پھر سے ایک نئی می جنگ چھڑ گئی ہے، لوگ اسلام کے اتنے خلاف
کیوں ہیں ____ ؟ کیوں اتنا خوف کھاتے ہیں اس سے ؟ اور جو لوگ اس مذہب کو خاطر میں
نہیں لاتے وہ بھی آج سوچ میں پڑکئیے ہیں کہ آخر اس مذہب میں ایسا کیا ہے جسے ختم
کرنے کیلئے خفیہ تنظیمیں بنائی جاتی ہیں ____ !!"
یہ بات کرتے ہوئے روحان کو ابھی کافی سمجھدار لگی تھی۔

"جس جنگ کی تم نے شروعات کی ہے، یقیناً بہت مشکل ہے ____ قربانیاں دینی پڑیں
گی ____ لیکن ایک وقت آئیے گا جب سچ کھل کر سامنے آجائیے گا ____ رات کا اندر ہمرا

بھی اجائے کو نہل میں سکتا۔ مم فاعِ محروم کے جیتے رہو میرے بچے !!”
ڈاکٹر باسط نے اسے گلے لگایا تھا۔

اس طوفان نے جو روحان کی زندگی میں آکر گزر گیا تھا اسے مزید مضبوط بنا دیا تھا۔ اسکے ارادے چٹان کی مانند پختہ ہو چکے تھے۔

”سالوں پہلے میں نے بس ایک خواہش کی تھی۔ ایک چھوٹی سی خواہش میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ پوری ہوجائیے گی۔ آج میں نے لندن کے ہر چینل پر روحان جبیل کا نام سنا تو احساس ہوا۔ واقعی میں سکالر کی بیوی ہوں جسے دین کی خدمت کرتے دیکھ کر لوگ سازشیں کر رہے ہیں۔ انسان کے خلاف ہونے والی سازشیں ہی انسان کے Level کا پتہ دیتی ہیں۔ اسے ہی مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے جسکا کوئی یہ وجود ہوتا ہے۔ بہت بہت مبارکباد مسٹر روحان جبیل آج آپ اپنا ایک وجود بنا چکے ہیں۔ اس وجود سے ٹکرانے سے پہلے لوگ سینکڑوں دفعہ سوچیں گے !!“
حائف نے مسکرا کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

”بہت بہت شکریہ مسز روحان جبیل--“

اسے خوش دیکھ کر روحان جبیل مسکرا دیا تھا۔

ماہی اور حشام کا سادلی سے نکاح کر دیا کیا تھا۔

حائزم اور روحان آنا چاہتے تھے لیکن اس نئی سے واقعے نے النور پر منفی اثرات چھوڑے تھے جنہیں مٹانے کی روحان کوشش کر رہا تھا۔ اسی وجہ وہ دونوں نہیں آپائیے تھے لیکن وہ بہت خوش تھے۔

اس موقع پر حشام جبیل کو یاد کر کے سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ سب کو ملا کر سب میں خوشیاں بانٹ کر جا چکا تھا۔ شاید کچھ لوگ صرف دوسروں کو ملانے کی غرض سے دنیا میں آتے ہیں۔

ماہی کا نازک سادل بہت ترپا تھا لیکن وہ اپنی محبت کی خواہش بھی پوری کرنا چاہتی تھی۔

حمدان صاحب کے دل سے ایک بوجھ سے اتر گیا تھا۔ بالآخر انکی بیٹی بھی عملی زندگی میں داخل ہو چکی تھی۔

اسے یاد کر کے سب روئی سے تھے۔ اور پھر دونوں کو ایک ساتھ بیٹھا دیکھ کر سب کے چہرے پر چمک ابھری تھی۔

وہ بالکل حشام جیسا ہی لگ رہا تھا۔ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

خشام نے ایک نظر اپنے پہلو میں گردن جھکائیے بیٹھی ماہین کو دیکھا تھا۔۔ یقیناً وہ آنسو ضبط

— سے سر پڑھے — تھا

"مس ماہین حمدان میں آج اور ابھی آپ سے پچھ مانکنا چاہتا ہوں وہ بھی سب کے

"سامنے"

سب اسکی بات پر متوجہ ہوئیے تھے۔

ماہی کی نم آنکھوں میں الجھن تھی۔

"میں سارے جذبے

تمام وعدے

دعائیں ساری

سبھی ارادے

ہر اک تمبا

ہر ایک خواہش

خواب اپنے

خمار سارے

محبتوں کے نصاب سارے

جو تم کو دے دوں

تو اتنا کہہ دو

وفا کرو گے"؟؟

وہ گھسپیر لمحے میں گنگایا تھا ماہی حیرت سے اسکے چہرے کو تک رہی تھی۔

"وفا کرو گے"؟؟

"ہاں--"

ماہی نے ناچاہتے ہوئی سے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تھا
گھر کے سارے افراد مسکرا دیے تھے۔

جواد نے ہونگ کی تھی۔

"ہاں وفا کروں گی--"

اور یہ پورا پیرس جانتا تھا مایین حمدان ایک وفادار لڑکی تھی۔
حشام جبیل مسکرا دیا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک منید بڑھ گئی تھی۔

"اُرے مایین بیٹا یہ دیکھو تمہارے لیئے ایک پارسل آیا ہے !!"
بی جان نے پکارہ تھا۔

بی جان کی آواز پر ماہی لاٹونج میں آئی می تھی۔
یہ لندن سے آیا تھا حانم نے کچھ بھیجا تھا۔

"بی جان یہ آپکی دوسری بھو یعنی ہانی نے بھیجا ہے--"
ماہی مسکراتے ہوئی سے کہا تھا۔

"یہ پروقار حولی اس پروقار لٹلی کے نام _____ جو اس میں رہتی ہے _____ اور اسلئے قابل ہے _____ روایت کے مطابق بھی اس پر حولی پر تمہارا حق ہے ماہی کیونکہ گدی کو حشام بھائی نے سننچالا ہوا ہے _____ شادی بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک جوڑی سلامت رکھے۔!!"

کارڈ پڑھ کر ماہی مسکرادی تھی۔
اندر سے ایک فائیل نکلی تھی۔

حائزہ نے سید حولی ماہی کے نام کرداری تھی۔
جسکی ماہی کو ضرورت تو نہیں تھی لیکن اتنے قیمتی تحفے پر وہ مسکرادی تھی حائزہ کیلیے اسکے دل میں محبت مزید بڑھ گئی تھی۔!!

"مبارک ہو محترمہ تمہارا کپل سیلیکٹ ہوچکا ہے--"
ماہم کا فون تھا۔

حائزہ گھر کے باہر لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ ملازمہ اسکے ساتھ ہی تھی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں؟؟؟"
حائزہ کے چہرے پر الجھن پھیلی۔

"مطلوب یہ کہ لندن میں بیست پل اور آف دی ائیر کا ایک بہت بڑا شو شروع ہوا ہے--
جو ایک گیم کی طرح ہے-- بیست کپل کو ایوارڈ دیا جائیے گا اور میں نے اس گیم کیلیے
تمہارے اور روحان بھائی کا تعارف دے دیا تھا اور اب تم لوگوں کو سیلیکٹ کر لیا گیا
ہے-- کچھ دیر تک لیٹر مل جائیے گا دیکھ لینا--"

"کیا؟؟ تم پاگل ہو گئی ہو ماہم--؟؟"

"نمیں تو-- میں بالکل ٹھیک ہوں-- میں اپنا اور حارت نام دے دیتی لیکن شرط یہ کہ وہ جوڑا
لندن میں ہی رہتا ہو

اتنے لوگوں میں سے صرف نوجوڑے چنے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تم لوگوں کا
ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے !!"

"لیکن مجھ سے پوچھ تو لیتی--"

حanim کو کوفت ہو رہی تھی۔

"مقرہ وقت ختم ہونے والا تھا اس لیتے میں نے تم دونوں کا تعارف دے دیا ہے۔ باقی
معلومات وہ خود نکلا لیتے ہیں اور پھر انہوں نے چن لیا ایک یا دو راؤنڈ ہونگے تم
فکر مت کرو۔ بس یہ ایوارڈ جیت لینا !!"

ماہم ایسی دھن میں ول رہی تھی جکہ حanim سہ پیٹ کر رہ گئی تھی۔

"تم نے حانم سے ہی شادی کیوں کی؟؟ میرا مطلب محبت کے علاوہ کوئی می وجہ بتاؤ؟؟"

ایلف نے اپنے ساتھ چلتے ہوئے روحان سے پوچھا تھا۔ وہ دونوں لیب سے باہر نکلے تھے۔
ایلف پروفیسر جسٹن سے ملنے لیب آئی تھی اور وہیں اسے روحان ملا تھا۔

"وہ میرے جیسی ہے___!!"

روحان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"اچھا۔۔ لیکن مجھے ایسا محسوس نہیں ہوا، میں اس سے دوبار ملی ہوں___ یا شاید میں اسے سمجھ نہیں پائیں___"

ایلف نے اپنے دل کی بات کی تھی۔

"وہ ام حانم ہے ایلف___ آپ اسے اتنی جلدی سمجھ نہیں پائیں گی___"

روحان کے لجھ میں سرشاری تھی، مان تھا، سب کچھ تھا۔
ایلف بس دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"تم ابھی تک اسے گھمانے نہیں لے کر گئیے؟؟"

ایلف نے بات بدی تھی۔

"وقت میں ملا پہلے تو اور ابھی میرے پاس اتنے پیسے میں ہیں کہ میں اسے دنیا لی سیر کرو سکوں۔"

"کیا واقعی؟ میں نے سنا تمہارے آباؤ اجداد کافی امیر رہے ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں تمہارے نام کروڑوں کی جائی یاد ہے پھر تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟؟"

"لیکن وہ سب میری کمائی سے تو نہیں بنانا؟ وہ مجھے وراشت میں ملا ہے اسے میں کسی اور مقصد کیلئے استعمال کروں گا۔ میں چاہتا ہوں حانم کی ہر ضرورت ہر خواہش کو میں اپنی محنت کی کمائی سے پورا کروں وہ میری ذمہداری ہے اور میری ہی ہے، اس پر جو بھی خرچ ہو وہ میرا ہو!"
روحان کافی سنجیدہ تھا۔

"وہ تم سے کچھ نہیں مانگتی کیا؟؟"
ایلف نے اپنی تیز ہوتی دھڑکن کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ابھی تک تو نہیں"

"چلو اچھی بات ہے لیکن یاد رکھو کہ اسے پورا وقت دیا کرو۔۔۔ اگر تم اسے وقت نہیں دو گے تو وہ تم سے دور ہو جائے گی اور یہ وقت بار بار نہیں آتا!"
.....

"میں پوری کوستش کروں گا۔"

وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوے کے پھر ملیں گے۔"

وہ مسکرا کر کہتی جا چکی تھی۔

روحان کی نگاہوں نے دور تک برف کی ملکہ کا پچھا کیا تھا جسکے دل کی حالت وہ سمجھ سکتا تھا۔ وہ کوئی یہ عام یا سلطھی لڑکی نہیں تھی جو اپنے جذبات کے سامنے کمزور پڑ جاتی۔ وہ ایلف تھی۔ دنیا بدلنے کی صلاحیت رکھنے والی ایلف آسکر۔

"روحان مجھے پیسے چاہیئیں۔!!"

وہ کتاب پڑھنے میں لگن تھا جب حانم وہاں وارد ہوئی۔

"کتنے۔؟؟"

وہ حیران ہوا تھا۔ حانم نے پہلی بار اس سے کچھ مانگا تھا۔

"ایک لاکھ۔"

حانم نے بنا دیکھے جواب دیا تھا۔

"ایک لاکھ؟ خیریت؟"

وہ اب سیدھا ہوا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ حانم جو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔ وہ شاید دیکھنا چاہتا تھا کہ اسکے نظر انداز کرنے سے حانم کو فرق پڑتا تھا یا نہیں۔ اور شاید پڑتا تھا اسکا انداز بتاتا تھا۔

"شلپنگ کرنے جانا ہے۔"

"کس کے ساتھ؟"

روحان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے یوں اچانک بیٹھے بھائی سے شلپنگ کا شوق کیسے چڑھ گیا تھا۔

"ابی کے ساتھ۔"

وہ اسے دیکھنے سے مکمل اجتناب کر رہی تھی۔

"ابی--؟"

روحان چونکا۔

"اچھا تو ابی میری بیوی کو ورغلہ رہی ہے۔"

اس نے دل میں سوچا تھا۔

"آپ کے پاس میرے لیتے وقت ہیں ہے۔ اور ناہی میری قدر ہے آپوا بس میں اپنی فرینڈز کے ساتھ شلپنگ پر جایا کروں گی۔"

"بیٹھ جاؤ حanim--"

روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے بھایا تھا۔ اسکی لرزی پلکوں سے وہ اندازہ لگا سکتا کہ اس وقت وہ خود پر اور اپنے غصے پر ضبط کر رہی تھی۔

"ایک لاکھ کی شلپنگ کروگی؟؟"

"ہاں--"

"لیکن میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں ہیں۔"

روحان کی بات سن کر حanim نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

اسکا ہاتھ ابھی بھی روحان کے ہاتھوں میں تھا۔

"ہاں نا۔۔ میری تباہ ابھی بہت کم ہے۔ اس گھر کے کچھ پیسے ادا کرنے تھے وہ ادا کیتے ہیں میں نے۔۔ میرے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار بچے ہوئیے ہیں اگر تم چاہو تو وہ سارے لے سکتی ہو۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں تم شلپنگ کرنے میرے ساتھ جاؤ۔۔ ناکہ ابھی یا کسی اور کے ساتھ۔۔ ہاں البتہ تم گھومنے جانا چاہو تو جا سکتی ہو انکے ساتھ۔۔

ہو جاتا ____ ؟؟"

وہ سادگی لیتے پوچھ رہا تھا۔ اسکی امیر ہونے کی بات سن کر حانم کو ہنسی آئی تھی جسے وہ ضبط کر گئی تھی۔

اسے وہ وقت یاد تھا جب انکے گھر میں مہینے کے بیس ہزار مشکل سے آتے تھے۔
وہ وقت بھی اس نے بنا کوئی می شکوہ کیتے گزارا تھا۔

"کچھ بولو بھی--"

اسے خاموش دیکھ کر روحان بولا تھا۔

"لندن میں رہ کر بھی آپ غریب ہیں کمال ہے۔ لوگ تو لاکھوں کماتے ہیں۔"
حانم نے جان بوجھ کر اسے چھپیرا تھا۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میں سوچ رہا ہوں ایک اور جاب شروع کردوں۔"

"ضرورت نہیں ہے۔"
حانم نے خفگی سے کہا۔

"بی جان نے میرے اکاؤنٹ میں کافی بڑی رقم ٹرانسفر کی ہوئی ہے اور بابا سائیں بھی کرواتے رہتے ہیں۔ آپ ان سے نہیں لیتے لیکن وہ جانتے ہیں ہمیں لندن جیسے شر میں کہہ مہر قمر سکایہ ہے۔ یہ م

سے ادھار لے سلتے ہیں بعد میں واپس کر دیجیئے گا۔!!

حanim نے گردن اکڑاتے ہوئے سے کہا تھا۔

اسکی بات سن کر روحان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"شکریہ میری بات سمجھنے کیلئے۔!!"

اس نے حanim کے ہاتھ کو ہولے سے دباتے ہوئے سے کہا تھا۔

"لیکن آپکو میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"حکم کرو"

وہ مسکرایا۔

اسکے پوچھنے پر حanim نے اسے بیست کپل آف دی ایئر کے شو کے بارے میں بتادیا تھا۔

"ہمیں وہاں جانا ہوگا۔ ایک راؤنڈ میں کھلی چکی ہوں جو آنلائی ن ہوا تھا۔ ہم فائی نل میں

پہنچ چکے ہیں۔ میں بہت خوش ہوں، ایک منٹ رکیں میں آپکو دکھاتی ہوں۔"

وہ پروجوس سی اٹھی تھی کچھ دیر بعد وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر لائی تھی۔

"یہ دیکھیں۔ دو کپل پہنچ چکے ہیں فائی نل تک۔ دوسرا کپل بہت مضبوط ہے۔ پہلا

راؤنڈ میری طرح اس لڑکی نے کھیلا ہے۔"

روحان اشتیاق سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو بہت خوش نظر آرہی تھی۔

"مجھے جیتنے میں دلچسپی نہیں ہے، میرے لیئے یہ گیم دلچسپ ہے۔ آپ چلیں گے نامیرے ساتھ؟؟"

حانم کی آنکھوں میں امید تھی۔

روحان محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی تک اسے کچھ نہیں دے پایا تھا۔
سوائی سے اس گھر کے اور حلال رزق کے۔
وہ پہلی بار کچھ مانگ رہی تھی۔

"ہاں میں چلوں گا۔"

"کیا واقعی؟؟"

حانم کا چہرہ دیکھنے لائی ق تھا۔ وہ ایک دم ہی کھل اٹھی تھی۔

"لیکن ایک شرط پر۔ جیتنا ہمیں ہی ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے منتظر ہے۔ یہ دیکھیں یہ آخری سوال ہے، اسکا جواب آپ دیں۔ یہ اضافی ہے اس سے ہمارے پوائی ننس بڑھیں گے۔"

حانم نے لیپ ٹاپ اسکی طرف کھسکایا تھا۔ جسے روحان نے مسکرا کر پکڑا تھا۔

"شاعری بھی بارش ہے--!!

جب برسنے لگتی ہے،

سورج کی زمینوں کو رنگ بخشتی ہے

نت انئیے خیالوں کی کونپلیں

نکلتی ہیں۔

اور پھر روانی پر یوں بھار آتی ہے--

جیسے ٹھوس پوت سے گنگنا تی

وادی میں آبشار آتی ہے،

شاعری بھی بارش ہے---!!

ان دلوں کی دھرتی پر

غم کی آگ نے جن کو راکھ میں بدل ڈالتا،

ذہن و دل کا ہر جذبہ جیسے خاک کر ڈالتا،

ایسی زمینوں پر---،

بارش برسنے سے فرق کچھ نہیں پڑتا

مگر اب

دل کی زمین پر بارش برسنے سے

بارشوں کا موسم تھا۔ حاکم کو سالوں بعد آج بارش بہت خوبصورت لک رہی تھی۔ وہ ٹھنڈے لی فلر ناکرتے ہوئے بارش میں بھیگنے لگی تھی۔

دل میں ایک عجیب سی ہلپل مچی تھی۔ سب اچھا لگ رہا تھا۔
گرجتے بادل، برستی بارش، اسکے دل کی سوکھی زمین پر پھوار سی پڑی تھی۔
اسے اپنے اندر ٹھنڈک اترنی محسوس ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھائیے، چہرہ اوپر کیتے کھڑی تھی۔
وہ چاہتی تھی آج کی بارش اتنا برسے کہ جل تھل کر دے۔

"خانم تم کیا کر رہی ہو؟؟ بیمار ہو جاؤ گی پا گل لرکی۔"
روحان کی آواز پر وہ چونکی تھی۔ جو ابھی گھر آیا تھا۔ آج وہ جلدی آگیا تھا۔ شام سات بجے شو تھا۔
انہیں جانا تھا۔

روحان تیز تیز قدم اٹھاتا اس تک گیا تھا اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے اندر لایا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمیں؟؟ پتا ہے ابھی ٹھنڈ بہت ہے--"
وہ اسے پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ خانم کو اسکا یوں پریشان ہونا اچھا لگا تھا۔

"آج کی بارش حسین ہے نا روحان؟؟"
نمہ

اسلی آنہوں لی چمک دیلھ کر روحان کو سالوں پہلے والا وہ منظر یاد آکیا تھا جب اسکا دل وہ کم آنکھوں والی لڑکی کا شکار ہوا تھا۔

جو اپنا فون اس سے چھین کر لے گئی تھی اور وہ "ڈونٹ ٹھج مائی فون مگز" والے الفاظ پر دیر تک ہنستا رہا تھا۔

"ہاں بارش بہت حسین ہے—" وہ اسکے چھرے کو دیکھتے ہوئے سے بولا تھا۔

"لیکن شاید تم بھول گئی ہو ہمیں شو میں جانا ہے اور پانچ نج چکے ہیں--" روحان نے اسے یاد دلایا۔

"اے ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی— پیچھے ہٹیں آپ بھی نا۔۔ مجھے باتوں میں لگا لیا۔۔ اور دیر کروادی۔۔ ابھی تو تیار بھی ہونا ہے۔۔"

وہ اس پر الزام لگاتی اسے ہاتھوں سے پرے دھکیلتی کرے کی جانب بھاگی تھی۔

"میں نے باتوں میں لگایا؟؟"

روحان تو اسکے نئیے الزام پر عش کر اٹھا تھا اور پھر مسکرا کر اسکے پیچھے قدم بڑھا دیے۔۔!!

وہ دونوں تیار ہو رہے تھے۔ حاکم نے اپنا کوٹ پہنچتے ہوئی سے ایک نظر اپنے چیخے لھڑے روحان کو دیکھا تھا جو مصروف سا اپنی کف کے بیٹن بند کر رہا تھا۔

وہ کافی وجیہ لگ رہا تھا۔

"ایک بات بتائیں مجھے۔"

"ہم پوچھو۔"

"جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گی تو عورتوں کے لیے کیا ہے؟؟ قرآن کریم کے مطابق کوئی شخص جنت میں داخل ہو گا تو اسے حور، یعنی خوبصورت دو شیزہ دی جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ جب کوئی عورت جنت میں جائے گی تو اسے کیا دیا جائے گا؟"

حانم کے سوال پر روحان کے ہاتھ ساکت ہوئی سے تھے۔ اسکا دل اچانک دھڑکا تھا۔ حانم نے یہ سوال کیوں کیا تھا۔ کچھ کچھ وہ سمجھ رہا تھا۔ لیکن اسے یقین نہیں ہوا تھا۔ کیا واقعی وہ ایسا سوچ رہی تھی۔

اگر روحان جنت میں جاتا تو اسے حوریں متین اور حانم؟؟ وہ کسی اور کا ہو جاتا۔!! حانم کے دل میں کسک سی اٹھی تھی۔ وہ اسکی عادی ہو رہی تھی۔ اسکا دل بے چین تھا۔ اور اسکی یہ بے چینی سوال کی صورت میں باہر آئی تھی۔

كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِنِجْرِ عَيْنٍ (۵۴)

"یوں ہی ہوگا اور ہم ان کا نکاح کر دیں گے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔"

(سورة الدخان 44 آیت 54)

مَصْفُوفَةٍ وَرَوَّجْنَاهُمْ بِنِجْرِ عَيْنٍ (۲۰)

"اور ہم ان کا نکاح بڑی بڑی اور روشن آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔"

(سورة الطور 52 آیت 20)

حُوْرٌ مَقْصُورَاتٍ فِي الْجِنَامِ (۷۲)

"خیموں میں ٹھرائی گئی حوریں۔"

(سورة الرحمن 55 آیت 72)

وَحُوْرٌ عَيْنٌ (۲۲) كَمَثَالِ اللَّؤْلِءِ الْمَكْنُونِ (۲۳)

"اور ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئے
موتی--"

"حور کا مطلب کیا ہے؟؟"

روحان نے اسے کندھوں سے تھام کر اسکا رخ اپنی جانب کیا تھا اب وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"حور مطلب خوبصورت دوشیزہ---"

حانم نے جواب دیا تھا۔ جسے سن کر روحان کے لبوں پر نرم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"ٹھیک کہا تم نے۔۔ قرآن کریم کے بہت سے متجمین نے لفظ حور کا ترجمہ خصوصاً اردو ترجمہ میں خوبصورت دوشیزائیں یا لڑکیاں کیا ہے۔ اس صورت میں وہ صرف مردؤں کے لیے ہوں گی۔

تب جنت میں جانے والی عورتوں کے لیے کیا ہوگا؟

لفظ "حُور" فی الواقع آحور (مردؤں کے لیے قابل اطلاق یعنی مذکر) اور حَوَّاء (عورتوں کے لیے قابل اطلاق یعنی مومنث) دونوں کا صیغہ جمع ہے اور یہ ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی آنکھیں حَوَّر سے متصف ہوں، جو جنت میں جانے والے مردؤں اور خواتین کی صالح ارواح کو بخشی جانے والی خصوصی صفت ہے اور یہ روحانی آنکھ کے سفید حصے کی انتہائی اجلی رنگت کو ظاہر کرتی ہے۔

دوسری کئی آیات میں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جنت میں تمہارے ازواج ، یعنی جوڑے ہوں گے۔ اور تمہیں تمہارا جوڑا یا پاکیزہ ساتھی عطااء کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَبِشَرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّهُمْ جَنَّاتٍ سَجْرِيٍّ مِنْ كَجِنَّاتِ الْأَنْهَارِ كُلُّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ تِمْرَةٍ رِزْقًا
قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلٍ وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًاتٍ وَلَمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطْهَرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲۵)

"اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اس کتاب پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، انہیں خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہیں بہتی ہوں گی۔ جب بھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہم کو دنیا میں دیا جاتا تھا۔ ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔"

(سورة المقرہ 2 آیت 25)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سُنْدَخِلُمُ جَنَّاتٍ سَجْرِيٍّ مِنْ كَجِنَّاتِ الْأَنْهَارِ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ
مُطْهَرَةٌ وَنَذْخِلُمُ ظِلَالًا ظَلِيلًا (۵۷)

"اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیئے، ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہیں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ان کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔"

(سورة النساء 4 آیت 57)

لہذا لفظ (حور) سی خاص جس یا صنف کے لیئے حصوص میں، علامہ محمد اسد نے لفظ حور کا ترجمہ خاوند یا بیوی (Spouse) کیا ہے جبکہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے اسکا ترجمہ (Companion) یعنی ساتھی کیا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک جنت میں کسی مرد کو جو حور ملے گی وہ ایک بڑی بڑی چمکتی ہوئی آنکھوں والی خوبصورت دوشیزہ ہوگی جبکہ جنت میں داخل ہونے والی عورت کو جو ساتھی ملے گا وہ بھی بڑی بڑی روشن آنکھوں والا ہوگا
 سمجھ آئی ہی؟؟"

روحان نے اسکے سر سے اپنا سر ہولے سے ٹکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

حانم کو سمجھ آگئی ہی تھی لیکن اسکی الجھن دور نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں لیکن—

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"لیکن کیا؟؟"

روحان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"

حانم نے اپنا رخ دوبارہ آئی یہنے کے سامنے کیا۔

"بولو بھی--"

وہ اسے ان جان بوجھ کر چڑا رہا تھا۔

"کیا بولوں--؟؟"

وہ روہانی ہوئی می۔

"ایک جتنی عورت حوروں سے کئی می درجے بہتر ہوگی اور تم فکر نا کرو میں نے اس دنیا میں تمہیں چٹا ہے اور آخرت میں بھی تمہیں ہی چُنوں گا مجھے حوروں کی طلب نہیں رہی مجھے ام حانم سے سروکار ہے"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حانم کا سانس اٹک سا گیا تھا۔ وہ اسکی الجھن سمجھ گیا تھا۔

"باتیں اچھی کر لیتے ہیں آپ--"

حانم نے خوابناک ماحول کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اور تم جتنی مرضی باتیں چھپا لو میں تمہارے دل کی کیفیت جانتا ہوں--"

وہ شریر ہوا تھا۔

"تੱگ کر رہے ہیں مجھے--؟؟"

"ہمیں ابھی تو تنک کرنے کا ارادہ ہمیں ہے۔ ابھی تو میں چاہتا ہوں ہم وقت پر مقرہ جکہ پر پہنچ جائیں کیونکہ اگر ہم لیٹ ہوئے تو ہمیشہ کی طرح المزام مجھ پر ہی آئے گا"۔
وہ معصوم سی صورت بناتے ہوئے بولا تھا۔

جبکہ حانم اسے خلفگی سے دیکھنے کے بعد جوتے پہننے لگ گئی تھی۔
وہ واقعی لیٹ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

وہ دونوں تیار ہو کر گھر سے نکلنے ہی لگے جب اچانک حانم کو چھینکیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔

وہ بڑی طرح سے چھینک رہی تھی۔ اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"اف دیکھا یہ بارش میں نہانے کا نتیجہ ہے--"
روحان خفا ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں--"
حانم نے سر میں اٹھتی درد کی لہر کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔
اسکلی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

"جھے لکتا ہے فلو ہو کیا ہے--"

حانم کو اپنے گلے میں بھی خراش سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا تم یہ ماسک پہن لو۔۔ اس سے تمہاری ناک ٹھنڈی ہوا سے بچی رہے گی۔"

حانم نے فرمانبرادی سے وہ ماسک لے کر پہن لیا تھا۔

"چلیں اب دیر ہو رہی ہے--"

حانم پریشانی سے بولی تھی۔

جس پر روحان سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔

شام بہت خوبصورت تھی۔ شودیکھنے کیلئے سینکڑوں لوگ آئیے ہوئے تھے۔
وہ دونوں ٹی وی پر آنے والے تھے۔

ایک بڑی سی خوبصورت ٹرافی جس پر ایک خوبصورت کپل بنا ہوا تھا سامنے رکھی تھی۔۔۔ حانم کو
نمیں پتا کہ وہ کس میٹریل سے بنی ہوئی ہی تھی۔ لیکن وہ خوب چمک رہی تھی۔

حانم نے نظر اٹھا کر کچھ فاصلے پر اپنے سامنے بیٹھے دوسرے کپل کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں بہت
پیارے تھے۔

تھے سمل جیسے ایک دوسرے کیلئے ہی بنے ہوں۔

حائز نے ایک نظر ان دونوں کو اور پھر اس ٹرافی کو دیکھا تھا
اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

سامنے بیٹھی وہ معصوم سی لڑکی بھی حائز اور روحان کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھی

سوال و جواب کا سلسلہ چلا تھا جو کافی دلچسپ رہا تھا

"اوکے اب آپ دونوں کیپز میں سے ایک دوسرے کیلئے کچھ لکھے گا وہ شاعری بھی ہو سکتی ہے اور خوبصورت الفاظ بھی کوئی یہ پیغام بھی اور دلنشیں اظہار بھی" میزبان کے کہنے پر وہاں بیٹھے لوگوں نے تالیاں بجائی تھیں۔ ہونگ کر کے انکا حوصلہ بڑھایا گیا تھا۔

دونوں جوڑوں نے گیم کو سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"جی تو کپل 7 آپ لوگوں سے شروع کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کے سامنے یہ لیپ ٹاپ رکھا ہے اس پر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کیلئے کچھ لکھنا ہے جو اس بڑی سکرین پر شو ہوگا"

میزبان نے اپنے پیچھے دیوار پر لگی سکرین کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"میں پچھ کہنا چاہتی ہوں _____"

لڑکی نے اپنے ساتھ بیٹھے اپنے Husband سے کہا تھا۔ جو ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"میرے رہمنا تیرا شکریہ،

کہ ہزار بار شکریہ _____

میرے رہمنا میری

زندگی کو _____

حسین تر بنا دیا _____،

لڑکی کی انگلیاں تیزی سے ٹائی پ کر رہی تھیں۔

اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

"میرے رہمنا تیرا شکریہ

مجھے طسماتی

شہر میں لا کر _____

ایک ساحرہ بنا دیا،

میرے رہمنا تیرا شکریہ

میں حسین تو تھی

لین مجھے _____

حسین تر بنا دیا،

ہال سے واو اور امینگ کی آوازیں ابھرنے لگی تھیں۔

حانم اور روحان بھی دلچسپی سے سکرین پر ابھرنے والی شاعری پڑھ رہے تھے۔

"میرے رہمنا تیرا شکریہ

میں محبتوں کی

منکر تھی _____

مجھے محبتوں سے نواز دیا،

میرے رہمنا تیرا شکریہ

میں اندھیروں میں

تھی کھوئی می ہوئی می _____

مجھے روشنی سے ملا دیا،

میرے رہمنا تیرا شکریہ

میں آج کہنا چاہتی ہوں

کہ زندگی کے ہر

ایک پل میں _____

میں ساتھ رہنا چاہتی

ہوں،

مجھے اداسیوں سے نکال کر

مسکرانا سکھا دیا،

میں خاموشیوں کی تھی شاعرہ

مجھے سحر پھونکنا

سکھا دیا،

مجھے راستوں کی خبر نا تھی

مجھے رہمنا بنا دیا _____

میرے رہمنا تیرا شکریہ

میرے رہمنا تیرا شکریہ _____ !!

اسکے ہاتھ ساکت ہوئی سے تھے۔ حانم کسی ٹرانس میں وہ شاعری پڑھ رہی تھی۔ اسکی حالت

بھی کچھ ایسی ہی تھی _____

"ویل ڈن مسز آغا"

میزبان نے حیران ہوتے ہوئے تعریف کی تھی اور ایک بار پھر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ تھا۔

"جی تو کپل 1 آپ دونوں میں سے کون اپنے احساسات کا اظہار کرے گا؟؟"

میزبان نے اب حanim اور روحان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں--"

روحان تیار تھا۔

"تجھے اس قدر ہیں شکایتیں
کبھی سن لے میری حکایتیں
گر تجھے نہ کوئی ملال ہو،
میں مجھی تجھ سے اک گلمہ کروں

نمیں اور کچھ جواب اب
میرے پاس تیرے سوال کا
تو کرے گا کیسے یقین میرا
محھے بتا تو دے میں کما کروں،

حاکم کی نظریں سلرین پر بھی حصیں۔ وہ بنا دیلے بھی روحان کے تاثرات مجھ سستی ہی۔
وہ اسکے جذبات کو محسوس کر سکتی تھی۔

یہ جو بھولنے کا سوال ہے
میری جان یہ بھی کمال ہے
تو نماز عشق ہے جان۔ جہاں
تجھے رات و دن ادا کروں

تیراپیار تیری محبتیں
میری زندگی کی عبادتیں
جو ہو جسم و جاں میں روائی دواں
اسے کیسے خود سے جدا کروں

تو ہی دل میں ہے، تو ہی نظر میں
تو ہی شام، تو ہی سحر میں ہے
جو نجات چاہوں حیات سے
تجھے بھولنے کی دعا کروں__!!

حاکم نے حسوس کیا تھا روحان کے لئے الفاظ دہنڈے پڑ رہے تھے۔ شاید اسلی آنکھوں میں نمی امداد آئی تھی۔

"یہ بات بہت ہی حیران کن ہے کہ آج اس پلیٹ فام پر دو کپل آئیے ہیں جنکے پواتیں ابھی تک برابر ہیں اور تو اور وہ دونوں کپل ہی ایشین ہیں۔ دیکھتے ہیں اس آخری سوال کا جواب کون سا کپل دے کر آج کا بیسٹ کپل کمائیے گا۔"

میزبان کافی پرچوش تھا۔

"تو کپل 7 پہلے سوال آپ لوگوں سے ہوگا۔ مسز آغا آپ جانتی ہیں کہ مسٹر آغا پہلے سے شادی شدہ تھے۔ پہلے بھی محبت ہوئی می ہوگی انہیں، اور کیا پتا آپ کے بعد بھی کسی سے ہو جائیے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ آپ مسٹر آغا کی کونسے والی محبت ہیں؟؟؟"

حanim نے دیکھا تھا میزبان کا سوال سن کر مسٹر اور مسز آغا دونوں کے چہرے کارنگ فن ہوا تھا۔

ہال میں ایک پل کیلیتے سنائا چھا گیا تھا۔

"وہ--"

مسز آغا نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"داستان ستم ہولے والی ہے

تم میری آخری محبت ہو"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی مسٹر آغا نے اسکا ہاتھ تھام کر کھا تھا ۔ لوگ ایک بار پھر حیران رہ گئیے تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس ایک شعر نے انکی حقیقت بیان کر دی تھی۔

"ویری گڈ--"

"تو مسز جبیل، جیسے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے آپ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے-- میرا آپ سے سوال یہ کہ وہ کونسی چیز تھی جس سے مسٹر جبیل اپنی سٹوڈنٹ لائی ف میں شدید ناپسند یا نفرت کرتے تھے--؟"

میزان حانم سے پوچھ رہا تھا۔ حانم کے پاس ایک منٹ کا وقت تھا۔
اس نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے کپل کو دیکھا پھر ٹرافی کو اور پھر روحان کو جسکی آنکھوں میں امید سی تھی ۔ حانم کے تاثرات کو کوئی میجانچ نہیں سکتا تھا کوئی می فلو کی وجہ سے وہ ماسک پہننے ہوئیے تھی۔

حانم نے آنکھیں بند کی ایک گھری سانس لی اور پھر جواب دیا۔

"میوزل-- اہمیں میوزل سے شدید نفرت ہی--"

حاجم نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان نے بے یقینی کی کیفیت سے حاجم کو دیکھا تھا۔ اس نے غلط جواب دیا تھا۔ وہ حیرانگی سے حاجم کو دیکھ رہا تھا جسکی آنکھوں میں کوئی می ابھسن نہیں تھی۔

"؟؟Are you sure"

میزبان نے دوبارہ پوچھا۔

"جی--"

حاجم نے اثبات میں سر ہلایا۔

حاجم کی نظریں مسز آغا پر جا کر کی تھیں جو حیرانی سے حاجم کو دیکھ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر بھی بے یقینی سی پھسلی تھی۔ شاید اسے بھی حاجم سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

حاجم اور روحان ایک خوبصورت گول میز کے گرد بیٹھے تھے۔ آج کے بیسٹ کپل کا اعلان ہو چکا تھا۔

مسٹر اور مسز آغا جیت چکے تھے۔

وہ دونوں ٹرائی ہاتھ میں لیتے ایک ساتھ لھڑے بہت اچھے لک رہے تھے۔
حانم نے روحان کی طرف دیکھا تھا جسکی آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی۔

"حانم تم نے غلط جواب کیوں دیا؟؟"
وہ پوچھ رہا تھا۔

"نمیں تو میں نے درست جواب دیا تھا۔ مجھے لگا اس نے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز بہت زیادہ پسند تھی تو میں نے میوزک بول دیا۔!!"
وہ جھوٹ بول رہی تھی۔

"مجھے ہارنے کا دکھ نہیں ہے بلکہ اس بات کا دکھ ہے کہ ہم بیسٹ کپل نہیں ہیں--"
وہ بچوں جیسی باتیں کر رہا تھا۔

حانم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، کچھ لوگ انکی طرف بڑھے شاید انہوں نے روحان جبیل کو پہچان لیا تھا۔

وہ اس سے آٹو گراف لے رہے تھے۔ کچھ لوگ اسکی بیوی یعنی ام حانم کو دیکھنا چاہتے تھے
لیکن وہ ماسک پہننے ہوئیے تھے جسے لوگ نقاب سمجھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ جا چکے تھے۔

"آپ کو پتا ہے وہ لوں جیتے ہیں؟ وہ اس لیتے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں، ان دونوں میں کوئی بھی نہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہیں۔"

حائفہ بتا رہی تھی۔

"کیا ہم میں کوئی بھی نہیں ہیں؟ کیا ہماری محبت میں کی ہے؟" روحان اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"بھی ہے۔"

حائفہ نے عجیب سے لمحے میں جواب دیا تھا۔ روحان چونک گیا تھا۔ کچھ پل وہ اسے دیکھتا رہا تھا اور پھر اسے سمجھ آگیا تھا۔

حائفہ اس سے اتنی محبت نہیں کرتی بلکہ شاید کرتی ہی نہیں تھی۔ لیکن اس سلیع پر جو لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اپنے ساتھ کھڑے محافظ سے بےپناہ محبت کرتی تھی۔ روحان کو وجہ سمجھ آگئی تھی۔

"اگر میں درست جواب دیتی تو یقیناً ہم بھی بیسٹ کپل کمالاتے لیکن زیادتی ہوتی ہے۔" ہم دونوں جانتے ہیں حقیقت کچھ اور ہے۔"

حائفہ کے الفاظ کسی ہتھوڑے کی طرح روحان کی سماught سے ٹکرائے تھے۔

وہ حاکم کے دل میں اپنے لیئے محبت پیدا ہمیں کر سکا تھا۔
اس سے پہلے وہ کچھ کہتا انہوں نے مسز آغا کو اپنی طرف بڑھتے پایا تھا۔
وہ مسکرا کر انکی طرف آ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم!"
اس نے سلام کیا تھا جسکا جواب دونوں نے خوشی سے دیا تھا۔

"میرا نام حرم ہے — حرم نور — اور وہ میرے ہمسینڈ ہیں ڈاکٹر فرباد آغا — ایک
نیورو لو جسٹ — شاید آپ دونوں ہمیں نہیں جانتے لیکن میں آپ دونوں کو بہت اچھے سے
جانتی ہوں۔"

وہ مسکرائی می تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹرافی حانم کے سامنے کی تھی۔

"میری طرف سے یہ ایوارڈ آپ دونوں کیلیئے ہے — دو عجیب لوگوں کیلیئے — جنکی زندگی کے
سات پھروں کو میں جانتی ہوں —"
وہ پراسرار سے لمحے میں کہہ رہی تھی۔

"پکڑ لیں۔"

حانم کے ٹرافی ناپکڑنے پر اس نے دوبارہ کہا تھا۔ جس پر حانم نے وہ ٹرافی لے کر میز پر رکھ
دی تھی۔

"میں آتا ہوں--"

روحان ایکسکیووڈ کرتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ وہ اب دونوں کو باتیں کرنے دینا چاہتا تھا۔

"پتا ہے میں سمجھتی تھی کہ دنیا میں صرف میں اور ہادی ہی وہ واحد کپل ہیں جنکی زندگی کی کہانی عجیب و غریب ہے لیکن جب میں نے اپنے مقابل دو مزید لوگوں کو تو پایا تو مجھے تحسیس ہوا روحان جبیل جسے پورا لندن جانتا ہے جس انسان کے لیکچر میں بہت شوق سے سنتی ہوں جو ایک سلفائی بٹ ہے اسکا کپل ہمارے مقابلے میں تھا

پتا ہے میں یہاں جیتنے کیلئے نہیں آئی تھی بلکہ میں دو ایسے لوگوں سے ملننا چاہتی تھی جو سلفائی بٹ تھے "

ح انم حیرت سے اس لڑکی کو سن رہی تھی جو نازک سی تھی۔
شاید وہ اس سے کم عمر تھی۔

"میری اور ہادی کی شادی کو چار سال ہونے والے ہیں اور ہم پچھلے دو سالوں سے لندن میں ہیں ہادی یہاں ہا سپیٹ میں ایک نیوروسرجن کے طور پر کام کرتے ہیں، میں کبھی اتنے تحسیس کا شکار نہیں ہوئی ہی تھی مجھے کبھی کسی جوڑے کے متعلق جانے کا اتنا اشتیاق نہیں ہوا تھا جتنا روحان جبیل اور ام ح انم کو جاننے کا ہوا

میں نے زندگی میں پہلی بار ایش بن کر اپنے سیم سے کچھ مانگا تھا اور وہ تھا روحان جبیل اور

ام حاکم لی ابتدائی زندگی کے بارے میں جسے لندن میں کوئی میں جانتا لیں میں جان گئی می اور پہچان بھی گئی !!

اور میں آرچے کو جان کر جیران رہ گئی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ آپ دونوں کے درمیان کچھ غیر معمولی تھا اور جب میں نے اس کہانی کے زندگی چھپہ جانے تو میں رو دی تھی

آپ دونوں کی شادی کو شاید دو سال ہوئی سے ہیں لیکن آپ دونوں کا رشتہ سالوں سے چلتا آ رہا ہے تب سے جب میں اور ہادی ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں تھے، جب ہادی کی زندگی میں کوئی می اور تھی میں دل سے چاہتی تھی کہ اس جوڑے کو آج کا ایوارڈ ملے جنہوں نے بہت کچھ کھویا ہے

اور میں یہ بھی جانتی ہوں آپ نے غلط جواب دیا تھا ایسا کیوں؟؟ حانم جو سانس روکے اسے سن رہی تھی اسکے سوال پر چونکی تھی۔ اسکی زندگی کی ساری فلم آنکھوں کے سامنے گھوم گئی تھی۔

"کیونکہ میری طرف سے محبت کی کمی ہے شاید اس لیئے !!"

حانم نے سچ لولا تھا۔

"کوئی می بات میں ایک دن یہ می آخری محبت کا روپ دھار لے لی _____ وہ مسکرائی تھی۔

"پتا ہے میں آپ دونوں کی بہت عزت کرتی ہوں خاص طور پر مسٹر روحان جبیل کی _____ میرے دل میں آپ دونوں کیلئے ایک عقیدت سی پیدا ہو گئی ہے _____ !!" حرم کی باتیں حanim کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔

"ایک بار آنکھیں بند کر کے محسوس کرنے کی کوشش کریں آپکو ہر طرف محبت ہی نظر آئے گی _____ کیونکہ خاص لوگوں کے نزدیک نفرت کا کیا کام؟؟ مجھے خوشی ہوئی ایک سلفائی بٹ سے مل کر _____ !!"

اس نے میز پر رکھے حanim کے ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر حanim مسکرا دی تھی۔ اسے یہ معصوم سی لمکنی بہت اچھی لگی تھی۔

"مجھے لگتا تھا کہ ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہونے والے نام کی لمکنی صرف میرے پاس ہی ہے _____ لیکن میرا اندازہ غلط تھا _____ !!"

روحان جبیل اس وقت فرباد آغا کے پاس کھڑا تھا۔ یقیناً اسکا اشارہ حرم کی طرف تھا۔

"بہت پچھے ایک سا ہو کر بھی بہت الگ ہوتا ہے۔ ہر کہانی دوسری کہانی سے ایک فرق رہتی ہے۔ جو کہ کہانی کا انتیاز ہوتا ہے، دو الگ دنیاؤں کے لوگ جب ملتے ہیں تو خوشگوار سا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور اس احساس کو میں اس وقت محسوس کر سکتا ہوں یعنی میں تم ایک بہترین فریضہ سر انعام دے رہے ہو۔ مجھے امید ہے لگلے سال ایک اور ٹرافی تم لوگوں کی نظر ہوگی۔!!"

فریاد نے اسکا کندھا تپھتھپاتے ہوئی کہا تھا۔

پھر وہ دونوں اس میز کی طرف بڑھ گئی۔

"چلیں حرم۔ مجھے ہاسپیٹ جانا ہے ایک مریض کا چیک اپ کرنے۔!!" وہ نرم لمحے میں کہہ رہا تھا۔

"بہت جلد آپ لوگوں سے دوبارہ ملاقات ہوگی۔" وہ اپنی بڑی سی اونی شال سنبلاتے ہوئیے بولی تھی اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر اس نے اپنا ہاتھ ڈاکٹر فریاد آغا کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد وہ لوگ نظروں سے او جھل ہو گئی۔

"اس ٹرافی کا کیا کرنا ہے؟؟" روحان نے میز مرکھی چمکتی ٹرافی کی طرف دیکھ کر لویجھا تھا۔

"یہ ایک خوبصورت کھفہ ہے میرے لیئے۔ میں اسے سنبھال کر رٹھوں لی۔" حانم مسکراتے ہوئے اٹھی تھی۔

"اور اگلے سال؟؟" روحان نے محیب سے لجے میں پوچھا تھا۔

"اگلے سال شاید ہم جیت جائیں۔" حانم نے مسکرا کر پراسرار لجے میں جواب دیا تھا۔

موسم ابرآلود ہو رہا تھا۔ روحان گھر نہیں تھا۔ حانم کو بوریت ہو رہی تھی۔ وہ باہر نکلی تو ٹھنڈی ہوانے اس پر ایک خوشگوار سا احساس چھوڑا تھا۔

وہ فٹافٹ اندر گئی می برساتی پہننے کے بعد باہر آئی تھی۔

پچھلے دو دنوں سے اسے ہلکا ہلکا بخار تھا۔ روحان نے آج جلدی آنے کا کہا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

خود کو اچھی طرح کور کرنے بعد باہر نکل گئی تھی۔

کھلی بڑی سیاہ پتھروں سے بنی سرک پر چلتے ہوئے وہ آس پاس موجود گھروں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک خوشگوار سا احساس اسکے ارد گرد لیٹا تھا۔

وہ لائیں کے آخر تک بھی میں پچھی ٹھی جب ہلی ہلی بارش نے لندن کو بیچھا کانا شروع کیا۔ حانم نے سر اٹھا کر ایک نظر آسمان کو دیکھا جو سیاہ ہوا تھا اور پھر زمین کو جو گلی ہوا رہی تھی۔ وہ واپس جانے کیلئے مرڑی ہی تھی کہ دھک سے رہ گئی۔ اسکے پیچھے روحان کھڑا تھا۔ جسکے ہاتھ میں چھاتہ تھا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"بس ایسے ہی دل کیا تو باہر نکل آئی۔ آپ کب آئیے؟؟

"جب تم گھر سے باہر نکلی تھی تب ہی میں آیا تھا۔۔۔ میں نے تمیں چھتری کے بغیر دیکھا تو اسے اٹھا کر تمہارے پیچھے ہی آگیا تم خود کا خیال نہیں رکھتی ہو۔۔۔"

وہ نرم لمحے میں بول رہا تھا۔

مُھنڈی ہوائی میں چل رہی تھیں۔

"میں تمہارے لیئے کچھ لایا ہوں۔۔۔"

روحان کی بات پر حانم نے چونک کرا سے دیکھا۔

"کیا۔۔۔؟"

"کم وہ واحد لڑکی ہو اُم حاکم جسے ساتھ آر جے بیٹھا ہوا دل سے مسلرا رہا تھا۔ میں نے ایسی چمک کبھی آر جے کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی کے چہرے سے پھوٹی روشنی۔ تم دونوں ایک دوسرے کے سنگ بہت مکمل لگ رہے تھے۔ جب بھی میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں مجھے ہمیشہ لگتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کیلئے بنے ہو۔"

مرتضی

"سالوں پہلے یہ مجھے کسی نے گفت دیا تھا کہ کسی طرح تم تک پہنچادوں۔" حانم حیرت سے اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اس تصویر میں وہ دونوں بہت مکمل نظر آرہے تھے۔

غصے سے گھورتی ہوئی می ہانی اور قرقے لگاتا آر جے۔

"یہ کافی خوبصورت ہے۔"
حانم کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"ہا۔۔ جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تو مجھے بھی یہی محسوس ہوا تھا۔"

"اس تصویر میں مرتضی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ کیا تم اسکا پیغام سمجھ سکتی ہو؟؟؟"

"جانتی ہوں، اور پیغام بھی مجھ چلی ہوں--"
وہ مسکرائی تھی۔

بائی بس سائی یڈ پر بنے گھر کی اوپری منزل کی بالکونی میں جس میں کھڑکی تھی ایلف کھڑی اپنی بند ہوتی دھڑکن کے ساتھ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"تو پھر اتنے فاصلے کیوں حانم؟؟"

اس نے حانم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ اب اتجائی یہ لمحے میں پوچھ رہا تھا۔
حانم کا ہاتھ روحان کے سینے پر دل کے مقام پر رکھا تھا۔ وہ اسکے دل کی دھڑکن محسوس کر سکتی تھی۔ وہ دونوں ایک چھاتے کے نیچے تھے۔

"اور کتنے امتحان لوگی۔؟؟"

"کیوں تھک گئیے آپ؟؟"

حانم نے الٹا سوال کیا تھا۔

"نمیں، ڈر لگتا ہے امید ٹوٹ نہ جائیے--"

اسکے جواب پر حانم نے پونک کر اسے دیکھا تھا۔
روحان کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ پھر سے نظریں چراگئی تھیں۔

"چلو۔۔ کرلو ستم جتنے تمہارا دل چاہے ظالم لمبی۔۔"

روحان نے ایک گھری سانس لی تھی۔۔

حانم خاموش کھڑی تھی اسکی نظریں روحان کے سینے پر تھی۔۔ اسکے پاتھ میں حرکت ہوئی تھی۔۔

روحان کو کچھ محسوس ہوا تھا اور پھر اسے اپنی دھڑکن بند ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔

"حانم۔۔"

حانم نے شہادت کی انگلی سے اسکے دل کے مقام پر اپنا نام لکھا تھا۔۔

"مجھے اور کوئی می امتحان نہیں لینا۔۔ بس اب جینا ہے، ایک نئی می زندگی جیتی ہے آپکے ساتھ۔۔!"

وہ چھرے پر ہزاروں دلکش رنگ سجائیے کہہ رہی تھی۔۔ روحان کو اسکا یہ انداز پسند آیا تھا۔۔

ایلف نے دونوں کو قریب کھڑے پایا تھا، وہ دونوں ہی بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔

لکھل۔۔، ایلف کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور پھر اس نے کھڑکی بند کر دی تھی۔۔

وہ نہیں چاہتی تھی اسکے آنسوں ان دونوں کی زندگی میں کوئی مشکل لائیں۔۔

"There is no GOd"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا اچانک ابھر نے والی آواز ان دونوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی می تھی۔

ان سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکا عجیب و غریب حلیے میں "کوئی می خدا نہیں" کے نعرہ لگا رہے تھے۔

اسکے پیچھے کچھ اور لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔
وہ شاید سٹوڈنٹس تھے۔

روحان نے گھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور اسے آر جے یاد آگیا تھا۔

"There is no DOD"

وہ پھر چلا یا تھا۔

"BUT Allah"

"لیکن سوائیے اللہ کے"
ۂ حانم چونکی تھی۔ دوسرا فقرہ روحان نے بولا تھا۔

"There is no DOD"

"BUT Allah"

روحان جبیل کونسا باز آنے والا تھا۔

"What the Hell"

وہ بچھرا ہوا انکی طرف بڑھا تھا۔

"کیا مسئی لہ ہے تمہیں؟؟"

وہ روحان جبیل کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

اور پھر اچانک چونک کر خاموش ہو گیا تھا۔

"آر جے---؟؟"

اسکلی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔

"تم آر جے ہونا؟؟ وہی آر جے جو کہتا تھا کہ کوئی می خدا نہیں--؟؟"

وہ حیرت سے دنگ پھرے کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں کوئی می خدا نہیں سوائیے اللہ کے _____"

روحان نے جواب دیا تھا۔

اسکلی بات سن کر لڑکے کی تیوری چڑھی تھی۔

"ہمیں میں ہمیں مانتا۔"

وہ غصے سے غراتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"There is no GOd"

اس نے پھر نعرہ لگایا تھا۔

"BUt Allah"

روحان نے پھر جواب دیا تھا۔

حanim دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

وہ گروپ ابھی نظروں سے او جھل نہیں ہوا تھا البتہ کافی دور جا چکا تھا۔ وہ لڑکا اب خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے نعرے لگانے بند کر دیے تھے۔

"تمیں کیا لگتا ہے حanim کیا ہونے والا ہے؟؟"

روحان نے اس لڑکے کو گھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"محبھے لگتا ہے کوئی ہی حanim پھر سے ڈپریشن میں جانے والی ہے۔"

حanim نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

وہ لڑکا اب ایک لھر کے سامنے رکا تھا جہاں سے ایک لڑکی باہر ہی ہی۔

وہ لڑکی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ روحان کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔

اور پھر لڑکی نے ہاتھ گھما کر اس لڑکے کے منہ پر تھپٹ مارا تھا۔

"اور مجھے لگتا ہے ایک بار پھر سے کسی آرجے کی بینڈ بجھنے والی ہے۔"

روحان نے محفوظ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

جس پر حanim کا قتمہ ابھرا تھا۔

"اچھی بات ہے، آرجے کی بینڈ بجھنی چاہیئے۔"

حanim اب ہنس رہی تھی۔

"بہت ظالم لڑکی ہو تم۔"

روحان نے مصنوعی خفگی سے کہا تھا۔ حanim نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ برا سامنے

بنائیے ہوئے حanim کو اچھا لگا تھا۔

بارش تیز ہوئی تھی۔

"گھر چلیں بارش تیز ہو گئی ہے۔!!"

حanim نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

کر اسکا نازل ہاتھ تھاما تھا۔

اس نے چھتری کو حانم کے اوپر کر کے اسے بارش سے بچانے کی پوری کوشش کی تھی۔

دونوں نے قدم واپس گھر کی طرف بڑھا دیے تھے۔

"اچھا سنو جب دو سلفائی بیٹ ملتے ہیں تو کیا ہوتا ہے ____؟؟"

وہ شریر لجے میں پوچھ رہا تھا۔

"بارش آتی ہے--"

حانم مسکرائی می۔

"وہ تروز ہی آتی ہے، اور ابھی بھی ہو رہی ہے ____"

"آج کی بارش کا انداز نرالا ہے ____ آپ سنیں یہ کچھ کہہ رہی ہے ____ !!
حانم اسکے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں چاہتا ہوں ہم پیرس جائیں کچھ دونوں کیلیئے، حشام کے شہر میں ____ اسکی یاد میں ____

"ہر اس جگہ پر جائیں جہاں وہ جاتا تھا ____ !!"
روحان کو وہ نہیں بھولتا تھا۔

"کیا آج لی بارش یہ کہہ رہی ہے؟؟"
حانم نے پوچھا تھا۔

"ہاں یہ بھی ، بہت کچھ اور بھی ____"
"اور کیا؟؟"

"یہی کہ محبت کا آغاز ہو چکا ہے، دو سلفائیٹ کی محبت ____ ایک ایسی داستان شروع ہونے والی ہے جسے لندن پرسوں یاد رکھے گا ____ !!"
وہ سرشار لمحے میں بتا رہا تھا۔ جس پر حانم مسکرا دی تھی۔ اس نے آج خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔

"جب دل تمہارا اپنا ہو
پر باتیں ساری اسکی ہوں
جب سانسیں تمہاری اپنی ہوں
اور خوبیوں آتی اسکی ہو
جب حد درجہ مصروف ہو تو
وہ یاد اچانک آئے تو
جب آنکھیں نیند سے بو جھل ہوں
تم پاس اسے ہی پاؤ تو
پھر خود کو دھوکہ مت دینا

اور اس سے جا کے کہ دینا
اس دل کو محبت ہے تم سے !!

اور آج ام حانم نے ایک خوبصورت انداز میں اس جذبے کا اظہار کیا تھا جو ابھی اسکے دل میں
پھوٹا تھا جسے روحان جبیل نے دل و جان سے قبول کیا تھا دو سلفائی بٹ ہمیشہ^ہ
کیلیئے ایک ہوگئی رہتے تھے !!

وہ دونوں آج بہت خوش تھے، زندگی کا یہ ساتوں پھر بہت خوشگوار تھا
ابھی بہت سے پھر باقی تھے، ہر ایک نیا پھر ایک نئی کمانی لانے والا تھا اور اسکا کچھ
کچھ اندازہ ان دونوں Sulphite کو ہوچکا تھا جو پتھریلی گلی سڑک پر مسکرا کر آگے بڑھتے جا
رہے تھے

آج کی بارش نے ان دونوں کی دائی می خوشی کی دل سے دعا کی تھی !!

ختم شد